ملك النجاة

قال اللہ تعالےٰ

فَاَنْجَیْنٰہُ وَمَنْ مَّعَہٗ فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ

(سورہ شعراء رکوع ۶ پ ۱۹)

المجلد الاول من کتاب

فُلْکُ النَّجَاۃِ فِی الْاِمَامَۃِ وَالصَّلٰوۃ

اَلْمُعْرُوْف بہ

غَایَۃُ الْمَرَامِ فِی مِعْیَارِ الْاِمَام

از تالیف منیف ممتاز الافاضل والاماجد مولوی حافظ علی محمد صاحب زاد مجدہٗ

مع ترجمہ وتحشیہ از جانب مؤلف کتاب ہٰذا خادم آل یٰسین حکیم امیر الدین عفاعنہٗ رب العالمین

لاہور سے ملنے کا پتہ

منیجر کتب خانہ اثنا عشری

مغل حویلی لاہور

([illegible] پریس لاہور)

بار اول — تعداد جلد ۱۰۰۰ — قیمت قسم اول للعہ قسم دوم ۳/۸

ہر آں چیز کہ خاطر مے خواست — از پردۂ غیب بروں آمد

شکریۂ معاونین

سب سے اول حمد و شکر ایزد متعال بے مثال لم یزل و لایزال۔ فرد صمد لم یلد و لم یولد کے لیئے ہے۔ جو اپنے فضل و کرم سے اس کتاب کو پردۂ کتم سے منصۂ شہود اور عدم سے عرصۂ وجود پر لایا اور درود نامحدود و سلام نامعدود ذاتِ جناب احمد محمود باعثِ ایجادِ کون و مکان و علتِ غائی کن فکاں پر اور آپ کی آلِ اطہر و ذریتِ مطہر پر ہو۔ اما بعد کتاب **فلک النجاۃ** عرصہ اڑھائی سال سے مکمل ہو چکی تھی۔ مگر اسکے طبع کرانے کا انتظام اس کے خرچ پر نظر کرتے ہوئے نہایت مشکل معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ ڈیڑھ سال تک جناب مولینا مولوی سید محمد سبطین صاحب قبلہ کے پاس یہ کتاب اسی غرض کے لیئے پڑی رہی اور حضور ممدوح نے بکمال توجہ و شوق اس کا اہتمام اپنے ذمہ لیا تھا۔ لیکن بوجہ کاتب وغیرہ ضروریات میسر نہ ہونے کے حضور موصوف نے بکمال افسوس اس کو احقر کی درخواست پر واپس فرمایا۔ اور اس کارِ عظیم کے انتظام میں احقر بھی حیران تھا۔ مگر اشتیاقِ اشاعت ہر وقت یہ تعلیم دیتا تھا۔ کہ گو کتنی مشکلات کو طے کرنا پڑے اس کو چھپوایا جائے۔ اسی فکر و تردد کی اثنا میں مجھے اپنے قدیمی محسن فخرِ دوستان عالیجناب شاہ صاحب سید ابراہیم شاہ صاحب رئیس اعظم ٹھٹی سید ابراہیم کربلائی ضلع جھنگ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے میری اس قدر حوصلہ افزائی فرمائی۔ کہ گویا مردہ میں روح پھونک دی اور آپ نے علاوہ نقدی امداد کے دلالتِ خیر کے لیئے بہت حضرات مومنین کی خدمت میں تشریف لے جانے کی تکلیف گوارا فرمائی۔

اور اسی طرح جناب حامیِ مذہب امامیہ محی السنۃ قامع البدعہ فخر الشرفاء والرؤسا پیر صاحب سید پیر ناصر الدین شاہ صاحب رئیس اعظم جہانیاں شاہ ضلع شاہ پور نے علاوہ نقدی کے دلالتِ خیر سے کافی اعانت فرمائی۔ جملہ رؤسا معاونین کی کافی امداد کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالے انکی توفیقات خیر میں برکت دے اور انکو جزائے جمیل عطا فرمائے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ کتاب کی قیمت بالکل خفیف رکھی گئی ہے اور معاونین و دیگر مومنین مستحقین و برادرانِ اہل جماعت سے تحقیق طلب حضرات کو کتاب ہذا مفت نذر کیگئی ہے کیونکہ اشاعتِ کتاب سے اشاعتِ حق مقصود ہے۔ تجارت یا منفعت دنیاوی مطلوب نہیں۔ کاتب عربی اردو کا خوشنویس درکار تھا جس کے لیئے بہت کاتبوں کے دروازے کھٹکانے پڑے اور آخر ایک صاحب نہایت شریف اور خلیق سے واسطہ پڑا جنکو چک جلال الدین میں مظہر نے اپنے غریب خانہ پر ٹھیرانے کی تکلیف دی اور سات ماہ کے قریب صاحب موصوف وہاں کام کتابت ختم کر کے واپس ہوئے۔ تصحیح کتاب کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔ مگر پھر بھی کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں۔ جن کے لیئے ناظرین سے معافی کا خواستگار رہوں۔ ۱۲

نوٹ۔ اسماء گرامی حضرات معاونین کے کتاب کے آخری ٹائیٹل کے اندرونی صفحہ پر درج ہیں۔ (مترجم عفی عنہ)

تقاریظ علماء کرام کثرہم اللہ تعالیٰ

تقریظ بلاغت خطیط از رشحات قلم عالیجناب حجۃ الاسلام صدر المفسرین سلطان المحدثین محی الملت والدین رئیس الشیعہ مدار الشریعۃ سرکار شریعتمدار اعلیٰ اللہ مقامہ سید علی الحائری صاحب قبلہ مجتہد دام ظلہ

باسمہ سبحانہ

اَلحمدُ لِلّٰہِ علیٰ نوالِہِ والصلوٰۃ والسلام علیٰ خواصِ رجالِہِ والسنۃِ اقوالِہِ ومصادرِ افعالِہِ واعلیٰ امثالِہِ ومفاتیحِ اقفالِہِ علل الوجود واسرار السجود محمد وآلہ۔ اما بعدُ فقد طالعت شطراً وافیاً من الکتاب الموسوم بہ فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ متناً وترجمۃً فوجدتہ ریاض حکمۃ ورضوان سیفاً قاطعاً لالسنۃ الزیغ و الطغیان وبرہاناً ناطقاً لاہل الایمان وشہاباً ثاقباً لشیاطین الانس والجان تنتعش بفہم براہینہ القلوب والابدان وترتاح بدرک معانیہ الارواح فی عالم الامکان کیف ومصنفہ بفضل اللہ المنان وحید العصر وفرید الدہر بالایقان کاسر اعناق منکری الامامۃ ومرغم اناف المنحرفین عن طریق الاستقامۃ بالاعلان سلطان المناظرین جناب المولوی الحافظ علی محمد ومترجمہ ومحشیہ اسوۃ الاماجد الکرام وصفوۃ الاطائب الاعلام فخر المناظرین جناب المولوی محمد امیر الدین لا زالا فی دروع الامان من مکارہ الزمان علی ھذا التصنیف والتالیف لعمری انہ ابدھما اللہ ایدھما فقد جہد اغایۃ الجہد فی احقاق الحق وانہاق الباطل بالبراہین والدلائل فللّٰہ درھما وعلیہ اجرھما فانہ لقد اجادا فیما افادا فنالا المراد فاثابہما اللہ وایانا عن الشرع القویم جنات النعیم بصاحبہ وآلہ ادلاء عرفان القدیم صلوات اللہ علیہم باکرم تسلیم واہناء تنعیم۔

نمقہ عبدہ الاثیم خادم شرع رسولہ الکریم علی الحائری

(من دار الشریعۃ لاہور)

محلہ شیعیان

نقش مہر شریف

لا الٰہ الا اللہ القوی
عبدہ سید علی الحائری
ابن ابو القاسم الرضوی ۱۳۱۰

تقریظ صداقت و ملاحت خطیط از رشحات قلم رئیس المحققین سید المدققین راس الفضلاء قدوۃ العلماء عدیم المثل فقید البدل مولانا مولوی سید محمد سبطین صاحب قبلہ عربک پروفیسر کالج لدھیانہ زید فیوضہم

هو الکافی

فلک النجاۃ۔ یہ کتاب واقعاً اسم بامسمیٰ اور اپنی خصوصیت کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ بلا شبہ اس کتاب میں اُس ضرورت کو پورا کیا گیا ہے جس کی طرف آج تک کسی کی توجہ نہ ہوئی تھی۔ یقین کامل ہے کہ اہل اسلام عموماً اور فرقہ محقہ امامیہ کو خصوصاً اس کے مطالعہ سے معتد بہ فائدہ پہنچے گا۔ واعظین مناظرین اور اہل تحقیق کے لئے یہ کتاب اعلےٰ ترین سرمایہ علمی ثابت ہوگی۔

اس کا حصہ اول امامت میں ہے اور حصہ دوم نماز کے بیان میں۔ **پہلے** حصہ میں مسئلہ امامت و خلافت پر خاص طرز سے روشنی ڈالی گئی ہے اور اختلاف و وجوہ اختلاف کو صحیح و معتبر ترین کتب **اہلسنت** سے باحسن وجوہ بیان کیا گیا ہے۔
حصہ دوم میں کتب فریقین کی صحیح روایات سے نماز رسول اللہ کی حقیقی صورت دکھلائی گئی ہے اور زیادہ تر دار و مدار تحقیق کتب صحاح اہلسنت پر ہے جس سے ہر منصف مزاج ناظر خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ نماز صحیح و نماز پیغمبری کونسی ہے اور اس سے اس طالب حق کی صداقت صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔ **اس کتاب** کا مسودہ بغرض طبع ہمارے پاس آیا تھا اور تقریباً ایک سال تک ہمارے پاس رہا اور طبع کی پوری سعی کی گئی مگر توفیق شامل حال نہ ہوئی۔ مجبوراً دفتر البرہان کی ابتری کے باعث مسودہ واپس کیا گیا۔ ہم نے اس عرصہ میں اسکے اکثر مقامات کو دیکھا۔ بعض کو بامعان نظر اور بعض کو سرسری طور سے۔ بعض مقامات پر نوٹ و نشانات بھی کئے۔ اب بعد نظر ثانی مولفین و اضافہ بعض مطالب مہمہ و حواشی مفیدہ و تصحیح اصلاح ترجمہ خود مولفین کے اہتمام سے طبع ہو گئی ہے جس کا ہر طالب حق مسلمان کے گھر میں ہونا ضروری ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مولفین و مصنفین دو جلیل القدر فاضل اہلسنت ہیں جنہوں نے اپنی دس سالہ سعی بلیغ و جدوجہد کے بعد اب سے چار سال قبل مذہب حق جعفری اختیار فرمایا ہے۔ یعنی فاضل محترم مولوی علی محمد صاحب زید فضلہ جو چنیوٹ ضلع جھنگ کے قدیم مشہور اور فاضل اجل مدرس و معلم علوم عربیہ ہیں اور حذاقت مآب مولوی حکیم امیر الدین صاحب زید حکمتہ جو اس علاقہ کے فاضل حکیم اور مقتدر زمیندار ہیں۔ اگرچہ ان حضرات کی طبیعت ابتداہی سے حق پسند اور محقق واقع ہوئی تھی۔ مگر خصوصیت سے انکی تحقیق کا سلسلہ ۱۳۳۱ھ سے شروع ہوتا ہے جسکے ثبوت کے لیے البرہان جلد سوم و چہارم کے صفحات ملاحظہ ہوں جن پر حکیم صاحب موصوف کے عالمانہ سوالات بغرض تحقیق درج ہیں۔ البرہان و کتب دفتر البرہان اور قدیم کتب فریقین کے طولانی و دقیق مطالعہ کے بعد استاذی المعظم سرکار علامہ شیخ عبد العلی صاحب ہروی الطہرانی قدس سرہ و اعلی اللہ مقامہ کے فیض صحبت سے استفادہ فرمایا اور بعض اشکالات کو حل کیا اور آخرکار ایک جلسہ عام کر کے جناب مولانا مولوی سید محسن علیشاہ صاحب کے روبرو اپنے تحقیقی عقیدہ کا اظہار کیا گیا اور تقلیدی مذہب اور سنی سنائی باتوں کو خیرباد کہا اور اب ان بزرگ ہستیوں کی بدولت ایک خاص جماعت ضلع جھنگ میں مذہب حق قبول کر چکی ہے جو انکی سعی بلیغ اور اخلاص نیت کا اثر ہے اور فرقہ حقہ کے لئے مقام فخر اور یہ مقام مسرت ہے کہ یہ دونو محترم ہستیاں البرہان کی چہاردہ سالہ مساعی جمیلہ اور سرکار علامہ اعلی اللہ مقامہ کے فیض خاص کا بہترین نمونہ اور نتیجہ ہیں اسعدہما اللہ تعالیٰ فی الدارین۔ اور کتاب ہذا کو ان حضرات کی گویا چہاردہ سالہ تحقیق کا لب لباب حقانیت و صداقت کی روح و دین و ایمان کی جان اور اہل تحقیق کے لئے جان سے زیادہ عزیز خزانہ ہے۔ اصل کتاب جناب فاضل اجل مولوی حافظ علی محمد صاحب نے عربی میں تالیف فرمائی ہے اور جناب فضیلت مآب حکیم مولوی امیر الدین صاحب نے اردو میں اس کا ترجمہ کیا ہے اور حواشی مفیدہ کا اضافہ فرمایا ہے اور دونو صاحبوں نے یکجائی اس کی تکمیل فرمائی ہے۔ دعا ہے کہ خداوند عالم انکی سعی کو مشکور فرمائے مومنین اور عاشقان یقین میں اسکی مقبولیت عام ہو اور قوم انکی قدر افزائی سے مولفین کی حوصلہ افزائی فرمائے۔ زاد اللہ توفیقاتہما و ابلغ مرادہما۔ الحمد للہ الذی جعلنا وجعلہما من المتمسکین بولایۃ علی امیر المومنین و اولادہ الطیبین الطاہرین۔

(احقر الدارین سید محمد سبطین)

تقریظ صداقت حفیظ

از قلم عالیجناب عمدۃ المناظرین حکیم ڈاکٹر حاجی مولوی نور حسین صاحب صابر جعفری اثنا عشری کربلائی جھنگ سیالوی سابق سنی مصنف کتب متعددہ

الحمد للّٰہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الذی قد اصطفاہ من الانبیاء فھو المصطفیٰ وعلیٰ حبیبہ وخلیفتہ بلا فصل سیدنا علی المرتضیٰ وسائر ائمۃ الھدیٰ الیٰ یوم الجزاء

اس وقت میری میز پر کتاب لاجواب فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ تقریظ کے واسطے پڑی ہوئی ہے اور میں بڑی دیر سے قلم اور کاغذ ہاتھ میں لیکر یہ سوچ رہا ہوں کہ میں اس کتاب مستطاب کی کس طرح تعریف لکھوں اور ریویو کروں جس کو جناب فیضمآب فخر المحققین و رئیس المتکلمین امیر الدنیا والدین مولانا حکیم امیر الدین صاحب کھوکھر زمیندار و نمبردار رئیس اعظم چک جلال الدین کھوکھر ضلع و تحصیل جھنگ و عالم ربانی و محقق لاثانی جناب کمالات انتساب مولانا حافظ حکیم علی محمد صاحب سکنہ چنڈ بھروانہ نے اپنی متفقہ دسترکر کوشش سے تالیف کیا ہے۔ اور سالہا سال کی محنت اور ورق گردانی اور کتب تفاسیر، احادیث، سیر و فقہ کے مطالعہ سے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ فکر سلیم نے جو ہاتھ زیر زنخدان رکھا تو وہیں کا وہیں رہگیا۔ طبیعت حاضر جواب غائب ہوئی۔ زبان گنگ ہو گئی۔ آخر کار بیساختہ کہنا پڑا ؎

للّٰہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر مے خواست ✤ آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

بہت مدت سے آرزو تھی کہ شیعی دنیا میں کوئی ایسی جامع مستند با حوالہ جات کتاب طبع ہو جو مخالف کو ساکت کر دے۔ اور حجت تمام کرے۔ ہر روز جو شیعہ اور سنی کا جھگڑا چلا آتا ہے وہ اُٹھ جائے اور حق و باطل میں تمیز ہو کر چودھویں صدی میں آفتاب صداقت و حقانیت طلوع ہو کر ظلمات کو دُور کر دے اور ہر ایک مبحث کو پہلو میں لئے ہوئے قول فیصل کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ان دنوں یہ کتاب لاجواب شائع ہوئی اور سُنی و شیعہ کے مناظرہ و مجادلہ کو جنے مٹا دیا۔ اندھے اس سے بینا ہو جائینگے۔ لنگڑے چلنے لگینگے گم گشتگانِ راہِ صداقت صراط مستقیم حاصل کرینگے۔ انوارِ حقیقی اسلام چمکنے لگینگے۔ خارجیت و ناصبیت کا زمانہ کافور ہو جائیگا آئے دن کے فتاوے کفر و تکفیر بند ہو جائینگے۔ سوائے ازلی شقی کے کوئی بھولا بھٹکا شخص بھی ہدایت سے خالی نہ رہیگا۔ محبان اہل بیت رسالت و موالیان خاندان نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شامل ہو کر راہ نجات حاصل کرینگے۔ کتاب لاجواب فلک النجاۃ کی سلاست عبارت، نفاست اشارت، پاکیزگی آئین، شوخی مضامین، لطیف تقریر، مذاق تحریر، الفاظ کی نشست، سلسلے کا بندوبست قابل دید ہے۔ سبحان اللہ کیا پاکیزہ تقریر ہے ہر ایک آیت کی حقیقی تفسیر ہے۔ احادیث صحیحہ سے کمال استدلال کیا ہے۔ شرافت و متانت کا کمال کیا ہے۔ نہ کہیں کسی کی دلآزاری ہے بلکہ ہر باب و فصل میں مسلمانوں کی غمخواری ہے۔ ہر ایک دعوے کو حوالہ جات کتب و صفحہ و سطر و طبع سے بنایا ہے ہر ایک مخالف و موافق کو گرویدہ بنا لیا ہے۔ عام فہم ہونے میں کلام نہیں۔ لغوی و اصطلاحی، مولویانہ و عالمانہ ادق یا مغلق الفاظ سے کام نہیں۔ تلاش ایسی کہ تمام کتب معتبرہ اہل سنت کو چھان ڈالا ہے۔ صحیح بخاری، مسلم،

ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ نسائی۔ موطا۔ مسند امام احمد حنبل۔ دارقطنی۔ بیہقی۔ تفسیر رازی۔ مدارک۔ معالم۔ نیشاپوری وغیرہ اور تمام علوم جدیدہ کی کتب و تواریخ و سیر کا لب لباب نکالا ہے گویا ایک مکمل بڑی لائبریری و کتبخانہ اسلامیہ کا نچوڑ پبلک کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور علماء کرام اہل سنت کے زبان طعن و تشنیع و مناظرہ و مکابرہ کو ہمیشہ کے واسطے بند کر دیا ہے۔

جس کتاب میں خاصان خدا۔ بزرگان و بہادران دین آپ۔ مشاہیر اسلام و وارثان و ذریت سید الانام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توصیف ہو اس کتاب کی کس سے تعریف ہو۔ وہ اصلی گوہر وہ حقیقی دُر صدف جو زمانہ کی نیرنگی اور علماء اہل سنت کی دورنگی سے سمندر کی تہہ میں تہہ نشین تھے ان غواصان و شناوران بحر حقیقت و معرفت نے غوطے لگا کر سمندر سے باہر پھینکدئیے اور مسلمانوں کے سامنے پیش کئے اور حق و باطل کو ظاہر کر دکھایا قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا یہ کتاب مخالفین نواصب و خوارج اور دشمنان آل یٰسین صلعم پر بم کا کام دیگی۔ کہ اس کے ہر ایک باب ہر ایک فصل کے بم سے خارجی کیمپ اڑ جائیگا اور نام نشان تک نہ رہیگا۔ جو ناصبی و خارجی اس کے بالمقابل قلم اُٹھائیگا خود شرمندہ و خوار و ذلیل ہوکر پچھتائیگا۔ کیوں نہ ہو ضلع جھنگ کے دو لائق۔ فاضل۔ تجربہ کار۔ سب سے زیادہ عاقل۔ دانا اور عالم بزرگوں کے قلم سے یہ کتاب لاجواب نکلی ہے جن کی لیاقت، شرافت، صداقت، روحانیت اور اعلےٰ علمی فضیلت کو زمانہ مانتا ہے ع مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ ناظرین کو اس کتاب کے لاجواب فوائد ملاحظہ سے معلوم ہو جائینگے۔ کہ لائق مصنفین نے کسقدر محنت شاقہ سے اسکو تالیف کیا ہے اور خون جگر کھایا ہے اور کتنی مشقت اُٹھائی ہے۔ اور زر کثیر خرچ کرکے شیعی دنیا پر احسان کیا ہے جس مضمون کو دیکھو وہی چوٹی کا نظر آتا ہے بحث لفظ شیعہ۔ وجہ تسمیہ اہل سنت والجماعۃ کا کیسا نفیس مقابلہ ہے کہ مخالف کی قلم کو توڑ دیا ہے حدیث ثقلین کو معیار صداقت اسلام قرار دیکر تمام مضامین کو اسی کے ماتحت کر دیا ہے۔ آیت تطہیر و مباہلہ کا مقابلہ قابل دید و داد ہے مخالفین خاندان نبوت صلعم خصوصًا حالات معاویہ و یزید پلید ایک اپنی نرالی شان رکھتی ہیں صحابہ کلہم عدول کا بھانڈا پھوڑ کر۔ اجماع کے گورکھ دھندے کو توڑ کر حضرات اصحاب ثلاثہ کے ایمان۔ علم و شجاعت کا مقابلہ و موازنہ جناب امیر المومنین امام المتقین سیدنا و مولانا علےٰ المرتضےٰ علیہ السلام کیساتھ کس تہذیب و متانت سے کیا ہے کہ ہر دوست و دشمن عش عش کر اُٹھتا ہے۔ سب و لعن و تبرا کی تحقیقات واقعی انوکھی ہی۔ فرقہ اہل حدیث کو جو اصول حدیث پر ناز تھا اس کو طشت از بام کیا ہے۔ اور ہمیشہ کیواسطے جھگڑا مٹا دیا ہے خلافت و امامت کا حصہ تو ان مولوی صاحبان کا ہی حصہ تھا۔ اجماعی خلافت کو ناقص اور باطل ثابت کیا ہے اور منصوص من اللہ خلافت کے جھگڑے کو رگڑ ڈالا ہے؛ دوسرے حصہ میں نماز کا مفصل بیان ہے اور اس میں کتب معتبرہ و مصدقہ اہل سنت سے ثابت کر دکھایا ہے کہ نماز شیعہ ہی مطابق نماز رسول مقبول صلعم ہے اور یہی اصلی نماز ہے جو مقبول بارگاہ ایزدی ہے۔ باقی تمام فرقے جو نماز ادا کرتے ہیں وہ ٹکریں ادا کرتے ہیں وہ حقیقی نماز نہیں؛

الغرض یہ کتاب لاجواب واقعی نجات کی کشتی ہے جسکو پڑھنے اور عمل کرنے سے نیک اور سعید ارواح راہ نجات حاصل کرینگے اور دامن پنجتن پاک علیہم السلام کو محکم پکڑ کر حیات ابدی حاصل کرینگے اور یہ امر مسلمہ ہے کہ جو محقق و منصف مزاج سُنی اس کتاب کو بغور ملاحظہ کریگا وہ ضرور تقلیدی زنجیر کو توڑ کر مذہب حقہ شیعہ اثنا عشریہ قبول کریگا اور ہند اور پنجاب کے تمام عالم متفق ہوکر اجماع کرکے اس کا جواب باصواب لکھنا چاہیں تو ہرگز کامیاب نہ ہونگے یا تو

مذہب کو چھوڑ دینگے یا اپنے متقدمین مفسرین اور محدثین کو صاف جھٹلائینگے۔ وللہ الحمد
میں اخیر میں مولوی صاحبان کو اس کتاب کی اشاعت کیواسطے مبارک دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ آپکی
بحرمت جناب سید الابرار رسول مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبہ تصدق ائمہ اطہار علیہم الصلوٰۃ والسلام اس کتاب
کو مسلمانوں میں مقبول کر اور مصنفین کے مطالب دینی ودنیوی برآئیں اور تمام مسلمان اس سے فیض اور
برکت حاصل کریں اور قیامت تک یہ یادگار قائم رہے اور مصنفین کو اسکا ثواب بیحساب تا روز حساب حاصل
ہوا کرے۔ آمین۔ کتاب کی لکھائی چھپائی کاغذ اعلےٰ ہے اور بمقابلہ محنت شاقہ قیمت کچھ بھی نہیں ؎

جماد کچند دادم جاں خریدم ✤ بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

تقریظ صداقت حفیظ از عالیجناب مستغنی عن الالقاب فخر الواعظین مولانا مولوی سید محسن علیشاہ صاحب سبزواری لاہوری دامت برکاتہم

ان ابھی درر تنتظم فی بنان البیان - واذھی زھر تنتثر فی اردان الاذھان - واعلیٰ مرقاۃ یعرج بہا الانسان من حضیض حظوظ نفس البھیمۃ الی عروج العرفان - واحسن ما یترنم بہ العنادل علی الاغصان - حمد المفضل المنعم بادئ النسم خالق اللوح والقلم الذی علم الانسان ما لم یعلم وافضل الصلوٰۃ علیٰ اشرف الموجودات نقطۃ دائرۃ التکوین ومعدن العلم والیقین ارسلہ اللہ بالدین المشہور والعلم المأثور والکتاب المسطور فی رق منشور والنور الساطع والضیاء اللامع والامر الصادع ازاحۃ للشبہات واحتجاجا بالبینت وتحذیرا بالآیات وتخویفا بالمثلات ارسل رحمۃ للعالمین صلواۃ اللہ علیہ ما دامت السموٰت والارضون وعلی آلہ الذین ھم شموس فلک الخلافۃ وبدور سماء الھدایۃ ومراکز دائرۃ الامامۃ ھم عمود فسطاط العرفان و باسط بساط العلم والایقان مصابیح الانوار ومفاتیح الاسرار معادن الحکمۃ ومساکن البرکۃ ومنازل التقویٰ ومحافل الھدیٰ اخیار الدھر ونوامیس العصر اعلام العباد ومنار البلاد مصابیح الظلام ومفاتیح الکلام ودعائم الاسلام ھم اثاث الدین وعماد الیقین الیھم یفیٔ العالی وبھم یلحق التالی ولھم خصائص الولایۃ وفیھم وصیتہ الوراثۃ ائمۃ من اللہ یھدون صلواۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین **امّا بعد** کتاب اسم بامسمیٰ فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ المعروف بغایۃ المرام فی معیار الامام وترتیب الصلوٰۃ بتطبیق الروایات مصنفہ عالم بے بدل فاضل اجل رئیس المحققین راس المدققین واقف اسرار ایمانی غواص بحر معانی مصدق مصداق ہمہ دانی ناشر آثار آل نبی الامجد مولانا مولوی علی محمد متع اللہ المومنین وایانا بطول حیاتہ وفیوضات علمہ وبرکاتہ بھیجرنے اس کتاب کے اکثر مقامات مطالعہ کیئے اور خود مصنف ممدوح نے اس کے مسودات مجھکو سنائے۔ الحق یہ کتاب طالبان ہدایت کے لئے عمدہ دلیل ہے اور رہروان مسلک سلامتی کیواسطے بیخوف وخطر سبیل ہے بلا مبالغہ اور بلا تصنع میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس نہج اور اس صنف کی کتاب اس سے پہلے نظر سے نہیں گذری۔ اس کتاب میں مناظرہ ہے مگر نہ وہ مناظرہ جو تو تو میں میں کی طرز پر ہوا کرتا ہے مناظرہ کے حقیقی مصداق پر اس کتاب نے روشنی ڈالی ہے اور اسکا مناظرہ صحیح مصداق ہے آیہ مجیدہ جادلھم بالتی ھی احسن کا۔ ہر ہر امر کو واقعی اور محققانہ ثابت کیا ہے حوالجات تمام مکمل مطبع صفحہ سطر کتاب محولہ کا ایسا روشن لکھا ہے کہ اصل کتاب میں تلاش کی مشکل کو دور کر دیا ہے۔ نماز اور امامت پر نہایت شرح وبسط سے تحقیقات ہے اور یہی دونوں امر اسلام میں اہم اور ضروری ہیں

اعتقادات میں امامت وہ چیز ہے جس کی معرفت بغیر دنیا سے گذرنا جاہلیت کی موت کا حکم رکھتا ہے اور عبادات
میں بڑا بھاری رکن نماز ہے اگر نماز قبول ہو تو باقی اعمال سب قبول ہوتے ہیں اور اگر نماز درست نہ ہو تو تمام اعمال
مردود ہیں۔ اس وقت دین اسلام میں نماز آٹھ طرح پر ادا کی جاتی ہے۔ حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ اہلحدیث۔ اہل قرآن
قادیانی۔ شیعہ۔ اور ہر ایک کی نماز دوسرے سے مختلف ہے۔ نہایت شرم کی بات ہے کہ جس امر کو حضرت رسول خدا صلعم
نے قریباً ۲۵ ہزار مرتبہ کر کے دکھلا دیا ہو یعنے ۲۳ سال کے عرصہ میں پانچ مرتبہ روزانہ وہ امر مسلمانوں میں محفوظ نہ
رہ سکا۔ مصنف ممدوح نے نہایت جانفشانی سے کتب اسلام سے نماز کی بابت اس کتاب میں وہ روایات
درج فرمائی ہیں جو مجمع علیہ ہوں۔ ضد اور ہٹ اور تعصب کو چھوڑ دیا جاوے تو یہ کتاب اہل اسلام کو ایک نماز پر
جمع کرنے کے واسطے کافی ہے اور طعن مخالفین سے اسلام محفوظ رہ سکتا ہے۔ مصنف ممدوح نے اصل کتاب نہایت
سلیس اور فصیح و بلیغ عربی میں لکھی ہے۔ چونکہ اردو خوان اصحاب محروم رہتے تھے۔ اس لئے احباب کے اصرار پر جنہیں
یہ حقیر بھی ہے مجسمہ حیا۔ مصور اخلاق۔ زبدۃ المحققین۔ اسوۃ المتکلمین۔ ادیب اریب۔ لبیب محب آل طٰہٰ و یٰسین
مولوی حکیم امیر الدین ساکن چک جلال الدین ضلع جھنگ سلمہ اللہ وابقاہ نے زبان اردو میں سلیس اور قریب الفہم
ترجمہ فرما دیا۔ اس کتاب کی لکھائی چھپائی کاغذ نہایت عمدہ صحت کیلئے کاپی نویس کو چک جلال الدین میں طلب کر کے
لکھائی گئی ہے۔ خداوند عالم کتاب کو شرف قبولیت بخشے اور مصنف و مترجم کو دنیا و آخرت میں جزا خیر عنایت فرماوے۔
آمین ثم آمین یا رب العلمین بمحمد و آلہ الطاہرین۔ قیمت لاگت سے زیادہ نہیں کیونکہ کتاب نفع دینی کیلئے چھپوائی گئی ہے۔

تقریظ دلپذیر از عالیجناب زبدۃ المناظرین عمدۃ الواعظین مولانا مولوی سید کرم حسین شاہ صاحب ساکن رضائی شاہ ضلع میانوالی

بسمہ الحمد للہ رب العلمین فاطر السموٰت والارضین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم
النبیین محمد المبعوث بالحجج والبراھین وآلہ الطیبین الطاھرین۔ اما بعد فھذا کتاب زینت صفحاتہ
بالبراھین القیمۃ ونقشت اوراقہ بالدلائل المسلمۃ انی رأیت بعض مقاماتہ ونظرت بعض مقالاتہ
فوجدتہ مفیدا لاھل الاسلام وھدی للخواص والعوام مضامینہ انوار الھدایۃ والدرایۃ وبراھینہ
براءۃ من الضلالۃ والغوایۃ وسطورہ سبل النجات والسلام وکلماتہ اقمار المعرفۃ والاعلام وجرائدہ
للاعداء اللئام نقطہ نجوم نکات التحقیقات اسمہ فلک النجاۃ فقد الفہ العالم الاریب والفاضل الادیب
علی محمد سلمہ اللہ الصمد بالاد وترجمہ تحشیۃ ذی الحکماء المتاخرین والاطباء المتبحرین الحکیم المولوی امیر الدین سلمہ
احکم الحاکمین واجرھما علی اللہ رب العالمین ۔

فان شئت البراءۃ من سعیر | واجرا من الالہ بالصلوٰۃ
فلا تبطل صلوٰتک بالضلالۃ | فھا ارکب یا اخی فلک النجاۃ

تقریظ برکات خطیط از لمعات قلم عالیجناب استاذ المناظرین قاطع اعناق المسجدین مرغم اناف المفسدین فرید الدهر وحید العصر مولانا مولوی حاجی مرزا احمد علی صاحب دام ظلہ امرتسری ثم اللاہوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل طلب العلم عبادۃ وتعلمہ خشیۃ وتعلیمہ صدقۃ وبذلہ قربۃ ورفع اهلہ درجۃ وجعلهم للانبیاء ورثۃ والصلوٰۃ والسلام علی عبدہ وصفیہ کاشف الغمہ مکمل النعمہ محمد شفیع الامہ وعلی ذریتہ الطاهرہ وعترتہ الهادیہ جعلهم اللہ للناس شهداء وللاتقیاء ائمہ۔ اما بعد۔ اہل تحقیق وصاحبان تدقیق پر پوشیدہ نہیں کہ تحقیق مذہب وہ دشوار مقام ہے جس کے تصور سے ہی اکثر باہمم پست ہمت ہوجاتے ہیں یہ وہ مشکل منزل ہے جس تک اکثر نہیں پہنچ سکتے اور یہ وہ سخت گھاٹی ہے کہ وہاں تک صرف ان کی رسائی ہوسکتی ہے جو جامۂ عصبیت کو پھینک کے احرام تحقیق باندھ کر اس بیابان میں بگ یا اللہ کہہ کر کود پڑتے ہیں اس وقت پروردگار عالم بھی مطابق والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا۔ ان پر ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے اور وہ عین الحق سے حق کی حقیقت وحقیت ملاحظہ فرمالیتے ہیں انہی حق جویوں اور حق یابوں میں سے ہمارے زمانے میں مصنف ومترجم کتاب ہذا کا وجود مسعود ہے ان کی فضیلت وقابلیت خود انکی سرمایۂ حیات کتاب سے کالشمس ظاہر ہے خداوند عالم نے انہیں اپنی ذات کے سوا اور کسی کا محتاج نہیں کیا۔ علماء عامہ میں سے اکثر حضرات کو دامن حضرات اہلبیت علیہم السلام سے متمسک ہونے اور فرقۂ حقۂ ناجیہ شیعہ اثنا عشریہ کثرہم اللہ رب البریہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ لیکن جہاں تک مَیں نے نگاہ دوربین سے کام لیا ہے۔ میں یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہوں۔ کہ ان ہر دو بزرگواروں کا مقام ان تمام سے اعلیٰ ہے۔ جو ملک ہند میں ہمارے حلقہ میں داخل ہوئے ہیں انشاء اللہ ان حضرات کے اسماء گرامی شیعی دنیا میں یادگار رہیں گے مَیں نے ان حضرات کی کتاب مستطاب **فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ** معروف بہ **غایۃ المرام فی معیار الامام وترتیب الصلوٰۃ بتطبیق الروایات** کو اکثر مقامات سے دیکھا۔ اس کتاب کو فصیح و بلیغ عربی زبان میں عالم کامل وفاضل باذل قطب افلاک تحقیق وشمس آفاق تدقیق جناب مولانا حافظ مولوی **علی محمد** صاحب ایدہ اللہ الصمد نے تصنیف کیا ہے اور زین العلما وطراز الفضلا حادی المکارم والمعالی فخر الملت والدین جناب مولانا مولوی امیر الدین صاحب سلمہ اللہ رب العالمین نے افادۂ عام کے لئے اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے ان حضرات نے یہ کتاب لکھ کر مذہب اسلام کی بہت بھاری خدمت انجام دی ہے۔ خداوند عالم ان کی مساعی جمیلہ کو درجۂ قبولیت بخشے۔ اور انکو دین و دنیا میں فائز المرام کرے۔ یہ کتاب رہروان بادیۂ تحقیق کے لئے ہادی۔ گم گشتگان کے لئے سراج منیر تشنہ کاموں کے لئے آب زلال اور مذہب شیعہ کی صداقت پر ایک زبردست آیت ہے صاحبان کتاب نے ہر مسئلہ میں دلائل کے دریا بہا دیئے ہیں اور ایسی مفصل بحث کی ہے۔ جس سے طالب حق کی تشنہ کامی دور ہوجاتی ہے اور اگر اس کے قلب میں ذرہ بھر بھی نور ہے۔ تو اسے سوائے قبول حق کے اور کوئی چارہ نہیں رہتا۔ مومنین کو چاہیئے۔ کہ اس گوہر آبدار کو نقد جان سے خریدیں۔ خود پڑھیں اوروں کو دکھائیں اور اشاعت حق میں مدد دیں وفقنا اللہ وجمیع المومنین لنصرۃ الدین واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ محمد واٰلہ الطاهرین ؏

(مرزا احمد علی الامرتسری)

تقریظ فصیح و ملیح از انوارِ قلم عالیجناب فضیلت مآب رئیس الفصحاء سید الکملاء قدوۃ العلماء عمدۃ الواعظین صفوۃ السالکین مولانا مولوی سیّد محمد صاحب دہلوی قبلہ عربک پروفیسر کالج دہلی دامت برکاتہٗ

الحمد لاہلہ والصلوٰۃ لاہلہا

مبارک ہیں وہ ہاتھ جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے دست بقلم آگے بڑھیں اور قابل صد آفرین ہیں وہ نفوس جو اعدائے دین میں گھر کر اطمینانِ قلب سے خدمت بنی ہاشم کا حق ادا کر دیں۔ جھنگ مگھیانہ کے دو تارے اور شجرہ مبارکہ اہلبیت کے دو ورق مولوی حافظ **علی محمد** صاحب دامت معالئہ اور جناب مولوی **امیر الدین** صاحب دام اللہ برکاتہ، یہ وہ بزرگوار ہیں۔ جو حضرت حُر کی طرح کل کہیں تھے آج کہیں ہیں۔ اس علاقہ میں ان حضرات کی مساعی اور احیائی ملت مرتضوی میں جان فروشانہ خدمتیں ابد الاباد تک قلوب اہل ایمان میں یادگار رہیں گی۔ سب سے عظیم الشان احسان آپ حضرات نے جو اس قوم پر فرمایا ہے۔ وہ **فلک النجاۃ فی الامامت والصلوٰۃ** کی تصنیف ہے۔ الحمد اللہ میں نے جستہ جستہ مقامات سے اس بہار بے خزاں کی سیر کی۔ ہر روش شاداب اور ہر غنچہ مسکراتا ہوا پایا۔ میں بلاخوف یہ امر کہنے کے لئے تیار ہوں کہ ہندوستان میں مناظرہ کی اس پایہ کی کتاب آج تک کوئی نہیں لکھی گئی۔ طالبانِ ہدایت پر اس کا مطالعہ فرض اور ہر مومن کو اپنے گھر میں اس کا رکھنا لازمی ہے۔ خواہ کسی قدر میں اس کتاب کی مدح کروں لیکن وہ اس کے لئے مکتفی نہیں حضرت ایزد ان حضرات کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ بحق محمد و آلہ۔

(السیّد محمد دہلی)

تقریظ منظوم از نتیجہ فکر ملک الشعراء سلطان الاذکیاء مولوی خادم حسین صاحب خادمؔ ساکن مکھن بیلہ ضلع مظفر گڈھ

مژدہ ہو شائقین کو آبِ حیات کا　　تحفہ جدید مل گیا فلک النجاۃ کا
چشمانِ مومنین تھیں مدت سے منتظر　　تکمیل ہو گیا ہے وہ مجمع صفات کا
مخزن ہے یہ مسائل حقہ کا دوستو　　اثبات مل گیا ہمیں یاں بات بات کا
دو منکرانِ دین کے لئے حق سے ان دنوں　　نازل ہوا ہے نسخہ سورہ برات کا
یہ آفتاب دین ہدایات متقین　　نام و نشان مٹائے گا بدعت کی رات کا
حافظ علی محمد و حاذق امیر دین　　لنگر اٹھایا شوق سے کشتی نجات کا
تعلیم جعفری سے اثیم و حکیم نے　　نغمہ عجب سنایا امامت صلات کا
شیعانِ مرتضےٰ کے لئے ہے یہ ذوالفقار　　کاٹے گی ناک دشمن دین بد صفات کا
ہر اہل دین کو اسکی ضرورت ہے روز و شب　　ہے حرز مومنین حل مشکلات کا
مل جل کے رکھنا جاری صدقے سے مومنین　　یہ سلسلہ اشاعت فلک النجاۃ کا
خادم تھا فکر میں کہ ہاتف نے دی ندا　　دیکھو بدر تاباں فلک النجاۃ کا ۱۳۴۴ھ

(خادمؔ)

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَاَنْجَیْنَاہُ وَمَنْ مَّعَہٗ فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبَاقِیْنَ ۝ (سورۃ شعرا رکوع ۶ پ ۱۹)

پس ہم نے نوحؑ کو اور جو اس کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں سوار تھے ان سب کو نجات دیدی اور جو پیچھے باقی تھے ان سب کو ہم نے غرق کر دیا

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلَا اِنَّ مَثَلَ اَھْلِبَیْتِیْ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِنَّمَا مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ) فِیْکُمْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَا

اور رسول خدا نے فرمایا ہے خبردار رہو میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوحؑ کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو

وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرِقَ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ) ھَلَکَ ۔ رواہ الحاکم والبزار وابو یعلی واحمد عن ابی ذر وابن عباس وغیرھما

اُس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق اور ہلاک ہوا ۔ اس کو حاکم اور بزار وابو یعلےٰ واحمد نے ابی ذر وابن عباس وغیرہ سے روایت کیا

(صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۹۱ وصفحہ ۱۱۱ وخصائص کبرےٰ سیوطی ج ۲ صفحہ ۲۶۶ ومشکوٰۃ باب فضائل اہل البیت صفحہ ۵۷۵)

مترجم عفی عنہ

المجلد الاوّل من کتاب

فُلْکُ النّجاۃ فی الاِمامۃ والصّلوٰۃ

المعروف بہ

غایۃ المرام فی معیار الامام

از تالیف منیف ممتاز الافاضل والاماجد مولوی حافظ علی محمد صاحب زاد مجدہ

مع ترجمہ وتحشیہ از جائنٹ مؤلف کتاب ہذا خادم آل یٰسین امیر الدّین

عفا عنہ ربّ العٰلمین بحرمۃ النبیؐ وآلہ الطّاہرین

باہتمام مترجم کتاب ہذا

در مطبع مفید عام لاہور باہتمام لالہ موتی رام مینجر طبع گردید

تعداد طبع ایک ہزار ۔ قیمت کتاب قسم اوّل چار روپے (للعہ) قسم دوم تین روپے چار آنے (۳؍۴)

فہرست مضامین کتاب فلک النجاۃ جلد اوّل

فہرست مضامین کتاب فلک النجاۃ جلد ثانی

تمت

غلطنامہ ترجمہ و حواشی جلد اوّل کتاب فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ

(نوٹ) عدیم الفرصتی اور تنگی وقت کے سبب سے عربی عبارت کی تصحیح نہیں ہو سکی۔ فقط اُردو کی تصحیح کی گئی ہے قاری کتاب کو چاہیئے کہ پہلے غلطیاں درست کرلے۔ پھر آخر کتاب سے ضمیمہ ملاحظہ کرکے ہر صفحہ پر نوٹ کرلے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۹	ہے	تھے	۷۴	۸	کیا گیا	کی گئی
۱۸	۱۸	نشیع	تشیع	۸۴	۱۶	تو محبوب	محبوب
۲۰	۱۵	بروایت	روایت	״	۱۸	تو اگر	پس اگر
۲۸/۳۲ و	۴/۹ و	خلیفہ	خلیفے	״	۲۸	تو جب	کیونکہ جب
۲۹	۵	وہ چیز جس	دو چیزیں جن	۹۲	۳	کا جو	کا حال جو
۳۰	۷	میں	سے	״	۲۶/۲۷	تو معاویہ	معاویہ
۳۳	۱۹	ہیں	ہے	۹۳	۱۴	سے نقل کیا ہے	سے یہی منقول ہے
۳۹	۱۴	وقفوا ہم	وقفوہم	״	۱۹	گے	کے
۴۰	۲۱	کیونکہ	یہ کہ	۹۶	۴	تو تحقیق	تحقیق
۴۵	۱۳	حب	جب	۱۰۳	۳۱	زہر دی	زہر دیا
۴۵	۳۰	بر کہ مخالفین	پر کہ مخالفین	۱۰۷	۳۰	یوم یوم	یوم
۴۷	۲۴	المناقب	المناقب میں	۱۰۸	۲۷	مرند	مرتد
۴۷	۲۵	اصحابہ	صحابہ	۱۰۹	۲۶	درمطبع	مطبوعہ
۴۸	۴	ص۴۵/۴۶	ص۴۵/۴۶ پر	۱۱۴	۳۳ بیرون خط	موسئے کے	موسیٰؑ کو
۴۹	۳۳	ندی	ترمذی	۱۱۸	۲۵	ایسے کو	ایسے لوگوں کو
۵۳	۱۹	عدالت	فریاد رسی	۱۳۰	۱۶	بارہ	بارہ ۱۲
۵۴	۳۲	الفقن	الفتن	۱۳۳	۶	کے لئے	لے لئے
۵۷	۱۷	صفحہ ۹۶	۱۹۲ و طبری جلدہ ص۹۲	۱۳۵	۱۴	مومن کیا ہو وہ	مومن ہو گیا وہ
۵۸	۲۸	کا قنت	قنت	״	۲۸	کرلیا کرو	کرلی کرو
۶۱	۵	نمار	شمار	۱۳۶	۱۵	ہیں	میں ہے
۶۳	۸-۹	تو	×	۱۳۷	۵	درقصہ پ ک	درقضیہ افک باپیغمبر
״	۱۱	توسعد	سعد	۱۳۸	۱	۱۳۱	۱۳۸ وطبری جلد ۳ صفحہ ۲۴۴ نیز عبداللہ بن ابی سرح قتل اس کی ہے
״	۳۱	توجب	جب	۱۳۸	۹	کئے گئے	ہوئے
۷۲	۲۷	ام حبیبہ	صفیہ	۱۴۳	۲	میرا قرن	میرا قرن ہے
۷۳	۱	صفیہ	ام حبیبہ	״	۹	کہ تمہارے	کہ وہ بہتر ہیں جو تمہارے
۷۴	۷	ہوا	ہوئی	۱۴۴	۳۱	ہی کردیگا	کردیگا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۵	۱۴	کرنی	کرنا
〃	۳۲	(حروف آڑے ہوئے)	اہل اسلام اس زمانہ کے خیر باشر ہونیکو بخوبی سمجھ سکتے ہیں ۱۲ مترجم
۱۴۶	۶	اورشہاب	مگر شہاب
۱۴۷	۲	نیل	دلیل
۱۴۹	۱۷	خلاصہ	خلافت
۱۵۱	۱۴	کے ہے	کے لکھا ہے
۱۵۹	۹	اس میں	×
۱۷۰	۷	کانپتے	کانپنے
۱۸۰	۱۹	ظاہر	زہر
۱۸۵	۱۱	ہدئت	ہدایت
۱۸۶	۳۲	حمل	عمل
۲۰۰	۱۶	ان سے	ان کے
۲۰۵	۲۸	راس	اس
۲۱۰	۵	کہلانا	کہلاسکتا
۲۱۲	۲۹	اورجملہ	اور نہ جملہ
۲۱۵	۵	ار	اور
۲۱۷	۲۱	ضرور	ضرر
۲۱۹	۲۵	الصاری	انصاری
〃	۲۸/۲۹	زبیر عشرہ مبشرہ کے سوا	زبیر داخل عشرہ مبشرہ کے علاوہ
۲۲۴	۲۷	فاتبذ ونا	فابتزونا
۲۲۷	۲۰	میں کافی	کے لئے کافی
۲۳۲	۳۲	فھوالذی لاغنے	فھوالذی لا غنے
〃	۳۳ (زیریں خط)	بٹھاد	بٹھادیا
〃	〃	انکی مرضی ۱۲ مترجم	ان کی مرضی ۱۲ مترجم
۲۳۳	۱۱	یعفوب	یعقوب
۲۴۲	۳۳	جلد ۶ ص ۱۵۹	جلد ۶ ص ۱۵۹ میں باسناد ہے
۲۴۷	۱۲	کر باقرع	کر میں نے باقرع
۲۴۹	۲۸	بجھپر	مجھپر
۲۵۱	۳۰	تعصب ہے	متعصب کہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶۲	۱۸	جوتظاہر کا	جو نتیجہ ہیں تظاہر کا
۲۷۲	۱۸	پس عترت	عترت
۲۷۵	۱	مگران کے	اور بعض ان کے
۲۷۷	۳۰	وہ حدیث	جو حدیث
〃	〃	بلکہ اس میں	اور اس میں
۲۸۴	۵	بھلدن	یہلدن
〃	۱۲	چلنا	چلتا
۳۰۰	۱	کہلانے مستحق	کہلانے کا مستحق
۳۰۵	۲۸	آواز	کلمہ
۳۰۶	۱۸	کر میرے لئے	اور میرے لئے
۳۰۹	۱۹/۱۸	خبط اعمال	حبط اعمال
۳۱۲	۲۰	تابعداران کے شیعہ سے	تابعدار انکے شیعہ ہیں
۳۱۵	۲	صلوات اللہ علیہا	صلوات اللہ علیہا سے
〃	۷	مجبر صادق	مخبر صادق
۳۱۹	۷	جیساکہ	اسی طرح
۳۲۱	۲۳	کرتا ہے	کہتا ہے
〃	۲۵	اتباع	اتباع کے
۳۲۲	۳۰	گذرا	آئے گا
۳۲۵	۱۱	عزت	عترت
۲۲۶	۷	امر کتابت	امر کتابت عام لوگوں کے سامنے
۲۲۷	۲۸	خدالی پناہ	خدا کی پناہ
۳۳۰	۱۵	ناگوار ہوتی ہے پایا	ناگوار ہوتی ہے سے پایا
۳۳۸	۴	عمل جزاایمان	عمل جزء ایمان ہے
۳۴۱	۷	ان یعیدوھا	ان یعیدوھا
۳۴۸	۱۶	والزنوب	والذنوب
〃	۲۹	وابن المتذر	وابن المنذر
۳۵۰	۱۴	لایوہ	دبرہ
۳۵۵	۲۶	ولہم لہا سابقون	وھم لہا سابقون
۳۵۶	۲۸	صنہ ۵	صہ ۵

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۵۶	۶	بنیر ایمان	بغیر ایمان	۴۳۲	۱۹	توکل	اورکل
۳۵۸	۲۹	لعثل	لعثل	〃	۳۱	پردہ نشین زنان	پردہ نشین عورتیں
۳۵۹	۲۹	طبری	طبری جلد ۵ صفحہ ۱۱۵	〃	〃	لیا تم	کیا تم ایسے
〃	۳۱	حالفہ	حذیفہ	۴۳۶	۷	بھیجتا تھا	بھیجا جاتا تھا
〃	〃	رقت	وقت	۴۴۲	۱۷	رسول اورؐ	رسولؐ اللہ
۳۶۱	۲۸	زبذہ	ربذہ	〃	۲۶	بجر بہ میں	تجربہ میں
۳۶۴	۳۲	مرتہا	پرتہا	۴۴۶	۱۵	خاصکر کے	خصوصاً
۳۶۵	۳۰	فتنہ کھ	فتنہ کھڑا	۴۴۷	۱۷	حبر	خیبر
۳۶۶	۲۸	ثالت	ثالث	〃	۲۱	اور تب انہوں نے	اور انہوں نے
۳۶۷	۱۳	بہر حال	جس کیلئے ملاحظہ ہو کتاب الزہرا مولفہ سید اولاد حیدر صاحب بلگرامی اور بہ صورت تسلیم	۴۴۸	۱۴	اپنا آپ ذہن	اپنا لعاب دہن
۳۷۳	۳۱	دشمنی مابین	دشمنی جو مابین	۴۵۰	۲۵	ابن عباس	عباس
〃	〃	اوران کے سلسلہ	اور اُن کے تہی سلسلہ	۴۵۲	۲۳	اور تاریخ الخلفاء	اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۵
۳۷۸	۲۴	حضرت علیؑ کیلئے	حضرت علی کو	۴۵۵	۲۳	ابن شیبہ	ابن ابی شیبہ
۳۷۹	۳۴ بیرونی سطر	حضرت عاشہ	حضرت عائشہ	۴۵۶	۷	اور صحابؓ ثلاثہ نہ رہے	(اور صحابؓ ثلاثہ نہ رہے)
۳۸۱	۳۰	بیان کرتے تھے	بیان کرتے رہے	۴۶۴	۴	اسیطرح منثور	اسی طرح درمنثور
۳۸۶	۱	حقدر	حقدار	〃	۲۸	اور وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کو دوست رکھتا ہے	اور اللہ تعالےٰ اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں
〃	۳۱	ابن مرویہ	ابن مردویہ	۴۶۵	۱۵	عمیث	عمیس
۳۹۵	۲۸	مصور بن مخرمہ	مسور بن مخرمہ	۴۶۷	۶	براور حاشیہ	اور حاشیہ
۳۹۷	۲۷/۲۸	عنائیرمیں × احادیث میں	ونائیر کے × احادیث کے	۴۷۰	۶	بن ابیطالب میں	بن ابیطالب کے حق میں
۴۰۴	۱۴	ہو جائیں گے	ہو جاتے	۴۷۸	۱۱	ابی شیبہ	ابن ابی شیبہ
〃	۱۵	کما انتم	کما کنتم	۴۸۸	۲۵	الزیع	الزیغ
۴۱۱	۲۱	ہیں شہر علم	کہ میں شہر علم	۴۸۹	۱۱	معنے معنے	معنے
۴۱۲	۵	ددو	دو	۴۹۱	۳۲	لفاظ مختلفہ	الفاظ مختلفہ
۴۱۳	۲۱	روایت کیا ہے	مروی ہے	۴۹۳	۶	جو عم چاہے	جو علم کو چاہے
۴۲۰	۲۷	حنفیہ کے کہ رسول	حنفیہ کے لکھا ہے کہ رسول	〃	۱۴	مرقوم ہے	وارد ہے
۴۲۹	۲۷	چہرہ متغبر	چہرہ متغیر	۴۹۹	۲۱	نہونگے	نہو گے
۴۳۰	۲۸	حالت میں	حالت سے	۵۰۰	۲۶	قولہ تعالیٰ فسوف	بذیل قولہ تعالیٰ فسوف
۴۳۱	۲۸	کیا سیوطی	کیا اور سیوطی	۵۰۳	۳۰	ذکر کے بعد	ذکر کرنے
〃		حضرت سے	حضرت عمر سے	۵۰۴	۸	اومثل	اور مثل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۰۴	۳۱	تین کتاب	متن کتاب
۵۰۵	۶	لآلی سیوطی میں ہے	لآلی میں سیوطی نے
"	۲۶	اس کے الفاظ سے	اس کے اسناد سے
۵۰۶	۱۳	صفحہ ۱۸ میں ہے	ص۸۱ میں بھی ہے
۵۰۸	۱	روایت مسند میں	زوائد مسند میں
"	۱۱	پوچھی جاتی ہے	پوچھی جانی ہے
۵۲۲	۵	دربارو	دربارہ
۵۲۳	۳	وشرح نخبۃ الفکر)	(شرح نخبۃ الفکر
"	۲۸	کہ مشہور ہے	کہ مشہور وہ ہے
۵۲۴	۲۹	اناد	اسناد
"	۳۰	جماعہ	جماعت
"	۳۱	چاہتے ہیں	پڑھتے ہیں
۵۲۷	۹	بہ شیخین	بہ شیخین
"	۱۱	م درجہ	کم درجہ
۵۲۹	۱۲	متل	مثل
۵۳۳	۱۰	امام ابوسف	امام ابویوسف
"	۲۱	امام ابوسف	امام یوسف
۵۳۶	۵	ضعف	ضعیف
۵۴۶	۱۹	عبدالرحمٰن نے	عبدالحی نے
۵۵۲	۲۲	تفاسیر نبوی	تفاسیر نبیؐ
"	۳۰	ابن تمیعہ	ابن تیمیہ
۵۵۴	۳۵	لو یکن الطبری	لم یکن الطبری
۵۵۷	۲۹	خصبہ	خطبہ
۵۶۱	۸	لی اسماء الرجال	فی اسماء الرجال
۵۶۲	۲۷	رضوع لامع	ضوع لامع
۵۶۳	۱۷	نافع	نافعہ
۵۶۵	۲۲/۲۳	محدثین کا	محدثین سے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۶۸	۵	یاکی	پاکی
"	۶	اے الاحادیث	علل احادیث

تمت

جلد ثانی کی ایک معتدبہ فروگذاشت

(صفحہ ۵۹ - سطر ۲۶)

قال الحافظ لم یثبت عن احد من الصحابۃ خلاف غسل الرجلین الا عن علی وابن عباس وانس۔

ترجمہ:- حافظ ابن حجر کہتا ہے صحابہ میں سے پاؤں دھونے کی مخالفت کسی سے بجز حضرت علی وابن عباس وانس کے ثابت نہیں۔

مترجم
عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ علیٰ نعمائہ و الشکر لہ علیٰ الائہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید انبیائہ واولیائہ حبیبہ محمد وعترتہ واوصیائہ **اما بعد** خادم آل یٰسین احقر العباد **امیر الدین بن حافظ محمد مستقیم صاحب** غفر اللہ لہ ولنا انہ ھو الغفور الرحیم۔ سابق حنفی حال شیعہ اثنا عشری ساکن چک جلال الدین ڈاکخانہ چیلہ ضلع جھنگ۔ اہل بینش کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ کتاب **فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ** مؤلفہ ومرتبہ مولانا وبالفضل اولٰنا رئیس المحققین زبدۃ المدققین عمدۃ المفسرین اُستاذی مولوی حافظ **علی محمد صاحب** سلمہ اللہ الصمد من شر حاسد اذا حسد بزبان عربی تالیف ہوئی تو اکثر بلکہ جملہ شائقین برادران مومنین نے عموماً اصرار فرمایا۔ کہ چونکہ علوم عربیہ میں فی زماننا بہت کم اشخاص مہارت رکھتے ہیں اور زبان اردو کا رواج عام ومقبول خواص وعوام ہے۔ چاہیئے کہ اسکا اردو میں عام فہم ترجمہ ساتھ ہی الحاق کیا جائے۔ تاکہ معمولی اردو خواں شائقین بھی اس نعمت عظمیٰ سے بے بہرہ نہ رہیں۔ بالخصوص میرے حبیب لبیب رفیق لئیق دلدادہ تحقیق مہر **خان محمد صاحب بن مہر محمد صاحب** بھروانہ ساکن چُندر باجوہ اگرچہ ایک لائق منشی اور باقہم ہیں لیکن عربی خواں نہیں۔ انکے وقتاً فوقتاً اصرار واجبار نے مجھے ایسا مضطر ومجبور کیا کہ بجز اجابت وقبول تعمیل ارشاد کے چارہ نہ دیکھا۔ پس باوجودیکہ میری عدیم الفرصتی وبے بضاعتی اس بار گراں کی متحمل نہ ہو سکتی تھی۔ اور مجھ جیسے کثیر المشاغل قلیل العلم سے ایسی ضخیم تصنیف وتالیف جیسے اہم کام کا سرانجام ہونا نہایت مشکل بلکہ محال تھا مگر قدرت ایزدی کی معاونت واشتیاق اظہار حقیقت کا کرشمہ ہے کہ یہ اہم ترین دینی خدمت اس ناچیز سے انجام پذیر ہوئی۔ اور متوکلاً علی اللہ وقربتاً الی اللہ ومتوسلاً بنبیہ وعترۃ الطاہرین علیہم صلوٰۃ رب العلمین۔ بغرض تعمیم منفعت بلالحاظ عبارت آرائی ومضمون پردازی نے بہت صاف۔ سلیس اور موٹے الفاظ میں جو گویا پنجابی نما اردو ہے۔ لفظی ترجمہ کتاب مذکور کا لکھدیا ہے۔ اور اکثر لفظی ترجمہ بجائے بامحاورہ لکھنے کے اسلئے اختیار کیا ہے تاکہ مخالفین کو اس اعتراض کا موقعہ نہ ملے کہ مترجم نے کتب اہل سنت کی عبارات کا ترجمہ ایسا کیا ہے جس میں اپنی طرف سے کچھ تغیر وتبدل کر کے اصل معنی کو تحریف کر دیا ہے۔ اگرچہ نئی روشنی کے حضرات کچھ جو رنگینی عبارت کو اصل مقصود سے مقدم تصور فرماتے ہیں۔ لفظی ترجمہ پڑھنے سے کسی قدر بدمزگی پیدا ہوگی۔ مگر طالبان تحقیق واشاعت حق کو چاہیئے کہ اپنا اصل مقصد اور مطمح نظر دلائل وبراہین کو رکھکر جیسے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں لکھا گیا ہے منظور فرما کر محنت شاقہ جمع وترتیب مضامین کی داد دیں۔ کیونکہ خود حق مزین ہوتا ہے جسے زیور چکنے چپڑے الفاظ کی ضرورت نہیں ع بخال وخط وآرائش چہ حاجت روئے زیبا را۔ امید کہ الفاظی نزاکت پر حلاوت صداقت فائق رہے گی۔ اور حسب ضرورت مزید توضیح کیلئے اکثر جگہ حواشی بھی لکھدیئے ہیں۔ مومنین سے التجا ہے کہ راقم کیلئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ اور اگر الفاظی غلطی یا کسی فروگذاشت پر مطلع ہوں تو عفو فرما کر اصلاح فرمادیں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان ✣

احقر امیر الدین

اعلان واجب البیان

ارباب دانش کی خدمت میں التماس ہے کہ یہ کتاب اس غرض سے لکھی گئی ہے کہ اہل انصاف اور جوئندہ حق کے لئے رہنما ہو اور مسترضین مذبذبین سائلین وجوہ ہماری تبدیل مذہب کیلئے باعث اطمینان وسکوت ہو اور برادران ایمانی کیلئے سبب مزید تفریح وطمانیت حسب مفاد ولکن لیطمئن قلبی ہو۔ اور مومنین ولیزدادوا ایمانامع ایمانھم کے مصداق ثابت ہوں۔ اور متعصبین اہل جماعت جنکے دلوں میں مذہب ما وجدنا علیہ اٰباءنا مرکوز ہے اور کسی کتاب اہل حق کو دیکھنا نہیں چاہتے کہ مبادا کوئی دلیل حق اثر کرکے ان کے حصار خیالات آبائی کو متزلزل کردے یا جنکو اپنے معتقدین جہلا سے شرم آتی ہے کہ گر کوئی امر حق جو مذہب مروج کے خلاف ہو دیکھکر یا سُنکر قبول کریں تو مکابرہ میں ضعف متصور ہوگا۔ اور جہلا چیلے کہیں گے کہ اب تک تم حق نہیں سمجھے ہوئے تھے کہ اب سمجھکر غیر استقلال طبعی کا ثبوت دیا ہے۔ یا وہ لوگ جنکو محض مذہب حق سے ضد ہے اور استقلال طبعی اسی میں تصور کرتے ہیں کہ اپنی بات کو مکرر سہ کرر رٹتے رہیں اور روایات صحیح اپنی کتب کو مخالف مذہب موہوم خود کے پڑھکر تضعیف یا تاویل رکیک کی۔ اگرچہ کنسج العنکبوت ہو کوشش کریں، مگر ضد نہ چھوڑنے میں ضرب المثل بنکر خطاب حاصل کریں۔ تو ایسے اصحاب کو کتاب پڑھنے کی دعوت نہیں دیجاتی۔ اور اگر پڑھیں تو کسی فضول رسالہ بازی سے فریقین کے تضیع اوقات کرنیکی ضرورت نہیں۔ بلکہ ہمارا مذاق ما علینا الا البلاغ ہے۔ اور اگر کوئی ناخواندہ مہمان اپنے تعصب کا اظہار اس کتاب کے رد لکھنے سے کرے تو اُسکو چاہئے کہ اوّل سے لیکر آخر تک ہر فقرہ ہماری کتاب کا نقل کرکے قابل تسلیم کا اقرار تحریر کرے اور جسکا انکار ہو اُس کا رد مدلّل اور باتہذیب بزبان عربی معہ ترجمہ لکھے۔ اگر ایسا نہ کیا تو وہ اپنا وقت ضائع کریگا۔ ہمیں اُسکے جواب لکھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوگی۔ اور ویسی حالت میں خواہ وہ کتنی ہی شیخی بگھار تا پھرے اُس کو خرافات سے تعبیر کیا جائے گا۔ بہتر ہے کہ جمیع برادران اسلامی عناد وفساد کو ترک فرماکر کتاب کو بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ اور اتفاق واتحاد کو مدنظر رکھیں۔ والصلح خیر۔ ان ارید الا الاصلاح مااستطعت وما توفیق الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ٭

خادم آل یٰسین خاکپائے مومنین احقر العباد امیر الدین عفی عنہ بقلم خود

خادم آل احمد فقیر علیؑ محمدؐ بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الرحمان الرحیم المنان الذی
شرف الاسلام علی الادیان ومَنَّ علینا
بالیسر ورفع الحرج ونزل القراٰن وامرنا
فیہ بالاتحاد ونہی عن التفرقۃ والطغیان
والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین
محمد احمد النبیین محمود اہل السمٰوات
والارضین وعلیٰ اٰلہ وعترتہ الطاہرین
الذین ہم امان اہل الارضین وسفینۃ
النجاۃ یوم الدین الہادیین المہدیین من
تمسک بہم اہتدی ومن ترکہم فہو فی
ضلال مبین۔ خصوصاً علیٰ مصدر العجائب
مظہر الغرائب باب العلوم الالٰہیۃ وصی
النبی ص وابن عمہ وزوج ابنتہ واخیہ الصدیق
الاکبر والفاروق الاعظم۔ ذی النورین
النیرین ابی محمد الحسن وابی عبد اللہ الحسین
سیدی شباب اہل الجنۃ اسد اللہ الغالب
سیدنا ومولٰنا وامامنا علی ابن ابیطالب صلوٰت اللہ
وسلامہ علیہم اجمعین۔ **اما بعد** فیقول غنی
السیئات فقیر الحسنات الراجی عفو ربہ الرحیم العبد
الاثیم **علی محمد** ابن فتح الدین عفا عنہما الرب
الکریم الحنیفی الجعفری مذہباً قد شاع الاختلاف
فی الفرق الاسلامیۃ لاسیما فیما بین اہل
السنۃ والجماعۃ وبین الشیعۃ الامامیۃ
فی دیارنا وقد قال اللہ عز اسمہ واعتصموا
بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ ومن یشاقق
الرسول۔
وقال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب صفات اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم اور منّان کیلئے ہیں جس نے اسلام کو جملہ ادیان پر شرف بخشا اور ہمپر آسانیٔ دین سے احسان فرمایا اور حرج کو دفع کیا۔ قرآن شریف کو اتارا اور ہمیں اتفاق کا حکم دیا اور اختلاف و نافرمانی سے منع فرمایا۔ اور رحمت و سلام سید المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہو جو سب انبیاء سے برگزیدہ نبی اور باشندگان آسمانوں اور زمینوں کے نزدیک پسندیدہ نبی ہیں۔ اور صلوٰۃ وسلام آل اور عترت نبی صلعم پر نازل ہو جو پاک اور اہل زمین کے لئے امان اور قیامت میں کشتیٔ نجات ہیں۔ اور جو ہادی و مہدی ہیں جسنے اُن کی متابعت کو مضبوط پکڑا اوسنے ہدایت پائی اور جس نے اُن کو چھوڑا وہ ظاہر گمراہی میں پڑگیا۔ خصوصاً مصدر غرائب و مظہر عجائب باب علوم الٰہیہ وصی نبی ص۔ ابن عم رسول۔ شوہر بتول۔ برادر نبی ص صدیق اکبر اور فاروق اعظم۔ ذو النورین نیّرین یعنے امام حسن وحسین علیہم السلام کے والد ماجد ہیں جو جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ شیر خدا غالب بر غالب۔ سیدنا ومولانا وامامنا **علی ابن ابیطالب** پر۔ ان سب معصومین پر صلوٰۃ وسلام خدائے عز وجل کی طرف سے نازل ہوں۔

بعد اسکے پس اعمال سیئہ سے مالامال اور اعمال صالحہ کا محتاج رب رحیم کی بخشش کا امیدوار بندہ گنہگار حنیفی جعفری مشرب علی محمد ولد فتح الدین۔ رب کریم ان دونوں کو معاف فرمائے۔ کہتا ہے کہ بتحقیق مشہور ہوا ہے اختلاف اسلامی فرقوں میں خصوصاً ہمارے ملک کے اہل جماعت اور شیعہ امامیہ میں۔ حالانکہ فرمایا اللہ تعالے نے کہ محکم پکڑو خدا تعالے کے دین کی رسّی کو متفق ہو کر اور جدا جدا فرقے نہ بنو۔ اور جو بعد ہدایت ظاہر ہونے کے رسول ص کی مخالفت کرے اور مومنین کے طریق پر نہ چلے تو اسکو جہنم جیسی بُری جگہ میں داخل کرینگے۔ اور

رسول الله صلعم اتبعوا السواد الاعظم وعليكم بالجماعة. وكل واحد منهما يدعى لنفسه انه اهل الحق وانه من الناجية وقد كنت رجلاً قصير الهمة خادم القوم مطالعاً لكتب الفريقين فاردت ان اهذب الروايات الموافقة لهما من كتب هما وان كان فيه رفض تقليد شخصى الذى لم نؤمر به من الشارع الا بالنبى وبمن ناب منابه من عترته المعصومين عليهم السلام- لينكشف الحق على من اعترض علينا- وسئل عنا من سبب تبديل المذهب من اهل الجماعة الى مذهب العترة وكنا ندافع مرةً بعد مرةٍ فلما اصروا علينا اردنا ان نكتب ما فيه كفاية لمن له دراية ولسنا عليهم بمصيطرين وما علينا الا البلاغ المبين- ولما كنت عديم الكتب رجعت الى عزيزى وتلميذى الاديب الاريب اللبيب الطبيب شريف النسب والحسب رفيع الرتب باذل النفس والمال فى سبيل الله المتعال ذى العزة والتمكين خادم آل ياسين الشهير فى الآفاق المولوى الفاضل والحكيم الكامل محمدؐ امير الدين ابده الله وايده ونصره على حاسديه وخلده واعطاه ما تمناه وجعل عقباه خيراً من اولاه- فاعاننى بالكتب المطلوبة غاية الاعانة وشاورنى[1] نهاية المشاورة جزاه الله خيراً وحشره مع آل محمد وكان ذلك عليه يسيراً

رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- سواد اعظم اور جماعت حق کی متابعت کرو اور ہر ایک انہو واسطے دعویٰ کرتا ہے کہ وہ جماعت حق اور فرقہ ناجیہ میں سے ہے- اور تحقیق میں ایک کم ہمت خادم قوم مطالع کنندہ کتب فریقین کا تھا- مینے ارادہ کیا کہ کتب فریقین سے اُن روایات کو چھانٹ لوں جو آپس میں مطابق ہیں- اگرچہ اس میں شخصی تقلید (مثلاً حنفی- شافعی کہلانے) سے نکلنا پڑیگا لیکن اس تقلید شخصی کا کوئی حکم شرعی نہیں ہے- البتہ نبی یا وصی جانشین نبی اس لائق ہیں کہ اُن کی متابعت کا حکم شرعی ہے- یہ ارادہ مینے اسلئے کیا ہے کہ اُس معترض پر جو ہم سے سبب تبدیلئ مذہب دریافت کرتا ہے کہ ہم شیعہ کیوں ہوئے؟ حق منکشف ہو جائے- اور ہم چند دفعہ ٹالتے رہے مگر بعد اصرار معترضین کے ہمنے مصمم ارادہ کر لیا کہ اتنا لکھدیں جو عقلمند کے لئے مکتفی ہو- اور ہم اُن معترضین پر جبراً منوانے کے لئے مکلف نہیں ہیں ہمپر صرف حق سُنانا اور پہونچا دینا لازم ہے- (من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر- یعنی بعد ظہور حق کے چاہے کوئی مانے یا انکار کرے) اور چونکہ میں اپنے پاس کتابیں نہیں رکھتا تھا اسلئے مینے اپنے عزیز تلمیذ ادیب دانا طبیب شریف النسب والحسب رفیع المراتب اور فی سبیل اللہ اپنے جان و مال کو خرچ کرنیوالے معزز ومکرم خادم آل یٰسین مشہور زمانہ مولوی فاضل وحکیم کامل محمدؐ امیر الدین (اللہ تعالےٰ ہمیشہ اُسکو سلامت رکھے اور توفیق خیر دے اور حاسدین پر اُسے نصرت عطا فرمائے- اور اسکو طول عمر بخشے- اور اُسکی آرزؤں کو پورا کرے اور اُس کی آخرت کو دنیا سے بہتر کرے) کی طرف رجوع کیا- چنانچہ اُسنے میری کتب مطلوبہ کے مہیا کر دینے اور مشورہ ہائے مضامین ودلائل سے غائت اور نہائت درجہ کی اعانت کی- اللہ تعالیٰ اُسے جزائے خیر دے- اور اُس کا حشر آل محمد علیہم السلام کے ساتھ فرمائے- اور یہ خدائے تعالےٰ پر بہت آسان ہے

[1] مولانا صاحب کا حُسنِ ظن یا اُن کی دعا ہے ورنہ احقر اپنے ناچیز وجود کو ان کلمات کا مستحق نہیں سمجھتا- البتہ اظہار حق کے لئے مینے اپنی دس سالہ تحقیق و مطالعہ کے نتیجہ سے جو نوٹ ہا کا ایک بڑا ذخیرہ تیار کیا ہوا تھا وہ مولانا صاحب کے حوالہ کر کے اور باقی کتب مطلوبہ کو جمع کر کے اُن سے مضامین متعلقہ کی تلاش اور ترتیب میں ہر ممکن امداد دیتے ہوئے اس کتاب کو مکمل کرایا- اللہ تعالےٰ مولانا صاحب اور اس حقیر کو اس کا ثمرہ اپنے دریائے رحمت سے عطا فرمائے ۱۲ مترجم-

فبذلت جهدی و بدأت به فی شهر الصیام سنة اربعین بعد الف وثلاث مائة من هجرة النبی الامی علیه وآله الصلوٰة والسلام وغایة رقمی فی هذا الکتاب ببیان الامامة و الخلافة و ترتیب الصلوات الخمسة والجنازة لعموم البلوی بهما وما ارید الا استیعاب و المرجو من الاخوان الاتفاق والاتحاد ورفع الشر والفساد ولیطمئن قلوب المؤمنین ولیعتبر اهل الانصاف من المسلمین ولئلا یطعن احد علی احد ولا یکفره ولا یفسقه و لا یکرهه ولا یُکرهه ولا یضیقه الی ما عنده ولا یرفضه ولا یعزّره ولا یجلّده ولا یُبیّنُ عنه امرأته ولا یخرجه من مذهبه ولا یمنعه من مساجد الله سبحانه۔ ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسمه۔ ولا یترك سلامه ولا کلامه ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا۔ بل الواجب ان یتفق الفریقان و یتمسکان بالثقلین المبارکین لارشاد النبی ص و امره و تاکیده بهما حتی یکونا علی الیسر و یعملا علی الاصح الارجح۔ الم تر کیف قالوا عنه علیه السلام اختلاف امتی رحمة فکیف یکون الرحمة بالتعزیر مع ان الاختلاف فی المسائل کلها کائن ودائم باتفاقهم وانا سمیت هذا الکتاب بفلك النجاة فی الامامة والصلوٰة المعروف بغایة المرام فی معیار الامام وترتیب الصلوٰة بتطبیق الروایات ونصفته بمجلدین۔ المجلد الاول فی غایة المرام فی معیار الامام والمجلد الثانی فی ترتیب الصلوٰة بتطبیق الروایات ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا بالله علیه توکلت والیه انیب وهو حسبی ونعم الوکیل

تو مینے اپنی کوشش کو اس امر کے واسطے ماہ رمضان شریف سنہ ۱۳۴۰ھ میں خرچ کیا۔

اور غرض اس کتاب سے مسئلہ امامت وخلافت اور ترتیب نماز پنجگانہ ونماز جنازہ بوجہ اسکی عام احتیاج کے لکھنے کی ہے۔ اگرچہ جملہ ضروریات متعلقہ کا احاطہ نہیں ہوسکا۔ مگر حسب ضرورت لکھتا ہوں۔ اور برادران اسلامی سے اتفاق اور اتحاد اور دفع شر وفساد کی امید ہے۔ اور توقع ہے کہ مومنین کو اطمینان قلبی حاصل ہوگا۔ اور اہل انصاف اس سے نصیحت پکڑینگے۔ اور چاہئے کہ ایکدوسرے پر طعن نہ کریں اور کفر وفسق کا فتوے نہ لگائیں اور یکدیگر کو نہ مکروہ سمجھیں نہ مجبور وتنگ کریں کہ اپنے مذہب کو ترک کرکے دوسرے کے مذہب پر آجائے۔ نہ رافضی کا خطاب دیں نہ تعزیر لگائیں۔ اور نہ زوجہ کے مطلقہ اور جدا ہوجانے کا فتوے لگائیں۔ نہ مساجد خدا میں نماز پڑھنے سے روکیں۔ اور بفرمان الٰہی "کون اس سے بڑا ظالم ہے جو مساجد میں ذکر الٰہی ہونے سے روکے" اور سلام وکلام آپس میں ترک نہ کریں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے "جو تم کو سلام کا ہدیہ دے اُسکو یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے"۔ بلکہ ضروری ہے کہ فریقین متفق ہو کر ثقلین سے تمسک کریں۔ کیونکہ نبی صلعم نے بتاکید اونکی اتباع کا ارشاد فرمایا ہے۔ اس طرح آسانی سے زیادہ صحیح طریق پر عمل ہوگا۔ دیکھئے۔ کہتے ہیں کہ اختلاف امت رحمت کی حدیث ہے۔ تو پھر رحمت سے تعزیر کا کیا تعلق ہے؟ اور ظاہر ہے کہ جمیع مسائل میں ابتداء سے ہی بالاتفاق اختلاف چلا آتا ہے۔ اور مینے اس کتاب کا نام "فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ معروف بہ غایۃ المرام فی معیار الامام۔ وترتیب الصلوٰۃ بتطبیق الروایات" رکھا ہے اور اسکو دو جلدوں میں تقسیم کردیا ہے۔ جلد اول غایۃ الامام فی معیار الامام سے موسوم ہے۔ اور جلد ثانی موسوم بہ ترتیب الصلوٰۃ بتطبیق الروایات ہے۔ اور حتی الوسع اصلاح کا ارادہ ہے۔ جس کی توفیق محض اللہ تعالےٰ سے مطلوب ہے اور اسی پر توکل ہے۔ اسی کیطرف میرا رجوع ہے اور وہی ہمارا کافی کارساز ہے

وها انا اشرع فی المقصود بعون الله الودود المجلد الاوّل فی غایة المرام فی معیار الامام وفیه مقدمة وابواب۔

المقدمة فی بحث لفظ الشیعة ومصداقه

اعلم ان اطلاق الشیعة لیس باصطلاح جدید ولیس باسد صائل ولا طاعون هائل ولا وباء یتعدی بل قد نسب بالتشیع جُل الائمة من المفسرین والمحدثین کیف لا وقد مدح الله سبحانه ابراهیم الخلیل فی کتابه الکریم وان من شیعته[۱] لابراهیم ۔الآیه۔ قال العلامة السیوطی فی الجلالین۔ وان من شیعته ای ممن تابعه فی اصل الدین لابراهیم وان طال الزمان بینهما الخ

وقد غلط فی تفسیره کثیر من المتعصبین ولا نتصدی بجوابه خوفا للاطناب ومدار[۲] هذا الاعتراض قلة محبة اهل البیت وعدم تفضیلهم علی سائر الصحابة وذا لیس بمحدث حتی یکون بدعة بل کان قدیما۔ الم تسمع ما قال الطاعنون فی الامام الشافعی بترفضه وما اجاب هو مفتخرا به وهو مستغن عن بیاننا وسیاتی انشاء الله تعالیٰ

وکان هذا الاطلاق
فی القرن[۳] الاول
یصدق علی اصحاب علیٍّ خاصةً

اللہ تعالےٰ کی مدد سے اب مقصود کو شروع کرتا ہوں۔ جلد اوّل غایت المرام فی معیار الامام میں ہے۔ اور اس میں ایک مقدمہ اور چند باب ہیں۔

مقدمہ لفظ شیعہ اور اُسکے مصداق کی بحث میں ہے

جاننا چاہئے کہ اطلاق لفظ شیعہ کا کوئی جدید اصطلاح نہیں اور نہ وہ حملہ کنندہ شیر ہے۔ اور نہ وہ ہولناک مرض طاعون ہے اور نہ وبائے متعدی ہے۔ بلکہ بڑے بڑے نامور ائمہ مفسرین و محدثین شیعیت کی طرف منسوب ہو چکے ہیں۔ اور یہ کیسے نہ ہو جبکہ اللہ تعالےٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اسی نام شیعہ نوح سے مدح فرما رہا ہے۔ اور ہم بھی ملت ابراہیمی پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ تحقیق اُس کے (یعنے نوح علیہ السلام کے) شیعوں میں سے بے شک ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اسکی تفسیر میں علامہ جلال الدین سیوطی جلالین میں لکھتے ہیں۔ کہ اُس کے شیعہ سے مراد یہ ہے کہ اصول دین میں ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام سے متفق اور متحد ہیں، اگرچہ مابین ہر دو کے زمانہ طویل گذر چکا۔ الخ اور بہت متعصبین معاصرین نے اس آیت کی تفسیر میں غلطی کی ہے۔ جس کے مفصل جواب ذکر کرنے سے طوالت کا خوف مانع ہے۔ اور شیعہ کے لفظ سے اعتراض اور اتہام محض بوجہ کمی محبت اہل بیت علیہم السلام اور باقی صحابہ پر ان کو افضل نہ جاننے کے سبب سے ہے۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں کہ بدعت ہو بلکہ قدیم سے یہی چلا آتا ہے۔ کیا تمنے نہیں سنا کہ امام شافعی پر رفض کا طعن کیا گیا تو انہوں نے کیا فخریہ جواب دیا۔ جس کے بیان کی یہاں حاجت نہیں اور عنقریب انشاء اللہ لکھا جائیگا۔ یہ اطلاق لفظ شیعہ بالخصوص اصحاب علی علیہ السلام پر قرن اوّل سے ہی ہوتا چلا آیا ہے

ف۱ تفسیر بیضاوی مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۱۲۵ میں تحت آیت هذا من شیعته وهذا من عدوه سورہ قصص کے لکھا ہے کہ یہ ایک وہ تھا جو شایعہ علیٰ دینه یعنی تابعہ بنی اسرائیل سے اسکے دین موسیٰ علیہ السلام پر موسیٰ ع کی متابعت کی اور دوسرا موسیٰ ع کے مخالفین دین سے تھا۔ اور معالم التنزیل ص۱۱۲ میں تحت آیت مذکورہ کے لکھا ہے کہ یہ ایک مومن تھا اور دوسرا کافر ۱۲ مترجم

ف۲ یعنے جو تہمت لگائی جاتی ہے وہی مومنین کا فرض عین ہے اور وہی باعث فخر و نجات ہے۔ چنانچہ امام شافعی پر ترفض و تشیع کا طعن کیا گیا تو اس نے ایسا ہی جواب دیا ۱۲ مترجم

ف۳ تحفہ اثنا عشریہ ص۲ میں لکھا ہے۔ فرقہ شیعہ اولیٰ و شیعہ مخلصین کہ پیشوایان اہل سنت و جماعت اند برروش جناب مرتضوی بودند۔ یعنے جو مخلصین شیعہ تھے وہ حضرت علی مرتضیٰ کے مذہب پر تھے اور وہی اہل سنت و جماعت کے پیشوا ہیں

ف۵ اسکے متعلق دیکھو شیعہ ص۱۱۲ کتاب ہذا کو لحاظ فرمائیں ۱۲ مترجم

كما في التفسير لابن جرير الطبري المسمى
بجامع البيان في تفسير القرآن الجزء الثلاثين
طبع مصر، حدثنا ابن حميد ثنا عيسى بن
فرقد عن ابي الجارود عن محمد بن علي اولئك
هم خير البريه فقال النبي صلعم انت يا عليؑ
وشيعتك الخ وكذا في تفسير فتح البيان
للسيد الصديق الجزء العاشر ص۳۲۳ وكذا
في تفسير الدر المنثور۔ اخرج ابن مردويه
عن عليؑ قال قال رسول الله صلعم لعلي انت و
شيعتك وموعدي وموعدكم الحوض وفيه
جلد ۶ ص۳۷۹ اخرج ابن عساكر عن جابر
بن عبد الله قال كنا عند النبي م فاقبل عليؑ
فقال النبي م والذي نفسي بيده ان هذا
وشيعته هم الفائزون يوم القيامة ونزلت
ان الذين آمنوا وعملوا الصالحات اولئك
هم خير البريه۔ فكان اصحاب النبي صلعم
اذا قبل علي م قالوا جاء خير البريه واخرج
ابن عدي وابن عساكر عن ابي سعيد مرفوعا
عليؑ خير البريه۔ واخرج ابن عدي عن ابن
عباس مثله۔

وفي ترجمان القرآن للسيد الصديق ص۳۶۵
وعن ابي هريرة ايضا مثله۔ وفي ارجح المطالب
ص۷۶ اخرجه الخوارزمي في المناقب وابن عساكر
والسيوطي في الدر والحافظ ابونعيم في الحلية
والديلمي في فردوس الاخبار قال النبي م
لعليؑ انت وشيعتك تأتي يوم القيامة
وهم راضيين مرضيين۔ الحديث
وروى ابونعيم في الحلية عن سلمان انك
وشيعتك في الجنة قاله لعليؑ۔

جیسا کہ تفسیر جامع البیان مؤلفہ امام ابن جریر طبری جزء ۳۰ صفحہ ۱۴۶
مطبوعہ مصر میں لکھا ہے۔ ہم سے ابن حمید نے بیان کیا اُس سے
عیسیٰ بن فرقد نے۔ اُس نے ابی الجارود سے اُس نے محمد بن
علی ع سے تفسیر آیت اولئک ہم خیر البریہ میں روایت کی
کہ نبی م نے فرمایا۔ اے علیؑ تو اور تیرے شیعہ خیر البریہ ہیں۔ اسی طرح
تفسیر فتح البیان مؤلفہ سید صدیق حسن خان جزء ۱۰ صفحہ ۳۲۳
مطبوعہ مصر میں ہے۔ اور اسی طرح تفسیر در منثور میں تحت
آیت مذکورہ کے بروایت ابن مردویہ حضرت علیؑ سے مرفوعاً
مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے علی م سے فرمایا۔ تو اور تیرے شیعہ
خیر البریہ ہیں اور سب کیلئے میرا وعدہ حوض کوثر کا ہے۔ اور اسی درمنثور
جلد ۶ صفحہ ۳۷۹ میں ہے کہ ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ سے
روایت کی کہا ہم نبی م کے پاس حاضر تھے کہ حضرت علی تشریف
لائے۔ نبی صلعم فرمانے لگے قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت
میں میری روح ہے۔ یہ جو آرہا ہے قیامت کے دن یہ اور اس کے
شیعہ مراد پانیوالے ہونگے۔ اور آیت ان الذین آمنوا الی
خیر البریہ۔ اتری۔ پس جب حضرت علیؑ آتے تھے اصحاب
نبی م کہتے کہ خیر البریہ آرہے ہیں۔ اور ابن عدی وابن عساکر
نے ابی سعید خدری سے روایت کیا کہ نبی صلعم نے فرمایا علیؑ
خیر البریہ (یعنے بہترین مخلوق سے) ہے۔ اور ابن عدی نے
مثل اس کی ابن عباس سے روایت کیا۔

اور تفسیر ترجمان القرآن مولفہ سید صدیق حسن خان ص ۳۶۵
میں علاوہ روایات مذکورہ کے ابوہریرہ سے بھی مثل اس کے
مروی ہے۔ اور ارجح المطالب صفحہ ۷۵-۷۶ میں مرقوم ہے
کہ خوارزمی نے مناقب میں اور ابن عساکر اور سیوطی نے
درمنثور میں اور حافظ ابونعیم نے حلیہ میں اور دیلمی نے
فردوس الاخبار میں روایت کیا کہ نبی صلعم نے حضرت علی سے
فرمایا کہ تو اور تیرے شیعہ قیامت کے دن راضی خوشی آؤ گے۔
اور ابونعیم نے حلیہ میں سلمان فارسی رض سے روایت کیا کہ نبیؐ
نے حضرت علی م سے فرمایا تو اور تیرے شیعہ بہشت میں
ہو گے۔

قال الحافظ العلامۃ ابن حجر الهیتمی المکی فی الصواعق المحرقۃ ص۹۲ اخرج الطبرانی قال علیہ السلام یا علی انک ستقدم علی اللہ وشیعتک راضین مرضیین۔ وکذا فی اسعاف الراغبین عن علی وابن عباس ص۱۵۶ وفی الصواعق ص۹۶ اخرج احمد فی المناقب انہ علیہ السلام قال لعلیؑ اما ترضی انک معی فی الجنۃ والحسن والحسین وذریتنا خلف ظھورنا وازواجنا خلف ذریتنا وشیعتنا عن ایماننا وشمائلنا۔ وکذا فی کنز العمال جلد ۶ ص۲۱۸ وفی ص۲۱۸ جلد۶ رواہ ابن عساکر عن علی وابن عدی و الطبرانی۔

وفیہ ص۹۶ قال موسیٰ بن علی بن الحسین بن علیؑ وکان فاضلاً عن ابیہ عن جدہ انما شیعتنا من اطاع اللہ ورسولہ وعمل اعمالنا۔ وفیہ ص۹۶ اخرج الدارقطنی یا ابا الحسن اما انت و شیعتک فی الجنۃ۔ الحدیث۔

قال الدارقطنی لھذا الحدیث عندنا طرقات کثیرۃ ثم اخرج عن ام سلمۃ فی حدیث یا علیؑ انت واصحابک فی الجنۃ انت وشیعتک فی الجنۃ۔

وکذا فی کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۷۵
وکذا فیہ ص۱۸۳ جلد ۶
رواہ ابونعیم فی الحلیۃ
عن علیؑ

حافظ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی نے صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۹۲ میں کہا ہے۔ طبرانی نے نبی ص سے روایت کیا فرمایا۔ اے علیؑ تو اللہ تعالیٰ کے پاس بمعہ شیعہ اپنے کے راضی خوشی آئیگا۔ اسیطرح اسعاف الراغبین میں علی اور ابن عباس سے صفحہ ۱۵۶ پر مرقوم ہے۔ اور صواعق محرقہ صفحہ ۹۶ میں ہے۔ امام احمد نے مناقب میں روایت کیا کہ رسول خدا نے حضرت علیؑ کے لئے فرمایا۔ آیا تو اسپر راضی نہیں کہ تو اور حسنؑ اور حسینؑ مع اولاد ہماری کے ہمارے ساتھ بہشت میں ہونگے۔ اور ہماری ازواج مومنہ ہماری ذریت کے پیچھے اور شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہونگے۔ اور اسی طرح کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۸ میں بروائت مذکورہ ہے۔ اور علاوہ اسکے ابن عساکر نے حضرت علیؑ سے اور ابن عدی اور طبرانی نے بھی مثل اسکی روایت کیا۔

اور صواعق محرقہ صفحہ ۹۶ میں ہے — موسیٰ بن علی بن حسین بن علیؑ جو وہ ایک فاضل امام ہیں۔ اپنے باپ دادا کے سلسلہ سے فرماتے ہیں کہ شیعہ ہمارے وہ ہیں جو اطاعت اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی کرتے ہیں۔ اور ہمارے اعمال کی متابعت کرتے ہیں۔ نیز اسی کتاب کے صفحہ ۹۶ میں — بروایت دارقطنی رسول خدا صلعم سے مروی ہے۔ فرمایا اے ابوالحسنؑ تو اور تیرے شیعہ بہشت میں ہیں۔ اور دارقطنی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے ہمارے پاس بہت اسناد ہیں۔ پھر دارقطنی نے جناب اُمّ سلمہ سے حدیث مرفوع میں روایت کیا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا یا علیؑ تو اور تیرے اصحاب اور تیرے شیعہ بہشت میں ہوں گے۔ اسی طرح کنز العمال جلد اوّل صفحہ ۷۵ میں بھی ہے نیز جلد ۶ صفحہ ۱۸۳ میں بروایت ابونعیم حلیہ میں حضرت علیؑ سے مثل اسکی مروی ہے۔

۱؎ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۶ میں ہے۔ وانشاء اللہ تعالیٰ دریں رسالہ مکشوف خواہد شد کہ شیعہ اولیٰ عبارت اند از جمیع مہاجرین و انصار کہ اکثر آنہا در رکاب سعادت مآب جناب مرتضوی بحروب بغاۃ قیام ورزیدہ اند و برتاویل قرآن جنگ کردہ اند۔ چنانچہ ہمراہ رسول بر تنزیل ۱۲ مترجم۔

۲؎ تاریخ طبری جلد ۶ ص۳۶ طبع مصر میں ہے۔ جب علیؑ کوفہ میں آئے اور خوارج اُس سے جدا ہو گئے تو حضرت علیؑ کے پاس شیعہ ثابت قدم رہے اور انہوں نے کہا کہ ہماری گردنوں میں دوسری بیعت آپکی ہو چکی ہے اور ہم آپکے موالیوں اور دوستوں کو دوست رکھیں گے اور آپکے دشمنوں کو دشمن سمجھیں گے۔ تب خوارج نے کہا کہ تم اس طرح کافر ہو گئے ہو ۱۲ مترجم

۳؎ کنز العمال جلد ۶ ص۲۰۵ میں مدح انصار خود کے لئے رسول ص نے فرمایا ھم شیعتی واصحابی رواہ الرامهرمزی فی الامثال والخطیب وابن عساکر والدیلمی عن انس یعنی انصار کی مدح میں رسول ص نے فرمایا کہ یہ میرے شیعہ اور میرے اصحاب ہیں ۱۲ مترجم

وفیہ رواہ الخطیب وابن الجوزی فی الواھیات وفیہ محمد بن جحادہ ثقۃ قال فی التشیع روی لہ الشیخان۔

وفیہ ص۲۱۷ جلد ۶ شفاعتی لامتی من احب اھل بیتی وھم شیعتی۔ رواہ الخطیب عن علی۔ وفیہ جلد ۶ ص۷ فی روایۃ ظھور السفیانی فیقتلون شیعۃ آل محمد بالکوفۃ۔

وفیہ صفحہ ۲۱۷ جلد ۸۔ فی حدیث طویل فی جواب من سأل عن علیؑ علی ماقاتلت طلحۃ والزبیر قال علیؑ قاتلتھم علی نقضھم بیعتی وقتلھم شیعتی من المومنین۔

وفی الصواعق المحرقۃ صفحہ ۸۱ لما تصالحا (ای الحسن ومعاویہ) کتب بہ الحسن کتابا لمعاویۃ صورتہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ھذا ما صالح علیہ الحسن بن علی معاویہ ابن ابی سفیان۔ صالحہ علی ان یسلم الیہ ولایۃ المسلمین علی ان یعمل فیھا بکتاب اللہ تعالی وسنۃ رسول اللہ وسیرۃ الخلفاء الراشدین المھدیین ولیس لمعاویۃ ابن ابی سفیان ان یعھد الی احد من بعدہ احدا بل یکون الامر من بعدہ شوری بین المسلمین وعلی ان اصحاب علی وشیعتہ آمنون علی انفسھم واموالھم ونساءھم واولادھم حیث کانوا۔ الخ فی الکبریۃ الاحمر للشیخ عبد القادر الجیلی المعروف بالغوث الاعظم اللھم صل وسلم علیہ وعلی آلہ (الی ان قال) واتباعہ واشیاعہ وفی دلائل الخیرات منزل الجمعۃ اللھم صل علی محمد (الی ان قال) واشیاعہ ومحبیہ وفیہ فی منزل الخمیس واحشرنا فی اتباعہ ای غر المحجلین واشیاعہ السابقین واصحاب الیمین۔

اور اسی کنز العمال میں صفحہ مذکور پر ہے۔ کہ اس کو خطیب نے بھی روایت کیا۔ اور ابن الجوزی نے واہیات میں روایت کیا۔ اور اسکے اسناد میں محمد بن جحادہ راوی ثقہ ہے۔ کچھ تشیع رکھتا تھا۔ مگر بخاری ومسلم نے بھی اس سے روایت لی ہے۔ اور یہ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۷ میں ہے۔ ہماری شفاعت اپنی امت کے ان لوگوں کے لئے ہے جو میرے اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں۔ اور وہی ہمارے شیعہ ہیں۔ اسکو خطیب نے بروایت علیؑ جو نبی صلعم سے روائت کیا۔ اور اسی کتاب جلد ۶ صفحہ ۷ میں روایت ظہور سفیانی میں ذکر کیا۔ پس مخالفین اہل بیت شیعہ آل محمد کو کوفہ میں قتل کرینگے۔ اور اسی کتاب جلد ۸ صفحہ ۲۱۷ میں ایک طویل حدیث میں حضرت علیؑ نے اس شخص کے جواب میں فرمایا جس نے طلحہ وزبیر سے جنگ کرنے کی وجہ دریافت کی تھی کہ مینے اسلئے جنگ کی کہ انہوں نے میری بیعت توڑ دی تھی۔ اور میرے شیعہ مومنین کے قتل کرنے میں سعی کی تھی۔

اور صواعق محرقہ صفحہ ۸۱ (و تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۹۴) میں ہے کہ صلح امام حسن اور معاویہ کے وقت صلحنامہ میں امام حسن سے معاویہ کی طرف لکھا گیا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ شرائط ہیں جن پر حسن بن علی معاویہ سے صلح فرماتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کا بادشاہ معاویہ ہوگا۔ اس طرح کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اور طریق خلفاء راشدین پر عمل کرے اور اپنے بعد اپنا کوئی ولیعہد نہ بنائے بلکہ مشورہ مسلمین پر چھوڑ دے۔ اور اس شرط پر کہ اصحاب علیؑ اور شیعہ علیؑ کے جان ومال اور ان کے ازواج اور اولاد جہاں ہوں امن میں رہیں۔ کوئی تکلیف انہیں نہ دیجائے۔

اور کبریت احمر مرتبہ شیخ عبد القادر جیلانی معروف بہ غوث اعظم میں ہے۔ یا اللہ صلوۃ وسلام بھیج محمد وآل محمد پر تا اینکہ کہا کہ سلام بھیج تابعداران اور شیعان محمد پر۔ اور دلائل الخیرات کی منزل جمعہ میں ہے۔ یا اللہ صلوۃ بھیج محمدؐ پر اور اس کے شیعان ومحبان پر۔ نیز اسی کی منزل خمیس میں ہے۔ یا اللہ ہمارا رسول صلعم کے تابعداران اور شیعان اولین اور اصحاب الیمین کے ساتھ حشر ونشر کر۔

ل؎ تحفہ اثناعشریہ صلا میں ہے۔ از شیعہ اولی فرقہ اول مخلصین کہ اہل سنت وجماعت اند از صحابہ رضی وتابعین کہ ملازم صحبت حضرت مرتضی وناصران خلافت او بودند از اخیار مہاجرین وانصار وغیرہم۔ الخ یعنی پہلے شیعہ مخلصین اہل سنت وجماعت صحابہ وتابعین مہاجرین وانصار تھے جو ملازم صحبت حضرت علی مرتضی از مددگار خلافت انکے تھے ۱۲ مترجم

یا ارحم الراحمین۔

وفی القصیدۃ المضریۃ لمولف القصیدۃ البردۃ

ﮦ وصل رب علی الهادی وشیعتہ
وصحبہ من لطی الدین قد نشروا

وفی الصراح شیعۃ الرجل بالکسر اتباع و انصار مرد وہواداران اولاد فاطمہ علیہا السلام، مشایعۃ درپے کسے رفتن وکل قوم یتبع بعضہم رای بعض فہم شیع۔

فی منتہی الارب شیعۃ الرجل بالکسر پیروان ویاران مرد وگروہ واحد وتثنیہ وجمع مذکر ومؤنث دروی یکسانست وگروہے از ہواداران علی وفاطمہ واولاد ایشان وہو اسم لہم خاصًا۔

فی الغیاث عن المنتخب بمعنی اتباع والنصار۔

فی لغات فیروزی شیعہ قوم گروہ مسلمانوں کا وہ فرقہ جو حضرت علیؑ کو مانتا ہے اور اصحاب ثلاثہ کو نہیں مانتا شیعی منسوب بشیعہ علیؑ۔

فی مجمع البحرین ص۵۳۹ ناقلاً عن القاموس جلد ۲ ص۵۲۴ شیعۃ الرجل بالکسر اتباعہ وانصارہ ویقع علی الواحد والاثنین والجمع والمذکر والمؤنث وقد غلب ہذا الاسم علی کل من یتولی علیا واہل بیتہ حتی صار اسمالہم خاصًا وکذا فی النہایۃ لابن الاثیر۔

فی الخصائص الکبری للسیوطی جلد ا ص۱۰۹ طبع حیدرآباد دکن ۱۳۱۹ھ اخرج ابو سعد فی شرف المصطفی عن الجعد بن قیس المرادی قال خرجنا اربعۃ انفس نرید الحج فی الجاہلیۃ

اے سب سے بڑے رحمت کرنے والے۔

اور قصیدہ مضریہ مؤلفہ صاحب قصیدہ بردہ مطبوعہ وظیفہ انیقہ ملتانی میں ہے یا اللہ تو صلوٰۃ بھیج ہدایت[1] کرنیوالے نبیؐ اور انکے شیعہ اور اصحاب پر جو اشاعت دین کے لئے منتشر فی الآفاق ہوئے۔

لغت کی کتاب صراح میں ہے شیعہ آدمی کا تابعدار اور اس کا مددگار ہوتا ہے اور محبان اولاد فاطمہ علیہا السلام پر یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ مشایعت کسی کے پیچھے چلنا۔ اور ہر قوم جو بعض ان کا بعض کی رائے کی متابعت کرے پس وہ انکے شیعہ کہلاتے ہیں۔

کتاب منتہی الارب فی لغات العرب میں ہے کہ شیعہ آدمی کے پیرو اور اسکے یار ہوتے ہیں اور جمع تثنیہ مذکر مؤنث سب میں یکساں مستعمل ہوتا ہے۔ اور محبان جناب علیؑ وفاطمہ اور ان کی اولاد کیلئے یہ نام مخصوص ہو چکا ہے۔

غیاث اللغات میں منتخب سے نقل کیا ہے کہ شیعہ کے معنے تابعدار اور مددگار ہیں۔

لغات فیروزی میں ہے شیعہ کے معنے مسلمانوں کا وہ گروہ ہے جو حضرت علی کو مانتا ہے اور اصحاب ثلاثہ کو نہیں مانتا۔ شیعی منسوب بشیعہ علیؑ ہے۔

مجمع البحرین صفحہ ۵۳۹ میں قاموس جلد ۲ صفحہ ۵۲۴ سے منقول ہے شیعہ کسی کے تابعدار مددگار کو کہتے ہیں۔ واحد تثنیہ جمع مذکر مؤنث سب پر بولا جاتا ہے۔ اور یہ نام محبان علیؑ اور آن کے اہلبیت کے لئے مخصوص ہو چکا ہے۔ اور اسی طرح نہایہ ابن اثیر میں ہے

اور خصائص کبریٰ مؤلفہ سیوطی جلد ا صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۱۹ھ میں لکھا ہے کہ ابو سعد نے شرف المصطفیٰ میں جعد بن قیس مرادی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے ہم چار آدمی حج کے لئے زمانہ جاہلیت میں نکلے یمن کے جنگلوں سے ایک جنگل میں گئے

[1] مدققین کے لئے اس میں ایک باریک نکتہ ہے یہ کہ اس شعر سے پہلے شعر میں ذکر صلوٰۃ محمد صلعم کا ہو چکا ہے اور اس شعر میں لفظ ہادی استعمال کیا گیا ہے جس سے حضرت علیؑ مراد ہیں اور لفظ شیعتہ سے بھی انہی کے شیعہ مراد ہیں۔ جیسا کہ اس کتاب میں تحت تفسیر آیت ولکل قوم ھاد کے آئیگا کہ نبیؐ نے فرمایا انما انا منذر میں منذر رسول اور تو اے علیؑ ہادی ہے تیرے ساتھ لوگ ہدایت حاصل کرینگے۔ دیکھو تفسیر درمنثور ۱۲ امت سوم۔ [2] تحفہ اثنا عشریہ ص۱۸ میں لکھا ہے (فائدہ) اول کسی کہ بشیعہ ملقب شدند جماعۃ از مہاجرین وانصار تابعین ایشان اند کہ شرائط متابعت حضرت مرتضیٰ نمودند ودر وقتیکہ جناب ایشان خلیفہ شدند ملازمت ایشان کردند وبا محاربین ایشان جنگ نمودند ومطیع اوامر ونواہی ایشان ماندند وایشان را مخلصین یا شیعہ مخلصین گویند یعنی پہلے جماعت مہاجرین و انصار تابعداران باد رطیعین اوامر ونواہی جناب علیؑ کے لفظ شیعہ سے ملقب ہوئے جن کو شیعہ مخلصین بھی کہا جاتا ہے کا ترجمہ۔

فلما اقبل الليل استقدنا بعظيم الوادي وعقلنا رواحلنا فلما هدأ الليل ونام اصحابي اذا هاتف من بعض ارجاء الوادي يقول
الا ايها الراكب المعرس بلّغوا، اذا ما وقفتم بالحطيم وزمزم
محمّداً المبعوث منا تحيّة، تشيعه من حيث سار ويمّما
وقولوا له انا لدينك شيعةٌ[1]، بذلك اوصانا المسيح بن مريما
فالآن نذكر اكابر الائمة واعاظم الامة من اهل السنة الذين نسبوا الى التشيع منهم الشافعي كما في التدريب ص ۲۰۹ وما في الصواعق ص ۱۰۸ ولمبالغة الشافعي في حبهم ومدحهم (اي في حب اهل بيت النبيّ ومدحهم) صرح بانه من شيعتهم حتى قيل كيت وكيت فاجاب عن ذلك۔

ان كان رفضا حب آل محمد
فليشهد الثقلان اني رافض

وله ايضًا۔ آل النبي ذريعتي۔ وهم اليه وسيلتي
ارجو بهم اعطى غدا۔ بيدي اليمين صحيفتي۔

وله ايضًا۔ قالوا ترفضت قلت كلا۔ ما الرفض ديني ولا اعتقادي لكن توليت غير شك خير امام وخير هاد

جب رات آئی ہم ایک بڑے جنگل میں اُترے اور ہمنے اپنی سواریو کو باندھ دیا۔ جب کچھ حصہ رات کا گذرا اور میرے ساتھی سوگئے اچانک ایک ہاتف نے اطراف جنگل سے آواز دی کہ اے سوار شب باش جب تم حرم اور زمزم کے پاس ٹھیرو جناب محمد پیغمبر خدا صلعم کو ہماری طرف سے ہدیہ سلام پہونچا دینا وہ تحفہ جو ہر حال میں اُن کے تابع اور شامل ہر قصد سیر و آرام میں رہے اور اُن کی خدمت میں عرض کردینی کہ ہم آپکے شیعہ ہیں ہم کو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی یہی وصیت ہے۔ پس اب ہم بڑے بڑے ائمہ اہل سنت کا ذکر کرتے ہیں جو شیعوں کی طرف منسوب ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک امام شافعی ہیں۔ جیسا کہ تدریب الراوی مؤلفہ سیوطی صفحہ ۲۰۹۔ اور صواعق صفحہ ۱۰۸ میں ہے کہ مبالغہ محبت اہل بیت کے سبب سے امام شافعی نے صراحت سے کہدیا تھا کہ میں شیعہ آل محمد سے ہوں۔ تا اینکہ اُسکو کہا گیا جو کہا گیا۔ امام شافعی نے جواب دیا کہ اگر محبت آل محمدؐ سے رفض ہوتا ہے تو ہر دو عالم جن و انس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہو چکا۔

اور اُسی امام شافعی کے اشعار سے ہے۔ آل نبی ہمارا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ امید رکھتا ہوں کہ ایسے وسیلہ سے کل قیامت کے دن اعمالنامہ مجھے دائیں ہاتھ میں دیا جائیگا۔

اُسی شافعی کے اشعار سے۔ صواعق صفحہ ۹۷ مطبوعہ مصر میں ہے لوگ کہتے ہیں کہ تو رافضی ہوگیا۔ میں کہتا ہوں کہ رافضی ہونا میرا دین و اعتقاد نہیں مگر بلاشک میںنے اُنکی دوستی اختیار کی ہے جو بہت اچھا قابل امام اور بہت بہتر ہدایت کرنیوالا ہے۔

[1] تاریخ طبری مطبوعہ لندن جلد ۲ صفحہ ۳۳۶۸ و مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۴۳ میں مروی ہے۔ ولما خرجت الخوارج من الكوفة اتى عليا اصحابه وشيعته فبايعوه وقالوا نحن اولياء من واليت واعداء من عاديت فشرط لهم فيه سنة رسول الله صلعم فجاءه ربيعة ابن ابي شداد الخثعمي وكان شهد معه الجمل والصفين ومعه راية خثعم فقال له بايع على كتاب الله وسنة رسول الله صلعم فقال ربيعة على سنة ابي بكر وعمر قال له علي ع ويلك لو ان ابا بكر وعمر عملا لغير كتاب الله وسنة رسول الله لم يكونا على شيء من الحق الخ یعنی جب خوارج کا ظہور ہوا تو جناب علیؑ کے شیعان آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور جناب سے اس امر پر بیعت کی کہ ہم آپکے دوستوں کے دوست اور آپکے دشمنوں کے دشمن ہیں۔ ربیعہ بن ابی شداد خثعمی جو جمل و صفین میں آپکے ساتھ رہا۔ آیا حضرت علی علیہ السلام نے اُس کی بیعت بھی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر طلب کی تو ربیعہ نے کہا سنت ابی بکر و عمر پر بیعت کرتا ہوں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تجھپر افسوس ہے۔ اگر حضرت ابوبکر و عمر کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر عمل نہ کرتے تھے تو وہ کچھ بھی حق پر نہ تھے الخ پھر ان کے نام لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کے تابعداران کا نام ابتدا سے شیعہ ہی چلا آیا ہے ۱۲ مترجم

امام شافعی کا عقیدہ

ان کان حب الوصی رفضًا
فاننی ارفض العباد
وله ایضًا یا راکبا قف بالمحصب من منیٰ
واهتف بساکن خیفها والناهض
سحرًا اذا فاض الحجیج الی منیٰ
فیضًا کملتطم الفرات الفائض
ان کان رفضًا حب آل محمد
فلیشهد الثقلان انی رافض
قال البیهقی وانما قال الشافعی ذلك حین نسبه الخوارج الی الرفض حسدًا وبغیا۔ (وقد ترجم العارف الجامی هذه الابیات فی سلسلة الذهب)
وله ایضا۔ وقد قال المزنی انك رجل توالی اهل البیت فلو عملت فی هذا الباب ابیاتا۔ فقال
ومازال کتمانك حتی کاننی
برد جواب السائلین لاعجم
واکتم ودی مع صفاء مودتی
لتسلم من قول الوشاة واسلم
هذا کله فی الصواعق المحرقة ص۷۹ طبع مصر
وله ایضًا لو شق قلبی لیبدا وسطه
سطران قد خطا بلا کاتب
الشرع والتوحید فی جانب
وحب اهل البیت فی جانب
ان کنت فیما قلته کاذبا
فلعنة الله علی الکاذب
وله ایضًا اذا کان ذنبی حب آل محمد
فذلك ذنب لست عنه اتوب

اور اگر وصی[1] رسول صلعم کی محبت سے رافضی ہو جاتا ہوں تو سب سے بڑا رافضی میں ہوں۔ نیز اُسی کے اشعار سے ہے[2] اے سوار جب تو منا میں کنکرے لگانے کی جگہ پہونچے تو ٹھہر کر مسجد خیف کے سب لوگوں میں منادی کر دینا اور سحر کے وقت جب کہ حاجی لوگ مثل موج فرات کے یکلخت کوچ کریں تو اُس وقت بھی یہی منادی کر دینا یہ کہ اگر رفض محبت آل محمد میں ہے تو دونوں عالم گواہ ہوں کہ میں رافضی ہوں۔

بیہقی نے کہا ہے کہ یہ اشعار شافعی نے اُسوقت کہے ہیں جبکہ خوارج نے اُن کو رافضی کا خطاب حسد سے بیجا طور پر دیا اور انہی اشعار کا فارسی ترجمہ ملا جامی نے کتاب سلسلۃ الذہب صفحہ ۳۰۳ مطبوعہ نولکشور برحاشیہ نفحات الانس میں لکھا ہے۔

نیز اُسی شافعی کے اور اشعار ہیں جو اُسنے حسب خواہش مزنی کے کہے۔ جب اُس سے مزنی نے کہا کہ تو اہل بیت کا محب آدمی ہے بہتر ہے کہ اسبارہ میں تو کوئی شعر سنائے۔ امام شافعی نے یہ اشعار پڑھے۔ ہمیشہ میں تم سے اس امر کو چھپاتا رہا اور سوال کے جواب سے گونگا بنا رہا ہوں۔ اور میں نے باوجود صفائی محبت اہل بیت کے محبت کو چھپائے[3] رکھا۔ تاکہ ہم دشمنوں کے طعن سے بچے رہیں۔

یہ سب اشعار صواعق محرقہ صفحہ ۷۹ مطبوعہ مصر میں لکھے ہیں۔ نیز اُسی شافعی کے اشعار ہیں۔ کہ اگر میرے دل کو چیر کر اندر سے دیکھا جائے تو اُس میں بلا کاتب دو سطریں لکھی ہوئی ملیں گی۔ ایک سطر شریعت اور توحید کی اور دوسری حب اہل بیت ع کی۔ اور یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں اگر جھوٹ ہے تو جھوٹے پر اللہ کی لعنت ہوئے۔

اور ایک دوسرے شعر میں کہا۔ اگر میرا گناہ حب آل محمد ہے۔ تو میں کبھی اس گناہ سے توبہ نہیں کرتا۔

پھر اور اشعار میں کہا۔

[1] یہ شعر حب الوصی کے لفظ سے نصائح کافیہ صفحہ ۵ میں مذکور ہے۔ اور صواعق میں حب الولی لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ در اصل وصی کا لفظ ہے۔ اور بہرحال حضرت علی ع کو امام شافعی نے خیر الائمہ وخیر الہادین تسلیم کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہی کا قول وفعل مرجح ومقبول ہوگا اور مخالف انکا مرجوح اور ساقط عن الاعتبار ہوگا۔ ۱۲ مترجم

[2] اشعار یہ ہیں ترجمہ قول شافعی) رفض گر ہست حب آل نبی رفض فرض ست بر ذکی وغبی (دیگر) گر بود رفض حب آل رسول باتولا[illegible] ای عقول + گو گواہ باش آدمی وپری + کہ شدم من زغیر رفض بری + کیش من رفض دین من رفض ست + رفع من رفض [illegible]

[3] اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعی کے زمانہ میں محبت آل رسول کو جرم سمجھا جاتا تھا اور جبھی تو وقت انہوں نے اپنا دلی عقیدہ بے تقیہ ظاہر کیا ۱۲ مترجم

سے یا اهل بیت رسول الله حبکم
فرض من الله فی القرآن انزله
کفاکم من عظیم القدر انکم
من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ له

وقد نقل البیهقی عن الربیع بن سلیمان احد اصحاب الشافعی قصۃ طویلۃ وفی آخرها قال رحمه الله سے

برئت الی المهیمن من اناس
یرون الرفض حب الفاطمیه
علی آل الرسول صلوٰۃ ربی
ولعنته لتلک الجاهلیه

قال محمد بن وهب سے

لو یستطیعون عن ذکری اباحسن
وفضله قطعونی بالسکاکین
ولست اترک تفضیلی له ابدا
حتی المماة علی رغم الملاعین

هذا کله فی النصائح الکافیه ص۱۸۸

وللشافعی:-

الام الام وحتی متی
اعاتب فی حب هذا الفتی
فهل زوجت فاطمة غیره
وفی غیره هل اتی هل اتی

ومنهم الحاکم ابو عبد الله النیشاپوری

اے اہل بیت رسول اللہ ع کے آپ کی محبت اللہ تعالےٰ کی طرف سے فرض[1] ہے جس کا حکم اُسنے قرآن میں دیا ہے۔ آپکی بڑائی شان کے لئے اتنا کافی ہے۔ کہ جو آپکی ذات پر درود نہ پڑھے اُس کی نماز صحیح نہیں ہوسکتی۔

اور بیہقی نے ربیع بن سلیمان سے جو ایک اصحاب شافعی سے ہے ایک طویل قصہ روایت کیا جس کے آخر میں شافعی کے یہ اشعار منقول ہیں۔

میں ان لوگوں سے بیزار[2] ہوں جو محبت اولاد فاطمہ ع کو رفض جانتے ہیں۔ خدا کی رحمتیں اور صلوات آل رسول پر نازل ہوں اور اس جاہلیت پر لعنت ہو جس سے اسکو رفض نام رکھتے ہیں۔

محمد بن وہب کہتے ہیں کہ:-

اگر لوگ قادر ہوتے تو اس سبب سے کہ میں حضرت علی ع کی فضیلت بیان کرتا ہوں مجھے چھری کانٹوں سے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیتے اور میں کبھی تفضیل حضرت مرتضی ع نہیں چھوڑونگا حتے کہ مرتے دم تک بلکہ ان ملعونوں کی ناک سے رگڑتا رہونگا یہ سب مذکورہ بالا اشعار نصائح کافیہ صفحہ ۱۸۸ میں ہیں۔

اور منجملہ اشعار شافعی کے یہ ہیں جو حاشیہ قرآن مترجم سورہ دہر میں مولوی فرمان علی صاحب نے لکھے ہیں میں کب تک ملامت کیا جاؤنگا۔ اور کہاں تک مجھے عتاب کیا جائے گا۔

بھلا بتاؤ تو سہی کہ جناب فاطمہ ع کی (جو کہ سیدہ نساء عالمین ہیں) کسی اور[3] سے شادی جائز سمجھی گئی۔ یا کسی اور کے حق میں سورہ ہل اتیٰ اتری ہے۔ اور منجملہ منسوب بہ شیعہ لوگوں

---

[1] یہ دونوں اشعار صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۰۴ و ص۸۸ پر بھی ہیں ۱۲ مترجم۔

[2] شافعی صاحب کے اس قول وفعل سے عمل تبرا ثابت ہوتا ہے ۱۲ مترجم۔

[3] کتب اہل سنت میں محقق ہے کہ شیخین کو باوجود درخواست کے تزویج جناب زہرا ع کا حکم نہ ہوا اور حضرت علی ع کو بحکم ایزدی تزویج کردی ۱۲

[4] منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول للسید الصدیق ص۱۲۵ میں ہے گویم حافظ ابن طاہر صاحب تذکرہ گفتہ کان ای الحاکم شدید التعصب للشیعۃ وکان یظهر التسنن فی التقدیم والخلافۃ وکان منحرفا عن معاویۃ وآلہ متظاهرا بذلک ولا یعتذر منه ذہبی زیادہ کردہ۔ اما انحرافه عن خصومه علی فظاهر واما امر الشیخین فمعظم لهما بکل حال فهو شیعی غال لا رافضی۔ انتہیٰ۔ حافظ ابن طاہر اور علامہ ذہبی کی عبارت سے ثابت ہے، کہ حاکم معاویہ وغیرہ مخالفین حضرت علی سے بیزار اور شیعہ غالی تھا

كما قال الخطيب البغدادي كان الحاكم ثقة وكان يميل الى التشيع كذا قال المحدث عبد العزيز الدهلوي في بستان المحدثين صفحہ ۴۰ - وفي الشرح لشرح نخبة الفكر الحاكم وهو الذي احاط علمه بجميع الاحاديث المروية متنا واسنادا وجرحا وتعديلا وتاريخا - كذا قاله جماعة من المحققين ۱۲ حاشیہ حاشیہ نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر صفحہ ۲ نمبر ۲ -
الحاكم هو محمد بن عبد الله الحافظ المعروف[1] صاحب المستدرك على الصحيحين امام اهل حديث في عصره صفحہ ۳ نمبر ۳ وسياتي توثيقه في توثيق الكتب انشاء الله

ومنهم

عبد الرزاق المحدث قال في تقريب التهذيب صفحہ ۲۴۰ عبد الرزاق ثقة حافظ مصنف شهير عمي في آخره فتغير وكان يتشيع - انتهى - وفي الحاشية هو احد الائمة الاعلام الحفاظ وقال ابن عدي رحل اليه ائمة المسلمين وثقاتهم ولم نر بحديثه باسًا الا انهم نسبوه الى التشيع - كذا في الخلاصة ۱۲ ابوفن -

جیساکہ خطیب بغدادی نے کہا کہ حاکم ثقہ شخص ہے اور وہ تشیع کی طرف میلان رکھتا تھا۔
اسی طرح عبدالعزیز محدث دہلوی نے بستان المحدثین صفحہ ۴۰ میں لکھا ہے۔ اور شرح شرح نخبۃ الفکر میں ہے کہ حاکم وہ شخص ہے کہ اس کا علم جمیع احادیث مرویہ کو محیط ہے۔ بلحاظ متن و اسناد اور نیز بلحاظ جرح وتعدیل وتاریخ کے۔ اسی طرح کہا ہے جماعت محققین نے۔ ختم ہوا حاشیہ نخبۃ الفکر صفحہ ۲ نمبر ۲ کا۔
ایضاً اسی کتاب کے حاشیہ نمبر ۳ صفحہ ۳ پر اس طرح لکھا ہے۔ حاکم وہ محمد بن عبداللہ حافظ[1] معروف صاحب کتاب مستدرک ہے۔ جس میں بخاری و مسلم کے شرائط پر احادیث صحیح جمع کی ہیں جو اپنے زمانہ میں امام اہلحدیث کا تھا اور اس کے اوصاف آئندہ زیادہ بیان کئے جائینگے۔

اور منجملہ منسوب بہ شیعہ کے

عبدالرزاق محدّث بھی ہے۔ جیساکہ تقریب التہذیب مؤلفہ ابن حجر صفحہ ۲۴۰ میں ہے۔ عبدالرزاق ثقہ حافظ مشہور مصنف ہے جو آخر عمر میں نابینا ہوا اور کچھ متغیر ہوگیا۔ اور تشیع رکھتا تھا۔
اسی عبارت کے حاشیہ پر علامہ ابوالفن لکھتے ہیں کہ عبدالرزاق ایک بڑے علماء ائمہ اور حفاظ حدیث سے ہے۔ ابن عدی نے اُس کے حق میں کہا ہے کہ مسلمانوں کے بڑے امام اور ثقہ لوگ تعلّم حدیث کے لئے اُس کی طرف سفر کرتے تھے۔ اور ہم اُس کی حدیث قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے۔ البتہ علماء نے اس کو مذہب شیعہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اسی طرح کتاب خلاصہ میں ہے۔ ۱۲ ابوفن

[1] لفظ حافظ محدثین کی اصطلاح میں اُس شخص پر بولا جاتا ہے جس کو کم از کم ایک لاکھ حدیث یاد ہو جیسے کہ حاکم اور عبدالرزاق ہیں۔ دیکھو حاشیہ شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۲ نمبر ۱ ۱۲ مترجم۔

فی بستان المحدثین صفحہ ۸۴ عبد الرزاق صاحب مصنف در حفظ حدیث مشہور و مختار است امام احمد حنبل و اسحٰق بن راہویہ و یحییٰ بن معین از روے استفادہ حدیث کردہ اند و روایت او در صحاح ستہ واقع است و در وے ہیچ عیب نیافتہ مگر آنکہ فی الجملہ تشیع داشت اما غالی نبود انتہیٰ۔

وفی النصرۃ الغیبیۃ علی الفرقۃ الشیعۃ لعبد الشکور صفحہ ۱۳ ناقلاً من میزان الاعتدال الذہبی یقول ابن معین سمعت من عبد الرزاق کلاماً یوماً فاستدللت بہ علٰی تشیعہ فقلت ان استاذیک الذین اخذت عنہم کلہم اصحاب سنۃ معمر ومالک وابن جریج وسفیان واوزاعی فممن اخذت ہذا المذہب فقال قدم علینا جعفر بن سلیمان الضبعی فرایتہ فاضلاً حسن الہدی فاخذت ہذا عنہ۔

وقد نقل الذہبی فی المیزان عن البخاری ماحدث عنہ عبد الرزاق من کتابہ فہو اصح وقال الحافظ ابن حجر العسقلانی فی مقدمۃ فتح الباری ماکان فی کتبہ فہو صحیح وما لیس فی کتابہ فانہ کان یلقن فیتلقن۔ انتہیٰ

فی الصواعق المحرقۃ صفحہ ۳۰ وما احسن ما سلکہ بعض الشیعۃ المنصفین کعبد الرزاق

اور بستان المحدثین مؤلفہ شاہ عبد العزیز صفحہ ۸۴ میں ہے کہ عبد الرزاق صاحب مصنف حفظ حدیث میں مشہور اور پسندیدہ محدث ہے۔ امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور یحییٰ بن معین جیسے ائمہ حدیث نے علم حدیث اسی عبد الرزاق سے سیکھا اور صحاح ستہ میں بھی اس سے احادیث کو روایت کیا گیا ہے اور اس میں کوئی عیب نہیں پایا گیا۔ صرف اتنی بات ہے کہ وہ کچھ شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ لیکن غالی شیعہ نہ تھا (جو حد سے تجاوز کرتا بلکہ محقق تھا)!

رسالہ نصرۃ غیبیہ علی الفرقۃ الشیعہ مولفہ عبد الشکور لکھنوی صفحہ ۱۳ میں میزان الاعتدال علامہ ذہبی سے منقول ہے کہ ابن معین کہتا ہے۔ میں نے ایک دن عبد الرزاق سے ایسی کلام سنی جس سے معلوم کیا کہ یہ شیعہ ہے تو میں نے اُس سے کہا کہ تمہارے استاذ معمر اور مالک و ابن جریج و سفیان و اوزاعی سب اہل سنت ہیں پس یہ تشیع تو نے کس سے سیکھا؟ اُس نے جواب دیا کہ ہمارے پاس جعفر بن سلیمان ضبعی آئے اور میں نے اُن کو فاضل اور ہدایت یافتہ پایا اور یہ اُنہی سے سیکھا۔

اور ذہبی نے میزان میں بخاری سے نقل کیا ہے وہ عبد الرزاق کے حق میں کہتا تھا۔ کہ اگر وہ اپنی کتاب (مصنف) میں حدیث بیان کرے وہ بہت صحیح ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ جو کچھ عبد الرزاق کی کتب میں لکھا ہے وہ صحیح ہے اور جو اُس کی کتاب میں نہیں اور زبانی کہے وہ کچھ سیکھا ہوا بیان کرتا ہے۔ انتہیٰ۔

صواعق محرقہ صفحہ ۳۰ میں ہے کہ بعض منصف شیعوں نے مثل عبد الرزاق کے کیا خوب طریقہ اختیار کیا ہے۔

[1] تحفہ اثنا عشریہ طبع نولکشور لکھنؤ صفحہ ۱۱ میں ہے۔ باید دانست کہ شیعہ اولے کہ فرقہ سنیہ وتفضیلیہ اندر زمان سابق بشیعہ ملقب بودند چوں غلاۃ وروافض وزیدیہ واسماعیلیہ بایں لقب خود را ملقب کردند خوفاً عن الالتباس فرقہ سنیہ وتفضیلیہ خود را باہل سنت وجماعت ملقب کردند۔ حالا واضح شد کہ آنچہ در کتب قدیمہ واقع میشود کہ فلان من الشیعۃ او من شیعۃ علی حالا کہ او از روسائے اہل سنت وجماعت است راست است وفی تاریخ الواقدی والاستیعاب کثیر من ہذا الجنس ملخصاً بعینہ ۱۲ مسترحم

ف: اہل سنت پہلے شیعہ تھے بعد میں سنی ہوئے

ومنهم

عبد الله بن عبد القدوس التميمي السعدي الكوفي صدوق رمي بالرفض كذا في تقريب التهذيب صفحه ۲۰۶ (وثقه الثوري وغيره) وفي خلاصة تهذيب الكمال في اسماء الرجال۔ قال البخاري صدوق ووثقه ابن حبان۔

ومنهم

عبد السلام بن صالح نزل بنيشاپور صدوق وكان يتشيع كذا في تقريب التهذيب صفحہ ۲۳۲ وفي اللآلي المصنوعة للسيوطي صفحہ ۱۸ صالح ثقة ووثقه ابن معين وقال ليس ممن يكذب، وقال غيره كان من المعدودين في الزهد وقال في الميزان رجل صالح الا انه شيعي۔

ومنهم

علي بن الجعد البغدادي قال في التقريب صفحه ۲۶۹ ثقة ثبت رمي بالتشيع (وهو استاذ البخاري وابي داؤد)، وفي التهذيب قال الجوزجاني هو غال في التشيع

ومنهم

علي بن بذيمة (هو استاذ الاربع) ثقة رمي بالتشيع كذا في التقريب صفحہ ۲۶۹ وكذا في تفسير

اور منجملہ اُن کے

عبد اللہ ہے جس کی نسبت تقریب التہذیب صفحہ ۲۰۶ میں لکھا ہے۔ عبد اللہ[1] بن عبد القدوس تمیمی سعدی کوفی سچا آدمی ہے۔ صرف رفض کی طرف منسوب ہے (ثوری وغیرہ نے اسکو ثقہ کہا ہے) اور خلاصہ تہذیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال میں ہے۔ بخاری نے عبد اللہ مذکور کے حق میں کہا یہ سچا ہے۔ اور ابن حبان نے بھی اسکو ثقہ کہا۔

اور منجملہ اُن کے

عبد السلام[2] ہے جس کو تقریب صفحہ ۲۴۷ میں ان الفاظ سے یاد کیا ہے۔ عبد السلام بن صالح سکون پذیر نیشاپور سچا آدمی ہے اور تشیع رکھتا تھا۔

اور لآلی مصنوعہ[18] میں علامہ جلال الدین سیوطی عبد السلام مذکور کی نسبت یوں مدح سرا ہیں کہ عبد السلام نیک آدمی اور ثقہ ہے۔ ابن معین نے اُس کی ان الفاظ سے توثیق کی ہے کہ یہ جھوٹ بولنے والوں سے نہیں ہے۔ اور دوسروں نے کہا ہے کہ وہ پرہیزگاروں میں سے تھا۔ اور میزان میں کہا ہے۔ یہ نیک آدمی ہے مگر شیعہ ہے۔

اور منجملہ اُن کے

علی بن جعد بغدادی بخاری و ابو داؤد کا اُستاد ہے۔ تقریب صفحہ ۲۶۹ میں اُسکی نسبت یہ مرقوم ہے کہ وہ ثقہ اور معتبر ہے۔ صرف شیعیت کی طرف منسوب ہے۔ اور تہذیب میں ہے کہ جوزجانی کہتا ہے۔ علی بن جعد غالی شیعہ ہے۔

اور منجملہ اُن کے

علی بن بذیمہ ہے جو بخاری و مسلم کے سوا دیگر محدثین صحاح اربعہ کا استاذ ہے یہ ثقہ اور منسوب بہ تشیع ہے۔ جیسا کہ تقریب صفحہ ۲۶۹۔ اور تفسیر

[1] مولوی وحید الزمان صاحب مترجم صحاح ستہ فخریہ طور پر اپنے تئیں شیعہ علیؓ کی طرف منسوب کرتے ہیں دیکھو حاشیہ صحیح بخاری مترجم پارہ ۱۹ صفحہ ۳ مطبوعہ احمدی لاہور۔ جس کی عبارت یہ ہے "شیعہ علیؓ یعنے حضرت علیؓ کے دوست اور اُن سے محبت رکھنے والے یا اللہ قیامت کے دن ہمارا حشر شیعہ علیؓ میں کر اور زندگی بھر ہمکو حضرت علیؓ اور سب اہل بیت کی محبت پر قائم رکھ ۱۲ مترجم۔

[2] اصابہ فی تمییز الصحابہ مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۳۲۹ میں ذیل ترجمہ حجر بن عدی کے لکھا ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کا صحابی ہے۔ علیؓ کا مصاحب رہا اور شیعان علیؓ سے تھا۔ جمل و صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ حاضر رہا ۱۲ مترجم۔

ابن کثیر جلد۳ صفحہ ۲۶۵۔
ومنھم ثعلبۃ بن یزید کوفی صدوق
شیعی کذا فی التقریب صفحہ ۶۲۔
ومنھم جابر بن یزید ضعیف رافضی کذا
فی التقریب صفحہ ۶۴ وھو استاذ ابی داؤد
والترمذی وفی خلاصۃ التھذیب وثقہ
الثوری وغیرہ وروی عنہ شعبۃ والسفیانان
وھو من کبار علماء الشیعۃ۔ انتھیٰ۔
قال المسلم فی صحیحہ جلد ۱ صفحہ ۱۵ باسنادہ
سمعت جریرا یقول لقیت جابر بن یزید الجعفی
فلم اکتب عنہ لانہ کان یؤمن بالرجعۃ۔ سمعت
جابر بن یزید یقول عندی سبعون الف
حدیث عن ابی جعفر عن النبی صلعم کلھا۔ انتھیٰ
وفی نیل الاوطار جلد۲ صفحہ ۲۷۵ وفی اسنادہ
جابر الجعفی وقد ضعفہ الجمھور ووثقہ الثوری
ومنھم[2] محمد بن اسحٰق نزیل العراق امام
المغازی صدوق رمی بالتشیع کذا فی التقریب
صفحہ ۳۱۳ وفی الحاشیۃ روی عنہ البخاری تعلیقا
والمسلم والاربع قال فی الخلاصۃ ھو احد الائمۃ
الاعلام لاسیما فی المغازی والسیر وقال ابن شھاب
لا یزال بالمدینۃ علم جم ما کان فیھا محمد بن اسحٰق
وقال الامام احمد ھو حسن الحدیث کذا قال المنذری
فی الترغیب والترھیب انہ حسن الحدیث وقال امام الائمۃ
رأیت علی بن المدینی انہ یحتج وقال رئیس الحنفیۃ ابن الھمام
فی مواضع من فتح القدیر ھو امیر المؤمنین فی الحدیث
ثقۃ ثقۃ وکذا حسن الامام الترمذی حدیثہ وقد

ابن کثیر جلد۳ صفحہ ۲۶۵ میں ہے۔
اور شیعوں میں سے ثعلبہ بن یزید کوفی ہے سچا شیعہ ہے جیساکہ تقریب
صفحہ ۶۲ میں ہے۔
اور شیعوں میں سے جابر بن یزید ہے جس کو رافضی ضعیف کے
نام سے ابن حجر نے تقریب صفحہ ۶۴ میں لکھا ہے اور وہ اُستاد
ابی داؤد و ترمذی کا ہے۔ خلاصۃ التہذیب میں ثوری وغیرہ
سے اس کا ثقہ ہونا منقول ہے اور اس سے شعبہ اور ہر دو سفیان
نے روایت کی ہے اور یہ بڑے علماء شیعہ سے ہے۔
صحیح مسلم کی جلد اوّل ص۱۵ میں ہے اپنے اسناد سے ذکر کیا کہ مینے
جریر سے سُنا وہ کہتا تھا جو میں جابر بن یزید جعفی سے ملا پس مینے
اوس سے کچھ نہیں لکھا کیونکہ وہ مسئلہ رجعت کا قائل تھا۔ پھر کہا
کہ مینے سُنا جابر بن یزید[1] جعفی سے وہ کہتا تھا کہ ہمارے پاس
ستّر ہزار حدیث امام جعفر صادق ؑ سے ہیں جو سب نبی صلعم سے مروی ہیں
اور نیل الاوطار جلد۲ صفحہ ۲۷۵ میں ہے۔ اس اسناد میں جابر جعفی
ہے تحقیق جمہور نے اسے ضعیف سمجھا ہے مگر ثوری اسکو ثقہ کہتا ہے
نیز شیعوں سے محمد بن اسحٰق باشندہ عراق امام علم مغازی کا سچا
آدمی منسوب بہ شیعہ ہے جیساکہ تقریب صفحہ ۳۱۳ میں ہے اور حاشیہ
اسکے میں ہے کہ وہ ایک بڑے امام علامہ ہیں خصوصاً مغازی اور
تاریخ میں اور ابن شہاب نے کہا کہ مدینہ میں بہت علم تھا
جبکہ اس میں محمد بن اسحٰق رہتے تھے اور امام احمد کہتے ہیں کہ اسکی
حدیث خوب ہے اور امام الائمہ نے کہا کہ مینے دیکھا علی بن المدینی
کو کہ وہ اسکے ساتھ حجّت پکڑتے تھے اور سردار حنفیہ ابن ہمام
نے بہت جگہ فتح القدیر میں کہا ہے کہ وہ امیر المؤمنین ہے حدیث
میں ثقہ ہے ثقہ ہے ثقہ ہے اور امام ترمذی نے اس کی حدیث
کو حسن کہا اور صحاح والوں نے بھی اس سے حجت پکڑی ہے
پس کافی ہے تیرے لئے ان کی گواہی ۱۲ انتہیٰ من الخلاصہ۔

[1] معلوم ہوا کہ جابر بن یزید جعفی کو بعض اہل سنت ضعیف اور بعض ثقہ کہتے ہیں اور ستر ہزار حدیث جناب صادق ؑ سے جو مرفوع نبی صلعم سے اسی کے پاس تھی اہل جماعت نے محض اسوجہ سے وہ احادیث اخذ نہ کیں کہ مسئلہ رجعت میں اس نے کیوں اہلبیت ؑ کی متابعت کی ہے اہل انصاف غور فرماویں کہ کہاں تک ان کا دعوے محبت اہل بیت اور اتباع مذہب آل رسول کا صحیح ہے ۱۲ مترجم۔
[2] ومنہم ابن عباس رض تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۶۵ میں ہے۔ وابن عباس بالاجماع از شیعہ اولٰے واز محبان وناصران امیر المؤمنین است۔ الخ ۱۲ مترجم۔

ومنهم جعفر بن زياد الاحمر الكوفی صدوق يتشيع كذا فی التقريب صفحہ ٦٨۔

وقال ابو محمد الفنجابی علی التقريب هو استاذ ابی داؤد والترمذی والنسائی قال ابو داود ثقة شيعی وقال ابو زرعة صدوق وقال النسائی ليس به بأس كذا فی الخلاصة وغيره انتهی

ومنهم فی التقريب صفحہ ٥٧۔ الحسين بن الحسن الاشقر الفزاری الكوفی صدوق يغلو فی التشيع من العاشرة مات سنة ثمان ومائتين

ومنهم سالم بن ابی حفصة فی الصواعق المحرقة صفحہ ٣١ واخرج الدارقطنی عن سالم بن ابی حفصة وهو شيعی لكنه ثقة۔

ومنهم وفی حيوة الحيوان جلد ١ صفحہ ١٢١ و ١٦٤ قال ابن خلكان كان يحيی بن يعمر تابعيا عالما بالقرآن والنحو وكان شيعيا من الشيعة الاولی ويتشيع تشيعا حسنا يقول بتفضيل اهل البيت۔

ومنهم الامام النسائی لما الف الخصائص فی مناقب المرتضیٰ وقرأه علی اهل الدمشق علی المنبر نشيعوه وضربوه ضربا شديدا علی خصيتيه فامر غلمانه بالارتحال الی مكة فمات ثمه ودفن بين الصفا والمروة كذا ذكر فی بستان المحدثين صفحہ ١١١ وغيره وههنا قصة وستاتی وسياتی توثيقه۔

(وفی تاریخ ابن خلکان ج ١ ص ٢١ طبع مصر قال وکان یتشیع ١٢ مترجم)

نیز شیعوں میں سے جعفر بن زیاد احمر کوفی ہے سچا آدمی ہے تشیع بھی رکھتا تھا۔ اسی طرح ہے تقریب صفحہ ٦٨ میں۔

اور کہا ابو محمد پنجابی نے حاشیہ تقریب میں کہ وہ استاد ابی داؤد اور ترمذی و نسائی کا ہے۔ ابو داؤد نے کہا ہے کہ ثقہ شیعہ ہے اور ابو زرعہ نے کہا کہ سچا ہے۔ اور نسائی نے کہا کوئی مضائقہ اس کی حدیث سے نہیں ہے اسی طرح خلاصہ وغیرہ میں ہے۔

اور نیز شیعوں میں سے حسین بن حسن اشقر ہے وہ فزاری کوفی سچا آدمی ہے مگر شیعہ غالی ہے دسویں درجہ کا ٢٠٨ھ میں فوت ہوا۔ تقریب صفحہ ٥٧۔

نیز ان شیعوں میں سے سالم بن ابی حفصہ ہے۔ صواعق محرقہ صفحہ ٣١ میں ہے کہ دارقطنی نے سالم بن ابی حفصہ سے روایت کی ہے اور وہ شیعہ ہے مگر ہے ثقہ۔

اور نیز شیعوں میں سے یحیٰے بن یعمر ہے چنانچہ کتاب حیوۃ الحیوان مؤلفہ علامہ دمیری جلد ١ صفحہ ١٢١ و ١٦٤ میں ہے ابن خلکان نے کہا کہ یحیٰے بن یعمر تابعی عالم بالقرآن اور عالم نحو تھا اور شیعہ تھا لیکن پہلے زمانہ کے اچھے شیعوں سے تھا خوب تشیع رکھتا تھا کہ اہل بیت کو سب سے افضل جانتا تھا۔

اور نیز ان منسوبین بہ تشیع سے امام نسائی ہیں جبکہ انہوں نے خصائص مناقب مرتضیٰ ع میں تالیف کی اور دمشق کے لوگوں کو ممبر پر سنائی تو ان کو لوگوں نے شیعہ کی نسبت[1] دی اور بہت مارا کچھ ضرب خصیتین پر لگائی۔ پس امام مذکور نے اپنے ساتھیوں ملازموں کو امر کیا کہ مجھے مکہ کی طرف لیچلو وہ لے گئے اور مکہ میں اسی صدمہ سے فوت ہوئے۔ اور صفا و مروہ کے درمیان مدفون ہوئے اسی طرح لکھا ہے بستان المحدثین صفحہ ١١١۔ اور نیز دوسری بہت سی کتب میں اور اس کی توثیق آگے بھی بیان ہوگی اور ایک قصہ اسکے متعلق ذکر معاویہ میں بھی آویگا۔

[1] غور کا مقام ہے کہ سچے فضائل علی ع کے بیان کرنے میں نوبت زدوکوب بلکہ قتل کی آجاتی تھی تو کس قدر سخت انتظام اس امر کا چلا آیا ہے کہ مخالفین آل رسول ص کے فضائل بناکر سنائے جائیں اور اہل بیت ع کے شان سے سکوت رہے تاکہ مخالفین کی وقعت لوگوں کے دلوں میں بڑھے اور اہل بیت ع کی قدر نسبتاً کم سمجھی جائے۔ اسی وجہ سے صدیوں کا مضبوط انتظام اس قدر پشت بہ پشت اثر کر گیا ہے کہ آج ناحق حق کی صورت میں جلوہ نما ہوا ہے اور اصل حق ذرا غور طلب ہے ١٢ مترجم

وغیرهم وقد عد صاحب مجمع البحرین فی ادلة الفریقین نحو خمسین رجلاً رمی بالتشیع وروی عنهم فی الصحاح الست وهذا هو القلیل انموذج الکثیر والغرفة تنبئ عن البحر الکثیر والسلام ؎

فقد ظهر مما ذکرنا ان اسم الشیعة قد اطلق فی القرون الاولیٰ علیٰ من احب عترة النبیؐ و علےٰ متبعیهم ولو کره الکارهون واتهم المتعصبون وتنفر عن الثقلین المتنفرون کما بینا من الصحیح المسلم عن روایة جابر بن یزید الجعفی انه وان کان یعلم الاحادیث الصحیحة بسلسلة الذهب عن الجعفر الصادقؑ عن رسول اللهؐ نحو سبعین الف حدیث لکن لم یروعنه مسلم ولا استاذه بسبب انه یعتقد الرجعة تبعاً لاهل البیتؑ وکذالک کانوا لا یاخذون الروایة عمن انتسب الیهم۔ والحق ان المراد من اهل الجماعة والسواد الاعظم هم الذین اتبعوا الثقلین و ان قلّوا ونستدل علیٰ ما قلنا بما روی فی کنز العمال جلد۸ صفحہ ۲۱۵ عن یحییٰ بن عبدالله بن الحسن عن ابیه قال کان علیؑ یخطب فقام الیه رجل فقال یا امیر المؤمنین اخبرنی من اهل الجماعة ومن اهل الفرقة ومن اهل السنة ومن اهل البدعة فقال ویحك اما اذا سألتنی فافهم عنی ولا علیك ان لا تسئل عنها احداً بعدی

فاما اهل الجماعة فانا و

من اتبعنی وان قلّوا

اور اسکے سوا اور لوگ بھی ایسے گذرے ہیں جو ممدوح جماعت شیعہ کے ہیں اور محدثین سُنیوں نے ان سے روایات اخذ کی ہیں مؤلف مجمع البحرین فی ادلۃ الفریقین نے قریبًا پچاس آدمی رواۃ صحاح ستہ کا شیعہ ہونا لکھا ہے۔ یہ ہمنے جو لکھا ہے تھوڑا نمونہ ہے بہت ہیں سے اور ایک چُلو پانی سے دریائے زخار کا حال معلوم ہوجاتا ہے ؎

پس ظاہر ہوگیا ہمارے مذکورہ بیان سے کہ قدیم زمانہ سے شیعہ کا نام محبین عترۃ نبیؐ اور ان کے تابعداروں پر بولنا مستعمل چلاآیا ہے اگرچہ اسکو بعض لوگ مکروہ سمجھیں یا متعصب لوگ اس نام کو عیب یا تہمت تصور کریں یا ثقلین سے متنفر نفرت کریں۔ تنفر کی مثال یہ ہے جیسا کہ ہمنے صحیح مسلم سے روایت جابر بن یزید جعفی کا ذکر کیا ہے کہ وہ ستر ہزار حدیث امام جعفر صادقؑ کی مرفوع رسول اللہؐ سے جانتا تھا مگر بہ سبب اعتقاد رجعت بہ متابعت اہل بیت کے اوس سے حدیث کو روایت نہ مسلم نے اور نہ اس کی استاد نے کیا اسی طرح احتیاط کرتے تھے کہ جو راوی منسوب بطرف اہلبیتؑ ہو اوس سے حدیث لیجائے ؎

حق یہ ہے کہ مراد اہل جماعت اور سواد اعظم سے جس کی تاکید مشہور ہے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ثقلین کی متابعت کی ہو خواہ وہ تھوڑے افراد ہی کیوں نہ ہوں اور اسپر ہم دلیل پکڑتے ہیں یعنی سواد اعظم کے قلیل ہونے پر ساتھ اس حدیث کے جو کنز العمال جلد۸ صفحہ ۲۱۵ میں یحیٰے بن عبداللہ بن حسن سے ہے جو اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ جناب علیؑ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا یا امیر المؤمنین مجھے خبر دو اہل جماعت اور اہل فرقت سے اور اہل سنت سے اور اہل بدعت سے۔ پس فرمایا حضرت علیؑ نے کہ افسوس تیرے لئے اگر پوچھا ہے تو مجھ سے خوب سمجھو تاکہ پھر تیرے لئے میرے بعد کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہو پس اہل جماعت تو میں اور میرے تابعدار ہیں اگرچہ تھوڑے ہوں شمار میں

ملہ شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر صفحہ۲ میں بعد ذکر حدیث تفرق امت محمدؐ کے تہتر ملة پر ہونے کے لکھا ہے وفی روایة علیکم بالسواد الاعظم وعن سفیان رض لوان فقیها واحداً علےٰ رأس جبل لکان هو الجماعة ومعناه انه حیث قام بما قام به الجماعة فکانه جماعة ومنه قوله تعالیٰ ان ابراهیم کان امة ای وحده وقد قیل ولیس علے الله

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ۲۰ ملاحظہ ہو)

وذلك الحق عن امر الله و عن امر رسوله فاما اهل الفرقة فالمخالفون لی ولمن اتبعنی و ان كثروا واما اهل السنة المتمسكون بما سنه الله لهم ورسوله وان قلوا واما اهل البدعة فالمخالفون لامر الله ولكتابه ولرسوله العاملون برايهم واهوائهم وان كثروا وقد مضى منهم الفوج الاول وبقيت افواج وعلى الله قصمها واستيصالها عن جدبة الارض الحديث رواه وكيع؛

وفيه جلد ا صفحه ۹۶ وفی روایة سليم بن قيس العامری قال العامری قال علیؑ السنة والله سنة محمد وآله والبدعة ما فارقها والجماعة والله مجامعة اهل الحق وان قلوا والفرقة مجامعة اهل الباطل وان كثروا رواه العسكری؛

وفی الصواعق المحرقة صفحه ۸۶ ومن ثم لما ذهبت عنهم الخلافة الظاهرة لكونها صارت ملكا ولذالم تتم للحسن عوضوا عنها بالخلافة الباطنة حتى ذهب قوم الى ان قطب الاولياء فی كل زمن لا يكون الا منهم؛

وهكذا فی الشرف المؤبد لآل محمد للشيخ يوسف بن اسماعيل النبهانی طبع مصر ص۶۲ ناقلاً عن العلامة الصبان فی اسعاف الراغبين؛

وفی الشرف المؤبد ورأيت فی شرح المناوی الكبير على الجامع الصغير مانصه قال الحرابی سلسلة اهل الطريق تنتهی من كل وجه من جهة المشائخ والمريدين الى اهل البيت (ثم قال) فرجع الكل الى علیؑ

اور یہی حق ہے اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کے امر سے۔ اور پس اہل فرقت مخالفین ہمارے اور ہمارے متبعین کے ہیں اگرچہ تعداد میں بہت ہوں۔ اور پس اہل سنت وہ ہیں جو محکم پکڑیں سنت اللہ وسنت رسولؐ کو اگرچہ قلیل آدمی ہوں اور اہل بدعت وہ ہیں جو مخالف امر اللہ ورسول کے اپنے فکر وقیاس پر اپنی خواہش کے مطابق عمل کریں اگرچہ وہ بہت افراد ہی کیوں نہ ہوں اور ایسے لوگوں سے ایک فوج گذر چکی ہے اور کئی فوجیں باقی ہیں اور اللہ تعالےٰ کے ذمہ ہے ان فوجوں کا توڑنا اور ان کی بنیاد پشت زمین سے مٹانی اسکو وکیع نے روایت کیا ہے؛

اور اسی کنز العمال جلد ا صفحہ ۹۶ میں ہے بروایت سلیم بن قیس عامری کے فرمایا علیؑ نے قسم بخدا سنت سے مراد سنت محمدؐ وآل محمدؐ ہے اور مراد بدعت سے اس کی مخالفت ومفارقت ہے اور قسم بخدا جماعت سے مراد اہل حق کے ساتھ ہونا ہے اگرچہ تھوڑے ہوں اور تفرقہ سے مراد اہل جھوٹ کے ساتھ ہونا ہے اگرچہ وہ بہت ہی ہوں۔ اس حدیث کو عسکری نے روایت کیا؛

اور صواعق محرقہ صفحہ ۸۶ میں ہے اور اسی وجہ سے جب خلافت ظاہریہ اہل بیتؑ سے جاتی رہی کیونکہ وہ صرف بادشاہی کا نمونہ تھا جو غیر کے ہاتھ میں رہا تو اسکے عوض میں خلافت باطنہ اہل بیتؑ کے پاس چلی آئی ہے تا اینکہ ایک حصہ امت کا قائل ہے کہ قطب الاولیاء ہر زمانہ میں صرف انہی سے ہوتا ہے؛

اور اسی طرح شرف المؤبد لآل محمدؐ مولفہ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی مطبوعہ مصر صفحہ ۶۲ میں اسعاف الراغبین مؤلفہ علامہ صبان سے منقول ہے؛

اور اسی الشرف المؤبد میں ہے کہ میںنے شرح مناوی الکبیر میں جو جامع صغیر پر لکھی ہے دیکھا ہے اس میں منصوص ہے جو حرابی نے کہا کہ سلسلہ اہل تصوف سبکا منتہی مشائخ ومریدوں سے اہلبیتؑ پر ہوتا ہے۔ پھر کہا سب کا رجوع حضرت علیؑ کی طرف ہے اور

(بقیہ حاشیہ ص۱۹) بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد یعنی سواد اعظم اور جماعت سے خواہ ایک فرد ہو اہل حق مقصود ہے چنانچہ سفیان سے مروی ہے کہ ایک فقیہ جو حق پر ہو اور اکیلا ایک پہاڑ کے سر پر رہتا ہو تو وہی جماعت ہے کیونکہ قائم مقام جماعت کے حق پر وہی ہے جیسا کہ اکیلے ابراہیمؑ کو قرآن میں امت بولا گیا ہے اور جیسا کہ شعر مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کچھ بعید نہیں کہ عالم تمام کو ایک شخص میں جمع کر دیوے۔ مترجم ۱۲

اولٰئك حزب الله انتهیٰ۔

وفی الصواعق ص۹۲ وشیعۃ ای شیعۃ علی هم اهل السنۃ و بعد ذکر اوصاف شیعۃ علیٍ من المطالب العالیۃ قال ابن حجر تعلم ان هذا لا توجد الا فی اکابر العارفین الائمۃ الوارثین فهؤلاء شیعۃ علیؑ واهلبیته الخ۔

وفی کنز العمال جلد۶ صفحه ۲۳۵ لا تزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاهرین لا یضرهم من خالفهم حتی یاتی امر الله رواه احمد فی مسنده ومسلم وابو داؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ثوبان وابن جریر عن معاویۃ والطبرانی وعبد بن حمید عن زید بن ارقم واحمد والطبرانی وسعید بن منصور عن ابی امامۃ والطبرانی والحاکم عن عمر والطبرانی عن جابر بن سمرۃ وفی روایۃ البخاری لا یزال ناس من امتی الحدیث رواه المغیرۃ بن شعبۃ

وفی المیزان الکبریٰ للشعرانی جلد۱ ص۱۵ وکان سفیانؒ الثوری یقول المراد بالسواد الاعظم هم من کان من اهل السنۃ والجماعۃ ولو واحدًا فاعلم ذلك انتهیٰ۔

وفی النصائح الکافیۃ ص۱۸۲ قال ابن القیم فی اغاثۃ اللهفان قال ابو محمد المعروف بابی شامۃ فی کتاب الحوادث والبدع حیث جاء الامر بلزوم الجماعۃ فالمراد به لزوم الحق واتباعه وان کان المتمسك به قلیلا والمخالف له کثیرا لان الحق هو الذی کانت علیه الجماعۃ الاولیٰ من عهد النبیؐ واصحابه ولا نظر الی کثرۃ اهل الباطل بعدهم انتهیٰ۔

وفیه عنه ص۱۸۳ قال ابن مسعود الجماعۃ ما وافق الحق وان کنت وحدك الخ

وہی گروہ اللہ تعالےٰ کا ہے۔ ختم ہوئی عبارت اسکی۔

اور صواعق محرقہ صفحہ ۹۲ میں ہے کہ شیعہ علیؑ وہ اہل سنت ہی ہیں اور بعد ذکر اوصاف شیعان علیؑ کے کتاب مطالب عالیہ سے ابن حجر نے کہا ہے کہ تو جانتا ہے کہ یہ اوصاف بڑے عارفین ائمہ وارثین علوم کے سوا کسی میں نہیں پائے جاتے پس شیعان علی و اہلبیت کے یہی لوگ ہیں۔

اور کنز العمال جلد۶ صفحہ ۲۳۵ میں ہے کہ ہمیشہ میری امت سے ایک فرقہ حق پر ظاہرًا غالب رہیگا۔ اسکو مخالف ضرر نہیں پہنچاویگا تا اینکہ وقت معین آوے۔ اس حدیث کو امام احمد نے اپنے مسند میں اور مسلم و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے ثوبان سے و ابن جریر نے معاویہ سے طبرانی و عبد بن حمید نے زید بن ارقم سے اور احمد و طبرانی و سعید بن منصور نے ابی امامہ سے اور طبرانی و حاکم نے عمر سے اور طبرانی نے جابر بن سمرہ سے روایت کیا۔ اور روایت بخاری میں ہے ہمیشہ کچھ لوگ میری امت میں سے حق پر ہوں گے اسکو مغیرہ بن شعبہ نے روایت کیا۔

اور میزان کبرےٰ مؤلفہ علامہ شعرانی جلد ۱ صفحہ ۱۵ میں ہے کہ سفیان ثوری کہتے تھے مراد سواد اعظم سے وہ لوگ ہیں جو سنت پر جماعت حق کے ساتھ ہوں خواہ ایک ہی ہو خوب سمجھ لو اسکو انتہیٰ

اور نصائح کافیہ صفحہ ۱۸۲ میں ہے کہ ابن قیم نے اغاثۃ اللہفان میں کہا ہے ابو محمد معروف بہ ابو شامہ نے کتاب حوادث والبدع میں کہا ہے جسجگہ امر لزوم بہ جماعت کا آیا ہو وہاں مراد لزوم حق اور تابعداران حق سے ہے اگرچہ حق کو پکڑنے والے تھوڑے لوگ ہوں اور مخالفین بہت ہوں کیونکہ حق وہی ہے جس پر پہلی جماعت زمانہ نبیؐ اور صحابہ کے زمانہ کی تھی اسکے بعد کی کثرت اہل باطل پر نظر نہیں کی جائے گی۔ انتہیٰ۔

اور نصائح صفحہ ۱۸۳ میں ابن قیم سے لکھا ہے کہ ابن مسعود نے کہا جماعت وہ ہے جو حق کے موافق ہو خواہ تم ایک ہی ہو[1] الخ

[1] کتاب شیعہ معانی الاخبار ابن بابویہ مطبوعہ ایران باب ۱۰۴ میں امام صادق سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ سے جماعت لازم التمسک کا سوال کیا گیا تو فرمایا جماعت میری امت کے اہل حق ہیں اگرچہ کم تعداد میں ہوں اور دوسرے اسناد سے ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ جماعت امت سے مراد وہ ہیں جو حق پر ہوں اگرچہ دس آدمی ہوں اسی طرح حضرت علیؑ سے باسناد معانی الاخبار باب مذکور ہیں

(بقیہ حاشیہ ص۲۲ پر ملاحظہ ہو)

وفي اليواقيت والجواهر في بيان عقائد الاكابر للامام
الشعراني جلد ۱ ص۳ وكان سفيان الثوري يقول اهل السنت
والجماعة هم من كان على الحق ولو واحدًا وكذلك كان يقول
اذا سئل عن السواد الاعظم من هم وكذلك
يقول الامام البيهقي - انتهى -

في النصائح الكافية ص۱۸۳ قال ابن القيم سئل بعض اهل العلم
عن السواد الاعظم الذين جاء فيهم الحديث اذا
اختلف الناس فعليكم بالسواد الاعظم فقال محمد بن
اسلم الطوسي والله فان العصر اذا كان فيه عارف
بالسنة داع اليها فهو الحجة هو السواد الاعظم
وهو الاجماع وهو سبيل المؤمنين الخ

وفي الانصاف في بيان سبب الاختلاف لولي الله
الدهلوي ص۹۵ فان لله طائفة من عباده لا يضرهم
من خذلهم وهم حجة الله في ارضه وان قلوا
انتهى

وفي كنز العمال جلد ۱ ص۵۴ انكم تكونون على
ثنتين وسبعين فرقة كلها ضالة الا الاسلام و
جماعتهم رواه الحاكم عن كثير بن عبد الله -

وفي فتح الباري شرح الصحيح البخاري جلد ۴ ص۱۰
عن عروة قال انه كان يتلو قوله تعالى انك ميت
وانهم ميتون والناس لا يلتفتون اليه وكان
اكثر الصحابة على خلاف ذلك فيوخذ منه ان
الاقل عددًا في الاجتهاد قد يصيب ويخطئ
الاكثر فلا يتعين الترجيح بالاكثر ولا سيما
ان ظهر ان بعضهم قلد بعضًا - انتهى -

وفي كنز العمال جلد ۶ ص۱۵۷ تكون بين الناس فرقة
واختلاف فيكون هذا واصحابه على الحق

اور کتاب یواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر مؤلفہ علامہ شعرانی
جلد ۱ صفحہ ۳ میں ہے کہ سفیان ثوری کہتے تھے اہل سنت وجماعت
وہ ہیں جو حق پر ہوں اگرچہ ایک ہی بشر ہو اور اسی طرح جب اُن سے
سواد اعظم کا سوال کیا جاتا کہ کون ہیں تو یہی جواب دیتا تھا۔ اور
بعینہٖ اسی طرح امام بیہقی بھی کہتا تھا۔ انتہٰی۔

نصائح کافیہ صفحہ ۱۸۳ میں بھی یہی مضمون بالا درج ہے۔ اسطرح
کہ بعض اہل علم سے سواد اعظم کا سوال ہوا جو حدیث میں ہے کہ بوقت
اختلاف کے سواد اعظم کے ساتھ ہو جاؤ تو محمد بن اسلم طوسی نے
جواب دیا کہ سواد اعظم اور اجماع اور سبیل المؤمنین ایک ہی ہے
خدا کی قسم جبکہ زمانہ میں ایک عارف بالسنۃ داعی الی الحق موجود
ہو تو وہی حجۃ خدا ہے۔ اور وہی سواد اعظم واجماع وسبیل المؤمنین ہے۔

اور کتاب الانصاف فی بیان سبب الاختلاف مؤلفہ شاہ ولی اللہ دہلوی
صفحہ ۹۵ میں ہے کہ اللہ تعالےٰ کے خاص بندوں کا ایک فرقہ
ہمیشہ زمین خدا میں حجت الٰہی چلا آتا ہے جن کو کوئی ضرر نہیں پہنچا
سکتا کہ مٹ جاویں اگرچہ وہ گروہ تھوڑا ہی ہو۔ انتہٰی۔

اور کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۵۴ میں حدیث ہے کہ تم تہتر فرقے ہو جاؤ گے
سب گمراہ ہونگے مگر اسلام اور اس کی جماعت حق ناجی ہوگی
اس حدیث کو حاکم نے کثیر بن عبد اللہ سے روایت کیا۔

اور فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۰ میں ہے کہ عروہ
پڑھتا تھا آیت اِنَّکَ مَیِّتٌ الآیہ یعنی تو بھی فوت ہونے والا ہی
اور وہ سب بھی مرنے والے ہیں لیکن لوگ اس کی طرف خیال
نہ کرتے تھے اور اکثر صحابہ اسکے برخلاف تھے پس اس سے ثابت
ہوتا ہے کہ تعداد میں تھوڑے مجتہدین کبھی صواب رائے پر ہوتے
ہیں اور اکثر خطا کر جاتے ہیں پس اکثر ہونے سے ترجیح ضروری
نہیں ہوتی۔ خصوصًا جب یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ ایک دوسرے
کے مقلد ہو کر کثیر ہو گئے ہیں۔ انتہٰی۔

اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷ میں ہے کہ لوگوں میں فرقہ بندی اور
اختلاف پیدا ہو جائیگا۔ پس یہ اور اسکے اصحاب حق پر ہوں گے۔

(بقیہ حاشیہ ص۲۱) مروی ہے کہ فرمایا علیؑ نے جماعت سے اہل حق مراد ہیں اگرچہ کم تعداد کے ہوں اور فرقہ سے مراد اہل باطل
ہیں اگرچہ باطل ہوں۔ ۱۲ مترجم

یعنی علیا رواہ الطبرانی عن کعب بن عجرۃ
الحق مع ذا الحق مع ذا یعنی علیا رواہ ابو یعلی
وسعید بن ابی منصور عن ابی سعید۔
انتھیٰ ؎

وفی التفسیر الکبیر قال ؑ اللھم ادر الحق مع
علی حیث دار۔ انتھیٰ جلد ۱ ص ۱۶۰

وفی القرآن الکریم۔
بل اکثرھم لا یؤمنون ۔ واکثرھم الفاسقون ۔
۔ وان اکثرکم فاسقون ۔ واکثرھم لا یعقلون ۔
ولکن اکثر الناس لا یعلمون ۔ ولکن اکثر الناس
لا یؤمنون ۔ وان تطع اکثر من فی الارض
یضلوک ۔ وما اکثر الناس ولو حرصت
بمؤمنین ۔ ولقد ضل قبلھم اکثر الاولین ۔
بل اکثرھم لا یعلمون۔ وما کان اکثرھم
مؤمنین۔ کان اکثرھم مشرکین۔ ولا تجد
اکثرھم شاکرین۔ وقلیل من عبادی الشکور
وان وجدنا اکثرھم لفاسقین۔ ولکن اکثرھم
للحق کارھون۔ لاحتنکن ذریتہ الا قلیلا۔
کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن
اللہ۔
وقلیل ما ھم۔ سورہ ص پ ۲۳
قال رجل مؤمن من آل فرعون یکتم ایمانہ
وما آمن معہ الا قلیل۔
وما وجدنا لاکثرھم من عھد۔
وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون

وکثیر منھم ساء ما یعملون۔
وکثیر حق علیہ العذاب۔
وکثیر منھم فاسقون۔
ضلوا واضلوا کثیرا۔

یعنی علی ؑ اور متبع ان کے حق پر ہوں گے اس کو روایت کیا طبرانی نے کعب بن عجرہ سے اور فرمایا حق اسکے ساتھ ہے حق اسکے ساتھ ہے یعنے علی کے ساتھ اس حدیث کو ابو یعلی اور سعید بن منصور نے ابی سعید سے روایت کیا۔ انتہی ؎

اور تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۱۶۰ میں ہے کہ فرمایا رسول ص نے خدایا حق کو اسی طرف پھیر جس طرف علی پھرے ؎

اور قرآن کریم میں بہت جگہ قلت وکثرت کا ذکر ہے جیسا کہ فرمایا۔
بلکہ اکثر ان کے ایمان نہیں لاتے۔ اور اکثر ان سے فاسق ہیں۔
اور اکثر تمہارے فاسق ہیں۔ اور اکثر ان کے عقل نہیں رکھتے یعنی نہیں سمجھتے۔ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اور اکثر لوگ مؤمن نہیں ہوتے۔ اور اگر تو اکثر زمین کے باشندوں کی فرمانبرداری کرے تو تجھے گمراہ کر دیں گے۔ اور اگرچہ تو حرص کرے مگر اکثر لوگ مؤمن نہیں بنتے۔ اور تحقیق ان سے پہلے بھی اکثر گمراہ رہے تھے
اور بلکہ اکثر نہیں جانتے۔ اور اکثر ان سے ایمان لانے والے نہیں ہیں
اور اکثر ان کے مشرکین ہیں۔ اور اکثر کو تو شکر کرنیوالا نہ پائے گا
اور میرے بندوں سے شکر کرنے والے تھوڑے ہیں اور ہم نے بہت کو فاسق پایا۔ اور لیکن اکثر ان کے حق کو ناپسند کرتے ہیں۔
(اور شیطان سے حکایتہً فرمایا) ہیں اولاد آدم کا ستیاناس کر دونگا مگر تھوڑے آدمی میری شر سے بچ جائینگے ؎
اور تھوڑے گروہ غالب آجاتے ہیں بہت گروہ پر بحکم خدا ؎
اور ایمان دار نیک عمل کرنے والے تھوڑے ہی ہوتے ہیں ؎
اور ایک مؤمن آل فرعون سے تھا جو ایمان کو چھپا رکھتا تھا جس نے کہا
اور ایمان نوح ؑ کے ساتھ نہ لائے مگر تھوڑے آدمی ؎
اور اکثر کو ہم نے وفادار وعدہ کا نہ پایا ؎
اور اکثر خدا کے ساتھ ایمان نہیں لاتے مگر مشرک ہی رہتے ہیں۔
یعنی مخلص مؤمن نہیں ہوتے بلکہ شرک کو مخلوط رکھتے ہیں ؎
اور بہت لوگ ان میں سے برے عمل کرتے ہیں ؎
اور بہت وہ ہیں جن پر عذاب محقق ہو چکا ہے ؎
اور بہت ان میں سے فاسق ہیں ؎
اور خود گمراہ ہوئے اور بہت کو گمراہ کیا ؎

وان کثیرا من الناس عن آیاتنا لغافلون۔
وان کثیرا من الناس لفاسقون۔
وتری کثیرا منهم یتولون الذین کفروا۔
قل لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث۔
قلیلا ما تذکرون۔
قلیلا ما تشکرون۔
ثم تولیتم الا قلیلا۔
لاتبعتم الشیطن الا قلیلا۔
فما وجدنا فیها غیر بیت من المسلمین۔

فی هذہ الآیات کلها مذمۃ للکثر فلا تغتر بہ وانظر فی کل مغازی النبیؐ الی فوجہ علیہ السلام وافواج الکفار ایهم اکثر عددا ثم ارجع البصر کرتین الی محاربۃ سید الشهداء القتیل بکربلاءؑ وافواج الاشقیاء لعنهم اللہ ینقلب الیک البصر خاسئا وهو حسیر۔

الحمد للہ سبحانہ۔ قد ظهر الحق واندفع الشک ان اهل السنۃ واهل الجماعۃ و الفرقۃ الناجیۃ واهل الحق والسواد الاعظم وشیعۃ علیؑ الذین بشرهم النبیؐ بالجنۃ هم نحن الشیعۃ الامامیۃ الاثناعشریۃ ونحن الذین نتمسک بالثقلین ولوکنا قلیلا عددا ونزداد انشاء اللہ تعالیٰ یوما فیوما کما یؤیدہ قولہ تعالیٰ یدخلون فی دین اللہ افواجا کما یشهد علیہ عدد سلطان زماننا بعد عدۃ سنین مرشاء

اور تحقیق بہت لوگوں میں سے وہ ہیں جو ہماری آیات سے غافل ہیں۔
اور تحقیق بہت لوگوں میں سے ضرور فاسق ہیں۔
اور بہت کو ان میں سے تو ایسا دیکھیگا جو کفار کے دوستدار ہیں
اور کہدے اے رسول کہ پلید اور پاک برابر نہیں ہوتے اگرچہ پلید کا بہت ہونا تجھے تعجب میں ڈالدے۔
اور تھوڑے لوگ ہو جو تم نصیحت پکڑتے ہو۔
اور تھوڑے افراد ہو جو تم شکر کرتے ہو۔
اور تم سب پھر گئے مگر تھوڑے بچ رہے۔
اور تم شیطان کی متابعت کرتے مگر تھوڑے باز رہتے۔
اور پس ہمنے نہ پایا اس شہر سارے میں مگر مسلمانوں کا صرف ایک گھر

ان سب آیات میں اکثر کی مذمت ہے اور قلیل کی مدح ہے پس عدد اکثر سے تکو غرہ نہ ہونا چاہئے اور دیکھ تو غزوات النبیؐ میں کہ فوج نبیؐ کی قلیل اور افواج کفار کی اکثر ہوتی تھیں پھر دیکھ اور نظر کر جنگ سید الشہداءؑ مقتول کربلا کی طرف کہ فوج بدبخت لوگوں کی کتنی تھی اور امامؑ کی کتنی تو تیری نظر واپس لوٹیگی تیری طرف ناامید اور حسرتناک کثرت کے مفید ہونے سے۔

شکر ہے خدائے پاک کا کہ بتحقیق ظاہر ہوگیا حق اور دفع ہوگیا شک اس بات کا کہ تحقیق اہل السنۃ واہل الجماعۃ اور فرقہ ناجیہ اور اہل حق اور سواد اعظم اور شیعہ علیؑ جنکو بشارت بہشت کی دیگئی ہے نبیؐ کی جانب سے۔ وہ ہم شیعہ امامیہ اثنا عشریہ ہیں اور ہم ہی محکم پکڑتے ہیں حکم ثقلین کو اگرچہ عدد میں[1] تھوڑے ہی کیوں ہوں اور خدا تعالیٰ نے چاہا تو ہم روز بروز ترقی کر رہے ہیں جیسا کہ مؤید اس کا ہے فرمان الٰہی کہ لوگ گروہ گروہ دین اللہ میں داخل ہوتے چلے آوینگے اور جیسا کہ ہمارے بادشاہ وقت کی مردم شماری سالہا سال کی اس ترقی پر شہادت دیتی ہے جو چاہے مردم شماری

[1] مطلق اشیاء سے جس جنس کو دیکھا جاوے اُس سے اچھی چیز بہ نسبت ردّی کے بہت کم ملتی ہے اور ردی یا معمولی بہ کثرت ملتی ہے علیٰ ہذا القیاس موجودہ زمان میں دیکھئے اگر کثرت بنی آدم بہ لحاظ کفر و اسلام کو غور کیا جاوے تو تعداد میں دنیا بھر میں مسلمان کم ہیں شمار میں اور اگر مسلمانوں کے اندرونی فرقوں میں دیکھا جائے اور ومایؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون کو معیار رکھا جائے تو خالص مومنین تھوڑے ہیں اور بہت ظاہری مسلمان برائے نام ایماندار کہلانے والے ہیں پس قلیل فرقہ مخلصین مومنین کا شیعہ ہی نظر آئیگا جو متبع ثقلین اور اہل حق بمصداق دلائل بیان کردہ فن کے ہے ۱۲ مترجم۔

فلینظر کتبھم فی ھذا الباب ودعوی المخالفین بانھم اھل السنۃ اختراع لانھم اھل السَنۃ بفتح السین لا بضمہا کما زعموا لما قال السیوطی فی تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۲ خرج معاویۃ علی علیؑ کما تقدم وتسمی بالخلافۃ ثم خرج علی الحسن فنزل لہ الحسن عن الخلافۃ فاستقر فیھا من ربیع الاخر او جمادی الاولی سنۃ احدی واربعین فسمی ھذا العام عام الجماعۃ وکذا فی حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵۲

وفی فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۵۲ والاصابہ جلد ۳ صفحہ ۴۳۳ والاستیعاب علی الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۷۲ و ۳۷۳ وجلد ۳ صفحہ ۳۹۸۔ دخل معاویۃ الکوفۃ وبایعہ الناس فسمی سنۃ الجماعۃ لاجتماع الناس وانقطاع الحرب۔ الخ

وفی منہج الوصول صفحہ ۱۶۴ (فی ذکر مصالحۃ الحسن بمعاویۃ) کلمہ بر معاویہ مجتمع شد ونام آن سال عام الجماعۃ گردید وابن معاملہ در سنہ چہل از ہجرت داده الخ ولا یخفی ان السَنۃ بالفتح والعام بمعنی واحد والمغالطۃ فی الشھرۃ وقعت بالضم۔

کے کاغذات کا ملاحظہ کرے اور جو مخالفین کا دعویٰ ہے کہ وہ اہل السنۃ ہیں محض خود ساختہ اور بناوٹ ہے کیونکہ وہ البتہ سال جماعۃ کے معتقدین ہیں یعنی سَنۃ الجماعۃ کے نہ سُنّت والجماعت جیسا کہ انہوں نے زعم کر لیا ہے۔ اسلئے کہ علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۲ میں لکھا ہے کہ معاویہ حضرت علیؑ پر بغاوت کر کے نکلا اور اپنا نام خود بخود خلیفہ بنا بیٹھا اور پھر حضرت امام حسنؑ پر چڑھائی کی اور امام حسنؑ نے مجبور ہو کر خلافت کو ترک فرما دیا پس وہی معاویہ واحد بادشاہ برائے نام خلیفہ رہ گیا جو ۴۱ھ ہجری ربیع الآخر یا جمادی الاولیٰ میں ہوا اور اس سال کا نام سال جماعۃ رکھا گیا نیز اسی طرح حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵۲ میں ہے۔

اور فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۵۲ واستیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۷۲ و ۳۷۳ وجلد ۳ صفحہ ۳۹۸ واصابہ جلد ۳ صفحہ ۴۳۳ میں ہے کہ معاویہ کوفہ میں داخل ہوا اور لوگوں نے اس کی بیعت کر لی پس اس سال سے نام سنۃ الجماعۃ رکھا گیا۔ بسبب معاویہ پر اتفاق کر لینے لوگوں کے اور نیز بوجہ جنگ بند ہو جانے کے۔ الخ

اور منہج الوصول مؤلفہ نواب صدیق حسن خان صفحہ ۱۶۴ میں بوقت بیان صلح امام حسن با معاویہ کے لکھا ہے کہ بات معاویہ پر بالاتفاق ٹھہر گئی اور نام اس کا سال جماعۃ ہو گیا یہ معاملہ ۴۰ھ کے لگ بھگ ہوا۔ اور مخفی نہ رہے کہ سَنۃ فتح سین سے اور عام دونوں ہم معنے ہیں۔ بعض روایات میں عام کا لفظ اور بعض میں سَنۃ کا آیا ہے اور غلط مشہور سُنّت والجماعت بہ ضمہ سین کے ہو گیا۔

ف ۱ یعنی اصل محبانِ امیر معاویہ کا سال خوشی جس میں سوائے مزید جنگ وجدال کے اکثر کے اتفاق سے معاویہ بادشاہ مسلّم ہو گیا وہ سال عربی میں سَنۃ بمعنے سال اور جماعۃ بمعنے اتفاق اکثر کے نام رکھا گیا۔ پھر محبان امیر معاویہ یعنی معاویہ خیل سَنۃ الجماعۃ کے دلدادہ اسی نام سے مشہور رہے مگر بعد میں چونکہ بحیثیت مسلمانوں میں داخل ہونے کے ایک سُنّت والجماعۃ کا لفظ بھی انکے گوش گذار ہوتا تھا کسی نے غلطی سے سین کا پیش پڑھ دیا تو ہوتے ہوتے زبر سین کی متروک اور پیش مشہور ہو گیا ورنہ ہمارے مضمون بالا سے اظہر من الشمس ہے کہ اہل الحق کے معنے سے یہ فرقہ ہرگز اہل السنۃ والجماعۃ کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ کیونکہ علیؑ اور باقی ائمہ اہل بیتؑ جنکے ساتھ حق ہے اس فرقہ کے اعتقاد واعمال کے عین مقابل ومخالف ہیں اور ثابت ہو چکا ہے کہ حق متابعت ثقلین میں ہے، اور یہ فرقہ

ف ۲ نیز یہ جو آجکل متعصبین سنیوں نے شیعہ کو سبائیہ فرقہ کا خطاب دیا ہے یہ بھی ان کی ابتدا اپنے پیر امیر معاویہ صاحب سے ہی اُسی کے زمانہ میں اس خطاب کی ابتداء ہوئی دیکھو تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۵۲ و ۲۰۶ زیاد بن ابی سفیان نے معاویہ کے پاس حجر بن عدی کندی صحابی وغیرہ کو قید کر کے بھیجا تو ان کی نسبت خط میں انکو سبائیہ ترابیہ لکھکر معاویہ کو برخلاف ان کے اشتعال دیا تھا۔ مترجم۔

الباب الاوّل

فی معیار اهل الحق

اعلم انه قد اختلف المذاهب و ادعیٰ کل واحد علیٰ کونه اهل الحق والفرقة الناجیة وشاعت الاحادیث منها مایکون صحیحًا وضعیفًا وحسنا وغریبًا ومتواترًا ومشهورًا وواحدًا مرفوعًا وموقوفًا متصلا ومنقطعًا ومرسلاً وموضوعا وغیرها مست لنا حاجة الیٰ ممیز ثقة معتمد علیه ومعصوم مقتدی به ومرجح یرجح به فلما جسسناه وجدنا الثقلین معیارًا یمیز به الناقد من الکاسد والصحیح من الفاسد الذین امرنا باعتصامهما واستمساکهما الواجبُ اطاعته سیدنا وشفیعنا ومولٰنا محمد صلی الله علیه واله وسلم حیث قال انی تارك فیکم الثقلین الحدیث وهو حدیث متواتر تلقته الامة بالقبول ولوانکر الجهول فما طابقهما فهوالحق الحقیق بالقبول وان کان مخالفًا لرأی بعض الفحول والعمل علیه هوالاتباع للسواد الاعظم والالتزام بالفرقة الناجیة کمامر وسیاتی فلنذکر ههنا حدیث الثقلین الذی هو مدار المهام

باب اوّل

اہل حق کے معیار یعنی کسوٹی کے بیان میں

(جس سے کھرا اور کھوٹا سچ اور جھوٹ پرکھا جائے)

جاننا چاہیئے کہ بتحقیق بہت مذاہب پیدا ہوگئے ہیں اور ہر ایک دعویدار ہے کہ وہ حق پر ہے اور وہی فرقہ ناجیہ سے ہے اور احادیث قسم قسم کی مشہور ہوگئی ہیں کچھ صحیح اور کچھ ضعیف کوئی حسن کوئی غریب کوئی متواتر اور چند مشہور اور چند احاد سے بعض مرفوع بعض موقوف متصل بھی ہیں منقطع بھی ہیں مرسل ہیں اور موضوع وغیرہ اقسام کی ہیں اسلئے ہمیں حاجت پڑی ہے ایک ایسی چیز کی جسپر اعتماد ہو اور اس سے تمیز حق و باطل کی ہوسکے اور اس کے ساتھ اقتدا اور تمسک ہو اور اس میں خطا کا شبہ نہ ہو یعنی ایک مرجح کی ضرورت ہے جس سے بعض روایات واقوال کو دوسرے بعض پر فوق دیا جاوے تو جستجو میں ہمنے ثقلین کو ایسا معیار پایا جس سے کھرا کھوٹے سے جدا ہوجاتا ہے اور صحیح فاسد سے الگ ہوجاتا ہے اور انہی ہر دو کتاب اللہ وعترۃ نبی م سے تمسک کا ہمکو حکم ہمارے سردار و شفیع محمدؐ نے دیا ہوا ہے جو واجب الاطاعۃ ہے جسجگہ فرمایا ہے کہ میں تم لوگوں میں دو بڑی بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جن کی پیروی تم پر واجب ہے قرآن واہل بیتؑ (آخر حدیث تک) اور یہ حدیث متواتر ہے جس کو امت نے قبول کرلیا ہے اگرچہ کوئی جاہل انکار بھی کردیوے پس جو اعتقاد وعمل مطابق ان دونوں کے ہوگا وہ حق اور لائق قبول ہے اگرچہ بڑے سے بڑے مشہور لوگوں کی رائے اسکے مخالف بھی ہو اور اسی مطابق ثقلین پر عمل کرنا متابعت سواد اعظم اور التزام بہ جماعت فرقہ ناجیہ ہے جیساکہ ذکر ہوچکا ہے اور آئندہ آئیگا پس اب ہم حدیث ثقلین کا ذکر کرتے ہیں جسپر کل مدار مقصود کی ہے

بحیث یدور علیہ رحی الاسلام؛

وفی الصواعق المحرقۃ صفحہ ۸۹ ثم اعلم ان لحدیث التمسک بذلک طرقا کثیرۃ وردت عن نیف وعشرین صحابیاً

وفی صفحہ ۱۳۶ ولھذا الحدیث طرق کثیرۃ عن بضع وعشرین[1] صحابیا لا حاجۃ لنا ببسطھا؛

وفی صحیح مسلم وغیرہ فی خطبۃ قرب رابغ مرجعہ من حجۃ الوداع قبل وفاتہ بنحو شھر انی تارک فیکم ثقلین اولھما کتاب اللہ فیہ الھدیٰ والنور ثم قال واھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی ثلاثاً۔

وفی روایۃ صحیحۃ کانی قد دعیت فاجبت الخ

وفی روایۃ وانھما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض سالت ربی ذلک لھما فلا تتقدموھما فتھلکو ولا تقصروا عنھما فتھلکوا ولا تعلموا ھم فانھم اعلم منکم

انتھیٰ

من الصواعق

وفی ارجح المطالب صفحہ ۳۸ عن زید بن ثابت عن رسول اللہ صلعم قال انی تارک فیکم الثقلین

اس حیثیت سے کہ گویا چکی اسلام کی اسی پر پھرتی ہے؛

اور صواعق محرقہ صفحہ ۸۹ میں ہے پھر جان لو کہ بتحقیق واسطے حدیث تمسک بہ ثقلین کے بہت ہی اسناد ہیں اس حدیث کو بیس سے کچھ زیادہ صحابیوں نے روایت کیا ہے۔ اور صواعق صفحہ ۱۳۶ میں ہے کہ اس حدیث کے بہت طریقے اور اسنادیں ہیں جو بیس[1] سے کچھ زیادہ صحابیوں نے روایت کی ہے مگر ہمکو سب روایات کے بسط سے بیان کرنے کی حاجت نہیں (بوجہ مشہور و مسلّم ہونے حدیث کے)؛

اور صحیح مسلم وغیرہ میں اس خطبہ نبی صلعم کے اندر جو مقام رابغ[2] کے قریب بوقت رجوع حضرت صلعم کے حجۃ الوداع سے جو قریباً ایک ماہ قبل وفات رسول خداؐ کے آنحضرتؐ نے پڑھا دیہ الفاظ مروی ہیں) کہ میں تم لوگوں میں دو بڑی بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اوّل ان دونوں میں کتاب خدا ہے اسمیں ہدایت اور نور ہے۔ پھر فرمایا اور دوسری چیز اہل بیت میرے ہیں ۔ تم لوگوں کو اپنے اہل بیت کے حق میں خدا یاد دلاتا ہوں تین دفعہ اس کلمہ کو رسول خداؐ نے دہرایا۔ اور روایت صحیح میں وارد ہے کہ فرمایا نبیؐ نے گویا میں ضرور بلایا گیا ہوں (وفات کے لئے) اور مینے قبول کر لیا ہے (کہ اب فوت ہونے کو تیار رہوں) اور دوسری روایت میں ہے کہ ہر دو ثقلین ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے تاکہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونگے۔ مینے اپنے رب سے اس بات کا سوال کیا تھا جو ملگیا ہے۔ پس تم لوگ ان ہر دو کے آگے نہ چلنا ورنہ ہلاک ہو جاؤگے اور ہر دو کے حکم کی نافرمانی نہ کرنی ورنہ ہلاک ہوگے اور تم اہل بیت کو نہ سکھانا کیونکہ وہ بتحقیق تم سب سے زیادہ عالم ہیں۔ انتہیٰ من الصواعق؛

اور ارجح المطالب صفحہ ۳۸ میں ہے زید بن ثابت نے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ فرمایا بتحقیق میں تم میں دو بھاری چیزیں

[1] بلکہ منہج الوصول مؤلفہ نواب سید صدیق حسن صفحہ ۱۳ میں لکھا ہے کہ حاکم ابو سعید نے حدیث موالاۃ و حدیث خم غدیر کو متواتر کہا ہے کیونکہ بڑی جماعت صحابہ نے اسکو روایت کیا ہے یہانتک کہ محمد بن جریر نے پچھتر اسنادوں سے روایت کی ہے جس حدیث میں ثقلین و من کنت کا مضمون وارد ہے؛ مترجم [2] ایک مقام ہے درمیان حرمین کے۔ از منتہی الارب ۱۲ مترجم؛

فائدہ حدیث ثقلین کا بیان

[3] یعنی آخری حج ۱۲

کتاب الله وعترتی وانهما لن یتفرقا
حتیٰ یردا علیّ اخرجه الطبرانی فی
مسند زید بن ثابت ؀

وفی روایة انی تارك فیکم خلیفتین ؀

عن زید بن ارقم قال قام فینا رسول اللهؐ
خطیبا بماء یدعی خمّا بین مکة والمدینة
فحمد الله واثنیٰ علیه ووعظ وذکر ثم
قال اما بعد الا ایها الناس فانما انا بشر
یوشك ان یأتینی رسول ربی فانا اجیب انی
تارك فیکم الثقلین۔ اولهما کتاب الله فیه الهدیٰ
والنور فخذوا بکتاب الله واستمسکوا به فحث علےٰ
کتاب الله ورغب فیه ثم قال واهل بیتی اذکرکم الله
فی اهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی اخرجه
احمد ومسلم[۲] والترمذی والحاکم ؀

فی الخصائص الکبریٰ للسیوطی جلد ۲ ص ۲۶۶
اخرج الترمذی وحسنه والحاکم وصححه عن
زید بن ارقم ان النبیؐ قال انی تارك فیکم
الثقلین کتاب الله واهل بیتی ؀

وفی کنز العمال جلد ۱ صفحه ۴۸ یا ایها الناس
انی ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن
تضلوا کتاب الله وعترتی اهل بیتی
رواه النسائی عن جابر۔

وایها الناس قد ترکت فیکم ما ان اخذتم
به لن تضلوا کتاب الله وعترتی
اهل بیتی۔ رواه الترمذی عن جابر۔

انی تارك فیکم خلیفتین کتاب الله حبل
ممدود ما بین السماء والارض و

چھوڑے جاتا ہوں کتاب خدا اور عترة میری اور یہ ہر دو ہرگز
آپس میں جدا نہ ہونگے حتیٰ کہ ہر دو میرے پاس حوض کوثر پر وارد
ہونگے اس حدیث کو طبرانی نے مسند زید بن ثابت میں روایت کیا؀

اور دوسری روایت میں ہے میں تم میں دو خلیفے چھوڑتا ہوں؀

اور زید بن ارقم سے روایت ہے کہ ہمارے درمیان رسول خداؐ
خم غدیر[۱] کے موقعہ پر خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو حمد خدا تعالیٰ
اور نصیحت فرماکر پھر فرمایا اما بعد خبردار رہنا اے لوگو کہ میں بھی
بندہ ہوں قریب ہے کہ خدا کا وکیل میرے پاس آویگا اور میں قبول
دعوت کرونگا۔ بتحقیق میں تمہارے اندر دو بھاری چیزیں چھوڑ
جاتا ہوں اوّل کتاب خدا اس میں ہدایت اور نور ہے پس
مضبوط پکڑو کتاب اللہ کو بعد ترغیب دینے کتاب اللہ کے فرمایا
دوسرے اہل بیت میرے ہیں تمکو خدا یاد دلاتا ہوں۔ اپنے اہل بیت
کے حق میں پھر تمکو اپنے اہل بیت کے حق میں خدا یاد دلاتا ہوں۔ اس حدیث کو
احمد و مسلم و ترمذی و حاکم نے روایت کیا؀

اور خصائص کبرےٰ مؤلفہ سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ میں ہے کہ ترمذی نے
روایت کیا اور حسن کہا اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا زید بن
ارقم سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بتحقیق میں تم میں دو
بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کتاب اللہ اور میرے اہلبیت؀
کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۸ لغایت صفحہ ۴۷ میں ہے اے گروہ لوگو بتحقیق میں تمہارے
اندر وہ چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اسکو محکم پکڑوگے تو
ہرگز کبھی گمراہ نہ ہوسگے کتاب اللہ اور عترت یعنی اہلبیت
میرے۔ اس حدیث کو نسائی نے جابر سے روایت کیا؀

نیز فرمایا اے لوگو! میں تمہارے اندر وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر
تم اسکو محکم پکڑو تو قطعاً گمراہ نہ ہوسگے کتاب اللہ ہے اور
عترة میری جو اہل بیت میرے ہیں اسکو ترمذی نے جابر سے
روایت کیا؀

اور فرمایا بتحقیق میں تمہارے اندر دو خلیفے چھوڑے جاتا ہوں کتاب خدا
جو ایک رسّا ہے آسمان اور زمین کے درمیان کھنچا ہوا۔ اور

[۱] خم غدیر مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پانی کے گڑھے کا نام ہے ۱۲ مترجم
[۲] صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۹ میں اسی طرح موجود ہے۔ ۱۲ مترجم

عترتی اهل بیتی وانهما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض رواه احمد فی مسنده والطبرانی عن زید بن ثابت ؛

وانی تارك فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی احدهما اعظم من الآخر کتاب الله حبل ممدود من السما الی الارض وعترتی اهل بیتی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا ای تاملوا کیف تخلفونی فیهما رواه الترمذی عن زید بن ارقم ؛

اما بعد ایها الناس فانما انا بشر یوشك ان یاتی رسول ربی فاجیب وانا تارك فیکم ثقلین اولهما کتاب الله فیه الهدی والنور من استمسك به واخذ به کان علی الهدی ومن اخطأه ضل فخذوا بکتاب الله تعالی واستمسکوا به واهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی رواه احمد فی مسنده وعبد بن حمید ومسلم عن زید بن ارقم وکرر مسلم ثلاثا اذکرکم الله ؛

انی اوشك ان ادعی فاجیب وانی تارك فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اهل بیتی وان اللطیف الخبیر اخبرنی انهما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیهما رواه ابن ابی شیبة وابن سعد واحمد فی مسنده وابو یعلی عن ابی سعید وزاد الطبرانی وابن عساکر

عترت یعنی اہل بیت میرے اور بتحقیق یہ دونوں آپس میں جدا نہیں ہونگے تا اینکہ ہمارے پاس حوض کوثر پر وارد ہونگے اس کو احمد نے اپنے مسند میں اور طبرانی وسعید بن منصور نے زید بن ثابت سے روایت کیا ؛

اور بہ تحقیق میں تمہارے اندر چھوڑتا ہوں وہ چیز کہ جس کو تم محکم پکڑوگے تو میرے بعد تم ہرگز راہ حق نہ بھولوگے ایک ان دونوں میں سے جو بڑی ہے دوسری سے کتاب خدا ہے جو رسی کھنچی ہوئی آسمان اور زمین کے درمیان ہے (یعنی خدا تعالیٰ اور انسان کے درمیان واسطہ ہے) اور عترت میری یعنی اہل بیت میرے اور یہ دونوں ہرگز آپس میں جدا نہ ہونگے تا کہ حوض پر میرے پاس آئینگے پس دیکھو یعنی خیال رکھنا کہ کس طرح ان دونوں کے ساتھ برتاؤ رکھتے ہو روایت کیا اسکو ترمذی نے زید بن ارقم سے ؛

اور فرمایا اے لوگو! پس بہ تحقیق قریب ہے کہ خدا کا وکیل آئیگا اور میں قبول کرونگا اور میں تمہارے اندر ثقلین چھوڑتا ہوں پہلا ان کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے جس نے اس سے تمسک کیا اوس نے ہدایت پائی اور جس نے بھلایا اوسکو وہ گمراہ ہوا پس خوب پکڑو کتاب اللہ کو اور دوسرے میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں خدا یاد دلاتا ہوں اپنے اہل بیت کے لئے اسکو احمد نے مسند میں اور عبد بن حمید ومسلم نے زید بن ارقم سے روایت کیا اور مسلم میں تین دفعہ اہلبیت میں خدا یاد دلانے کا کلمہ وارد ہے ؛

اور فرمایا کہ بہ تحقیق قریب ہے کہ میری دعوت ہوگی اور قبول کرونگا اور بہ تحقیق میں تمہارے اندر ثقلین چھوڑجاتا ہوں کتاب اللہ اور عترۃ میری کتاب اللہ آسمان وزمین کے درمیان واسطہ ہے اور عترت میری اہل بیت میرے ہیں اور رب مجھے اللہ لطیف وخبیر نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں کتاب اور عترت آپس میں جدا نہونگے قیامت تک تا کہ حوض کوثر پر وارد ہوں گے پس دیکھنا اور خیال رکھنا کہ تم میرے بعد دونوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے اور احمد نے مسند میں اور ابو یعلے نے ابی سعید سے اور نیز طبرانی اور ابن عساکر نے

ان اللہ مولای وانا ولی کل مومن من کنت
مولاہ فعلیٌ مولاہ اللھم وال من والاہ
وعاد من عاداہ (کذا رواہ الحاکم
عن ابی الطفیل عن زید بن ارقم۔
کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۸

وقال فانظروا کیف تخلفونی فی
الثقلین قیل وما الثقلان یا رسول اللہ
قال الاکبر کتاب اللہ سبب طرفہ
بید اللہ و طرفہ بایدیکم فتمسکوا بہ
لن تزلوا ولا تضلوا والاصغر عترتی
وانھما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض
وسألت لھما ذلک ربی ولا تقدموھما
فتھلکوا ولا تعلموھما فانھما
اعلم منکم رواہ الطبرانی عن زید
بن ثابت وبمعناہ رواہ سعید بن
منصور وابن عساکر وابن ابی شیبۃ
والخطیب فی المتفق والمفترق عن
جابر وابن جریر والحاکم وابو یعلی
واسحق بن راھویہ فی مسندہ و
البزار والدولابی۔ انتھی۔

قولہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ
در ازالۃ الخفا مقصد اول صفحہ ۲۹۳ زیادۃ
قصہ امر ناس بموالاۃ مرتضیٰ اینجا مذکور نیست و
اہل حدیث دراں زیادۃ مختلف اند طائفہ
صحیح دانند و طائفہ غریب مطلق و میل
بندہ ضعیف بآنست کہ ایں زیادۃ نیز صحیح است
لیکن نہ بدرجہ حدیث مسلم۔ انتہیٰ۔

بایں نادی اسکے کہ بہ تحقیق فرمایا اللہ میرا مولا ہے اور میں والی
ہر مؤمن کا ہوں پس جس کا میں مولا ہوں علیؑ بھی اس کا مولا ہے
خدایا اسکو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور جو اس کو دشمن
رکھے تو بھی اوسکو دشمن رکھ اسی طرح حاکم نے ابی طفیل سے
روایت کیا ہے اوسنے زید بن ارقم سے لیا یہ سب روایات کنز العمال کی
جلد ۱ صفحہ ۴۷ و ۴۸ میں مذکور ہیں۔
نیز فرمایا کہ پس خیال رکھو کہ کس طرح سلوک کرتے ہو ثقلین میں
میرے بعد عرض کیا گیا ثقلین کیا ہیں یا رسول اللہؐ تو فرمایا بڑا
تو کتاب اللہ قرآن ہے جو اس کی ایک طرف خدا پاک کے دست
قدرت میں ہے اور دوسری طرف تم لوگوں کے ہاتھ میں ہے
پس محکم پکڑو اسکو تو کبھی لغزش نہ ہوگی اور ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور
اس سے چھوٹا یعنی بعد قرآن کے عترت میری ہے اور بالفرض
وہ آپس میں متفق رہینگے اور کبھی جدا نہ ہونگے تاکہ ہمارے
پاس قیامت کو حوض کوثر پر آئینگے اور میں نے اپنے رب سے
سوال ان دونوں کے لئے کیا تھا جو منظور ہوا ہے اور تم ان
دونوں کے آگے ہو کر پیشوا نہ ہونا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور ان
دونوں کو اپنے فکر سے تعلیم نہ دینا اور نہ ان کو کچھ سکھانا کیونکہ تم
لوگوں سے وہ زیادہ جاننے والے ہیں اس کو طبرانی نے زید بن
ثابت سے روایت کیا۔ اور اس حدیث کے مضمون کو سعید بن
منصور اور ابن عساکر و ابن ابی شیبہ نے اور بیہقی اور خطیب نے کتاب متفق
و مفترق میں جابر سے اور ابن جریر اور اسنے صحیح کہا اور حاکم و ابو یعلیٰ و اسحق بن
راہویہ نے اپنے مسند میں اور بزار اور دولابی نے روایت کیا
انتہے من کنز العمال۔
حدیث میں جو کلمہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ ہے
اس کی نسبت ازالۃ الخفا مؤلفہ شاہ ولی اللہ مقصد اول صفحہ ۲۹۳
میں لکھا ہے کہ زیادتی قصہ مامور ہونے لوگوں کی بہ محبت مرتضیٰؑ
اسجگہ مذکور نہیں اور اہل حدیث نے اس زیادتی میں اختلاف کیا
ہے ایک گروہ صحیح جانتے ہیں اور ایک گروہ غریب کہتے ہیں مگر
بندہ ضعیف کا میلان اس طرف ہے کہ یہ عبارت بھی حدیث صحیح
میں ہے مگر صحیح مسلم کے درجہ سے کچھ کم صحیح ہے۔ انتہے۔

فی ارجح المطالب صفحہ ۳۸۹ عن ابی ذر انہ اخذ بحلقۃ باب الکعبۃ فقال سمعت رسول اللہ ؐ یقول انی تارک فیکم الحدیث اخرجہ الترمذی۔

اور ارجح المطالب صفحہ ۳۸۹ میں ابی ذر سے روایت ہے کہ تحقیق اوسنے حلقہ دروازہ کعبہ کا پکڑ کر کہا (یعنی بصورت قسم اوٹھانے کے) کہ میںنے سُنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرماتے تھے بہ تحقیق میں تمہارے اندر دو بھاری چیزیں چھوڑ جاتا ہوں آگے باقی حدیث مضمون بالا کو بیان فرمایا۔ اسکو ترمذیؒ نے روایت کیا ہے۔

عن ابی رافع مولی رسول اللہ ؐ قال نزل رسول اللہ ؐ غدیر خُم (بضمہ معجمہ وتشدید میم موضعے است درمیان مکہ ومدینہ بمقدار سہ میل از حجفہ ونزدیک آں چشمہ آب است) مصدرہ (لوٹ کر) عن حجۃ الوداع قام خطیبًا بالناس بالھاجرۃ (دوپہر) فقال ایھا الناس انی ترکت فیکم الثقلین الثقل الاکبر والثقل الاصغر الحدیث اخرجہ ابن عقدہ۔

اور ابی رافع مولے رسول اللہ ؐ سے روایت ہے کہتا ہے کہ رسول اللہ ؐ غدیر خم پر جو مکہ ومدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جہاں ایک چشمہ پانی کا ہے اور مقام جحفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ بوقت رجوع فرمانے کے حجۃ الوداع سے اُترے اور مقام فرمایا۔ اور خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے لوگوں میں بوقت دوپہر کے اور فرمایا کہ اے لوگو! تحقیق میں تمہارے اندر دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ثقل اکبر اور ثقل اصغر آخر حدیث مضمون بالا تک بیان فرمایا اس روایت کو ابن عقدہ نے بیان کیا ہے۔

عن ام ھانی بنت ابی طالب قالت رجع رسول اللہ صلعم من حجۃ حتی اذا کان بغدیر خم اُمر بدوحات فقُمِمن ثم قام خطیبًا بالھاجرۃ ثم قال اما بعد ایھا الناس الحدیث اخرجہ البزار۔

اور ام ہانیؓ دختر ابی طالب سے روایت ہے کہا اوسنے جب رسول ؐ حجۃ الوداع سے واپس ہوکر غدیر خم کے موقعہ پر پہنچے تو امر کیا گیا اور درختوں کے نیچے جھاڑ دیا گیا پھر کھڑے ہوئے خطبہ کیلئے دوپہر کے وقت اور فرمایا لیکن اسکے بعد (یعنی حمد خدا ونصائح کے) اے لوگو! میں جانیوالا ہوں اور چھوڑے جاتا ہوں آخر مضمون حدیث ثقلین تک بیان فرمایا اس حدیث کو بزار نے روایت کیا۔

عن ام سلمۃ قالت اخذ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بید علی بغدیر خُم فرفعہ حتی رأینا بیاض ابطہ فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ ثم قال ایھا الناس انی مخلف فیکم الثقلین الحدیث اخرجہ ابن عقدہ۔

اور اُم سلمہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا یہانتک کہ ہمنے ان کی بغلوں کی سفیدی کو دیکھا اور فرمایا جسکا میں مولا ہوا اوسکا علیؑ بھی مولا ہے اور یہ موقعہ خم غدیر کا ذکر ہے اور پھر فرمایا کہ اے لوگو میں تمہارے اندر ثقلین خلیفہ چھوڑتا ہوں آخر مضمون اس حدیث تک بیان فرمایا۔ اس روایت کو ابن عقدہ نے بیان کیا۔

لہ موجودہ نسخہ سنن ترمذی میں یہ حدیث ابی ذر کے الفاظ حلقہ پکڑنے سے نہیں ملی با تو صاحب ارجح نے نسخہ ثانی ترمذی میں دیکھی اور نقل کی ہے یا حکیم ترمذی کی نوادر سے لکھی ہے۔ البتہ مشکوٰۃ باب فضائل اہل البیت صفحہ ۵۹۶ میں یہ حدیث ابی ذر کی مروی ہے کہ ابوذر دروازہ کعبہ کو پکڑے ہوئے تھے اور کہا کہ میںنے نبیؐ سے سنا ہے فرمایا خبردار رہو کہ اہل بیت میری کی مثال کشتی نوحؑ کی ہے جو اسپر سوار ہوگیا نجات پاگیا اور جو نہ گیا غرق ہوگیا اور ہلاک ہوا۔ اس حدیث کو احمد (امام) نے روایت کیا ہے ۱۲ مترجم۔

وعن عامر بن ابی لیلیٰ بن حمزۃ وحذیفۃ بن اسید وزید بن ارقم وذکروا طویلاً ثم قال ایہا الناس انا فرطکم وانکم واردون علی الحوض وانی سائلکم[1] حین تردون علی عن الثقلین فانظروا کیف تخلفونی فیہما حتی تلقونی فلا تسبقوا ہم فتہلکوا ولا تعلموہم فہم اعلم منکم اخرجہ ابن عقدۃ وابو موسی المدینی والطبرانی فی الکبیر والحکیم۔

عن ام سلمۃ قالت قال رسول اللہ صلعم انی مخلف فیکم الثقلین کتاب ربی عزوجل وعترتی اہل بیتی ثم اخذ بید علی فقال ہذا مع القرآن والقرآن مع علی لا یتفرقان حتی یردا علیّ الحوض فاسألہما[2] ما خلفتم فیہما اخرجہ ابن عقدۃ مطولاً۔

عن ابن عمر قال آخر ما تکلم بہ رسول اللہ صلعم قال اخلفونی فی اہلبیتی۔ انتہی من الارجح۔ فی الصواعق صفحہ ۹۰ عن ابن عمر آخر الحدیث رواہ الطبرانی۔

وہکذا فی تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۱۱۷/۱۱۸ ایہا الناس انی تارک فیکم امرین لن تضلوا ان اتبعتموہما کتاب اللہ واہلبیتی عترتی تعلمون انی اولےٰ بالمومنین من انفسہم من کنت مولاہ فعلی مولاہ رواہ الحاکم عن زید بن ارقم۔

آور عامر بن ابی لیلیٰ بن حمزہ سے اور حذیفہ بن اسید سے اور زید بن ارقم سے روایت ہے حدیث طویل ہیں۔ نبی صلعم نے فرمایا اے لوگو! میں تم سے پہلے جانے والا ہوں اور تم میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوگے اور بہ تحقیق جب قیامت میں تم میرے پاس آؤگے میں ثقلین کی بابت پوچھونگا تم خیال رکھنا کہ میرے بعد کس طرح برتاؤ رکھوگے ان دونوں کے ساتھ۔ پس خبردار ان سے آگے نہ چلنا ورنہ ہلاک ہوگے اور ان کو تعلیم نہ دینی کیونکہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔ اس روایت کو ابن عقدہ اور ابوموسیٰ مدینی نے اور طبرانی نے مسند کبیر میں اور حکیم نے نقل کیا۔

آور ام سلمہ سے ہے کہا رسول اللہ صلعم نے فرمایا تحقیق میں تمہارے اندر ثقلین کو خلیفہ کرتا ہوں کتاب خدا تعالےٰ اور اپنی عترت پھر جناب علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے ہردو جدا نہ ہوینگے تا کہ ہمارے پاس حوض پر آوینگے پس ہم دونوں سے پوچھ لینگے جو کچھ تم لوگوں نے میرے بعد ان سے برتاؤ کیا۔ اس کو ابن عقدہ نے طویل حدیث میں روایت کیا۔

اور ابن عمر نے کہا کہ آخری کلام رسول خدا صلعم کی یہی ہے کہ میرے بعد میرے اہل بیت کے حقوق کا خیال رکھنا۔ انتہے من ارجح المطالب۔ نیز صواعق محرقہ صفحہ ۹۰ مطبوعہ مصر میں ابن عمر کی یہی حدیث بروایت طبرانی مروی ہے کہ رسولؐ کی سب سے آخری کلام وصیت اہلبیتؑ کی ساتھ نیک برتاؤ وغیرہ حقوق کی تھی جیسا کہ حدیث ثقلین میں ہے۔

اور تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۱۱۷ و ۱۱۸ میں ہے اے لوگو تحقیق میں تمہارے اندر دو امر چھوڑتا ہوں اگر ہردو کی تم متابعت کروگے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے کتاب خدا اور اہل بیت میرے یعنی عترت میری تم جانتے ہو کہ میں سب مومنین سے اولےٰ ہوں انکے نفسوں سے پس جسکا میں مولا ہوں اس کا علی بھی مولیٰ ہے اس حدیث کو حاکم نے زید بن ارقم سے روایت کیا۔

رسول خدا صلعم کی آخری کلام میں وصیت اہل بیتؑ

[1] اسی مضمون کی یہ حدیث بہ لفظ انی سائلکم حین تردون علی عن الثقلین کنز العمال جلد ۳ ص ۶۱ میں بروایت ابن جریر کے اور اسی کنز جلد ۷ صفحہ ۲۲۵ میں بروایت طبرانی وابونعیم فی الحلیہ اور خطیب کے لکھی ہے اور بروایت طبرانی وحکیم ترمذی کی حذیفہ سے کنز العمال جلد ۱ ص ۴۸ میں ہے۔

[2] کنز العمال جلد ۳ ص ۶۱ وجلد ۱ ص ۴۸ میں حدیث ثقلین کی ابتدا میں رسول خدا صلعم سے یہ الفاظ بھی ہیں کہ انی مسئول وانکم مسئولون یعنی مجھ سے سوال تبلیغ کا ہوگا اور تم سے بھی سوال ہوگا کہ تبلیغ کی گئی یا نہ اور تم نے کیسے عمل کیا ۱۲ مترجم۔

وکذا فی کنز العمال جلد ا صفحہ ۱۵۴ ؎

وفی تاریخ الخلفاء ص $\frac{۱۱۷}{۱۱۸}$ اخرج الطبرانی فی الاوسط والصغیر عن ام سلمۃ قالت سمعت رسول اللہ ص یقول علیؑ مع القراٰن والقران مع علیؑ ولا یفترقان حتی یردا علی الحوض

وفی ارجح المطالب ص ۲۳۶ اخرجہ الطبرانی و ابن مردویہ والدیلمی ؎

وفیہ صفحہ ۳۹۰ عن ابی ھریرۃ مرفوعًا انی خلفت فیکم اثنین ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی ابدًا کتاب اللہ ونسبی ولن یتفرقا حتیٰ یردا علے الحوض اخرجہ البزار ؎

وفی کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۰ (مسند السید الحسن) ادعو لی سید العرب قلت الست سید العرب قال انا سید ولد آدم وعلیؑ سید العرب فلما جاء قال یا معشر الانصار الا ادلکم علیٰ ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدہ ابدا ھذا علیؑ فاحبوہ بحبی واکرموہ بکرامتی فان جبریل امرنی بالذی قلت لکم عن اللہ عج رواہ ابونعیم فی الحلیۃ ؎

وفی الصواعق صفحہ ۸۹ واخرج الترمذی وقال حسن غریب انہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم قال انی تارك فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی احدھما اعظم من الاخر کتاب اللہ عج حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی ولن یفترقا حتی یردا علے الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیھما واخرجہ احمد فی مسندہ

اور اسی طرح کنز العمال جلد ا صفحہ ۱۵۴ میں ہے ؎

اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۷ و ۱۱۸ میں ہے کہ طبرانی نے اوسط اور صغیر میں جناب ام سلمہ رض سے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور یہ حوض کوثر پر جانے تک بھی جدا نہیں ہونگے ؎

اور یہی حدیث بعینہ کتاب ارجح المطالب صفحہ ۲۳۶ میں بروایت طبرانی و ابن مردویہ و دیلمی کے لکھی ہے ؎

اور ارجح المطالب صفحہ ۳۹۰ میں ہے کہ ابوہریرہ جناب رسول اللہ ص سے روایت کرتا ہے تحقیق میں تمہارے اندر دو چیزیں خلیفے بنا تا ہوں اگر ان کی تابعداری کروگے تو میرے بعد ہمیشہ کیلئے کبھی گمراہ نہ ہونگے کتاب خدا اور میری نسب پاک اور یہ ہردو جدا نہ ہونگے تا کہ حوض پر وارد ہوں اسکو بزار نے روایت کیا ؎

اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۰ میں مسند سید حسنؑ سے ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا میرے پاس سردار عرب کو بلا لاؤ راوی کہتا ہے مینے عرض کیا کہ آپ ہی تو سردار عرب ہیں فرمایا کہ میں سب بنی آدم کا سردار ہوں اور سردار عرب سے مراد میری علیؑ ہیں۔ جب حسب الحکم جناب علیؑ آگئے تو فرمایا اے گروہ انصار کیا میں تمکو ایسی چیز بتادوں کہ اگر تم اسکو محکم پکڑوگے تو ہمیشہ کے لئے کبھی تم گمراہ نہ ہوگے وہ یہ علیؑ ہیں پس اسکو بوجہ میری محبت کے دوست رکھو اور اس کی بوجہ میری عزت کے عزت کرو تحقیق مجھے جبریلؑ نے امر کیا ہے جو خدا تعالیٰ سے پیغام لایا ہے وہی ہم نے تمکو پہنچا دیا ہے۔ اس حدیث کو ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ؎

۱۰ اور صواعق محرقہ صفحہ ۸۹ میں ہے کہ ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا کہ نبی ص نے فرمایا میں تمہارے اندر وہ چیزیں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم ان سے تمسک کرو اور اتباع کرو تو ہرگز میرے بعد ہمیشہ کے لئے گمراہ نہ ہوگے ایک ان دو سے بڑی ہے دوسری سے وہ کتاب اللہ ہے جو آسمان زمین کے درمیان رسی لٹکی ہوئی ہے اور میرے اہل بیت اور یہ آپس میں ہرگز حوض کوثر پر وارد ہونے تک جدا نہ ہونگے پس دیکھئے میرے بعد تم ان سے کیا سلوک کروگے اس حدیث کو امام احمد نے اپنے مسند میں اسی

بمعناہ وسندہٗ لا باس بہ وفی روایۃ ان ذٰلک کان فی حجۃ الوداع وفی روایۃ صحیحۃ انی تارک فیکم امرین لن تضلوا ان اتبعتموھما وھما کتاب اللہ واھلبیتی عترتی؛

وفی التفسیر الصافی صفحہ ۵ باسنادہ انی تارک فیکم الثقلین الثقل الاکبر والثقل الاصغر فاما الاکبر فکتاب ربی واما الاصغر فعترتی اھل بیتی فاحفظونی فیھما فلن تضلوا اما تمسکتم بھما؛

وفی حیات القلوب جلد ۳ ص ۳۸ عن الاحتجاج عن سلیم بن قیس ھلالی عن ابی ذر مرفوعاً بدرستیکہ من گذاشتم درمیان شما دو چیز کہ ہرگز گمراہ نشوید مادام کہ متمسک باٰنہا باشید کتاب خدا واہل بیت من۔ الحدیث۔

وکذا فی اکمال الدین بخمسۃ وعشرین اسناداً ومعانی الاخبار والخصال والامالی للشیخ الصدوق والتفسیر للقمی۔ وفی حیات القلوب جلد ۳ ص ۴۱ عن الصفار فی بصائر الدرجات؛ والعیاشی فی تفسیرہ باسانید؛ والکافی فی کتاب الحجۃ باب ۶۴ والصافی شرح الکافی۔ ولنکتف فی تحریر معنی حدیث الثقلین بما قالہ العلامۃ ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقۃ صفحہ ۸۹ و ۹۰ قال بعد ذکرہ انہ صلعم اظہر حدیث الثقلین فی مواضع کثیرۃ ولا تنافی اذ لا مانع من انہ کرر علیھم ذٰلک فی تلک المواطن وغیرھا اھتماماً بشان الکتاب العزیز والعترۃ الطاھرۃ (ثم قال) واخرج الملا فی سیرۃ حدیث فی کل خلف من امتی

مضمون سے روایت کیا اور اسکی سند میں کوئی طعن نہیں؛
اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ قصہ حجۃ الوداع کے وقت کا ہے اور صحیح روایت میں وارد ہے کہ تحقیق میں تمہارے لئے دو امر چھوڑے جاتا ہوں اگر ان دونوں کی متابعت کروگے تو ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے وہ دونوں کتاب خدا اور اہل بیت و عترت میری ہیں؛
اور تفسیر صافی صفحہ ۵ میں با اسناد لکھا ہے کہ تحقیق میں تمہارے اندر ثقلین چھوڑتا ہوں ثقل اکبر اور ثقل اصغر بڑا ثقل کتاب خدا ہے اور چھوٹا عترت اور اہل بیت میرے ہیں خبردار ہر دو کے حقوق کو نگاہ رکھنا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے جب تک ہر دو کی متابعت میں رہوگے؛
اور حیات القلوب مجلسی جلد ۳ صفحہ ۳۸ میں احتجاج سے نقل کیا ہے کہ سلیم بن قیس ہلالی ابی ذر سے روایت کرتا ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر تم اتباع ان کی کرتے رہو تو گمراہ نہ ہوگے۔ وہ ہر دو کتاب خدا اور اہل بیت میرے ہیں؛
اسی طرح کتاب اکمال الدین میں پچیس اسنادوں[1] سے اور معانی الاخبار اور خصال اور امالی شیخ صدوق میں اور تفسیر قمی میں اور حیات القلوب جلد ۳ صفحہ ۴۱ میں بروایت صفار بصائر الدرجات سے یہ حدیث ثقلین مروی ہے؛
اور عیاشی نے چند اسنادوں سے اپنی تفسیر میں لکھی ہے؛ اور کافی میں کتاب الحجۃ باب ۶۴ اور شرح صافی میں بھی ہے اور ہم حدیث ثقلین کے معنے و مقصود کیواسطے علامہ ابن حجر مکی کی تقریر صواعق محرقہ ص ۸۹ و ۹۰ سے لکھتے ہیں یہ کہ آنحضرت صلعم نے مقامات مختلف میں بہت دفعہ حدیث ثقلین فرمائی ہے اور اس حدیث کے اختلاف الفاظ و اسناد میں کوئی مخالفت نہیں کیونکہ جناب رسول اللہ صلعم نے قرآن شریف اور اپنی پاک عترت کی شان کے واسطے مختلف مقامات میں بہت دفعہ تاکیداً حکم تمسک فرمایا اور ملا نے اپنی سیرۃ میں روایت کیا کہ نبی مکرم صلعم نے فرمایا میری امت میں

[1] کتب شیعہ سے حدیث ثقلین کا ثبوت اسلئے لکھا ہے جو کسی نے سوال کیا تھا کہ حدیث مذکور کتب شیعہ میں نہیں ہے اسپر ایڈیٹر صاحب رسالہ اصلاح نے جواب میں ثبوت دیا تھا اسی سے یہ روایات بعینہٖ جو نقل کی گئی ہیں ۱۲ مترجم

عدول من اهل بيتی ينفون عن هذا
الدين تحريف الضالين و انتحال المبطلين
وتاويل الجاهلين الاوان ائمتكم وفد
كم الى الله عز فانظروا من توفدون۔
رثم قال) وهذان (ای الثقلان) كذلك
اذكل منهما معدن للعلوم اللدنية والاسرار
والحكم العلية والاحكام الشرعية ولذا
حث النبی ص على الاقتداء والتمسك
بهم والتعلم منهم ثم قال) ثم الذين
وقع الحث عليهم منهم انما هم العارفون
بكتاب الله وسنت رسوله اذهم الذين
لا يفارقون الكتاب الى الحوض و يؤيده
الخبر السابق ولا تعلموا هم فانهم اعلم
منكم وتميزوا بذلك عن بقية العلماء لان
الله تعالى اذهب عنهم الرجس وطهرهم
تطهيرا وشرفهم بالكرامات الباهرة
والمزايا المتكاثرة وقد مر بعضها وسياتی
الخبر الذی فی قريش وتعلموا منهم فانهم
اعلم منكم فاذا ثبت هذا العموم لقريش
فاهل البيت اولی منهم بذلك لانهم امتازوا
عنهم بخصوصيات لا يشاركهم فيها بقية قريش
وفی احاديث الحث على التمسك باهل البيت
اشارة الى عدم انقطاع متاهل منهم للتمسك
به الى يوم القيامة كما ان الكتاب العزيز
كذلك ولذا كانوا اماناً لاهل
الارض كما ياتی

میرے اہل بیت سے عادلین موجود ہونگے جو اس دین سے گمراہوں کی تبدیلیٔ احکام اور مجھپر بناوٹ کرنے والوں اور جاہلوں کی غلط تاویلوں کو دفع کرینگے خبردار ہو جاؤ کہ تمہارے امام تم سے پہلے پیش خیمہ ہوکر جانیوالے ہیں جنکو تم پیشوا بنانا چاہتے ہو اُن کو خیال کر کے بناؤ۔ پھر ابن حجر نے کہا کہ یہ ہر دو ثقلین اسی طرح ہیں اس لیے کہ ہر ایک ان دونوں میں سے معدن اور علوم خدادا دو رازہا اور اعلیٰ حکمتیں اور احکام شرعیہ کے خزانے ہیں اسلیئے جناب نبی صلعم نے ثقلین کی پیروی کرنے اور اُن کو محکم پکڑنے کی ترغیب دی اور ان سے علم سیکھنے کے واسطے فرمایا۔ پھر کہا کہ جس کے لئے یہ ترغیب دیگئی ہے محض وہی عارف و ماہر[1] کتاب خدا اور سنت رسول صلعم کے ہیں کیونکہ وہ وہی ہیں جو کتاب خدا سے حوض کوثر تک جدا نہیں ہو سکتے اور اسی کی مؤید یعنے تائید کرنے والی حدیث سابق ہے جس میں فرمایا کہ تم ان کو تعلیم نہ دینا کیونکہ وہ تم سب سے زیادہ عالم ہیں اور اسی بات میں وہ باقی علماء سے ممتاز ہو گئے ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ان سے پلیدی کو دور رکھکر ان کو حق پاک کرنیکا پاک کیا اور کرامات ظاہرہ اور خوش خصالی سے ان کو مشرف فرمایا جیسا کہ بیان فرمایا۔ اور آگے حدیث آئیگی جس میں قریش کی طرح ہے کہ اُن سے سیکھو کیونکہ وہ زیادہ جانتے ہیں تم سے پس جب عام قریش کے واسطے یہ فضیلت ہے تو اہل بیت ع ان سب سے افضل ہیں کیونکہ ان میں وہ خصوصیات موجود ہیں جن میں باقی قریش بالکل شریک نہیں ہو سکتے۔ اور احادیث تمسک بہ اہل بیت ع میں اشارہ ہے کہ تا قیامت ایک نہ ایک اہل بیت میں سے ایسا لائق موجود رہیگا اور یہ سلسلہ قطع نہ ہوگا جسکے ساتھ تمسک صحیح ہوگا جیسا کہ کتاب اللہ تا قیامت بدستور موجود رہے گی اور اسی لئے اہل بیت ع امان ہیں زمین والوں کے لئے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا

[1] تقریر ابن حجر سے ہمارا مدعا بوضاحت ثابت ہو گیا ہے کہ عارف قرآن و سنت نبوی اہل بیت ع کے برابر کوئی بشر امت میں سے نہیں ہے اسی واسطے رسول ص نے ان کی متابعت امت پر ضروری قرار دی ہے اور ہر زمانہ میں ایک ایسا اہل بیت سے بطور حجۃ موجود رہیگا جس کو بوجہ اعلم و اقدس ہونے کے پیشوا تسلیم کیا جائے اور دوازدہ ائمہ طاہرین۔ واقدم و اعلم و الزم بالقرآن ہونے کی ایسی صفات رکھتے ہیں جو باقی کسی میں نہیں اور وہی صفات مابہ الامتیاز ان کی ہیں پس ائمہ حق بحکم رسول ص وہی ہیں نہ غیر ۱۲
مترجم

ویشہد بذلك الخبر السابق فی کل خلف من امتی عدول من اھلبیتی الخ ثم احق من یتمسك بہ منھم امامھم و عالمھم علیّ ابن ابی طالب لما قدمناہ من مزید علمہ ودقائق مستنبطاتہ ومن ثم قال ابوبکر علیٌ عترۃ رسول اللہ ص ای الذین حث علی التمسك بھم فخصہ لما قلنا وکذلك خصہ صلعم بما مر یوم غدیر خُم (ثم قال) فمن الموثوق بہ علے ابلاغ الحجۃ وتاویل الحکم الی اھل الکتاب وابناء ائمۃ الھدیٰ ومصابیح الھدیٰ و مصابیح الدجیٰ الذین احتج اللہ بھم علے عبادہ ولم یدع الخلق سُدًی من خیر حجۃ ھل تعرفونھم او تجدونھم الا من فروع الشجرۃ المبارکۃ وبقایا الصفوۃ الذین اذھب اللہ عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا وبرّاھم من الآفات (المنھیۃ من الشارع) وافترض مودتھم فی الکتاب۔ انتھٰی۔

فی حد السارق صفحہ ۱۸۶ قال العلامۃ عبد الرؤف المناوی فی فیض القدیر شرح الجامع الصغیر قال الشریف یفھم منہ وجود من یکون اھلاً للتمسك من اھل البیت والعترۃ الطاھرۃ فی کل زمان الی قیام الساعۃ حتی یتوجہ البحث المذکور الی التمسك بہ کما ان الکتاب لعزیز کذلك

اور اسپر حدیث سابق بھی گواہ ہے کہ میری امت میں بعد میرے عادلین اہل بیت سے ہونگے۔ پھر سب سے زیادہ لائق ان میں سے واسطے اتباع کے امام ان کا اور عالم ان کا علیؑ ابن ابیطالب ہے کیونکہ پہلے ہم بیان کر آئے ہیں کہ وہ بہت علم رکھتے اور دقائق مسائل جانتے ہیں۔ اور اسی واسطے ابوبکر نے کہا علیؑ عترۃ رسول اللہ سے ہیں یعنی وہ ہیں جن کی اتباع پر ترغیب دی گئی ہے پس ابوبکر کا مخصوص حضرت مرتضیٰ کو عترۃ سے واجب الاتباع ہونے کے لئے ذکر کرنے کی وہی وجہ ہے جو ہمنے پہلے مزید علم وغیرہ سے ذکر کی ہے۔ اور اسی لئے حضرت علیؑ کو غدیر خم کے دن رسول اللہ ص نے مخصوص فرمایا پھر ابن حجر نے کہا یقینی بات ہے کہ تبلیغ احکام ودلائل شرع کتاب والوں کے لئے اور امام ہدایت خبر دینے کے لئے اور روشن چراغ دفع ظلمت کے لئے وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر معلّم بھیجنے کی حجت قائم فرمائی ہے اور مخلوق کو آوارہ بلا حجّت بغیر معلّم کے نہیں چھوڑا تو کیا کوئی تم سوائے شجرہ نسب پاک نبوی ص کے کسی کو پہچان سکتے ہو کہ ایسا ہو سکے جیسے وہ برگزیدہ ہیں جن سے اللہ تعالےٰ نے پلیدی کو دور رکھا اور خوب ان کو پاک کیا ہوا ہے جیسا کہ چاہئے تھا اور اللہ نے ان کو ممنوعات شرعیہ سے بری فرمایا ہوا ہے اور ان کی محبت اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرض کر دی ہے۔ بغیر اُن کے کوئی نہیں۔ ختم ہوئی عبارت صواعق کی ؎

اور کتاب حد السارق مولفہ ایڈیٹر صاحب اصلاح کے صفحہ ۱۸۶ میں ہے کہ علامہ عبد الرؤف مناوی فیض القدیر شرح جامع صغیر میں کہتا ہے کہ شریف سمہودی کہتا ہے اس حدیث سے ایک ایسے وجود کا اہلبیت وعترۃ طاہرہ سے ہر زمان میں موجود رہنا قیامت تک مفہوم ہوتا ہے جو پیشوائی اور واجب الاتباع ہونے کی اہلیت ولیاقت رکھتا ہو تب ترغیب و تاکید تمسک کا معنے صحیح ہو سکتا ہے جیسا کہ قرآن ہمیشہ واجب الاتباع موجود ہے (ورنہ حکم تمسک ایسی چیز سے دینا جو موجود نہیں لغو معلوم ہوتا ہے جو معاذ اللہ نبی ص سے بعید ہے)

خصوصیات حضرت علیؑ اور ابوبکر صاحب کا اقرار

آیت تطہیر ۔ طہارت ائمہ اطہار

ہر زمانہ میں وجود امام

فلذلك كانوا اماناً لاهل الارض فاذا ذهبوا ذهب الارض كما فى العبقات صفحہ ۴۸۰ مجلد الثقلين۔

ولا يخفى ان خطاب التمسك بالثقلين للحاضرين من الصحابة خواصهم وعوامهم بالاصالة بحيث لا يستثنى منه احد من الثلاثة ولا من غيرهم وللغائبين من التابعين وغيرهم تبعاً كما هو قانون الشرع فعلم ان كل الامة من الصحابة وغيرهم مامور باتباع الثقلين فكانت الامة كلها تابعة لهم لا متبوعة ومتعلمة منهم لا معلمة لهم ومتاخرة عنهم لا متقدمة عليهم لان الاحق بالامامة والاقتدامية هم لا هى اى الامة العامة صحابة كانوا او غيرهم وثبت ان اهل البيت وجب ان يكونوا حاكمين لا محكومين وآمرين للامة لا مامورين. ورُدّ قول من قال ان كل تقى آل محمد داخل فى الثقلين لانه يستلزم وحدة المتمسِك والمتمسَّك به وهو باطل مع ان هذا الحديث المشهور واهٍ جداً كما فى الفتح صفحہ ۵۳ جلد ۶ وحديث انس رفعه آل محمد كل تقى اخرجه الطبرانى ولكن سنده واهٍ جداً واخرج البيهقى عن جابر نحوه من قوله بسند ضعيف۔ انتهى

فى الصواعق صفحہ ۸۷ خبر آل كل مومن تقى ضعيف

اور اسی لئے اہل بیت کا وجود باشندگان زمین کے لئے امان[1] ہے پس جب وہ نہ ہوں تو زمین ہی نہ رہے گی اسی طرح ہے عبقات الانوار مجلد الثقلین صفحہ ۴۸۰ میں۔

اور یہ مخفی نہیں ہے کہ اصالتاً خطاب حکم اتباع بہ ثقلین کا جملہ صحابہ خاص وعام کے لئے تھا جو اس وقت حاضر تھے اس طرح کہ کوئی صحابی اس حکم سے مستثنیٰ نہیں ہے نہ اصحاب ثلاثہ اور نہ باقی صحابہ اور جو حاضر نہیں تھے اون کو بمقتضائے فلیبلغ الشاهد للغائب کے تبعاً یہ حکم پہونچایا گیا جیساکہ قانون شرع کا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کل امت خواہ صحابہ ہوں یا دوسرے مامور باتباع ثقلین ہیں پس ساری امت ثقلین کے تابع ہوگی نہ متبوع اور امت ان سے سیکھیگی نہ کہ ان کو سکھلائے گی۔ اور امت مقتدی اہل بیت ع کی ہوگی نہ پیشوا انکی کیونکہ بدلائل مذکورہ مستحق امامت اور پیشوا ہونے کے وہی ہیں نہ امت خواہ صحابہ ہوں یا ماسوائے ان کے اور ثابت ہوا کہ اہل بیت حاکم اور امر کرنے والے امت کیواسطے ہونگے نہ محکوم وماموور امت کے اور مردود ہے قول اوس شخص کا جسنے کہا ہے کہ تحقیق ہر پرہیزگار آل نبی ص اور ثقلین میں داخل ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ تابع اور متبوع ایک چیز ہے (نیز بغیر ایک رہنما متبوع کے وہ پرہیزگاری کیا کریں گے اگر اپنی رائے سے کرینگے تو تابع ہوائے خود کے ہونگے جو کسی کی اتباع نہیں ہے بلکہ خود رائی اور من گھڑت طریقہ ہوگا) اور تابع ومتبوع ایک ہی ہونا باطل ہے نیز جو اس قسم کی حدیث مشہور ہوگئی ہے وہ بہت ہی واہی ناقابل قبول ہے جیساکہ فتح الباری شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۵۳ میں ہے کہ حدیث انس جو نبی ص تک مرفوع ہوئی ہے یعنی یہ کہ آل محمد ہر پرہیزگار ہے اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے لیکن سند اس کی بالکل واہی ہے اور بیہقی نے جابر سے مثل اسکے روایت کیا ہے تو وہ بھی سند ضعیف سے اسلئے قابل حجت نہیں ہے۔ اسی طرح صواعق محرقہ صفحہ ۸۷ میں ہے کہ حدیث آل ہر مومن پرہیزگاری کی ضعیف ہے

ف حدیث کل تقی آل محمد بہت ضعیف ہے

[1] جیساکہ نبی ص کا ہونا عذاب سے امان تھا چنانچہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم یعنے اللہ تعالےٰ اس حالت میں عذاب نہیں دیتا ہے کہ تو ان کے اندر موجود ہے پس ذریت نفس النبی جن کی خلقت نور واحد سے ہے ضرور باعث امان ہوسکتی ہے ۱۲ مترجم۔

فلزم ان یکون الایمة من اھل البیت وکانت بیعتھم لازمة فی اعناق المسلمین لا بالعکس کما ھو مقتضی الحدیث المذکور من قوله علیه السلام ولا تقدموھما فتھلکوا ولا تعلموا ھما فانھما اعلم منکم وکما فی الصواعق ص۱۳۶ من تاھل منھم للمراتب العلیة والوظائف الدینیة کان مقدما علی غیرہ

تذنیب فی ان اھل البیت من ھم

اعلم ان فی اطلاق اھل البیت علی علیؑ و الحسن والحسین وسیدة النساء فاطمة الزھراء علیھم السلام روایات کثیرة شھیرة فی کتب التفسیر والحدیث عند الفریقین وجل الادلة علیه ایة التطھیر[1] وایة المباھلة وحدیث الکساء کما روت ام سلمة اخرجه الترمذی والدولابی والبیھقی واحمد والطبرانی[2] وابن عمر اخرجه البیھقی والحاکم وعائشة اخرجه المسلم[3] والترمذی وواثلة بن الاسقع اخرجه احمد وابو حاتم والحاکم وصححه والدیلمی وانس بن مالك اخرجه احمد والترمذی عن الحسن بن علی من طرق بعضھا سنده حسن وانا من اھل البیت الذین اذھب الله عنھم الرجس اخرجه ابن سعد وابو سعید الخدری اخرجه البغوی فی تفسیرہ اخرج ابن جریر واحمد[4] عنه انھا نزلت فی خمسة وعلی اخرجه الدیلمی وسعد بن ابی وقاص اخرجه النسائی وجابر بن عبد الله اخرجه الحاکم

پس ثابت ہوا کہ پیشوا اہل بیتؑ سے ہونگے اور ان کی بیعت لوگوں کی گردنوں میں ہونی چاہئے نہ یہ کہ اہل بیتؑ کی گردنوں میں امت کے بعض لوگوں کی بیعت ہو جیسا کہ حدیث مذکور سے ظاہر ہے جو نبیؐ نے فرمایا تم ثقلین کے پیشوا نہ بننا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور ان کے معلم نہ ہونا کیونکہ تم سب سے یہ بہت واقف ہیں اور جیسا کہ صواعق صفحہ ۱۳۶ میں ہے کہ جو اہل بیتؑ سے مراتب عالیہ اور اعمال دینیہ کی لیاقت رکھتا ہو وہ سب لوگوں سے مقدم سمجھا جائیگا،

مضمون حدیث ثقلین کے پیچھے یہ مضمون لگایا جاتا ہی کہ اہل بیت سے مراد کون ہیں؟

جاننا چاہیے کہ تحقیق اطلاق اہل بیت کا جناب علی اور حسن وحسین اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا علیہم السلام پر بروایات مشہورہ بکثرت کتب تفسیر وحدیث فریقین میں وارد ہے، اور بڑی بھاری دلیل اسپر آیت تطہیر اور آیت مباہلہ اور حدیث کساء کی ہے جیسا کہ اسکو روایت کیا ام سلمہ رضؓ نے جس کو ترمذی و دولابی وبیہقی واحمد و طبرانی نے روایت کیا اور ابن عمر سے روایت کی ہے بیہقی اور حاکم نے اور عائشہ سے روایت ہے جس کو مسلم اور ترمذی نے روایت کیا اور واثلہ بن اسقع سے احمد وابو حاتم وحاکم وبیہقی ودیلمی نے اور انس بن مالک سے احمد وترمذی نے اور جناب حسن بن علیؑ سے بچند طرق مروی ہے جن سے بعض کی سند حسن ہے یہ کہ امام حسنؑ نے فرمایا میں اسی اہل بیت سے ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا ہے اور پلیدی کو ان سے دور کیا ہے اس حدیث کو ابن سعد نے روایت کیا ہے، اور ابو سعید خدری سے اس حدیث کو بغوی نے اپنی تفسیر میں اور ابن جریر واحمد نے روایت کیا ہے مرفوعاً کہ آیت تطہیر پانچ تن کے حق میں اتری ہے اور علیؑ سے دیلمی نے اور سعد بن وقاص سے نسائی نے اور جابر بن عبد اللہ سے حاکم نے روایت کیا ہے۔

[1] طہارت علیؑ کی دلیل کافی ہے یہی جو رسول خدا نے اپنے ہمراہ خصوصیت بحالت جنابت دخول مسجد میں حضرت علیؑ کو شریک فرمایا ہے کہ میرے اور علی کے سوا کوئی جنب مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔ تفصیل وتصحیح اس کی ملاحظہ ہو روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۴۹۷ میں اسی طرح جناب فاطمہؑ وحسنینؑ کے لئے یہی حکم آیا ہے ۱۲ مترجم۔

[2] صواعق صفحہ ۸۵ وصحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۸۳ روایت عائشہ میں حدیث کسا کا بیان ہے ۱۲ مترجم۔

[3] یہ سب روایات ارجح المطالب صفحہ ۵۶ لغایت صفحہ ۶۰ میں اور تفسیر در منثور میں آنحضرت سے موجود ہیں ۱۲ مترجم۔

[4] صواعق صفحہ ۸۵ میں مرقوم ہے اسی طرح بلکہ آخر میں وطہرھم تطہیرا بھی ہے اور شرح فقہ اکبر علی قاری مطبوعہ گلزار محمدی لاہور

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۳۹ ملاحظہ ہو)

فی المستدرك وابن عباس اخرجه ابو حاتم ناقلا من سیرۃ الحلبیۃ وغیرها۔

فی الصواعق المحرقۃ ص۸۵ آیۃ التطهیر اکثر المفسرین علی انها نزلت فی علیؑ وفاطمۃ والحسنینؑ الخ لتذکیر ضمیر عنکم ومابعده۔

قال الامام النووی فی شرح المهذب عترته الذین ینسبون الیهؐ وهم اولاد فاطمۃ۔

فی الصواعق ص۹۰ قال ابو بکر علیؑ عترۃ الرسول اللهؐ

فیه صفحه ۸۹۔ اخرج الدیلمی عن ابی سعید الخدری ان النبیؐ قال وقفوهم انهم مسئولون عن ولایۃ علیٍ وکان هذا هو مراد الواحدی بقوله روی فی قوله تعالی وقفوهم الآیۃ ای عن ولایۃ علیٍ او اهل البیت۔ ثم قال والمعنی انهم یسئلون هل والوهم حق الموالاۃ کما اوصاه النبیؐ ام اضاعوها فتکون علیهم المطالبۃ و انتهی۔

وآیۃ المباهلۃ فی الصواعق ص۹۳ قوله تعالی فمن حاجك فیه من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنت الله علی الکاذبین

مستدرک میں اور ابن عباس سے ابو حاتم نے سیرۃ حلبیہ وغیرہ میں روایات کیا۔

اور صواعق محرقہ صفحہ ۸۵ میں ہے کہ اکثر مفسرین اسپر متفق ہیں کہ آیت تطہیر علیؑ وفاطمہؑ وحسنینؑ کے حق میں اتری ہے الخ واسطے مذکر ہونے ضمیر عنکم کے اور دوسرے ضمیر مابعد اسکے کا مذکر ہونا بھی مؤید اس کا ہے۔

امام نووی نے شرح مہذب میں کہا ہے کہ عترت نبی وہ ہیں جو نبیؐ کی طرف منسوب ہیں اور وہ اولاد جناب فاطمہؑ ہیں۔

صواعق صفحہ ۹۰ میں ہے ابوبکر نے کہا علیؑ عترت رسول اللہؐ ہیں۔

اور صواعق صفحہ ۸۹ میں دیلمی نے ابی سعید خدری سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ آیت وقفوهم انهم مسئولون سے مراد یہ ہے کہ دن قیامت کے حکم ہوگا کہ سب کو کھڑا کرو تحقیق ان سے ولایت علیؑ کا سوال کیا جاتا ہے اور یہی مراد واحدی کی ہے اسکے قول سے کہ فرمان الٰہی وقفوهم الخ میں مروی ہے کہ سوال ولایت علیؑ اور ولایت اہل بیتؑ کا ہوگا۔ اور پھر کہا ہے کہ معنی یہ ہے کہ اس امر سے لوگ پوچھے جائینگے کہ آیا اہل بیت کو دوست رکھا ہے حق دوستی کا جیسا کہ اس کی نبیؐ نے وصیت فرمائی تھی یا کہ حق مودت اور وصیت کو ضائع کیا ہے؟ اگر ضائع کیا تو ضائع کرنے والوں پر مطالبہ اور سزا ہوگی۔ ختم ہوئی عبارت صواعق کی۔

اور آیت مباہلہ کا بیان صواعق صفحہ ۹۳ میں ہے۔ فرمان اللہ تعالیٰ کا ہے کہ جو تیرے ساتھ جھگڑا کرے اے نبیؐ بعد علم آجانے کے پس کہدے تو کہ آجاؤ بلالیں ہم اپنی اولاد کو اور تم اپنی اولاد کو اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے نفسوں اور تمہارے نفسوں کو پھر مباہلہ کریں اور ہم کہیں اللہ کی لعنت ہو جھوٹوں پر۔

(بقیہ حاشیہ ص۳۸) صفحہ ۱۳۹ میں ہے الا اولاد فاطمۃ فانهم یفضلون علی اولاد ابی بکر وعمر وعثمان لقربهم من رسول اللهؐ فهم العترۃ الطاهرۃ والذریۃ الطیبۃ الذین اذهب الله عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا کذا فی الکفایۃ۔ انتهی۔ یعنی اولاد فاطمہؑ بوجہ قرب رسولؐ کے باقی سے افضل ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا ہے خوب پاک کرنیکا اور پلیدی کو ان سے دور رکھا۔ نیز دیکھو حاشیہ متعلق خطبہ امام حسنؑ اجوبا مصالحت امام حسن با معاویہ سلے مراح میں ہے عترۃ بالکسر اصل وعترۃ خویشاں ونزدیکاں مرد تو عترتی اھل بیتی کے لفظ نے ہر شبہ کو دور کردیا ہے جو سینوں کے دل میں آتے ہیں کیونکہ جو اصل اور سب سے اقرب ہیں جن سے نبیؐ کا نام مبارک قائم رہا اور جن کو نبی نے اپنی صلب کی اولاد فرمایا یا بھلائی دنیا وآخرت میں فرمایا ان کے بغیر کوئی اور مقصود حدیث ثقلین سے نہیں ہوسکتا۔ ۱۲ مترجم۔

قال فی الکشاف لادلیل اقوی من ھذا علی فضل اصحاب الکساء وھم علیؑ وفاطمۃؑ والحسنان لانھم لما نزلت دعاھم صلعم فاحتضن الحسین واخذ بید الحسن ومشت فاطمۃ خلفہ وعلیؑ خلفھما فعلم انھم المراد من الآیۃ وان اولاد فاطمۃ وذریتھم یسمون ابناءہ وینسبون الیہ نسبۃ صحیحۃ نافعۃ فی الدنیا والآخرۃ وکذا اخرجہ[1] مسلم عن سعد بن ابی وقاص والترمذی والنسائی والحاکم

وفی تشریف البشر بذکر الائمۃ الاثنی عشرؑ للسید الصدیق حسن خان المراد من الآل علیؑ وفاطمۃؑ والحسنانؑ ویدل علیہ آیۃ المباھلۃ وآیۃ التطھیر والکساء وکذا فی التفسیر الخازن وغیرہ

قال الحافظ فی الفتح جلد ۶ ص ۵۳ قال احمد المراد بالآل محمد فی حدیث التشھد اھلبیتہ وعند الشافعی من حرم علیہ الصدقۃ وقیل المراد بالآل ذریۃ فاطمۃ خاصۃً حکاہ النووی فی شرح المھذب۔

وفیہ جلد ۳ صفحہ ۴۲۲ وفی ذکر البیت معنی آخر ای بشر لخدیجۃ بالبیت فی الجنۃ) لان مرجع اھل بیت النبیؐ الیھا لما ثبت فی تفسیر قولہ تعالے انما یرید اللہ الآیۃ قالت ام سلمۃ لما نزلت دعا النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمۃ وعلیا والحسنین فجللھم بکساء وقال اللھم ھؤلاء اھل بیتی الحدیث اخرجہ الترمذی وغیرہ ومرجع اھل البیت ھؤلاء الی خدیجۃ لان الحسنین من فاطمۃ وفاطمۃ بنتھا وعلیؑ نشا فی بیت خدیجۃؓ وھو صغیر الخ

تفسیر کشاف میں زمخشری نے کہا ہے کہ کوئی دلیل فضیلت صاحبان چادر کیواسطے جو کہ علیؑ وفاطمہؑ وحسنینؑ ہیں قصہ مباہلہ سے زیادہ قوی نہیں ہے کیونکہ جب نازل ہوئی آیت مباہلہ کی تو ان کو نبیؐ نے بلایا جناب رسولؐ نے امام حسینؑ کو گود میں لیا اور امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑا اور جناب فاطمہؑ پیچھے ان کے روانہ ہوئیں اور جناب علیؑ سب کے پیچھے روانہ ہوئے پس معلوم ہوا تحقیق کہ وہی مراد ہیں اس آیت سے اور تحقیق اولاد فاطمہ اور ان کی ذریت پسران نبیؐ اور منسوب طرف نبیؐ کے نسبت صحیحہ سے ہیں جو نسبت دنیا اور آخرت میں نفع دینے والی ہے اور اسی طرح مسلم اور ترمذی ونسائی وحاکم نے روایت کیا ہے۔

اور تشریف البشر بذکر الائمۃ الاثنے عشرؑ مؤلفہ سید صدیق حسن خان میں ہے مراد آل سے علیؑ وفاطمہؑ اور حسنینؑ ہیں اور اس پر آیت مباہلہ وآیت تطہیر وحدیث کساء دلیل ہے اور اسی طرح تفسیر خازن وغیرہ میں ہے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۳ میں لکھا ہے کہ امام احمد لکھتے ہیں آل محمد سے مراد حدیث تشہد میں اہل بیتؑ نبیؐ کے ہیں اور امام شافعی کے نزدیک مراد آل سے وہ ہیں جنپر صدقہ حرام ہے اور بعض کے نزدیک مراد آل سے ذریت فاطمہؑ بالخصوص ہے اسی کو نووی نے شرح مہذب میں بیان کیا ہے۔

اور اسی فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۴۲۲ میں ہے کہ ذکر بیت بشارۃ خدیجہؓ میں جو بہشت کی ان کو ملی تھی ایک لطیف معنے ہے کیونکہ مرجع اہل بیت نبیؐ کا اسی جناب خدیجہؓ کی طرف ہے کیونکہ ثابت ہو چکا ہے تفسیر قول باریتعالے انما یرید اللہ الآیۃ میں کہ جناب ام سلمہ کہتی ہیں جب اتری یہ آیت تو نبیؐ نے جناب فاطمہؑ وعلیؑ وحسنینؑ کو بلایا اور ان کو چادر اوڑھا دی اور فرمایا کہ خدایا یہی میرے اہل بیت ہیں اس حدیث کو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا اور مرجع ان سب اہل بیت کا خدیجہؓ کی طرف ہے کیونکہ جناب حسنینؑ جناب فاطمہؑ کے بطن اقدس سے ہیں اور جناب فاطمہؑ جناب خدیجہؓ کی بیٹی ہیں اور جناب علیؑ نے خدیجہؓ کے گھر میں بچپن سے پرورش پائی اور پھر

[1] کذا فی تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۵۔ ۱۲ مترجم۔

تزوج بنتها بعدها فظهر رجوع اهل البيت النبوی الی خدیجۃ دون غیرها۔ انتهی۔

شادی بھی انہی کی بیٹی سے کی پس ظاہر ہوا کہ رجوع اہل بیت نبی ص کا محض خدیجہ رض کی طرف ہے نہ اور کسی طرف۔ ختم ہوئی عبارت فتح الباری کی۔

وفی ارجح المطالب ص۶۰ عن جابر بن عبد الله قال انفسنا محمد ص و علی ع وابناءنا الحسن والحسین ونساءنا فاطمة رواه الحاکم۔

اور ارجح المطالب صفحہ ۶۰ میں ہے کہ جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ انفسنا سے مراد محمد ص و علی ع ہیں اور ابناءنا سے مراد حسن ع و حسین ع ہیں اور نساءنا سے مراد فاطمہ ع ہیں۔ اسکو حاکم نے روایت کیا۔

فی المعالم والخازن ان العرب تسمی ابن عم الرجل نفسه کما قال سبحانه ولا تلمزوا انفسکم یرید اخوانکم۔

تفسیر معالم اور خازن میں ہے کہ تحقیق عرب چچازاد بھائی کو نفس دوسرے بھائی کا نام رکھتے ہیں جیسا کہ فرمایا حق سبحانہ نے کہ اپنی نفسوں کو عیب نہ لگاؤ اور ارادہ الٰہی اس سے یہی ہے کہ اپنے بھائیوں پر عیب نہ لگاؤ۔

قال الفخر الدین الرازی فی تفسیره الکبیر جلد۲ ص۷۰۰۔ روی انه علیه السلام لما خرج فی المرط الاسود فجاء الحسن ع فادخله ثم جاء الحسین ع فادخله ثم فاطمة ع ثم علی ع ثم قال انما یرید الخ۔

اور فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۷۰۰ میں لکھا ہے کہ جناب نبی مکرم سے روایت کی گئی ہے کہ جب رسول خدا صلعم سیاہ کملی میں نکلے اور امام حسن ع آئے تو ان کو داخل کر لیا پھر امام حسین ع آئے تو آپ نے ان کو بھی داخل چادر کر لیا۔ پھر جناب فاطمہ ع آئیں پھر جناب علی ع آئے پھر فرمایا نبی صلعم نے انما یرید الله لیذهب عنکم الآیۃ۔

وفی الشرف المؤبد لآل محمد صفحہ ۶۔۷ طبع مصر فذهب طائفة منهم ابو سعید الخدری وجماعة من التابعین من مجاهد وقتادة وغیرهم کما نقل الامام البغوی وابن الخازن وکثیر من المفسرین الی انهم هنا ای فی آیة التطهیر اهل العباء وهم رسول الله وعلی ع وفاطمة ع والحسن ع والحسین ع وروی احمد والطبرانی عن ابی سعید الخدری مرفوعاً انزلت هذه الآیة فی خمسة فیّ وفی علی ع و حسن ع وحسین ع وفاطمة وروی من طرق عدیدة حسنة وصحیحة عن انس ان رسول الله ص کان بعد نزول هذه الآیة یمر بباب فاطمة اذا خرج الی صلوة الفجر یقول الصلوٰة اهل البیت انما یرید الله۔ الآیہ

اور الشرف المؤبد لآل محمد صفحہ ۶ و ۷ مطبوعہ مصر میں ہے کہ ایک گروہ جس میں حضرت ابو سعید خدری اور جماعت تابعین کی مجاہد اور قتادہ وغیرہ ہیں جیسا کہ امام بغوی اور ابن خازن اور بہت مفسرین نے نقل کیا ہے اس طرف گئے ہیں کہ آیت تطہیر میں مقصود و مراد اہل عباء و کساء ہیں اور وہ جناب رسول اللہ صلعم و علی ع و فاطمہ ع و حسن ع و حسین ع ہیں۔ اور احمد اور طبرانی نے ابی سعید خدری سے روایت کیا انہوں نے نبی صلعم سے کہ فرمایا آیت تطہیر پانچ تن کے حق میں اتری ہے یعنی میرے حق میں اور علی ع و حسن ع و حسین ع و فاطمہ رض کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اور بہت طریقوں سے جو حسن و صحیح ہیں انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ص بعد نزول آیت تطہیر کے دروازہ جناب فاطمہ ع پر گذر فرماتے ہوئے جبکہ نماز فجر کے لئے نکلتے تھے تو فرماتے تھے الصلوٰة اهل البیت انما یرید الله الآیہ یعنی نماز کا وقت ہے اے اہل بیت اللہ تعالیٰ کا ارادہ تطہیر آپ کے لئے ہو چکا ہے۔

وفی ص۹ وذکر ابن جریر فی تفسیرہ خمس عشر روایۃ باسانید مختلفۃ فی ان اھل البیت فی الآیۃ ھم النبی م وعلیؑ و فاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ ثم اعقبہا بروایۃ واحدۃ فی ان المراد زوجاتہ الطاھرات۔

ورأیت الامام الجلیل خاتمۃ الحفاظ جلال الدین السیوطی فی تفسیرہ الدر المنثور قد صدر الکلام عن تفسیر ھذہ الآیۃ بثلاث روایات فی ان اھل البیت فیہا ھم ازواجہ م واعقبہا بعشرین روایۃ من طرق مختلفۃ فی ان المراد منہم النبی م وعلیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ۔

وفی صحیح المسلم جلد ۲ ص۲۸۰ عن زید بن ارقم (فی حدیث الثقلین) فقلنا (القائل ھو الراوی من انس) من اھل بیتہ نساءہ قال لا ایم اللہ ان المرءۃ تکون مع الرجل العصر من الدھر ثم یطلقہا فترجع الی ابیہا وقومہا الخ وکذا فی الصواعق صفحہ ۸۹۔

فی الخصائص الکبریٰ للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۶۴ اخرج الحاکم عن ام سلمۃ قالت فی بیتی نزلت انما یرید اللہ الآیہ فارسل الی علی وفاطمۃ وابنیہما فقال ھؤلاء اھل بیتی۔

وفی جلد ۲ ص۲۶۶ اخرج الحاکم عن ابن عباس مرفوعا النجوم امان لاھل الارض من الغرق واھل بیتی امان لامتی من الاختلاف فاذا خالفہا[۲] قبیلۃ اختلفوا فصاروا حزب ابلیس واخرجہ ابویعلیٰ وابن ابی شیبۃ من حدیث سلمۃ بن الاکوع

اور اسی کتاب الشرف المؤبد صفحہ ۹ میں ہے کہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں پندرہ[۱۵] روایات باسانید مختلفہ اس مسئلہ میں لکھی ہیں کہ آیت تطہیر میں اہل بیت سے مراد وہی جناب نبی م و جناب علیؑ و جناب فاطمہؑ و جناب حسنؑ و حسینؑ ہیں اور اسکے بعد صرف ایک روایت اسبارہ میں لکھی ہے کہ مراد ازواج ہیں۔

اور میں نے امام جلیل القدر خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی کو دیکھا ہے کہ اپنی تفسیر درمنثور میں پہلے تفسیر اس آیت تطہیر میں تین[۳] روایات اس امر کی لکھی ہیں کہ اہل بیت سے مراد ازواج ہیں اور پھر ساتھ ہی بیس[۲۰] روایات اسانید مختلفہ کی لکھی ہیں کہ مراد اہل بیت سے جناب نبی صلعم و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں۔

اور صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۸۰ میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ حدیث ثقلین بیان کرتے ہوئے راوی نے پوچھا کہ ازواج نبی م بھی اہل بیت سے ہیں تو زید نے کہا کہ نہیں ہیں خدا کی قسم تحقیق عورت مرد کے ساتھ کچھ زمانہ رہتی ہے پھر وہ طلاق دیدیتا ہے اسکو اور وہ رجوع کر جاتی ہے اپنے باپ اور قوم کی طرف تو کس طرح دائمی طہارت سے ہوسکتی ہیں۔ اسی طرح صواعق محرقہ صفحہ ۸۹ میں ہے۔

اور خصائص کبریٰ مؤلفہ سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۶۴ میں ہے کہ حاکم نے ام سلمہ رضہ سے روایت کی ہے کہ اسنے کہا جب میرے گھر میں اتری ہے آیت تطہیر انما یرید اللہ الآیہ تو آدمی بھیجکر بلایا رسول اللہ صلعم نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ کو اور فرمایا یہی میرے اہل بیت ہیں۔

اور خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ میں ہے حاکم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے مرفوعاً نبی صلعم سے کہ فرمایا ستارے امان ہیں زمین والوں کے لئے غرق ہونے سے اور اہل بیت میرے امان ہیں اختلاف سے پس جب کوئی قبیلہ اہل بیت کے مخالف ہوجاتا ہے تو آپس میں مختلف ہوکر گروہ شیطان کے ہوجاتے ہیں۔ اور اس حدیث کو ابویعلےٰ اور ابن ابی شیبہ نے حدیث سلمہ بن اکوع سے روایت کیا ہے۔

[۲] اسی طرح اس نسخہ میں ہے جس سے اس حدیث کو نقل کیا گیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اذا خالفہم اصل میں ہوگا کیونکہ مرجع ضمیر ظاہر ہے کہ اہل بیت م ہیں اسلئے ضمیر مذکر موزون تر ہے شائد یہ سہو کاتب سے ہوگیا ہے ۱۲ مترجم۔

[۱] وحدیث کساکو اسی صفحہ پر مؤلف الشرف المؤبد نے ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وطبرانی وابن مردویہ کی روایت سے باسناد جناب ام سلمہ کے مرفوعاً لکھا ہے اور اسی وقت آیت تطہیر کا اترنا نقل کیا ہے ۱۲ مترجم

اہل بیت اختلاف سے امان ہیں اور مخالف ان کا گروہ شیطان ہے

وفی جلد ۲ صفحہ ۲۴۴۔ اخرج البیہقی فی سننہ عن عائشۃ مرفوعاً انی لا احل المسجد لحائض ولا جنب الا لمحمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

وفی الصواعق ص۹۱ قولہ تعالیٰ وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم اشار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی وجود ذلک المعنی فی اھل بیتہ وانھم امان لاھل الارض کما کان ص امانا لھم۔

وفی ص۹۱ اخرج الثعلبی عن جعفر الصادق ع نحن حبل اللہ الذی قال اللہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ۔

وفی تفسیر الاتقان جلد ۲ ص۲۰۰ اخرج الترمذی وغیرہ عن عمرو بن ابی سلمۃ وابن جریر وغیرہ عن ام سلمۃ ان النبی صلعم دعا فاطمۃ وعلیا وحسنا وحسینا لما نزلت انما یرید اللہ فجللھم بکساء وقال واللہ ھؤلاء اھلبیتی فاذھب الرجس وطھرھم تطھیرا

وفی ارجح المطالب ص۵۶ و ۵۷ قال اخرجہ احمد ومسلم والترمذی وابن ابی شیبۃ وابن جریر وابن ابی حاتم والحاکم والسیوطی فی الدر والبیہقی والدیلمی وابن المنذر وابن مردویہ۔

وفی تفسیر النیشا فوری جزء ۲۲ ص۱۰ وقد مر من آیۃ المباھلۃ انھم اھل العباء النبی لانہ اصل وفاطمۃ والحسن والحسین بالاتفاق والصحیح ان علیا لمعاشرتہ بنت النبی ص وملازمتہ ایاھا الخ

وفی التفسیر لابن جریر جزو ۲۲ عن ابی سعید الخدری قال رسول اللہ ص نزلت ھذہ الآیۃ

اور اسی خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۴۴ میں ہے کہ بیہقی نے سنن میں حضرت عائشہ سے مرفوعاً نبی صلعم سے روایت کیا ہے کہ نبی ص نے فرمایا میں نہیں حلال کرتا مسجد حائض اور جنب کیلئے مگر محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے حلال ہے یعنی گذرا اور آرام کرنا۔

اور صواعق محرقہ صفحہ ۹۱ میں ہے فرمایا حق سبحانہ نے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب نہیں دیتا ایسی حالت میں کہ تم اے نبی ان کے اندر موجود ہو نبی ص نے اشارہ فرمایا اس معنے کے وجود کو اپنے اہل بیت میں کہ جیسے وجود نبی ص امان ہے زمین والوں کے لئے ایسے ہی اہل بیت نبی ع کا وجود زمین والوں کے لئے امان ہے۔

اور صواعق صفحہ ۹۱ میں ہے کہ ثعلبی نے امام جعفر صادق ع سے روایت کی ہے فرمایا ہم حبل اللہ ہیں یعنی دین خدا کا مضبوط رسّا ہیں جس کے لئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے واعتصموا بحبل اللہ یعنی حبل اللہ کے ساتھ تمسک کرو اور اسکو مضبوط پکڑو۔

اور تفسیر اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ میں ہے کہ ترمذی وغیرہ نے عمرو بن ابی سلمہ سے روایت کیا اور ابن جریر وغیرہ نے ام سلمہ سے کہ تحقیق نبی ص نے جناب فاطمہ و علی ع و حسن ع و حسین ع کو بلایا جب آیت انما یرید اللہ اتری اور نبی ص نے ان کو چادر اوڑھائی اور فرمایا قسم ہے اللہ کی کہ یہی میرے اہل بیت ہیں پس بارخدایا ان سے پلیدی کو دور رکھ پاک کر ان کو حق پاک کرنیکا۔

اور ارجح المطالب صفحہ ۵۶ و ۵۷ میں ہے کہ احمد و مسلم و ترمذی و ابن ابی شیبہ و ابن جریر و ابن ابی حاتم و حاکم و سیوطی نے درمنثور میں اور بیہقی و دیلمی و ابن المنذر و ابن مردویہ نے حدیث مذکور کو روایت کیا ہے۔

اور تفسیر نیشاپوری جزء ۲۲ صفحہ ۱۰ میں ہے تحقیق گذر چکا ہے آیت مباہلہ میں کہ اہل عبا یعنی چادر والے اہل بیت مراد ہیں اور وہ نبی ص ہیں کیونکہ وہ اصل ہیں اور فاطمہ ع و حسن ع و حسین ع بھی بالاتفاق ہیں اور صحیح مذہب یہی ہے کہ علی ع بھی بوجہ معاشرت دختر نبی ص اور ملازمت انکے ساتھ کے اہنی اہل بیت ع سے ہیں۔

اور تفسیر ابن جریر جزء ۲۲ میں تحت آیت تطہیر کے لکھا ہے ابی سعید خدری نے مرفوعاً نبی ص سے روایت کی ہے کہ آیت انما یرید اللہ

اہل البیت کا مفہوم

فی خمسۃ فیؐ وفی علیؑ وحسنؑ وحسینؑ و فاطمۃؑ انما یرید اللہ الخ؎

پانچ تن کے حق میں اُتری ہے، میرے حق میں اور علیؑ وحسنؑ وحسینؑ وفاطمہؑ کے حق میں؎

قال الفخر الدین الرازی فی تفسیرہ الکبیر جلد ۵ صـ۱۷۶ ان اللہ تعالیٰ طہر نفوس الانبیاءؑ عن الاخلاق الذمیمۃ بل نقول انہ تعالےٰ طہر نفوس المتصلین بہ عنہا کما قال انما یرید اللہ۔ الآیہ۔

اور فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۷۶ میں لکھا ہے تحقیق اللہ تعالیٰ نے نفوس انبیاءؑ کو اخلاق ذمیمہ یعنی بُری صفات سے پاک کیا ہوا ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ان نفوس کو بھی پاک کیا ہے اخلاق ذمیمہ سے جو اُس نبیؐ سے اتصال بالکمال رکھتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا حق سبحانہٗ نے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت۔ الخ

وفی تفسیر الاکلیل للسیوطی استدل بہ من قال ان اجماع اھل البیت حجۃ لان الخطاء رجس فیکون منفیا عنھم؎

اور تفسیر اکلیل مؤلفہ جلال الدین سیوطی میں ہے کہ اس آیت تطہیر سے ایک گروہ دلیل لیتا ہے اس امر کی کہ اجماع اہل بیتؑ کا دلیل قطعی ہے کیونکہ خطا ایک قسم کی رجس اور صفت ذمیمہ ہے چاہیئے کہ بمقتضائے آیت کے اہل بیت سے دور ہو؎

وفی ارجح المطالب صفحہ ۵۸ عن انس بن مالک ان رسول اللہؐ کان یمر بباب فاطمۃ ستۃ اشھر اذا خرج الی صلوٰۃ الفجر یقول الصلوٰۃ یا اھل البیت انما یرید اللہ الآیہ اخرجہ احمد والترمذی وابن ابی شیبۃ وحسنہ ابن المنذر وصححہ الحاکم وابن مردویہ و السیوطی فی الدر؎

اور ارجح المطالب صفحہ ۵۸ میں انس بن مالک سے مرفوعاً نبیؐ سے مروی ہے کہ نبیؐ دروازہ فاطمہؑ سے گذرتے وقت چھ ماہ تک جب نماز فجر کو نکلتے تو فرمایا کرتے تھے الصلوٰۃ یا اھل البیت انما یرید الخ یعنی نماز کا وقت ہے اے اہل بیت نبیؐ کے اور اللہ کا ارادہ تمہارے لئے پاکی کا ہو چکا ہے اسکو احمد و ترمذی و ابن ابی شیبہ نے روایت کیا اور حسن کہا اس کو ابن المنذر نے اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا اور ابن مردویہ نے بھی روایت کیا اور سیوطی نے در منثور میں نقل کیا ہے؎

وفی روایۃ ابن جریر وابن مردویۃ ثمانیۃ اشھر وفی روایۃ تسعۃ اشھر۔ انتھےٰ؎

اور روایت ابن جریر و ابن مردویہ میں آٹھ مہینہ تک اور بعض روایات میں نو ماہ تک اسی طرح حضرتؐ کا فرمانا بیان ہوا ہے؎

لقد عد الفاضل السید محمد سبطین وھو فخر القوم ادام اللہ مجدہٗ وزاد عزہ الذین اعترفوا بما قلنا من افاضلھم۔ فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ و الزھراء و السبطین للشیخ محمد بن ابراھیم الحموینی الشافعی الخراسانی۔ مسند فاطمہ علیہا السلام۔ فصول المھمہ لعلی بن احمد المالکی۔ جواھر العقدین للعلامۃ السمھودی

اور تحقیق فاضل سید محمد سبطین فخر قوم ادام اللہ مجدہ وزاد عزہ نے رسالہ اہل البیت میں ان لوگوں کو جنہوں نے ہمارے معنی اہل البیت کو تسلیم کیا ہے۔ شمار کیا ہے اس طرح کہ شیخ محمد ابراہیم حموینی شافعی خراسانی نے فرائد السمطین فی فضائل المرتضےٰ والسبطین میں۔ نیز مسند فاطمہؑ میں اسی طرح ہے؎

اور علی بن مالکی نے فصول المہمہ میں؎

اور علامہ سمہودی مصری نے جواہر العقدین میں؎

مودۃ القربیٰ للسید علی بن شہاب الہمدانی
فصل الخطاب للشیخ خواجہ محمد پارسا الخراسانی
الدر المکنون والجواہر المصئون للشیخ محی الدین ابن العربی
الجامع الصغیر للعلامۃ السیوطی۔ الخ

وفی نہج البلاغۃ ص۶۳ قال الا ان مثل ال محمدؑ کمثل نجوم السماء اذا خوی نجم طلع نجم الخ

اقول قد ظہر الحق واکثرہم للحق کارہون ولنا ان نقول انا للہ وانا الیہ راجعون لانہ قد ترک الثقل الاصغر بحضرۃ النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم واکتفی بالکتاب العزیز وفی الحقیقۃ جُعل الکتاب جُنۃ الجواب بل ترُک کلاہما وفعُل بہما ما فعل کما سیأتی واتبعوا اھوائہم واراءہم واخترعوا ما فی انفسہم فی کل زمان وترکوا اہل البیتؑ حق الترک حتیٰ قالوا (بیت)[1]

فلعنۃ ربنا اعداد رمل
علیٰ من ردّ قول ابی حنیفہ
وما قالوا ما ھو الحق وھو ھٰکذا

فلعنۃ ربنا مثقال جبل
علیٰ من ردّ قول ابی تراب

بل زعموا ان اہل بیتہؑ قد کانوا اعتزلوا الناس وعبدوا رب الناس بان صلّوا وصاموا واکلوا وناموا وما ذکّروا الناس وما اظہروا ما علیہم من البلاغ واعترضوا علیہم فی الصوت والمکالمۃ والمحاربۃ والمصالحۃ

اور سید علی بن شہاب الہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں؛
اور شیخ خواجہ محمد پارسا خراسانی نے فصل الخطاب میں؛
اور شیخ محی الدین ابن العربی نے الدر المکنون والجواہر المصئون میں؛
اور علامہ سیوطی نے جامع صغیر میں اسکو تسلیم کیا (اسی طرح ثبوت خلافت میں ہے)؛

اور نہج البلاغۃ مطبوعہ طہران صفحہ ۶۳ میں ہے کہ فرمایا علیؑ نے خبردار رہو کہ آل محمدؐ کی مثال ستاروں آسمان کی ہے جب ایک ستارہ غروب ہو جائے تو ایک اور طلوع کر آتا ہے یعنی کوئی زمانہ محض تاریکی کا نہیں ہوتا؛ (مؤلف کا قول ہے میں کہتا ہوں) تحقیق حق ظاہر ہو گیا اور اکثر حق کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ایسی مصیبت کے وقت ہمیں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا موزوں معلوم ہوتا ہے کیونکہ ثقل اصغر ثقلین میں سے اہل بیتؑ ہیں جنکو موجودگی نبیؐ میں ترک کر دیا گیا اور صرف کتاب اللہ کو کافی کہا گیا (جب امیر عمر صاحب نے قصہ قرطاس میں حسبنا کتاب اللہ کہا) اور حقیقت میں کتاب کو بھی جواب کے لئے ڈھال بنا لیا گیا کہ سامعین کلی انکاری جواب میں معترض نہ ہوں ورنہ اصل میں دونوں ثقلین کو متروک کر دیا گیا (کیونکہ عارف بالقرآن کو ترک کرنا قرآن کو ترک کرنا ہے) اور قرآن و اہل بیتؑ کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جو آیندہ بیان ہوگا اور مخالفین اہل بیت نے اپنی خواہشوں اور فکروں کی پیروی کی اور اختراعی مسائل اپنی طرف سے ہر زمانہ میں نکالے اور اہل بیتؑ کو بالکل ترک کر دیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے کہا (بیت)۔ پس لعنت رب کی ریت کے برابر۔ اُس شخص پر ہے جو قول ابی حنیفہ کو رد کرے؛ اور لوگوں نے وہ بات نہ کہی جو حق تھی اور وہ یہ ہے (شعر) پس لعنت رب کی پہاڑ کے برابر اس شخص پر ہو جو قول ابی تراب یعنی جناب علیؑ کو رد کرے؛

بلکہ لوگوں نے یہ زعم کر لیا ہے کہ اہل بیتؑ لوگوں سے کنارہ کر کے عبادت میں یعنی صلوٰۃ و صوم و غذا و نوم میں مشغول رہے اور لوگوں کو نہ نصیحت کی نہ تبلیغ احکام کی بلکہ اہل بیت علیہم السلام کی ہر حالت پر یہ لوگ معترض ہوئے چپ کرنے پر کہ کیوں حقوق نہ جتلائے بولنے پر کہ حریص ملک ہیں۔ جنگ کرنے پر کہ لوگوں کو مفت قتل کرا رہے ہیں۔ صلح کرنے پر کہ مخالفین شرع کی حکومت کو کیوں

[1] کذا فی الدر المختار ص۳ مطبوعہ نولکشور ۱۲ مترجم

وھذا من اعجب العجائب واغرب الغرائب۔

تسلیم کر کے جنگ سے خاموش ہو گئے قتل ہو جاتے تب بھی ایسے شخص کی نہ مانتے اور یہ ہر حال میں اعتراض عجیب العجائب اور بہت غریب الغرائب ہے۔

تکملہ

فی بیان المودۃ لقربی الرسول علیھم السلام

الاصل فیہ قولہ تعالے شانہٗ عما شانہٗ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔ سورہ شوریٰ پ ۲۵۔

تکملہ
دربیان مودت ودوستی خویشان رسول اللہؐ

اصل اس میں قول باریتعالیٰ قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربیٰ سورہ شوریٰ پ۲۵ ہے۔

یعنی سنادے اے نبیؐ کہ میں تم لوگوں سے کوئی اجر رسالت پر طلب نہیں کرتا ہوں مگر ایک امر طلب کرتا ہوں جو تمہارے اپنے لئے مفید ہے یہ کہ میرے اہل بیت سے محبت رکھو جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ بوجہ محبت کے تم ان کی پیروی کروگے اور اسی میں ہدایت اور نجات تمہاری ہوگی۔

فی الدر المنثور عن ابن عباس قال لما نزلت ھذہ الآیۃ قل لا اسئلکم الآیہ قالوا یارسول اللہ من ھؤلاء الذین امرنا اللہ بمودتھم قال علیؑ وفاطمۃؑ وابناھما اخرجہ احمد وابن ابی حاتم والطبرانی والبغوی و ابن المنذر وابن مردویہ۔

تفسیر درمنثور میں ابن عباس سے روایت ہے کہ کہا جب یہ آیت قل لا اسئلکم الآیہ اُتری تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم کون ہیں یہ لوگ جن کے ساتھ دوستی کا حکم اللہ تعالیٰ نے ہمکو دیا ہے فرمایا رسول خدا نے کہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں اسکو احمد وابن ابی حاتم وطبرانی وبغوی وابن المنذر وابن مردویہ نے روایت کیا۔

وکذا فی احیاء المیت بفضائل اھل البیت للسیوطی ص۱۵۲ وزاد اخرج سعید بن منصور فی سننہ عن سعید بن جبیر۔

اور اسی طرح بعینہ احیاء المیت بفضائل اہل البیت مؤلفہ جلال الدین سیوطی صفحہ ۱۵۲ میں ہے اور اس میں یہ زیادتی ہے کہ سعید بن منصور نے بھی سنن اپنے میں سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔

وکذا فی تفسیر جامع البیان وتفسیر الخازن وتفسیر المدارک والبیضاوی وفتح البیان و ابن کثیر والحقانی وروح المعانی والحسینی والسراج المنیر ومعالم التنزیل والکبیر والکشاف والنیشاپوری والاکلیل

اور نیز یہ مضمون تفسیر جامع البیان۔ تفسیر ابن جریر وتفسیر خازن۔ وتفسیر مدارک وبیضاوی وفتح البیان وابن کثیر وحقانی وروح المعانی وحسینی وسراج المنیر ومعالم التنزیل وتفسیر کبیر وکشاف ونیشاپوری واکلیل میں ہے۔

وفی الدر المنثور اخرج ابونعیم والدیلمی عن ابن عباس مرفوعًا الا المودۃ فی القربیٰ ان تحفظونی فی اھل بیتی وتودوھم بی۔

اور درمنثور میں ہے کہ ابونعیم و دیلمی نے ابن عباس سے مرفوعًا روایت کیا ہے کہ معنے المودۃ فی القربیٰ کے یہ ہیں کہ حفاظت کرو حقوق اہل بیت میرے کی اور ان کو دوست رکھو میری جہت سے[1]۔

[1] معالم التنزیل سورۃ شوریٰ میں تحت آیت مودۃ کے ہے علماء نے اختلاف کیا ہے کہ قرابت واجب المودۃ سے مراد کیا ہے بعض نے کہا ہے وہ فاطمۃ الزہراؑ اور علیؑ و حسنینؑ ہیں اور انہی کے حق میں آیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اُتری ہے اور ہم نے باسناد یزید بن حیان کے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہا فرمایا رسول اللہؐ نے کہ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۴۷ ملاحظہ ہو)

وفیہ روی احمد و عبد بن حمید و البخاری و المسلم والترمذی و ابن جریر و ابن مردویہ عن سعید بن جبیر ان المراد قربیٰ آل محمد ص اخرج البخاری عن ابی بکر الصدیق قال ارقبوا محمدا فی اهل بیتہ۔ وفیہ اخرج مسلم والترمذی والنسائی عن زید بن ارقم انہ ص قال اذکرکم اللہ فی اهلبیتی۔

وفی تفسیر الکشاف والنیشا پوری ثبت بالنقل المتواتر انہ کان یحب علیا والحسن والحسین واذا کان کذلک وجب علینا محبتهم لقولہ تعالیٰ فاتبعونی وکفیٰ شرفا لآل محمد وفخرا ختم التشهد بذکرهم والصلوٰۃ علیهم فی کل صلوٰۃ فنحن نرکب سفینۃ حب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ

فی هدایۃ السائل فی ادلۃ المسائل للسید الصدیق حسن خان ص ۵۰ روی ابو الشیخ و ابن حبان عن علیؑ انہ قال فینا آیۃ قل ما اسئلکم علیہ الخ

وروی ابو الطفیل و الطبرانی فی الاوسط والکبیر باختصار و البزار بنحوہ و بعض طرقها حسان انہ خطب الحسن علیہ السلام و ذکر فیہ ان الآیۃ نزلت فینا۔ وکذا فی الصواعق المحرقۃ صفحہ ۱۰۱ و ص ۱۳۶

وخرج الحافظ جمال الدین البرزندی و الطبرانی واحمد فی المناقب وابن ابی حاتم فی التفسیر والحاکم فی المناقب والشافعی و الواحدی فی الوسیط سئوال الصحابۃ من هم وجوابہ علیہ السلام علیؑ وفاطمۃؑ وابناهما۔

اور اسی درمنثور میں ہے کہ روایت کیا ہے احمد و عبد بن حمید و بخاری و مسلم و ترمذی و ابن جریر و ابن مردویہ نے سعید بن جبیر سے کہ تحقیق مراد ذوی قربیٰ سے اقارب آل محمدؐ ہیں؛

اور درمنثور میں ہے کہ مسلم و ترمذی و نسائی نے زید بن ارقم سے مرفوعاً روایت کیا ہے فرمایا نبیؐ نے کہ میں خدا یاد دلاتا ہوں تمکو اپنے اہل بیت کے حق میں؛

اور تفسیر کشاف و نیشاپوری میں ہے کہ متواتر نقل سے ثابت ہو چکا ہے جو کہ تحقیق نبیؐ دوست رکھتے تھے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو اور جب یہ ثابت ہو چکا تو ہم پر واجب ہو گئی محبت ان کی بباعث فرمان الٰہی کے کہ اگر خدا کو تم دوست رکھتے ہو تو میری ہر حال میں متابعت کرو اور آل محمد کے فخر و شرف کے لئے یہی کافی ہے کہ ختم تشہد اُن کے ذکر اور اُن پر درود سے ہوتا ہے ہر نماز میں پس ہم سوار ہوویں گے اور ہیں کشتی محبت آل محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی الخ

اور ہدایۃ السائل فی ادلۃ المسائل مؤلفہ سید صدیق حسن خان ص ۵۰ میں ہے روایت کیا ابو الشیخ و ابن حبان نے حضرت علیؑ سے کہ فرمایا اُنہوں نے ہمارے حق میں وارد ہوئی ہے آیت قل لا اسئالکم علیہ الخ

اور ابو الطفیل و طبرانی نے اوسط میں اور کبیر میں باختصار اور بزار نے مثل اس روایت بالا علیؑ کے روایت کیا اور بعض اسناد ان کے حسن ہیں کہ امام حسنؑ نے خطبہ پڑھا اور ذکر فرمایا اس میں کہ آیت مودۃ فی القربیٰ ہمارے ہی حق میں اُتری ہے اور اسی طرح نقل کیا ہے ابن حجر نے صواعق محرقہ ص ۱۰۱ و ص ۱۳۶ میں؛

اور اسی ہدایۃ السائل کے صفحہ مذکورہ سابقہ میں ہے کہ حافظ جمال الدین برزندی و طبرانی نے واحمد نے المناقب والشافعی والواحدی نے الوسیط میں روایت کیا ہے کہ اصحابہ نے سوال کیا وہ اہل قرابت کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے رسولؐ نے جواب میں فرمایا کہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں؛

فاتفسیر آیت مودۃ قول امام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں ثقلین کو تمہارے اندر چھوڑ جاتا ہوں کتاب اللہ اور میرے اہل بیت الخ۔ پھر کہا الا المودۃ فی القربیٰ کا استثناء متصل نہیں کہ ادائے رسالت پر اجر مودۃ کو سمجھا جاوے بلکہ استثناء منقطع ہے اور معنے اسکا یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو اپنے قربا کی دوستی یاد دلاتا ہوں۔ اور بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۲۷۴ طبع مصر میں تحت آیت مودۃ کے سورہ حم عسق میں ہے کہ استثناء منقطع ہے اور معنے یہ ہے کہ میں کوئی اجر ہرگز نہیں مانگتا البتہ مودۃ قربیٰ مطلوب ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

وھکذا فی الصواعق صفحہ ۱۰۱ و فی سندہٖ شیعی غال لکنہ صدوق ؛
وکذا قال السید صدیق حسن خان فی ھدایۃ السائل وزاد وثقہ ابن حبان ولہ شواھد و ذکرہ السمھودی۔

اور اسی طرح صواعق صفحہ ۱۰۱ میں بھی ذکر کیا اور ایک روایت بیان کردہ خود کے لئے کہا کہ اس کی سند میں شیعہ غالی ہے لیکن وہ سچا ہے۔
اور اسی طرح اس روایت کیلئے سید صدیق حسن خان نے ہدایت السائل میں صفحہ ۴۹ پر زیادہ کیا اس عبارت کو کہ ابن حبان نے اس راوی کو ثقہ کہا ہے اور اسکے بہت شواہد ہیں جن کو سمہودی نے ذکر کیا ہے ؛

فی ارجح المطالب ص۶۲ والصواعق صفحہ ۱۰۱ عن زاذان وغیرہ عن علیؑ قال فینا اھل البیت فی حمٓ اٰیۃ لا یحفظ مودتنا الا کل مومن ثمّ قرء قل لا اسئلکم۔ الاٰیہ۔

اور ارجح المطالب صفحہ ۶۲ و صواعق صفحہ ۱۰۱ میں زاذان وغیرہ سے روایت ہے علیؑ فرماتے تھے اہل بیتؑ کا حق حمٓ میں ہے کوئی حفظ مودت ہماری نہیں کرتا مگر مؤمن کامل پھر آیت قل لا اسئلکم الآیہ کو پڑھا ؛

فی مروج الذھب للمسعودی و من خطب الحسن فی ایامہ فی بعض مقاماتہ انہ قال نحن حزب اللہ المفلحون و عترۃ رسول اللہ ص اقربون واھل بیتہ الطاھرون الطیبون واحد الثقلین خلفھما رسول اللہ ص والثانی کتاب اللہ ؛

کتاب مروج الذہب مؤلفہ علامہ مسعودی میں ہے کہ امام حسن کے خطبوں سے ہے جو اپنے زمانہ میں انہوں نے پڑھے تھے چند مقاموں پر فرمایا کرتے تھے کہ تحقیق ہم ہی اللہ تعالیٰ کا گروہ نجات یافتہ ہیں اور عترت رسول ص اور اقرب اہل بیت اس کے پاک اور صاف جو ایک ہیں دو ثقلین سے جنکو رسول ص نے اپنے پیچھے ہدایت کیلئے چھوڑا ہے اور دوسرا ثقل کتاب اللہ ہے ؛ (ایضاً دیکھو حاشیہ ۴۹)

وفی تفسیر ابن جریر جزء ۲۵ ص۱۴ والدر المنثور والصواعق صفحہ ۱۰۱۔ اخرج الطبرانی عن زین العابدین (سید الساجدین علیہ السلام) انہ لما جیئ بہ اسیرا عقب مقتل ابیہ الحسینؑ واقیم علی درج دمشق قال بعض جفاۃ اھل الشام الحمد للہ الذی قتلکم واستاصلکم وقطع قرن الفتنۃ فقال لہ (علیہ السلام) اما قرأت قل لا اسئلکم الخ قال

اور تفسیر ابن جریر جزء ۲۵ صفحہ ۱۴ و درمنثور و صواعق صفحہ ۱۰۱ میں ہے کہ طبرانی نے امام زین العابدین سید الساجدینؑ سے روایت کی ہے جب وہ حضرت قیدی کر کے اپنے باپ امام حسینؑ کے بعد لائے گئے اور دمشق کے راستہ پر کھڑے کئے گئے تو بعض شام کے ظالموں نے کہا شکر ہے خدا کا جس نے تم کو قتل کیا اور تمہارا اہل بیت کی قریباً جڑ نکالدی اور فتنہ کی شاخ کو قطع کر دیا تو فرمایا امام علیہ السلام نے کیا تو نے قرآن پڑھا ہے ؟ اس میں قل لا اسئلکم الخ آیت موجود ہے ؟ اُس ظالم نے کہا ہاں مگروہ قربٰی مودت والے

(بقیہ حاشیہ) حُبّ بھی خدا کے لئے ہو اور بُغض بھی اسی کے لئے ہو۔ مروی ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ تیری قرابت کے وہ کون آدمی ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے فرمایا حضرت ص نے کہ وہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ ہیں۔ اور آیت مابعد کی ومن یکتسب حسنۃ کے تحت لکھا اور جو طاعۃ کو عمل میں لاوے بالخصوص حُبّ آل رسول کی رکھے تو ان کے لئے حسنات کو ہم بڑھا دیتے ہیں۔ معالم میں بھی قربٰی سے یہی حضرات مراد لئے ہیں۔ اور مواہب لدنیہ علامہ قسطلانی مطبوعہ مصر مع شرح زرقانی جلد ۷ ص ۳ میں ہے کہ باسناد ابن ابی حاتم وطبرانی وابن مردویہ کے ابن عباس سے مروی ہے کہا جب آیت مودۃ اُتری تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ص وہ کون حضرات قرابت حضور کے ہیں جن کی مودۃ واجب ہے فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ وہ علیؑ اور فاطمہؑ اور ان کے بیٹے حسنینؑ ہیں۔ تو ابناھما جو حدیث میں وارد ہے اسکے معنے بصورت آیت مکیہ ہونے کے یہ ہیں کہ وہ دو بیٹے جو پیدا ہونگے (بقیہ برصفحہ آئندہ)

لہ لہٰذا حدیث کے قابل حجت ہونے میں کلام نہیں ہے ۱۲ مترجم ؛

وانتم ھم قال نعم۔

وللشیخ الجلیل شمس الدین ابن العربی ؎

رأیت ولائی آل طٰہ فریضۃ

علی رغم اھل البعد یورثنی القربیٰ

فما طلب المبعوث اجرا علی الھدیٰ

بتبلیغہ الا المودۃ فی القربیٰ

فی الشرف المؤبد ص۱۵ قال الفخر الرازی

وانا اقول آل محمد ص ھم الذین یؤل امرھم

الیہ فکل من کان امرھم الیہ اشد

واکمل کانوا ھم الآل ولا شک ان فاطمۃ وعلیاً

والحسن والحسین کان التعلق بینھم وبین

رسول اللہ ص اشد التعلقات وھذا کالمعلوم بالنقل

المتواتر فوجب ان یکونوا ھم الآل؎۱

وفی الصواعق ص۱۰۴ قال القاضی فی الشفاء ما

حاصلہ من سب ابا احد من ذریتہ ص ولم تقم

قرینۃ علی اخراجہ من ذلک قتل وعلم من

الاحادیث السابقۃ وجوب محبۃ اھل البیت

وتحریم بغضھم التحریم الغلیظ وبلزوم محبتھم

صرح البیہقی والبغوی وغیرھما من فرائض

الدین بل نص علیہ الشافعی فیما حکی عنہ

من قولہ ؎

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم

فرض من اللہ فی القرآن انزلہ

تم ہی ہو فرمایا امام ع نے کہ ہاں وہ ہم ہی ہیں (تو اب غور کرے کہ پھر موقعہ شکر ہے دعوے اسلام کا ہوتے ہوئے یا جائے غم ہے)

اور شیخ جیلانی شمس الدین ابن العربی نے کہا ہے کہ۔ میں نے معلوم کیا ہے کہ محبت آل محمدؐ فرض ہے وہ علاوہ شرمندہ کرنے دشمن کے میرے اندر تقرب رسولؐ پیدا کرتی ہے پس نبی مبعوث نے ہدایت کرنے پر کوئی مزدوری طلب نہیں کی سوائے حکم مودۃ فی القربیٰ کے (جو درحقیقت کوئی مزدوری نہیں بلکہ وسیلہ ہدایت ہی ہے)

الشرف المؤبد صفحہ ۱۵ میں ہے فخر الدین رازی نے کہا ہے کہ آل محمد ص وہ ہیں جن کا مرجع کلی رسول خدا ہیں تو جن کا امر راجع طرف نبی کے اشد و اکمل طریقہ سے ہے وہی آل ہیں اور اسمیں شک نہیں کہ جناب فاطمہ ع و علی ع و حسن ع و حسین ع کا تعلق رسول اللہ ص سے سخت تعلقات کے اقسام سے ہے (جس میں سب سے فوق رکھتے ہیں) اور یہ امر گویا نقل متواتر سے ثابت ہے پس واجب ہے یہ کہ وہی آل ہوں۔

اور صواعق صفحہ ۱۰۴ میں ہے کہ قاضی عیاض نے شفا میں کہا ہے جس کا حاصل یہ ہے جس نے ذریت نبی ص کے کسی فرد کو باپ کے حق میں گالی دی اور کوئی قرینہ صحیح ذریت سے خارج کرنے کا نہ ہو تو وہ شخص گالی دہندہ واجب القتل ہے۔ اور احادیث سابقہ سے وجوب محبت اہل بیت ع اور تحریم بغض ان کا بہ صیغہ شدید التحریم معلوم ہو چکا ہے اور لزوم محبت اہل بیت ع کے لئے بیہقی و بغوی وغیرہ نے بتصریح کہا ہے کہ یہ فرائض دین سے ہے بلکہ امام شافعی نے تصریح کی ہے اپنے قول میں کہ اے اہل بیت رسول اللہ ص کے آپکی محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے جو قرآن میں بھی اُتری ہے۔

(بقیہ حاشیہ) پس اس طرح کوئی اعتراض آیت کے مکیہ ہونے کا اس معنے پر نہیں ہے بلکہ تفسیر ابن عطیہ میں (جسکو زرقانی نے صفحہ ۶ میں فقیہ عالم بالتفسیر والاحکام کے لقب سے لکھا ہے) اس آیت کو مدنیہ لکھا ہے پھر تو بلا تکلف معنی صحیح ہوگا۔ پھر ص۲۴ میں ہے کہ ابی سعید خدری سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ ص نے یہ آیت پانچ تن کے حق میں اُتری ہے میرے لئے اور علیؑ و فاطمہ ع و حسن و حسین کے حق میں پھر پڑھا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس الآیہ۔ اس کو ابن جریر اور احمد نے مناقب میں اور طبرانی نے روایت کیا۔ پھر ص۶ میں ابن عطیہ نے جمہور سے نقل کیا ہے کہ مراد یہی حضرات ہیں پھر صفحہ ۲ میں ہے واحدی نے اپنی تفسیر میں بسند خود اور ابن ابی حاتم و طبرانی و ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا کہا جب آیت مودۃ اُتری تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ص کون حضرات ہیں جن کی محبت رکھنے سے ہم مامور ہیں؟ فرمایا نبی ص نے وہ علیؑ و فاطمہ ع اور ان کے دو بیٹے ہیں اور نیز ابن عباس سے مروی ہے کہ آیت مذکورہ مدنیہ ہے اور اسی طرح اسکی تاویل کی ہے ابن جبیر و عمرو بن شعیب نے اور ابن عباس نے اسی تاویل کے مطابق کہا ہے کہ ہم انہی حضرات کی مودت کے ساتھ مامور ہیں انتھیٰ (مترجم عفی عنہ)

؎۱ ایضاً دیکھو ص۵۴ عبارت خصائص نسائی ندی و ۱۲۳ مترجم

فی الخصائص للسیوطی جلد۲ ص۲۶۶ اخرج ابویعلے والبزار والحاکم عن ابی ذر سمعت النبیؐ یقول الا ان مثل اهلبیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجا ومن تخلف عنها غرق۔

وفیہ ص۲۵۵ فقالؐ مابال اقوام یتحدثون فاذا راوا الرجل من اهل بیتی قطعوا حدیثهم والله لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبهم لله ولقرابتهم منی؛

وفی الفرع النامی من الاصل السامی للسید الصدیق صفحہ۲ طبع بھوپال (فی خطبة الصلوٰة) وعلی آله الذین سال الله عن عباده مودتهم وجعل رکن الایمان محبتهم اذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا واختارهم لشفاعة یوم کان شره مستطیرا؛

اقول یا اخی انصف فان الانصاف من خیر الاوصاف ان هؤلاء المذکورین هم اقرباۂم الواجب مودتهم ام غیرهم فان کانوا هؤلاء احد الثقلین واهل البیت وذا القربیٰ وسفینة النجاة وحبل الله وهداة الصراط المستقیم فما کان لنا ان نتبع غیرهم لان غایة المودة وغرضها هو اتباعهم لا غیر کما قال عز اسمه قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی وقال علیه السلام لا یؤمن احدکم حتی اکون احب من والده وولده والناس اجمعین ولهذا الغرض النافع لنا لا لهم اکدنا النبیؐ

اور خصائص کبرٰے مؤلفہ جلال الدین سیوطی جلد۲ صفحہ۲۶۶ میں ہے کہ ابویعلے وبزار وحاکم نے ابی ذرؓ سے روایت کی ہے کہا انہوں نے میںنے رسول اللہؐ سے سُنا ہے فرماتے تھے خبردار ہو جاؤ کہ مثل اہل بیت میرے کی کشتی نوحؑ کی ہے جو اسپر سوار ہو گیا نجات پائی اُسنے اور جو رہ گیا غرق ہوا؛

اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۵۵ میں ہے فرمایا نبیؐ نے کیا حال ہے لوگوں کا باتیں کرتے وقت میرے اہل بیت کی کلام کے اندر دخل دیتے اور بات کاٹتے ہیں قسم بخدا کسی آدمی کے دل میں ایمان نہیں آسکتا جب تک کہ میرے اہل بیت کی میرے سبب سے محبت اس کے دل میں نہ ہوے (یا یہ معنی ہے کہ اہل بیتؑ سے پوشیدہ باتیں کرتے

اور فرع نامی من الاصل السامی مؤلفہ سید صدیق حسن خان کے صفحہ ۲ مطبوعہ بھوپال میں خطبہ کے اندر درود کے موقعہ پر لکھا ہے کہ صلوٰۃ وسلام ہو نبی کی آل پر وہ آل جن کے واسطے اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں سے مودّت ومحبّت رکھنے کا مطالبہ فرمایا ہے اور ان کی محبت کو جزء اعظم ایمان کی قرار دیا ہے اور ان سے رجس کو دور کر کے کمال درجہ کا پاک کیا ہے اور ان کو شدائد قیامت کے لئے شفاعت کرنیکا حق عطا فرمایا اور اس کام کے واسطے اُنہی کو منتخب فرمایا؛

مؤلف کہتا ہے اے بھائی انصاف کر کیونکہ انصاف اچھے اوصاف سے ہے؛ تحقیق مذکورین یہی وہ اقربار رسول اللہؐ کے ہیں جنکی محبت واجب ہے یا کوئی اور پس جب یہی ہیں ایک دو ثقلین سے اور اہل بیت اور ذی القربیٰ اور سفینہ یعنے کشتی نجات اور حبل اللہ اور صراط مستقیم پر چلانے والے پس ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم سوائے ان کے اوروں کو پیشوا بنا کر غیر کی پیروی میں مبتلا ہو دیں کیونکہ مقصود محبت سے اور غرض اس کی متابعت اہل بیتؑ کی ہے نہ غیر اسکا جیسا کہ فرمایا حق سبحانہ نے کہدے اے نبیؐ اگر تم لوگ اللہ تعالےٰ کے ساتھ محبت رکھتے ہو تو میری متابعت کرو اور فرمایا نبیؐ نے کہ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک مجھے اپنے باپ بیٹے بلکہ جملہ بنی آدم سے محبوب تر نہ سمجھے اور اسی غرض متابعت کے لئے جو ہمارے اپنے لئے نافع ہے ہمکو نبی صلعم نے

اقرار رجال رسالت اہل بیتؑ

وارشدنا بمودتهم لنهتدی بهدیهم ونقتدی سبیلهم هذا ومن ادعیٰ حبهم بلسانه واقتدیٰ وراءهم فقد ضل و اضل عن سواء السبیل، یا ایها الاحباب ویا اولی الالباب تفکروا فی الدقائق القرآنیه وتدبروا فی الحقائق الفرقانیة کیف هدانا وارانا سبحانه الصراط المستقیم بقوله قل هذه سبیلی ادعوا الی الله علیٰ بصیرة انا ومن اتبعن۔

واعتبروا بکلماته العلی من الصراط المستقیم اربعة عشر حرفاً والمودة فی القربیٰ اربعة عشر حرفاً وصراط علی حق نمسکه اربعة عشر حرفاً۔ و هٰذا السطر الثالث هو انتخاب الحروف المقطعات ای بعد حذف التکرار وفی هؤلاء رمز خفی لمن له قلب ذکی ونقی وماوراء ذلك غایة الاشکال ونهایة المحال والله یهدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔

الباب الثانی

فی بیان کیف ما عملت الامة بوصیة النبی للتمسك بالثقلین والمودة فی القربیٰ وفیه فصول

واعلم ان مرادنا ههنا من الامة ملوك الاسلام لان الناس تبع لهم والناس علیٰ دین ملوکهم فی الاکثر وحالات الخلفاء الثلاثة سنذکرها فی باب الخلافة ان شاء الله تعالیٰ۔ وقد اخبر المخبر الصادق ؐ

محبت اہل بیت کیلئے اشد تاکید فرمائی تاکہ ہم ان کے طریق حق سے راہ پاکر اوس کی پیروی کریں اور جسنے محض زبانی دعوائے محبت آل رسول ؐ کا رکھا اور پیروی اور لوگوں کی کی تو وہ گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی راہ حق سے بہکایا۔ اے دوستان باہوش فکر کرو دقائق قرآنیہ میں اور خوب غور کرو حقائق فرقانیہ میں کہ کیسے احسن طریق سے ہمیں ہدایت فرمائی اللہ تعالےٰ نے اور ہم کو سیدھا راستہ دکھایا فرمایا حق تعالےٰ نے کہدو یا رسول ؐ کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے جسپر اللہ تعالےٰ کی طرف تمکو سمجھکر بلا رہا ہوں جسپر میں ہوں اور جو میرے سچے تابعدار ہیں۔

اور عبرت پکڑو کلمات عالیہ سے جیسے الصراط المستقیم (سیدھا راہ) کے چودہ۱۴ حروف ہیں اور المودۃ فی القربےٰ (محبت اقربا نبی ؐ) کے چودہ۱۴ حروف ہیں اور صراط علیٰ حق نمسکہ (علیؑ کا راہ حق ہے جسکو ہم پکڑے ہوئے ہیں) کے چودہ حروف ہیں (جن سے ثابت ہے کہ چودہ معصومین کی متابعت میں ہدایت ہے) اور یہ تیسری سطر منتخب حروف مقطعات قرآنیہ سے ہے بعد حذف حروف مکررہ کے اور ان میں رمز مخفی رکھی ہوئی ہے ہر عقلمند کے لئے اور سوائے اس راستہ کے غایت درجہ مشکل و محال ہے کہ رسائی حق کی طرف ہو۔ اور اللہ تعالےٰ جس کو چاہے راہ سیدھا دکھا دیتا ہے۔

دوسرا باب

بیان کیفیت عمل امت میں جو وصیت تمسک بالثقلین و مودۃ فی القربےٰ پر ہوا اور اسمیں چند فصلیں ہیں

جاننا چاہیئے کہ تحقیق ہماری مراد اسجگہ امت سے بادشاہان اسلام ہیں کیونکہ لوگ عموماً تابع دین بادشاہان خود کے ہوتے ہیں پس حالات خلفاء ثلاثہ کے تو باب خلافت میں ہم بیان کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔ (اور باقیوں کا حال اس باب میں لکھتے ہیں) اور بے شک مخبر صادق ؐ نے پیشگوئی کے طور پر خبر دی ہوئی ہے

امت کا ثقلین سے سلوک

بما یصدر عن الامۃ فی حق اهل بیته مع حثه
وتوکیده علی التمسك بهم والاقتداء بهم
والاحترام لهم بجد لا یعد ولا یحصو کما نبسطه الآن
کما فی البراهین القاطعة ص۱۲۹ والصواعق ص۷۵
روی البخاری عن علی انا اول من یجثو بین یدی
الرحمٰن للخصومة یوم القیامة۔
وفی نهج البلاغة ص۵۹ الا ان اخوف الفتن عندی
علیکم فتنة بنی امیة فانها فتنة عمیاء مظلمة
وایم الله لتجدن بنی امیة لکم ارباب سوء
بعدی۔ الخ ملخصاً۔

وفی الخصائص الکبری للسیوطی جلد۲ ص۱۱۹
اخرج الحاکم و ابو نعیم عن ابن مسعود واخرج
الحاکم عن ابی سعید الخدری قال رسول الله صلعم
انا اهل بیت اختار الله لنا الاخرة علی
الدنیا وان اهل بیتی سیلقون بعدی بلاء
وتطریداً او تشریداً۔
وهکذا فی کنز العمال الحدیث جلد۷ ص۱۸۷۔ و
هکذا فی الصواعق ص۱۴۳ عن ابن ماجه۔
وفی الخصائص الکبری جلد۲ ص۱۳۵ قال رسول الله صلعم
لام الفضل زوج العباس انکم مقهورون
مستضعفون بعدی اخرجه ابن سعد عن
زید بن علی بن الحسین (علیهم السلام)
وفی کنز العمال جلد۶ صفحه ۴۶ باب الفتن حدیث
۸۲۱ یجیئ یوم القیمة المصحف والمسجد
والعترة فیقول المصحف یارب حرقونی
ومزقونی ویقول المسجد یارب خربونی
وعطلونی وضیعونی ویقول العترة یا
رب طردونا

کہ امت کے لوگ باوجود اس قدر تاکید و ترغیب تمسک واقتدا
واحترام اہل بیت ع کے کیا کچھ برتاؤ ان سے کرینگے جیسا کہ ہم ابھی
بیان کرتے ہیں۔
جیسا کہ براہین قاطعہ ص۱۲۹ وصواعق صفحہ ۷۵ میں ہے۔
بخاری نے حضرت علی ع سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں پہلا
شخص ہونگا جو قیامت کے دن زانو کے بل ہو کر پیش بارگاہ یزدی
خصومت مدعاخود کے لئے حاضر آؤنگا۔
اور نہج البلاغۃ صفحہ ۵۹ میں ہے خبردار رہو تحقیق بڑا خوفناک
فتنوں سے میرے نزدیک فتنہ بنی امیہ کا ہے۔ پس تحقیق وہ اندھا دھند
فتنہ ہے اور قسم بخدا ضرور میرے بعد تم بنی امیہ کو برائی کرنیوالا
پاؤگے۔ الخ
اور خصائص کبرےٰ مؤلفہ جلال الدین سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۱۹ میں ہے
کہ حاکم و ابو نعیم نے ابن مسعود سے اور نیز حاکم نے ابی سعید خدری
سے روایت کی ہے فرمایا رسول اللہ ص نے تحقیق ہم ایسے اہل بیت
ہیں کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت کو پسند کیا ہے جو دنیا سے
بہتر ہے اور تحقیق میرے اہل بیت قریب ہے کہ میرے بعد دھکیلے ہوئے
پریشان حالی اور منتشر خیالی میں مبتلا ہونگے۔ الخ
اور بعینہٖ اسی طرح کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۸۷ میں ہے۔
اور صواعق محرقہ صفحہ ۱۴۳ میں بروایت ابن ماجہ یہی مذکور ہے۔
اور خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۳۵ میں ہے فرمایا رسول اللہ صلعم
نے ام الفضل زوجہ حضرت عباس کے لئے کہ تم حالت مظلومی مقہوری
ضعیفی میں میرے بعد زندگی بسر کروگے۔ اس حدیث کو ابن سعد نے
امام زین العابدین ع کے بیٹے زید سے روایت کیا ہے۔
اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۶ میں ہے باب الفتن حدیث ۸۲۱
فرمایا نبی ص نے کہ دن قیامت کے قرآن شریف اور مسجد اور عترت
النبی پیش بارگاہ ایزدی حاضر ہو کر اس طرح فریاد کرینگے۔ قرآن
شریف کہیگا یارب مجھے امت کے لوگوں نے جلایا اور پھاڑ دیا
اور مسجد کہیگی یارب انہوں نے خراب کیا ہمکو اور بے کار چھوڑا
اور ضائع کیا مجھکو۔ اور عترت کہیگی یارب انہوں نے ہمیں خانہ بدر کیا

لے انصاف کا مقام ہے کہ جس وصیت پر نبی ص آخری دم تک تاکید فرماتے رہے کہ خبردار ثقلین کی متابعت کرنی ان سے محبت رکھنی ہیری
کرنے لئے مضبوط پکڑے رکھنا وہ ہر دو یعنی قرآن اور عترت قیامت میں شکوہ امت کا پیش کرینگے۔ مسلمانان دعویٰ اسلام کا ہوتے ہوئے اپنے
سردار اور پیشوا محمد رسول خدا ص کو کس طرح مونہہ دکھاوینگے ۱۲ مترجم

وقتلونا وشردونا واجثوا برکبتی للخصومۃ فیقول اللہ ذلك الیّ وانا اولی بذلك رواہ احمد فی المسند والطبرانی فی الکبیر وسعید بن منصور عن ابی امامۃ اقول وکفی باللہ شہیداً وقال الرسول یارب۔ الآیہ۔

وفی الصواعق صفحہ ۱۴۳۔ وورد من سب اہلبیتی فانما یرتد عن اللہ والاسلام ومن اذانی فی عترتی فعلیہ لعنۃ اللہ الحدیث۔

وطن سے بے وطن کیا اور ہم کو انہوں نے قتل کیا اور آپس سے جدا کیا و منتشر کیا اور میں بھی زانو کے بل خصومت کے لئے جاؤنگا پس اللہ تعالیٰ فرمائیگا یہ میری طرف چھوڑ دو میں خوب ان سے سمجھ لونگا۔ روایت کیا اسکو احمد نے مسند میں اور طبرانی نے کبیر میں اور سعید بن منصور نے ابی امامہ سے (قول مؤلف) اور اللہ کی شہادت کافی ہے جو فرماتا ہے رسول دن قیامت کے جناب باریتعالیٰ

اور صواعق صفحہ ۱۴۳ میں ہے وارد ہوا ہے نبیؐ سے کہ جسنے میرے اہل بیت کو گالی دی پس ضرور وہ مرتد ہو جاتا ہے اللہ اور اس کے دین اسلام سے اور جسنے میری عترت کو تکلیف دینے سے مجھے ایذا پہنچائی تو اسپر لعنت ہے اللہ تعالیٰ کی الخ

الفصل الاوّل فی ذکر معاویۃ ابن ابی سفیان

روی المسلم فی صحیحہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ قال امر معاویۃ ابن ابی سفیان سعداً فقال مامنعك ان تسبّ ابا التراب فقال اما

پہلی فصل ذکر معاویہ بن ابی سفیان شاہ شام کے حال میں

روایت کیا ہے مسلم نے اپنی صحیح جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ میں عامر بن سعد بن ابی وقاص سے وہ اپنے باپ سعد سے روایت کرتا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے سعد کو سبّ کا امر کیا پس کہا کہ کیا چیز تمکو ابی تراب (علیؑ) کے سبّ کرنے سے منع کرتی ہے؟ (یعنی حضرت علیؑ کو کیوں گالی نہیں نکالتا؟ نکالو) تو کہا سعد نے کہ میں ہرگز حضرت ابی تراب (علیؑ) کو

لہ صواعق صفحہ میں ہے کہ بخاری نے علیؑ سے روایت کی ہے کہ میں پہلا شخص ہونگا جو خصومت کے لئے پروردگار کے پیش ہونگا اب اہل انصاف غور کریں کہ سب سے پہلے حضرت مرتضیٰ ہی کس کس مظلومی کی عدالت کے لئے پیش ہونگے ۱۲ مترجم۔

ٹہ رسول صلعم کی فریاد کی شہادت قرآن کریم بھی دیتا ہے قال الرسول یا رب ان قومی اتخذ وا ھذا القراٰن مھجوراً یعنے رسول صلعم کا قیامت کے دن یہ قول ہوگا کہ خدایا میری قوم نے اس قرآن کو جو اب حاضر موجود ہے چھوڑ دیا تھا اور کچھ پرواہ نہ کی اور نہ اس سے ہدایت کو سیکھا تو اب ایک قابل غور امر یہ ہے کہ اس چھوڑنے سے کیا مراد ہے؟ اگر یہ مراد ہے کہ میری قوم یعنی میرے تسلیم کرنے والے اور مسلمان کہلانے والوں نے قرآن کو پڑھا یا سنا نہیں تو ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کیونکہ کل نہیں تو اکثر مسلمانان ضرور ہیں جنہوں نے قرآن کو سنا ہے اور اس سے کچھ کم وہ ہیں جنہوں نے تبرکاً وتعظیماً واحتراماً اپنے پاس اور اپنے گھروں میں رکھا ہوا ہے اور اس سے کم کسی قدر وہ ہیں جنہوں نے اپنے پاس رکھنے کے علاوہ پڑھا ہوا ہے اور اکثر روزانہ پڑھا کرتے ہیں اور اس سے کچھ کم وہ لوگ ہیں جو حافظ قرآن شریف ہیں اور شب و روز قرآن ہی ورد زبان رکھتے ہیں اس قسم کے لوگ بھی ہر زمانہ میں ہزارہا کی تعداد میں موجود ہیں پس یہ شکوہ رسول کا جسکی شہادت خود کلام الٰہی وکلام رسول دیتی ہے کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ بے شمار تفاسیر قرآن و علماء و واعظین موجود ہیں سب کچھ ہوتے ہوئے پھر شکایت کے معنے سوائے اسکے نہیں ہوسکتے کہ قرآن کو ان نفوس قدسیہ سے نہیں سمجھا گیا جنکے لئے وصیت رسول کی تھی کہ یہ قرآن سے تاقیامت مفارق نہ ہونگے اور یہی عارفین قرآن ہیں تو جب اصل مقصود قرآن کا اور ہوا اور علماء کے خودساختہ معانی جو بنا سکے ہوں اور وہ بھی مختلف تو اصل معنے سے بمراحل دور ہونا قرآن کو ترک کرنا ہے اور عملاً بھی اسی طریق سے متروک سمجھا جاتا ہے کیونکہ عمل انہی خود ساختہ معنے پر ہوگا جو قرآنی مقتضاء کے مخالف ہوگا تو ثابت ہوا کہ قرآن کو (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

سے بے سود اور بے معنے تاویلات حضرت معاویہ کے معتقدین ایسی صریح حدیث میں بھی کرتے ہیں لیکن حق اظہر ہے چھپانے سے نہیں چھپ سکتا

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ماذکرت ثلاثا قالهن له رسول الله ص فلن اسبه لان تکون لی واحدة منهن احبّ الی من حمر النعم ۔ الحدیث۔

وفی الخصائص للنسائی باسناده هکذا ص۸ طبع لاهور محمدی وزاد فی اخره لما نزلت انما یرید الله الآیة دعا رسول الله ص علیاً وفاطمة وحسنا وحسینا فقال اللهم هؤلاء اهل بیتی

وروی الترمذی فی سننه جلد۲ ص۲۱۴ باسناده هکذا وزاد فی اخره وانزلت هذه الآیة ندع ابناء نا وابناء کم الخ دعا رسول الله ص علیاً وفاطمة وحسناً وحسیناً فقال اللهم هؤلاء اهلی هذا حدیث حسن غریب صحیح من هذا الوجه۔

قال الحافظ فی الفتح جلد۳ ص۳۸۵ طائفة اخری حاربوه ثم اشتد الخطب فتنقصوه واتخذوا لعنه علی المنابر سنة ووافقهم الخوارج علی بغضه الخ

قال الحافظ السیوطی فی تاریخ الخلفاء ص۱۲۶ کان بنو امیة یسبون علی ابن ابی طالب علیه السلام فی الخطبة فلما ولی عمر ابن عبد العزیز ابطله وکتب الی نوابه بابطاله وقرا مکانه ان الله

گالی نہیں نکالتا جب تک مجھے تین باتیں یاد ہیں جو رسول صلعم نے حضرت علیؑ کے حق میں فرمائی ہیں البتہ اگر مجھے ان تین سے ایک بھی نصیب ہوتی تو مجھے سرخ اونٹوں کے حاصل ہونے سے زیادہ پسند تھی الخ

اور خصائص نسائی میں باسناد بعینہٖ مضمون بالا سے صفحہ ۸ مطبع لاہور میں مروی ہے لیکن اسکے آخر حدیث میں یہ عبارت زیادہ روایت کی ہے کہ جب اتری آیت انما یرید اللہ الآیۃ تو بلایا رسول اللہ ص نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو اور فرمایا یہی میرے اہل بیت ہیں

اور ترمذی نے سنن اپنے میں باسناد خود صفحہ ۲۱۴ جلد ۲ کے اندر اسی طرح روایت کیا اور آخر اس میں زیادہ روایت کیا اسکو کہ جب اتری آیت ندع ابناء نا وابناء کم الخ تو بلایا رسول اللہ صلعم نے حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو اور فرمایا خدایا یہی میرے اہل بیت ہیں یہ حدیث باین اسناد حسن غریب صحیح ہے [1]

کہا حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۳۸۵ میں کہ ایک گروہ مسلمانان کا ہے جنہوں نے حضرت مرتضیٰ علیہ السلام سے جنگ کی بعد ازاں تکلیف سخت بڑھ گئی تو حضرت علیؑ کے شان کی تنک کرنے لگے اور حضرت علیؑ پر لعنت کرنے کو ممبروں پر علانیہ سنت کے طریق پر معمول اپنا بنایا اور خوارج نے بھی بغض علیؑ میں اس گروہ کے ساتھ اتفاق کیا۔ الخ۔

کہا حافظ سیوطی نے تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲۶ میں کہ بنو امیہ علی ابن ابیطالب کو خطبہ کے اندر گالیاں دیا کرتے تھے پس جب والی ہوا عمر بن عبد العزیز تو اسنے یہ حکم گالی خطبہ میں نکالنے کا مٹا دیا اور اپنے کارندوں کو لکھا کہ گالی کی جگہ یہ آیت پڑھا کرو اور خود بھی یہی پڑھنی شروع کی۔ ان اللہ یأمر۔ الخ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۔) عالمین و عارفین قرآن یعنے قرآن ناطق کے مصداق اہل بیتؑ سے سمجھا جاوے تب صحیح اتباع قرآن کا ہو سکتا ہے اور یہ امر بجز امامیہ مذہب کے کسی مذہب میں نہیں پایا جاتا اگرچہ وہ مذہب نسبتاً قلیل ہے اور سابقاً ثابت ہو چکا ہے کہ ممدوح قلیل ہی ہوتے ہیں اور چونکہ اکثر لوگ مخالف قرآن و اہلبیتؑ کے عمل کر رہے ہیں لہذا بحکم للاکثر حکم الکل شکایت نبی صلعم صحیح ہے ۱۲ مترجم۔

(بقیہ حاشیہ ۲۔) لفظ امر صاف دال ہے کہ معاویہ نے گالی دینے کا امر کیا ہے نہ یہ کہ محض سبب گالی نہ نکالنے کا پوچھ رہا ہے اور نہ کوئی دیگر امر اس قصہ میں مذکور ہے جو اسنے کیا ہو اور پھر باعث طلب کیا ہو تو صاف ظاہر ہے کہ اس (معاویہ) نے گالی دینے کا امر کیا اور سعد نے انکار کیا تو اسنے وجہ پوچھی تب سعد نے بیان کیا۔ راوی نے مختصر عبارت میں اس مضمون کو ادا کیا ہے۔ اور گالی نکالنا نیز دوسروں کو امر کرنا ایک طرح کی یہ سنت جاری کرنی آئندہ معاویہ کے بیان شدہ حالات سے روز روشن کی طرح ثابت ہے اور انصاف ہر حال میں شرط ہے ۱۲ مترجم

[1] اسیطرح شرح مشکوۃ شیخ عبد الحق دہلوی طبع نولکشور کتاب الفتن ص ۳۰۰ میں ہے ۱۲ مترجم

یامر[1] بالعدل والاحسان الآیہ کذا فی الکشاف للزمخشری جلد ۱ ص ۱۷۳ طبع مصر۔ فاستمرت قراءتہا فی الخطبۃ الی الآن۔

فی الصواعق المحرقۃ ص ۷۲ طبع مصر ثم لما اشتد الخطب واشتغلت طائفۃ من بنی امیۃ بتنقیصہ وسبہ علی المنابر ووافقہم الخوارج لعنہم اللہ بل قالوا بکفرہ اشتغلت جہابذۃ الحفاظ من اہل السنۃ ببث فضائلہ حتی کثرت نصحا للامۃ ونصرۃ للحق۔ الخ

امر فرماتا ہے عدل واحسان کرنے کا الخ اسی طرح علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۱۰۳ مطبوعہ مصر میں کہا اور ہمیشہ کیلئے تب سے اس سنت کا رواج بجائے گالی کے آجتک جاری ہوگیا ہے اور صواعق محرقہ صفحہ ۷۲ مطبوعہ مصر میں ہے پھر جب مصیبت سخت ہوگئی اور بنی امیہ کے لوگ ہتک شان علیؑ اور گالی حضرت مرتضیٰؑ کو دینے سے ممبروں کی زیب وزینت سمجھنے لگے اور خوارج (خدا ان پر لعنت کرے) بھی بنی امیہ کے موافق سبّ وشتم کرنے لگے بلکہ نعوذ باللہ من ذٰلک حضرت علیؑ کو کافر کا خطاب دینے تک پہنچ گئے تو بڑے علماء حافظ حدیث اہل سنت کے فضائل حضرت علیؑ کے شائع کرنے میں مشغول ہوگئے تاکہ بہت فضائل ظاہر ہوں واسطے نصیحت امت اور مدد حق کے۔ الخ

قال فی الذبح العظیم ص ۹۶ قال الامام ابوالحسن علی بن محمد (وھو المشہور بالمدائنی) فی کتاب الاحداث ما نصہ[2] کہ چوں امر سلطنت بر معاویہ استوار ایستاد فرمان گذار خویش را در امصار وبلاد فرمان داد کہ برءت ممن روی شیئا من فضل ابی تراب واہلبیتہ عہد خویش را شکستم وحبل بیعت وپیمان خود را گسستم از انکہ از فضائل علی ابن ابی طالب واہلبیت او سخنے بر زبان آرد وروایت را حدیثے کند چوں ایں خبر در بقعہ وبلاد پراگندہ گشت در ہر بقعہ وبلدہ خطیبے بر منبر عروج داد نخستیں زبان بلعن وشتم علیؑ واہلبیت کشاد وبراءت از حضرت ایشاں جست۔ الخ

سید اولاد حیدر نے ذبح عظیم صفحہ ۹۶ میں کہا ہے کہ امام ابوالحسن علی بن محمد مشہور مدائنی نے کتاب الاحداث میں اس طرح کہا ہے کہ جب امر سلطنت معاویہ پر جم گیا تو اپنے امراء کو جو شہروں میں حاکم کرکے بھیجنے لگا احکام ضروریہ میں یہ بھی ان کو ہدایت کی اور حکم دیا کہ میں بیزار ہوں اس شخص سے جس نے کوئی فضیلت علیؑ کی بیان کی یا اسکے اہل بیت کی۔ اور ایسے شخص سے مینے اپنی بیعت اور عہد کو توڑ لیا ہے جو فضائل علیؑ واہل بیتؑ کو زبان پر لاوے۔ پس جب یہ حکم معاویہ کا ہر قطعہ وشہر میں مشہور ہوگیا تو ہر بستی ہر شہر میں جو خطبہ پڑھنے والا ممبر پر چڑھتا تھا اپنے بادشاہ کی خوشنودی مزاج کے لئے پہلے زبان کو حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام پر لعنت اور گالی دینے سے کھولتا تھا اور علیؑ سے تبرا اور بیزاری خود بیان کرتا تھا۔

[1] تاریخ کامل جلد ۵ ص ۱۶ مطبوعہ مصر وشرح نہج البلاغۃ مؤلفہ ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۴ ص ۲۵۵ بروایت مالک بن اسماعیل ابی غسان الہندی باسناد خود۔ میں یہی عبارت مرقوم ہے اور اسکے بعد لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے بیان کیا ہے کہ میرا باپ جب خطبہ پڑھتا تھا علیؑ کی شکایت کرتا اور سبّ کرتا تو اس کی زبان کو لغزش ہوجاتی تھی اور چہرہ متغیر ہوجاتا تھا عمر بن عبد العزیز کہتا ہے کہ مینے کہا اے باپ میرے تو باقی خطبہ اچھا پڑھتا ہے اور ذکر علی کا آتا ہے تو کچھ لغزش جیسی زبان میں آتی ہے کہا اسنو کہا تو سمجھ گیا ہے مینے کہا ہاں پس کہا میرے باپ نے کہ تحقیق جو ہمارے گردونواح ہیں لیعنے رعایا ہمارے اگر علیؑ کے فضائل جو ہم جانتے ہیں جان لیں تو ہم سے دور ہوکر اولاد علیؑ کی تابعداری میں ہوجاویںگے لہذا فضائل کو چھپا کر معائب علیؑ کو بیان کر ہماری بادشاہی کو قائم رکھتا ہے۔ ۱۲ مترجم۔

[2] کذا بعینہ فی شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۳ ص ۱۵ اور مدائنی وہ علامہ ہے جس سے استیعاب میں ابن عبد البر نے صفحہ ۵۷۴ و ۳۲۵ جلد ۱ میں سند لی ہے۔ شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید طبع مصر ص ۱۶ میں باسناد ابوالفرج ابن جوزی کے۔

وفی تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲۹۔ اخرج ابن سعد عن عمر بن اسحٰق قال کان مروان امیرًا علینا فکان یسب علیا کل جمعة علی المنبر وحسن ع یسمع فلا یرد شیئًا ثم ارسل الیہ رجلا یقول بعلیٍّ وبعلیٍّ وبعلیٍّ وبك وبك وبك وما وجدت مثلك الا مثل البغلة۔الخ

اور تاریخ الخلفا صفحہ ۱۲۹ میں ہے ابن سعد نے عمیر بن اسحٰق سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مروان معاویہ کی طرف سے ہم پر سردار ہوکر آیا تھا اور وہ جناب برادر رسول اللہ ص حضرت علی ع کو ہر جمعہ کے دن ممبر پر گالیاں دیتا تھا اور امام حسن ع بھی سنتے تھے لیکن کوئی جواب نہیں دیتے تھے۔ پھر ایک آدمی کو مروان نے حضرت حسن ع کی طرف بھیجکر کہلا بھیجا کہ علیؑ ایسا علیؑ ایسا علی ع ایسا اور تُو ویسا تو ایسا تو ایسا اور میںنے یہی معلوم کیا ہے کہ تیری مثال ٹھیک ایک خچر کی ہے الخ۔

فی ترجمة التاریخ للطبری[1] جلد ۴ ص ۶۰۲ پس معاویہ عبد الرحمٰن بن عمرو عبد الرحمٰن بن سمرہ بن جندب را فرستاد و با ایں ہمہ شرطہا وفا کرد (اے ما صالح علیہ الحسن) مگر بے حرمتی کردن علی ع کہ ایں بر نگیرم ولیکن چوں تو حاضر باشی بفرمایم تا بےحرمتی نہ کنند۔

اور ترجمہ فارسی تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۶۰۲ میں ہے پس معاویہ نے عبد الرحمٰن پسر عمرو عبد الرحمٰن پسر سمرہ ولد جندب کو بھیجا اور باقی شرائط صلحنامہ امام حسن ع پر وفا کی لیکن شرط بے حرمتی حضرت علی ع کے لئے کہلا بھیجا کہ اس سے میں نہیں رُک سکتا البتہ تو اے حسن ع جسجگہ حاضر ہوگا تیرے سامنے بے حرمتی نہ کرنے کا حکم دے دونگا۔ (اور ویسے تو چاہتا ہے کہ بے حرمتی علی ع کی ہم نہ کریں تو یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ مگر افسوس کہ یہ شرط بھی نہ پوری ہوئی بلکہ جیسا مذکور ہوا ہے امام حسن ع کے روبرو بے حرمتی علی ع کی کرتے رہے)۔

وفی روضة الصفا جلد ۳ ص ۶ (در شرائط صلح) دیگر امیر المومنین را سبّ نکنند گویند کہ معاویہ مجموعہ شروط را قبول کرد الا سبّ امیر المومنین را اما گفت کہ در مجلسے کہ امام حسن ع باشد امیر المؤمنین را سب نکنند۔ کذا فی شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ صفحہ ۱۵۔

اور روضة الصفا جلد ۳ صفحہ ۶ بیان شرائط صلح میں ہے کہ ایک شرط منجملہ شرائط کے یہ مقرر ہوئی کہ امیر المؤمنین حضرت علی ع کو گالی نہ دیویں لیکن بیان کرتے ہیں کہ معاویہ نے دوسری شرطوں کو منظور کیا مگر گالی امیر المؤمنین ع کی شرط تو اس قدر منظور کی۔ کہا کہ جس مجلس میں امام حسن ع موجود ہوویں اس میں البتہ میں حکم دونگا کہ گالی نہ نکالو۔ (جو یہ بھی پوری نہ ہوئی)۔ شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ صفحہ ۱۵ میں بھی اسی طرح ہے۔

وفی التاریخ لابی الفداء جلد ۱ صفحہ ۲۱۲ کان خلفاء بنی امیة یسبون علیا من سنة احدے واربعین وھی السنة التی خلع الحسن فیھا نفسہ من الخلافة الی اول سنة تسع وتسعین اخر

اور تاریخ ابی الفداء جلد ۱ صفحہ ۲۱۲ میں ہے کہ خلفا بنی امیہ امیر المؤمنین حضرت علی ع کو ۴۱ھ سے گالیاں دیتے تھے جس میں امام حسن ع نے خلافت کو بھی چھوڑ دیا تھا حتےٰ کہ اوّل ۹۹ھ سے آخر

[1] تاریخ طبری عربی جلد ۶ صہ ۹۲ میں یہ عبارت ہے کہ منجملہ شرائط صلح کے امام حسن ع نے یہ بھی قرار دیا کہ معاویہ کو اس طرح کرنا چاہیے ان لا یشتم علیًا فلم یجبہ الی الکف عن شتم علیؑ فطلب ان لا یشتم وھو یسمع فاجابہ الی ذلك ثم لم یف لہ بہ ایضًا وکذا فی الکامل جلد ۳ صفحہ ۱۶۲۔ یعنے شرط ہوئی کہ معاویہ حضرت علی ع کو سبّ نہ کریگا مگر اس نے قبول نہ کی پھر امام ع نے فرمایا کہ کم از کم مجھے سُنا کر نہ کرنا تو یہ شرط معاویہ نے منظور کر تو لی مگر اس پر بھی وفا نہ کی یعنے سُنا کر بھی حضرت علی ع کو گالی نکالتا رہا اسی طرح تاریخ ابی الفداء ج ا ص ۱۹۲ میں بھی ہے ۱۲ مترجم

ایام سلیمان بن عبد الملك فلما ولی عمر ابن عبد العزیز ابطل ذلك وكتب الی نوابه بابطاله ولما خطب یوم الجمعة ابدل السب[۱]۔

وفیه ص۱۹۶ وكان معاوية وعماله يدعون لعثمان فی الخطبة یوم الجمعة ويسبون عليًا ولما كان المغيرة متولی الكوفة كان يفعل ذلك طاعة لمعاوية۔

وفی التاريخ الكامل جلد ۳ ص۱۳۳ وكذا فی تاريخ ابن جرير الطبری جلد ۶ صفحہ ۴۰ مطبوعه مصر وكان اذا صلی الغداة يقنت فيقول اللهم العن[۲] معاوية وعمرا وابا الاعور وخبيبًا وعبد الرحمن بن خالد والضحاك بن قيس والوليد فبلغ ذلك معاوية فكان اذا قنت سب عليًا وابن عباس والحسن والحسين والاشتر كذا فی تاريخ الطبری وفيه ولعن عليًا الخ۔ وفی تاريخ ابی الفداء جلد۱ ص۹۶ فلما ولی زياد دعی لعثمان وسب عليًا۔ وفی روضة المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر للعلامة ابی الوليد بن الشحنة الحنفی طبع مصر علی هامش مروج الذهب ص ۲۲۴/۲۲۵ ثم بعد ستة اشهر صالحه (الحسن) معاوية وترك الخلافة علی ان لا يسب عليًا ويعطيه ما ببيت المال بالكوفة (الی ان قال) ولم يف له معاوية بشیء مما عاهد عليه وكانت وفاته ع بسم سقته زوجته جعدة بنت

خلافت سلیمان بن عبد الملک تک یہ طریقہ جاری رہا پھر جبکہ عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوا تو اسنے یہ عمل ہٹا دیا اور اپنے عاملین اور کارندوں کی طرف اس عمل کے ہٹا دینے کا حکم لکھا اور خود بھی خطبہ میں جمعہ کے دن گالی کی جگہ آیت ان اللہ یامر الخ پڑھتا تھا۔

اور اسی تاریخ ابی الفدا صفحہ ۱۹۶ میں ہے کہ معاویہ اور عاملین اسکے عثمان کے لئے جمعہ کے دن خطبہ میں دعا کرتے تھے اور حضرت علیؑ کو گالیاں دیا کرتے تھے اور جب اسنے مغیرہ کو کوفہ کا والی بنایا تو وہ بھی بہ تعمیل حکم معاویہ کے یہی عمل کرتا رہا۔

اور تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۳۳ اور تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۴۰ طبع مصر میں ہے کہ علیؑ جب نماز فجر پڑھتے تھے تو قنوت میں پڑھتے تھے یا اللہ لعنت کر معاویہ و عمرو و ابی الاعور پر۔ اور خبیب و عبد الرحمٰن بن خالد و ضحاک بن قیس و ولید پر۔ پس جب پہنچی یہ بات معاویہ کو تو اوسنے بھی قنوت میں حضرت علیؑ و ابن عباس و حسنؑ و حسینؑ و اشتر کو گالیاں دینی شروع کردیں تاریخ طبری میں بھی اسی طرح ہے لیکن اس میں یہ لفظ بھی ہے کہ اور تاریخ ابی الفداء جلد ۱ صفحہ ۹۶ میں ہے جب زیاد کو والی بنایا گیا وہ دعا کرتا تھا عثمان کے لئے اور گالی دیتا تھا حضرت علیؑ کو

اور روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر مؤلفہ علامہ ابی الولید بن شحنہ حنفی مطبوعہ مصر بر حاشیہ مروج الذہب صفحہ ۲۲۴ و ۲۲۵ میں ہے۔ پھر بعد چھ ماہ کے امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کرلی اور خلافت کو ترک فرمادیا اس شرط پر کہ معاویہ حضرت علیؑ کو گالی نہ دے اور کوفہ کا بیت المال امام حسنؑ کو دے (یہاں تک کہ اس عبارت کو لکھا) کہ معاویہ نے کسی شرط پر وفا نہ کی جو وعدہ ہوا تھا سب کی خلاف ورزی کی اور وفات امام حسنؑ کی زہر سے ہوئی جو ان کو ان کی زوجہ جعدہ دختر

[۱] استیعاب مطبوعہ بر حاشیہ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۵۵ میں ابن عبد البر نے روایت کیا ہے کہ ساٹھ سال علیؑ کو بنی مروان سب و شتم کرتے رہے مگر اللہ تعالیٰ علیؑ کی شان اور بلند کرتا رہا ۱۲ مترجم۔

[۲] كذا فی شرح نهج البلاغة لابن ابی الحديد جلد ۳ ص۲۹۸ بلفظ اللهم العن معاوية اولا وعمرا ثانيا وابا الاعور السلمی ثالثا وابا موسی الاشعری رابعا ۔۱۲ مترجم

امیر معاویہ کا امام حسن ع کو زہر دلانا

الاشعث قیل فعلت ذلك بامر معاویة وکذا فی مروج الذهب[۱] للعلامة ابی الحسن علی ابن الحسین المسعودی جلد ۲ ص۳۶ طبع مصر (و زاد وارسل معاویة المال الموعود الیها ای الی جعدة)۔

وفی روضة المناظر جلد ۸ ص۲ و طبع مصر برحاشیہ کامل ج ۱۱ ص۱۳۳ وکان معاویة وعماله یسبون علیاً علی المنابر۔[۲]

وفی تاریخ ابن الوردی ج ۱ و الشرط یعطیه مافی بیت مال الکوفة وخراج دارابجرد من فارس وان لا یسب وهو یسمع فاجابه وماوفا به من سروچمن فی تاریخ الحسن صفحہ ۱۰۶ وهکذا فی التاریخ الکامل جلد ۲ صفحہ ۱۶۲۔ وهکذا فی تاریخ الخمیس جلد ۲ ص۳۱۷ طبع

وفی تاریخ الخلفاء ص۱۳۰ وتوفی الحسن بالمدینة مسموماً سمته زوجته جعدة بنت الاشعث بن قیس دس الیها یزید بن معاویة ان تسمه فیتزوجها ففعلت۔ اه

وفی النصائح الکافیة ص۶۰ قال ابو الفرج ابن الجوزی مات الحسن ع شهیداً مسموماً دس معاویة الیه والی سعد[۳] بن ابی وقاص حین اراد ان یعهد الی یزید ابنه بالامر سما فماتا فی ایام متقاربة۔ انتہیٰ

ونقل ابن عبد البر والمسعودی وغیرهما مثل ذلك

اشعث نے پلایا بیان کیا گیا ہے کہ یہ فعل زہر دینے کا اوس عورت نے معاویہ کے حکم سے کیا تھا۔ اور اسی طرح مروج الذہب مؤلفہ علامہ ابی الحسن علی بن الحسین مسعودی جلد ۲ صفحہ ۳۶ میں ہے اور زیادہ کیا اسکو کہ معاویہ نے مال موعود (جو زہر دینے کے لئے وعدہ میں مقرر ہوا تھا) جعدہ کی طرف بھیجدیا تھا۔

اور روضۃ المناظر جلد ۸ صفحہ ۲ میں ہے معاویہ مع اپنے عاملین کے علی ع کو ممبروں پر گالیاں دیتے تھے۔ (روضہ طبع مصر برحاشیہ کامل ج ۱۱ ص۱۳۳)

اور تاریخ ابن الوردی جلد ۱ میں ہے اور شروط صلح یہ تھیں کہ بیت المال کوفہ و محصول ابجرد فارس کا امام حسن ع کو وے اور حضرت مرتضیٰ کو گالی نہ دیگا اس حالت میں کہ امام حسن سنتے ہوں تو اس قدر مان کر پھر بھی معاویہ نے وفا نہ کی اسی طرح سروچمن فی تاریخ الحسن صفحہ ۱۰۶ میں ہے اور نیز اسی طرح تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۶۲ (و طبری ج ۵ ص۹۲) و تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۱۷ مطبوعہ مصر میں ہے

اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۰ میں ہے کہ امام حسن ع مدینہ میں زہر سے شہید ہوئے ان کو ان کی زوجہ جعدہ دختر اشعث بن قیس نے زہر دیا جو اس کی طرف یزید نے بھیجا تھا کہ زہر دیوے اور بعدہ وہ اس سے شادی کرے گا۔

اور نصائح کافیہ صفحہ ۶۰ میں ہے کہ ابو الفرج ابن الجوزی نے کہا جب معاویہ کا یہ ارادہ ہوا کہ اپنے بیٹے یزید کو ولیعہد بنائے تو اوسنے امام حسن ع و سعد بن ابی وقاص کی طرف خفیہ زہر بھیجکر اون کو شہید کرا دیا کیونکہ ہر دو سے اسی ولیعہدی میں معترض ہونیکا اسکو اندیشہ تھا) جو قریب قریب زمانہ کے اندر فوت ہوگئے۔

اور ابن عبد البر و مسعودی وغیرہ نے مثل اسکے نقل کیا ہے

---

[۱] مروج الذہب مطبوعہ برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۱ صفحہ ۵۵ میں باسناد جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ ہے کہ جعدہ کیطرف معاویہ نے پیغام خفیہ بھیجا کہ اگر تو حیلہ کرے اور امام حسن ع کو قتل کردیوے تو لاکھ درہم دونگا اور یزید سے تیری شادی کردونگا۔ پس جب امام ع فوت ہوئے معاویہ نے مال تو بھیجدیا اور یزید کی محبت کا عذر کیا کہ میں شادی تیری اس خوف سے نہیں کرتا کہ مبادا تو یزید کو بھی کبھی قتل نہ کردے حالانکہ وہ مجھ محبوب تر ہے۔ ۱۲ مترجم۔

[۲] فی الآثار لمحمد ص۱۳۳ باسناد ابی حنیفة قال ابراهیم وان اهل الکوفة انما اخذوا القنوت عن علی کان یقنت یدعوا علی معاویة حین حاربه واما اهل الشام فانما اخذوا القنوت عن معاویة قنت یدعو علی علی حین حاربه یعنی آثار امام محمد میں ہے کہ ابراہیم کہتا ہے کوفہ والے قنوت پڑھنی حضرت علی ع سے سیکھے ہیں جو علی ع بوقت محاربہ کے معاویہ پر بددعا فرماتے تھے اور شام والے معاویہ سے سیکھے کہ محاربہ کے وقت وہ علی ع پر بددعا کرتا تھا۔ ۱۲ مترجم۔

[۳] استیعاب علی الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۹ میں بھی لکھا ہے کہ معاویہ نے یزید کی بیعت لینے کی خواہش ظاہر کی (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

فی هدایة السائل فی ادلة المسائل للسید الصدیق ص۱۱۵ مختار شاہ عبدالعزیز در بعض افادات خودش اینست کہ حرب معاویہ با علی خالی از شائبہ نفسانیت نبود و قول بخطائے اجتہادی ضعیف است؛

اور ہدایۃ السائل فی ادلۃ المسائل مؤلفہ سید صدیق حسن صفحہ ۱۱۵ میں ہے کہ مختار شاہ عبدالعزیز کا جو اسکے بعض مضامین سے ظاہر ہوا ہے یہی ہے کہ جنگ معاویہ کا حضرت علیؑ کے ساتھ نفسانیت سے خالی نہ تھا (یعنے قصاص عثمان کا بہانہ تھا اور اصل میں غصب خلافت کی نیت تھی) اور قول بعض علماء کا کہ معاویہ اسبارہ میں مجتہد تھا اور اس سے خطا اجتہادی ہوگئی (جسپر ایک اجر کا مستحق ہے) ضعیف ہے۔ ختم ہوئی عبارت ہدایت السائل کی؛

و فی بغیة الرائد للسید الصدیق و ہرچہ از مخالفات و محاربات واقع شد از طرف معاویہ شد جنگ او خالی از حمیت و نفسانیت نیست و اینکہ گویند خطائے اجتہادی بودہ پسند خاطر انصاف پسنداں نیست؛

اور بغیۃ الرائد مؤلفہ سید صدیق حسن میں بھی اسی طرح ہے کہ جو کچھ مخالفات اور جنگ معاویہ کیجانب سے واقع ہوئے ہیں وہ خودغرضی اور نفسانیت سے خالی نہیں ہیں اور جو خطائے اجتہادی سے یہ امور اس سے صادر ہونے کا بیان کرتے ہیں انصاف پسند لوگوں کے نزدیک یہ قول ناپسند ہے؛

و فی مالابد للقاضی ثناء اللہ پانی پتی ہر کہ با علیؑ منازعت کردہ مخطی است؛

اور مالابد مؤلفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی میں ہے کہ جسنے علیؑ سے جھگڑا کیا تھا خطاکار ہے؛

و فی شرح المواقف ص۷۴۵ طبع نولکشور والذی علیہ الجمہور من الامة ہو ان المخطی قتلة عثمان و محاربوا علیؑ؛

اور شرح مواقف صفحہ ۷۴۵ مطبوعہ نولکشور میں ہے کہ جمہور امت کا اتفاق ہے کہ قاتلین عثمان کے اور حضرت علیؑ سے جنگ کرنیوالے خطاکار تھے؛

و قال السید الصدیق فی عون الباری فی حل ادلة البخاری ان بنی امیة ہم اہل الجفاء والضلال الذین عادوا آل محمدؐ و اخافوہم کل مخافة و شردوہم کل مشرد و سیاتی۔

اور سید صدیق حسن نے عون الباری فی حل ادلۃ البخاری میں لکھا ہے کہ ضرور بنی امیہ اہل جفا اور ظالم ہیں اور وہ گمراہ ہیں کیونکہ انہوں نے مخالفت و عداوت اختیار کی آل محمدؐ سے۔ اور ڈرایا اور منتشر کیا بنی امیہ نے آل محمدؐ کو ہر طرح کے خطرات اور انتشارات سے جسکا ذکر مفصل آئے گا؛

و فی حیاة الحیوان للعلامة الدمیری جلد ۱ ص۵۴ طبع مصر قال ابن خلکان لما مرض الحسنؑ کتب مروان بن الحکم الی معاویة بذلک فکتب الیہ معاویة

اور حیوۃ الحیوان مؤلفہ علامہ دمیری جلد ۱ صفحہ ۵۴ مطبوعہ مصر میں ہے کہ ابن خلکان نے کہا ہے جب مریض ہوئے امام حسنؑ مروان ابن الحکم نے معاویہ کی طرف لکھا تو معاویہ نے مروان

(بقیہ حاشیہ ص۵۸) تو لوگوں نے کہا عبدالرحمن بن خالد بن ولید یزید سے اچھا ہے اسکو مقرر کیجئے معاویہ نے دل میں رکھ لیا اور جب عبدالرحمن کو مریض سنا ایک طبیب کو حکم دیا کہ دوائی میں زہر ملا کر عبدالرحمن کو کھلا دے تو طبیب نے اسی طرح کیا اور وہ زہر سے جل کر فوت ہوا۔ انتہی ۱۲ مترجم۔

ف۱ مروج الذہب مطبوعہ برحاشیہ تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۷۵ میں ہے جب محمد بن ابی بکر مصر میں پہنچا تو معاویہ کی طرف ایک خط لکھا کہ محمد بن ابی بکر کی طرف سے ہے معاویہ بن صخر کی طرف بعد حمد خالق تعالےٰ کے اور مدح افضل الناس بعد النبی علیؑ کے اے معاویہ تو لعین بن لعین ہے۔ تم اور تیرا باپ رسولؐ کے نقصان پہونچانے اور دین خدا اور نور خدا کے مٹانے میں سعی کرتے رہے اور لشکر جمع کرتے رہے اب تو اپنے وجود کو اس شخص کے برابر کرتا ہے جو وارث رسول اللہ اور وصی اسکا اور اعلم راز ہائے رسولؐ کا ہے

امیر معاویہ کا موت امام حسن پر خوشی منانا

ان اقبل المطی الی بخبر الحسنؑ فلما بلغ معاویۃ موتہ سمع تکبیرۃ من الخضراء (محل معاویہ) فکبر اھل الشام لذلک فقالت فاختۃ بنت قریظۃ لمعاویۃ اقر اللہ عینک ما الذی کبرت لاجلہ فقال مات الحسنؑ فقالت أعلیٰ موت ابن فاطمۃ تکبر فقال واللہ ماکبرت شماتۃ بموتہ ولکن استراح قلبی ودخل علیہ ابن عباس فقال لہ یا ابن عباس ھل تدری ماحدث فی اھل بیتک فقال لا ادری ماحدث الا انی اراک مستبشرا وقد بلغنی تکبیرک فقال مات الحسن فقال ابن عباس یرحم اللہ ابا محمد ثلاثا واللہ یا معاویۃ لا تسد حفرتہ حفرتک ولا یزید عمرہ فی عمرک۔ وکذا قال الطبری فی تاریخہ بالاسناد کما فی النصائح الکافیہ ص۶۰

وفی تاریخ ابی الفداء ص۱۴۵ طبع انصاری دھلی فرح معاویۃ بموت الحسنؑ

وفی سرو چمن ص۱۶۱ ان معاویۃ سجد سجدۃ الشکر حین سمع موت الحسنؑ۔

کی طرف یہ لکھا کہ خبر حسن کیلئے میری طرف جلد سوار دوڑا دینا۔ جب معاویہ کو موت امام حسنؑ کی خبر پہنچی تب سبز محل معاویہ سے تکبیر کی آواز بلند ہوئی اور شام کے سب لوگ اسی سبب سے تکبیریں کہنے لگے تو فاختہ دختر قریظہ نے معاویہ کو کہا کہ تیری آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچے (کلمہ دعائیہ) کیا خوشی پیدا ہوئی ہے جس پر یہ تکبیریں پڑھی جا رہی ہیں۔ معاویہ نے کہا کہ حسنؑ فوت ہو گئے ہیں۔ کہا فاختہ نے کیا تو موت جناب فاطمہؑ کے بیٹے پر خوشی کی تکبیر پڑھتا ہے؟ معاویہ بولا کہ قسم بخدا میں نے صرف موت پر خوش ہونے کی وجہ سے تکبیر نہیں پڑھی ہے بلکہ میرے دل کو ٹھنڈک اور راحت پہونچی ہے۔ اور جب ابن عباس معاویہ کے پاس گئے تو معاویہ نے ابن عباس کو کہا کیا تجھے معلوم ہوا ہے جو تیرے اہل بیت میں ایک امر ظاہر ہوا ہے۔ کہا ابن عباس نے نہیں معلوم کیا پیدا ہوا ہے۔ صرف یہی معلوم کر رہا ہوں کہ تو آج خوش ہے اور خوشی سے شکرانہ کی تکبیریں کہہ رہا ہے۔ معاویہ نے کہا کہ حسنؑ مر گیا ہے پس کہا ابن عباس نے اللہ تعالےٰ رحم فرماوے ابو محمد حسنؑ پر تین بار فرمایا (پھر کہا) قسم ہے خدا کی اے معاویہ تیرے گڑھے کو انکا گڑھا پر نہیں کر سکتا اور اس کی عمر ختم ہونے سے تیری عمر زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح یعنے مثل عبارت حیوۃ الحیوان کے ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں باسناد خود لکھا ہے جیسا کہ اس سے نصائح کافیہ صفحہ ۶۰ میں منقول ہے۔

اور تاریخ ابی الفداء صفحہ ۱۴۵ مطبوعہ انصاری دہلی میں ہے فرح پائی اور خوش ہوا معاویہ امام حسنؑ کی موت پر۔

اور سرو چمن صفحہ ۱۶۱ میں اسی صفحہ ابی الفداء سے نقل کیا ہے کہ تحقیق معاویہ موت امام حسنؑ کو سنکر شکر کا سجدہ بجا لایا۔

ؔ۱ مروج الذہب علی ہامش الکامل طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۵۹ میں باسناد ابن جریر الطبری اسیطرح مروی ہے اور زیادہ لکھا کہ فاختہ نے کہا اے امیر المؤمنین خدا تجھے خوش کرے کیا تجھے ایسی خبر پہونچی ہے جس سے تو اتنا خوش ہوا ہے؟ معاویہ نے کہا موت حسنؑ بن علیؑ کی ہو گئی ہے تو فاختہ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون اور رونے لگی اور کہا کہ مسلمانوں کا سردار اور بیٹا دختر رسولؐ کا فوت ہو گیا۔ نیز ابن عباس کے مکالمہ میں زیادہ لکھا کہ اے معاویہ تیری قبر کو امام حسن نے پر نہیں کیا بلکہ تو بھی اسیطرح مر جائیگا یہ کیا خوشی کا مقام ہے اور اگر ہم پر یہ مصیبت ہوئی ہے تو پہلے بھی ہم برداشت کر چکے ہیں جو مصیبت وفات سید المرسلین و امام المتقین رسول رب العٰلمین سے ہوئی پھر بعد اسکے جو مصیبت سید الاوصیاء علیؑ کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ مصائب کو دفع کریگا۔ معاویہ نے کہا افسوس بہت تیز ہے اے ابن عباس جبکہ میں تجھ سے کلام کرتا ہوں تجھے جھگڑے پر آمادہ پاتا ہوں۔ انتہیٰ ۱۲ مترجم۔

ؔ۲ کذا فی روضۃ الصفا جلد ۳ ص۶ ؔ۳ کذا فی الامامۃ والسیاست جلد ۲ ص۱۴۵ و زاد اظھر فرحا و سرورا حتی سجد ۔۔۔ میں زیادہ لکھا ہے کہ معاویہ نے بہت خوشی ظاہر کی حتی کہ اسنے سجدہ شکر ادا کیا اور اس کے ساتھیوں نے بھی سجدہ کیا۔ ۱۲ مترجم۔

وفی کنز العمال جلد ۷، صفحہ ۱۰۵ وفد المقدام بن معدیکرب وعمرو بن الاسود لے قنسرین فقال معاویۃ للمقدام اعلمت ان الحسن بن علی توفی فاسترجع المقدام فقال لہ معاویۃ اتراہا مصیبۃ قال ولم لا اراہا مصیبۃ وقد وضعہ رسول اللہؐ فی حجرہ فقال ھذا منی وحسین من علی رواہ الطبرانی؛

قال العارف الجامی مؤلف شرح الکافیہ المشہور بشرح ملا جامی فی شواھد النبوۃ صفحہ ۲۲۷، مشہور آنست کہ ویرا (حسنؑ) خاتون وے جعدہ زہر دادہ است بفرمودہ معاویہ۔

وقال الخواجہ حسن نظامی فی محرم نامہ صفحہ ۴۲، بتحویل طبری وفی یزید نامہ ص۸۳ بتحویل طبقات الاطباء ص۸۲ پہلا خون سیدنا حضرت امام حسنؑ کا ہے جو تاریخ کی روایت سے قطعاً امیر معاویہ کے اوپر ثابت ہے، اور کوئی قدیم وجدید محاکمہ تاریخی وقانونی انکی برئیت اس قتل سے نہیں کر سکتا؛ وفی الاستیعاب علی الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۷۵ قال سم الحسن بن علیؑ سمتہ امرأتہ جعدۃ وقال طائفۃ کان ذلک منہا بتدسیس معاویۃ الیہا ومابذل لہا فی ذلک؛[بسبحہ۱۲]

وفی تذکرۃ خواص الامۃ قال الشعبی انما دس الیہا (ای جعدۃ) فقال سمی الحسن وانا جلک یزید واعطیک مأتہ الف درھم

وفی تہذیب الکمال عن عبد اللہ بن الحسن قد سمعت یقول کان معاویۃ قد یلطف لبعض خدمہ ان یسقیہ سمّا

اور کنز العمال جلد ۷صفحہ ۱۰۵ میں ہے کہ مقدامؓ بن معدیکرب و عمرو بن اسود بطور وفد قنسرین کی طرف معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ نے مقدام سے کہا حسن بن علی فوت ہو گئے ہیں مقدام نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑہا تو معاویہ نے کہا کہ اسکو بھی تو مصیبت شمار کرتا ہے۔ کہا مقدام نے جبکہ رسول خداؐ نے ان کو گود اپنی میں لیکر فرمایا یہ میرا ہے یعنی حسنؑ اور حسین علیؑ کا ہے (محبت کے الفاظ میں نمونہ تقسیم کا فرمایا) تو بھلا کس طرح ان کی وفات کو مصیبت نہ سمجھوں۔ روایت کیا اسکو طبرانی نے

کہا عارف جامی مؤلف شرح کافیہ معروف بہ شرح ملا جامی نے شواہد النبوۃ صفحہ ۲۲۷ میں مشہور یہی ہے کہ ان کو یعنی امام حسنؑ کو ان کی زوجہ جعدہ نے زہر بفرمان معاویہ دیا تھا؛

اور خواجہ حسن نظامی نے اپنے رسالہ محرم نامہ صفحہ ۴۲ میں بحوالہ تاریخ طبری اور یزید نامہ صفحہ ۸۳ میں بحوالہ طبقات صفحہ ۸۲ کے لکھا ہے۔ پہلا خون سیدنا حضرت امام حسنؑ کا ہے جو تاریخ کی روایت ودرایت سے قطعاً امیر معاویہ کے اوپر ثابت ہے اور کوئی قدیم وجدید محاکمہ تاریخی وقانونی ان کی برئیت اس قتل سے نہیں کر سکتا؛

اور استیعاب علی الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۷۵ میں ہے قتادہ نے کہا ہے زہر حسن بن علیؑ کو ان کی بیوی جعدہ نے دیا تھا اور ایک گروہ علماء نے کہا ہے کہ واقعہ زہر معاویہ کے پوشیدہ مکر وحیلہ کا نتیجہ ہے جو اسنے اس کی بیوی کے ذریعہ سے کیا تھا اور اسی سبب سے معاویہ نے کچھ مال بھی جعدہ کو دینے کا اقرار کیا تھا

اور تذکرہ خواص الامہ میں ہے کہ شعبی نے کہا معاویہ نے مکر وحیلہ اس (جعدہ) کی طرف کر بھیجا اور کہا اگر تو حسنؑ کو زہر دیدے تو میں یزید سے تیری شادی کر دونگا اور تجھے ایک لاکھ درہم بھی دونگا؛

اور تہذیب الکمال میں ہے عبد اللہ بن الحسن سے روایت ہے تحقیق مینے راوی سے سُنا ہے اسنے کہا معاویہ اپنے بعض ملازمین کے ساتھ مہربانی کرتا تھا اس وجہ سے کہ حسنؑ کو زہر پلائیں

سلہ اسی طرح ہے مراسلات اللبیب مؤلف ظلامین میں جیسا کہ مؤلف سرو چمن نے ص۱۶۱ میں نقل کیا ہے ۱۲ مترجم۔

وفی تہذیب التہذیب للذہبی وقد سمعت
بعض من یقول کان معاویۃ الخ مثل ما قیل۔
وفی ربیع الابرار للزمخشری قال ابو عمرو جعل
معاویۃ لجعدۃ امرءۃ الحسن مائۃ الف درہم
حتی سمتہ۔

وفی تاریخ ابی الفداء جلد ۱ صفحہ ۱۹۳ توفی
الحسن من سم سقتہ امرءتہ جعدۃ قیل
فعلت ذلک بامر معاویۃ۔

وفی تذکرۃ خواص الامۃ لسبط ابن الجوزی
وقال الشعبی انما دس الی جعدۃ معاویۃ
فقال سمی الحسن و ازوجک یزید و اعطیک
مائۃ الف درھم فلما مات الحسن بعثت
الی معاویۃ تطلب انجاز الوعد فبعث الیہا
بالمال وقال انی احب یزید و ارجو
حیاتہ ولولا ذلک لنی وجتک ایاہ۔

وفی تاریخ حبیب السیر متون کتب و اخبار
چناں اخبار می نماید کہ چوں معاویہ بن ابی
سفیان خاطر براں قرار داد کہ ولید پلید خود
یزید را ولیعہد خود گرداند و می دانست کہ باوجود
امام حسن ایں امر تمشیت نمی پذیرد زیرانکہ یکے
از شروط صلح آں بود کہ معاویہ در وقت وفات
امر خلافت را بشورٰے گذارد و بہمگی متوجہ
ہدم قصر حیات آں صدر نشین ایوان امامت
گشت و مروان بن الحکم را کہ طرید سید عالمؐ
بود بمدینہ ارسال نمودہ گفت[۲] باید کہ ہر
تدبیر کہ توانی جعدہ
بنت اشعث
را کہ

اور تہذیب التہذیب مؤلفہ ذہبی میں ہے کہ معاویہ اسیطرح کرتا تھا
جیسے تہذیب الکمال سے لکھا گیا ہے۔

اور ربیع الابرار مؤلفہ زمخشری میں ہے کہ ابو عمرو ابن عبد البر نے
کہا۔ معاویہ نے جعدہ زوجہ امام حسنؑ کے لئے لاکھ درہم کا وعدہ
زہر امام حسنؑ پر کیا تھا، حتی کہ جعدہ نے امامؑ کو زہر دیدیا۔

اور تاریخ ابی الفداء جلد ۱ صفحہ ۱۹۳ طبع قسطنطنیہ میں ہے کہ امام حسنؑ
زہر سے شہید ہوئے جو بیوی ان کی جعدہ نے حسب بیان بعض
بحکم معاویہ کے امامؑ کو پلایا تھا۔

اور تذکرہ خواص الامۃ مؤلفہ سبط ابن الجوزی میں ہے کہا شعبی
نے کہ فقط معاویہ کے مکر و حیلہ سے جو اس نے جعدہ کی معرفت
مخفی کیا اور کہا تھا کہ اگر تو حسنؑ کو زہر دیوے تو تیری شادی
یزید سے کردونگا اور تجھے ایک لاکھ درہم دے دونگا جعدہ نے
امام حسنؑ کو زہر پلایا تھا پس جب امام حسنؑ فوت ہوگئے تو
جعدہ نے ایفاء وعدہ کے لئے معاویہ کی طرف کہلا بھیجا جسپر
مال موعود تو معاویہ نے جعدہ کی طرف بھیج دیا اور دوسری
وعدہ کیواسطے جواب بھیجا کہ مجھے یزید محبوب ہے میں اسکو اور
اس کی حیات کو پسند رکھتا ہوں اگر یہ نہ ہوتا تو تیری شادی بھی
اس سے کردیتا (یعنے خوف ہے کہ کسی کے کہنے سے یا کسی ناراضگی
پر مبادا اسکو بھی زہر دیدے)۔

اور تاریخ حبیب السیر میں ہے۔ متون کتب اور خبریں اس طرح
خبر دیتی ہیں کہ جب معاویہ بن ابی سفیان نے اس امر کا ارادہ مصمم
کر لیا کہ اپنے فرزند پلید یزید کو اپنا ولیعہد بناوے اور سمجھا کہ زندگی
امام حسنؑ کے ہوتے ہوئے یہ کام سرانجام نہیں ہوسکتا کیونکہ
منجملہ شرائط صلح کے یہ بھی تھا کہ معاویہ وقت وفات خود کے
امر خلافت کو مشورہ پر چھوڑ دیگا (یعنے کسی اپنے کو ولیعہد نہ بنائیگا)
لہذا بہمہ وجوہ بنیاد حیات امام عالی مقامؑ کے گرانے کے سعی میں
متوجہ ہوا اور مروان بن حکم کو جو راندۂ دربار نبویؐ کا تھا معاویہ
نے مدینہ میں بھیجدیا اور کہا کہ تم جس تدبیر سے ہوسکے جعدہ

[۱] شرح نہج البلاغۃ مولفہ ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۴ صہ ۱۷ میں ابن جوزی کے اسناد و طریق سے بروایت مغیرہ یہی مضمون بعینہ
موجود ہے بلکہ اس میں زیادہ مفصل ہے کہ معاویہ کے حکم سے جعدہ نے زہر دیا۔ ۱۲ مترجم۔
[۲] کذا فی روضۃ الصفا جلد ۳ صہ ۵ مطبوعہ نولکشور۔ اور لکھا کہ زہر آلود رومال مروان کو دیا گیا اور معاویہ نے مروان کو (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

زوجہ حسنؑ است فریب دہی؎

دفی سیرۃ الاولیاء لامیر خسرو دہلوی - جعدہ بنت
الاشعث بانگیخت معاویہ بطریقیکہ دست داد حسن
رازہر داد وکذا فی التاریخ الطبری الفارسی جلد۴ ص۲۰۲
وفی النصائح الکافیۃ منہ؎ وقال ابن عبد ربہ
فی العقد الفرید؎ لما مات الحسن بن علیؑ حج
معاویۃ فدخل المدینۃ واراد ان یلعن علیاً
علی منبر رسول اللہ ص فقیل لہ ان ھھنا
سعد ابن ابی وقاص ولا نراہ یرضی بھذا فابعث
الیہ وخذ رایہ فارسل الیہ وذکر لہ ذلک
فقال ان فعلت ذلک لاخرجن من المسجد
ثم لا اعود الیہ فامسک معاویۃ؎ عن لعنہ حتی
مات (سعد) فلما مات لعنہ؎ علی المنبر
وکتب الی عمالہ ان یلعنوہ علی المنابر
ففعلوا فکتبت ام سلمۃ زوج النبی ص
الی معاویۃ؎ انکم تلعنون اللہ ورسولہ
علی منابرکم وذلک انکم تلعنون علی
ابن ابی طالب ومن احبہ وانا اشہد ان
اللہ احبہ ورسولہ فلم یلتفت
احد الی کلامہا مع
علمہم بصحۃ
روایتہا

زوجہ امام حسنؑ کو اپنے فریب میں لاؤ - جس سے یہ کام انجام پائیگا؎
اور سیرۃ الاولیاء مؤلفہ امیر خسرو دہلوی میں ہے جعدہ دختر
اشعث نے بہ انگیخت معاویہ جس طریقہ سے ہوسکا امام حسنؑ کو زہر
دیدیا اور اسی طرح تاریخ طبری بہ ترجمہ فارسی جلد۴ صفحہ ۲۰۲ میں ہے؎
اور نصائح کافیہ صفحہ ۰۷ میں ہے کہا ابن عبد ربہ نے عقد فرید میں
کہ جب حسن بن علیؑ فوت ہوئے تو حج کیا معاویہ نے اور داخل
ہوا مدینہ میں اور ارادہ کیا کہ ممبر رسول اللہ ص پر چڑھکر حضرت علیؑ
کو لعنت کرے تو اسکو کہا گیا کہ تحقیق اسجگہ سعد بن ابی وقاص موجود
ہے اور ہم جانتے ہیں کہ وہ اس امر پر سخت ناراض ہوگا تو چاہئے
کہ آدمی بھیجکر اوس سے مشورہ کرلے - چنانچہ آدمی بھیجکر اس امر کا
ذکر سعد سے کیا گیا تو سعد نے کہا اگر تو ایسا کرے گا تو میں ہمیشہ
کے لئے اس مسجد سے نکل جاؤنگا اور کبھی اسکے اندر داخل نہ ہونگا۔
پس از خوف فتنہ و فساد سے معاویہ لعنت حضرت علیؑ سے رک گیا۔
حتی کہ سعد فوت ہوگیا پس جب سعد فوت ہوگیا تو معاویہ نے
اسی ممبر پر حضرت علیؑ کو لعنت کی اور اپنے اہلکاروں کی طرف لکھا
کہ سب ممبروں پہ حضرت علیؑ کو لعنت کیا کریں - چنانچہ اسی طرح ان
سب نے کیا - پس لکھا ام سلمہ زوجہ محترمہ نبی ص نے معاویہ کی طرف
کہ تم اللہ اور اسکے رسول ص کو اپنے ممبروں پہ لعنت کررہے ہو بوجہ
سے کہ تم علی ابن ابی طالب اور ان کے محبان پر لعنت کرتے ہو اور
میں گواہی دیتی ہوں اس امر کی کہ تحقیق اللہ اور رسول اللہ ص نے
اوسکو دوست رکھا ہے - مگر معاویہ وغیرہ نے کوئی التفات کلام
بی بی ام سلمہؓ کی طرف نہ کی باوجودیکہ وہ صحت روایت کو سمجھ چکے تھے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہ حکم دیا کہ جعدہ کی معرفت امام حسنؑ کو استعمال کرائے اور جعدہ کو پچاس ہزار درہم دینے کا وعدہ کیا جو وفات امامؑ پر جعدہ کی طرف اسنے بھیجدیئے اور شادی یزید کا وعدہ بھی کیا تھا مگر یزید کی محبت کی وجہ سے پورا نہ کیا کہ مبادا کسی کے کہنے پر اسکو بھی زہر نہ دیدے ۱۲ مترجم۔

؎۱ یہ عبارت مندرجہ کتاب ہذا بعینہ عقد الفرید مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۲۷ میں موجود ہے ۱۲ مترجم۔

؎۲ تاریخ طبری طبع مصر جلد ۶ صفحہ ۱۵۵ اور کامل ج ۳ صفحہ ۱۹۲ میں ہے معاویہ نے خثعمی کو کہا کہ تو علیؑ کے حق میں کیا کہتا ہے؟ کہا اسنے کہ جو اسکے حق میں تیرا اعتقاد ہے میرا وہی ہے معاویہ نے کہا میں تو علیؑ کے دین سے بھی تبرا کرتا ہوں جس سے کہ وہ متدین تھا تو خثعمی خاموش ہوگیا ۱۲ مترجم

؎۳ مروج الذہب جلد ۶ صفحہ ۸۰ مطبوعہ مصر برحاشیہ تاریخ کامل میں ہے کہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے محمد بن حمید رازی سے اس نے ابی مجاہد سے اوسنے محمد بن اسحاق بن ابی نجیح سے روایت کی ہے کہ حج کرنے میں جب معاویہ نے طواف خانہ کعبہ کا کیا اور اسکے ساتھ سعد بھی تھا تو جب فارغ ہوا اور دار الندوہ میں معاویہ نے سعد کو اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھلایا اور معاویہ نے حضرت علیؑ کو گالی نکالنی شروع کی تو سعد ناراض ہوا اور کہا کہ مجھے تنے اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھلایا اور پھر تو شروع ہوا ہے سب علیؑ میں واللہ اگر مجھ میں ایک فضیلت ہوتی جو علیؑ میں تھیں تو سرخ اونٹوں سے بہتر تھی الخ ۱۲ مترجم۔

؎۵ تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۵۷ طبع مصر میں حسن بصری سے مروی ہے کہ چار خصلتیں ایسی معاویہ میں تھیں کہ اگر ان سے ایک بھی ہوتی تو اس کی ہلاکت کے لئے کافی تھی الخ ۱۲ مترجم۔

معاویہ کے برخلاف کافی ثبوت

وشرف مقامها صم بكم عمی ماوٰهم جهنم
كلما خبت زدناهم سعيرا۔
وفيه ص۶۶ قال العلامة احمد الحفظی الشافعی
فی ارجوزته۔ (شعر)
وقد حكى الشيخ السيوطی انه ٭ قد كان فيما جعلوه سنة
(شعر)
سبعون الف منبر وعشرة ٭ من فوقهن يلعنون حيدرة
وفی حيوة الحيوان جلد ۱ صفحه ۱۵۲ طبع مصر وفی
آخر شفاء الصدور لابن سبع السبتی عن
علی بن عبد الله بن عباس قال كنت مع ابی بعد
ما كف بصره وهو بمكة فمررنا على قوم من اهل
الشام فی صفة زمزم فسبوا علی ابن ابی طالب
فقال سعيد بن جبير وهو يقوده ردنی اليهم
فرده فقال ايكم الساب لله ولرسوله
فقالوا سبحان الله ما فينا احد سب الله
ورسوله فقال ايكم الساب لعلی
قالوا اما هذا فقد كان فقال ابن عباس
انی اشهد لسمعت رسول الله صلعم
يقول من سب عليا فقد سبنی و
من سبنی فقد سب الله ومن سب
الله اكبه الله تعالٰى على منخريه فی النار
ثم ولی عنهم فقال يا بنی ارايتهم
فقلت يا ابت۔ نظروا
اليك

نیز یہ بھی کہ بی بی صاحبہ کا مرتبہ بزرگ ہے۔ بہرے گونگے اور اندھے ہوئے۔ حق کو نہ سُنا اور نہ سمجھا۔ ایسوں کی جگہ دوزخ ہے جب کچھ آتش جہنم سرد ہونے لگی تو اُن کیلئے اُور تیز کر دینگے!

اور اسی نصائح صفحہ ۶۶ میں ہے۔ علامہ احمد حفظی شافعی نے اپنے ارجوزہ میں کہا ہے حکایت کی ہے شیخ سیوطی نے تحقیق لعنت حضرت علیؑ کو ان لوگوں نے سنت بنا لیا تھا۔ چنانچہ ستر ہزار اور دس منبر تھے جنپر حضرت مرتضیٰ حیدر کرار کو لعنت کرتے تھے۔ الخ

اور حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۱۵۲ مطبوعہ مصر اور آخر شفاء الصدور ابن سبع السبتی میں روایت ہے علی بن عبد اللہ بن عباس سے اسنے کہا کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ تھا جبکہ آنکھیں ان کی بند ہو گئی ہوئی تھیں تو جب مکہ میں ہم صُفہ زمزم کے قریب گذرے دیکھا کہ اس میں قوم اہل شام کے لوگ علیؑ کو گالیاں دے رہے تھے! پس ابن عباس نے سعید بن جبیر سے کہا جو ہاتھ پکڑے ہوئے چلا جا رہا تھا کہ مجھے ان آدمیوں کی طرف لے چل سعید بن جبیر ابن عباس کو ان لوگوں کی طرف لے گیا ابن عباس نے کہا کون کون ہے جو اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ ص کو گالیاں دے رہا ہے وہ لوگ کہنے لگے پاکی ہے اللہ کو کوئی آدمی ہم میں سے ایسا نہیں جو اللہ اور رسول اسکے کو گالیاں دے۔ ابن عباس نے کہا کون تم میں سے جو علیؑ کو گالی دے رہا ہے؟ لوگ کہنے لگے البتہ یہ بات تو ہم کرتے ہیں۔ پس کہا ابن عباس نے تحقیق میں گواہی دیتا ہوں کہ مینے رسول اللہ ص سے سنا ہے کہ فرمایا جس نے حضرت علیؑ کو گالی دی بے شک اوسنے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اُسکو اللہ تعالےٰ ناک کے بل دوزخ میں ڈالے گا پھر منہ پھیر کر ابن عباس چلا گیا اور کہا اپنے بیٹے سے کہ اے بیٹے بتلا کہ وہ کیا کہتے تھے؟ مینے کہا اے باپ وہ لوگ تیری طرف

ؔ شرح نہج البلاغۃ مؤلفہ علامہ ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۲۵۵ میں ہے کہ عباس بن بکار ضبی نے کہا بیان کیا مجھے ابوبکر ہذلی نے زہری سے کہا زہری نے کہ ابن عباس نے معاویہ کو کہا کہ تو اس شخص (علیؑ) کو گالی نکالنے سے کیوں باز نہیں رہتا کہا معاویہ نے اس وقت تک نہیں باز آونگا جب تک کہ اسی طریقہ پر لڑکے جوان نہ ہو جائیں اور جوان اسی رسم و رواج پر بوڑھے نہ ہو جائیں چنانچہ اسی طرح ہوتا رہا پھر جب عمر بن عبد العزیز والی ہوا تو وہ گالی نکالنے سے باز آگیا اسپر لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ اس نے سنت کو ترک کر دیا ہے۔ انتہےٰ۔ نیز اسی صفحہ پر باسناد محمد بن سعید اصفہانی کے امام علی بن الحسینؑ سے مروی ہے فرمایا کہ مجھے مروان نے کہا اس قوم میں ہمارا آقا (معاویہ) کا مقابلہ کرنیوالا آپکے صاحب (علیؑ) جیسا کوئی نہیں ہے امام صاحب فرماتے ہیں مینے کہا تو پھر اوسکو (علیؑ کو) ممبروں پر کھڑے ہو کر گالی کیوں نکالتے ہو کہا مروان نے کہ ہماری سلطنت اسکے بغیر قائم نہیں رہ سکتی ۱۲ مترجم

باعين محمرة - الخ

وفی النصائح الکافیۃ ص۷۱ وروی ابوالحسن المداینی فی کتابہ الاحداث ثم کتب (معاویۃ) الی عمالہ نسخۃ واحدۃ الی جمیع البلدان انظروا من قامت علیہ البینۃ انہ یحب علیا واھل بیتہ فامحوہ من الدیوان واسقطوا عطاءہ ورزقہ وشفع ذلک بنسخۃ اخری من اتھمتموہ بموالاۃ ھؤلاء القوم فنکلوا بہ واھدموا دارہ فلم یکن البلاء اشد واکثر منہ بالعراق ولا سیما بالکوفۃ (ثم قال) فلم یبق احد من ھذا القبیل الا وھو خائف علی دمہ او طرید علی الارض - الخ

وفی النصائح الکافیۃ صفحہ ۷۵ ناقلا عن الاستیعاب قتل معاویۃ حجرا وھو من فضلاء الصحابۃ وانکر عن لعن علیؑ والبراءۃ عنہ وکذا قالہ ابن الاثیر۔

وفی نہج البلاغۃ صفحہ ۱۴۳ طبع مصر ومن کلام لہ علیہ السلام لاصحابہ اما انہ سیظھر علیکم بعدی رجل رحب البلعوم مندحق البطن یاکل ما یجد ویطلب ما لا یجد فاقتلوہ ولن تقتلوہ الا وانہ سیامرکم بسبی والبراءۃ منی الخ

وفیہ صفحہ ۱۶۵ واللہِ ما معاویۃ بادھی منی ولکنہ یغدر ویفجر ولولا

سُرخ آنکھوں سے غضب کی نظر دیکھتے تھے۔

اور نصائح کافیہ صفحہ ۷۱ میں ہے روایت کیا ابوالحسن مداینی نے اپنی کتاب الاحداث میں۔ پھر معاویہ نے اپنے اہلکاران جملہ بلاد کی طرف ایک ہی طرز کا حکم لکھا کہ دیکھنا جسپر گواہ گواہی دیں کہ وہ علی اور اہل بیت اسکے کو دوست رکھتا ہے تو اس کا نام دفتر ملازمین سے مٹا دو اور تنخواہیں ان کی ضبط کر لو اور ویسے کوئی انعام بھی ان کو نہ دینا ہوگا۔ اور اسکے بعد متصل ایک اور حکم لکھ بھیجا کہ جسپر تہمت محبت اہل بیت کی لگ جاوے تو اسکو خوار کرو اس کے مکانات گرادو۔ تو اس حکم سے اور زیادہ سخت کوئی بلا عراق میں نہ تھی خاص کر کوفہ میں (پھر کہا) پس نہ باقی رہا تھا اس قسم کا کوئی آدمی محبان آل رسول سے مگر وہ خوف قتل سے روئے زمین پر بھاگا پھرتا تھا۔ الخ۔

اور نصائح کافیہ صفحہ ۷۵ میں استیعاب سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے حجر کو قتل کیا جو کہ فضلاء صحابہ میں سے تھا کیونکہ اس نے لعنت حضرت علیؑ اور بیزاری حضرت علیؑ سے انکار کیا تھا اور اسی طرح ابن اثیر نے بھی لکھا ہے (کہ اسی جرم عدم لعن علیؑ و عدم بیزاری علیؑ سے قتل کئے گئے)۔

اور نہج البلاغت صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ مصر میں حضرت علیؑ کا کلام ہے جو اپنے اصحاب کو انہوں نے فرمایا تھا خبردار تحقیق قریب ہے کہ تم پر غالب آئیگا میرے بعد ایک آدمی بڑے حلق والا بڑے پیٹ والا جو ملیگا سب کھائیگا اور جو نہ ملیگا اسکو طلب کریگا پس اسکو تم قتل کرتے مگر تم بالکل قتل پر قادر نہ ہوسکو گے خبردار بے شک قریب ہے کہ وہ تمہیں مجھے گالی دینے اور ہم سے بیزاری کرنے کا حکم دیگا۔

اور اسی نہج البلاغت صفحہ ۱۶۵ میں ہے قسم بخدا کہ معاویہ ہم سے زیادہ دانا اور بارعب نہیں لیکن وہ فریب و فجور کرتا ہے۔ اور میں اگر

لہ مروج الذہب مطبوعہ مصر برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ ص۵۹ میں ہے کہ قیس بن سعد نے معاویہ کی طرف خط لکھا کہ اے معاویہ تو وثنی بیٹا وثنی کا ہے اسلام میں تجھکو مجبوراً داخل کیا گیا اور اب باختیار اسلام سے نکل گیا تیرا ایمان قدیمی نہیں اور نفاق تیرا کوئی جدید نہیں ہے اور ہم اس دین کے مددگار ہیں جس دین سے تو نکل گیا اور ہم دشمن ہیں اس دین کے جس میں تو داخل ہوا ہے۔ ۱۲

مترجم

كراهية الغدر لكنت من أدهى الناس ولكن كلّ غدرةٍ فجرةٌ وكلّ فجرةٍ كفرةٌ ولكل غادرٍ لواءٌ يعرف به يوم القيامة والله ما أستغفل بالمكيدة ولا أستغمز بالشديدة۔

وفی ص۱۹۳ اللهم انا نشكو اليك غيبة نبينا وكثرة عدونا وتشتّت اهوائنا ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين۔

وفی صفحہ ۲۱۷ ومن كتاب له عليه السلام الى زياد بن ابيه وقد بلغه ان معاوية كتب اليه يريد خديعته باستلحاقه وقد عرفت ان معاوية كتب اليك يستزل لبك ويستفل غربك فاحذره فانما هو الشيطان ياتى المؤمن من بين يديه ومن خلفه وعن يمينه وعن شماله الخ۔

تبصرہ

لما كانت خلافة علیؑ مسلمةً ومثبتة عند الفريقين فكان هو على الحق بلا ريب فكان مخالفه باغيا وطاغيا وماكان بمجتهد ولا خليفة بل كان ملكا كما نبينه بعونه تعالىٰ۔ قال القارى فى المرقاة قلت فاذا كان الواجب عليه ان يرجع عن لعنه باطاعة الخليفة وبترك المخالفة وطلب الخلافة المنفية فبين بهذا انه كان فى الباطن باغيا وفى الظاهر مستترا بدم عثمان فجاء هذا الحديث ناعيا ومن عمله ناهيا كذا فى ماهية معاويه صفحہ ۳۷۔

وفی الملل والنحل ص۴۲ من خرج على الامام الحق

فریب بازی کو مکروہ نہ جانتا تو میں دراصل سب سے دانشمند تھا لیکن ہر فریب بازی فجور ہے اور ہر فجور کفران ہے اور ہر فریب باز کے لئے ایک جھنڈا دن قیامت کے شناخت کیلئے ملیگا۔ قسم بخدا میں مکر سے غافل نہیں ہوں اور نہ شدائد سے دبا ہوا ہوں (بلکہ میرے ہر کام میں مصلحت ہے)۔

اور اسی صفحہ ۱۹۳ میں ہے یا اللہ ہم تیری بارگاہ میں نبیؐ کی پوشیدگی اور کثرت اعداء اور پریشانی خواہشوں کی شکایت کرتے ہیں۔ اے رب تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ حق فرما دے اور تو اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

اور اسی نہج البلاغت صفحہ ۲۱۷ میں ہے اور منجملہ خطوط علیؑ کے یہ ہے جو علیؑ نے زیاد کی طرف لکھا اور یہ اسوقت کا ذکر ہے جب حضرت علیؑ کو معلوم ہوا تھا کہ معاویہ نے زیاد کی طرف مکر و فریب سے امیر بنانے کا خط لکھا ہے اور بے شک مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ ضرور معاویہ نے تیری طرف ایسی تحریر بھیجی ہے جسکے ساتھ تیرے دل کو لغزش دینا چاہتا ہے۔ اور تمہاری تیزی قوت کو توڑنا چاہتا ہے پس ڈر اس سے (یعنے معاویہ سے) کیونکہ ضرور وہ شیطان ہے جو مومن کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے پیش آتا ہے۔ الخ (اور وسوسہ پیدا کرتا ہے)۔

تبصرہ

جب کہ خلافت علیؑ کی مسلّم و مثبت نزدیک فریقین کے تھی تو ضرور وہ حق پر تھے اور مخالف اون کا باغی حد توڑنے والا نہ مجتہد تھا اور نہ خلیفہ بلکہ بادشاہ تھا جیسا کہ ہم بمدد الٰہی بیان کرینگے۔ ملا قاری نے مرقاۃ میں کہا ہے پس جبکہ اسپر (یعنے معاویہ پر) واجب تھا کہ .... اسکے (یعنے حضرت علیؑ کے) لعن سے رجوع کرتا اور اطاعت خلیفہ کی کر کے مخالفت کو اور طلب خلافت کو ترک کر دیتا مگر اسنے ایسا نہ کیا تو اس سے ظاہر ہے کہ وہ باطن میں باغی تھا اور ظاہر میں اپنے تئیں خون عثمان کے قصاص میں چھپاتا تھا پس یہ حدیث (حدیث عمار) اسکے عمل ناصواب سے صاف خبر دینے والی ہے۔ اسی طرح ماہیہ معاویہ ص۳۷ میں ہے۔

اور ملل و نحل صفحہ ۴۲ میں ہے جو شخص امام حق پر خروج کرے

الذی اتفقت الجماعة علیه یسمی خارجیًا-
منه صفحه ۳۹-

وفی الروضة الندیه فی التحفة العلویه ص۷۶
وثبت ان معاویة واصحابه بغوا علیه علیه
السلام وقاتلوه وای بغض اشد من ذالك
منه ص۴۲-

وفی کنز العمال جلد ۶ ص۸۹ قال سمعت
علیا یقول وحزبنا حزب الله والفئة الباغیة
حزب الشیطان ومن سوی بیننا و بین
اعدائنا فلیس منا رواه ابن عساکر- منه
صفحه-

وفی سر الخلافة لمرزا غلام احمد القادیانی
صفحه ۳۰ وکان الناس یختلفون فی خلافته رای
خلافة علی) وخلافة ابن ابی سفیان والحق
ان الحق کان مع المرتضی ومن قاتله فی
وقته فبغی وطغی من ماهیة معاویه ص۳۳

وفی شرح العقائد للتفتازانی ص۱۱۶ وبالجملة
لم ینقل عن السلف المجتهدین والعلماء الصالحین
جواز اللعن علی معاویة واحزابه لان غایة
امرهم البغی والخروج علی الامام- الخ

وفی شرح المواقف ص۷۴۵ المخطی قتلة عثمان
ومحاربو علی-

فی الخصائص للنسائی ص۸۸ عن ام سلمة ان
رسول الله م قال لعمار تقتلك الفئة الباغیة-

وفیه ص۸۹ عنها وجاء عمار فقال (صلعم) ابن
السمیة تقتله الفئة الباغیة وفی روایة
تقتلك-

وفی منه ص۹۰ عن ابی سعید الخدری قال حدثنی من هو
خیر منی ابو قتادة ان رسول الله م قال لعمار بؤس
یا ابن سمیة ومسح الغبار عن رأسه

ایسے امام پر جسپر جماعت متفق ہوئی ہو تو خروج کرنے والا خارجی
نام رکھا جاویگا- کذا فی ماہیۃ معاویہ ص۳۹-

اور روضۃ الندیہ فی التحفۃ العلویہ صفحہ ۷۶ میں ہے ثابت ہوا کہ تحقیق
معاویہ اور اسکے اصحاب نے علی ع پر بغاوت کی اور انہوں نے جنگ
کی پس اس سے زیادہ بغض کیا ہو سکتا ہے- کذا فی ماہیۃ
معاویہ ص۴۲-

اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۸۹ میں ہے کہا راوی نے میں نے سنا
حضرت علی ع سے فرماتے تھے ہمارا گروہ اللہ تعالے کا گروہ ہے اور
گروہ باغی گروہ شیطان کا ہے اور جسنے ہمارے اور ہمارے دشمنوں
کے درمیان برابری سمجھی تو وہ ہمارے فرقہ سے خارج ہے اسکو
ابن عساکر نے روایت کیا- اوسی ماہیۃ معاویہ ص۴۲ سے منقول ہے

اور سر الخلافت مؤلفہ مرزا غلام احمد قادیانی صفحہ ۳۰ میں ہے
اور لوگ مختلف تھے خلافت حضرت علی ع اور خلافت ابن ابی
سفیان (معاویہ) میں- اور حق یہ ہے کہ حق ساتھ مرتضےٰ علی ع
کے تھا اور جس نے ان کے زمانہ میں ان سے جنگ کی وہ باغی ہوا
اور حد سے گذر گیا- کذا فی ماہیۃ معاویہ ص۳۳-

اور شرح عقائد مؤلفہ تفتازانی صفحہ ۱۱۶ میں ہے. اور خلاصہ یہ
کہ اگلے مجتہدین اور علمائے صالحین سے جواز لعنت معاویہ اور
اسکے گروہ پر منقول نہیں ہوا- کیونکہ آخر ان کے ذمہ بغاوت اور امام
برحق کے برخلاف خروج کا الزام ہے اور بس- الخ

اور شرح مواقف صفحہ ۷۴۵ میں ہے کہ قاتلین عثمان اور جنگ
کرنے والے حضرت علی ع سے خطا پر ہیں-

خصائص نسائی صفحہ ۸۸ میں روایت ہے ام سلمہ رض سے تحقیق رسول خدام
نے فرمایا عمار کے واسطے کہ تجھے باغی گروہ قتل کریگا-

اسی کے صفحہ ۸۹ پر انہی سے روایت ہے فرمایا رسول صلعم نے
سمیہ کے بیٹے عمار کو باغی گروہ قتل کریگا اور ایک روایت میں ہے
تجھے قتل کریگا (عمار کو مخاطب کر کے فرمایا)-

اسی کے صفحہ ۹۰ پر ہے ابی سعید خدری سے کہا مجھے مجھ سے اچھے
نے بیان کیا ہے یعنی ابو قتادہ نے کہ تحقیق رسول خدام نے عمار کو
فرمایا اے ابن سمیہ اور اسکے سر سے غبار کو بھی جھاڑ دینے

لعلك تقتلك الفئة الباغية۔

وفی ص٩ عن ابن عمرو وابن عمر هكذا۔
وفی النصائح الكافية ص١١ واخرج الامام محمد بن اسماعیل البخاری فی صحیحه عن عكرمة قال قال لی ابن عباس ولابنه علی انطلقا الی ابی سعید فاسمعا من حدیثه فانطلقنا فاذا هو فی حائط یصلحه فاخذ رداءه فاحتبی ثم انشأ یحدثنا حتی اتی علی ذكر بناء المسجد فقال كنا نحمل لبنة لبنة وعمار لبنتین لبنتین فراٰه النبی ص فجعل ینفض التراب عنه ویقول ویح عمار تقتله الفئة الباغیة یدعوهم الی الجنة ویدعونه الی النار واخرجه ایضاً الطبرانی والترمذی والحاكم والامام احمد فی مسنده وغیرهم وعده الحافظ جلال الدین السیوطی فی الاخبار المتواترة وعزاه للشیخین عن ابی سعید ولمسلم عن ابی قتادة وام سلمة وابی یعلی ولاحمد عن عمار وابنه وعمر بن حزم وخزیمة ذی الشهادتین وللطبرانی عن عثمان وانس وابی هریرة وللحاكم عن حذیفة وابن مسعود وللرافعی عن ابی رافع ولابن عساكر عن جابر بن عبد الله وجابر بن سمرة وابن عباس ومعاویة وزید بن اوفی الاسلمی وابی الیسر كعب بن عمرو وزیاد وكعب بن مالك وابی امامة وعائشة ولابن ابی شیبة عن عمرو بن العاص وابنه عبد الله بن عمرو قال فهؤلاء سبعة وعشرون صحابیا فیهم خزیمة كصحابیین۔ انتهیٰ

رسول خدا ص نے عمار کے سر سے غبار کو جھاڑا اور فرمایا اے عمار قریب ہی کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔

اور اسی صفحہ پر ہے کہ ابن عمرو وابن عمر سے اسی طرح مروی ہے۔
اور نصائح کافیہ صفحہ ١١ میں ہے امام محمد بن اسماعیل بخاری نے اپنی صحیح میں عکرمہ سے روایت کی ہے کہ مجھے اور اپنے بیٹے علی کے لئے ابن عباس نے کہا چلو ابی سعید کی طرف اور سنو اس سے حدیث کو پس ہم گئے تو وہ ایک باغیچہ کی چاردیواری کے اندر اس کی درستی کر رہے تھے آئے اور اپنی چادر لیکر چار زانو ہو کر بیٹھے پھر شروع ہوئے حدیث بیان کرنے میں یہاں تک کہ بنار مسجد نبوی کا ذکر آگیا تو کہا کہ ہم مسجد کی اینٹیں اُٹھاتے وقت ایک ایک اینٹ اُٹھاتے اور عمار دو دو اینٹیں اُٹھاتے تھے پس نبی ص نے اسکو دیکھا اور اس کے غبار کو جھاڑا اور فرمایا افسوس ہے عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا عمار ان کو بہشت کی طرف بلائیگا اور وہ گروہ مخالف اُسکو دوزخ کی طرف بلائیگا۔ (اسی طرح روضۃ الاحباب جلد ١ صفحہ ١٣٧ میں ہے) اور اس حدیث کو طبرانی وترمذی وحاکم واحمد نے اپنی مسند میں اور دیگر محدثین نے بھی روایت کیا اور حدیث عمار کو حافظ جلال الدین سیوطی نے اخبار متواترہ سے شمار کیا ہے اور شیخین (بخاری ومسلم) کی طرف نسبت کیا ابی سعید سے اور مسلم کی طرف ابی قتادہ سے اور ام سلمہ سے اور ابی یعلےٰ کی طرف نیز احمد کی طرف عمار اور اسکے بیٹے سے نیز عمر بن حزم وخزیمہ ذی الشہادتین سے اور طبرانی کی طرف عثمان وانس وابی ہریرہ سے اور حاکم کی طرف حذیفہ وابن مسعود سے اور رافعی کی طرف ابی رافع سے اور ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ وجابر بن سمرہ وابن عباس ومعاویہ وزید بن اوفی اسلمی وابی الیسر کعب بن عمرو وزیاد وکعب بن مالک وابی امامہ وعائشہ سے اور ابن ابی شیبہ نے عمرو ابن عاص اور اس کے بیٹے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کیا کہا پس یہ ستائیس ٢٧ صحابی ہیں ان میں خزیمہ جو ہے دو صحابیوں کے برابر ہے۔ ختم ہوئی عبارت نصائح کی۔

ط١ كذا فی كنز العمال جلد ٦ ص١٨٤ بروایة البخاری واحمد عن ابی سعید والطبرانی عن ابن عمر وابن عساكر عن مجاهد وابن ابی شیبة عن مجاهد وفی لفظ وذلك فعل الاشقیاء الاشرار او ذلك داب الاشقیاء الفجار یعنے یہ کام بدبخت شریر فاسق وفاجر لوگوں کا ہوگا ١٢ مترجم۔ ط٢ صحیح بخاری مع الفتح طبع دہلی جلد ١ ص٢٦٩ میں بعینہ حدیث مندرجہ۔

وقال[1] حافظ المغرب ابن عبد البر تواترت الاخبار عن النبی صلعم انہ قال تقتل عمارا الفئۃ الباغیۃ وھذا من اخبارہ بالغیب واعلام نبوتہ وھو من اصح الاحادیث۔ انتہی۔ وقال ابن دحیۃ لامطعن فی صحتہ ولوکان غیر صحیح لردہ معاویۃ وانکرہ وقال الحافظ ابن حجر رواہ جمع من الصحابۃ فذکرھم انتہی ما فی النصائح

قال السید الصدیق فی منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول۔ وہم چنیں حدیث تقتلک یا عمار الفئۃ الباغیۃ ذہبی در ترجمہ عمار در نبلاء گفتہ کہ ایں حدیث متواتر است۔

قال الشیخ الدھلوی فی تکمیل الایمان حدیث ویح عمار الخ بر حد شہرت و تواتر فائز است من ماہیہ معاویہ صـ٣٦ اقول قد ثبت ان معاویۃ کان باغیا وای ثبوت اعظم من ان یشھد بذلک سیدنا محمد رسول اللہ صلعم وقد قال عز من قائل وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدًا وایضًا قد ثبت ان رسول اللہ صلعم قال لعلی وفاطمۃ والحسن والحسین انا حرب لمن حاربھم وسلم لمن سالمھم رواہ الترمذی مشکوٰۃ صفحہ ٥٦٢ وصواعق صـ١١٢ بایزاد ورواہ ابن ماجہ وابن حبان والحاکم۔

وقد قال اللہ تعالیٰ انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف۔ الایۃ۔ وفی کنز العمال جلد ٦ صفحہ ٣٩١ یا ام سلمۃ ھذا (علی) واللہ قاتل القاسطین والناکثین والمارقین من بعدی[2]

کہا حافظ المغرب ابن عبد البر نے کہ متواتر اخبار نبی صلعم سے آئی ہیں کہ تحقیق فرمایا نبی صلعم نے عمار کو گروہ باغی قتل کرے گا اور یہ غیب کی خبر نبی صلعم کی علامات نبوۃ سے ہے اور یہ بہت صحیح احادیث سے ہے۔ ابن دحیہ نے کہا کہ کوئی طعن اسکی صحت میں نہیں ہے اور اگر صحیح نہ ہوتی تو معاویہ ضرور اسکو رد کرتا اور انکار کرتا اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اسکو جماعت صحابہ نے روایت کیا ہے اور پھر رواۃ کا ذکر کیا ہے۔ (نصائح)

اور سید صدیق نے منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول میں لکھا ہے اور اسی طرح حدیث عمار کی نسبت گروہ باغی کے قتل کرنے کی ذہبی نے ترجمہ عمار میں نقل کی ہے۔ کہا نبلاء میں کہ یہ حدیث عمار کی متواتر ہے۔ (النصائح)

شیخ دہلوی نے تکمیل الایمان میں کہا ہے حدیث عمار والی حد شہرت و تواتر پر پہنچ چکی ہے۔ کذا فی ماہیہ معاویہ صفحہ ٣٦ (مؤلف صاحب فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں تحقیق معاویہ باغی تھا اور اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ گواہی دی اسپر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور اللہ تعالے نے فرمایا اور تجھے اے رسول ہم ان لوگوں پر گواہ کرکے لاوینگے۔

اور نیز ثابت اور مسلم ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے علی اور فاطمہ اور حسن وحسین کے لئے کہ میرا جنگ ہے ان کے جنگ کرنے والوں سے اور صلح ہے ان سے صلح کرنیوالوں سے روایت کیا اسکو ترمذی نے چنانچہ مشکوٰۃ میں ہے اور صواعق صفحہ ١١٢ میں بایزادی روایت ابن ماجہ وابن حبان وحاکم کے مرقوم ہے۔

اور تحقیق فرمایا حق سبحانہ نے سوا اسکے نہیں کہ جو اللہ اور رسول سے جنگ کریں اور زمین میں فساد پھیلانے کی سعی کریں تو ان کی جزا قتل کرنا اور سولی دیا جانا اور ہاتھ پاؤں کاٹنا ہے

اور کنز العمال جلد ٦ صفحہ ٣٩١ میں ہے فرمایا نبی صلعم نے اے ام سلمہ میرے بعد یہ علی قاتل ہے قاسطین وناکثین ومارقین کا روایت کیا اسکو حاکم نے اربعین میں وابن عساکر نے۔

[1] ارجح المطالب صـ٢٢٤ میں بروایت ابن عساکر عن سعید بن ابی جنادۃ عن علی فرمایا علیؑ نے مجھے امر کیا گیا ہے تین فرقوں سے جنگ کرنیکا ناکثین وقاسطین ومارقین سے ناکثون اہل جمل ہیں اور قاسطون اہل شام ہیں اور مارقون اہل نہروان ہیں ١٢ مترجم

[2] کذا بعینہ فی الاصابہ جلد ٢ صـ٥١٣ ١٢ مترجم۔

وارجح المطالب ص۲۴۲ وزاد رواہ الدیلمی و
ابن اثیر و اما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا الآیۃ
قال القاری فی شرح الفقہ الاکبر اختلف اہل
السنۃ والجماعت فی تسمیۃ معاویۃ باغیا
فمنہم من امتنع ذلک والصحیح من اطلق لقولہ
لعمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ و کان علیؑ مصیبًا
فی التحکیم۔ البغی فی القاموس وغیرہ ھو
التعدی والظلم والعدول عن الحق والاستطالۃ
والکذب وقال البغی عرفا الخروج عن طاعۃ
الامام مغالبۃ لہ کذا فی النصائح الکافیۃ
صفحہ ۱۷۔

وفی الصراح بغی۔ بغا۔ ستم و فزدنی کردن۔
فی تقریب التہذیب للعسقلانی ص۲۷۶ عمار
بن یاسر بن عامر بن مالک العنسی صحابی جلیل
مشہور من السابقین الاولین بدری قتل مع علی
بصفین سنۃ سبع وثلثین۔

ولیس معاویۃ بمجتہد

قال والد بحر العلوم فی الصبح الصادق ؛
معاویۃ ونحوہ لم یکن مجتہدًا وکیف یکون من
اشتبہ علیہ الربا وغیرھا مجتہدا من ماھیہ معاویہ ص۳۵
وفی الفتاوی لعبد العزیز الدہلوی ص۱۰۳ پس ہر کہ
اجتہاد ایشانرا (معاویہ) نفی کند درست است زیرانکہ
درحضور آنحضرتؐ ایشانرا آں مرتبہ حاصل نبود۔
وفی الروضۃ الندیہ ص۴۳ معاویہ ان جنگوں میں
مجتہد نہ تھا بلکہ ظالم باغی تھا۔
وفی بغیۃ الرائد وانکہ گویند خطائے اجتہادی بود
پسند خاطر انصاف پسنداں نیست۔
وکذا فی شرح المقاصد للتفتازانی۔ کلہا من
ماھیۃ معاویہ ص۳۵۔

نیز ارجح المطالب صفحہ ۲۴۲ میں بہ زیادت روایت دیلمی و ابن اثیر
کے ہے اور فرمایا حق تعالیٰ نے قاسطین دوزخ میں لکڑی
کی جگہ کام آوینگے۔ اور علی قاری نے شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۲ میں
لکھا ہے اہل سنت وجماعت نے معاویہ کے باغی نام رکھنے میں
اختلاف کیا ہے پس بعض نے منع کیا ہے اور صحیح یہی ہے جنہوں نے
باغی کہا ہے کیونکہ رسول صؐ نے عمار کے لئے فرقہ باغی سے قتل
ہونے کی خبر دی تھی اور نیز صلح کرنے میں بھی حضرت علیؑ صواب
پر تھے۔ بغی کا معنی قاموس وغیرہ میں حد سے گذرنا اور ظلم
کرنا اور حق سے پھرنا گردن کشی کرنا اور جھوٹ بولنا ہے۔ اور
کہا بغی عرف میں امام کی نافرمانی کرنی اور واسطے مقابلہ کے خروج
کرنا ہے۔ کذا فی النصائح ص۱۷۔

اور صراح میں بغی کے معنے ظلم اور زیادتی کرنا ہے۔
اور تقریب التہذیب عسقلانی صفحہ ۲۷۶ میں ہے عمار بن یاسر بن
عامر بن مالک عنسی صحابی جلیل القدر مشہور ہے سابقین اولین سے
اور بدری بھی ہے ۳۷ھ میں حضرت علیؑ کے ساتھ جنگ صفین
میں شہید کئے گئے۔

اور معاویہ مجتہد نہیں ہے

چنانچہ بحر العلوم کے والد نے صبح صادق میں لکھا ہے کہ معاویہ
اور مثل اسکے مجتہد نہیں ہیں اور کس طرح ہو سکتا ہے جس پر حرمت
سود وغیرہ کا مسئلہ مشتبہ رہا ہو۔ ماہیہ معاویہ ص۳۵۔
اور فتاویٰ شاہ عبد العزیز دہلوی ص۱۰۳ میں ہے پس جو ان کے اجتہاد
(یعنے اجتہاد معاویہ) کی نفی کرے تو درست ہے کیونکہ حضور آنحضرت
صلعم میں ان کو وہ مرتبہ حاصل نہ تھا۔
اور روضہ ندیہ فی المناقب العلیہ صفحہ ۴۳ میں ہے معاویہ ان
جنگوں میں مجتہد نہ تھا بلکہ ظالم باغی تھا۔
اور بغیۃ الرائد میں ہے کہ جو خطائے اجتہادی معاویہ کی بیان
کرتے ہیں پسند خاطر اہل انصاف کے نہیں ہے۔
اور اسی طرح شرح مقاصد تفتازانی میں ہے اوپر کی جملہ عبارات
ماہیہ معاویہ ص۳۵ سے لکھی گئی ہیں۔

لہ نووی شرح مسلم میں بہ تفسیر آیت لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل کے باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلیفۃ الاول الاول (بقیہ حاشیہ بر ص۷۱)

قال النووی فی شرح المسلم جلد ۱ صفحہ ۳۱۴ قال ابو حنیفۃ لا یصلی علی محارب ولا علی قتیل الفئۃ الباغیۃ۔ وفی الدر المختار جلد ۱ صفحہ ۷۰ (وھی الصلوٰۃ) فرض علی کل مسلم مات خلا اربع بغات وقطاع طریق فلا یغسلوا ولا یصلی علیھم۔ الخ

نووی نے شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۱۴ میں لکھا ہے امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ جو امام حق کے ساتھ جنگ کرنے والا ہو اور کہیں جا کر مرے یا وہ جو امام کے مقابل لڑتا ہوا وہاں قتل ہو جائے تو اس پر نماز جنازہ نہ پڑھنی چاہئے اور دُرّ مختار فقہ حنفیہ جلد ۱ صفحہ ۷۰ میں ہے اور نماز جنازہ ہر مسلم پر فرض ہے سوائے چار قسم کے جن پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور نہ ان کو غسل دیا جانے وہ باغی لوگ اور ڈاکو ہیں[1]۔

لیس معاویۃ بخلیفۃ

فی حیوٰۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵۵ طبع مصر فلم یزل معاویۃ متولیا علی الشام (الی ان قال) وفی خلافۃ علی متغلبا علیھا الخ۔

وفی الصواعق صفحہ ۱۲۹ ومن اعتقاد اھل السنۃ والجماعۃ ان معاویۃ لم یکن فی ایام علیؑ خلیفۃ وانما کان من الملوک واختلفوا فی امامتہ بعد موت علیؑ فقیل صار اماما وخلیفۃ وقیل لم یصر لحدیث ابی داؤد والترمذی والنسائی الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم تصیر ملکا وقد انقضت الثلاثون بوفاۃ علیؑ انتھے منتخباً

فی تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۵ واول الملوک معاویۃ۔ قال احمد بن حنبل لم یکن احد احق بالخلافۃ فی زمان علیؑ من علیؑ۔ الخ

معاویہ خلیفہ بھی نہیں

حیوٰۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵۵ مطبوعہ مصر میں ہے۔ معاویہ ہمیشہ والی شام رہا (یہاں تک کہ کہا سنئے) اور خلافت علی میں زبردستی کی مخالفت خلافت علیؑ پر اڑا رہا۔ اور شام پر قابض رہا۔

اور صواعق صفحہ ۱۲۹ میں ہے اور اعتقاد اہل سنت وجماعت کا یہ ہے کہ تحقیق معاویہ ایّام خلافت حضرت علیؑ میں خلیفہ نہ تھا بلکہ وہ بادشاہوں میں سے تھا اور بعد موت حضرت علیؑ کے پس بعض نے کہا ہے کہ امام اور خلیفہ ہو گیا تھا اور کہا گیا کہ نہیں وہ تو بادشاہ رہا ہے کیونکہ حدیث ابی داؤد وترمذی ونسائی میں ہے کہ خلافت میرے بعد کی تیس برس سال ہو گی پھر بادشاہی ہو گی اور وفات حضرت علیؑ پر تیس سال گذر گئے تھے۔ ختم ہوئی عبارت صواعق کی ملخصاً۔

اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۵ میں ہے اور اول بادشاہ معاویہ ہے اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے۔ خلافت کے مستحق زمانہ حضرت علیؑ میں جناب علیؑ سے زیادہ کوئی اور نہ تھا۔ الخ

لیس معاویۃ ذا فضیلۃ

قال الامام البخاری فی صحیحہ باب ذکر معاویۃ[2] قال فی تیسیر القاری شرح البخاری جلد ۱۴ صفحہ ۱۲۱۔

معاویہ کی کوئی فضیلت نہیں

امام بخاری نے اپنے صحیح میں کہا ہے باب ذکر معاویہ کہا مترجم نے تیسیر القاری (مؤلفہ مولوی وحید الزمان مرحوم) شرح بخاری جلد ۱۴ صفحہ ۱۲۱ میں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں لکھا ہے کہ عبد الرحمن راوی نے عمرو بن عاص کو جتلایا ہے کہ معاویہ جو حضرت علیؑ کے جھگڑے میں باوجود بیعت وخلافت منعقد ہونے علیؑ کے اپنے لشکر یا تابعین پر مال خرچ کر رہا ہے یہ مال باطل سے کھانا ہے جو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ۱۲ مترجم۔ [1] باقی دو قسم بھی ذکر کئے ہیں لیکن بقدر حاجت نقل کیا گیا ہے ۱۲ مترجم۔
[2] استیعاب میں بذیل ترجمہ معاویہ کے لکھا ہے کہ معاویہ اور اسکا باپ ہر دو مؤلفۃ القلوب سے تھے ۱۲ مترجم

امام بخاری نے اور بابوں کی طرح یوں نہ کہا کہ معاویہ کی فضیلت کیونکہ ان کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ ان کے دل میں آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ کی الفت و محبت نہ تھی۔ جب امام حسنؑ کا انتقال ہوا تو کیا کہنے لگا۔ ایک انگارا تھا جسکو اللہ تعالیٰ نے بجھا دیا۔ الخ

فی النصائح الکافیۃ ص۱۶۲ نقل العسقلانی فی الفتح صفحہ ۴۰۲ جزو ۱۴ عن ابن الجوزی عن اسحٰق بن راھویہ انہ قال لم یصح فی فضل معاویۃ شیئ۔ قال السیوطی فی اللآلی المصنوعۃ الاحادیث فی فضل معاویۃ کلھا موضوعۃ قال ابن حجر وقصۃ النسائی فی ذلک مشھورۃ بانہ قال ما اعرف لہ فضیلۃ الا لا اشبع اللہ بطنہ

فی تاریخ الخلفاء ص۱۳۲ وقد ورد فی فضلہ (معاویۃ) احادیث قل ما تثبت۔

وفی نھج البلاغۃ ص۱۹۳ ومن کتاب لہ علیہ السلام الی معاویۃ جوابا عن کتاب منہ الیہ واما قولک انا بنو عبد مناف فکذلک ولکن لیس امیۃ کھاشم ولا حرب کعبد المطلب ولا ابوسفیان کابی طالب ولا المھاجر کالطلیق ولا الصریح کاللصیق ولا المحق کالمبطل ولا المؤمن کالمدغل ولبئس الخلف خلف یتبع سلفا ھوی فی نار جھنم وفیہ ص۲۱۷ فانما ھو (معاویۃ) الشیطان الخ وقد مر وسیاتی فی فضائل علیؑ مکالمتہ فی فضائلہ۔

اما تفضیل اھل الجماعۃ لمعاویۃ بکونہ خال المؤمنین لکونہ اخا لام حبیبۃ زوج النبیؐ لقولہ تعالیٰ وازواجہ امھاتھم فعلی الرأس والعین لکنہ یلزمھم ان یکون حیی بن اخطب الیھودی جد الھم

اور نصائح کافیہ صفحہ ۱۶۲ میں ہے ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری جزء ۱۴ صفحہ ۴۰۲ میں نقل کیا ہے ابن جوزی سے اسنے اسحٰق بن راہویہ سے کہ اسنے کہا کوئی شئے فضیلت معاویہ میں صحیح ثابت نہیں ہوئی سیوطی نے لآلی مصنوعہ میں کہا ہے کہ احادیث فضیلت معاویہ کی کل موضوعہ ہیں کوئی اصل ان کا نہیں ہے۔

کہا ابن حجر نے اور قصہ نسائی کا اسبارہ میں مشہور ہے کہ اس نے کہا میں اس کی یعنے معاویہ کی کوئی فضیلت سوائے لا اشبع اللہ بطنہ (یعنے خدا اسکے پیٹ کو نہ بھرے) کے نہیں جانتا ہوں

اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۲ میں ہے کہ تحقیق وارد ہوئی ہیں فضیلت معاویہ میں ایسی احادیث جو بہت کم صحیح ثابت ہو سکتی ہیں۔

اور نہج البلاغت صفحہ ۱۹۳ میں ہے اور منجملہ خطوط حضرت علیؑ کے جو انہوں نے معاویہ کی طرف جواب کے طور پر لکھا تھا یہ ہے لیکن تیرا کہنا کہ میں عبد المناف کی اولاد سے ہوں تو اسی طرح ہے لیکن امیہ ہاشم کے برابر نہیں ہو سکتا اور نہ حرب عبد المطلب کے برابر اور نہ ابوسفیان[2] ابی طالب جیسا اور نہ مہاجر رہا کردہ کی طرح ہے اور نہ خالص النسب مثل مشتبہ النسب کے اور نہ سچا مثل جھوٹے کے اور نہ مؤمن مثل خائن مفسد کے ہے اور بری اولاد وہ ہے جو باپ دادا یعنے سابقین بزرگوں اور ایسے سلف کی پیروی کرے جو دوزخ میں گرے ہوئے ہوں۔

اسی نہج البلاغت صفحہ ۲۱۷ میں ہے کہ بے شک وہ (یعنی معاویہ) شیطان ہے اور یہ گذر چکا ہے۔

اور قریب ہے کہ فضائل علیؑ میں مکالمہ فضائل کا آویگا۔

لیکن تفضیل دینا اہل جماعت کا معاویہ کو اسکے ماموں مؤمنین ہونے سے اس طرح کہ وہ ام حبیبہ زوجہ نبیؐ کا بھائی تھا بوجہ قول باریتعالیٰ کے کہ ازواج نبیؐ مادران مؤمنین ہیں پس سر آنکھوں پر ہے لیکن لازم آتا ہے کہ حی بن اخطب یہودی کو زیادہ فضیلت ملنی چاہئے

[1] کذا فی الاستیعاب جلد ۲ ص۱۴۳ باسناد ابی داؤد الطیالسی ۱۲ مترجم

[2] ابوسفیان قید ہو کر آیا اور حضرت صلعم نے معاویہ و ابی سفیان کو رہا فرما دیا اسلئے ان کو طلقاء بولتے ہیں کذا فی شرح نہج البلاغۃ ۱۲ مترجم

[1] نصائح ص۱۶۲ میں اسی طرح ہے کذا فی مدارج النبوۃ جلد ۱ ص۱۳۳ و ۴۳۲ ... کذا فی المشکوٰۃ ص۵۴۶ باب مناقب ازواج النبی ... مترجم

لکونہ ابا صفیۃ زوج النبی علیہ السلام ولیس الجد باقل من الخال۔ وان تکون بنات ابی سفیان وابی بکر و عمر خالاتھم والمتزوج بھن متزوجا بالخالات وان یکون عثمان ذاالنورین ناکحا باختیہ وان یکون قولہ تعالیٰ ان امھاتھم الا اللائی ولدنھم وانھم لیقولون منکراً من القول وزوراً لامعنی لہ وان یکون قولہ تعالیٰ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً ضائعاً نعوذ باللہ تعالیٰ من الغباوۃ والشقاوۃ نعم انہ تعالیٰ امر بتعظیم ازواج النبیؐ کالوالدات۔

وایضاً تفضیلھم ایاہ بکونہ کاتب الوحی فانہ ایضاً لیس بشئ لوجوہ احدھا انہ کان یکتب فیما بین النبیؐ وبین العرب کما صرح بہ المدائنی وغیرہ کما فی المناظرۃ الاحمدیۃ ص۲ ثانیھا ان کتابۃ الوحی[1] لم تصح ومن ادعی فعلیہ تصریح ایۃ ایۃ کتبھا معاویۃ علیٰ ان القائلین بہ قالوا فی وجھہ کلمۃ بالغۃ لاتدرکھا العقول۔ فی معانی الاخبار صفحہ ۹۹ وجہ الحکمۃ فی استکتاب النبیؐ الوحی معاویۃ وعبداللہ بن سعد وھما عدوان ھو ان المشرکین قالوا ان محمداً یقول ھذا القراٰن من تلقاء نفسہ ویاتی فی کل حادثۃ بایۃ یزعم انھا انزلت علیہ وسبیل من یضع الکلام فی حوادث تحدث فی الاوقات ان تغیر الالفاظ اذا استعید ذلک الکلام ولا یاتی بہ فی ثانی الامر وبعد مرور الاوقات الا مغیرا عن حالہ الاولیٰ لفظاً ومعنی او لفظاً دون معنی۔ فاستعان فی کتب ما ینزل علیہ فی الحوادث الواقعۃ

کیونکہ وہ نانا مومنین کا ہے جو باپ ہے صفیہ زوجہ نبیؐ کا اور نانا ماموں پر فوقیت رکھتا ہے؛ اور دختران ابی سفیان و ابی بکر و عمر خالائیں ان کی ہیں اور ان سے شادی کرنے والا ماسیوں سے شادی کرنے والا ہوگا اور عثمان ذوالنورین اپنی دو ہمشیرہ سے نکاح کرنے والا ہوگا اور قول اللہ تعالےٰ کا کہ ان کی مائیں وہ ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے اور تحقیق وہ لوگ البتہ ناپسند قول اور جھوٹ بولتے ہیں (معاذاللہ) بے معنے ہوتا اور نہ اس قول کی ضرورت ہوتی کہ ازواج اسکے سے ہمیشہ کے لئے نکاح منع ہے (یعنی ازواج نبیؐ سے نکاح ناجائز ہے) پناہ مانگتے ہیں ہم کم عقلی اور بدبختی سے۔ ہاں اللہ تعالےٰ نے تعظیم ازواج نبیؐ کا مثل ماؤں کے حکم دیا ہے؛

اور نیز تفضیل دینا ان کا معاویہ کو کاتب الوحی بنانے سے بھی بچند وجوہ باطل ہے ایک ان میں سے یہ کہ وہ نبیؐ اور عرب کے سرگروہ لوگوں کے درمیان کے خطوط لکھتا تھا جیسا کہ مدائنی وغیرہ نے تصریح کی ہے چنانچہ مناظرہ احمدیہ صفحہ ۲ میں لکھا ہے دوسرا یہ کہ کتابت وحی معاویہ سے صحیح ثابت نہیں ہوئی جو دعوےٰ کرے وہ آیت آیت کے نام کی تصریح کرے کہ یہ معاویہ نے لکھی ہیں علاوہ اسکے جو قائل ہیں اسکے انہوں نے اس کی وجہ میں بڑی حکمت لکھی ہے جسکو عام عقول نہیں پہنچ سکتے؛

معانی الاخبار صفحہ ۹۹ میں ہے وجہ حکمت نبی کی معاویہ و عبداللہ بن سعد سے وحی لکھوانے کی باوجود اسکے کہ ہر دو فی الحقیقت دشمن تھے یہ ہے کہ جو مشرکین کہتے تھے کہ محمدؐ اس قرآن شریف کو اپنی طرف سے بنا کر بیان کرتے ہیں اور ہر حادثہ میں ایک آیت لاتے ہیں جو گمان کرتے ہیں کہ ان پر اتری ہے اور بنانے والے کا کلام میں یہ طریقہ ہوتا ہے کہ حوادث پیدا شدہ مختلف اوقات میں مکرر اسی کلام کو بیان کرے۔ تو دوسری دفعہ اور کچھ زمانہ کے بعد ضرور پہلی حالت سے متغیر کر کے بیان کرتا ہے خواہ تغیر لفظی و معنوی ہو یا صرف لفظی۔ پس رسول خداؐ نے دشمنوں سے اس میں مدد لی کہ جو کچھ حوادث کے واقعات میں اترتا ہے وہ

[1] اصابہ ابن حجر جلد ۳ صفحہ ۴۳۳ میں بذیل ترجمہ معاویہ کے لکھا ہے کہ مدائنی نے کہا ہے زید بن ثابت کاتب وحی تھا اور معاویہ کاتب خطوط تھا جو نبیؐ اور عرب کے درمیان لکھے جاتے تھے ۱۲ مترجم۔

لعدوين له فى دينه عدلين عند اعدائهم ليعلم الكفار۔ الخ

ثالثها ان مطلق الكتابة لم تفد اذا لم يصحبها الايمان كما روى فى مدارك التنزيل فى سورة الانعام تحت قوله تعالىٰ ومن اظلم ممن افترىٰ على الله كذبا او قال اوحى الىّ ولم يوح اليه شيئ ومن قال سانزل مثل ما انزل الله اى ساقول و املى هو عبد الله بن[له] سعد بن ابى سرح كاتب الوحى وقد املى النبیؐ عليه ولقد خلقنا الانسان الىٰ قوله خلقاً اخر فجرىٰ علىٰ لسانه فتبارك الله احسن الخالقين فقال عليه السلام اكتبها فكذٰلك نزلت فشك وقال ان كان محمد صادقا فقد اوحى الىّ كما اوحى اليه وان كان كاذبا فقد قلت فارتد ولحق بمكة۔ انتهىٰ وهكذا فى التفسير الحسينى ولباب النقول للسيوطى بفرق يسير فى القصة وسياتى فى التكذيب على النبیؐ بمعناه انشاء اللهؑ فانه كان كاتب الوحى ثم ارتد فلم تعصمه الكتابة۔

علىٰ ان ايمان معاوية وابيه معلوم ابتداءً بانهما كانا من المؤلفة قلوبهم بلا اختلاف واما انتهاءً فلم يستحكم لهتكه حرمة عترة النبیؐ المستلزمة لهتك حرمة النبى صلعم وتركه الاستمساك الواجب بالثقلين كما مر غير مرة

ان دشمنوں کے ہاتھ سے لکھوایا جاتا ہے جو دشمنان نبیؐ کے نزدیک عادل اور سچے تھے تاکہ کفار کو اطلاع دیویں کہ محمدؐ (اپنی طرف سے نہیں کہتے ہیں)۔

تیسرا ان سے یہ کہ مطلق لکھنا مفید نہیں جب تک اسکے ساتھ کمال ایمان شامل نہ ہو جیسا کہ روایت کیا گیا ہے مدارک التنزیل سورہ انعام میں تحت قول باریتعالےٰ کے اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹھ باندھے یا کہے مجھے وحی ہوا ہے اور نہ وحی کیا گیا ہو اس کی طرف کچھ بھی یا جسنے کہا کہ میں ایسا قرآن اتار سکتا ہوں جیسا کہ اللہ تعالےٰ اتارتا ہے یعنی میں خود کہہ سکتا ہوں اور لکھوا سکتا ہوں۔ کہ وہ شخص عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب وحی ہے کیونکہ تحقیق لکھوایا نبیؐ نے اس سے ولقد خلقنا الانسان تا خلقاً آخر اور جاری ہوا عبد اللہ کی زبان پر فتبارك الله احسن الخالقين پس فرمایا نبیؐ نے لکھدے اس آیتکو پس اسی طرح اتری ہے اور اسکو شک ہو گیا کہ میرے کہنے سے لکھی گئی ہے۔ اور کہا کہ اگر محمدؐ سچے ہیں تو میری طرف بھی ویسی ہی وحی ہوئی ہے جیسی محمدؐ کی طرف ہوئی اور اگر جھوٹا ہے تو میں بھی ویسا کہہ سکتا ہوں اور لکھا ہے کہ وہ مرتد ہو گیا اور مکہ میں چلا گیا۔ ختم ہوئی عبارت مدارک کی اور اسی طرح تفسیر حسینی میں ہے۔ نیز لباب النقول علامہ سیوطی میں تھوڑے فرق کے ساتھ مذکور ہے جیسا کہ فصل تکذیب علی النبی میں آویگا۔ پس تحقیق وہ کاتب وحی تھا اور مرتد ہو گیا۔ تو کتابت وحی نے اسکو کیا فائدہ دیا؟۔

علاوہ یہ کہ ایمان معاویہ اور اسکے باپ کا ابتداء سے معلوم ہے کہ ہر دو مؤلفۃ القلوب سے ہیں بلا اختلاف کے۔ اور انتہا میں ایمان ان کا محکم نہ ہوا۔ چنانچہ معاویہ نے حرمت عترت نبیؐ کی از بس ہتک کی جس سے ہتک حرمت نبیؐ کی لازم آئی اور نیز اسنے ثقلین کی اتباع۔ جو بدلائل سابقہ واجب تھی چھوڑ دی (جو صاف نافرمانی رسول خدا صلعم کی ہے اور مودت قربائے نبیؐ جو جزو ایمان تھی اس میں نہ پائی گئی)۔

[له] كذا فى روضة الاحباب جلد ا صفحه ۲۹۸۔

فصل

فی مصالحۃ علیؑ وابنہ الحسنؑ بمعاویۃ

فی الخصائص للنسائیؒ ص۱۰۶ عن ابن عباس (فی حدیث طویل) نشھد ان نبی اللہ ص یوم الحدیبیۃ صالح المشرکین فقال لعلیّ اکتب یا علی ھذا ما صالح علیہ محمد رسول ص فلما کتب قالوا لو نعلم انک رسول اللہ لا طعناک فاکتب محمد ابن عبد اللہ فقال رسول اللہ ص امح یا علیّ رسول اللہ ۔ اللّٰھم انک تعلم انی رسولک ۔ الخ یا علی واکتب ھذا ما صالح علیہ محمد ابن عبد اللہ ۔ وآللہ لرسول اللہ خیر من علیّ وقد محیٰ نفسہ ولم یکن محوہ ذٰلک محوا من النبوۃ الحدیث ۔ کذا فی التاریخ الکامل جلد۲ ص۱۳۰ وجلد۳ ص۱۲۷ وتاریخ الطبری جلد۶ ص۲۹ وفیہ ص۱۰۹ باسناد عن علقمۃ قال قلت لعلیّ تجعل بینک وبین ابن آکلۃ الاکباد حکماً قال انی کنت کاتب رسول اللہ ص یوم الحدیبیۃ فکتبت ھذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ فقالوا لو نعلم انہ رسول اللہ ما قاتلناہ امحھا فقلت ھو واللہ رسول اللہ وان رغم انفک لا واللہ لا امحوھا فقال لی رسول اللہ ص ارنی مکانھا فاریتہ فمحاھا وقال

اما لک مثلھا

ستاتیھا

مضطھدًا

(مضطرًا)

فصل

در صلح علیؑ و امام حسن ابن علیؑ با معاویہ

خصائص نسائی صفحہ ۱۰۶ میں روایت ہے ابن عباس سے (حدیث طویل میں آخر کہا) گواہی دیتے ہیں ہم اس کی کہ نبی ص نے دن حدیبیہ کے مشرکین سے صلح فرمائی تو فرمایا علیؑ کو کہ لکھ یا علیؑ یہ کاغذوہ ہے جسپر صلح کی محمد رسول اللہ صلعم ہے نے پس جب لکھا گیا تو کفار کہنے لگے اگر ہم جانتے کہ تو رسول اللہ ہے تو تابعداری تیری کیوں نہ کر لیتے پس تو لکھدے محمد بن عبد اللہ اور فرمایا رسول اللہ ص نے مٹادے اے علیؑ لفظ رسول اللہ کو خدایا تو جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں مٹادے ای علیؑ اور لکھ یہ صلحنامہ ہے محمد بن عبد اللہ کا۔ قسم[1] ہے اللہ کی البتہ رسول اللہ ص علیؑ سے بہتر ہیں اور تحقیق اُنہوں نے اپنے لقب کو مٹادیا اور یہ مٹانا نبوت کا مٹانا نہیں تھا۔ آخر حدیث تک ۔ اسی طرح تاریخ کامل (جلد۲ ص۱۳۰) و طبری (جلد۶ ص۲۹) میں ہے بلفظ سنۃ بسنۃ[2] ومثل بمثل ۔

اُسی خصائص صفحہ ۱۰۹ میں باسناد خود علقمہ سے ہی کہتا ہے میں نے حضرت علیؑ سے کہا تو اپنے اور جگر کھانے والی کے بیٹے کے درمیان منصف اور حَکم بناتا ہے فرمایا حضرت علیؑ نے میں کاتب رسول اللہ صلعم کا حدیبیہ کے دن تھا جب مینے لکھا یہ ہے صلحنامہ جسپر محمد رسول اللہ ص صلح کرتے ہیں تو کفار نے کہا اگر ہم رسول اللہ مانتے تو اس سے جنگ نہ کرتے مٹادو اس لفظ کو پس مینے کہا واللہ وہ رسول اللہ ہیں اگرچہ تمہارا ناک رگڑا جائے اور شرمندہ ہوتے رہو۔ قسم بخدا اس لفظ کو میں نہ مٹاؤنگا پس رسول اللہ ص نے فرمایا مجھے جگہ اس کی دکھائے۔ مینے دکھایا ان کو اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لفظ کو مٹایا اور فرمایا خبردار تیرے لئے بھی مثل اس واقعہ کے پیش آئیگا کہ تو لاچار ایسا ہی کرے گا ۔

[1] حدیث طویل میں بیان اعتراض خوارج کا ہے کہ حضرت علیؑ نے لفظ امیر المؤمنین صلحنامہ معاویہ میں مٹا کر کیوں صلح کی ہے اسکے جواب میں جناب امیر المؤمنین نے فرمایا کہ نبی محمد صلعم مجھ سے افضل ہیں اُنہوں نے صلح حدیبیہ میں کفار کے فتنہ دور کرنے کے لئے ان کے کہنے پر رسول اللہ کا لفظ مٹا دیا تھا تو کیا رسالت و نبوت ان کی جاتی رہی تھی؟ نہیں تو میری امامت میں فرق نہیں آسکتا جو مصلحت نبی صلعم نے سوچی تھی وہی آج بھی ہے ۱۲ مترجم ۔ [2] ہر دو کتب میں یہ ہے کہ علیؑ نے جب صفین میں فرمان نبوی یاد دلایا تو عمرو بن عاص نے کہا کہ سبحان اللہ تو ہم کو کفار کے مشابہ بنا رہا ہے اور ہم مؤمنین ہیں پس حضرت علیؑ نے فرمایا اے زانیہ مشہورہ کے بیٹے تو کب فاسقین کا دوست [illegible] ۱۲ مترجم

قال الحافظ فی الفتح جلد ۳ ص۲۲ و فی حدیث علی عند النسائی وزاد و قال اما ان لک مثلہا وستاتیہا و انت مضطر یشیر صلعم الی ما وقع لعلی یوم الحکمین فکان کذالک۔

وفی البخاری وشرحہ للحافظ جلد ۴ ص۲۳۷ عن حبیب بن ثابت قصۃ دعوۃ عمرو ابن العاص ومعاویۃ لعلی بعمل القرآن وجواب علی انا علی الحق وغلط ما فہمتم واعتراض الاصحاب کما اعترض عمر فی الحدیبیۃ ومصلحۃ الصلح کما رای النبی م مصلحۃً۔ وکذا فی کنز العمال جلد ۶ ص۶۳ رواہ احمد والعدنی وابویعلی وابن عساکر والضیاء

وفی نہج البلاغت ص۱۲۷ ومن خطبۃ لہ علیہ السلام فی ذم اصحابہ احمد اللہ علی ما قضیٰ ما قدر وقدر ما فعل وعلی ابتلائی بکم ایتہا الفرقۃ التی اذا امرتُ لم تُطِعْ واذا دعوتُ لم تُجِبْ (الی ان قال) اولیس عجبا ان معاویۃ یدعوا الجفاۃَ الطغامَ فیتبعونہ علی غیر معونۃ ولا عطاءٍ وانا ادعوکم وانتم تریکۃ الاسلام فتتفرقون عنی وتختلفون علیَّ انتہیٰ منتخباً۔
وفیہ صفحہ ۲۳۷ فخشیت ان لم انصر الاسلام واھلہ ان اری فیہ ثلما اوھدماً تکون المصیبۃ بہ علیّ اعظم
الخ

اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۲۲ میں کہا ہے اور حدیث علی میں جسکو نسائی نے روایت کیا ہے اور زیادہ لکھا ہے کہ فرمایا خبردار تیرے لئے مثل اس واقعہ کے ہے اور تو مجبوراً اسے اختیار کریگا۔ اس میں اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جو حضرت علیؑ کے لئے جب صفین میں دو حکم مقرر ہوئے۔ پیش آیا اور بعینہ اسی طرح صورت پیش آئی۔

اور بخاری اور شرح اس کی فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۲۳۷ میں حبیب بن ثابت سے منقول ہے قصہ دعوت عمرو بن عاص اور معاویہ کی حضرت علیؑ کو عمل بالقرآن کے لئے اور جواب یہ کہ میں حق پر ہوں اور تم غلط سمجھ رہے ہو اور اصحاب علی کا اعتراض علیؑ پر جیسا کہ امیر عمر وغیرہ نے حدیبیہ کے دن نبی م پر کیا تھا اور مصلحت کا ذکر ہے جیسا کہ نبی م نے دیکھی ویسی اسجگہ ہے (فتح الباری میں مفصل اسی طرح مذکور ہے کہ نبی م کی پیشگوئی کے مطابق مثل واقعہ حدیبیہ کے حضرت علیؑ کو واقعہ صفین پیش آیا) اور اسیطرح ہے کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۶۲ میں بروایت احمد وعدنی وابویعلے وابن عساکر والضیاء۔

اور نہج البلاغت صفحہ ۱۲۷ میں ہے منجملہ خطبات علیؑ کے جو شکایت اصحاب خود میں پڑھے یہ ہے ثنا کرتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کی اور اس کی قضا وقدر افعال پر بھی تعریف کرتا ہوں اور تم جیسے لوگوں سے میری آزمائش ہونے پر حمد وثنا ظاہر کرتا ہوں۔ ای وہ فرقہ جنکو امر کرتا ہوں تو تم فرمانبرداری نہیں کرتے ہو اور بلاتا ہوں تو تم قبول نہیں کرتے (تا آنکہ فرمایا) کیا عجب نہیں کہ معاویہ اپنے ظالم اور کمینہ لوگوں کو بلاتا ہے تو وہ اس کی متابعت کرتے ہیں بغیر کسی منفعت اور عطیہ کے اور میں تم کو بلاتا ہوں حالانکہ تم ایسی حالت میں ہو کہ اسلام میں متروک صورت کے ہو کہ تم مجھ سے منتشر ہوتے ہو اور مختلف خیال ہم پر ظاہر کرتے آتے ہو منتخباً ختم ہوئی عبارت نہج البلاغۃ کی۔

اور اسی نہج البلاغت صفحہ ۲۳۷ میں ہے فتنہ پیدا ہوا تو میں ڈر گیا کہ اسلام میں رخنہ اور زوال ہوگیا تو مصیبت اس کی مجھ پر سب سے بڑی ہوگی باسلئے مدد اسلام کی اور نصرت دینی مینے اپنا فرض سمجھا اگر میں نصرت نہ کرتا تو نقصان عظیم اسلام کے اندر آجاتا۔

(فی معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۱۹۱) چوں از تحریر صلحنامہ فارغ شد حضرت رسالتؐ روئے بجانب علی آوردہ فرمود کہ یا علی ترا مثل ایں واقعہ روئے خواہد نمود و ثمرہ ازیں واقعہ آنکہ در لشکر صفین کہ میان امیر المؤمنین و معاویہ مدت مقاتلہ بدور و دراز کشید عاقبت حیہم بصلح قرار یافت و چوں عہدنامہ می نوشتند کاتب نوشت کہ ایں کتابت مصالحہ امیر المومنین علیؑ است معاویہ گفت لفظ امیر المومنین محو سازو بنویس ابن ابی طالب من اگر می دانستم کہ علیؑ امیر المومنین است باوے مقاتلہ نمی کردم و متابعت او می نمودم امیر المومنین علیؑ گفت کہ صدق رسول اللہؐ بعد ازاں کاتب را گفت کہ ہمچنانکہ معاویہ می گوید بنویس الخ وھکذا فی مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۲۸۶ وکذا فی روضۃ الاحباب للمحدث الجمال جلد ۱ ص ۲۳۹ و زاد یا علی ترا نیز مثل ایں واقعہ بسبب ضرورت روئے خواہد نمود الخ ولا یخفی انہ قد ظہرت غایۃ المصالحۃ بین امیر المومنین علیؑ و بین ملک الشام کما کانت بین النبیؐ و بین الکفار یوم الحدیبیۃ مثلا بمثل وان اعترض بعض الناس علی النبیؐ و وصیہ ایضا و فی مصالحتہ مصالح خفیۃ لا یعقلہا الا العالمون کما فی قصۃ موسی والخضر من خرق السفینۃ و قتل الغلام فکما لا یقدح الصلح ثمہ فی نبوتہ فالنبی نبی والکفار کفار فھکذا لا یقدح ھھنا فی امامتہ فالامام امام والملک ملک متمکن علی بغاوتہ والمراد من الامر فی قولہ تعالیٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیئ الی امر اللہ اما رجوع الی الحق واما قتل واما صلح والصلح خیر ولا یغرنک قولہ تعالیٰ وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا الآیۃ انہ دال

اور معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۱۹۱ میں ہے جب تحریر صلح نامہ سے (یعنے صلحنامہ حدیبیہ) فارغ ہوئے تو حضرت رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے علی تجھے مثل اس واقعہ کے ظہور پذیر ہوگا۔ اور اس واقعہ کا حصہ ہے وہ جو لشکر صفین کے موقعہ پر امیر المؤمنین اور معاویہ کے درمیان بعد مدت کے مقابلہ و مقاتلہ کے آخر صلح کی نوبت پر پہونچا اور جب عہدنامہ صلح لکھنے لگے تو کاتب نے لکھا یہ مصالحت امیر المومنین حضرت علیؑ کا مکتوب ہے۔ معاویہ نے کہا لفظ امیر المؤمنین محو کردو اور ابن ابی طالب لکھو اگر میں جانتا کہ علیؑ امیر المومنین ہیں تو میں ان سے جنگ نہ کرتا اور متابعت اون کی کر لیتا۔ امیر المومنین حضرت علیؑ نے فرمایا کہ سچ فرمایا رسول اللہؐ نے اور بعد اسکے کاتب کو حکم دیا کہ جیسے معاویہ کہتا ہے ویسے لکھو۔ اور اسیطرح مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۸۶ میں ہے اور اسی طرح روضۃ الاحباب مؤلفہ جمال الدین محدث جلد ۱ صفحہ ۲۳۹ میں ہے اور زیادہ لکھا (صلح حدیبیہ کے ذکر کرنے میں فرمایا نبیؐ نے) کہ اے علی تجھے بھی ایسا واقعہ صلح بسبب ضرورت کے پیش آئیگا۔ الخ

اور مخفی نہیں کہ تحقیق ظاہر ہوا مقصود صلح امیر المؤمنین حضرت علیؑ کا جو بادشاہ شام سے ہوئی کہ اسطرح کی صلح ہے جیسے نبیؐ اور کفار کے درمیان دن حدیبیہ کے ہوئی تھی برابر برابر اسی کی مثال ہے اگرچہ بعض لوگ نبی پر اور وصی نبی پر معترض رہے مگر صلح کرنے ہر دو حضرات میں ایسی حکمتیں پوشیدہ ہیں جیسی کہ قصہ موسےؑ و خضرؑ سے کشتی کے سوراخ کرنے اور لڑکے کے قتل کرنے میں تھیں۔ پس جیسا کہ صلح اوسجگہ نبوت نبی میں مخل نہیں ہوئی کہ نبی نبی رہے اور کفار کفار رہے پس اسیطرح اسجگہ امامت علیؑ میں صلح مخل نہیں ہو سکتی۔ امام امام رہے اور بادشاہ بادشاہ رہا جو نافرمانی امام پر اڑا رہا۔ اور مراد امر سے اللہ تعالیٰ کے قول میں کہ جنگ کرو باغی فرقہ سے یہانتک کہ امر اللہ کی طرف لوٹ آویں۔ یہ ہے کہ یا تو رجوع الی الحق کریں یا مقتول ہو یا صلح ہو اور صلح اچھی ہے۔ اور تجھے مغالطہ ہو قول باریتعالےٰ سے وان طائفتان من المؤمنین کہ مراد ہر دو طائفہ سے کامل

آیت وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا الآیۃ

ف وکذا فی شواہد النبوۃ طبع نول کشور ص ۸۹ ۱۲ مترجم۔

علی ایمان معاویة لانها نزلت فی طائفة من اصحاب ابی بن کعب رئیس المنافقین وطائفة من اصحاب سیدنا محمد صلعم کما روی البخاری عن انس کما فی لباب النقول وغیرہ فظهر من هذا اطلاق المؤمنین علی المسلمین ولو کان بعضهم من المنافقین او من باب التغلیب لعظمة شان المومنین کما فی الابوین والقمرین والعمرین والظهرین مع ان قصة علی ومعاویة وقعت بعد نزول الاٰیة ولم تنزل فیهما خاصة ولان المراد بقاعدة التنزیل ای مورد الاٰیة کان خاصًا والحکم بها عامًا۔

مؤمنین مساوی درجہ کے ہیں اور معاویہ بھی انہی میں ہے کیونکہ آیت اصحاب ابی ابن کعب رئیس منافقین اور اصحاب محمد صلعم کے تنازع میں نازل ہوئی ہے جیساکہ بخاری ومسلم نے روایت کیا انس سے جو لباب النقول وجلالین وغیرہ میں ہے پس ظاہر ہوا کہ اسجگہ مؤمنین کا اطلاق مسلمین پر ہوا ہے اگرچہ ایمان واسلام ظاہر کرتے ہوئے مگر بھی ان میں سے بعض منافقین تھے (بلکہ یقینًا سردار منافقین ابی ابن کعب اور اسکے ساتھی ایک طرف ہیں اور اصحاب محمد صلعم دوسری طرف) یا تغلیبًا عظمت شان مؤمنین کے لئے مؤمنین کا اطلاق ہوا ہے جیساکہ ابوین اور قمرین وعمرین وظہرین کا محاورہ ہے اور قصہ علیؑ ومعاویہ بعد نزول آیت کے واقع ہوا ہے کوئی اسی واقعہ پر خاص طور پر نہیں اتری بلکہ اس واقعہ کو بلحاظ مورد خاص وحکم عام کے اسکے تحت میں لاتے ہیں۔ (پس اصل شان نزول کو معنے میں مدنظر رکھا جاویگا)۔

فی التاریخ الکامل جلد ۳ صفحه ۱۶۳، وکتب (الحسنؑ) الی معاویة لو اٰثرت ان اقاتل احدا من اهل القبلة لبدأت بقتالك فانی ترکتك لصلاح الامة وحقن دمائها۔ کذا فی الامامة والسیاسة جلد ۲ ص ۱۸۳ وکذا فی النیل۔

اور تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۶۳ میں ہے اور لکھا امام حسنؑ نے معاویہ کی طرف اگر میں کسی اہل قبلہ سے جنگ چھیڑتا تو پہلے تیری ساتھ شروع کرتا (مگر میں اسکو پسند نہیں کرتا) اور تجھے محض بصلحت امت اور اسکے بچاؤ قتل عام سے چھوڑ دیا ہے اور اسی طرح ہے الامامت والسیاست جلد ۲ صفحہ ۱۸۳۔ اور نیل الاوطار میں۔

وفی الصواعق ص ۸۳ اخرج البزار وغیرہ انه لما استخلف (الحسن) بینما هو یصلی اذ وثب علیه رجل فطعنه بخنجر وهو ساجد ثم خطب الناس فقال یا اهل العراق اتقوا الله فینا فانا امراؤکم وضیفانکم ونحن اهل البیت الذین قال الله فیهم انما یرید الله الاٰیة فما زال یقولها حتی ما بقی احد فی المسجد الا وهو یبکی وفی الفتح والکامل[1] و

اور صواعق صفحہ ۸۳ میں ہے بزار وغیرہ نے حسنؑ سے روایت کی ہے کہ جب ان کی خلافت کا زمانہ تھا تو حالت نماز میں امام علیہ السلام پر ایک شخص نے سجود کے وقت خنجر کا وار کیا امام علیہ السلام خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے اہل عراق خدا سے ڈرو ہمارے حقوق کی نگاہداشت کرو، یاد رکھو ہم تمہارے سردار اور اس وقت تمہارے مہمان ہیں اور ہم اہل بیت ہیں جن کے حق میں فرمایا حق تعالے نے انما یرید الله الاٰیہ اسی طرح کچھ وقت تک پڑھتے رہے یہاں تک کہ کوئی آدمی باقی مسجد میں ایسا نہ رہ گیا تھا جو روتا نہ ہو (دیکھئے لوگ مگر منافقین میں ایسے مبتلا تھے کہ قرآن واہلبیتؑ کی ذرا پروانہ کر کے گمراہی کے اعلیٰ پیمانہ پر پہنچ چکے تھے) اور فتح الباری اور تاریخ کامل اور

امام حسنؑ کی مجبوری صلح

[1] تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۶۱ میں بعینہ اسی طرح ہے اور کامل ص ۱۹۲ اور طبری جلد ۶ ص ۹۳ میں ہے کہ امام حسنؑ نے خطبہ میں فرمایا اے اہل عراق تین باتوں پر میں تم سے بیزار ہوا ہوں ایک میرے باپ کو تم نے قتل کیا دوسرا مجھے نیزہ مارا اور ارادہ قتل کیا تیسرا میرا اسباب ... ۱۲- مترجم

تاریخ الطبری جلد ۶ صفحہ ۹۲ وغیرھا
انه لما بایع الناس الحسن بلغه مسیر معاویة
فی اهل الشام الیه فتجهز هو والجیش
الذین کانوا بایعوا اباه وساروا من الکوفة
الی لقاء معاویة وجعل قیس بن سعد بن
عبادة علی مقدمته فی اثنی عشر الفًا فلما
نزل الحسن المدائن نادی مناد فی العسکر
الا ان قیس بن سعد قد قتل فانفروا
فنفروا بسرادق الحسن فنهبوا متاعه[1]
حتی نازعوه بساطا کان تحته وطعن
بخنجر فی بطنه۔ انتهی من النصائح
الکافیه صفحه ۱۵۵ وکذا فی الاصابه ج۲ ص۱۳
وهکذا فی حیوة الحیوان جلد ۱ ص۵۳ وزاد فلما
خرج الحسن عدا علیه الجراح الاسدی
قاتله الله وهو یسیر معه فوجاه بالخنجر فی
فخذه لیقتله فقال الحسن قتلتم ابی بالامس و
وثبتم علی الیوم تریدون قتلی زهدا
فی العادلین ورغبة فی القاسطین والله
لتعلمن نباءه بعد حین ثم کتب الی
معاویة بتسلیم الامر الیه[2]۔ الخ
وفی تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحه ۳۲۳ قال
مکث الحسن نحوا من ثمانیة اشهر لا یسلم
الامر الی معاویة الخ

وفی حیوة الحیوان جلد ۱ صفحه ۵۱ —
خطب الحسن ثم قال اما بعد[3] فان

. . . . تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۹۲ و
روضۃ الصفا جلد ۴ صفحہ ۵ وغیرہ میں ہے کہ لوگوں نے جب امام
حسن ع سے بیعت کی اور ان کو خبر چڑھائی معاویہ کی شام سے پہنچی
تو امام نے بمعہ ان لوگوں کے جنہوں نے حضرت علی ع سے بھی بیعت
کی تیاری کی اور کوفہ سے مقابلہ معاویہ کے لئے روانہ ہوئے اور
قیس ابن سعد کو امام نے آگے بارہ ہزار کا سردار بنا کر بھیجا تو
جب امام حسن ع مدائن میں اترے کسی نے لشکر میں آواز دی خبردار
قیس ابن سعد قتل ہو گیا ہے تم بھی بھاگ جاؤ چنانچہ سب بھاگ
گئے اور خیمے امام حسن ع کو بھی لے گئے بلکہ اسباب سامان امام ع
کا بھی لوٹ کر لے گئے تا اینکہ بستر و مصلے امام ع کا بھی نیچے سے
کھینچ لیا اور امام علیہ السلام کے پیٹ میں خنجر لگائی کذا فی
النصائح الکافیہ صفحہ ۱۵۵ والاصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۳ اور حیوۃ الحیوان
جلد ۱ صفحہ ۵۳ میں اسی طرح ہے بلکہ زیادہ لکھا کہ جب امام حسن ع
نکلے تو جراح اسدی نے خدا اسکو خوار کرے ان پر حملہ کیا اور
حالانکہ ہمراہ امام کے سفر کر رہا تھا (یعنی ان کے ساتھیوں میں
میں تھا) تو اسنے قتل کرنے کے ارادہ سے امام علیہ السلام کے
ران میں خنجر چلا دی امام حسن ع نے فرمایا کل میرے باپ
کو تم لوگوں نے قتل کیا اور آج تم میرے اوپر حملہ کر رہے ہو اور
میرا قتل چاہتے ہو عادلین کی جماعت سے نکلکر ظالمین کی جماعت
میں رغبت سے داخل ہونے کے لئے آمادہ ہو۔ خدا کی قسم ہے
کہ تم اس کی جزا تھوڑے وقت کے بعد پا لوگے۔ آخر امام حسن ع
نے معاویہ کی طرف امارت سپرد کرنے کے لئے لکھدیا۔ الخ
اور تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۲۳ میں ہے امام حسن ع نے قریباً
آٹھ ماہ تک امر امارت کو معاویہ کے سپرد نہ کیا۔ الخ
اور حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵۱ میں ہے۔ امام حسن علیہ السلام نے
خطبہ پڑھا اور فرمایا لیکن بعد حمد الٰہی کے پس تحقیق بڑی

[1] اسی طرح ہے مروج الذہب برحاشیہ کامل جلد ۶ صفحہ ۶۱ میں اور زیادہ کیا کہ جب امام حسن ع کو مخالفت اپنے ہمراہیوں کا یقین ہو گیا تو صلح کی طرف مجبوراً مائل ہو گئے ۱۲ مترجم۔
[2] کذا فی شرح نہج البلاغت لابن ابی الحدید جلد ۳ ص۱۵ طبع مصر عن الباقر ع ۔ ۱۲ مترجم۔
[3] تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۶۲ و طبری جلد ۶ ص۹۵ میں خطبہ امام حسن ع میں زیادہ لکھا ہے کہ فرمایا اے لوگو! ہم تمہارے سردار ہیں اور مہمان ہیں اور ہم اہل بیت تمہارے نبی کے ہیں وہ جن سے اللہ تعالیٰ نے پلیدی کو دور کر کے پاک کر دیا ہوا ہے (بقیہ حاشیہ بر ص۹۰)

اکیس الکیس التقی واحمق الحمق الفجور و ان ھذا الامر الذی اختلفت انا ومعاویۃ فیہ ان کان لہ فھو احق منی بہ وان کان لی فقد ترکتہ لہ ارادۃ لاصلاح الامۃ و حقن دماء المسلمین ثم رجع الی المدینۃ واقام بھا فعوتب علی ذلک فقال (علیہ السلام) اخترت ثلاثا علی ثلاث الجماعۃ علی الفرقۃ وحقن الدماء علی سفکھا والعار علی النار من الھاویہ لمعاویہ ص۲۴۳ ۔

وفی الصواعق ص۸۱ فکان اصحابہ (ای الحسن) یقولون لہ یا عار المؤمنین فیقول العار خیر من النار وقال لہ رجل السلام علیک یا مذل المومنین فقال لست بمذل المومنین ولکنی کرھت ان اقتلکم علی الملک ثم ارتحل من الکوفۃ الی المدینۃ واقام بھا الخ وھکذا فی تاریخ الخلفاء ص۱۳۰

ولا یخفی ان صلح الحسن وخلعہ مما لابد منہ لہ لانہ کان اشد اضطرارا من ابیہ لما لم یبق معہ من عسکرہ رجل بل طعنہ رجل منہ وخالفہ اصحابہ ونھبوا متاعہ حتی بساطہ والمصلی و کانوا یقولون بافواھھم ما لیس فی قلوبھم فصالح معاویۃ بشروط ولم یف ھو بھا ولم یخف نقض عھدہ۔ علی ان المعجزۃ النبویۃ صدقت فی قولہ علیہ السلام

یصلح اللہ بہ بین فئتین من المسلمین۔ الحدیث۔

ھذا ما فیہ درایۃ لمن لہ ھدایۃ

دانائی تو پرہیزگاری ہے اور بڑی حماقت گناہگاری ہے اور ضرور یہ امارت جس میں معاویہ اور میرا اختلاف ہے اگر اس کا حق ہے تو وہی زیادہ حقدار ہے اور میرا حق ہے تو میں نے اسکو اصلاح امت اور خون مسلمین بچانے کے لئے ارادتاً چھوڑ دیا ہے پھر امام مدینہ کی طرف رجوع فرما کر وہاں ہی مقیم ہوئے اور جب لوگ زجر و عتاب کرنے لگے کہ کیوں صلح کی ہے تو فرمایا امام علیہ السلام نے میں نے تین امر کو تین سے پسند کیا ہے جماعت اسلام رکھنے کو تفرقہ باعث فساد پر اور خون بچانے کو خون بہانے پر اور عار و شرم کو نار دوزخ پر۔ کذا فی الھاویہ لمعاویہ ص۲۴۳ ۔

اور صواعق صفحہ ۸۱ میں ہے اصحاب امام حسن کے امام سے کہتے تھے اے باعث شرم مومنین کے تو آپ فرماتے تھے عار نار دوزخ سے اچھی ہے اور ایک شخص نے امام کے لئے کہا سلام ہو تجھ پر اے مومنین کے خوار کرنے والے تو فرمایا میں خوار کرنیوالا مومنین کا نہیں ہوں لیکن میں نے ملک کے لئے تمہارا قتل کرانا ناپسند سمجھا ہے پھر کوفہ سے مدینہ کی طرف کوچ کر گئے اور وہاں مقیم ہوئے اور اسی طرح ہے تاریخ الخلفاء ص۱۳۰ میں۔

اور مخفی و پوشیدہ نہیں کہ صلح امام حسن اور خلافت کا چھوڑ دینا ان کے لئے ایک ضروری امر تھا کیونکہ وہ اپنے باپ سے زیادہ لاچار و مجبور تھے اسواسطے کہ کوئی آدمی لشکر کا ان کے ساتھ با اخلاص نہ رہا بلکہ اپنے لشکر میں سے ایک آدمی نے ان کو خنجر لگا دی اور اصحاب امام کے سب مخالف ہو گئے تا اینکہ بستر و مصلی تک ان کا سامان بھی لوٹ لیا اور مونہہ سے وہ باتیں کرتے تھے جو ان کے دل میں نہ ہوتی تھیں صرف منافقانہ چالیں تھیں لہذا امام نے معاویہ سے کچھ شرطوں پر صلح کر لی جن پر معاویہ نے وفا نہ کی اور وعدہ خلافی سے نہ ڈرا علاوہ ازیں معجزہ نبویہ سے پیشگوئی سچی نکلی جو حدیث رسول اللہ میں ہے کہ حسن سے دو گروہ مسلمین کے اندر صلح ہو جائے گی الخ یہ وہ امر ہے جس میں ہدایت یافتہ شخص کے لئے فہم آجاتی ہے

(بقیہ حاشیہ ص۷۹) اور اس کلمہ کو مکرر سہ کرر فرمایا تاکہ کوئی آدمی مجلس میں نہ رہا جو روتا نہ ہو اور آہ و بکا اور چیخ کا آواز مسموع ہوا صواعق ص۱۳۶ میں بھی باسانید حسنہ الفاظ حدیث کامل و طبری کے نحن اھل بیت نبیکم الذین اذھب اللہ عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا موجود ہیں۔ البتہ صواعق میں انا من اھل بیت الذین الخ وارد ہے اور نیز صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص۸۵ و استیعاب جلد ص۳۸ و روضۃ الصفا جلد ۳ ص۸ وکامل و طبری وغیرہ میں الفاظ خطبہ امام حسن میں یہ بھی ہے کہ معاویہ کا غلبہ ہو جانا تمہارے لئے آزمائش ہے نہ ایں الخ

له یعنی چونکہ ایسی حالت میں کہ کوئی ظاہراً معاون آدمی میرے ساتھ نہیں جنگ ممنوع ہے اور منہی کو عمل میں لاؤں تو نار دوزخ کا خوف ہے اسلئے عار کی پروا نہیں کی گئی ۱۲ مترجم

ومن شاء مزید توضیح حاله وما له فلیرجع الی النصائح الکافیة والهادیة لمعاویه وماهیه معاویه فانها کافیة فی هذا الباب ولنکتف بما حررنا خوفاً للاطناب ولدینا مزید ؎

والآن نشرع فی نبذة بیان توابعه ولواحقه فی مروج الذهب للمسعودی ثم ارتقی لهم الامر فی طاعته (ای طاعة معاویة) الی ان جعلوا العن علیٍ سنة ینشأ علیه الصغیر ویشب علیه الکبیر ؎

الفصل الثانی

فی بیان انصار معاویة واعوانه

فمنهم مروان بن الحکم والی مدینة النبیؐ فانه کان والیا وحاکما علی المدینة من معاویة بن ابی سفیان - وفی الصواعق المحرقة ص۱۰۸ قال صلی الله علیه واله وسلم ان اهل بیتی سیلقون بعدی من امتی قتلا وتشریدا وان اشد قومنا لنا بغضا بنو امیة وبنو المغیرة وبنو مخزوم صححه الحاکم لکن فیه اسماعیل والجمهور علی انه ضعیف لسوء حفظه وممن وثقه البخاری فقد نقل الترمذی عنه انه ثقة ومقارب الحدیث ومن اشد الناس بغضاً لاهل البیت مروان بن الحکم وکان هذا هو سر الحدیث الذی صححه الحاکم ان عبد الرحمن بن عوف قال کان لا یولد لاحد مولود الا اتی به النبی صلعم فیدعو له فادخل علیه مروان بن الحکم فقال هذا الوزغ ابن الوزغ الملعون ابن الملعون وروی بعلة بیسیر عن

اور جو زیادہ وضاحت مقصود حال کی چاہتا ہے اسکو چاہئے کہ کتب نصائح کافیہ اور ہادیہ لمعاویہ وماہیہ معاویہ کی طرف رجوع کرے کیونکہ وہ اس باب میں کافی ہیں۔ اور ہم تو بخوف طوالت اپنی اتنی تحریر پر اکتفا کرتے ہیں اگرچہ اور بہت کچھ ذخیرہ اس مضمون کا ہمارے پاس ہے ؎

اب ہم اس مضمون کے توابع ولواحق کو شروع کرتے ہیں۔ مروج الذہب مؤلفہ علامہ مسعودی میں ہے پھر جماعت معاویہ میں لوگوں کا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ علی علیہ السلام پر لعنت کرنا انہوں نے ایسی سنت مقرر کر دی جس پر چھوٹے جوان ہوئے اور بڑے بوڑھے ہوئے (یعنی زمانہ طویل تک کرتے رہے) ؎

فصل دویم

در بیان مددگاران معاویہ

پس ان میں سے ایک مروان بن حکم ہے جو مدینہ پر منجانب معاویہ بن ابی سفیان حاکم و دیر مقرر تھا۔

اور صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۸ میں ہے فرمایا نبی ص نے تحقیق میرے اہل بیت قریب ہے کہ میرے بعد میری امت سے قتل اور پریشانی وتشویش کی تکالیف اوٹھاوینگے اور بہت سخت قوم ہمارے برخلاف دشمنی کرنے والی بنو امیہ اور بنو مغیرہ وبنو مخزوم ہیں صحیح کہا اس حدیث کو حاکم نے لیکن اس میں اسماعیل راوی ہے اور جمہور نے اسکو ضعیف کہا بسبب ضعف حافظہ کے لیکن بخاری نے اسکو ثقہ کہا ہے۔ چنانچہ ترمذی نے اس سے روایت کیا ہے کہ وہ ثقہ اور اچھی حدیث بیان کرنے والا ہے۔ جاننا چاہئے کہ سخت بغض رکھنے والا اہل بیت سے مروان بن حکم ہے اور یہی راز ہے اوس حدیث کا جس کو حاکم نے صحیح کہا ہے یہ کہ عبد الرحمن بن عوف نے کہا کوئی لڑکا نہیں پیدا ہوتا تھا مگر وہ نبی ص کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا اور دعا فرماتے تھے اس کے لئے لیکن جب مروان بن حکم کو لایا گیا تو فرمایا گرگٹ[1] پسر گرگٹ ہی ملعون پسر ملعون کا ہے اور اسکے بعد ہی روایت ہے محمد بن زیاد سے

[1] ایک جانور مکروہ شکل کی مثال فرمائی ہے ۱۲ مترجم۔

قال لما بایع معاویۃ لابنہ یزید قال مروان سنۃ ابی بکر و عمر فقال عبد الرحمٰن بن ابی بکر سنۃ[1] ھرقل و قیصر فقال لہ مروان انت الذی انزل اللہ فیک والذی قال لوالدیہ اف لکما فبلغ ذٰلک عائشۃ فقالت کذب واللہ ما ھو بہ ولکن رسول اللہ ص لعن ابا مروان[2] و مروان فی صلبہ ثم روی عن عمرو بن مرۃ الجھنی وکانت لہ صحبۃ ان الحکم بن العاص استاذن علٰے رسول اللہ ص فعرف صوتہ فقال ائذنوا لہ علیہ لعنۃ اللہ و علی من یخرج من صلبہ الا المؤمن منھم[3] وقلیل ماھم یترفھون فی الدنیا ویضیعون فی الاخرۃ ذوو مکر و خدیعۃ یعطون فی الدنیا وما لھم فی الاخرۃ من خلاق کذا ذکر ذٰلک کلہ الدمیری فی حیٰوۃ الحیوان۔ انتھٰی

واعلم اللہ قد ثبت ان جنازۃ الحسن[4] رمیت بالحجارۃ وغیرھا ومنع من الدفن

کہ کہا اس نے جب معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت کرائی تو مروان نے کہا یہ سنت ہے ابی بکر اور عمر کی عبد الرحمٰن پسر ابی بکر نے کہا نہیں یہ سنت تو ہرقل و قیصر بادشاہان کی ہے پس اسکو مروان نے کہا تو تو وہ ہے کہ تیرے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اوتاری ہے۔ اور جس نے ماں باپ کے لئے اُف کلمہ بے ادبی کا کہا۔ الخ تو بی بی عائشہ صاحبہ نے یہ سُنکر کہا کہ مروان جھوٹھ بولتا ہے واللہ آیت اسکے حق میں نہیں اُتری لیکن رسول اللہ ص نے مروان کے باپ کو لعنت کی تھی اور مروان اس کی پشت میں تھا پھر روایت کی عمرو بن مرۃ الجہنی سے اور اسکو صحبت رسول ص کی حاصل تھی کہ حکم بن عاص نے رسول اللہ ص کے پاس اذن حاضری کا طلب کیا تو فرمایا حضرت ص نے اذن دیدو اسکے لئے لعنت ہو اللہ کی اسپر اور نیز اسپر جو اس کی پشت سے پیدا ہوگا سوائے مومنین کے مگر وہ بہت ہی تھوڑے ہونگے جو دنیا کی نعمتوں پر خوش حال ہونگے اور آخرت کو ضائع کردینگے بڑے مکار اور دغاباز ہونگے دنیا میں ضرور حصہ لینگے مگر آخرت میں اونکا کوئی حصہ نہیں ہوگا اسی طرح اس سارے مضمون کو علامہ دمیری نے حیٰوۃ الحیوان میں لکھا ہے۔ ختم ہوئی عبارت صواعق کی۔

جاننا چاہئے کہ تحقیق ثابت ہوا ہے کہ جنازہ امام حسن ع کی پتھروں وغیرہ کے مارنے سے بیحرمتی کی گئی اور روضہ نبوی میں دفن کرنے

[1] اصابہ ابن حجر ترجمہ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ جلد ۴ صفحہ ۱۶۸ میں اسی طرح مذکور ہے اور بعد اسکے عبد العزیز زہری سے روایت کیا کہ معاویہ نے عبد الرحمٰن بن ابی بکر کی طرف بعد دعوت بیعت یزید کے ایک لاکھ روپیہ بھیجا مگر عبد الرحمٰن نے واپس کردیا اور کہا کہ میں اپنے دین کو دنیا کے عوض میں فروخت نہیں کرتا ہوں ۱۲ مترجم

[2] کذا فی الاستیعاب علی الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۱۸ ۔ ۱۲ مترجم

[3] یعنے حکم کی اولاد سب پر لعنت ہے وہ دنیا پرست آخرت سے لاپرواہ ہونگے سوائے مومنین کے جو قلیل ہوں گے یعنی اسکی اولاد سے مومنین جن کو لعنت سے خارج کیا گیا ہے بہت کم ہی پیدا ہونگے ۱۲ مترجم

شیخین کا روضہ رسولؐ میں دفن ہونا اور اسپر سوال وجواب

[4] یہ واقعہ جنازہ امام حسن ع کا اور ان کی نعش اطہر سے امت کا سلوک ایسا عبرت خیز اور درد انگیز ہے جس کو سننے سے بدن کا رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ اُمت نے فرمان رسول خدا ص کی کچھ پروانہ کی بلکہ سخت مقابلہ اور مخالفت کرکے رسول اللہ صلعم کو لحد میں بے چین کیا۔ کہاں وہ دن جب اسی مدینہ طیبہ میں امام موصوف کو دوش نبوی کی سواری حاصل تھی اور کہاں یہ حالت جبکہ جام شہادت پی چکے ہیں کسی کو ان کی ذات بابرکات سے (بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

کسی اذیت کا وہم وگمان بھی نہیں اور باوجود اسکے مسلمانوں نے بے قصور نعش اطہر کو نشانہ تیروں اور پتھروں کا بنایا۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ تو اس کی وجہ بجز اسکے کوئی نہ تھی کہ روضۂ نبوی سلطنت کے قبضہ میں تھا اور بادشاہ وقت جس کو روضہ کے اندر جانے کی اجازت دیتا وہ جا سکتا تھا دوسرے کی مجال نہ تھی اسلئے جب امام حسین ع حسب وصیت اپنے بھائی کے ان کی نعش مبارک کو بغرض دفن قریب روضہ کے لائے تو مخالفین آل رسول ص جن کا مقصد اعلیٰ ہمیشہ اور ہر طرح سے تحقیر وتذلیل اہل بیت ع اور لوگوں کے دلوں سے محبت وعزت عترت پاک کا مٹانا تھا مقابلہ بلکہ مقاتلہ پر آمادہ ہوگئے اور اس قدر توہین کی جو درج کتاب ہو چکی ہے۔

اب چونکہ یہ واقعہ پیش نظر رکھتے ہوئے ایک اعتراض کا جواب منکشف ہو جاتا ہے لہٰذا ہم صورت اسی اعتراض اور اسکے جواب کی ناظرین کی دلچسپی وتبصرہ کے لئے بہ تفصیل لکھدیتے ہیں۔ صورت اعتراض محبان ثلاثہ کی بر خلاف محبان اہل بیت ع کے یہ ہے کہتے ہیں کہ شیعان علی شیخین سے محبت نہیں رکھتے بلکہ بعض شیعہ تو واقعات آل محمد ص پڑھکر ایسے بے تاب ہو جاتے ہیں کہ ثلاثہ کو کامل الایمان نہیں جانتے بلکہ کہتے ہیں کہ ان کے برتاؤ سے جو انہوں نے آل محمد ص سے رکھا آثار نفاق کے پائے جاتے ہیں حالانکہ حضرات ثلاثہ رسول کریم ص کے حضور میں تا حیات حاضر رہے اور نبی ص نے ان کو نہ نکالا اور نہ قتل کیا بلکہ بعد وفات کے بھی شیخین کو اپنے ہمراہ روضہ میں دفن کرالیا۔ اس قدر اُنس کے ہوتے ہوئے ان کے برخلاف کب شبہ ناراضگی رسول ص کا یا ان کے نفاق کا باقی رہ سکتا ہے۔ کیونکہ آیت لئن لم ینتہ المنافقون الآیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی منافق قرب وجوار سید الابرار میں نہیں رہا تھا۔ صورت جواب کی منجانب شیعہ کے یہ ہے (اگرچہ منافق کا لفظ مترجم ثلاثہ کے حق میں استعمال نہیں کرتا مگر سوال کی کمزوری جتلانے کے لئے بفرض محال کے طریق پر جواب دیا جاتا ہے پس سُنّی صاحبان کو بھی پڑھنے سے گھبرانا نہیں چاہیئے) کہ استدلال سنیوں کا ثلاثہ کے تا حین حیات حضور کی خدمت اقدس میں رہنے اور نبی پاک کے ان کو نہ نکالنے اور نہ قتل کرنے سے اسلئے بے جا ہے کہ احادیث وروایات مندرجہ کتاب ہذا سے جو دربیان نفاق بعض صحابہ کے لکھی گئی ہیں ثابت ہو چکا ہے کہ صحابہ میں منافقین بھی شامل تھے اور نبی ص نے سوائے ظاہر ایذا رساں حکم بن ابی العاص وغیرہ کے کسی کو نہ نکالا اور نہ ہی قتل کرایا۔ اور ثلاثہ علانیہ ایذا رساں طبقہ میں نہ تھے بلکہ انکی خفیہ سازشیں اور پولیٹیکل چالیں تھیں جن کا نتیجہ بعد وفات سرور کائنات کے ظاہر ہوا۔ اور زیادہ قابل ملامت افعال بھی بعد میں ان کے ظہور پذیر ہوئے تو ان کے جلاوطن یا قتل کا حکم صادر کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی کیونکہ حکم رسول ص کا یہ تھا کہ جو توحید ورسالت وغیرہ ضروریات دین کا ظاہراً قائل ہو اس کا خون ومال محفوظ ہو جاتا ہے اور جب ایسے اشخاص کی نسبت کوئی نفاق کی علامات ظاہر ہوتیں اور کوئی کہدیتا تھا کہ یا حضرت ص اسکو قتل کیجئے تو فرماتے تھے ایسے لوگوں کو قتل کرنا مناسب نہیں کیونکہ میں اسبات کو ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ کہیں گے تحقیق محمد ص تو اپنے اصحاب کو قتل کر دیتا ہے۔ پس اس کے قریب ہی نہ جانا چاہیئے اور اس طرح ترقی مسلمانان کی بند ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ دیکھو بخاری مع فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۳۰۸ یتحدث الناس ان محمدا یقتل اصحابہ اور اس کی تفصیل کتاب ہذا میں آخر فصل نصوص خلافت علی ع میں موجود ہے ملاحظہ فرمایئے اور اسی کی مؤید ہے آیت ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک یعنی اگر تو ترش رو اور سخت دل ہوتا تو تیرے گرد کوئی نہ ٹھیرتا سب دور ہو جاتے۔ اور آیت جاھد الکفار والمنافقین کی تفسیر میں شیعہ وسنی سب نے بالاتفاق لکھا ہے کہ کفار سے جہاد بالسیف اور منافقین سے جہاد باللسان مراد ہے یعنی دلائل اور حجج ساطعہ سے مجاہدہ کرنا اور بکرات مرات تعلیم وتفہیم سے سرزنش کرنی مقصود ہے اور واغلظ علیھم سے بھی مراد وقتاً فوقتاً زجر وتوبیخ علانیہ یا اشارات کے ذریعہ سے تخجالت دینا مقصود ہے۔ ورنہ عمر بھر میں رسول اللہ ص کا اس آیت پر نعوذ باللہ عمل نہ کرنا لازم آتا ہے کیونکہ کوئی جنگ منافقین سے نہیں فرمایا اور نہ قتل عام یا جلا وطنی کا حکم صادر فرمایا حالانکہ آخر حیات سرور کائنات تک منافقین کا طبقہ موجود ہونا جملہ آیات واحادیث وتواریخ سے پایا جاتا ہے۔ اور ایسی تعلیم وتفہیم وتوبیخ ثلاثہ کو بھی ہوتی رہی ہے جو کسی قدر اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہو جاتی ہے اور بوقت ضرورت کافی ذخیرہ جمع کیا جا سکتا ہے۔

اور روضہ نبوی میں دفن کرنے سے اسواسطے استدلال غلط ہے کہ اسکے واسطے نبی ص کی وصیت ہوتی (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

یا وارث علم نبوت آل محمدؐ کا حکم ہوتا تو ضرور یہ امر باعث فضیلت اور فخر یا ثواب کا شمار کیا جاتا مگر اس کا ذرہ بھر ثبوت نہیں ملتا تو فقط تسلط سلطنت اور غلبہ حکمرانی ہی اسکا سبب تھا کہ جیسا حین حیات میں عوام کو ظاہر قرب مجلس نبوی سے محبوبیت کا دھوکھا لگ رہا ہے بعد وفات بھی وہی سکہ رائج رہے اور صورت قرب مدفن سے افعال قابل ملامت پر ہمیشہ کے واسطے حجاب حاجز پیدا ہو جائے اور لوگ یہ خیال کریں کہ ان کی سرگذشت خواہ کیسی ہی گذری مگر قرب نبوی سے ضرور نجات یافتہ ہو گئے ہونگے جو واقعی ان کی حیلہ سازی ظاہر بین اشخاص کے اعتقاد پر کارگر ہو گئی۔

سلطنت خلیفہ اوّل کے اختتام پر ان کے جانشین انہی کے بنائے ہوئے خلیفہ تھے اور بی بی عائشہ صاحبہ بہ ظاہر مجاورہ روضہ ان کی دختر تھیں اس آرزو کے پورا ہونے میں کوئی روکاوٹ ان کو پیش آنے کا اندیشہ نہ تھا اور خلیفہ دوم کی وفات پر بنی امیہ کے عروج کی جڑ چونکہ اسی خلیفہ صاحب کی برکت سے مضبوط ہو چکی تھی کہ آپنے جلیل القدر صحابیوں کو معزول کر کے معاویہ وغیرہ جیسے اشخاص کو امیر مقرر کر کے ان کا اقتدار پیدا کر دیا تھا۔ پھر چھ افراد کے اندر خلافت کو دائر کر کے ایک ایسا مضبوط پیچ لگا دیا تھا جس سے امیر عثمان ہی خلیفہ مقرر ہوں اور جناب علیؑ محروم رہ جائیں تو ایسے ان کے ممنون و مرہون احسان حضرات کی کوشش خلیفہ ثانی کے لئے کافی تھی کہ آپکی آرزو مثل خلیفہ اوّل کے پوری ہو گئی۔ اور بی بی عائشہ صاحبہ کی خدمت گذاری بھی خلیفہ ثانی نے خلیفہ اوّل سے کچھ کم نہ کی تھی بلکہ ترقی دی تھی اور ویسے وہ جانتی تھیں کہ ان کے باپ ابی بکر صاحب اور خلیفہ ثانی میں اتحاد و یگانگت بمصداق یک روح دو قالب کے تھا وہ بھی مانع نہ ہوئیں۔

پھر امیر عثمان مقتول ہوئے تو چونکہ مخالفین و معترضین مہاجرین و انصار وغیرہ کا جم غفیر تھا تو ان کی نعش کو روضہ نبوی میں کیا مسلمانوں کے قبرستان میں بھی کسی نے دفن نہ ہونے دیا ورنہ شیخین سے بڑھکر یہ تو محبوب رسول خدام ہوتے تو بجا تھے کیونکہ بقول سنیان دو دختران محمد رسول اللہ ص کے ذریعہ شرف و سعادت دامادی پیغمبر علاوہ فضائل شیخین کے رکھتے تھے۔ تو اگر رسول خدا م کی کشش محبت شیخین کو کھینچکر روضہ کے اندر لے گئی ہے۔ تو امیر عثمان کو بطریق اولے موقعہ دیا جاتا۔ مگر لوگ برخلاف ہو گئے تو جگہ نہ ملی۔ معلوم ہوا کہ اندر دفن ہونے کے لئے خارجی اسباب و تعلقات کی ضرورت تھی نہ باطنی انجذاب کی۔

اور اسی طرح نعش مطہر امام حسن ع کے لئے جب امیر مدینہ بمع اپنے لشکر کے بلکہ بی بی صاحبہ موصوفہ بھی مانع ہوئے تو روضہ کے گرد و نواح سے بھی نعش پاک کو بکمال بے رحمی و بے دردی کے دور کر دیا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ غور کا مقام ہے کہ رسول الثقلین کو اپنے لخت جگر سید شباب اہل الجنۃ منصوص مطہر و معصوم کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہ تھا کہ ان کو روضہ میں جگہ دیتے اور طاقت نبوت کو صرف فرما کر مانعین کو عاجز کر دیتے ورنہ کم از کم روضہ مبارک کے سامنے اس قدر ظلم نہ ہونے دیتے کہ نعش اطہر پر پتھروں یا تیروں کی برسات ہونے پائے۔ مگر حضرت ص نے اسپر توجہ مبذول نہ فرمائی تو معلوم ہوا کہ روضہ نبوی میں کسی کو دفن کرنے یا کسی خود بخود گھسے ہوئے کو اس سے نکالنے میں نبی ص نے اپنی قوت نبوۃ کو خرچ نہیں فرمایا اور نہ کسی فعل شنیع خلاف مرضی رسول ص کو بزور معجزہ کے روکا بلکہ مطابق لست علیھم بوکیل و لست علیہم بمصیطر کے صرف تبلیغ احکام شریعت فرمائی نہ کہ یہ ذمہ داری اٹھائی کہ زبردستی سے لوگوں کو اعمال صالحہ پر لگائے رکھیں۔ تو جب نبی ص کرات و مرات تبلیغ فرما چکے تھے کہ ثقلین کی پیروی کرنا اور ان کی محبت کو فرض اعلیٰ سمجھنا اور ان کے مراتب و مدارج عالیہ کا لحاظ رکھنا اور قیامت میں تم سے اسبارہ میں باز پرس ہوگی پس ما بعد ازیں تو صرف آزمائش باقی تھی کہ امت کے لوگ کس طرح تعمیل حکم کرتے ہیں۔ خدا اور رسولؐ اس کا حلیم ہے نافرمان بندوں کی نافرمانی پر فوری سزا نہیں دیتا بلکہ وقت مقرر تک مہلت دیجاتی ہے ورنہ جو تکالیف مکہ میں رسول خدام کو مشرکین سے پہنچی تھیں یا احد کے جنگ میں حضور کو جو صدمہ پہنچا تھا اسوقت مخالفین سب ہلاک کئے جاتے۔ بلکہ خدا پاک پہلے سے قادر تھا کہ کفار کو پیدا ہی نہ کرتا کہ اسکے محبوبین انبیاء کو تکالیف نہ ہوتیں یا شیطان کو ہی پیدا نہ کرتا اور پیدا کیا تھا تو اسکو ظاہر دکھا دیتا کہ لوگ اسکے شر سے محفوظ ہوتے اور اسکے دام تزویر میں نہ آتے۔ مگر نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ خدا تمہیں آزماتا ہے کہ کون تم میں سے اچھے عمل کرتا ہے۔ تو جب آزمائش مطلوب ہے یہ سب نمونہ جات آزمائش کے ہیں کہ پیشوا خلائق ہمیشہ بادشاہ وقت نہ ہوں بلکہ ظاہری حالت ان کی (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

دنیاوی عروج سے گری ہوئی اور مخالفین کی رونق دلفریب ہو پھر مومنین با اخلاص ظاہری حالات سے دھوکہ نہ کھائیں اور حقیقت حال پر غور کرکے اپنے ائمہ ہدیٰ کی اقتداء نہ چھوڑیں تو تب مستحق ثواب و دخول جنت کے ہو سکتے ہیں۔

نیز غور کیجئے کہ جیسے روضہ نبوی میں بلا اذن و رضائے رسول اللہ صلعم کے شیخین کو داخل کیا گیا ہے اور ابن الرسول کو روضہ سے روک دیا گیا مگر رسول صلعم نے حلم سے برداشت فرمایا اسی طرح بیت اللہ کعبہ مشرفہ لطیفہ میں برخلاف مرضی خدا تعالےٰ کے بتوں کو شریک خدا تصور کرکے داخل کیا گیا اور بت پرستی ہوتی رہی مگر خدا تعالےٰ قہار و جبار نے کوئی انسداد نہ فرمایا بلکہ عرصہ دراز تک حلم کی نظر سے دیکھا جب وقت آیا تو نبی اور علی کے ہاتھ سے کعبہ کو صاف کرا دیا اسی طرح شیعہ کے نزدیک جب وقت آیا تو روضہ نبوی کو صاف کیا جاویگا۔ اور اگر ایسے داخل ہونے سے شرف حاصل ہو جاتا ہے تو خدا کے گھر سے جو شرف بتوں کو حاصل ہوا وہی شیخین کو رسول صلعم کے گھر سے حاصل ہوگا۔ علاوہ براں اس دخول روضہ میں ایک طرح صدور جبر و ظلم لازم آتا ہے کہ جیسا اہل بیت رسول صلعم کے مراتب امامت وغیرہ پر شیخین نے قدم رکھا اور ان کو اپنا تحت بناکر رعایا کی مد میں مجبور کر رکھا علیٰ ہذا القیاس اصل وارثان روضہ کی جگہ روضہ میں خود لے لی اور عہد سے ہی ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ آل رسول صلعم کو روضہ کے قریب بھی کسی نے نہ آنے دیا یہی معنے ظلم کا ہے وضع الشئی علےٰ غیر محلہ یعنی کسی شئے کو اپنے محل و مرتبہ پر نہ رکھنا۔

نیز بلا اذن نبی صلعم کے بیت النبیؐ میں داخل ہونا بہ آیت لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم کے ممنوع ہے پس نبی صلعم کا اذن دینا اس معاملہ میں بالاتفاق ثابت نہیں اور بی بی عائشہ صاحبہ کا اذن دینا صحیح نہیں کیونکہ بیوت النبی صلعم مشترک تھے کسی تقسیم کے ذریعہ مقام روضہ کا واحد ملکیت بی بی صاحبہ کا نہ تھا بلکہ بعد وفات نبی صلعم کے سب ازواج مستحق سکونتی جگہ لینے کی تھیں نہ کہ جس طرح چاہیں تصرف کریں یا جس کو چاہیں اپنے رشتہ داران یا تعلقداران سے اسکو دیدیں تو روضہ کی جگہ بلا تقسیم میں ازواج ہی حصہ دار ہوں تو بی بی صاحبہ کا نواں حصہ تھا انہوں نے کس طرح واحد ملکیت تصور کرکے مستقل مقام بناکر غیروں کے حوالہ کر دیا۔

اور آیت لئن لم ینتہ المنافقون الآیہ کا معنے جو معترضین نے سمجھا ہے وہ غلط ہے درحقیقت اس آیت میں چند گروہ شریر منافقین کی زجر و توبیخ منظور تھی جو رسول اور مومنین کو ایذائیں پہنچاتے تھے جب یہ آیت اتری تو وہ ان شرارتوں سے باز آگئے اور اس سزائے مشروط سے بچ گئے جو بصورت باز نہ آنے کے ان کو ملنی تھی۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ آیت مذکورہ سورہ احزاب پارہ ۲۲ میں اس طرح ہے۔ لئن لم ینتہ المنافقون والذین فی قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم ثم لا یجاورونک فیھا الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا و قتلوا تقتیلا۔ ترجمہ۔ منافق اور وہ لوگ جن کی نیتیں بد ہیں اور جو لوگ مدینے میں جھوٹی جھوٹی افواہیں پھیلایا کرتے ہیں اگر اپنی حرکات سے باز نہ آئینگے تو اے پیغمبر ہم تم ہی کو ایک نہ ایک دن ان پر اکسا دینگے پھر یہ لوگ مدینے میں تمہارے پڑوس میں ٹھیرنے پائینگے نہیں مگر چند دن عارضی طور پر پھر ان کا یہ حال ہوگا کہ ہر طرف سے پھٹکارے ہوئے جہاں ملے پکڑا اور مار کے ٹکڑے اڑا دیئے (ترجمہ نذیر احمد)۔ (اسی کا حاشیہ نمبر ۲ یہ ہے) جھوٹی افواہیں پھیلانے کی نسبت مفسرین نے لکھا ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جب مسلمانوں کا کوئی لشکر یا فوج کا دستہ جہاد کے لئے جاتا تو کچھ لوگ مدینے میں بری افواہیں پھیلاتے پھرتے کہ مسلمان ہارے اور بھاگے اور مارے گئے ان افواہوں کی وجہ سے مجاہدین کے عزیزوں اور رشتہ داروں میں تشویش ہوتی تھی۔ اور یہ آیت انہی افواہ بد پھیلانے والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ مگر اگلی پچھلی آیتوں کی مناسبت سے ہمارا ذہن اس طرف منتقل ہوا تھا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے افک کی طرف اشارہ ہو تو عجب نہیں جس کا بیان مفصل سورہ نور میں گذر چکا۔ ۱۲۔

مولوی نذیر احمد کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ آیت ان منافقین کے حق میں اتری ہے جو جھوٹی افواہیں اڑاتے تھے جن میں قاذفین بی بی عائشہ بھی شمار ہو سکتے ہیں اور بعض دیگر مفسرین کے نزدیک ان کے حق میں اتری ہے جو نبی صلعم اور مومنین کی ازواج سے بوقت خروج قضائے حاجت کے چھیڑ چھاڑ کرتے تھے اور اسی سبب سے رسول خدا و مومنین کو ایذا پہنچاتے تھے۔ جس پر دو قسم کا حکم پروردگار عالم نے صادر فرمایا ایک تو نبی اور (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ)

مومنین کے لئے کہ تم اپنی عورتوں کو حکم دو کہ با احتیاط چادروں کو اوڑھ کر پردہ کر لیا کریں تاکہ شناخت ہو سکیں اور نہ اون کو منافقین ایذا پہونچا سکیں۔ اور پھر منافقین کو تنبیہ فرمائی کہ اگر ان شرارتوں سے باز نہ آویں تو اے نبی ہم تمہیں کو ان پر مسلط کر کے حکم دینگے کہ ان کو قتل کیا جائے یا جلا وطن کیا جائے اور ذلیل و خوار کر دیئے جائینگے۔ لیکن بصورت اذا فات الشرط فات المشروط کے جب منافقین ان شرارتوں سے باز آ گئے تو اس سزائے مشروط کی نوبت نہ پہنچی۔ اس آیت سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ اس آیت کے بعد کوئی منافق حضرت کے پاس مدینہ میں نہ رہا ہو بلکہ سورۃ توبہ جو سورت فاضحہ کے نام سے بھی موسوم ہے اور آخر سور قرآن سے نزول میں بیان کی جاتی ہے بے شمار آیات پر مشتمل ہے جن میں منافقین اسوقت کے پوشیدہ حالات و انتظامات اور ان کی حیلہ سازیاں و چالبازیاں مذکور ہیں یہ ساری سورۃ پڑھنے سے بخوبی واضح ہو سکتا ہے جو آیت مبحوث فیہا کے بعد اتری ہے۔ منجملہ ان کے اسجگہ چند آیات سورہ مذکورہ سے نمونہ کی لکھدیجاتی ہیں۔ ایک یہ کہ فرمایا حق تعالیٰ نے ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم سنعذبھم مرتین۔ یعنی اور خود مدینے کے رہنے والوں میں بھی جو نفاق پر اڑے بیٹھے ہیں اے پیغمبر تم ان کو نہیں جانتے ہم ان کو خوب جانتے ہیں سو ابھی تو ہم دنیا میں ان کو دوہری مار دینگے (ترجمہ نذیر احمد) (اسی کا حاشیہ ہے) دوہری مار سے شاید یہ مراد ہو کہ پہلے مسلمانوں کی نظر میں بے اعتبار ٹھیرے پھر در پردہ کافروں کا ساتھ دیا اور وہ مغلوب ہوئے۔ ازیں سو رانده و زاں سو درمانده ۔

دوسری آیت ویحلفون باللہ انھم لمنکم وما ھم منکم۔ یعنی اور مسلمانو! یہ منافق تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ بھی تم ہی میں کے ہیں حالانکہ وہ تم میں کے نہیں ہیں۔ تیسری آیت یحلفون باللہ ما قالوا یعنی یہ منافق اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے تو یہ بیجا بات نہیں کی ولقد قالوا کلمۃ الکفر۔ حالانکہ ضرور انہوں نے کفر کا کلمہ کہا الخ وھموا بما لم ینالوا کے حاشیہ میں مولوی نذیر احمد لکھتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے منافقوں کی بہت سی شرارتوں کا ذکر کیا ہے الخ۔ آخر آیت میں فرمایا فان یتوبوا یک خیرا لھم وان یتولوا یعذبھم اللہ عذابا الیما فی الدنیا والاخرۃ یعنی سو یہ لوگ اگر اب بھی توبہ کریں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا اور اگر نہ مانیں تو اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں بڑا دردناک عذاب دیگا (ترجمہ نذیر احمد)۔

اس سورت کی ان آیات و دیگر ہمچو قسم کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر تک منافقین سے بعض لوگ نفاق پر قائم رہے اور توبہ کے لئے تعلیم ہوتی رہی اور اگرچہ ظاہر شرارتوں سے باز آ گئے یا ان خاص قسم کی شرارتوں یعنی عورتوں سے چھیڑ چھاڑ اور جھوٹی افواہیں اڑانے سے بخوف سزائے سخت کے باز آ گئے مگر خفیہ شرارتوں سے آخر تک باز نہ آئے اور اس آیت میں باز نہ آنے پر عذاب دنیا و آخرت سے ڈرایا گیا ہے عذاب دنیا سے ویسا ہی مراد ہے جو نذیر احمد صاحب نے سنعذبھم مرتین میں بیان کیا ہے یعنی مسلمانوں میں غیر معتبر مشہور ہونا اور وقتاً فوقتاً شرمندگی حاصل ہونا اور اسلام کے بالکل مٹانے کی تجاویز میں ناکامیاب ہو کر حیران و پریشان رہنا۔ پس بعد آیت لئن لم ینتہ المنافقون کے مخصوصہ شرارتوں سے وہ باز آ گئے مگر ایسے منافق باقی رہے جن سے بعض تو اس قدر پوشیدہ تھے کہ نبی ؐ بھی ان کو بظاہر مومن خیال فرماتے تھے نہ منافق جیسا کہ لا تعلمھم نحن نعلمھم سے ظاہر ہے تو وہ سزائے مشروط کے مستحق نہ تھے اور نہ کسی پر نافذ کی گئی۔ علاوہ تفاسیر اہل جماعت کے قرینہ و ریسیاق آیات قرآنی کو پیش کیا جاتا ہے جس سے مغالطہ نہ رہیگا کہ آیت مبحوث فیہا میں یہ مقصود نہیں کہ کوئی منافق نہ رہے ورنہ نکال دیا جاویگا بلکہ ایذا دہندگان کو تنبیہ ہے کہ اگر ایذا دہی سے باز نہ آویں تو یہ سزا ہوگی دیگر مقامات قرآنیہ میں بھی جہاں لئن لم تنتہ وارد ہوا ہے وہاں منتہی عنہ کا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً دیکھیے پارہ انیسواں نوح ؑ نے فرمایا ان انا الا نذیر مبین ہم تم لوگوں کو عذاب سے ڈرانے والے ہیں اور بس یعنی توحید و رسالت و قیامت کو نہ مانوگے تو تم عذاب میں گرفتار ہوگے قالوا لئن لم تنتہ یا نوح لتکونن من المرجومین۔ کہ اگر تو اے نوح اس گفتگو سے باز نہ آیا تو تمکو سنگسار کر دیا جاویگا۔ اور لوط ؑ نے فرمایا اتاتون الذکران من العٰلمین کیا تم مردوں کے پاس ناجائز طریق سے جاتے ہو؟ یہ ایسا گناہ ہے کہ تم سے پہلے کسی نے نہ کیا تھا وغیرہ قالوا لئن لم تنتہ یا لوط لتکونن من المخرجین۔ پ ۱۹۔ یعنی اے لوط اس کلام سے تو اگر نہ باز آیا تو تمکو جلا وطن کر دیا جائیگا۔ اور پ ۱۶ میں

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ)

ابراہیم علیہ السلام نے جب فرمایا یا ابت لا تعبد الشیطن - یا ابت انی اخاف ان یمسک عذاب من الرحمن - اے ابا جان شیطان کے کہنے میں آکر بتوں کو نہ پوجئے - ابا جان مجھکو اس بات سے ڈر لگتا ہے کہیں ایسا نہ ہو خدائے رحمن کی طرف سے آپ کو کوئی عذاب آ چمٹے - تو قال اراغب عن الہتی یا ابراھیم لئن لم تنتہ لارجمنک - ابراہیم کے باپ نے کہا کہ ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے اگر تو ایسی باتوں سے باز نہیں آئیگا تو ضرور میں تجھکو سنگسار کر دونگا (ترجمہ نذیر احمد) - اور پ۶ میں قول کفار ان اللہ ثالث ثلثۃ کے بعد فرمایا وان لم ینتھوا عما یقولون لیمسن الذین کفروا منھم عذاب الیم - یعنی اگر اس قول سے باز نہ آئے جو مذکور ہو چکا ہے تو ان کو عذاب دردناک پہونچیگا -

تو آیت مبحوث عنہا سے پہلے ہی کوئی منتہا عنہ ضرور مذکور ہے اور وہ صاف ثابت ہے کہ ایذا نبی م و ایذا مومنین جو عورتوں کے ذریعہ اور جھوٹی افواہوں اور تہمت لگانے کے ذریعہ منافقین سے پہونچتی تھی اس سے اگر باز نہ آئے تو یہ سزا ملے گی - اس آیت مبحوث فیہا کے ماقبل کو بمعہ ترجمہ نقل کر دیا جاتا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو - ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا ۵ والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا ۵ یا ایھا النبی قل لازواجک وبنتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلک ادنی ان یعرفن فلا یؤذین وکان اللہ غفورا رحیما ۵ لئن لم ینتہ المنافقون الخ الآیۃ (ترجمہ نذیر احمد) جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو کسی طرح کی ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت دونوں میں خدا کی پھٹکار ہے اور خدا نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بے اس کے کہ انہوں نے قصور کیا ہو ناحق کی تہمت لگا کر ایذا دیتے ہیں تو وہ جھوٹ طوفان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر لیتے ہیں اے پیغمبر اپنی بیبیوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہدو کہ اپنی چادروں کے گھونگٹ نکال لیا کریں اس سے غالبا یہ الگ پہچان پڑینگی کہ نیک بخت ہیں اور کوئی چھیڑیگا نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے - منافق اور وہ لوگ جن کی نیتیں بد ہیں - آخر آیت تک بمعہ ترجمہ پہلے لکھی گئی ہے - اسکا ثبوت کہ سورۃ براءۃ یعنی توبہ سورۃ فاضحہ کے نام سے موسوم اور احزاب کے بعد بلکہ سب سور سے پیچھے اتری ہے یہ ہے - تفسیر اتقان مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۲۷ میں بروایت بخاری ومسلم کے براء ابن عازب سے مروی ہے آخر سورۃ نزلت براءۃ یعنے آخر سورۃ جو اتری ہے براءۃ ہے اور صفحہ ۲۸ میں حدیث عثمان سے ہے کہ مشہور یہی ہے کہ براءۃ آخر قرآن سے ہے باعتبار نزول کے - اور صفحہ ۵۵ میں ہے براءۃ کا نام توبہ بھی ہے اور فاضحہ نیز اسکا نام ہے - بخاری نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ میں نے ابن عباس سے سورہ توبہ کی نسبت پوچھا تو اسنے کہا توبہ کیا بلکہ یہ فاضحہ ہے (یعنے منافقین کی فضیحت کے لئے اتری ہے) جب تک اترتی رہی ہے ہر ایک کا اس میں ذکر آتا رہا ہے حتی کہ ہم یہ گمان کرتے تھے کہ کوئی ہم سے نہیں بچنے لگا بلکہ سب کے لئے کچھ نہ کچھ زجر مذکور ہوگی عکرمہ سے بھی اسی طرح مروی ہے - اور حاکم نے مستدرک میں حذیفہ سے روایت کی ہے کہ جس سورۃ کو تم توبہ بولتے ہو یہ سورۃ العذاب ہے - اور قتادہ سے مروی ہے کہ یہ سورۃ فاضحۃ المنافقین ہے - اور بعض نے حفرہ کہا ہے کیونکہ اس میں منافقین کے دلی حالات کو کھود کر نکالا گیا ہے - اب اس کا ثبوت کہ منافقین عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے تھے یہ ہے - لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۲۶ مطبوعہ مصر میں باسناد بخاری کے بی بی عائشہ سے مروی ہے کہ سودہ زوجہ نبی م قضائے حاجت کے لئے نکلیں تو امیر عمر نے ان کو کہا تو سودہ ہے ہم پر مخفی نہیں (اور بخاری باب خروج النساء الی البراز صفحہ ۲۶ مطبوعہ کرزن پریس میں یہ الفاظ ہیں قد عرفناک یا سودۃ یعنی ضرور ہم تو پہچان گئے ہیں کہ تو سودہ ہے) پھر جناب سودہ جب واپس تشریف لائیں تو نبی م کے پاس شکایت کی کہ امیر عمر نے مجھے یہ الفاظ کہے ہیں تو سودہ فرماتی ہیں کہ وحی ہوئی نبی م پر اور فرمایا قضائے حاجت کے لئے اللہ تعالی نے تمہیں خروج کا اذن دیا ہے - (اسکے بعد اسی صفحہ میں ہے) - اور ابن سعد نے ابی مالک و حسن و محمد بن کعب قرظی سے روایت کی ہے کہ نبی م کی ازواج رات کو قضائے حاجت کے لئے نکلا کرتی تھیں اور کچھ لوگ منافقین سے بیبیوں کا تعرض کرتے تھے جس سے ان کو ایذا پہنچتی تھی اسبات کا حضرت م کی خدمت میں شکوہ ہوا تو آیت اتری الخ -

اور تفسیر درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۲۲ مطبوعہ مصر میں باسناد عبد الرزاق و ابن المنذر کے قتادہ سے مروی ہے کہا کچھ لوگ منافقین نے ارادہ کیا تھا کہ نفاق کے خطرات کو ظاہر کر دیویں تو ان کے حق میں اتری (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

فی روضة النبی ص بامر مروان او عائشة[۱] علی اختلاف الاقوال کما ذکر الطبری فی تاریخہ جلد ۴ ص ۶۰۵ وکذا فی روضة الصفاء جلد ۳ ص ۹ طبع بمبئی وکذا فی العشرة المبشرة وکذا فی معارف ابن قتیبة باختلاف الالفاظ۔

روکا گیا یہ سب کچھ بحکم مروان یا بی بی عائشہ صاحبہ کے ہوا جیسا کہ باختلاف قولین ثابت ہے اور اسکو طبری نے اپنی تاریخ جلد ۴ صفحہ ۶۰۵ میں اور صاحب روضة الصفا نے جلد ۳ صفحہ ۹ طبع بمبئی میں لکھا اور رسالہ عشرہ مبشرہ اور معارف ابن قتیبہ میں باختلاف الفاظ یہی مذکور ہے۔

وفی تاریخ ابی الفداء جلد ۱ ص ۱۹۳ وکان الحسن قد اوصی ان یدفن عند جدہ رسول اللہ ص لما توفی ارادوا ذلک وکاد یقع بین بنی امیة وبنی ہاشم بسبب ذلک فتنة فقالت عائشة البیت بیتی ولا اذن ان یدفن فیہ۔

اور تاریخ ابی الفدا جلد ۱ صفحہ ۱۹۳ میں ہے امام حسن ع نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کو اپنے نانا کے پاس دفن کیا جائے تو جب فوت ہوئے متولیان جنازہ نے دفن کا انتظام حسب وصیت کیا اور بڑا بھاری فتنہ بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان پیدا ہونے لگا جس کو بمشکل بند کیا گیا اور بی بی عائشہ نے کہا کہ یہ گھر ہمارا ہے میں اس میں دفن کی اجازت نہیں دیتی ہوں۔

[۱] روضة الصفا جلد ۳ صفحہ ۶ طبع نولکشور میں ہے کہ بی بی عائشہ نے خچر پر سوار ہو کر جنازہ حسن ع کو روکا کہ میں اپنے حجرہ میں امام کو دفن نہیں ہونے دیتی تھیں تابعداران یعنے شیعان علی ع نے غوغا کیا کہ کبھی تو اونٹ پر سوار ہو کر جنگ کرتی ہے اور کبھی خچر پر سوار ہو کر اگر تو زندہ رہی ہاتھی کی سواری بھی کرے گی وکذا فی روضة المناظر بر حاشیہ کامل ج ۱۱ ص ۱۳۳ [illegible]

(بقیہ حاشیہ)

آیت لئن لم ینتہ المنافقون الخ جب ان کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے ڈرایا تب کتموا ذلک واسروہ یعنی انہوں نے اپنے نفاق کو چھپا لیا اور ان افعال سے باز آگئے اور قتلوا تقتیلا کی سزا تب تھی اذا اظہروا النفاق کہ جب منافقت کو ظاہر باہر کر دیتے۔ اور باسناد عبد الرزاق و عبد بن حمید و ابن المنذر کے طاؤس سے مروی ہے کہا یہ آیت بعض امور عورتوں کے بارہ میں اتری ہے۔ اور عکرمہ و عطار سے باسانید مروی ہے۔ کہا مراد ان لوگوں سے اصحاب الفواحش ہیں۔ نیز سدی و عطار سے مروی ہے وہ لوگ مراد ہیں جنکے دلوں میں زنا کی خواہش پیدا ہوتی تھی۔ انتہے ملخصاً۔

اصل مدار اسی پر ہے کہ جس چیز سے اس آیت میں روکنا اور نہ رکنے پر سزا قتل وغیرہ مطلوب ہے وہ زنا کے لواحق اور جھوٹی افواہ اڑانا اور بہتان لگانا وغیرہ شرارتیں تھیں نہ کہ مطلق نفاق کہ اگر نفاق سے باز نہ آویں تو تب یہ سزا مذکور ان کو ملے یہ ہرگز اس سے مقصود نہیں کیونکہ وسیع النظر اہل علم سے مخفی نہیں کہ جبکہ کتب احادیث و تواریخ و آیات قرآنی میں اس آیت کے بعد کی نسبت بلکہ بعد وفات نبی ص کے قیامت تک کی نسبت ہے اس سے منافقین کا وجود پایا جاتا ہے اور لغوذ قتلوا تقتیلا کا نہیں ہوا تو وجہ یہی ہے کہ شرط عدم انتہا کی پوری نہ ہوئی اور جزا بھی وقوع میں نہ آئی۔ اب چند تفاسیر اہل جماعت سے اس کی تائید لکھی جاتی ہے کہ مراد اس آیت میں منافقین کا اذیت رسانی سے باز آنا ہے نہ کہ منافق بالکل کوئی نہ رہے دیکھو بخاری کرزن پریس ص ۱۰۴۳ باب اذا قال عند قوم شیئا ثم خرج فقال بخلافہ۔ عن حذیفة قال ان المنافقین الیوم شر منہم علے عہد النبی کانوا یومئذ یسرون والیوم یجہرون۔ یعنی حذیفہ نے بعد وفات نبی ص کے فرمایا کہ آجکل کے منافقین نبی ص کے زمانہ سے بھی سخت ہیں کیونکہ اس وقت تو نفاق کو چھپائے رکھتے تھے مگر فی زمانہ وہ ظاہر کر دیتے ہیں۔ خیر منافقین کا ہر زمانہ میں موجود ہونا ظاہر اور مسلم ہے اسپر مجھے وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں اب تفاسیر کے حوالجات پیش کرتا ہوں۔

تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۶ ص ۵۹۱ میں ہے جب اللہ تعالےٰ نے مشرک کا حال بیان کیا جو اللہ و رسول کو ایذا دیتا ہو اور مجاہر کا حال ذکر کیا جو مومنین کو ظاہر ایذا دیوے (تا کہا) کہ یہ سب اصناف ایک شخص میں پائے جاتے ہیں۔ جو واحد یا شخص اور کثیر بالاعتبار ہو مثل آیت ان المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات کے ہے۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

وفی تذکرۃ خواص الامۃ لسبط ابن الجوزی وقال ابن سعد عن الواقدی لما احتضر الحسن قال ادفنونی عند ابی یعنی رسول اللہ فقامت بنو امیۃ و مروان بن الحکم وکان والیا علی المدینۃ فمنعوہ وقامت بنوھاشم لنقاتلھم الخ۔

وقال الخواجہ حسن نظامی فی رسالۃ محرم نامہ طبع ۲۴ر اکتوبر ۱۹۱۶ء اور اونکے ساتھیوں نے حضرت حسن کے جنازہ پر تیر برسائے جس سے جنازہ چھلنی ہو گیا اور مجبور ہو کر حضرت حسنؑ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

وفی تاریخ الخلفاء ص۱۳۱ قال ابن عبد البر وروینا من وجوہ انہ لما احتضر (الحسن) قال لاخیہ (الحسین) یا اخی (الی ان قال) وقد کنت طلبت الی عائشۃ ان ادفن مع رسول اللہ ص فقالت نعم فاذا امت فاطلب ذلک الیھا وما اظن القوم الا سیمنعوک فان فعلوا فلا تراجعھم فلما مات اتی الحسین (علیہ السلام) الی ام المومنین عائشۃ فقالت نعم وکرامۃ فمنعھم مروان فلبس الحسین ومن معہ السلاح حتی ردّہ ابو ھریرۃ ثم دفن بالبقیع الی جنب امہ وھکذا فی الصواعق المحرقۃ ص۸۳ طبع مصر۔ و کذا فی حیوۃ الحیوان جلد ۱ ص۵۴ [لہ]

اور تذکرہ خواص الامۃ مؤلفہ سبط ابن الجوزی میں ہے کہا ابن سعد نے واقدی سے کہ جب حسنؑ قریب بوفات ہوئے تو فرمایا مجھے میرے باپ یعنی رسول اللہ ص کے پاس دفن کرنا پس کھڑے ہو گئے بنو امیہ اور مروان بن حکم جو والی مدینہ تھا اور انہوں نے نعش کو دفن نہ ہونے دیا اور بنو ہاشم بھی جنگ پر آمادہ ہو گئے الخ۔ (لیکن لوگوں نے بند کر دیا)۔

اور خواجہ حسن نظامی نے رسالہ محرم نامہ مطبوعہ ۲۴ر اکتوبر ۱۹۱۶ء میں کہا ہے اور ان کے ساتھیوں نے حضرت حسن کے جنازہ پر تیر برسائے جس سے جنازہ چھلنی ہو گیا اور مجبور ہو کر حضرت حسنؑ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۱ میں ہے ابن عبد البر نے کہا ہے کہ چند اسانید سے ہم نے روایت کیا ہے کہ تحقیق جب وقت وفات امام حسنؑ کا قریب آیا تو اپنے بھائی امام حسین کو فرمایا اے میرے بھائی۔ وصیت کرتے ہوئے آخر فرمایا میں نے بی بی عائشہ سے درخواست کی تھی کہ میں رسول اللہ ص کے ہمراہ مدفون ہونا چاہتا ہوں پس ہاں کا جواب ملا تھا جب میں فوت ہو جاؤں تو بی بی صاحبہ سے وفائے عہد طلب کرنا اور جہاں تک میرا ظن غالب ہے قوم تجھے اس کام سے منع کر دے گی اگر ایسا ہو تو صبر کرنا اور تکرار نہ کرنا پس جب فوت ہوئے تو امام حسینؑ ام المومنین بی بی عائشہ کی طرف آئے بی بی صاحبہ نے کہا ہاں اجازت ہے خوشی سے آئیے لیکن مروان نے ان کو روک دیا پس حسینؑ ہتھیاروں سے مسلح ہو گئے اور ساتھی ان کے نیز مسلح ہوئے تا اینکہ ابوہریرہ وغیرہ نے جنگ سے روک لیا پھر امام حسنؑ بقیع میں ایک طرف اپنی ماں کے پاس دفن کئے گئے۔ اسی طرح صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۸۳۔ اور حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵۴ میں ہے۔

(بقیہ حاشیہ) اور تفسیر ابی السعود مطبوع برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۷ ص۴۵۹ میں ہے لئن لم ینتہ المنافقون عما ھم علیہ من النفاق واحکامہ الموجبۃ للایذاء۔ یعنی اگر منافقین اپنے نفاق یعنی اسکے احکام موجب ایذا پہنچانے سے باز نہ آویں۔ تفسیر معالم التنزیل میں فی قلوبھم مرض سے مراد فجور اور زنا لکھا ہے۔ اور تفسیر بیضاوی جلد ۲ ص۱۸۶ مطبوعہ مصر میں نفاق اور فجور دونوں کو منتہا عنہ لکھا ہے۔ اور تفسیر سراج المنیر مطبوعہ نولکشور منقول از مطبوعہ مصر جلد ۱ ص۲۴۵ مؤلفہ محمد الخطیب۔ میں ہے لئن ینتہ عن الاذی المنافقون ای الذین یبطنون الکفر و یظھرون الاسلام یعنی اگر منافقین جو اندر کفر رکھکر اسلام کو ظاہر کرتے ہیں ایذا دینے سے باز نہ آویں الخ۔ فقط والسلام علی من اتبع الھدے۔ ۱۲ مترجم عفی عنہ۔

[لہ] (یہ حاشیہ صفحہ ۹۰ پر ملاحظہ کریں)

ولا یخفی ما فعل معاویۃ بالحسنؑ وعاملہ مروان من السم ومنع الدفن لہ فی روضۃ النبیؐ و اللعن علی ابیہ علی المنابر بحضرتہ ونقض العہود وفرحہ وتکبیرہ بموتہ ؎

اور پوشیدہ نہیں جو کچھ معاویہ اور اسکے عامل مروان نے امام حسنؑ کے زہر دینے اور روضہ نبویہ میں انکے دفن روکنے سے اور ان کے باپ علیؑ کو ممبروں پر لعنت روبرو اونکے کرنے سے اور شروط صلح کی وعدہ خلافی سے اور امام حسن کی موت پر خوشی کرنے اور خوشی کی تکبیریں کہنے سے کیا؎

ولنعم ما قالہ الخواجہ حسن نظامی فی یزید نامہ

صفحہ ۹۵ طبع ۱۳۳۸ ہجری "اگر سب بیانات تاریخی کو جھوٹا اور بہتان بھی مان لیا جائے تب بھی اس میں تو کوئی شخص شبہ نہیں کر سکتا کہ حضرت امام حسنؑ کا زہر کے اثر سے انتقال تو ضرور ہوا تھا۔ اور اوس وقت امیر معاویہ کی حکومت بھی قائم تھی۔ اور ان کے اہل کار ادنی ادنی واقعات و مقدمات کی تفتیش و تحقیق بھی کرتے تھے شرعی حدود جاری رکھتے تھے۔ مجرموں کو سزائیں ملتی تھیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت امام حسنؑ کے اتنے بڑے واقعہ کی نہ معاویہ نے تحقیقات کی نہ ان کے کسی اہلکار نے۔ اگر وہ خود اسکے مجرم نہ تھے تو ان کو بحیثیت ایک حاکم کے اس مقدمہ کی جستجو کرنی چاہئے تھی اور اصل مجرم کا پتہ نکالنا واجب تھا مگر انہوں نے کچھ بھی نہ کیا۔ اور اوس پُر اسرار واقعہ کی ذرہ بھی تحقیقات نہ ہوئی۔ انتہٰے؎

مروان کا حال

فی مروج الذہب للمسعودی صفحہ ۳۰۲ مروان ہو طرید رسول اللہ صلعم الذی غربہ عن المدینۃ ونفاہ عن جوارہ ؎

مروج الذہب مؤلفہ علامہ مسعودی صفحہ ۳۰۲ میں ہے مروان مطرود رسول اللہؐ کا ہے جسکو نبیؐ نے مدینہ سے باہر نکالدیا تھا اور اسکو اپنے پڑوس سے دور فرمادیا تھا؎

وفی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۹۰ عن عائشۃ کان النبیؐ فی حجرتہ فسمع حسا فاستنکرہ فذہبوا ونظروا فاذا الحکم کان یطلع علی النبیؐ فلعنہ النبی صلعم وما فی صلبہ ونفاہ علکارواہ ابن عساکر[1]

ولا منافات بین الروایتین لان الحکم طردہ رسول اللہ صلعم ومروان حرکان صبیا معہ فکانا طریدین ومن العجب ما لعنہ رسول اللہ صلعم

اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۹۰ میں ہے روایت ہے بی بی عائشہ سے کہ نبیؐ حجرہ میں تھے اور کچھ آواز معلوم کی جسکو مکروہ سمجھا پس لوگ گئے اور دیکھا اچانک معلوم کیا کہ حکم موجود ہے جو نبی صلعم کے برخلاف خبرگیری اور جاسوسی کررہا تھا پس لعنت فرمائی نبیؐ نے اوس حکم کو اور جو کچھ اوس کی پشت میں سے پیدا ہونیوالا تھا اور اسکو ایک سال کی جلاوطنی کا حکم فرمایا۔ روایت کیا اس حدیث کو ابن عساکر نے اور کوئی اختلاف دو روایتوں میں یعنی حکم والد مروان کے مطرود ہونے اور مروان کے مطرود ہونے میں نہیں ہے۔ کیونکہ حکم مطرود ہوا تو مروان ساتھ ہی بحالت خوردسالی تابع اسکے خارج کیا گیا پس دونوں مطرود و ملعون تھے اور عجب ہے کہ مروان کو بروائیت عائشہ وغیرہ نبیؐ نے لعنت

(حاشیہ متعلق صفحہ ۸۹) فی اخبار الطوال لاحمد بن داود دینوری ثم قال (الحسن) ادفنونی مع جدی فان منعوا فالبقیع صفحہ ۲۲۳ طبع مصر اخبار طوال احمد بن داؤد دینوری میں ہے پھر فرمایا حسنؑ نے کہ مجھے میرے جد کے پاس دفن کرنا اگر منع کریں تو بقیع میں لیجانا۔ وفی روضۃ المناظر علی ہامش تاریخ الکامل جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۳ وکان اوصی ان یدفن عند جدہ فمنعت من ذلک عائشۃ اور روضۃ المناظر مطبوعہ برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۳ میں ہے۔ آپنے وصیت کی تھی کہ اپنی جد کے پاس دفن کئے جائیں پس عائشہ نے منع کردیا کذا فی الاصلاح صفحہ ۲۹ جلد ۲ بابت ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۲ھ ۱۲ مترجم۔ [1] کذا العینیہ فی الاستیعاب علی الاصابہ جلد اصفحہ ۳۱۱ وجلد ۳

وهو فی صلب ابیه کما روت عائشة وغیرها
ولعله انتقم من الحسن ابن النبی علیه السلام
انتقام ابیه النبیؐ بان کان یسبه فی حضرته
لعنه الله ومن یلعن الله فلن تجد له نصیرا
ومن اعجب ما قال بعض معاصری من العلماء
المدرسین ان اخذ الروایة من مروان لیس
بممنوع وان کان هاتکا لحرمة عترة النبیؐ وهو
لیس بکذا

قال علی علیه السلام فی نهج البلاغة ص۳۹
لمروان بن الحکم انها کف یهودیة لو بایعنی
بکفه لغدر بسبته (ای لو بایع فی الظاهر لغدر
فی الباطن) قال العلامة وحید الزمان
الحیدرآبادی فی المشرب الوردی جلد ۵ ص۱۷۱
ونحن اصحاب الحدیث اعداء مروان ومن تبعه
من بنی امیة لانهم کانوا اعداء اهل البیت علیهم السلام
فی الفتاوی لعبد العزیز الدهلوی ص۱۹۳ مروان را لعنت
کردن از لوازم سنت ومحبت اهلبیت است که از جملہ فرائض
ایمانست وفی ص۱۰۶ در لعن شمر وابن زیاد که رضا
واستبشار انها باین فعل شنیع قطعی است من غیر التعارض
هیچکس را دراں توقف نیست۔
فی تاریخ الخلفاء ص۹ قال ابن جریر فی تفسیره
باسناده رای رسول اللهؐ بنی الحکم بن ابی
العاص ینزون علی منبره نزو القردة فساءه
ذلک فما استجمع ضاحکا حتی مات وانزل
الله فی ذلک وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الآیه
اسناده ضعیف لکن له شواهد من حدیث عبد الله
بن عمر ویعلی بن مرة والحسین بن علیؑ
وغیرهم وقد اوردتها بطرقها
فی کتاب التفسیر والمسند و
اشرت الیها فی کتاب

کی تھی تو شائد اسنے حسنؑ بیٹے نبیؐ سے نبیؐ کی لعنت کا بدلہ لیا
کہ سب اور لعن امام حسنؑ و علیؑ کو روبرو آنحضرتؐ کے کرتا تھا خدا اسکو لعنت کرے اور جسکو
اللہ تعالٰی لعنت کرے اسکے لئے تجھے کوئی مددگار نہیں ملے گا
اور اس سے زیادہ تعجب خیز یہ امر ہے جو ہمارے ایک ہمعصر درسی
عالم نے مروان کی روایت مسلّم ہونے کا فتوٰے دیا ہے باوجودیکہ
اسنے مانا ہے کہ وہ دشمن اہل بیت تھا مگر کہا یہ کوئی ایسا سبب جرح
راوی کا نہیں۔

نہج البلاغت صفحہ ۳۹ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے مروان بن حکم کے
حقؑ میں فرمایا اس کی کف یہودیہ ہے اگر اسنے میری بیعت کر بھی
لی تو خباثت باطنی کے سبب سے یہ ضرور دغا کرے گا۔
علامہ وحید الزمان حیدرآبادی نے المشرب الوردی جلد ۵ ص۱۷۱
میں کہا ہے اور ہم اہل حدیث تو مروان اور اسکے تابعداران بنی امیہ
سب کے دشمن ہیں کیونکہ وہ اہل بیتؑ کے دشمن تھے۔
اور فتاوی شاہ عبد العزیز دہلوی صفحہ ۱۹۳ میں ہے مروان کو لعنت
کرنا ضروریات سنت اور محبت اہل بیتؑ سے ہے کیونکہ محبت انکی
فرائض ایمان میں سے ہے اور صفحہ ۱۰۶ میں ہے۔ لعنت کرنے
میں شمر و ابن زیاد پر جن کی رضامندی اور خوشی اس فعل قبیح پر بلا
کسی تعارض کے یقیناً ثابت ہے۔ کسیکو بھی دیر کرنے یا فکر کرنے
کی ضرورت نہیں۔
اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۹ میں ہے کہا ابن جریر نے باسناد خود اپنی تفسیر
میں کہ رسول اللہؐ نے حکم پسر ابی العاص کی اولاد کو ناچتے ہوئے
ممبر نبوی پر خواب میں دیکھا جو مثل ناچ بندروں کے نظر آیا اور
نبیؐ کو یہ کام ناپسند معلوم ہوا اس حد تک کہ کبھی حضرتؐ نے وفات
تک اسکے بعد تبسم نہیں فرمایا تھا (یعنے اس قدر مغموم ہوئے کہ
مرتے دم تک پھر نہ ہنسے) اور اسی میں اللہ تعالٰی نے آیت وما
جعلنا الرؤیا اللتی اریناك الآیہ اتاری۔ اگرچہ اسناد اس کا
ضعیف ہے لیکن اسکے لئے اور اخبار شاہد ہیں حدیث عبد اللہ
بن عمر اور یعلٰے بن مرہ اور حسینؑ ابن علیؑ وغیرہ سے۔ اسکو مینے بہت
طریقوں سے کتاب تفسیر اور مسند میں درج کیا ہے اور نیز کتاب

اسباب النزول ۔ انتہیٰ

وسیاتی بیان احداثه فی الصلوٰة فی المجلد الثانی فی باب الصلوٰة انشاء الله تعالیٰ

ومنهم عمرو بن العاص

ولاه معاویة[لع] علیٰ مصر

فی نهج البلاغة ص[٤٦] فی ذکر عمرو[ع] بن العاص عجبا لابن النابغة[ع] یزعم لاهل الشام ان فیّ دُعابةً وانی امرء تلعابة اُعافس واُمارس لقد قال باطلا ونطق اثما وشر القول الکذب انه لیقول فیکذب ویَعد فیخلف ویَسئل فیلحف ویُسئل فیبخل فیخون العهد ویقطع الالّ انه لم یبایع معاویة[ع] حتیٰ شرط له ان یؤتیه اتیّةً ویرضخ له علیٰ ترك الدین رضیخة ۔ انتهیٰ ملخصاً ۔

وفیه صفحہ ٢١٤ الیه فانك جعلت دینك تبعا للدنیا فاذهبت دنیاك واٰخرتك ولو بالحق اخذت ادرکت ما طلبت فان یمکنی الله منك و

اسباب النزول میں مینے اس کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ ختم ہوئی عبارت تاریخ الخلفا کی ۔

اور قریب ہے کہ دوسری جلد میں بیان بدعات مروان کا جو نماز میں اسنے پیدا کی تھیں باب الصلوٰۃ میں آئیگا ۔

اور ان میں سے ایک عمرو بن عاص ہے جس کو

معاویہ نے مصر کا والی بنایا تھا ۔

نہج البلاغت صفحہ ٤٦ ذکر عمرو بن عاص میں ہے جناب امیر المومنین نے عمرو کو لکھا تعجب ہے نابغہ کے بیٹے سے جو اہل شام کو ظاہر کرتا ہے کہ میرے اندر مزاح پن ہے اور میں بہت بازی اور کھیل کرنے والا ہوں اور کھیل ہی میں مشغول رہتا ہوں ضرور تحقیق عمرو نے جھوٹ کہا ہے اور گناہ کی بات کہی اور بُرا بولنا جھوٹ ہی ہوتا ہے تحقیق وہ بولتا ہے تو جھوٹ کہتا ہے اور وعدہ کرے تو خلاف کرتا ہے اور سوال کرتا ہے تو تشدد کرتا ہے اگر اوس سے سوال کیا جائے تو بخل کرتا ہے پس خیانت کرتا ہے عہد میں اور وعدہ توڑ دیتا ہے اوسنے معاویہ سے اسوقت تک بیعت نہیں کی جب تک کہ اوس سے شرط نہ کرالی ہے کہ اوسے کچھ آمدنی سے دیتا رہے گا اور کچھ نہ کچھ اوسکو دین حق کے چھوڑ دینے پر دیدے ۔ ختم ہوئی عبارت نہج البلاغت کی ملخصاً ۔

نیز اوسی عمرو بن عاص کی طرف امیر المؤمنین علی نے لکھا تھا جیسا کہ نہج البلاغت صفحہ ٢١٤ میں ہے کہ تو نے دین کو دنیا کے تابع بنا کر دنیا اور آخرت دونوں کو خراب کر دیا اور اگر تو حق پر طلب کرتا تو مقصود کو پالیتا پس اگر اللہ تعالیٰ نے تجھپر مجھے موقع دیا اور

عمرو بن عاص مکار

[1] استیعاب علی الاصابہ جلد ٢ صفحہ ٥١٢ و ٥١٣ میں عمرو کو مکار مشہور لکھا ہے نیز کہا کہ مرتے وقت عمرو نے کہا کہ دین مینے بہت خراب کیا مگر دنیا کا فائدہ بھی پورا نہ اُٹھایا ١٢ مترجم ۔

[2] استقصا جلد ١ صفحہ ٧٠٠ میں تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی سے نقل کیا کہ معاویہ نے عمرو بن عاص کو اپنے ساتھ مقابلہ علی میں ملانا چاہا کیونکہ معاویہ کو کہا گیا کہ جب تک عمرو بن عاص جیسا مدبر تیرے ساتھ نہ ہوگا کام سرانجام نہ ہوگا تو معاویہ نے عمرو کو بلایا عمرو نے جواب میں کہا کہ تو علی جیسے شخص برادر رسول و وصی رسول سے مقابلہ کراکر مجھے دین اسلام سے خارج کرنا چاہتا ہے تو معاویہ ناامید ہوا کیونکہ سب فضائل علی کے عمرو نے جتلا دیئے تھے مگر عتبہ بن ابی سفیان نے کہا تم ناامید نہ ہو جاؤ اور اسکو حاکم بنانے کا حرص دیدو آجائیگا چنانچہ معاویہ نے پھر لکھا اور حکومت کا وعدہ دیا تو عمرو نے لکھا کہ تھوڑے مال پر میں دین کو فروخت نہیں کرتا البتہ مصر کی کل آمدنی اور سرداری دیدے تو تب تیری بیعت کرلونگا معاویہ نے بہ گواہی گواہان مصر کا وعدہ لکھدیا اسوقت عمرو جاکر معاویہ سے مل گیا ١٢ مترجم ۔ [3] نابغہ ظاہر اور مشہور بالفجور تھی ۔ تاریخ طبری جلد ٦ صفحہ ٢٧ میں علی نے عمرو بن عاص کو ابن العاہرہ کے لفظ سے یاد فرمایا ہے ۔ ١٢ مترجم ۔ [4] تاریخ طبری جلد ٦ صفحہ ٢٧ میں ہے ، وکامل ج ٣ صفحہ ١٢٦ و مروج الذہب علی الکامل ج ٥ صفحہ ٢٢٥ و تاریخ ابو الفدا ج ١ صفحہ ١٨٦ (بقیہ بر صفحہ ٩٣ ملاحظہ ہو)

من ابن ابی سفیان آجزکما بما قد متما وان تعجزا وتبقیا فما انا مکما شر۔ انتھٰی بقدر الحاجۃ۔

فی رسالۃ الطاعون صـ۲۲ ناقلاً عن مدارج النبوۃ عمرو[1] بن العاص[2] مردم را گفت متفرق شوید. از وے (طاعون) گفت معاذ بن جبل عجب گول (احمق) بودہ تو وہر آئینہ تو گمراہ تری از حمار اہل وھکذا قالہ شرجیل بن حسنہ کذا فی مسند احمد جلد ۴ صـ۱۹۵ باسانید اربعۃ عمرو اضل من حمار اھلہ۔ عمرو اضل من بعیر اھلہ عمرو اضل من جمل اھلہ فبلغ ذلک عمرو ابن العاص[3] فصدقہ انتہیٰ وھکذا فی معانی الاٰثار صفحہ ۳۷۷ وھکذا فی فتح الباری صـ۳۲۴ جزو ۲۳۔

وفی الصواعق صـ۷ فرفع اھل الشام المصاحف یدعون الیٰ ما فیہا مکیدۃ من عمرو بن العاص فقدام عمرو[4] ابا موسیٰ الاشعری مکیدۃ منہ۔ الخ

ملخصاً

نیز ابن ابی سفیان پر تو تم دونوں کو جزا تمہارے کئے کی دونگا اور اگر تم دونوں نے مجھے ایسا موقعہ بتقدیر ایزدی نہ دیا تو جو آیندہ قیامت کو تمہارے پیش آنیوالا ہے وہ تو بُری ہی سزا ہے ختم ہوئی بقدر حاجت۔

رسالہ طاعون[2] مؤلفہ مولوی عبد العلی حنفی مستانوی صفحہ ۴۲ پر مدارج النبوۃ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عمرو بن عاص نے لوگوں کو طاعون کے مقام سے منتشر ہوجانے کے واسطے کہا تو معاذ بن جبل نے کہا عجب احمق آدمی ہے تو اور تو ایک شہر کے گدہے سے بھی جاہل ہے اور اسی طرح اسکو کہا شرجیل بن حسنہ نے اسی طرح مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۹۵ و ۱۹۶ میں چار اسنادوں سے ہے کہ عمرو گدہے اہلی سے گمراہ ہے عمرو اونٹ سے احمق ہے پس عمرو کو یہ بات پہونچی تو اُسنے تصدیق کی کہ بے شک سچ کہا اُنہوں نے۔ ختم ہوئی عبارت رسالہ طاعون کی۔ نیز اوسی رسالہ میں معانی الاٰثار طحاوی صفحہ ۳۷۷۔ اور اسی طرح فتح الباری صفحہ ۴۲۴ جزء ۲۳ سے نقل کیا ہے۔

اور صواعق محرقہ صفحہ ۱۷ میں ہے اہل شام نے قرآنوں کو نیزوں پر چڑھایا اور کہا جو کچھ ان میں ہے اوس پر عمل کرو اور حقیقت میں یہ عمرو بن عاص کا مکر تھا چنانچہ عمرو نے ابی موسےٰ اشعری کو بھی ایک مکر کی وجہ سے لوگوں کے آگے پیش کیا (اور خلافت علیؑ کا اوسنے انکار کرکے بیعت توڑ دی اور پھر عمرو بن عاص نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حضرت علیؑ نے فرمایا ضرور معاویہ اور عمرو بن عاص و ابن ابی معیط و حبیب بن مسلمہ و ابن ابی سرح وضحاک نہ صاحب دین ہیں نہ صاحب قرآن ہیں نہ ان کو قرآن کی خبر ہے کہ اس میں کیا ہے محض مکر و فریب سے نیزوں پر بلند کیا ہے میں ان کے حیلہ کو خوب جانتا ہوں (آخر میں فرمایا) لا یعلمون ما فیہ یہ نہیں جانتے کہ قرآن میں کیا ہے۔ ۱۲ مترجم۔

[1] عمرو بن عاص کا فعل قتل محمد بن ابی بکر صدیق کا برائے خوشنودی معاویہ فصل بوائق معاویہ میں ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم۔

[2] استقصاء جلد ۱ صـ۲۹۳ میں ناقلاً مسند ابو یعلےٰ سے باسناد ابی برزہ کے روایت کیا کہ ہم نبی صلعم کے ساتھ تھے اور حضرت صلعم نے سرود کی آواز سنی فرمایا دیکھو کیا ہے پس میں نے چڑھکر دیکھا تو معاویہ و عمرو بن عاص سرود کر رہے تھے مینے آکر نبی صلعم کو خبر دی تو فرمایا کہ یا اللہ ان دونوں کو فتنہ میں ڈال اور آگ دوزخ میں دونوں کو داخل کر اسی طرح روایت کی احمد نے اپنے مسند میں بروایت عبد اللہ بن محمد عن ابی فضل باسنادہ نیز صـ۲۹۷ میں طبرانی کے معجم کبیر سے باسناد خود ابن عباس سے اسی طرح بعینہ مروی ہے ۱۲ مترجم۔

[3] استقصاء جلد ۱ صـ۸۴۶ میں بعد بیان احادیث جنت میں عدم دخول ولد الزنا کے لکھا ہے کہ انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون میں ہے اور کتاب جزء اشرف سے مستطرف فی کل فن مستطرف کی توثیق نقل کرکے مستطرف سے بھی اور سبط ابن جوزی کے تذکرہ خواص الامہ سے نقل کیا کہ عمرو بن عاص ایک مشہور زانیہ کا بیٹا ہے جسکے ساتھ ایک طہر میں پانچ آدمی ہم بستر ہوئے ایک عاص بن وائل دوسرا ابولہب تیسرا امیہ بن خلف چوتھا ہشام بن مغیرہ پانچواں ابوسفیان بن حرب اور عمرو پر سب نے دعویٰ کیا جب نابغہ کو حکم و منصف بنایا گیا تو اسنے عاص کا فرزند تسلیم کیا وجہ پوچھی گئی تو نابغہ نے کہا کہ عاص میری لڑکیوں پر کچھ مہربانی کرتا اور خرچ کرتا ہے اسلئے مینے سچی اور

وهكذا في تاريخ الخلفاء ص۱۱۸ وسياق في بيان انعقاد خلافة عثمان ما فعل عمرو من اعظم موبقاته وخديعته ومكيدته ومخالفته لعلي ع۔

تقریر کی اور بیعت ابی موسیٰ کی معاویہ سے کرا لی تاکہ لوگ علی ع سے متنفر ہو جائیں کہ ایسے صحابی نے جب بیعت توڑ دی ہے اور معاویہ سے مل گیا تو وہی حق پر ہے) اور اسی طرح تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۸ میں ہے۔ اور بیان انعقاد خلافت عثمان میں عمرو کی دغابازی اور فریب و مکر اور اس کی حضرت مرتضیٰ سے مخالفت کا ذکر عنقریب آئے گا۔

وفي تاريخ الخلفاء ص۱۳۹ قال الحسن البصري افسد امر الناس اثنان عمرو بن العاص و المغيرة بن شعبة - الخ

اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۹ میں ہے حسن بصری نے کہا ہے کہ امر دین میں دو شخصوں نے فساد پیدا کیا ہے ایک مفسد عمرو بن عاص اور دوسرا مغیرہ بن شعبہ ہے۔ الخ

مغیرہ بن شعبہ کا مکر و مقصد

ومنهم المغيرة بن شعبة[1] ولاه على الكوفة

انصار معاویہ سے ایک مغیرہ بن شعبہ ہے جسکو معاویہ نے کوفہ کا حاکم بنایا تھا۔

في النصائح الكافية ص۳۷ ناقلا عن التاريخ الكامل (جلد ۳ ص۱۸۷ لغايت ص۱۹۲) ولما استعمل معاوية المغيرة بن شعبة على الكوفة وقال له وقد اردت ايصاءك باشياء كثيرة انا تاركها اعتمادا على بصرك[2] ولست تاركا ايصاءك بخصلة واحدة لا تترك شتم علي وذمه والترحم على عثمان والاستغفار له والعيب لاصحاب علي ع والاقصاء لهم والاطراء لشيعة عثمان والادناء لهم (نیچ کئی ۱۲) فاقام المغيرة[3] عاملا على الكوفة وهو احسن شيئ سيرة غير انه لايدع شتم علي ع والوقوع فيه والدعاء لعثمان والاستغفار له فاذا سمع ذلك حجر ابن عدي قال بل اياكم ذم الله ولعن (ثم قال)

نصائح کافیہ صفحہ ۳۷ میں بحوالہ تاریخ کامل جلد ۳ ص۱۸۷ لغایت ص۱۹۲ کے لکھا ہے کہ جب معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ پر عامل بنایا تو کہا اسکو کہ میں تجھے بہت نصیحتیں کرنا چاہتا تھا مگر تیری دانائی پر اعتماد کر کے چھوڑ دیتا ہوں صرف ایک ضروری نصیحت اور وصیت ہے جس کو میں نہیں چھوڑ سکتا اور تاکیداً کہنا چاہتا ہوں یہ کہ گالی دینا (حضرت) علی ع کو اور برائی اوس کی بیان کرنی اور دعائے رحمت اور طلب استغفار امیر عثمان کے لئے کرتے رہنا اور اصحاب علی ع کے عیب بیان کرنے اور ان کی بیخکنی کرنی اور بڑائی شیعہ عثمان کی بیان کرنی اور ان کو مقرب بنانا پس معاویہ نے مغیرہ کو کوفہ کا حاکم بنایا جو اچھا آدمی تھا مگر گالی دینا علی ع کو کبھی نہیں چھوڑتا تھا اور ان کی توہین کرتا تھا اور عثمان کے لئے دعا و استغفار کرتا تھا تو جب حجر بن عدی صحابی نے اس بات کو سنا اس نے کہا بلکہ اللہ تعالیٰ تمہاری مذمت کرے اور تم پر لعنت کرے (پھر کہا)

(بقیہ حاشیہ ص۹۳) معزول کرنا تاریخ کامل جلد ۳ ص۹۱ میں درج ہے نیز اسی طرح ہے تاریخ طبری جلد ۶ ص۲۹ میں کہ علی ع نے صلح صفین میں فرمایا ابو موسیٰ کو منصف نہ بناؤ کیونکہ اس پر ہمکو اعتبار نہیں ہے یہ پہلے سے ہی لوگوں کو عثمان کی طرف مائل کرتا رہا ہے اور مجھ سے دور کرتا رہا ہے نیز مروج الذہب برحاشیہ کامل جلد ۵ ص۱۸۵ میں ہے حضرت علی نے ابو موسیٰ کو حکم بھیجا جس کی اس نے مخالفت کی تو حضرت علی ع نے لکھا تم ہمارے کام سے اے ابن الحائک معزول ہو جاؤ مذموماً مدحوراً تیرا یہ پہلا دن نہیں جو ہماری مخالفت کر رہا ہے اور اصابہ ابن حجر جلد ۳ صفحہ ۵۹۳ میں بذیل ہاشم بن عتبہ کے لکھا ہے کہ ابو موسیٰ نے بعد قتل عثمان کے ہاشم کو روکا کہ بیعت علی ع کی نہ کرے۔

[1] اصابہ جلد ۳ ص۴۵۲ میں ہے کہ مغیرہ ایسا مکار تھا کہ اگر شہر کے آٹھ دروازے ہوتے اور بغیر مکر کے کسی سے خروج ممکن نہ ہوتا تو یہ ان سب سے گذر جاتے۔ نیز اس نے سب سے اول اسلام میں رشوت لی ۱۲ مترجم۔ [2] کذا بعینہ فی تاریخ الطبری جلد ۶ ص۱۴۱۔ ۱۲ مترجم

[3] استیعاب جلد ۳ ص۲۸۸ میں مغیرہ کو فاجر لکھا ہے۔ ۱۲ مترجم۔

وامر (معادیۃ) حجر[1] ابن عدی[2] ان یقوم فی الناس فیلعن علیا فابی ذلک فتوعدہ و قام فقال ایھا الناس ان امیرکم امرنی ان العن علی ابن ابی طالب فالعنوہ لعنہ اللہ فقال اھل الکوفۃ لعنہ اللہ یلعنون الامیر قالوا وکان المغیرۃ صاحب الدنیا یبیع دینہ بالقدر القلیل منھا یُرضی بھا معاویۃ[3] انتھی نقتلوہ وکان من فضلاء الصحابۃ۔

وفی تطھیر الجنان واللسان لابن حجر الھیتمی المکی صاحب الصواعق ص۱۲۰ وجاء بسند رجالہ رجال الصحیح الا واحدا فمختلف فیہ لکن قواہ الذھبی بقولہ انہ احد الاثبات وما علمت فیہ جرحا اصلا ان عمرًا صعد المنبر فوقع فی علیٍ ثم فعل مثلہ المغیرۃ بن شعبۃ فقیل للحسن اصعد المنبر لترد علیھما فامتنع الا ان یعطوہ عھدا انھم یصدقوہ ان قال حقا ویکذبوہ ان قال باطلا فاعطوہ ذلک نصعد المنبر فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم قال انشدک اللہ یا عمرو ویا مغیرۃ اتعلمان ان رسول اللہ ص لعن السائق والقائد احدھما فلان قالا بلیٰ ثم قال انشدک باللہ یا معاویۃ ویا مغیرۃ الم تعلمان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم لعن عمرا بکل قافیۃ قالھا لعنۃ

کہ معاویہ نے حجر بن عدی کو ایک دن کہا کہ لوگوں میں کھڑا ہو کر علی ع کو لعنت کر مگر اُس نے انکار کیا تو معاویہ نے دھمکایا اور ڈرایا تب وہ کھڑا ہو گیا اور کہا اے لوگو! تحقیق تمہارے امیر نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں علی بن ابیطالب کو لعنت کروں پس اسکو لعنت کرو خدا اوسکو لعنت کرے تو اہل کوفہ نے کہا خدا اسکو لعنت کرے مراد ان کی اوسی امیر کو لعنت کرنا تھا۔ علماء نے کہا ہے کہ مغیرہ دنیا پرست تھا اپنے دین کو دنیا کے بدلے معمولی چیز پر بیچدیتا تھا جس سے وہ معاویہ کو خوش کرتا تھا۔ انتہیٰ۔ تو حجر کو معاویہ خبیث نے قتل کر دیا اور حالانکہ وہ بزرگ صحابہ سے تھا۔

اور تطہیر الجنان واللسان مؤلفہ ابن حجر ہیتمی مکی صاحب صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۰ میں حدیث ایسی سند سے ہے جس کے روات روات صحیح کے ہیں مگر ایک راوی مختلف فیہ ہے جس کی بھی ذہبی نے توثیق کی ہے اس عبارت سے کہ وہ ایک پختہ اور معتبر آدمی ہے اور میں بالکل اس میں کوئی جرح نہیں سمجھتا اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ تحقیق عمرو بن عاص ممبر پر چڑھا اور توہین حضرت علی ع کی شروع کر دی اور پھر مغیرہ بن شعبہ نے اسی طرح کیا جب امام حسن ع کو کہا گیا کہ آپ ممبر پر چڑھکر اسکا رد فرماویں۔ تو امام نے انکار فرمایا مگر اس شرط پر کہ وہ لوگ وعدہ کریں کہ اگر امام سچ فرماوے تو اوس کی تصدیق کریں اور باطل بیان کرے تو تکذیب کریں چنانکہ لوگوں نے وعدہ دیا تب ممبر پر چڑھے اور صفت وثنا اللہ تعالیٰ کی بیان فرما کر فرمایا میں خدا یاد دلا کر تم دونوں سے اے عمرو اور مغیرہ پوچھتا ہوں کیا تم دونوں جانتے ہو کہ رسول اللہ ص نے سائق اور قائد پر لعنت کی اور ان دونوں سے ایک فلاں صاحب ہیں (اشارہ بہ معاویہ) انہوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے پھر فرمایا خدا یاد دلا کر تم سے پوچھتا ہوں اے معاویہ ومغیرہ آیا تم نہیں جانتے کہ تحقیق نبی ص نے عمرو کو ہر مضمون سے لعنت

عمرو و مغیرہ و معاویہ پر لعنت کی نص

[1] فی الاستیعاب بذیل ترجمۃ معاویہ جلد ۳ صفحہ ۰۰۰ بہ ھو اول من قتل مسلما صبرا حجر اوا صحابہ ۱۲ مترجم۔

[2] تاریخ طبری جلد ۶ ص ۱۵۴ میں ہے بحکم معاویہ وکیل معاویہ حجر بن عدی وغیرہ کے پاس آیا کہ علی ع سے تبرا کرو اور لعنت کرو انہوں نے منظور نہ کیا اور وہ سات آدمی قتل کئے گئے ۱۲ مترجم۔

[3] استقصا منہج ثانی جلد ا ص ۴۲ میں روض المناظر فی علم الاوائل والاواخر ص ۱۳۳ برحاشیہ کامل ج ۱۱ سے ہے کہ سلطان عماد الدین نے کہا کہ شافعی سے مروی ہے اونسے ربیع کو کہا کہ چار صحابیوں کی گواہی قبول نہ کی جاوے معاویہ وعمرو بن عاص ومغیرہ وزیاد کی ۱۲ مترجم۔

قالا اللھم بلی ثم قال انشدك بالله یا عمرو و یا معاویة الم تعلما ان النبیؐ لعن قوم هذا قالا بلی قال الحسن فانی احمد الله الذی جعلکم فیمن تبرأ من هذا ای علیؑ مع انه ؑ لم یسبه قط وانما کان یذکره بغایة الجلالة و العظمة۔ الخ

فرمائی ہے تو دونوں نے کہا ہاں ٹھیک ہی اور خدا گواہ ہے پھر فرمایا اللہ کو یاد دلا کر میں پوچھتا ہوں اے عمرو و معاویہ کیا تم نہیں جانتے کہ تحقیق نبیؐ نے اسکی (یعنے مغیرہ کی) ساری قوم کو لعنت فرمائی ہے دونوں نے کہا ہاں ٹھیک ہی امام حسنؑ نے فرمایا تو تحقیق میں حمد کرتا ہوں اوس اللہ تعالیٰ کی جس نے تم کو اے ہر سہ مخاطبین علیؑ سے بیزار ہونے والوں میں بنایا ہے باوجود اسکے کہ علیؑ نے ہرگز کبھی حضرت علیؑ کو گالی نہیں دی بلکہ بجز اسکے نہ تھا کہ یاد کرتے حضرت علیؑ کو بڑی عظمت اور بزرگی کے ساتھ الخ

ومنهم سمرة بن جندب

وفی النصائح الکافیة ص۵۲ ذکر ابوجعفر الطبری باسناده وقد قتل (سمرة) ثمانیة الاف[1] من الناس۔ وفیه قتل سمرة سبعة واربعین رجلا کلهم قد جمع القران۔ قال العلامة وحید الزمان فی المشرب الوردی ص۱۵۸ ومن اقوی الشبه المؤثرة علی الاقدام لقبوله وهی کونه من مرویات سمرة الذی جد واجتهد فی الفتنة ومخالفة امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب وعداوته لا لارادة لوجه الله بل لاغراض تقدح فی عدالته لا یسع المقام ذکرها وقد نقلت عنه اشیاء منکرة و من ثم اختلف الائمة فی توثیق من علی مذهب سمرة ومعاویة۔ الخ

وقال ایضا فی ص۱۸۳ وفی نفسی من سمرة شیئ لا اعتمد علی روایته۔ الخ

اور انصار معاویہ سے سمرہ بن جندب ہے

نصائح کافیہ صفحہ ۵۲ میں ہے ذکر کیا ابوجعفر طبری نے اپنے اسناد سے کہ تحقیق سمرہ نے آٹھ ہزار آدمی کو قتل کیا۔ اور اسی میں ہے کہ ایک دن میں سمرہ نے ایسے سنتالیس ۴۷ آدمیوں کو قتل کیا جنہوں نے قرآن شریف جمع کیا تھا۔ کذا فی تاریخ الطبری جلد ۶ صفحہ ۱۳۲

علامہ وحید الزمان نے المشرب الوردی صفحہ ۱۵۸ میں لکھا ہے بہت قوی شبہ اور شک مؤثر قبول اس حدیث پر یہ ہے کہ یہ مرویات سمرہ سے ہے جسنے فتنہ ومخالفت امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب اور عداوت اس کی میں جد و جہد کیا۔ نہ واسطے رضائے الٰہی کے بلکہ ایسی اغراض سے جو اس کی عدالت کو مضر ہیں مگر ایسی اغراض کے ذکر کا یہ مقام نہیں ہے اور تحقیق میںنے اس سے چند منکر و ناپسند اشیاء کو نقل کیا ہے اور اسی وجہ سے ائمہ نے اختلاف کیا ہے اوس شخص کی توثیق میں جو مذہب سمرہ اور معاویہ پر ہو۔ الخ

اور علامہ موصوف نے صفحہ ۱۸۳ میں کہا کہ میرے دل میں سمرہ سے ایسی خلش ہے کہ اوس کی روایت پر میں اعتبار نہیں کر سکتا ہوں۔ الخ

ومنهم بسر بن ارطاة کما فی النصائح الکافیة

ومنهم بسر[2] بن ارطاة کما فی النصائح الکافیة ناقلا عن ابی جعفر الطبری فی تاریخه

اور ان میں سے بسر بن ارطاۃ ہے۔ اور وہ بڑا مفسد ہے جیسا کہ نصائح کافیہ صفحہ ۵۳ میں بحوالہ تاریخ ابی جعفر طبری کے اس کے

سمرہ بن جندب قتّال

بسر بن ارطاۃ مفسد

[1] نصائح کافیہ صفحہ ۱۰ میں ہے کہ معاویہ نے سمرۃ بن جندب کو حاکم بنا کر اسکو چار لاکھ درہم اس غرض سے دیئے تھے کہ آیت ومن الناس من یعجبك قوله فی الحیوة الدنیا الآیہ (الی) لیفسد فیها و یهلك الحرث الخ کو علی ابن ابیطالب کے حق میں اتری ہوئی بیان کرے یعنی اہل شام میں خطبہ پڑھکر اسی طرح شان نزول اس آیت کا بیان کرے جو معاویہ نے اس کو تعلیم دی تھی پھر صفحہ ۲۵ میں ابوجعفر طبری کے اسناد سے بیان کیا کہ معاویہ نے چھ ماہ کے بعد سمرہ کو معزول کر دیا تو سمرہ نے کہا کہ معاویہ پر اللہ کی لعنت ہو خدا کی قسم جیسی میںنے معاویہ کی اطاعت کی اگر ایسی خدا کی اطاعت کر لیتا تو کبھی وہ مجھے عذاب نہ دیتا۔ معلوم ہوا کہ عمدًا مخالفت خدا بر اسنے اطاعت معاویہ کی کرلی تھی ۱۲ مترجم۔ [2] اصابہ ابن حجر جلد ۳ صفحہ ۹ میں بذیل ترجمہ عمرو بن عمیس کے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۹۷)

باسنادہ وجد بسر قوما من بنی کعب غلمانهم علی بئرهم فالقاهم فی البئر واقام بالمدینة شهرا قتل معاونی قتل عثمان و قتل عبد الرحمن وقثم بنی عبید الله بن العباس فی حجور امهما فجنّت ووسوست الخ

وفی تقریب التهذیب ص۵۰ بسر نزیل الشام من صغار الصحابة ؓ

وفی النصائح ص۵۵ فکان (بسر والیا علی البصرة من معاویة) یشتم علیا علی المنبر فخطب یوما وشتم ثم قال ناشدت الله رجلا علم انی صادق الا صدقنی او کاذب الا کذبنی فقال ابوبکرة اللهم انا لا نعلمك الا کاذبا قال فامر به فخنق۔ الخ ملخصاً

ومنهم شرحبیل بن السمط الکندی الشامی عمل علی حمص لمعاویة

کما فی التقریب ص۱۶۸ وفی النصائح ص۵۳ قال ابو عمرو هو معدود فی طبقة بسر بن ارطاة وابی الاعور السلمی (ای مثله فی عداوته لعلیؑ) کذا فی الاستیعاب علی الاصابه جلد۲ ص۱۴۲/۱۴۳

ومنهم عمرو بن سعید بن العاص

بن امیة القرشی الاموی المعروف بالاشدق تابعی ولی امرة المدینة لمعاویة ولابنه قتله (قیل فی بعد بیده) عبد الملك بن مروان سنة سبعین (بدمشق) وهم من زعم ان له صحبة وکان عمرو مسرفا علی نفسه ولیست له فی مسلم روایة الا فی حدیث واحد۔ کذا فی

اسناد سے ہے کہ بُسر نے قوم بنی کعب اور ان کے لڑکوں کو انکے کنوئیں پر پایا تو اسی کنوئیں میں اون کو پھینک دیا اور مدینہ میں ایک ماہ مقیم رہکر معاونین قتل عثمان کو قتل کیا اور نیز قتل کیا عبد الرحمٰن و قثم پسران عبید اللہ بن عباس کو ایسی حالت میں کہ ماں کی گود میں تھے جس سے وہ مجنونہ ہوگئی تھی۔ الخ

اور تقریب التہذیب ص۵۰ میں ہے بُسر مقیم شام چھوٹے اصحاب نبیؐ میں سے ہے۔

اور نصائح کافیہ ص۵۵ میں ہے کہ بُسر بصرہ میں منجانب معاویہ کے حاکم تھا اور علیؑ کو برسر منبر گالی دیتا تھا تو اس نے ایک دن خطبہ پڑھا اور علیؑ پر سب وشتم کی پھر کہا حاضرین کو خدا یاد دلا کر پوچھتا ہوں کہ جو بشر مجھے سچا سمجھے وہ میری تصدیق کرے اور جو مجھے جھوٹا سمجھے وہ جھٹلائے ابوبکرہ نے کہا اللہ گواہ ہے کہ ہم تجھے جھوٹا جانتے ہیں تو بُسر نے حکم دیا کہ اسکو پھانسی دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ الخ ملخصاً (کذا بعینہ فی تاریخ الطبری جلد۶ ص۹۶)

اور ان میں سے شرجیل بن سمط کندی شامی ہے

جو حمص پر منجانب معاویہ عامل تھا جیسا کہ تقریب صفحہ ۱۶۸ میں ہے، اور نصائح ص۵۳ میں ہے کہا ابو عمرو نے کہ شرجیل بھی بسر بن ارطاۃ و ابی الاعور سلمی مخالفین علیؑ کے طبقہ سے ہے "یعنی عداوت علیؑ میں مثل بُسر وغیرہ کے ہے جیسا کہ استیعاب علی الاصابہ جلد۲ ص۱۴۲/۱۴۳ میں لکھا ہے"

اور ان میں سے عمرو بن سعید بن عاص بن امیہ قرشی اموی

معروف اشدق (فراخ دہن) تابعی ہے جو حاکم مدینہ معاویہ اور یزید کی طرف سے رہا اور اسکو عبد الملک بن مروان نے ۷۰ھ میں دمشق کے اندر قتل کیا اور کہتے ہیں کہ اپنے ہاتھ سے اسنے ذبح کیا تھا اور اسکے صحابی ہونے کا زعم وہم ہے بلکہ عمرو مذکور مجرم شخص تھا اور اس سے مسلم میں صرف ایک حدیث ہی اسی طرح ہے

(بقیہ حاشیہ ص۹۶) لکھا ہے کہ یہ عامل حضرت علیؑ کا تھا اور اسکو بُسر بن ارطاۃ نے قتل کیا کیونکہ اسکو معاویہ نے اسی لئے تعینات کیا تھا کہ عاملین علیؑ کو غارت کرے چنانچہ اس نے عاملین اور اصحاب علیؑ کو جو اہل حجاز اور یمن سے تھے قتل کر دیا تھا۔ ۱۲ مترجم

۵ بُسر بن ارطاۃ کے ترجمہ میں ابن عبد البر نے استیعاب علی الاصابہ جلد۱ ص۱۵۶ میں لکھا ہے دارقطنی نے کہا کہ بسر کو صحبت رسولؐ حاصل تھی مگر بعد نبیؐ کے استقامت اسکو حاصل نہ رہی اور وہ معاویہ کی جانب سے امیر مقرر تھا اس کام پر کہ شیعان علیؑ کو قتل کرے چنانچہ اس نے مسلمین سے اس قدر قتل کئے کہ دو چھوٹے بچے عبید اللہ بن عباس کے یعنی عبد الرحمٰن و قثم کو بھی قتل کر دیا۔ انتہی ۱۲ مترجم

تقریب التہذیب صفحہ ۲۸۴ و ۲۸۵ وذکر فی النصائح صفحہ ہو متکبر جبار رعف علی منبر النبی ص وبشرہ عبید اللہ بن زیاد بقتل الحسین ع فقرأ کتابہ علی منبر النبی ص وانشد رجزا ثم اومأ الی القبر الشریف وقال یا محمد یوم بیوم بدر فانکر علیہ قوم من الانصار وغیرھم وھؤلاء کانوا من الصحابۃ المشہورین او التابعین ۔

تقریب صفحہ ۲۸۴ و ۲۸۵ میں اور نصائح صفحہ میں ہے کہ وہ متکبر اور جابر تھا اوسکو ممبر نبوی ص پر نکسیر پھوٹی اور عبید اللہ بن زیاد نے اوسکو قتل امام حسین ع کی بشارت دی تو اوسنے اوس خط کو ممبر نبی ع پر پڑھا اور کچھ اشعار بھی پڑھے پھر قبر شریف نبی ص کی طرف اشارہ کیا اور کہا یا محمد ص اس دن سے بدلہ دن بدر کا آگیا تو اسپر قوم انصار نے اعتراض کیا اور انکو سوا بھی ایسے لوگ معاونین معاویہ کے ہوئے ہیں جو صحابہ مشہورین یا تابعین سے تھے ۔

فصل

فی بوائق معاویۃ ابن ابی سفیان علیہ ما علیہ

ومن اکابر بوائقہ واعاظم قبائحہ استخلاف ابنہ یزید ۔

در مہلکات معاویہ بن ابی سفیان علیہ ما علیہ

بڑے مہلکات اسکے اور بڑے قبیح افعال اسکے سے اُس کا اپنے بیٹے یزید کو ولیعہد خلافت کا بنانا ہے

فی استخلاف معاویۃ ابنہ یزید

فی تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۳ وفی سنۃ خمسین فتحت قوھستان عنوۃ وفیہا دعا معاویۃ اھل الشام الی البیعۃ بولایۃ العھد من بعدہ لابنہ یزید فبایعوہ وھو اول من عھد بالخلافۃ لابنہ واول من عھد بھا فی صحتہ ثم انہ کتب الی مروان بالمدینۃ ان یاخذ البیعۃ فخطب مروان فقال ان امیر المؤمنین رای ان یستخلف علیکم ولدہ یزید سنۃ ابی بکر وعمر فقام عبد الرحمن بن ابی بکر فقال بل سنۃ کسریٰ وقیصر ان ابا بکر وعمر لم یجعلا ھا فی اولادھما ولا فی احد من اھل بیتھما انتھیٰ ۔

دربیان خلیفہ بنانے معاویہ کے یزید جیسے بیٹے کو

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۳ میں ہے اور ۵۰ ھ میں کوہستان عنوہ فتح ہوا اور اس میں معاویہ نے اہل شام کو بیعت یزید کے لئے دعوت دی یعنے اوسنے یزید کو اپنا ولیعہد مقرر کیا اور اہل شام نے ولیعہدی اوس کی منظور کرکے بیعت کرلی اور معاویہ پہلا شخص ہے جسنے اپنے بیٹے کے لئے خلافت کا عہد لیا اور پہلا شخص ہے جسنے اپنی صحت کی حالت میں خلافت کا عہد لیا پھر معاویہ نے مروان اہلکار مدینہ کی طرف لکھا کہ وہ بیعت یزید لوگوں سے منظور کرائے تو مروان نے ایک خطبہ پڑھا اور کہا تحقیق امیر المومنین معاویہ نے مناسب سمجھا ہے کہ تمہارے اوپر خلیفہ بسنت ابی بکر و عمر اپنے بیٹے یزید کو بنائے، یہ سنکر عبد الرحمٰن بن ابی بکر نے کھڑے ہوکر کہا نہیں بلکہ یہ تو سنت بادشاہ کسریٰ و قیصر کی ہے تحقیق ابوبکر و عمر نے اپنی اولاد میں خلافت کو نہیں دیا تھا اور نہ کسی اپنے اہل بیت کے اندر مقرر کیا۔ ختم ہوئی عبارت تاریخ الخلفاء

قال الامام ابن عبد البر المکی فی الاستیعاب وکان معاویۃ قد اشار بالبیعۃ لیزید فی حیاۃ الحسن کذا فی الذبح العظیم صفحہ ۱۱۳

کہا ہے امام ابن عبد البر مکی نے استیعاب میں اور معاویہ نے زندگی امام حسن ع میں ہی بیعت یزید کے لئے اشارہ کردیا تھا اسی طرح ہے ذبح عظیم صفحہ ۱۱۳ میں ۔

وفی ص۱۱۷ فی الاستیعاب لما اراد معاویۃ لبیعۃ الیزید خطب اھل الشام وقال یا اھل الشام قد کبرت سنّی وقرب اجلی وقد اردت ان اعقد لرجل یکون نظاما لکم الخ۔

اور اسی کے صفحہ ۱۱۷ میں بحوالہ استیعاب کے لکھا کہ جس وقت معاویہ نے بیعت یزید کا ارادہ مصمم کر لیا تو خطبہ پڑھا اور اہل شام کے لئے کہا اے اہل شام تحقیق میری عمر بڑی ہو گئی اور موت قریب آگئی ہے ضرور میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہارا انتظام ایک آدمی کے سپرد کر جاؤں۔ الخ۔

فی البخاری جلد ۴ ص۱۳۳ قال کان مروان علی الحجاز استعملہ معاویۃ فخطب فجعل یذکر یزید بن معاویۃ لکی یبایع لہ فقال لہ عبد الرحمٰن بن ابی بکر شیئاً فقال خذوہ فدخل بیت عائشۃ فلم یقدروا فقال ان ھذا الذی انزل اللہ فیہ والذی قال لوالدیہ اف الآیۃ قال الحافظ فی الفتح فی روایۃ الاسماعیلی من الطریق المذکور فاراد معاویۃ ان یستخلف یزید یعنی ابنہ فکتب الی مروان بذلک فجمع مروان الناس فخطبھم فذکر یزید۔ الخ

اور بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۳۳ میں ہے راوی نے کہا مروان حجاز پر معاویہ کی طرف سے امیر تھا تو مروان نے خطبہ پڑھا اور یزید بن معاویہ کے ذکر کو شروع کیا تاکہ اوس کے لئے بیعت کرائے مگر اوس سے عبد الرحمٰن بن ابی بکر نے کچھ انکار کی گفتگو کی تو مروان نے کہا پکڑو عبد الرحمٰن کو لیکن وہ عائشہ بی بی کے گھر میں داخل ہو گیا اور پکڑنے والے قادر نہ ہو سکے۔ پس مروان نے کہا تحقیق یہ تو وہی ہے جسکے بارہ میں خدا نے اتارا ہے کہ وہ شخص جو والدین کے لئے اُف کہتا ہے آخر آیت تک۔ کہا ہے حافظ ابن حجر نے اس کی شرح میں کہ روایت اسماعیلی میں طریق مذکور سے اس طرح ہے ارادہ کیا معاویہ نے کہ اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنائے تو اس نے مروان کی طرف اس مضمون کو لکھا اور مروان نے لوگوں کو جمع کر کے ان کو خطبہ پڑھکر سنایا اور یزید کا ذکر کیا۔ الخ

قال الحافظ فی الفتح جلد ۶ ص۵۵۵ عن نافع ان معاویۃ اراد ابن عمر علی ان یبایع لیزید فابی وقال لا ابایع لامیرین فارسل الیہ معاویۃ بمائۃ الف درھم فاخذھا فدس الیہ رجل فقال لہ ما یمنعک ان تبایع فقال ان ذاک لذاک یعنی عطاء ذلک المال لاجل وقوع المبایعۃ ان دینی عندی لرخیص فلما مات معاویۃ کتب ابن عمر الٰی یزید

حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۵۵ میں لکھا ہے بروایت نافع ثابت ہے کہ معاویہ نے ابن عمر صحابی سے بیعت یزید لینے کا ارادہ کیا اور ابن عمر نے انکار کیا کہ میں دو امیروں کی ایک وقت میں کیسے بیعت کروں (یعنی پہلے معاویہ کی ہوئی اور دوسری یزید کی ہو جائے) تو معاویہ نے ابن عمر کی طرف ایک لاکھ درہم بھیج دیا اور ابن عمر نے قبول کر لیا پھر معاویہ کے فریب و حیلہ سے ایک شخص نے ابن عمر کو کہا کہ اب تجھے کیا مانع ہے کہ یزید کے لئے بیعت کرے اوس نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقدی اسی لئے یعنی یہ مال اسی بیعت کرانے کے عوض میں مجھے ملا ہے پھر تو میرا دین میرے نزدیک بہت سستا ہوا کہ اتنی رقم پر دیدوں خیر جب معاویہ مرگیا تو ابن عمر نے یزید کی طرف اسکی بیعت کا

۱؎ استیعاب علی الاصابہ جلد ۲ ص۱۴۲ و اصابہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۸ میں بذیل ترجمہ عبد الرحمٰن کے لکھا ہے بیعت یزید کے واسطے معاویہ نے ایک لاکھ روپیہ عبد الرحمٰن بن ابی بکر کے پاس بھیجا مگر اُس نے انکار کر دیا کہ میں اپنے دین کو عوض دنیا کے فروخت نہیں کرتا اور مکہ کی طرف ہجرت کر گیا اس سے معاویہ کی حیلہ سازی ظاہر کرنی مقصود ہے۔ ۱۲ مترجم

ببیعتہ فلما خلع اھل المدینۃ یزید بن معاویۃ جمع ابن عمر حشمہ وولدہ فقال انی سمعت النبیؐ یقول ینصب لکل غادر لواء یوم القیامۃ وانا قد بایعنا ھذا الرجل علی بیع اللہ ورسولہ ۔ الخ

وفی الفتح جلد ۲ صفحہ ۴۲۵ لم یبایع ابن عمر علیا وبایع یزید ؁

وفی الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص ۱۳۸ (ما حاصلہ) وروضۃ الصفا ان معاویۃ لما جوز عزل مغیرۃ ابن شعبۃ من الکوفۃ وتفطن ھو بہ فذھب الی دمشق واعتذر ثم کبر سنہ واستعفی الامارۃ ووصل الی یزید فتملقہ وقال لہ ان اکابر الصحابۃ قد ماتوا ومابقی احد منھم ولیس احد بمثلک فناسب ان یعھد الیک ابوک ویدعو الناس الی بیعتک حتی یستقر رعبک فی قلوب الناس فتقبل منہ یزید و ذھب الی ابیہ وطلب معاویۃ المغیرۃ وسئلہ اسرارا فقال لہ ناسب ان یکون ولی عھدک فی حیاتک ففوض معاویۃ الکوفۃ الیہ فذھب الی الکوفۃ وارضی العشرۃ ببیعۃ یزید واعطا کل واحد منھم ثلثۃ الاف دراھم وارسلھم الی معاویۃ بموسی ابنہ فسالہ معاویۃ کیف اشتری ابوک دین ھؤلاء فقال ما کان فاستبشر واما اھل الشام

اقرار تحریر کرکے بھیجدیا[1] پھر جب مدینہ کے لوگوں نے بداعمالی یزید کی وجہ سے بیعت یزید کو توڑ دیا تو ابن عمر نے اپنے کنبہ اور اولاد کو جمع کیا اور وعظ کرنا شروع کیا کہ میں نے رسول ؐ سے سنا ہوا ہے کہ جو وعدہ خلافی کرے اوسکے لئے نشان غدر قیامت میں کھڑا کیا جائیگا اور تحقیق ہم لوگ اس شخص یزید کے ساتھ خدا و رسول والی بیعت کر چکے ہیں ۔ الخ ؁

اور فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۴۲۵ میں ہے کہ ابن عمر نے علیؑ سے بیعت نہ کی تھی اور یزید سے بیعت بخوشی کر لی ۔

اور امامت والسیاستہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۸ و روضۃ الصفا میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ معاویہ نے جب مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ سے معزول کرنے کی تجویز کی اور مغیرہ بھی عقلمندی سے سمجھ گیا کہ مجھ معزول کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو مغیرہ دمشق میں معاویہ کے پاس پہنچا اور وہاں اپنی کبرسنی کا عذر پیش کر کے استعفا امارت کا پیش کیا اور یزید کو مل کر اوس سے چاپلوسی کی اور کہا کہ تحقیق بڑے صحابہ فوت ہو چکے ہیں اور کوئی ان میں سے باقی نہیں رہا اور فی زمانہ تیرے جیسا کوئی آدمی نظر نہیں آتا پس مناسب ہے کہ تیرا باپ تجھے اپنا ولیعہد بنا کر لوگوں سے تیرے لئے بیعت سنوا لے تاکہ اوس کی زندگی میں ہی لوگوں کے دلوں میں تیرا رُعب بیٹھ جائے تو یزید نے قبول اور پسند کیا اور اپنے باپ سے جا کر ذکر کیا اوسنے مغیرہ کو طلب کیا اور پوشیدہ پوچھا تو مغیرہ نے معاویہ کو کہا مناسب ہے کہ تیری زندگی میں تیرا ولیعہد ہو جائے پس معاویہ نے پھر کوفہ کی حکومت اسی مغیرہ کے سپرد کر دی اور اسنے کوفہ میں جا کر دس آدمیوں کو بیعت یزید پر راضی کیا اس طرح کہ ہر ایک کو تین تین ہزار درہم دیئے اور اپنے بیٹے موسےٰ کے ہمراہ ان کو معاویہ کے پاس بھیجا تو موسےٰ بن مغیرہ سے معاویہ نے پوچھا کہ تیرے باپ نے دین ان لوگوں کا کتنے کو خرید کیا ہے موسےٰ نے وہ حال ظاہر کیا جو اس کا باپ عمل میں لایا تھا تو معاویہ خوش ہوا کہ بہت خوب یہ تو ارزاں کام ہو گیا اور اہل شام

[1] ابن عمر نے نقدی کو بہر صورت حلال کر دیا اگرچہ رقم کی کمی سے بعد وفات معاویہ کے بیعت کی مگر بلا استدعا بخوشی لکھکر عہدنامہ بھیجدیا اور یزید کی حمایت میں لوگوں کو نصیحت کرتے رہے اور علی جیسے امام کی بیعت نہ کی ۔ کذا فی الاستیعاب فی ترجمہ معاویہ جلد ۳ صفحہ ۹۵۷ ۔ ۱۲ مترجم ۔

فقد کانوا منقادا لامرہ قبل ولم یتعسر لهم بل خطبهم علی المنبر فقبلوہ احسن القبول وبایعوا یزید علی الرأس والعین وکان عبد الرحمٰن ابن الخالد ابن الولید ممن عیا للخلافة وکان عاملا علی الحمص فمرض فامر معاویة طبیبا ان یسقیه السم ففعل به فمات وفرغ معاویة منه کذا ذکرہ فی الاستیعاب وما وفی معاویة بطبیب باعطاء اجرہ وولّی سعید ابن عثمان علی خراسان واعطاہ اربعین مائة درهم وجیشا مناسبا وارسله وفرغ منه ومن انکر من اهل البصرة فقتل اوصلب اونفی اوعمی اوظلم علیه حتی اقر ببیعة یزید واما اهل المدینة فقد کان مروان عاملا علیهم فسعی لبیعة یزید و قال اهل المدینة لانبایع حتی یبایع عبد الله بن عمر فکتب مروان الیٰ معاویة فاعطی معاویة مائة الف درهم عبد الله بن عمر وقد مر ذکرہ من الفتح جلد ۶ صفحہ ۵۵۵ ومن اهل المدینة خالفه عبد الرحمٰن بن ابی بکر فتخاصما وتنازعا حتیٰ اتت عائشة فصار ما صار وکتب الیٰ معاویة عمر ابن عثمان حالة الحسین ؑ واعراضه عن بیعة یزید فکتب معاویة الیه وهو کتب الیه وفیه طول ان شئت فارجع الیٰ المطولات وانکر عبد الله بن الزبیر من اهل مکة بیعة یزید فلما سمع معاویة اراد الحرمین بنفسه فاتی المدینة فاوّل من لاقاہ الحسین علیه السلام فقال له لا مرحبا ولا اهلا و غضب علیه

تو پہلے سے ہی معاویہ کے فرمانبردار اور اعلیٰ درجہ کے مطیع تھے لہٰذا ان سے بیعت منوانا کچھ مشکل نہ تھا بس معاویہ نے ان کو خطبہ میں ارادہ ظاہر کیا اور ان لوگوں نے فوراً منظور کر لیا اور بیعت یزید کی بسر و چشم قبول کر لی اور عبد الرحمٰن بن خالد بن ولید کے دعوٰے خلافت کا گمان تھا اور وہ حمص پر اہلکار تھا اتفاق سے مریض ہو گیا تو معاویہ نے طبیب کو حکم دیا کہ اوسے زہر پلا دیوے چنانچہ یہی کیا گیا اور وہ مر گیا اس سے معاویہ فارغ ہو گیا جیسا کہ استیعاب[1] میں مذکور ہے مگر معاویہ نے طبیب سے وعدہ انعام دینے کا وفا نہ کیا۔ اور دوسرا سعید بن عثمان کے دعوٰے خلافت کا بھی گمان تھا اسلیئے اوسکو معاویہ نے خراسان پر سردار بنا کر روانہ کیا اور چار ہزار درہم اور لشکر مناسب بھی اوسے دیا اوسکو بھیجکر بھی فارغ ہو گیا پھر تو اہل بصرہ سے جس نے انکار بیعت کیا اوسکو قتل کیا گیا یا جلاوطن کیا گیا یا اندھا کیا گیا یا دوسرے قسم کے ظلم کئے تا اینکہ سب سے اقرار بیعت یزید کا لے لیا اور اہل مدینہ پس ان پر مروان اہلکار تھا اوسنے بیعت یزید کے لئے بڑی سعی کی اور اہل مدینہ نے کہا جب تک عبد اللہ بن عمر بیعت نہ کرے ہم نہیں کرتے تو معاویہ کو مروان نے جب یہ اطلاع دی اوسنے ایک لاکھ درہم عبد اللہ بن عمر کو عطا کر کے خاموش کر دیا جس کا ذکر فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۵۵ سے پہلے مذکور ہو چکا ہے اور اہل مدینہ سے عبد الرحمٰن بن ابی بکر نے مخالفت کی جس سے مروان اور عبد الرحمٰن کے درمیان مخاصمت اور جھگڑا پیدا ہوا تا اینکہ بی بی عائشہ آئی اور ناراضگی ظاہر کی اور ہوا جو کچھ ہوا پھر عمر بن عثمان نے معاویہ کی طرف امام حسین ؑ کا بیعت یزید کو ناپسند کرنا لکھا جسپر معاویہ اور مروان کے درمیان خط و کتابت ہوتی رہی مگر اس میں طوالت ہے اگر تفصیل مطلوب ہو تو بڑی کتب کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور اہل مکہ سے عبد اللہ بن زبیر نے بیعت یزید کا انکار کیا اور معاویہ نے معلوم کیا تو اسنے حرمین کی طرف آنے کا ارادہ کیا اور مدینہ میں اوّل آکر امام حسین ؑ سے ملا اور کہا کہ نامبارک ہے تیرا آنا اور ملنا اور امامؑ پر غضب ظاہر کیا

[1] استیعاب علی الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۹ میں بعینہٖ اسیطرح مرقوم ہے ۱۲ مترجم۔

وعلى عبد الرحمن بن ابى بكر وعبد الله بن الزبير وابن عمر وغضب على ابى قتادة لعدم استقباله اياه فاعتذر بعدم المركب ولما اشتد غضبه على اربع المذكورين ولم ياذن لهم عنه فناسب لهم ان هجروا مدينة ودخلوا مكة تقية لانفسهم ثم صعد معاوية على ممبر النبی فخوف الناس وبالغ وقال فيهم ان تبايعوا يزيد فهو المراد والا فعلنا بهم مافعلنا كذا قال ابن قتيبة فی الامامة والسياسة جلد ا صفحہ ۱۴۳ ثم بقی فی المدينة ابن عباس وابن عمر وعائشة فدعاهم على حدة ليلاً وكان ابن عباس قد ذهب بصره واقام بالطائف وزرع فيه فما كان منه خوف لمعاوية واما ابن عمر فاعطاه مااعطاه وتراضيا فيما بينهما واما عائشة فقد كانت ساخطة عليه لقتله اخاها محمداً وايذائه اخاها عبد الرحمن فروى السيوطی فی الاوائل والزمخشری فی ربيع الابرار ومولف كامل السفينة ان عائشة اخرجت رأسها من الحجرة وقالت صه صه هل استدعى الشيوخ لبنيهم البيعة قال (معاوية) لا قالت فبمن تقتدی انت فخجل ونزل عن المنبر وبنى لها حفرة فوقعت فيها وماتت وقد اعترف به الحكيم السنائی فی حديقته ثم ارتحل معاوية الى المكة المباركة فتلون بالوان مختلفة من التملق وارسال التحائف والتخويف والتذكير وقال اهل الشام من عسكره والله لا نرضى حتى يبايعوا له على رؤس الاشهاد والا ضربنا اعناقهم كذا قاله السيوطی فی تاريخ الخلفاء صفحہ ۱۳۴ هذا ما انتخبنا من الذبح العظيم للسيد اولاد حيدر سلمہ الله سبحانه وافاض علينا بركاته - اقول

اور نیز غضب ظاہر کیا عبد الرحمن بن ابی بکر و عبد اللہ بن زبیر و ابن عمر اور ابی قتادہ پر بھی غصہ ظاہر کیا کہ کیوں استقبال نہیں کیا اونہوں سواری نہ ملنے کا عذر کیا اور چار مذکورین پر غصہ زیادہ کیا تو وہ بچاؤ کے لئے مدینہ چھوڑ کر مکہ میں چلے گئے۔ پھر معاویہ ممبر نبوی پر چڑھا اور لوگوں کو خوف دلایا کہا کہ اگر یزید کی بیعت کرلیں تو یہی مراد ہے ورنہ تو ہم ایسا ویسا کرینگے اسی طرح کہا ہے ابن قتیبہ نے امامۃ والسیاست جلد ا صفحہ ۱۴۳ میں پھر مدینہ میں ابن عباس وابن عمر و عائشہ باقی رہے جنکو معاویہ نے رات کے وقت بلایا اور ابن عباس کی چونکہ نظر جاتی رہی تھی اور طائف میں مقیم تھے اور زراعت بھی انہوں نے وہاں کی اس واسطے معاویہ کو اُس سے کوئی خوف نہ تھا اور ابن عمر نے عطیہ لیکر خاموشی نیم رضا کا معاملہ بنا رکھا تھا البتہ عائشہ بی بی معاویہ پر غضبناک تھی کیونکہ اوسنے عائشہ کے بھائی محمد کو ایذا پہنچا کر قتل کیا ہوا تھا اور عبد الرحمن کو بھی ایذا ہی پہوچائی تھی چنانچہ روایت کیا سیوطی نے اوائل میں اور زمخشری نے ربیع الابرار میں اور مؤلف کامل السفینہ نے بھی لکھا کہ عائشہ نے حجرہ سے سر نکالا اور کہا کہ بس چپ رہو کیا پہلے مشائخ نے اپنے بیٹوں کے لئے بیعت طلب کی تھی معاویہ نے کہا نہیں عائشہ نے کہا پس کس کے ساتھ تو اقتدا کر رہا ہے ؟ تب معاویہ شرمندہ ہو کر ممبر سے اُتر آیا اور ایک گڑھا تیار کرایا جو اس میں گر کر عائشہ کی وفات ہوئی جیسا حکیم سنائی نے اپنے حدیقہ میں بھی تسلیم کیا ہے۔ پھر معاویہ نے مکہ مبارکہ کی طرف رجوع کیا اور مختلف قسم کی چاپلوسی اور تحفہ تحائف دینے اور دھمکی دینے اور نصیحت کرنے سے کام لیا اور اہل شام کے لوگ لشکر معاویہ کے سپاہیوں نے کہا قسم بخدا ہم کبھی راضی نہ ہونگے جب تک علانیہ روبروے عام مجلس کے اُنکے لوگ بیعت نہ کرینگے اور اگر نہ کریں تو ہم ان کی گردن کاٹینگے اسی طرح کہا ہے اسکو سیوطی نے تاریخ الخلفا صفحہ ۱۳۴ میں یہ مضمون بالا ہم نے ذبح عظیم سید اولاد حیدر صاحب سے منتخب کیا ہے اللہ تعالیٰ اون کو سلامت رکھے اور ہم پر اُن کے برکات جاری رکھے - (قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ معاویہ نے اُس

وقد نقض معاویۃ عہدہ الذی صالح بہ الحسنؑ ولیس لمعاویۃ ان یعہد الی احد من بعدہ عہدا الخ کما مر من الصواعق ص۸۱ وسیاتی ذکر یزید علیہ اللعنۃ۔

ومنہا تسمیمہ الحسن ابن علیؑ وقد مر۔

ومنہا حجر[1] ابن عدی۔ وقد مر۔

ومنہا تسمیمہ مالک الاشتر وعبدالرحمن بن خالد؛

ومنہا قتل محمد بن ابی بکر الصدیق واحراقہ فی جیفۃ حمار؛

فی النصائح الکافیۃ ص۶۲ وقتل عمرو بن العاص ومعاویۃ بن خدیج محمد ابن ابی بکر الصدیق[3] بعد فتحہم مصر لمعاویۃ وکیف قتلوہ منعوہ الماء حتی اشتد عطشہ ثم ادخلوہ فی جیفۃ حمار واحرقوہ بالنار ولما بلغ معاویۃ قتلہ اظہر الفرح والسرور وبلغ علیاؑ قتلہ وسرور معاویۃ فقال جزعنا علیہ علیٰ قدر سرورہم لابل یزید اضعافا ولما بلغ ذلک عائشۃ جزعت علیہ جزعا شدیدا وقنتت دبر الصلوٰۃ تدعو علی معاویۃ وعمرو ولم تاکل من ذلک الوقت شواء حتی توفیت۔ انتہیٰ ملخصاً۔

وفی حیوٰۃ الحیوان جلد ۱ ص۲۲۴ ذکر ابن خلکان وغیرہ ان علی ابن ابیطالب ولّی محمد ابن ابی بکر الصدیق

عہد کو بھی توڑ دیا جو صلح امام حسنؑ میں کیا تھا کہ معاویہ کو اپنے ولیعہد بنانے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ الخ جیسا کہ صواعق صفحہ ۸۱ سے گذر چکا ہے۔ اور قریب ہے کہ اس کا ذکر آگے آئیگا۔ یعنی یزید ملعون کا حال آیندہ مذکور ہوگا؛

اور منجملہ افعال اسکے کے اسکا زہر دلانا امام حسنؑ کو ہے جسکا ذکر سابقاً گذر چکا ہے؛

اور منجملہ اوسکے افعال کے قتل حجر ابن عدی کا ہے جو یہ بھی لکھا جا چکا ہے؛

اور منجملہ اوسکے افعال کے اوسکا زہر دلانا مالک[2] الاشتر وعبدالرحمن بن خالد کو ہے؛

اور منجملہ اوسکے افعال کے قتل محمد بن ابی بکر الصدیق کا ہے اور اسکا مردہ گدہے میں ڈال کر جلا دینا ہے؛

نصائح کافیہ صفحہ ۶۲ میں ہے اور قتل کیا عمرو بن عاص اور معاویہ بن خدیج نے محمد بن ابی بکر صدیق کو بعد اسکے کہ مصر معاویہ کے لئے فتح ہو چکا تھا اس طرح کہ پانی اسکا بند کر دیا حتےٰ کہ پیاس اوس کی غایت درجہ کو پہنچی پھر انہوں نے اوسکو مردار گدہے میں داخل کر کے آگ سے جلا دیا اور جب اسکے قتل کی خبر معاویہ کو پہونچی تو اُسنے خوشی و خورمی ظاہر کی اور حضرت علیؑ کو خبر قتل محمد کی اور معاویہ کے خوش ہونے کی پہنچی تو فرمایا حضرت علیؑ نے کہ قتل محمد بن ابی بکر پر ہم اتنا ہی غم ظاہر نہیں کرتے جتنی کہ اُنہوں نے خوشی کی ہے بلکہ اس سے کئی حصے زیادہ اور یہ خبر بی بی عائشہ کو پہونچی تو اسنے محمدؒ پر بہت بڑا غم ظاہر کیا اور بعد نماز کے معاویہ و عمرو بن عاص کو بددعا کرتی تھی۔ نیز اُسنے اسوقت سے گوشت بریاں کا کھانا مرتے دم تک بند کر دیا تھا۔ انتہیٰ ملخصاً۔

اور حیوٰۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۲۲۴ میں ہے ذکر کیا ابن خلکان وغیرہ نے کہ تحقیق علی ابن ابیطالب نے محمد بن ابی بکر صدیق کو

[1] حجر بن عدی کو اصابہ فی تمیز الصحابہ طبع مصر جلد ۱ ص۳۲۹ میں صحابی رسولؐ کا لکھا ہے نیز اس میں لکھا ہے کہ حجر کو معاویہ کے حکم سے قتل کیا گیا اور حجر نے قتل ہوتے وقت کہا کہ میرے زنجیر کو نہ چھوڑوا اور میرے خون کو نہ دہونا کیونکہ میں معاویہ سے فردا روز قیامت اسی حال میں ملاقات کرونگا اور اس سے خصومت کرونگا۔ ۱۲ مترجم۔ [2] نصائح ص۶۱/۶۲ میں ابن اثیر اور طبری کے حوالہ سے زہر دلانا ہردو کا مذکور ہے۔ ۱۲ مترجم [3] تاریخ طبری جلد ۶ ص۶۰ میں یہ قصہ اسی طرح بعینہ مروی ہے اور اسی کتاب کے جلد ۶ ص۱۲۸ میں معاویہ کا عبدالرحمن بن خالد کو معرفت ابن اثال کے قتل کرانا لکھا ہے کہ وہ حکیم تھا اور فریب سے زہر دی اور اس کو اس پر معاویہ نے انعام دیا۔ ۱۲ مترجم۔

مصر فدخلها سنة سبع وثلاثین واقام بها الیٰ ان بعث معاویة بن ابی سفیان عمرو بن العاص فی جیوش اهل الشام (الیٰ ان قال) فامر معاویة (ابن خدیج) وکان من عسکر عمرو ابن العاص فدخلوا الیه (محمد) و ربطوه بالحبال وجروه علی الارض وامر معاویة ان یجر فی الطریق وامر به ان یحرق بالنار فی جیفة حمار ووجد علیه (ای علیٰ قتل محمد) علی ابن ابی طالب وجدا عظیما وقال کان لی ربیبا وکنت اعده ولدا ولبنیّ اخاً وذلک لان علیا کان قد تزوج امه اسماء بنت عمیس بعد وفات الصدیق ورباه کما تقدم۔ انتهیٰ ملخصاً۔

فی نهج البلاغة ص۳۷ فلقد کان (محمد) الیّ حبیبا وکان لی ربیباً۔

وفی البهجة حاشیه نهج البلاغة۔ ام محمد هی اسماء بنت عمیس وکانت عند جعفر بن ابیطالب ولما قتل جعفر یوم موته زوّجها ابوبکر فولدت له محمد ثم تزوجها امیر المومنین ع ونشأ محمد فی حجره ورضع الولاء والتشیع۔ انتهیٰ۔

ومنها تولیة زیاداً[1] علی الکوفة قال المسعودی فی المروج والبیهقی فی المحاسن و المساوی جمع (زیاد) الناس بالکوفة بباب قصره

۳۷ھ میں مصر کا حاکم بنایا اور وہ وہاں مقیم رہا حتیٰ کہ معاویہ بن ابی سفیان نے عمرو بن عاص کو اہل شام کے لشکروں میں بھیجا (یہاں تک کہا) پس امر کیا معاویہ (ابن خدیج) نے جو کہ لشکر عمرو بن عاص میں تھا اور داخل ہو گئے لشکر والے محمد بن ابی بکر کے پاس اور انہوں نے اوسکو رسیوں سے باندھا اور زمین پر کھینچتے ہوئے اسکو لے گئے معاویہ نے کہا کہ اوسکو راستہ میں اسی طرح کھینچتے ہوئے لے آویں اور امر کیا کہ مردار گدھے میں ڈال کر جلا دیا جائے اور علی ؑ بن ابیطالب نے قتل محمد پر بہت غمناک ہو کر فرمایا کہ وہ میرا پرورش یافتہ تھا میں اسکو اپنے بیٹوں میں شمار کرتا تھا اور میرے بیٹوں کا بھائی تھا اور یہ اسلئے کہ علی ؑ نے محمد بن ابی بکر کی مادر اسماء بنت عمیس سے بعد وفات صدیق کے نکاح کیا تھا اور محمد بن ابی بکر کی پرورش حضرت علی ؑ نے کی تھی جیسا کہ گذر چکا ہے۔ انتہے الملخصاً۔

نہج البلاغت صفحہ ۳۷ میں ہے فرمایا علی ؑ نے تحقیق محمد بن ابی بکر میرا حبیب اور ربیب تھا۔

اور بہجہ حاشیہ نہج البلاغت میں ہے محمد کی ماں اسماء بنت عمیس ہے جو جعفر بن ابی طالب کے پاس تھی جب جعفر قتل ہوا اوس سے ابوبکر نے تزویج کی اور محمد بیٹے ابوبکر کا تولد ہوا پھر بعد وفات ابی بکر کے امیر المؤمنین ؑ نے اسماء سے شادی کی اور ان کی گود میں محمد نے پرورش پائی اور اُسنے امیر المومنین ؑ سے تولا اور تشیع کو تعلیم پایا۔ انتہا۔

اور منجملہ افعال معاویہ سے اوس کا زیاد کو کوفہ پر حاکم بنانا ہے چنانچہ مسعودی نے مروج الذہب میں اور بیہقی نے محاسن و مساوی میں لکھا ہے کہ زیاد نے لوگوں کو کوفہ میں اپنے محل کے دروازہ پر

[1] تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۲۵۱ میں ہے کہ زیاد بن ابی سفیان نے حجر بن عدی کندی وغیرہ بارہ کس کو قید کر کے معاویہ کی طرف بھیجا اور خط میں لکھا کہ یہ لوگ ترابیہ سبائیہ ہیں ان کا سردار حجر بن عدی ہے انہوں نے امیر المؤمنین (معاویہ) کی مخالفت کی ہے (پھر کہا یعنے معاویہ نے) زیاد ہمارے نزدیک حجر سے بہت سچا ہے (پھر کہا راوی نے) پس حجر اور اسکے ساتھیوں کو معاویہ کے وکیل نے کہا ہمکو حکم دیا گیا ہے کہ لعنت کرنا علی ؑ پر اور تبرا کرنا اس سے ہم تمہارے پیش کریں اگر تم اسپر عملدرآمد کرو تو بہتر اور اگر تم اس سے انکار کرو تو ہم تمہیں قتل کرینگے اور امیر المؤمنین (معاویہ) کہتے ہیں کہ قتل تمہارا حلال ہو گیا ہے کیونکہ شہر کے لوگ سب تم پر گواہ ہیں البتہ اب بھی معافی اسی پر موقوف ہے کہ اگر اس آدمی (حضرت علی ؑ) سے تبرا کرلو تو ہم تمہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ حجر اور اسکے ہمراہیوں نے کہا ہم یہ تو نہیں کرینگے اسپر معاویہ کا حکم ہوا کہ ان کی قبریں کھودی جائیں اور کفن ان کے سامنے رکھے جائیں تاکہ ان کو عبرت ہو اور اسی طرح کیا گیا جسپر حجر وغیرہ نماز میں مشغول ہو گئے پھر معاویہ کے خدام نے سوال کیا کہ نمازیں تو تم نے بڑی لمبی

یحرضهم علی لعن علی فمن ابی ذلك عرضه علی السیف۔ انتهی

فصل[1]

فی نبذة حالات بعض الصحابة[2] وفی انه هل یجوز ذکر الجرح علیهم والتعدیل لهم۔ فنقول یجب ان نفتش احوالهم کما هو یجری فی احوال سائر الرواة لما قال الحافظ عبد العزیز فی کوثر النبی صلعم ص۴۲ وعن ابن سیرین قال ان هذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم رواه مسلم والترمذی فی الشمائل لان کل من حضر عند النبی صلعم واظهر اسلامه لیس بصحابی فی الحقیقة ولیس بمؤمن وان کان مؤمنا فلیس بمعصوم بحیث لا یصدر عنه ذنب مطلقا کما لا یخفی لان من بقی عند وفاته صلی الله علیه واله وسلم قد کان مائة الف واربعة عشر الف ممن یعد صحابیا وهذا العدد ذکره النووی وابن الصلاح کما فی الصواعق ص۱۳۳ ولیسوا بسواء کما نبینه انشاء الله تعالی۔ قال الله عز وجل لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر والمجاهدون فی سبیل الله باموالهم وانفسهم فضل الله المجاهدین باموالهم وانفسهم علی القاعدین درجة الآیة۔ سورة النساء۔ وقال اجعلتم سقایة الحاج وعمارة المسجد الحرام کمن آمن بالله والیوم الآخر وجاهد فی سبیل الله الآیة سورة التوبة وقال لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل

بیعت کیا اور لوگوں کو لعنت حضرت علیؑ کی ترغیب دی اور کرائی گئی اور جسنے لعنت کرنے سے انکار کیا اوسکو تلوار سے قتل کیا گیا انتہی۔

فصل

بعض حالات صحابہ میں اور اس میں کہ آیا بیان جرح وتعدیل صحابہ کا جائز ہے یا نہ۔ پس ہم کہتے ہیں واجب ہے کہ ہم اُن کے حالات کی تفتیش کریں جیسا کہ یہی صورت باقی راویان احادیث میں جاری ہے کیونکہ کہا ہے حافظ عبد العزیز پرہاروی نے کتاب کوثر النبی صفحہ ۴۲ میں کہ ابن سیرین نے کہا ہے تحقیق یہ علم دین ہے دیکھ بھال کر لی کرو کہ دین کو کیسے شخص سے سیکھ رہے ہو روایت کیا اسکو مُسلم اور ترمذی نے اس واسطے تفتیش کی ضرورت ہے ایسا نہیں ہوسکتا کہ جو اسلام کو ظاہر کرکے نبی صلعم کے پاس حاضر ہوا ہو وہ ضرور ہی صحابی مخلص کہا جائے۔ اور نہ وہ ہر کس مومن کامل کہلا سکتا ہے اور اگر کوئی مومن بھی ہو تو معصوم نہیں ہوسکتا۔ اس طرح کہ اُس سے کوئی گناہ مطلقاً صادر نہو جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ کیونکہ جو وفات نبی صلعم کے بعد صحابہ موجود تھے وہ قریباً ایک لاکھ چودہ ہزار آدمی تھے۔ چنانچہ نووی اور ابن صلاح نے ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۳ میں لکھا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سب برابر نہ تھے جیسا کہ ہم اس کو تفصیل بیان کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مومنین سے باآرام بلا تکلیف بیٹھے رہنے والے اور جو خدا کے راہ میں اپنے نفس اور مال سے جنگ کرنیوالے ہوں برابر نہیں ہیں بلکہ بلحاظ درجہ کے اللہ تعالےٰ نے فضیلت دی ہے مجاہدین کو قاعدین پر۔ یہ آیت سورۃ نساء میں موجود ہے۔ اور فرمایا کیا حاجیوں کا پانی پلانا اور عمارت کرنا مسجد حرام کا مثل اُس شخص کے ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور قیامت کی تصدیق کی اور خدا کے راہ میں جنگ کی (آیت سورۃ توبہ) اور فرمایا مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کئے اور جنگ کی وہ دوسرے

[1] اس فصل کے مضمون سے دفع دخل مقدر کا کیا گیا ہے کہ معاویہ و عمرو بن عاص ومغیرہ وغیرہ جونکہ صحابہ سے ہیں ان پر زبان طعن کیوں کھولی گئی ہے اور خلاصہ مقصود اس فصل کا یہ ہے کہ مطلق حضرت صلعم کی خدمت میں باظہار اسلام حاضر ہونا صحابی کی تعریف میں داخل کر دیتا ہے لیکن اخلاص ایمان واعتقاد سے اطاعت اللہ و رسول میں اول سے آخر تک ثابت قدم رہنا اور بہرہ ور ہونا مشہور نہیں یہ سوائے بعض مخصوصین صحابہ کے عوام مسلمین موسومین بصحابہ میں نہیں پایا جاتا جس سبب سے وہ اس مرتبہ ادب واتباع سے گرے ہوئے ہیں جس کے مستحق متقبولین صحابہ ہیں اور ہر سہ نامبردگان بالا اسی سلسلہ غیر مخلصین سے ہیں اسلئے اپنی نفس کو اور نیز دوسروں کو ان کے حالات سے متنبہ کرکے اُن کی مودت ومتابعت سے بچانا ضروری ہے ورنہ طریق کی مخالفت ثقلین پر چلنا ہوگا جو غیر سبیل المومنین ہے۔ ۱۲ مترجم

اولئك اعظم درجة من الذين انفقوا من بعد وقاتلوا- الاية- سورة الحديد ؏

الشرك

قال رسول الله لابی بکر الشرك فيكم اخفی من دبيب النمل رواه ابن كثير وابو يعلى و الحكيم الترمذی وغيرهم ؏

النفاق

فی تفسير ابن كثير جلد ۵ صفحہ ۵۹ روی احمد عن جبير بن مطعم مرفوعا ان فی اصحابی[۱] منافقين.

فی الخصائص للسيوطی جلد ۱ صفحہ ۲۸۰- اخرج مسلم عن حذيفة ان النبی ؐ قال فی اصحابی[۲] اثنا عشر منافقا لا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل فی سم الخياط (الحديث)-

وفيہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲- اخرج البيهقی عن ابن مسعود قال خطبنا رسول الله ؐ فقال فی خطبتہ ايها الناس ان منكم منافقين فمن سميت فليقم قم يا فلان قم يا فلان حتى عد ستا وثلاثين

وفی البخاری جلد ۶ جزء ۳ صفحہ ۵۵۷ عن حذيفة بن اليمان قال ان المنافقين اليوم شر منهم على عهد النبی ؐ كانوا يومئذ يسرون واليوم

مسلمانوں کے برابر نہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور لڑے (آیت سورہ حدید) ؏

فعل شرک

ابوبکر صاحب کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اندر شرک چیونٹی کی رفتار سے بھی بہت پوشیدہ چلتا ہے روایت کیا اسکو ابن کثیر وابو یعلےٰ وحکیم ترمذی وغیرہ نے (اور ایمان ابی بکر میں مکمل ذکر اس کا آئیگا ؏)

صحابہ میں نفاق کا بیان

تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۵۹ میں ہے احمد نے جبیر بن مطعم سے روایت کیا[۱] (کذا فی مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۸۳) مرفوعاً نبی ؐ سے کہ تحقیق میرے اصحاب کے اندر منافقین بھی ہیں ؏

خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۱ صفحہ ۲۸۰ میں ہے کہ مسلم نے حذیفہ سے روایت کیا ہے تحقیق نبی ؐ نے فرمایا میرے اصحاب میں بارہ منافق ایسے ہیں جو بہشت میں ہرگز داخل نہ ہونگے جب تک اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو۔ آخر حدیث تک (یعنے محال ہے)

اور اسی خصائص کبرےٰ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ میں ہے بیہقی نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہا کہ ہمکو خطبہ پڑھکر سنایا رسول اللہ ؐ نے اور فرمایا اے لوگو تحقیق تمہارے اندر منافقین ہیں جس کا میں نام لوں چاہئے کہ اٹھکر کھڑا ہو جائے۔ کھڑا ہوا اے فلاں کھڑا ہوا اے فلاں تا کہ چھتیس ۳۶ کو شمار کیا۔

اور بخاری جلد ۳ صفحہ ۵۵۷ میں حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہا تحقیق منافقین آج کل کے زمانہ نبوی ؐ کے منافقین سے بدتر ہیں کیونکہ وہ بہت مخفی طور پر نفاق رکھتے تھے اور فی زمانہ علانیہ

[۱] مذہب اہل سنت کی تفسیر لطائف البیان مرتبہ مؤلف فتح البیان میں صفحہ ۳۴۴-۳۴۴ پر تحت آیت ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم کے لکھا ہے جتنے منافق حضرت ؐ کے پاس تھے سبکو علی التعیین حضرت ؐ نہیں جانتے تھے صرف یہ جانتے تھے کہ اہل مدینہ جو ہم سے مخالطت رکھتے اور ملتے جلتے ہیں ان میں بعض اہل نفاق و شک بھی ہیں (تنبیہ) سند اس شخص کی جو قائل ہے اس کا کہ نبی ؐ بعض منافقین کو علی التعیین جانتے تھے حدیث حذیفہ بن یمان ہے جس میں ۱۴ منافقین کے نام غزوہ تبوک میں بیان فرمائے لیکن سوائے ان کے بیما فرمایا اللہ تعالیٰ نے ومن حولکم الآیۃ ولئن لم ینتہ المنافقون الآیۃ ان آیات میں دلیل ہے اسپر کہ حضرت ؐ ان کو اجنبی بھیل جانتے تھے اور نہ علی التعیین ان کو جانتے تھے صرف صفات سے بعض کو پہچانتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولو نشاء لاریناکھم فلعرفتھم بسیماھم الآیۃ اور درمنثور جلد ۶ صفحہ ۶۶ مطبوعہ مصر میں ہے ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابوسعید و ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ تم لوگ علی ؑ کے بغض سے ان منافقین کو پہچان لوگے اور صحابہ سے مروی ہے کہ ہم رسول ؐ کے زمانہ میں منافقین کو بغض علی سے پہچانتے تھے ۱۲ مترجم

[۲] کذا فی صحیح المسلم جلد ۲ صفحہ ۳۶۹ ۱۲ مترجم

[۳] کذا فی روضۃ الاحباب جلد ۱ ... ۱۲ مترجم

یجھرون۔

وفی الفتح لان النفاق اظہار الایمان واخفاء الکفر ووجود ذلك ممکن فی کل عصر وانما اختلف الحکم لان النبی ص کان یتألفھم و یقبل ما اظھروہ من الاسلام ولو ظھر احتمال خلافہ الخ۔

قال النووی فی شرح المسلم جلد ۱ ص ۲۶ قال البخاری فی صحیحہ قال ابن ابی ملیکۃ ادرکت ثلاثین من اصحاب النبی ص کلھم یخاف النفاق علی نفسہ۔

وفی نھج البلاغۃ صفحہ ۱۹۹ ولقد قال لی رسول اللہ ص انی لا اخاف علی امتی مومنا ولا مشرکاً اما المومن فیمنعہ اللہ بایمانہ واما المشرك فیقمعہ اللہ بشرکہ ولکنی اخاف علیکم کل منافق الجنان عالم اللسان یقول ما تعرفون ویفعل ما تنکرون۔ وفی احیاء العلوم للغزالی جلد ۴ صفحہ ۸۸ لقد کان عمر یبالغ فی تفتیش قلبہ حتی کان یسئل حذیفۃ انہ ھل یعرف بہ من آثار النفاق شیئا وکذا فی المدارج والمعارج وغیرھما وسیاتی۔ انشاء اللہ۔

الردۃ

وقد بوب السیوطی فی الخصائص اخبارہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالردۃ بعدہ۔ وکفالك بہ شھیدا حدیث الحوض وسیاتی۔

نفاق رکھتے ہیں۔

اور فتح الباری شرح حدیث مذکور میں ہے کیونکہ نفاق اظہار ایمان کا اور چھپانا کفر کا ہوتا ہے اور اس بات کا وجود ہر زمانہ میں ممکن ہے البتہ حکم مختلف ہوگیا ہے کیونکہ نبی ص تالیف قلوب مسلمین کے لئے ان لوگوں سے جو اسلام کو ظاہر کر کے اعمال کرتے تھے اوسکو منظور فرمالیتے اور کوئی چنداں اعتراض نہ کرتے تھے اگرچہ اسلام حقیقی کے خلاف بھی ان لوگوں سے کوئی امر ظاہر ہو جاتا تھا۔ اور اس زمانہ اس انداز کی تالیف کی ضرورت نہیں بلکہ ٹوکنا چاہئے الخ۔

نووی نے شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۶ میں کہا کہ بخاری نے اپنی صحیح میں کہا ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا میںنے تیس ۳۰ صحابیوں کو مل کر معلوم کیا کہ وہ سب اپنے نفاق کا خدشہ رکھتے تھے۔

اور نہج البلاغت صفحہ ۱۹۹ میں ہے علی ع نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے فرمایا ہے تحقیق میں اپنی امت کے مومن اور مشرک سے خوف نہیں کرتا کیونکہ مومن کو اللہ تعالیٰ اوسکے ایمان کے باعث ممنوعات سے بچا لیتا ہے اور مشرک کو خدا تعالیٰ اسکے شرک کے باعث ہلاک کریگا لیکن ایسے شخص کے فتنہ سے مجھے زیادہ خوف ہے جو دل سے منافق ہو اور زبان سے باتونی۔ باتیں تو ایسی کریگا جو تم اچھی سمجھتے ہوگے مگر افعال ناپسندیدہ کریگا۔ اور احیاء العلوم غزالی جلد ۴ صفحہ ۸۸ میں ہے تحقیق عمر بن خطاب تفتیش اپنے دل کے لئے مبالغہ کرتا تھا اور حذیفہ سے سوال کرتا تھا کہ آیا عمر میں کچھ منافقت کے آثار تجھے معلوم ہوتے ہیں یا نہ اسی طرح مدارج و معارج وغیرہ میں ہے اور آئندہ بیان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

مرتد ہونے کے بیان میں

اور تحقیق سیوطی نے خصائص کبریٰ میں ایک باب رکھا ہے جسمیں نبی ص نے اپنے بعد مرتد ہونے بعض کی خبر دی ہے اور تمہیں حدیث حوض شہادت کے لئے کافی ہے جس میں ردت کلی و جزئی کی خبر دی گئی ہے جیسا کہ عنقریب بیان ہوگی۔

[1] استیعاب علی الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۷۵ - ۳۷۶ میں عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کا مرتد ہونا اس طرح لکھا ہے اسلم قبل الفتح وھاجر وکان یکتب الوحی لرسول اللہ ص ثم ارتد مشرکا وصار الی قریش بمکۃ فقال لھم انی کنت اصرف محمدا حیث ارید کان یملی علی عزیز حکیم فاقول او علیم حکیم فیقول نعم کل صواب فلما کان یوم الفتح امر رسول اللہ ص بقتلہ الخ یعنے عبد اللہ بن ابی سرح اسلام لاکر مہاجر ہوا اور (بقیہ حاشیہ بر ص ۱۰۸)

وفی التاریخ الکامل جلد۲ ص۱۳۱ کان مع مسیلمۃ نہار الرجال بن عنفوہ وکان قد ھاجر الی النبیؐ وقرا القرآن وفقہ فی الدین وبعثہ معلما لاھل الیمامۃ ولیشغب علی مسیلمۃ فکان اعظم فتنۃ علی بنی حنیفۃ من مسیلمۃ شھد ان محمدا یقول ان مسیلمۃ قد اشرک معہ فصدقوہ واستجابوا لہ انتھیٰ۔

اور تاریخ الکامل جلد۲ صفحہ ۱۳۱ میں ہے کہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ نہار الرجال بھی تھا جو عنفوہ کا بیٹا تھا اور تحقیق اُس نے نبیؐ کے ساتھ ہجرت کی تھی اور قرآن پڑھا دین میں فقیہ ہوا اور اوسکو نبیؐ نے یمامہ کے لوگوں کی طرف معلم بنا کر بھیجا اور اسلئے کہ مسیلمہ پر حجت تمام کر کے فیصلہ کرے پس بنی حنیفہ پر اُلٹا مسیلمہ سے بھی زیادہ بڑے فتنہ کا سبب ہوا اور شہادت دی کہ محمدؐ کہتے ہیں تحقیق مسیلمہ میرے ساتھ نبوت میں شریک ہے اسکو سچا مانو پس لوگوں نے سچ مان کر قبول کر لیا۔ انتہیٰ۔ (رسالہ اصلاح سے لکھا گیا ہے)

الاحداث فی الدین بعد النبیؐ

بیان احداث و تغییر دین نبوی میں بعد نبی صلعم کے

اخرج مسلم عن ابی ھریرۃ مرفوعا الا لیذادن رجال عن حوضی کما یذاد البعیر الضال فانادیھم الا ھلم فیقال انھم قد بدلوا فاقول سحقا سحقا۔

مسلم نے ابی ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا خبردار رہو کہ کچھ آدمی حوض کوثر سے ہانکے جائینگے جیسا کہ اجنبی یعنی غیر کا اونٹ اپنی اونٹوں سے ہانک دیا جاتا ہے میں بلاؤنگا میری طرف لاؤ تو مجھکو سنایا جائیگا کہ تحقیق ان لوگوں نے تیرے احکام کو بدل دیا تھا اور میں بھی کہونگا کہ اچھا ایسے لوگ دُور رہیں دُور۔

فی الخصائص للسیوطی جلد۲ ص۱۲۷ اخرج الشیخان عن ابن عباس مرفوعا الا انہ یجاء برجال من امتی فیؤخذ بھم ذات الشمال فاقول اصحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالحؑ وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم الایۃ فیقال انھم لم یزالوا مرتدین علی اعقابھم منذ فارقتھم

اور خصائص سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۲۷ میں ہے بخاری اور مسلم نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے خبردار رہو کہ چند آدمی میری امت کے بائیں ہاتھ کے اعمالنامہ والے پکڑے ہوئے لائے جائینگے میں کہونگا یہ تو میرے اصحاب ہیں کہا جائیگا کہ تو نہیں جانتا جو کچھ انہوں نے تیرے بعد کیا ہے؟ میں کہونگا اُس طرح جیسا کہ عبد صالح عیسےؑ نے کہا کہ خدایا جب تک میں ان میں رہا اُسوقت کی شہادت دے سکتا ہوں اور فوت ہونے کے بعد کو تو خوب جانتا ہے کہا جائیگا کہ یہ لوگ تیری وفات ہوتے ہی اپنی ایڑیوں کے بل پھر گئے تھے۔

وفیہ جلد۲ صفحہ ۲۶۹۔ اخرج البخاری عن عقبۃ بن عامر (فی حدیث طویل) واللہ ما اخاف[1] علیکم ان تشرکوا بعدی ولکن اخاف علیکم

اسی کتاب کے صفحہ ۲۶۹ میں ہے بخاری نے عقبہ بن عامر سے حدیث طویل میں روایت کیا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا قسم بخدا مجھے تمہارے لئے اپنے بعد مشرک ہوجانے کا اتنا خوف نہیں جتنا یہ ہے کہ رغبت دنیا سے

(بقیہ حاشیہ ص۱۰۷) کاتب وحی رسولؐ کا تھا پھر مرتد ہوگیا اور قریش مکہ کے پاس جا کر بیان کیا کہ محمدؐ کو جس طرف میں پھیرتا تھا اسی طرف پھر جاتا تھا جو الفاظ میں بولتا تھا وہ قرآن میں لکھے جاتے تھے چنانچہ مینے علیم حکیم بجائے عزیز حکیم کے کہا تو نبیؐ نے فرمایا ٹھیک ہے یہی لکھدو پھر فتح مکہ میں نبیؐ نے عبد اللہ کے قتل کا حکم دیا مگر وہ مفرور ہوگیا اور عثمان امیر برادر رضاعی خود کے پاس جا کر اس نے پناہ لی اور نبیؐ سے معافی لی گئی۔ الخ ۱۲ مترجم۔

[1] بخاری باب غزوہ احد صفحہ ۵۸۰ طبع کرزن پریس میں ان الفاظ سے وارد ہے فرمایا انی لست اخشی علیکم ان تشرکوا ولکنی اخشی علیکم الدنیا ان تنافسوا فیہا یعنی مجھے تمہارے لئے اسکا خوف نہیں کہ میرے بعد تم مشرک ہو جاؤ ... جتنا یہ ہے کہ تم لالچ دنیا میں بگڑ جاؤ گے چنانچہ یہی ہوا کہ مرتد مشرک اس قدر نہ ہوئے جس قدر سلطنت اور روپیہ کے لالچ میں استقامت اور اطاعت رسول

ان تتنا فسوا۔ وکذا فی المسلم (فی حدیث
الحوض) جلد۲ صفحہ ۲۵۰ وزاد تتنا فسوا فیھا
ای فی الدنیا وخزائن الارض۔ وفی کنز العمال
جلد۷ صفحہ ۲۰ وفیہ فاقول یارب اصیحابی اصیحابی
رواہ البیہقی واحمد والترمذی والنسائی۔
وفیہ جلد۱ صفحہ ۹۸ عن ابی سعید مرفوعا
(فی حدیث طویل) وانی ایھا الناس فرط
لکم یوم القیمۃ علی الحوض وان رجالا یقولون
یارسول اللہ ص انا فلان بن فلان فاقول
فاما النسب فقد عرفتہ ولکنکم احدثتم
بعدی وارتددتم القھقری رواہ ابن النجار
وفیہ ھکذا فی جلد۷ صفحہ ۲۲۱۔ فی البخاری جلد۳
صفحہ ۳۰ طبع مصر عن العلاء بن المسیب
عن ابیہ قال لقیت البراء بن عازب فقلت
طوبی لک صحبت النبی ص وبایعتہ تحت الشجرۃ
فقال یا ابن اخی انک لا تدری ما احدثنا بعدہ
وفی الموطا لمالک صفحہ ۱۷۳ طبع فاروقی باب فی فضل
الشھداء فی سبیل اللہ مالک عن ابی النضر مولی عمر بن
عبید اللہ انہ بلغہ ان رسول اللہ قال لشھداء احد
ھؤلاء اشھد علیھم فقال ابوبکر یا رسول اللہ
السنا باخوانھم اسلمنا کما اسلموا وجاھدنا کما جاھدوا
فقال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) بلی
ولا ادری ما تحدثون بعدی قال فبکی ابوبکر ثم
بکی ثم قال ائنا لکائنون بعدک وھکذا الیضنے
بالتاء فی کشف المغطا ترجمۃ الموطا صفحہ ۳۰۱-۳۰۲

ان لالچ دنیا میں پھنس کر فتنہ پیدا کر دیگے۔ اسی طرح مسلم جلد۲ صفحہ ۲۵۰ حدیث حوض
میں ہے اور زیادہ کیا کہ دنیا اور خزانے زمین کی طرف رغبت کرکے
پھسل جاؤ گے اور اسی طرح کنز العمال جلد۷ صفحہ ۲۰ میں ہے بہ لفظ
یارب اصیحابی اصیحابی اسکو بیہقی واحمد وترمذی ونسائی نے روایت
کیا ہے اور نیز کنز العمال جلد۱ صفحہ ۹۸ میں ابی سعید سے مرفوعاً ایک
حدیث طویل میں ہے۔ تحقیق میں تم لوگوں سے پیشتر حوض کوثر پر ہونگا
اور تحقیق چند آدمی کہیں گے میں فلاں بیٹا فلاں کا ہوں میں
کہونگا ٹھیک ہے نسب تو مجھے معلوم ہے لیکن تم نے میرے بعد نئے
مسائل نکالے اور مجھ سے ہٹ کر پیچھے کو پھر گئے اُسکو ابن نجار نے روایت
کیا ہے۔ اور اسی میں جلد۷ صفحہ ۲۲۱ پر اسی طرح ہے۔ اور
بخاری جلد۳ طبع مصر صفحہ ۳۰ میں ہے علاء بن مسیب اپنے باپ
سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے میں براء بن عازب سے ملا میں نے
کہا بڑی خوشی کی بات ہے کہ تم نے نبی ص سے ملاقات کی اور ان سے
درخت کے نیچے بیعت کی براء نے کہا اے بھتیجے تحقیق تو نہیں
جانتا جو کہ ہم نے بعد نبی ص کے کیا کیا نئے کام کئے ہیں؟
اور مؤطا امام مالک صفحہ ۱۷۳ مطبع فاروقی دہلی باب فضل الشہداء
فی سبیل اللہ میں ہے مالک نے ابی النضر مولے عمر بن عبید اللہ سے
روایت کی ہے کہ اسکو یہ حدیث پہنچی ہے کہ تحقیق رسول اللہ ص نے
واسطے شہداء اُحد کے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں ان پر کہ یہ سب
مطلب کو پہنچے ابوبکر نے کہا یارسول اللہ آیا ہم انہی کے بھائی
نہیں ہم اسلام بھی لائے جیسا کہ وہ لائے اور جہاد کیا ہم نے
جیسا کہ انہوں نے جہاد کیا فرمایا رسول ص نے ہاں یہ تو ہے مگر
میں کیا سمجھوں اور نہیں جانتا کہ میرے بعد تم کیا کیا امور پیدا کرو گے؟ کہا راوی نے
پس رویا ابوبکر اور بہت رویا پھر کہا آیا ہم تیرے بعد موجود ہونگے؟
اسی طرح کشف المغطا ترجمہ مؤطا صفحہ ۳۰۱ و ۳۰۲ میں ہے۔

ف بیعت شجرہ کے بعد احداث کا اقرار

لہ برائے حدیث حوض ترجمہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔ در مطبع نولکشور مدارج النبوۃ جلد۲ صفحہ ۵۳۳ میں یوں لکھا ہے جو بلفظہ نقل کیا جاتا ہے "پس تر برآمد بر منبر و فرمود من پیشرو شما ام و شہید ام بر شما و موعد شما حوض است و من نظر میکنم بسوئے حوض ہم در اینجا کہ ایستادہ ام (یہانتک کہ لکھا ہے) فرمود نمی ترسم من بر شما کہ مشرک شوید بعد از من ولیکن مے ترسم بر شما دنیا را کہ رغبت کنید در آں و در فتنہ افتید و ہلاک شوید چنانکہ ہلاک شدند آں کسانیکہ پیش از شما بودہ اند" اس عبارت سے ثابت ہے کہ حدیث حوض میں احداث سے مراد ہر دو قسم تبدیل ایمان بہ کفر و تبدیل اطاعت احکام نبوی بہ عصیان و عدم مبالات بہ فرمان شارع ہے جیسا کہ ملوک اسلام صحابہ وغیرہ سے صادر ہوا۔ ۱۲ مترجم۔

قوله ما تحدثون۔ اقول قد رُءِی فی الموطا المطبوع فی المجتبائی الدهلی یحُدثون[1] بالیاء لکن فی الموطا الذی صححه العلماء بامر السلطان المسلم المطبوع علی هامش شرحه للقاضی ابی الولید الباجی الاندلسی المسمی بالمنتقٰی من اعیان الطبقة العاشرة من علماء السادة فی مطبع السعادة بجوار محافظة مصر جلد ثالث باب الشهداء فی سبیل الله ص۲۰۷ فقال رسول اللهؐ ولکن لا ادری[2] ما تحدثون (بالتاء) بعدی فبکیٰ ابوبکر ثم بکی ثم قال ائنا لکائنون بعدك - فی شرح المنتقٰی وقول ابی بکر السنا یا رسول اللهؐ باخوانهم اسلمنا کما اسلموا وجاهدنا کما جاهدوا علی وجه الاشفاق لما رای من تخصیصهم بحکم کان یرجوان یکون حظه منه وافراً (الیٰ ان قال) فقال صلعم ولکن لا ادری ما تحدثون بعدی قال قوم ان الخطاب وان کان متوجهاً الیٰ ابی بکر فان المراد به غیره ممن یعلمؐ بمآل حاله وعمله وما یموت علیه واما ابوبکر فقد علم انه من اهل الجنة والنبیؐ شهید له بذلك (ثم قال) قال القاضی ابو الولید ویکون علیٰ هذا اصح قوله لابی بکر بلی ولکن لا ادری ما تحدثون بعدی لم یرد به الحدث المتضاد للشریعة وانما اراد به جمیع الاعمال الموافقة للشریعة - انتهیٰ۔

قولِ آنحضرتؐ ما تحدثون میں کہتا ہوں تحقیق دیکھا گیا ہے کہ مؤطا مطبوعہ مجتبائی دہلی میں یحدثون یاء سے لکھا ہے لیکن محض غلط ہے کیونکہ وہ مؤطا جسکو بامر بادشاہ مسلم کے صحیح کرکے منتقٰی شرح مؤطا کے حاشیہ پر مصر میں طبع کرایا گیا ہے اور اس کی شرح مسمّٰے بہ منتقٰی قاضی ابوالولید باجی اندلسی نے کی ہے جلد تیسرے باب الشہداء فی سبیل اللہ صفحہ ۲۰۷ میں ہے پس فرمایا رسول اللہؐ نے لیکن مجھے کیا معلوم کہ تم میرے بعد کیا کیا افعال پیدا کروگے پس رو یا ابوبکر پھر رویا اور کہا ہم تیرے بعد بھی ہونگے اس کی شرح منتقٰی میں ہے۔ اور قول ابی بکر کا کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں اے رسولِ خدا ہم اسلام لائے جیسا اسلام یہ لوگ لائے اور ہم نے جہاد کیا جیسا انہوں نے جہاد کیا بطریق خوف تھا کہ ہم کو باوجود اسلام و اعمال کے کیوں اس موقعہ پر یاد نہیں فرمایا اور شہداء اُحد کے لئے اس شہادت کو مخصوص فرمایا ہے۔ اور حالانکہ ابوبکر صاحب کو بھی امید تھی کہ اسبارہ میں اسکا بہت حصہ ہوگا (تا اینکہ شارح نے کہا کہ) پس فرمایا رسولؐ نے لیکن میں نہیں جانتا کہ تم میرے بعد کیا کچھ کروگے قوم نے کہا ہے تحقیق خطاب اگرچہ متوجہ بجانب ابی بکر کے ہے مگر مراد غیر ابی بکر کے ہونگے جن کا آخر حال عمل اور موت اُنکی تغیر حال پر رسولؐ کو معلوم ہوا ہوگا لیکن ابوبکر پس نبیؐ نے جتلایا ہوا تھا کہ یہ بہشتی ہے تو گویا نبی نے شہادت دی ہوئی تھی پھر کہا کہ قاضی ابوالولید نے کہا ہے اور اس طرح معنے قول نبی علیہ السلام کا بلی ولکن الخ کا یہ ہوگا کہ اس احداث سے مراد مخالف شریعت نہیں بلکہ مراد ہے کہ جمیع اعمال موافقہ شریعت[3] ہونگے انتہیٰ من المنتقٰی۔

[1] مؤطا مطبع فاروقی وکشف المغطا دمؤطا مصحح علماء مطبوعہ مصر اور اس کی شرح منتقٰی میں خطاب کو بجانب ابی بکر تسلیم کیا جا چکا ہے لہذا کسی کو وہم غلطی مطبع مجتبائی سے نہ پیدا ہو کہ یحدثون بالیاء ہے اور خطاب نہیں جیسا کہ تحقیق مندرجہ کتاب سے ثابت ہوگیا ہے نیز یحدثون سے جواب دینا رسولؐ کا ابوبکر کے سوال پر بالکل فصاحت کے خلاف ہے اور ادنیٰ عربی دان اوس کی غلطی کو سمجھ سکتا ہے کہ اپنی نسبت ابوبکر پوچھے اور حضرتؐ دوسرے لوگوں کا حال بیان کریں ایسے تو سوال گندم جواب چینا کا مصداق ہوتا ہے جو شان نبی کے خلاف ہے ۱۲ مترجم۔

[2] مؤطا مترجم علامہ وحید الزمان مطبوعہ صدیقی لاہور ص۳۰۱ میں تحدثون بالتاء الفوقانیہ ہے اور ترجمہ یہ لکھا ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں کہ میرے بعد کیا کروگے ۱۲ مترجم۔

[3] یہ معنے ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ غلط ہے کیونکہ فضیلت شہادت نبیؐ کی شہداء اُحد کے لئے دیتی (بقیہ حاشیہ برص۱۱۱)

قال الامام الواقدی فی کتابہ المغازی ص۱۰۲
رباب غزوہ احد) وکان طلحۃ بن عبد اللہ و
ابن عباس وجابر ابن عبد اللہ الانصاری
یقولون صلی رسول اللہ صلعم علٰی قتلٰی احد
وقال انا علٰی ھؤلاء شہید فقال ابوبکر یا
رسول اللہ صلعم الیسوا اخواننا اسلموا کما اسلمنا
وجاھدوا کما جاھدنا وصلوا کما صلینا و
صاموا کما صمنا قال بلٰی ولکن ھؤلاء لم یاکلوا
من اجورھم شیئا ولا ادری ما تحدثون
بعدی فبکی ابوبکر بکاءً شدیدًا فقال انا
ولذا فی جذب القلوب للشیخ الدھلوی ص۲۸۳

وفی المسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۹ طبع دھلی عن ابی حازم
قال سمعت سھلا یقول سمعت النبی صلعم یقول انا
فرطکم علی الحوض من ورد شرب ومن شرب
لم یظما ابدًا ولیردن علیّ اقوام اعرفھم و
یعرفونی ثم یحال بینی وبینھم قال ابوحازم
فسمع نعمان بن ابی عیاش وانا احدثھم ھذا
الحدیث فقال ھٰذا سمعت سھلا یقول قال
فقلت نعم قال وانا اشھد علٰی ابی سعید
الخدری لسمعتہ یزید فیقول انھم منی فیقال
انک لا تدری ما عملوا بعدک فاقول سحقا
سحقا لمن بدل بعدی۔

وفیہ قالت اسماء بنت ابی بکر مرفوعًا
انی علٰی حوضی انظر من یرد علیّ منکم وسیؤخذ
اناس دونی فاقول یا رب
منی ومن
امتی

امام واقدی نے کتاب المغازی صفحہ ۱۰۲ باب غزوہ احد میں کہا ہے
بروایت طلحہ بن عبد اللہ وابن عباس وجابر بن عبد اللہ انصاری کے
مروی ہے کہ نبی صلعم نے شہداء احد پر نماز پڑھی اور فرمایا میں ان
لوگوں پر گواہ ہوں ابوبکر نے کہا اے رسول اللہ صلعم کیا وہ بھی ہمارے
بھائی نہیں اسلام لائے ہیں جیسا ہم اسلام لائے اور انہوں نے
جہاد کیا جیسا ہم نے کیا اور نمازیں پڑھیں جیسی ہم نے پڑھیں اور
روزے رکھے جیسی ہم نے بھی رکھے فرمایا نبی صلعم نے ہاں ولیکن
یہ لوگ کچھ ثمرہ اپنے کئے کا نہیں کھا گئے اور تمہارا معلوم نہیں کہ
میرے بعد کیا کروگے پس رویا ابوبکر سخت رونا اور کہا کیا ہم بعد
تیرے بھی ہونگے؟

اسی طرح جذب القلوب مؤلفہ شیخ عبد الحق دہلوی صفحہ ۲۸۳ میں ہے
اور مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۹ مطبوعہ دہلی میں ہے روایت کی ابی حازم
نے کہا کہ مینے سنا نبی صلعم سے فرماتے تھے میں تم سے پہلے حوض کوثر
پر جانے والا ہوں۔ اور جو وہاں وارد ہوگا اور جس نے اس سے پیا
وہ ہمیشہ کے لئے پیاسا نہ ہوگا اور میرے پاس کچھ لوگ وارد ہونگے
میں ان کو جانتا ہونگا اور وہ مجھے جانتے ہونگے پھر میرے اور
ان کے درمیان پردہ کیا جائیگا ابوحازم نے کہا نعمان بن ابی عیاش
نے سنا اور میں حدیث بیان کررہا تھا اُس نے کہا اسی طرح
تونے سہل سے سنا ہے مینے کہا ہاں سہل نے کہا میں گواہی دیتا
ہوں ابی سعید خدری پر کہ مینے اُس سے سنا ہے اتنا بڑھاتا تھا کہ
نبی صلعم فرمائینگے تحقیق یہ میری جماعت کے ہیں کہا جائیگا تحقیق
تو نہیں جانتا جو عمل انہوں نے تیرے بعد کئے ہیں میں کہونگا دوری
ہو دوری ہو اسکے لئے جسنے اپنے عمل میرے بعد تبدیل کئے
اور اسی صحیح مسلم میں اسماء بنت ابی بکر سے مرفوعًا روایت ہے نبی صلعم نے
فرمایا میں حوض کوثر پر انتظار کرونگا اوس کی جو تم سے ہمارے
روبرو وارد ہوگا اور کچھ آدمی میرے قریب سے پکڑے جائینگے
اور میں کہونگا یا رب یہ میری جماعت سے ہیں اور میری امت سے ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور ابی بکر کو اس گواہی سے خارج کرنا اس سبب سے ہے کہ معلوم نہیں تم کیا کچھ میرے بعد کروگے
پس میں کیسے تمہاری گواہی وصول براد کی دے سکتا ہوں جب تک کہ خاتمہ معلوم نہو کہ کیسے ہوا اور انما الاعمال
بالخواتیم پس احداث سے مراد اعمال اگر موافق شرع ہیں تو مذموم کیسے ہوسکتے ہیں جو سیاق حدیث سے مذمت ان کی ثابت وظاہر
ہورہی ہے اور احداث میں وہ کس طرح داخل ہوسکتے ہیں غور اور انصاف کا مقام ہے ۱۲ مترجم۔

فیقال اما شعرت ما عملوا بعدك والله ما برحوا بعدك یرجعون علیٰ اعقابهم قال فكان ابن ابی ملیكة یقول اللهم انا نعوذبك ان نرجع علی اعقابنا او ان نفتن عن دیننا۔

وفیه تقول (عائشة) سمعت رسول اللهؐ یقول وهو بین ظهرانی اصحابه انی علی الحوض انتظر من یرد علی منكم فوالله لیقتطعن دونی رجال فلا قولن ای رب منی ومن امتی فیقول انك لا تدری ما عملوا بعدك مازالوا یرجعون علی اعقابهم۔ وفیه عن ام سلمة مرفوعا انی لكم فرط علی الحوض فایای لا یاتین احدكم فیذب عنی كما یذب البعیر الضال فاقول فیم هذا فیقال انك لا تدری ما احدثوا بعدك فاقول سحقا۔ وفیه عن عبد الله مرفوعًا انا فرطكم علی الحوض ولا نازعن اقواما ثم لا اغلبن علیهم فاقول یارب اصحابی[1] اصحابی فیقال انك لاتدری ما احدثوا بعدك

بخاری کتاب الفتن صفحہ [illegible] صحیح مسلم [illegible]

کہا جائیگا نہیں جانتا تو کہ انہوں نے تیرے بعد کیا عمل کیا ہے۔ قسم بخدا تیرے بعد ہر وقت اپنی ایڑیوں پر واپس پھرتے رہے ابن ابی ملیکہ کہتا تھا خدایا ہم تیری ذات کی مدد کے ساتھ پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ ہم ایڑیوں کے بل پھر جائیں اور ہم کو دین میں فتنہ پہنچنے سے بچائے رکھ۔

اور اسی میں ہے بی بی عائشہ کہتی تھی میںنے رسول اللہؐ سے سُنا ہے اپنے اصحاب میں بیٹھکر فرما رہے تھے تحقیق میں حوض کوثر پر اپنے پاس آنے والوںکا انتظار کرونگا اور قسم بخدا ضرور جدا کئے جائینگے کچھ لوگ میرے قریب کے آدمیوں سے میں کہونگا اے میری رب یہ تو میری اپنی جماعت کے آدمی اور میری امت سے ہیں۔ جواب ملیگا کہ تو نہیں جانتا انہوں نے تیرے بعد کیا عمل کئے ہیں ہمیشہ ایڑیوں کے بل واپس پھرتے رہے؟ اور اسی طرح صحیح مسلم میں جناب ام سلمہ سے مرفوعًا ہے کہ تحقیق میں تمہارے لئے حوض پر پہلے جانیوالا ہوں میرے پاس ایسا کوئی تم سے نہ آئے جو میرے پاس سے ہانکا جائے جیسا کہ اونٹ گم شدہ غیر کا ہانکا جاتا ہے اور کہونگا کس سبب سے ایسا کیا جاتا ہے کہا جائیگا تحقیق تو نہیں جانتا انہوں نے تیرے بعد کیا عمل پیدا کئے ہیں میں کہونگا دوری ہو ان سے۔

نیز اوسی صحیح مسلم میں عبداللہ سے مرفوعًا ہے فرمایا نبیؐ نے میں آگے جانے والا ہوں حوض پر اور البتہ جھگڑا کرونگا کچھ لوگوں کی بابت پھر میں ان پر غلبہ نہ پاؤنگا میں کہونگا یارب یہ تو میرے اصحاب ہیں کہا جائیگا تحقیق تو نہیں جانتا جو کچھ انہوں نے تیری بعد نئی باتیں نکالی ہیں۔

[1] صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۲ میں ہے لیردن علے الحوض رجال ممن صاحبنی حتی اذا رایتهم ودفعوا الی اختلجوا دونی فلا قولن ای رب اصحابی اصحابی فلیقالن لی انك لا تدری ما احدثوا بعدك ترجمہ وہی مندرجہ کتاب ہے یعنے میرے اصحاب سے ایسے لوگ ہونگے جو حوض سے ہانکے جائیں گے اور دور کئے جائیں گے اور مجھ کو کہا جائیگا کہ تیرے بعد یہ لوگ تیرے فرمان پر نہیں رہے۔ نیز بخاری ابواب التفسیر باب قول اللہ عزوجل واتخذ الله ابراهیم خلیلا میں نبیؐ نے فرمایا وان ناسا من اصحابی یوخذ بهم ذات الشمال فاقول اصحابی اصحابی فیقول انهم لم یزالوا مرتدین علیٰ اعقابهم منذ فارقتهم فاقول كما قال العبد الصالح وكنت علیهم شهیدا۔ اور کتاب الحوض میں بھی ہے یارب اصحابی فیقال انك لا تدری ما احدثوا بعدك خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ بعض اصحاب کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا اور عذاب کی طرف کھینچا جائیگا فرمایا نبیؐ کہ میں پکارونگا یہ تو میرے اصحاب ہیں میرے اصحاب مگر ندا کیا جائیگا کہ تجھے معلوم نہیں ہے کہ تیرے بعد انہوں نے کیا کچھ کیا ہے اور ارتداد کیا ہے اسکے حاشیہ پر کرمانی شرح بخاری سے لکھا ہے کہا خطابی نے معنے اسکا یہ ہے کہ حقوق واجبہ سے کوتاہی کی نہ یہی کہ اسلام سے بالکلیہ مرتد ہوئے تھے

قال النووی قال القاضی عیاض احادیث الحوض صحیحۃ والایمان بہ فرض والتصدیق بہ من الایمان وھو علٰے ظاھرہ عند اھل السنۃ والجماعۃ لا یتاول ولا یختلف فیہ وقال القاضی حدیثہ متواتر النقل رواہ خلائق من الصحابۃ فذکرہ مسلم من روایۃ ابی سعید وسھل بن ابی سعید وجندب وعبد اللہ بن عمرو وابن عمرو بن العاص وعائشۃ وام سلمۃ وعقبۃ بن عامر وابن مسعود وحذیفۃ وحارثۃ بن وھب والمستورد وابی ذر وثوبان وانس وجابر بن سمرۃ ورواہ غیر مسلم من روایۃ ابی بکر الصدیق وزید بن ارقم وابی امامۃ وعبد اللہ بن زید وابی برزۃ وسوید بن جبلۃ وعبد اللہ بن الصنابحی والبراء بن عازب واسماء بنت ابی بکر وخولۃ بنت قیس وغیرھم قلت ورواہ البخاری ومسلم ایضًا من روایۃ ابی ھریرۃ ورواہ غیرھما من روایۃ عمر ابن الخطاب وعائذ بن عمرو وآخرین وقد جمع ذلک کلہ الامام الحافظ ابوبکر البیھقی فی کتابہ البعث والنشور باسانیدہ وطرقہ المتکاثرات قال القاضی وفی بعض ھذا ما یقتضی کون الحدیث متواترًا انتھٰی ۔ قال السید الصدیق فی منھج الوصول صـ۱۲ وسخاوی گفتہ شیخ ما منجملہ احادیث موصوفہ بتواتر این احادیث را ذکر کردہ است یعنی حدیث شفاعۃ وحوض چہ در عدد رواتش از صحابہ زیادہ بر چہل نفر اند انتھٰی قال النووی اما اصیحابی فوقع فی الروایات مصغرًا مکررًا وفی بعض النسخ اصحابی اصحابی مکررا ۔ و فی البخاری جلد ۴ صـ۱۴۷ کتاب الفتن عن ابی ھریرۃ وفیہ جلد ۴ صـ۹۵ باب الحوض ۔ قال الحافظ فی فتح الباری جزء ۶ جلد ۴ صفحہ ۱۷۰ و اخرج احمد والطبرانی من حدیث ابی بکرۃ رفعہ

نووی نے اس کی شرح میں کہا ہے کہ قاضی عیاض نے کہا احادیث حوض کی صحیح ہیں اور ایمان اسکے ساتھ فرض ہے اور تصدیق اسکی جزء ایمان ہے اور یہ اپنے ظاہر معنے پر ہے نزدیک اہل سنت و جماعت کے نہ اس کی تاویل کیجاتی ہے اور نہ اس میں کوئی اختلاف ہے اور قاضی عیاض نے کہا ہے حدیث حوض کی متواتر النقل ہے اسکو بڑی جماعت صحابہ نے روایت کیا ہے پس اسکو ذکر کیا ہے مسلم نے روایت ابی سعید وسہل بن ابی سعید وجندب وعبد اللہ بن عمر وابن عمرو بن عاص وعائشہ وام سلمہ وعقبہ بن عامر وابن مسعود وحذیفہ وحارثہ بن وہب ومستورد وابی ذر وثوبان وانس وجابر بن سمرہ سے اور مسلم کے سوا بھی روایت کیا ہے اور محدثین نے ابی بکر صدیق وزید بن ارقم وابی امامہ وعبد اللہ بن زید وابی برزہ وسوید بن جبلہ وعبد اللہ بن صنابحی وبراء بن عازب واسماء بنت ابی بکر وخولہ بنت قیس وغیرہم سے ۔ میں کہتا ہوں اسکو بخاری ومسلم نے بھی روایت ابی ہریرہ سے اور غیر مسلم وبخاری نے روایت عمر ابن خطاب سے اور عائذ بن عمرو اور دوسروں سے روایت کیا اور تحقیق جمع کیا اسکے کل طرق اسناد کو امام حافظ ابوبکر بیہقی نے اپنی کتاب بعث والنشور میں ۔ کہا قاضی نے اور بعض ان اسانید کے مقتضی ہیں حدیث کے متواتر ہونے کے انتہیٰ من شرح المسلم للنووی کہا سید صدیق نے منہج الوصول صفحہ ۱۲ میں سخاوی نے کہا ہے ہمارے شیخ نے منجملہ احادیث موصوفہ بہ تواتر کے ان احادیث حوض کو بھی شمار کیا ہے یعنی حدیث شفاعت وحوض کو کیونکہ رُواۃ اسکے صحابہ چالیس آدمیوں سے زیادہ ہیں ۔ انتہیٰ ۔

نووی نے کہا ہے لیکن لفظ اصیحابی پس روایات میں مصغر مکرر طور پر واقع ہوا ہے اور بعض نسخہ جات میں اصحابی اصحابی مکرر واقع ہے ۔

اور بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۴۷ کتاب الفتن میں ابی ہریرہ سے بھی مروی ہے ۔ نیز جلد ۴ صفحہ ۹۵ باب الحوض میں اسیطرح ہے ۔

حافظ ابن حجر نے جلد ۶ صفحہ ۱۷۰ میں بشرح حدیث مذکور لکھا ہے کہ احمد وطبرانی نے حدیث ابی بکرہ سے مرفوعًا روایت کیا ہے

لیردن علی الحوض رجال[1] ممن صحبنی ورانی
وسندہ حسن وللطبرانی من حدیث ابی
الدرداء نحوہ وزاد فقلت یارسول اللہ صلعم
ادع اللہ ان لایجعلنی منھم قال لست منھم
وسندہ حسن وقال ابن التین یحتمل ان یکون
من منافقین اومن مرتکبی الکبائر ثم قال
ولا یبعد ان یدخل فی ذلک ایضاً
من کان فی زمنہ من المنافقین وسیاتی
فی حدیث الشفاعۃ وتبقی ھذہ الامۃ
فیھا منافقوھا فدل علی انھم
یحشرون مع المؤمنین فیعرف
اعیانھم۔ الخ ایضاً فیہ
وقد اخرج ابویعلی بسند حسن عن ابی
سعید سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم فذکر حدیثا فقال یا ایھا
الناس انی فرطکم علی الحوض فاذا جئتم
قال رجل یارسول اللہ ص انا فلان بن فلان
وقال آخر فلان بن فلان فاقول فاما النسب
فقد عرفتہ ولعلکم احدثتم بعدی وارتددتم
ولاحمد والبزار نحوہ من حدیث جابر۔
وفی جلد ۶ صفحہ ۲۱۵ لیردن علی اقوام اعرفھم
ویعرفونی ثم یحال بینی وبینھم فاقول
انھم منی فیقال

ضرور حوض پر کچھ لوگ آئینگے ان لوگوں سے جنہوں نے میری صحبت حاصل کی ہے اور ہمکو دیکھا ہے آخر حدیث تک اور سند اس کی حسن ہے اور طبرانی نے حدیث ابی الدرداء سے اس کی مثل روایت کیا ہے اور زیادہ لکھا ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ص میرے لئے اللہ سے دعا مانگیں کہ مجھے ان لوگوں سے جو حوض پر ایسے طریق سے وارد ہونگے نہ کرے فرمایا رسول ص نے کہ تو ان سے نہیں ہے اور سند اس کی بھی حسن ہے۔ کہا ابن تین نے احتمال ہے کہ ان سے مراد منافقین ہوں یا مرتکب کبائر کے مراد ہوں اور پھر کہا کہ کچھ بعید نہیں کہ اس میں زمانہ نبی ص کے منافقین بھی داخل ہوں اور عنقریب حدیث شفاعۃ میں آئیگا کہ اس امت میں منافقین باقی رہیں گے پس یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ وہ منافقین مومنین کے ساتھ اٹھائے جائینگے پھر ان مومنین سے شناخت کر کے الگ کئے جائینگے اور تحقیق نقل کیا ہے ابویعلے نے سند حسن سے بروایت ابی سعید نے میں نے سنا ہے رسول اللہ ص سے اور ذکر کیا حدیث کو تحقیق میں تم سے آگے حوض پر جاؤنگا پس جب تم آؤ گے تو کوئی آدمی کہیگا کہ میں فلاں بیٹا فلاں کا ہوں اور دوسرا کہیگا میں فلاں بیٹا فلاں کا ہوں پس کہونگا تحقیق میں نے تمہارے نسب کو تو سمجھ لیا ہے مگر غالباً تم نے میرے بعد نئے کام پیدا کر کے میرے احکام سے پھر گئے ہو۔ اور احمد و بزار نے حدیث جابر سے مثل اسکے روایت کیا ہے۔ اور اسی فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۲۱۵ میں ہے ضرور میرے پاس چند قسم کے لوگ وارد ہونگے جن کو میں شناخت کرلونگا اور وہ مجھے شناخت کرلینگے پھر ان کے اور میرے درمیان پردہ کیا جائیگا اور میں کہونگا تحقیق یہ تو میری جماعت کے آدمی ہیں

[1] شاید کوئی کہے کہ رسالہ محمد رسول ص کی شان میں فرق آتا ہے کہ باوجود کوشش انکی کے مؤمن کامل بہت تھوڑے ثابت ہوئے اور زیادہ کو تبلیغ سے فائدہ نہ پہنچا تو سمجھنا چاہئے کہ نبی ص بشیر و نذیر تھے زبردستی اور بہ جبر راہ حق پر لانا ان کا کام نہ تھا پڑھئے لست علیھم بمصیطر و لست علیھم بوکیل وما انت علیھم بجبار اور یہ کوئی امر جدید و غریب نہیں ہے کہ اصحاب النبی نے نبی ص کے حکم کی نافرمانی کی دیکھئے موسےؑ چند ایام کا وعدہ کر کے کوہ طور پر گئے اور اپنے بھائی ہارون ؑ پیغمبر کو اصحاب میں جانشین چھوڑ گئے مگر اصحاب نے احکام کی کچھ پروا نہ کی اور گوسالہ پرستی شروع کر دی اور یہ لوگ قریباً ستر ہزار کی تعداد میں تھے تو جب ایک رسول اولو العزم نے چند ایام کا وعدہ واپسی کیا اور ایک نبی ہارون اصحاب کے اندر موجود تھے پھر بھی سوائے چند کے باقی سب حق سے روگردانی کر گئے اور معمولی مخالفت نہیں بلکہ بت پرستی کرنے لگے اور نوحؑ ساڑھے نو سو سال تک بہت کم افراد کو ہدایت کر سکے تو جائے تعجب نہیں کہ مثیل ہارونؑ یعنی حضرت علیؑ کے موجود ہوتے ہوئے رسول اللہ ص کی وفات کے بعد صحابہ نے حقیقی جانشین کے سوا اپنا من گھڑت جانشین مقرر کر لیا اور اس سبب سے راہ ہدایت سے دور ہو گئے اور یہاں دنیاوی لالچ بھی موجود تھا جو کہ اصحاب

انك لا تدری ما احدثوا بعدك فاقول سحقا سحقا لمن غيّر بعدی۔

جواب میں کہا جائیگا تحقیق تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے بعد کیا نئے کام پیدا کئے ہیں تب کہونگا دوری ہو دوری ہو اوس کے لئے جسنے میرے بعد احکام میں تغیر کر دیا ہے۔

وفی جلد ۶ صفحہ ۲۱۶ و فی روایۃ علی ادبارھم القھقری۔

اور اسی کے جلد ۶ صفحہ ۲۱۶ میں بروایت دیگر لکھا ہے کہ اپنی پشتوں پر واپس پھر پہنچے گے؛

وفیہ زاد فلا اُراہ یخلص فیہم الا مثل ھمل النعم (یعنی الا قلیل)

اور اسی میں ہے کہ زیادہ وارد ہوا روایت دیگر میں کہ پس نہیں گمان کرتا میں کہ ان میں سے کوئی خلاصی پائے مگر مثل اونٹ بلا چرواہے کے یعنی بہت تھوڑے سے؛

وفیہ جلد ۶ صفحہ ۲۲۴-۲۲۵ وروی الطبرانی عن سمرۃ اصیحابی اصیحابی وقد اخرج ابن عساکر وابن عبد البر فی الاستیعاب واحمد فی المسند والطبرانی فی الکبیر وابو النصر السنجری فی الابانۃ وابو داؤد الطیالسی وعبد ابن حمید و ابو یعلی والحاکم فی المستدرك وابن ابی شیبۃ والدیلمی وغیر ھؤلاء۔ وفی الخصائص للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ اخرج البزار بسند صحیح عن ابن سعید قال ما عدا ان وارینا رسول اللہ صلعم فی التراب فانکرنا قلوبنا وبمعناہ اخرج ابن سعد والحاکم والبیہقی عن انس۔

اور اسی فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۲۲۴-۲۲۵ میں ہے روایت طبرانی میں سمرہ سے لفظ اصیحابی اصیحابی وارد ہے اور تحقیق اس کو روایت کیا ابن عساکر اور ابن عبد البر نے استیعاب میں اور احمد نے مسند میں اور طبرانی نے کبیر میں اور ابو النصر سنجری نے ابانہ میں اور ابو داؤد طیالسی و عبد بن حمید و ابو یعلی و حاکم فی المستدرک و ابن ابی شیبہ و دیلمی وغیرہ نے؛

اور خصائص سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ میں ہے نقل کیا بزار نے بسند صحیح ابن سعید سے کہتا ہے کہ اس سے زیادہ نہ گذرا کہ جونہی ہمنے رسول اللہ صلعم کو خاک میں پوشیدہ کیا تو ہمارے دلوں میں ان سے انکار پیدا ہوگیا اور اسی معنے کی حدیث ابن سعد اور حاکم اور بیہقی نے انس سے روایت کی ہے۔

وھکذا فی الفتح جلد ۴ جزء ۱۶ صفحہ ۱۰۹ وزاد یرید انہم وجدوھا تغیرت عما عھدوہ فی حیاتہ من الانفۃ والصفاء والرقۃ۔ الخ

اور اسی طرح ہے فتح الباری شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۰۹ میں اور زیادہ کیا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ تحقیق انہوں نے یعنی صحابہ نے اپنے دلوں کو ایسا پایا کہ متغیر ہوئے اور پھر گئے تھے اوس عہد سے جو رسول صلعم سے ان کی حیات میں کیا ہوا تھا یعنے الفت اور صفائی اور نرمی کے طریق سے متغیر ہو گئے؛

وفی المسلم عن ابی ھریرۃ جلد ۱ صفحہ ۱۲۶ (فی حدیث طویل فی الوضوء) وانی لاصد الناس عنہ (عن الحوض) کما یصد الرجل ابل الناس عن حوضہ قالوا

اور صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۶ میں ابو ہریرہ سے روایت ہے باب وضو کی لمبی حدیث میں ہے کہ میں لوگوں کو حوض سے ہٹاؤنگا جیسے آدمی اجنبی اونٹ کو اپنے حوض سے ہٹاتا ہے صحابہ نے عرض کی

ے فتح الباری میں یہ الفاظ ہیں وقد قال ابو سعید فیما اخرجہ البزار بسند جید وما نفضنا ایدینا من دفنہ حتی انکرنا قلوبنا ومثلہ فی حدیث ثابت عن انس عند الترمذی وغیرہ یرید انہم الخ کما ھو فی متن ھذہ الکتاب۔ ۱۲ مترجم

ے یعنے ہمنے اپنے ہاتھ غبار دفن سے نہیں جھاڑے تھے اور نہ صاف کئے تھے کہ ہمارے دل پھر گئے ۱۲ مترجم۔

یارسول اللہ ﷺ اتعرفنا یومئذٍ قال نعم لکم سیما لیست لاحد من الامم تردون علی غرا محجلین من اثر الوضوء۔

وفیه عنه مرفوعا ترد علی امتی الحوض و انا ازود الناس عنه (الی ان قال) فاقول یارب هٰؤلاء من اصحابی فیجیبنی ملك فیقول وهل تدری ما احدثوا بعدك۔

وفی الدر المنثور جلد ا صفحه ۲۰۹۔ اخرج ابن ابی داؤد فی المصاحف (فی حدیث طویل) فغضب حذیفۃ واحمرت عیناه ثم قام وذٰلك فی زمن عثمان فقال اما ان ترکب امیر المؤمنین واما ان ارکب فهکذا کان من قبلکم ثم اقبل فجلس فقال ان الله بعث محمدا فقاتل بمن اقبل من ادبر حتی اظهر الله دینه ثم ان الله قبضه فطعن الناس فی الاسلام طعنة جواد (فذکر خلافة ابی بکر وعمر) ثم ان الله استخلف عثمان وایم الله لیوشکن ان تطغوا فیه طعنة تخلقونه کله۔

فی الکنز المکتوم ص ۱۸۴ ناقلا عن العلامة الزرندی من کتاب الاعلام بسیرة النبی علیه السلام انه روی عن عائشة لما احتضرتها الوفاة قیل لها هل ندفنك فی روضة النبی ﷺ فقالت بل ادفنونی فی البقیع مع اخواتی فانی قد احدثت امورا بعده۔ وفی ازالة الخفا مقصد اول ص ۲۴۳ عن ابن مسعود قال ما کان بین اسلامنا و بین ان عاتبنا الله بهٰذه الآیة الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبهم لذکر الله الا اربع سنین۔ وعن ابن مسعود قال لما نزلت الم یان۔ الآیة

یارسول اللہ اُس دن آپ ہمیں شناخت کریں گے۔ فرمایا ہاں تمہارے نشان ہوگا جو دوسری امتوں میں نہیں۔ تم میرے پاس آؤگے اور تمہارے اعضاء وضو چمکتے ہونگے۔

اُسی مسلم میں ہے مرفوعاً فرمایا نبی ﷺ نے میرے پاس امت کے لوگ حوض پر وارد ہوں گے اور میں لوگوں کو حوض سے ہانکتا ہونگا پھر فرمایا پس کہونگا یارب یہ لوگ میرے اصحاب سے ہیں تو فرشتہ مجھے جواب دیگا اور کہیگا کہ تو کیا جانے کہ کیا اعمال نئے انہوں نے تیرے بعد کئے۔

اور در منثور جلد ا صفحہ ۲۰۹ میں ہے ابن ابی داؤد نے مصاحف میں ایک حدیث طویل میں روایت کیا ہے کہ حذیفہ غضبناک ہوئے اور اُن کی آنکھیں سُرخ ہوگئیں پھر کھڑے ہوئے یہ زمانہ عثمان کا واقعہ ہے۔ حذیفہ نے کہا یا امیر المومنین یا تم منبر پر چڑہو یا میں چڑہتا ہوں پس منبر پر چڑہا اور کہا کہ وہ لوگ جو تم سے پہلے تھے ایسی ہی تھے پھر حاضرین مجلس کیطرف متوجہ ہوکر بیٹھ گیا اور کہا کہ اللہ تعالےٰ نے محمد ﷺ کو بھیجا اور انہوں نے مسلمانوں کو ساتھ لیکر ان سے جنگ کیا جنہوں نے حضرت ﷺ سے روگردانی کی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو غلبہ دیا پھر اللہ نے نبی صلعم کے روح کو قبض کرلیا تو لوگوں نے اسلام میں بہت جلد رخنہ اندازی کرلی اس سے اشارہ کیا خلافت ابی بکر و عمر کی طرف پھر اللہ تعالیٰ نے عثمان کو خلیفہ بنایا اور اب قسم باللہ عنقریب کہ تم لوگ اس میں بڑا رخنہ ڈال رہے ہو بلکہ بالکل مٹا کر قطعاً صفایا کرنا چاہتے ہوئے۔

کنز مکتوم کے صفحہ ۱۸۴ پر ہے علامہ زرندی سے جو کتاب اعلام فضائل نبیؐ میں ہے جب عائشہ قریب الموت ہوئی کہا گیا تجھے روضہ اقدس میں دفن کریں کہا جنت البقیع میں باقی بہنوں کے ساتھ دفن کرنا کیونکہ میں نے چند امور نبی ﷺ کے بعد احداث کئے ہیں۔

اور ازالۃ الخفا مقصد اوّل صفحہ ۲۴۳ میں ابن مسعود سے روایت ہے کہا کہ ہمارے اسلام اور اسوقت کے درمیان جب اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو عتاب فرمایا اس آیت سے کیا مومنین کے لئے ابھی وقت نہیں آیا اس بات کا کہ ان کے دل ذکر الٰہی کے واسطے ڈر کر عجز اختیار کریں صرف عرصہ چار سال کا گذرا تھا اور ابن مسعود سے روایت ہے کہا جب نازل ہوئی آیت الم یأن آخر تک تو ہمارے

اقبل بعضنا علیٰ بعض ای شیٔ احدثنا ای شیٔ صنعنا۔

عن ابن عباس قال ان اللہ استبطأ قلوب المهاجرین فعاتبهم علیٰ راس ثلثة عشر سنة من نزول القرآن فقال الم یأن الآیة انتهیٰ۔

وفی تاریخ الخلفاء ص۶۷ اخرج ابو نعیم فی الحلیة عن ابی صالح قال لما قدم اهل الیمن زمان ابی بکر وسمعوا القرآن جعلوا یبکون فقال ابو بکر هکذا کنا ثم قست[۱] القلوب وکذا فی التفسیر الکبیر للفخر الرازی۔ ......

...... قال الشیخ الدهلوی فی شرح المشکوٰة جلد ۴ صفحه ۳۸۹ مراد بروت رجوع از دین[۲] مسلمانی نیست بلکه خروج از حد استقامت در بعض حقوق وصلاح سریرت در بعض امور ورجوع از مرتبه حسن اخلاق وصدق نیت وتقصیر در بعض حقوق ورعایت اهلبیت وادب بالیشاں بجہت ابتلاء بدنیا وفتنه چه آنحضرت ص فرموده بود که من نمی ترسم بر شما کفر وبت پرستی را ولیکن می ترسم از مداخلت دنیا وآفات آں کذا

قالوہ

انتهیٰ

بعض صحابہ بعض پر متوجہ ہوئے کہ ہمنے کیا چیز عمل میں لائی ہے یا کیا کام ہم نے کیا جسپر ایسا عتاب[۱] آگیا ہے۔

اور ابن عباس سے روایت ہے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے مہاجرین کے دلوں کو اعمال خیر کے لئے سُست معلوم کیا تو اُن پر تیرہ[۱۳] سال شروع قرآن اترنے کے بعد عتاب کیا اور فرمایا کیا ابھی تک مؤمنین کے سمجھ جانے کا وقت نہیں آیا۔

اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۶۷ میں ہے روایت کی ابو نعیم نے حلیہ میں ابی صالح سے کہ جب یمن کے لوگ زمانہ ابی بکر صاحب میں آئے اور اُنہوں نے قرآن کو سُنا تو رونے لگے ابو بکر نے کہا ہم بھی ایسے ہی نرم دل تھے لیکن بعد میں سیاہ دل ہو گئے ہیں اسی طرح تفسیر کبیر مؤلفہ فخر الدین رازی میں ہے۔

اور کہا شیخ دہلوی نے شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۱۸۹ طبع نولکشور لکھنؤ میں اس ردّت سے دین مسلمانی سے بالکل پھر جانا مراد نہیں ہے بلکہ حد استقامت سے نکل جانا اور بعض ضروری حقوق (جیسے حق مودت قربائے رسول اور اطاعت ان کی کام) اور بعض امور کے لئے صفائی باطن اور مرتبہ حسن اخلاق اور صدق نیت سے قائم رہنا اور بعض حقوق ورعایت ادب اہل بیت ع میں قصور کرنا بسبب فتنہ رغبت دنیا میں مبتلا ہونے کے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے واسطے کفر وبت پرستی کا اتنا خوف نہیں کرتا کہ تم میرے بعد کروگے ولیکن مجھے خوف زیادہ یہ ہے کہ دنیا اور اسکے آفات کی مداخلت سے تم ہلاکت میں داخل ہو جاؤگے اسی طرح علماء نے کہا ہے۔ انتہیٰ۔

[۱] آیت ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون۔ اسی معنے کی مؤید ہے کیونکہ جن کو استقامت راہ حق پر نہیں رہی وہ بلا خوف وخطر نہیں رہ سکتے اور سابقاً گذر چکا ہے بخاری وغیرہ کی احادیث سے کہ حضرت ص نے فرمایا مجھے تمہارے مشرک یا کافر ہو جانے کا اتنا خوف نہیں جتنا یہ ہے کہ تم لوگ دنیا کے لالچ میں پڑ کر اپنے ایمان میں خلل ڈالکر دوزخ کی طرف جانے کے قابل ہو جاؤگے اور شیخ عبد الحق کی عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مراد اسلام سے خروج نہیں بلکہ استقامت سے خروج ہے جیسا کہ حقوق اہل بیت ع کو نگاہ نہ رکھنا اور رعایت ادب ان کی ملحوظ نہ رکھنی اب اہل انصاف حضرات ثلاثہ اور معاویہ وعمرو عاص وعبد الرحمن بن عوف ومغیرہ وابو موسےٰ اشعری وابن عمر وولید وغیرہ کے اعمال کا موازنہ کریں کہ کہاں تک انہوں نے حقوق اہل بیت ع کو ملحوظ رکھا اور کس طرح تابعداری کی ۱۲ مترجم۔

[۲] نووی نے شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۱ میں لکھا ہے کہ قاضی عیاض نے تاویل حدیث حوض کی مرتدین سے کری ذکر کرکے کہا ہے کہ حدیث کا یہ معنے بھی کیا گیا ہے کہ یہ لوگ حوض سے ہانکے اور دور کئے ہوئے دو قسم کے ہونگے ایک گنہگار راہ حق سے بھرے ہوئے نہ اسلام سے بلکہ مسلم ہونگے مگر طریق استقامت سے مرتد ہوں گے کہ انہوں نے (بقیہ حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

قال العلامۃ التفتازانی فی شرح المقاصد واما ما وقع بین الصحابۃ من المحاربۃ والمشاجرات علی الوجہ المسطور فی کتب التواریخ والمذکور علی السنۃ الثقات یدل بظاہرہ علی ان بعضہم قد حاد عن طریق الحق وبلغ حد الظلم والفسق وکان الباعث علیہ الحقد والعناد والحسد واللداد وطلب الملک والریاست والمیل الی اللذات والشہوات اذ لیس کل صحابی معصوما ولا کل من لقی النبی م بالخیر موسوما۔ انتہٰی۔ اقول قد ثبت مما ذکرنا من حدیث الحوض المتواتر الاحداث فی الدین بعد النبیؐ قد وقع کثیرا من الصحابۃ من اکابرہم واصاغرہم وما استثنٰی منہم احد لا ابوبکر اول الخلفاء ولا غیرہ الا من رحمہ اللہ عزوجل کما بینا من حدیث الموطا من خطاب النبیؐ ابابکر لا ادری[1] ما تحدثون بعدی وثبت منہم من ہتک حرمۃ عترۃ النبی م والمنازعات بینہم وترک ضروریات الدین وفرائضہم والتغیر فی احکامہ کالاستمساک بالثقلین والمودۃ فی القربٰی وہما من فرائض الدین کما مر وقد ذم اللہ سبحانہ الاحداث فی کل زمان کما قال لقوم لوط انکم لتاتون الفاحشۃ ما سبقکم بہا من احد من العالمین وقال النبی م کل بدعۃ ضلالۃ الحدیث واتبع الناس اہوائہم وفمن اتخذ الٰہہ ہواہ فقد اضلہ اللہ واتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ

علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں لکھا ہے لیکن جو جنگ اور جھگڑے صحابہ کے درمیان واقع ہوئے ہیں جس طرح کہ کتب تواریخ میں لکھا ہوا ہے اور زبانی ثقہ اور معتبر لوگوں کے مذکور ہوئے ہیں وہ بظاہر اس بات پر دلالت رکھتے ہیں کہ بعض اصحاب طریق حق سے گذر کر حد ظلم و فسق کو پہنچ گئے تھے اور اس کا سبب حسد اور دشمنی اور بغض اور شرارت تھا (اسی طرح ہے شرح فقہ اکبر مطبوعہ محمدی صفحہ ۹۰ میں) یا طلب ملک اور بادشاہی کی اور محبت لذات اور شہوات دنیا کی کیونکہ ہر صحابی معصوم نہیں ہے اور نہ ہر وہ شخص جو نبی م سے ملاقات کرے نیک شمار ہو سکتا ہے انتہٰی (قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ ہمارے مذکورہ مضمون سے اور حدیث حوض سے جو متواتر ہے ثابت ہوا کہ دین محمدی میں بہت سے صحابہ سے بڑے ہوں یا چھوٹے احداث واقع ہوا ہے اور اس سے کوئی مستثنٰی نہیں نہ ابوبکر اول الخلفاء اور نہ غیر اوس کا مگر جس پر خاص رحم الٰہی ہوا ہو جیسا کہ ہمنے حدیث مؤطا اور خطاب نبی م "بابی بکر کہ میں کیا سمجھوں کہ تم میرے بعد کیا کرو گے؟" سے بیان کر دیا ہے اور ان صحابہ سے ہتک حرمۃ و عزت عترت نبی م اور ان سے تنازع کرنا ثابت ہو چکا ہے اور ترک ضروریات دین اور فرائض اور تغیر احکام نبویہ مثل تمسک ثقلین اور مودۃ ذوی القربٰی وغیرہ کے اور حالانکہ ہر دو فرائض دین سے قرار دیئے ہوئے ہیں جیسا کہ گزرا اور بہ تحقیق مذمت بیان کی ہے اللہ تعالٰے نے حدث و بدعت پیدا کرنے سے ہر زمان میں جیسا کہ فرمایا قوم لوط کے لئے کہ تم ایسی فحش کو کرتے ہو کہ تم سے پہلے سارے عالم میں کسی نے نہیں کیا اور نبی م نے فرمایا ہر بدعت گمراہی ہے آخر حدیث تک اور اور لوگ تابع اپنی ہوا کے ہو کر اپنی ہوا کو معبود بنا لیا کرتے ہیں پس ایسے کو اللہ نے گمراہ کر دیا اور لوگوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اپنا رب بنا لیا یعنی احکام الٰہی کو ترک کر کے اپنے علماء کی متابعت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اعمال صالحہ یعنے اطاعت رسول کو اعمال سیئہ سے تبدیل کیا ہو یعنے مخالفت حکم نبوی کی ہو اور دوسرا قسم وہ لوگ جو کفر حقیقی کی طرف مرتد ہو گئے ہوں اور احادیث حوض میں بدّل بعدی یا غیّر بعدی جو آیا ہے تو تبدیل یا تغیر دونوں قسموں کو شامل ہے یعنے عام ہے خواہ کلی تغیر ہو یا جزدی مگر معتد بہ ہو ۱۲ مترجم ناقلاً و مترجماً عن شرح الملم

[1] قولہ ما تحدثون شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۳۹۵ میں روایت ہذا بلفظ لا ادری ما تحدثون بعدی کے منقول ہے ۱۲ مترجم۔

وهو من اصناف الشرك وايضاً قد ثبت ان كل صحابي ليس بمعصوم ولا كل من رای النبیؐ وصحبه بالخير موسوماً بل انهم رجال كسائر الرجال وفيهم ما فيهم من الحسنات والسيئات واما الذين مدحهم الله ورسوله فالمراد منهم اخص الخواص كعترة النبیؐ وتابعيهم وهم الذين اوفوا بما عاهدوا الله ورسوله الى ان ماتوا لان الاعمال بالخواتيم ـ والسلام

الشك فی النبوة

قد شك عمر يوم الحديبية فی النبوة وسياتی فی المغازی انشاء الله تعالىٰ ؛

التكذيب على النبیؐ

فی الخصائص للسيوطی جلد ۲ صـ ۷۸ اخرج البیہقی عن اسامة بن زيد قال بعث رسول اللهؐ رجلاً فكذب عليه فدعا عليه رسول اللهؐ فوجد ميتاً قد انشق بطنه ولم تقبله الارض ـ اخرج الشيخان واحمد والبيهقی عن انس ان رجلاً كان يكتب الوحی لرسولؐ فكان يملی عليه عليماً حكيماً فيقول اكتب سميعاً بصيراً فيقول اكتب كيف شئت ويملی عليه سميعاً بصيراً فيكتب عليماً حكيماً فارتد ذلك الرجل ولحق بالمشركين وقال انا اعلم بمحمد ان كنت لاكتب ما شئت فمات ذلك الرجل فقال رسول اللهؐ ان الارض لا تقبله فدفن فلم تقبله الارض قال ابو طلحة فقدمت الارض التی مات فيها فوجدته منبوذاً فقلت ما شان هذا فقالوا دفناه فلم تقبله الارض ؛

کرتے ہیں اور وہ اقسام شرک سے ہے اور نیز ہر صحابی نہ معصوم ہے اور نہ ہر نبیؐ کے دیکھنے والا اور صحبت میں رہنے والا نیک سمجھا جاتا ہے بلکہ وہ بھی آدمی تھے جیسے دوسرے ہیں اس طرح کہ انمیں نیکیاں اور بدیاں ہوتی ہیں لیکن وہ صحابہ جن کی مدح اللہ تعالےٰ نے اور رسول اللہؐ نے فرمائی ہے مراد ان سے اخص الخواص ہیں جیسے عترۃ النبی اور ان کے مخلص تابعداران اور وہ جنہوں نے معاہدہ اللہ و رسول اللہ کو وفاداری سے مرتے دم تک نبھایا ہو کیونکہ مسلم و مثبت ہے کہ اعمال کی مدار خاتمہ پر ہے ـ والسلام ـ

منجملہ اعمال صحابہ کے شک فی النبوۃ ہے

تحقیق عمر صاحب نے حدیبیہ کے دن نبوۃ نبیؐ میں شک کیا جیسا کہ مغازی اور ایمان عمر کے بیان میں انشاء اللہ تعالیٰ آئیگا ؛

اور منجملہ اعمال کے جھوٹھ بولنا نبی صلعم پر ہے

خصائص سیوطی جلد ۲ صفحہ ۷۸ میں ہے بیہقی نے اسامہ بن زید سے روایت کی ہے اوسنے کہا رسول اللہؐ نے کسی آدمی کو بھیجا اور اس نے حضرتؐ پر جھوٹھ بولا اور اس کو رسول خدا صلعم نے بددعا دی تو وہ شخص مردہ پایا گیا اور اس کا پیٹ پھاڑا ہوا تھا اور زمین نے اسے قبول نہ کیا اور بخاری و مسلم و احمد و بیہقی و ابو نعیم نے انس سے روایت کی ہے تحقیق ایک آدمی جو وحی رسول اللہؐ کو لکھتا تھا اور حضرت صلعم اسکو علیماً حکیماً لکھواتے تو وہ کہتا سمیعاً بصیراً لکھتا ہوں پس فرماتےؐ جیسا چاہتا ہے لکھدے اور سمیعاً بصیراً لکھواتے تو لکھتا تھا علیماً حکیماً ـ اور وہ شخص آخر مرتد ہوگیا اور مشرکین سے جاملا اور کہا کہ میں محمدؐ کے حال سے خوب واقف ہوں تحقیق میں اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتا تھا لکھتا تھا وہ شخص مرگیا پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا اسکو زمین قبول نہ کریگی وہ دفن کیا گیا مگر زمین نے اوسکو قبول نہ کیا ـ ابو طلحہ نے کہا کہ میں اس زمین کے پاس گیا جہاں وہ فوت ہوا تھا اور مینے اسکو باہر نکلا پڑا دیکھا ـ مینے کہا اسکا کیا حال ہے لوگوں نے کہا ہم نے تو دفن کیا تھا مگر زمین نے اسکو قبول نہیں کیا ؛

واخرج عبد الرزاق فی المصنف والبیہقی عن سعید بن جبیر قال جاء رجل الیٰ قریۃ من قری الانصار فقال ان رسول اللہ صلعم ارسلنی الیکم وامرکم ان تزوجونی منکم فلانۃ ولم یکن ارسلہ فبلغ النبی م ذٰلک فارسل علیا والزبیر فقال اذھبا فان ادرکتماہ فاقتلوہُ ولا اراکما تدرکانہ فذھبا فوجداہ قد لدغتہ حیۃ فقتلتہ۔ واخرج البیہقی من طریق عطا بن السائب عن عبد اللہ بن الحارث ان جدجد الجندعی الی الیمن فعشق بھم امرءۃ فقال ان النبیؐ یامرکم ان تبعثوا الی نقباتکم فقالوا عہدنا برسول اللہ م وھو یحرم الزنا ثم بعثوا الی النبی م رجلا فبعث علیاً فقال ائتہ فان وافقتہ حیا فاقتلہ وان وجدتہ میتا فاحرقہ بالنار فخرج جدجد من اللیل یستقی من الماء فلدغتہ افعی فقتلتہ انتھٰی من الخصائص۔ ومن المتواترات قولہ م من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔

سوء الظن علی النبی بالخیانۃ

فی الجلالین نزل لما فقدت قطیفۃ حمراء یوم بدر فقال بعض الناس لعل النبی صلعم اخذھا وما کان لنبیّ ان یغل یخون فی الغنیمۃ فلا تظنوا بہ ذٰلک۔

وفی لباب النقول اخرج ابو داؤد والترمذی وحسنہ عن ابن عباس قال نزلت ھذہ الایۃ الخ وھکذا فی سنن الترمذی جلد ۲ ص ۱۲۵

التہمۃ علی النبی م بعدم العدل

روی الشیخان عن عروۃ قال خاصم الزبیر رجلا

اور عبد الرزاق نے مصنف میں اور بیہقی نے سعید بن جبیر سے روایت کیا کہا ایک آدمی انصار کی ایک بستی میں آیا اُسنے کہا کہ تحقیق رسول اللہ م نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے اور تم کو امر کیا ہے کہ اپنی فلاں عورت سے میری شادی کر دو جب نبی م کو یہ بات پہنچی تو علیؑ اور زبیر کو بھیجا اور فرمایا جاؤ اور اگر اوس شخص کو پاؤ تو قتل کر دو مگر میرا گمان ہے کہ تم اوسکو نہ پاؤ گے پس دونوں گئے اور اسکو اس حالت میں پایا کہ اوسے سانپ نے کاٹا اور قتل کر دیا تھا۔ اور بیہقی نے طریق عطاء بن سائب سے عبد اللہ بن حارث سے روایت کیا کہ جد جد جندعی یمن میں گیا اون کی ایک عورت پر عاشق ہوگیا اور کہا تحقیق نبی م تم کو امر کرتے ہیں کہ اپنی جوان عورتیں میرے پاس بھیجو تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ م سے عہد لے چکے ہیں کہ وہ زنا کو حرام فرماتے ہیں پھر لوگوں نے ایک آدمی اس حال ظاہر کرنے کے لئے نبی م کی طرف بھیجا تو آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ کو بھیجا اور فرمایا اُس کے پاس جا اگر ملجائے تو اوسے قتل کر دو اور مُردہ پاؤ تو آگ سے اسکو جلا دو پس جد جد رات کو زراعت میں پانی لگانے گیا اوسکو سانپ نے کاٹا اور قتل کیا۔ انتہیٰ من الخصائص قول رسول صلعم کا بہ تواتر ثابت ہے کہ جسنے مجھپر عمداً جھوٹھ بولا اوسنے اپنی جگہ دوزخ میں بنالی۔

نبی صلعم پر خیانت کی بدظنی کرنی

تفسیر جلالین میں ہے کہ جب چادر سرخ بدر کے دن گم ہوئی تو بعض لوگوں نے کہا غالباً نبی صنے لی ہوگی تب یہ آیت نازل ہوئی وما کان لنبی ان یغل یعنی نبیؐ کبھی خیانت نہیں کرتا غنیمت وغیرہ میں پس اسپر بدظنی نہ کرو۔

لباب النقول میں ہے کہ ابو داؤد اور ترمذی نے حسن اسناد سے بروایت ابن عباس اس آیت کا شان نزول یہی بیان کیا نیز اسی طرح سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۲۵ میں ہے۔

نبی صلعم پر غیر منصف ہونے کی تہمت

روایت کیا بخاری مسلم نے عروہ سے کہا کہ زبیر نے ایک آدمی

من الانصار[1] فی شراج (سیل الماء من الحرۃ الی السھل ۱۲ لمعات) من الحرۃ (ھی ارض ذات حجارۃ) فقال النبیؐ اسق یا زبیر ثم ارسل الماء الی جارك فقال الانصاری ان کان ابن عمتك فتلون وجھہ ثم قال اسق یا زبیر ثم احبس الماء حتی یرجع الی الجدر ثم ارسل الماء الی جارك فاستوعی النبیؐ للزبیر حقہ فی صریح الحکم حین احفظہ (اغضبہ) الانصاری وکان اشار علیھما بامر لھما فیہ سعۃ کذا فی المشکوٰۃ صفحہ ۲۵۱ باب احیاء الاموات۔ قال فی اللمعات اما القول بکونہ (ای الانصاری) یھودیا فبعید جدا واما عدم قتلہ اما لتالیفہ اولصبرہ علی اذی المنافقین حتی لا یتحدث ان محمدا یقتل اصحابہ الخ۔ وفی لباب النقول اخرج الائمۃ الستۃ عن عبد اللہ بن الزبیر قال خاصم الزبیر رجلا فنزلت فلا وربك لا یومنون الآیۃ الحدیث واخرج الطبرانی فی الکبیر والحمیدی فی مسندہ عن ام سلمۃ قالت خاصم الزبیر رجلا الخ فنزلت فلا وربك الآیۃ واخرج ابن ابی حاتم عن سعید بن المسیب فی قولہ فلا وربك الآیۃ قال انزلت فی الزبیر ابن العوام وحاطب بن ابی بلتعہ اختصما فی ماء الحدیث۔

وفی لباب النقول روی البخاری عن ابی سعید الخدری بینما رسول اللہؐ یقسم قسما اذ جاءہ ذوالخویصرۃ فقال اعدل فقال ویلك من یعدل اذا لم اعدل فنزلت ومنھم من یلمزك فی الصدقات

انصاری سے کھیتی کے پانی لگانے میں جھگڑا کیا تو فرمایا نبیؐ نے اے زبیر تو پلالے اور پھر اپنے ہمسایہ کیطرف پانی چھوڑ دی انصاری نے کہا یہ آپ نے حکم اسلئے دیا ہے کہ یہ تیرا پھوپھی زادہ ہے پس نبیؐ کا چہرہ متغیر ہوگیا اور فرمایا اے زبیر پلالے اور بند کرلے پانی کو حتیٰ کہ دیواروں کی حدود تک بھر جائے تب پانی اپنے ہمسایہ کو دے دے اسمیں نبیؐ نے حق زبیر کا صریح حکم میں محفوظ رکھا تھا مگر جب انصار نے حضرت صلعم کو غضبناک کیا تو آپؐ نے اشارہ فرمایا کہ ادن دونوں کی نسبت اس امر میں آتنا وسیع اختیار ہے جو عمل میں لایا گیا ہے اسی طرح ہے مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۱ باب احیاء الاموات میں۔ لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ اوس انصاری کو یہودی کہنا بہت ہی بعید ہے ولیکن اوسکو قتل نہ کرنا یا تو بسبب تالیف قلب کے تھا یا حضرتؐ کا صبر کرنا منافقین کے ایذا دینے پر ہے تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ جناب محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کر دیتے ہیں الخ۔

اور لباب النقول میں ہے صحاح ستہ میں عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ زبیر ایک شخص سے جھگڑا کیا تو نازل ہوئی آیت فلا وربك لا یؤمنون الخ اور طبرانی نے کبیر میں اور حمیدی نے مسند میں ام سلمہ سے روایت کی کہا کہ زبیر کا ایک شخص سے جھگڑا ہوا تو نازل ہوئی آیت فلا وربك الخ اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ سعید بن مسیب شان نزول فلا وربك الآیہ میں کہتا ہے کہ یہ آیت زبیر بن عوام اور حاطب بن ابی بلتعہ کے حق میں اتری دونوں پانی کے بارہ میں جھگڑے تھے تو حکم ہوا کہ تم مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک نبیؐ کے فیصلہ پر بلا تردد مطمئن نہ ہو جاؤ۔

اور لباب النقول میں ہے بخاری نے ابی سعید خدری سے روایت کی ہے دراں حال کہ رسولؐ کچھ تقسیم فرما رہے تھے اچانک ذوالخویصرہ آیا اور کہا کہ تقسیم کرتے ہوئے انصاف کر رسولؐ نے فرمایا تیرے لئے ہلاکت ہو اگر میں انصاف نہیں کرتا تو پھر عدل کون کرتا ہے؟ تو آیت ومنھم من یلمزك فی الصدقات

[1] انصار ہوں یا مہاجرین ہوں جو وفادار تا بعدار آخر تک رہے ہوں وہ فضائل مندرجہ قرآن کے مستحق ہیں ورنہ نہیں ادلہ اس امر کے اہل بصیرت پر پوشیدہ نہیں۔ مہاجرین و انصار کا حال حدیث قن سے اور کارروائی سقیفہ سے ظاہر ہے اور علاوہ بریں حدیث ابی داؤد مترجم وحیدی صفحہ ۵۹۰ وغیرہ کتب حدیث قابل ملاحظہ ہیں المہاجر من ھجر ما نھی اللہ عنہ یعنے مہاجر وہ ہے جو منہیات الٰہی کو چھوڑ دے ورنہ نہیں یعنی جس سے خدا اور رسول منع کرے اسکو کرے یا بخلاف امر عمل کرے تو مہاجر نہیں ۱۲ مترجم

واخرج ابن ابی حاتم عن جابر نحوہ - انتہیٰ

اڑی یعنے بعض ان میں سے تجھے صدقات کی تقسیم میں عیب لگاتے ہیں - اسی طرح ابن ابی حاتم نے جابر سے روایت کیا ہے - انتہیٰ

الزناء

روی الشیخان اتفاقا وانفرادا قصۃ رجم ماعز الاسلمی - وفی الاکمال فی اسماء الرجال ص۳۲ ماعز بن مالک الاسلمی معدود فی المدنیین وھو الذی رجمہ النبیؐ روی عنہ ابنہ عبداللہ حدیثا واحدا -

وفی ازالۃ الخفا مقصد ۲ ص۱۵۰ اقامۃ الحد (عمرؓ) علی ابنہ شحمۃ (فی الزناء) -

زنا کا فعل

روایت کیا بخاری ومسلم نے متفقاً ومنفرداً قصہ رجم ماعز اسلمی کو اور اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۳۲ میں ہے ماعز بن مالک اسلمی مدنیوں میں شمار کیا ہوا ہے اور وہی ہے جسکو نبی صلعم نے رجم کرایا تھا اس سے اوسکے بیٹے عبداللہ نے ایک حدیث روایت کی ہے:

اور ازالۃ الخفا مقصد ۲ صفحہ ۱۵۰ میں امیر عمر کا اپنے بیٹے شحمہ پر حد زنا قائم کرنا لکھا ہے:

السرقۃ

فی الخصائص للسیوطی جلد ۱ ص۲۵۵ اخرج البیہقی عن زید بن خالد الجہنی ان رجلا من اصحاب رسول اللہؐ توفی یوم خیبر فقال صلوا علیٰ صاحبکم فتغیر وجوہ الناس لذلک فقال ان صاحبکم غل فی سبیل اللہ ففتشنا متاعہ فوجدنا خرزا من خرز الیہود لا یساوی درھمین -

وقد قطع ید السارق (وکان من الصحابۃ) من مشکوۃ -

چوری کا عمل

خصائص سیوطی جلد ۱ صفحہ ۲۵۵ میں ہے بیہقی نے زید بن خالد جہنی سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی اصحاب رسول اللہؐ سے خیبر کے دن فوت ہوا رسولؐ نے فرمایا تم لوگ اپنے ہمراہی پر نماز جنازہ پڑھو اس سے لوگوں کے چہرے متغیر ہو گئے (کہ جناب خود کیوں نہیں پڑھتے) تو فرمایا کہ تحقیق تمہارے اس دوست نے خدا کے رستہ میں خیانت کی ہے پس ہم نے اوسکے سامان سے جستجو کی تو ایک جوہر جواہر سے یا ایک مہرہ مہرہ ہا یہود سے اسکے سامان میں پایا جسکو دو درہم کے برابر قیمت کا بھی ہم شمار نہیں کرتے تھے -

اور چوری میں صحابہ میں سے بعض کا ہاتھ کاٹا گیا جیسا کہ مشکوۃ میں ہے

الرباء

فی ازالۃ الخفا مقصد ۲ ص۱۰۷ مالک عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار ان معاویۃ بن ابی سفیان باع سقایۃ من ذھب او ورق باکثر من وزنھا فقال لہ ابوالدرداء

ربا یعنی بیاج

ازالۃ الخفا مقصد ۲ صفحہ ۱۰۷ میں ہے مالک نے زید بن اسلم سے اوسنے عطاء بن یسار سے روایت کی ہے تحقیق معاویہ بن ابی سفیان نے ایک برتن سونے یا چاندی کا بنا ہوا اُس سے زیادہ وزن سونے یا چاندی کے عوض فروخت کیا ابوالدرداء نے کہا کہ مینے

سمعت رسول اللہ ص ینھیٰ عن مثل ھذا الا بمثلہ فقال معاویۃ ما اری بمثل ھذا باساً الخ۔
وقد مر فی بیان معاویۃ انہ لا یعلم مسئلۃ الربا ولیس بمجتھد۔

رسول اللہ ص سے سُنا ہے کہ . . . . ایسے معاوضہ سے منع فرماتے تھے مگر یہ کہ برابر وزن سے ہو معاویہ نے کہا میں اس میں کوئی ڈر نہیں سمجھتا۔ الخ
اور گذر چکا ہے کہ معاویہ کو سود کا شہور مسئلہ معلوم نہ تھا اور نہ وہ مجتہد ہے۔

الکذب

کذب الولید بن عقبۃ ونزل فیہ قولہ تعالیٰ ان جاءکم فاسق بنباء الآیہ وقد ولاہ عثمان علی الکوفۃ وکان شارب الخمر وقد حد بامر امیر المومنین علیؑ کما ذکر البخاری وغیرہ فی القرآن الکریم واللہ یعلم انھم لکاذبون سورۃ التوبہ۔

جھوٹھ بولنا

ولید بن عقبہ نے جھوٹھ بولا تو آیت ان جاءکم فاسق بنباءٍ الآیہ اتری اور اسکو امیر عثمان نے کوفہ کا والی بنایا تھا حالانکہ وہ شراب خور تھا[1] اور بتحقیق بامر امیر المؤمنین حضرت علیؑ کے اسکو شراب کی حد لگائی گئی جیسا کہ بخاری وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور قرآن کریم میں بعض صحابہ کا ذکر ہے کہ خدا جانتا ہے تحقیق وہ جھوٹ بولتے ہیں (سورہ توبہ)۔

قذف المحصنات

فای القذف اعظم من قذف ام المومنین عائشۃ۔ فی الجلالین قولہ تعالیٰ ان الذین جاؤا بالافک۔ اسوء الکذب علی عائشۃ ام المومنین بقذ فہا عصبۃ منکم جماعۃ من المومنین قالت حسان بن ثابت وعبد اللہ ابن ابی ومسطح وحمنۃ بنت جحش۔ وفی الجلالین مسطح وھو ابن خالتہ مسکین مہاجر بدری وکذا فی لباب النقول بقول عائشۃ انہ بدری۔

تہمت زنا کی لگانا

ام المومنین بی بی عائشہ کو تہمت لگانے سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے جیسا کہ تفسیر جلالین میں ہے قولہ تعالیٰ ان الذین جاؤا بالافک یعنے جو لوگ بڑا طوفان عائشہ ام المومنین پر تہمت زنا کا باندھ رہے ہیں تمہاری جماعت مومنین میں سے ہیں کہا اُسنے کہ وہ حسان بن ثابت و عبد اللہ بن اُبَیّ و مسطح و حمنہ بنت جحش ہیں۔ اور جلالین میں ہے مسطح اس کا خالہ زادہ مسکین مہاجر بدری ہے اور اسی طرح لباب النقول میں بقول عائشہ وہ (مسطح) بدری ہے

وفی المدارک اجتمعوا وھم عبد اللہ بن ابی راس النفاق وزید بن رفاعۃ وحسان بن ثابت ومسطح بن اثاثہ وحمنۃ بنت جحش (اخت ام المومنین زینب) وفیہ ولقد ضرب النبیؐ ابن ابی وحسانا ومسطحا الحد وفی التقریب حسان الانصاری الخزرجی۔ وفی الاکمال

اور مدارک میں ہے کہ عبد اللہ بن ابی سردار نفاق اور زید بن رفاعہ و حسان بن ثابت و مسطح بن اثاثہ و حمنہ بنت جحش ہمشیرہ ام المومنین زینب تہمت لگانے میں متفق تھے۔ اور اسی میں ہے کہ تحقیق نبی ص نے ابن ابی و حسان و مسطح کو حد لگائی اور تقریب التہذیب میں ہے کہ حسان انصاری خزرجی ہے۔ اور اکمال فی اسماء الرجال میں ہے مسطح بن اثاثہ بن عباد

[1] شراب پینا صحابہ کا بعد حرمت کے نیز ثابت ہے بلکہ صحابی بھی وہ جو جنگ بدر میں حاضر تھا اور بدریوں کے فضائل مشہور ہیں وہ صحابی قدامہ بن مظعون ہے اسکے شراب پینے اور اسپر حد جاری ہونے کا قصہ اصابہ ابن حجر جلد ۵ ص ۲۳۴ میں مذکور ہے اور ولید بن عقبہ کا حال بیان ایمان امیر عثمان کتاب ہذا میں ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم۔

صحابہ کی شراب خوری

بن عبد المطلب بن عبد مناف القرشی المطلبی شہد بدرًا واحدًا والمشاھد بعدہا وھو الذی قال فی عائشۃ ام المومنین ماقال من حدیث الافک وجلدہ النبیؐ فیمن جلد انتہی

وفی الخصائص للسیوطی جلد ۱ ص۲۳۹ عن ابن عباس قرأ ان الذین یرمون المحصنات الایۃ قال ھذہ فی عائشۃ وازواج النبیؐ ولم یجعل لھم التوبۃ فجعل التوبۃ لمن قذف امرءۃ من المومنین ولم یجعل لمن قذف امرءۃ من ازواج النبیؐ توبۃ۔

بن عبد المطلب بن عبد مناف قریشی مطلبی بدر اور احد میں حاضر تھا بلکہ بعد کے جنگوں میں بھی شامل تھا اور وہ وہی ہے جسنے بی بی عائشہ ام المؤمنین کے حق میں تہمت زنا کی لگائی اور نبیؐ نے اسکو باقی قاذفین کے ہمراہ حد لگائی۔

اور خصائص سیوطی جلد ا صفحہ ۲۳۹ میں ابن عباس سے روایت ہے پڑھا ان الذین یرمون المحصنات الآیہ اور کہا کہ یہ آیت عائشہ بی بی و دیگر ازواج نبیؐ کے حق میں ہے اور ان کے لئے توبہ بھی منظور نہیں کی گئی پس توبہ اسکے لئے ہے جو دوسری کسی عورت کو تہمت لگائے اسکے لئے توبہ نہیں ہے جو کسی بی بی منجملہ ازواج النبی کو تہمت لگائے

الغیبۃ

فی الدر المنثور للسیوطی جلد ۶ ص۹۵ قالا (ابوبکر وعمر) لخادمھما ان ھذا (سلمان الفارسیؓ) لنئوم وجاء الی النبیؐ فقال النبیؐ انی لاری لحمہ بین ثنایاکما۔

غیبت یعنی شکایت ممنوع

درمنثور سیوطی جلد ۶ ص۹۵ میں بروایت ضیاء مقدسی وحکیم الترمذی کے ہے کہ ابوبکر و عمر نے اپنے خادم سے کہا تحقیق یہ یعنی سلمان فارسی بہت سونے والا آدمی ہے پھر حضرت نبیؐ کے پاس آئے تو نبی صلعم نے فرمایا کہ تحقیق میں تمہارے دانتوں کے اندر اس کا (یعنے سلمان کا) گوشت دیکھ رہا ہوں۔

الغلول

ھو الخیانۃ فی الغنیمۃ

فی الخصائص للسیوطی جلد ۱ ص۲۵۶ اخرج البیھقی عن زید بن خالد الجھنی الخ وقد مر فی السرقۃ۔ وفیہ جلد ۱ ص۲۵۶ اخرج الشیخان عن ابی ھریرۃ ر(فی حدیث طویل) اذ جاءہ (مدعما وھو عبد اھدی لنبیؐ) سھم فقتلہ فقال الناس ھنیئا لہ الجنۃ فقال رسول اللہؐ کلا والذی نفسی بیدہ ان الشملۃ التی اخذھا یوم خیبر من المغانم لم تصبھا المقاسم لتشتعل علیہ نارا فی الصراح شملہ (گلیم خرد) وفی جلد ص۱۹۱ عن عمر ابن الخطاب قیل یارسول اللہؐ ان فلانا قد استشہد قال کلا

غنیمت میں خیانت کرنا

خصائص سیوطی جلد ا صفحہ ۲۵۶ میں ہے بیہقی نے زید بن خالد جہنی سے روایت کی ہے جو سرقہ کے بیان میں گذری ہے۔

اسی کی جلد ا صفحہ ۲۵۶ میں ہے بخاری و مسلم نے ابی ہریرہ سے لمبی حدیث میں روایت کی ہے جب مدعم نامی نبیؐ کے غلام کو تیر لگا اور قتل ہوا لوگوں نے کہا مبارک ہو اسکے لئے بہشت مبارک ہو تو فرمایا رسول اللہؐ نے ہرگز نہیں قسم بخدا جس کے قبضہ میں میری جان ہے تحقیق ایک کملی جو اسنے خیبر کے دن غنیمت کے مال سے لی تھی اس حالت میں کہ وہ مال تقسیم نہیں ہوا تھا وہ چھوٹی سی کملی اس پر آگ کے شعلے ہو جائے گی۔

اسی کی جلد ا صفحہ ۱۹۱ میں عمر بن خطاب سے روایت ہے کہا گیا یارسول اللہؐ تحقیق فلاں شہید ہوا ہے فرمایا نہیں میں نے

قد رایته فی النار بعباءة قد غلها قال قم یا عمر فناد انه لا یدخل الجنة الا المومنون ثلاثا رواه الترمذی وحسنه وصححه وغربه

ترك الزكٰوة

فی الجلالین قوله تعالیٰ ومنهم من عاهد الله لئن اٰتانا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصالحین وهو ثعلبة بن حاطب سال النبی ص ان یدعوله ان یرزقه الله مالا ویؤدی منه كل ذی حق حقه فدعاله فوسع علیه فانقطع عن الجمعة والجماعة ومنع الزكٰوة۔ وكذا فی المدارك وغیره۔

وفی الصحیحین والله لاقاتلن من فرق بین الصلوٰة والزكٰوة والله لو منعونی عقالا كانوا یؤدونه الی رسول الله صلعم لقاتلتهم علی منعه قاله ابوبكر۔

الخیانة فی السرّ

فی لباب النقول اخرج ابن جریر عن السدی قال كانوا یسمعون من النبی ص الحدیث فیفشونه حتی یبلغ المشركین فنزلت یایها الذین اٰمنوا لا تخونوا الله والرسول الاٰیة۔

التولی عن الزحف

كفی الكتاب الكریم والقراٰن الحكیم شهیدا۔ اذ تصعدون ولا تلوون علیٰ احد والرسول یدعوكم الاٰیة۔ فی الجلالین یقول الیّ عباد الله الیّ عباد الله

اوسکو آگ میں دیکھا ہے بسبب ایک چادر کے جو اس نے خیانت کی ہے فرمایا اے عمر منادی کردے کہ بہشت میں مؤمنین کے سوا کوئی داخل نہیں ہو سکتا تین دفعہ فرمایا اسکو ترمذی نے روایت کیا اور حسن وصحیح وغریب کہا۔

زکوٰۃ کا چھوڑنا

تفسیر جلالین میں ہے قولہ تعالےٰ ان میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ تعالےٰ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ ہم کو مال عطا فرمائے تو ہم صدقہ دینگے اور نیک لوگوں میں ہو جائینگے وہ شخص ثعلبہ بن حاطب ہے نبی ص سے سوال کیا کہ اسکے لئے دعا کریں تاکہ اللہ تعالےٰ اسکو مال دے تب یہ ہر صاحب حق کا حق ادا کرے گا رسول ص نے دعا کی اور رزق اسپر وسیع ہو گیا تو وہ جمعہ اور جماعت سے بند ہو گیا اور زکوٰۃ بھی نہ دی اسی طرح مدارک وغیرہ میں ہے۔

بخاری ومسلم میں ہے قسم بخدا ضرور میں جنگ کرونگا اس کے ساتھ جسنے نماز وزکوٰۃ میں فرق کیا یعنے زکوٰۃ نہ دی قسم بخدا جس نے سالانہ صدقہ مجھے نہ دیا جو رسول ص کے وقت دیتے تھے تو میں ان سے جنگ کرونگا یہ مضمون ابوبکر صاحب نے کہا۔

خیانت راز

لباب النقول میں ہے ابن جریر نے سدی سے روایت کی ہے کہا کہ کچھ لوگ نبی ص سے باتیں سنتے تھے اور مشہور کر دیتے تھے تاکہ مشرکین تک پہنچ جائیں تو یہ آیت اتری کہ اے ایمان دار لوگو اللہ ورسول کی خیانت نہ کرو الخ

جنگ سے موںھ پھیرنا

کافی ہے کتاب کریم وقرآن حکیم اس کی شہادت میں فرمایا اللہ تعالےٰ نے جب تم جنگ سے ہٹ کر جا رہے تھے اور پیچھے پھر کر کسی کی طرف نہیں دیکھتے تھے اور حالانکہ رسول ص تمکو بلاتا تھا الخ تفسیر جلالین میں ہے رسول خدا ص فرماتے تھے میری طرف پھر آؤ اے اللہ کے بندو میری طرف پھر آؤ اے اللہ کے بندو (مگر بھاگنے والے متوجہ نہیں ہوتے تھے)

ویوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم (الیٰ ان قال) ثم ولیتم مدبرین۔ فلا تولوھم الادبار و من یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ فقد باء بغضب من اللّٰہ وماواہ جھنم وبئس المصیر۔ وفی الخصائص للسیوطی جلد ۱ ص ۲۷ غزوۃ حنین (فی حدیث طویل) ثم قال م یا عباس اصرخ بالمھاجرین الذین بایعوا تحت الشجرۃ وبالانصار الذین اووا ونصروا الحدیث وقد ثبت ان اٰخر الغزوات حنین فالذین تولوا عنہ لم یتوبوا ولم یوعد لھم بالمغفرۃ کما فی الاٰیۃ۔ واما غزوۃ الطائف التی بعدھا فلم یکن القتال فیھا کما فی الخصائص جلد ۱ ص ۲۷۲ وھکذا غزوۃ تبوک مثلھا۔

اور فرمایا حق تعالیٰ نے حنین کے دن کو یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر غرہ ہوتے تھے (یہانتک کہ کہا) پھر تم پیٹھ دکھا کر جنگ سے واپس پھر گئے اور فرمایا تم اُن کو پیٹھ دکھا کر پھر نہ جاؤ جو ایسا کریگا سوائے اسکے کہ وہ جنگی چال کے ذریعہ حرکت کرے یا اپنے گروہ کی طرف پناہ لے تو تحقیق وہ زیر غضب الٰہی آگیا اور اسکی جگہ جہنم ہے اور وہ بُری جگہ رہائش کی ہے۔ اور خصائص سیوطی جلد ۱ صفحہ ۲۷ میں غزوہ حنین کے قصہ میں ایک طویل حدیث میں ہے فرمایا رسول صلعم نے اے عباس مہاجرین کو آواز دے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی اور انصار کو جنہوں نے مجھے جگہ اور مدد دی تھی آخر تک حدیث بیان کی (یعنے بیعت اور نصرت یاد دلا کر پکار کہ تمہیں برخلاف بیعت و اعتقاد نصرت کے اب کیا ہوگیا کہ مجھے چھوڑ گئے ہو) اور تحقیق ثابت ہے کہ آخری جنگ ان غزوات کا جن میں قتال واقع ہوا ہے حنین ہے تو جو لوگ اس میں بھاگے نہ ان کی توبہ ثابت ہوئی ہے نہ ان کے لئے وعدہ مغفرت آیت میں بصراحت مذکور ہوا ہے پس بھاگنے والے زیر وعید رہے۔ لیکن غزوہ طائف یا تبوک جو بعد حنین کے ہوئے ان دونوں میں جنگ واقع نہیں ہوا جیسا کہ خصائص سیوطی جلد ۱ صفحہ ۲۷۲ میں ہے

ومن المسلّمات بین الفریقین ان التولی من اکبر الکبائر۔

اور مسلّمات سے ہے فریقین میں کہ جنگ سے بھاگنا مونہہ پھیرنا بڑے کبیرہ گناہوں سے ہے (جو آخری جنگ یعنی حنین تک اکثر صحابہ سے وقوع میں آیا اور خدا سے زجر و وعید آتا رہا اسکے بعد تبوک و طائف میں کوئی ایسا لڑنا نہ پڑا ورنہ وہی حالت ہوتی جو قبل ازیں ہوتی رہی تھی)۔

نکث البیعۃ

قال اللّٰہ تعالیٰ فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ الاٰیۃ وقد کان من بعض الصحابۃ وھو التولی یوم الزحف وقد مر سابقا۔ وقد نکث طلحۃ والزبیر بیعۃ علیٍ ولا حاجۃ الی التبیان

بیعت توڑنا

فرمایا حق تعالیٰ نے جو بیعت کی وعدہ خلافی کرے وہ اپنے نفس پر بیعت توڑنے کا بوجھ ڈالتا ہے الخ اور یہ نکث بیعت بعض صحابہ سے اکثر جنگ میں پیٹھ دکھلا کر واپس لوٹ جانیکے ذریعہ وقوع میں آیا جیسا کہ گذرا ہے اور طلحہ اور زبیر نے بیعت[۱] حضرت علیؑ کو بھی توڑا اس سے زیادہ بیان کی حاجت نہیں ہے

[۱] ابو موسیٰ اشعری نے بھی عمرو بن عاص کے فریب میں آکر جناب علیؑ کی بیعت علی الاعلان جنگ صفین میں توڑ دی تھی ۱۲ مترجم

لعن بعض الصحابۃ بعضا

استمر من زمن معاویۃ الی زمان عمر بن عبد العزیز لعن علی وسبہ علی المنابر کما مر من الصواعق و تاریخ الخلفا وغیرھما وقد لعنت عائشۃ معاویۃ وعمرو بن العاص اذ قتلا اخاھا۔

لعنت کرنا بعض صحابہ کا بعض کو

زمانہ معاویہ سے زمانہ عمر بن عبد العزیز تک لعنت حضرت علی ؑ پر اور گالی دینا ممبروں پر جاری رہا جیسا کہ صواعق محرقہ و تاریخ الخلفاء وغیرہ سے مذکور ہوا ہے اور عائشہ نے معاویہ و عمرو بن عاص کو لعنت کی جب دونوں نے عائشہ کے بھائی محمد کو قتل کیا

ایذاء بعض الصحابۃ بعضا

قد اذی عثمان عمارا بحضرۃ النبی ؐ حین بناء المسجد وابا ذر بعد وفات النبی ؐ وسیاتی مفصلا انشاء اللہ۔

ایذا بعض صحابہ کا بعض کو

تحقیق امیر عثمان نے عمار بن یاسر کو بحضور نبی ؐ کے وقت بناء مسجد نبوی کے ایذا پہونچائی اور ابوذر غفاری کو بعد وفات نبی ؐ کے ایذا دی اور اس کا بیان قریبا آئیگا انشاء اللہ (بلکہ امیر عثمان نے دونوں کو ایذا پہنچائی)

احراق الثقلین

روی البخاری عن انس (فی حدیث طویل) رد عثمان الصحف الی حفصۃ وارسل الی کل افق بمصحف مما نسخوا وامر بما سواہ من القرآن فی کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق الحدیث[1] کذا فی المشکوٰۃ ص ۱۸۵ مطبوعہ عربی باب فضائل القرآن فی شرح المسلم للنووی جلد ۲ ص ۳۶۳ السابعۃ عشرۃ جواز احراق ورقۃ فیھا ذکر اللہ تعالی المصلحۃ کما فعل عثمان والصحابۃ بالمصاحف التی غیر مصحفہ الذی اجمعت الصحابۃ علیہ۔ واما احراق الثقل الاخر ای بیت البتول صلوات اللہ علیھا فمما لم ینکرہ احد ممن لہ ذوق من الکتب من کنز العمال والاستیعاب وتاریخ الخمیس[1] والکامل والامامۃ والسیاست وغیرھا وسیاتی مکملا انشاء اللہ

ثقلین کو جلانا

بخاری نے انس سے حدیث طویل میں روایت کیا کہ امیر عثمان نے صحیفے قرآن حفصہ بی بی کی طرف واپس کئے اور ہر طرف اپنا جمع کیا ہوا اور لکھوایا ہوا قرآن بھیج دیا اور حکم دیا کہ باقی قرآن جتنے صحیفوں میں ہیں جلا دیئے جائیں جیسا کہ مشکوٰۃ باب فضائل القرآن صفحہ ۱۸۵ میں ہے۔

اور شرح مسلم نووی جلد ۲ صفحہ ۳۶۳ میں ہے سترھواں فائدہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس ورق میں ذکر الٰہی ہو اسکو کسی مصلحت پر جلا دینا جائز ہے جیسے کہ امیر عثمان اور دیگر صحابہ نے بغیر مصحف عثمانی کے باقی سب مصاحف کو جلا دیا تھا۔

اور دوسرے ثقل اہل بیت یعنی خانہ پاک بتول صلوات اللہ علیہا کا جلانا ایسی بات ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا جس کے لئے کچھ بھی مذاق کتب بینی کا ہے کنز العمال۔ استیعاب۔ تاریخ خمیس۔ تاریخ کامل والامامۃ والسیاست وغیرہ سے اس کا بیان مفصل آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

[1] تاریخ خمیس مطبوعہ مصر صفحہ ۲۰۴ سطر ۳۱ میں ہے کہ عثمان نے مصحف ابن مسعود و مصحف ابی ابن کعب کو جلا دیا اور لوگوں کو مصحف زید بن ثابت پر جمع کیا اور ابن مسعود کو یہ بات معلوم ہوئی تو اسنے اہل کوفہ میں اپنا ایک نسخہ محفوظ رکھا اور کہا کہ ہمنے ستر سورت پڑھی ہے اور زید بن ثابت ایک لڑکا ہے لڑکوں سے ۱۲ مترجم۔

ومن مویدات مخاصمة العترة یوم القیمة عند الله سبحانه وقد مر۔

اس کی مؤید وہ حدیث بھی ہے جو پہلے لکھی جاچکی ہے کہ قرآن کریم اور عترت قیامت کے دن خدا کے حضور میں فریادی ہونگے۔

توهين اهل البيت

قد مر سب اهل البيت ولعنهم غير مرة۔ فی تاریخ الخلفا ص۱۲۱ اخرج عن عبد الرزاق عن حجر المدری قال قال لی علی ابن ابی طالب کیف اذا امرت ان تلعننی قلت وکائن ذلک قال نعم۔

وفی الخصائص للنسائی ص۳۰ باسناده قال معاویة لسعد بن ابی وقاص ما یمنعک ان تسب ابن ابی طالب۔

توہین اہل بیت نبی

تحقیق گذر چکا ہے کہ اہل بیت کو بنی امیہ نے عرصہ تک سبّ ولعن کیا۔ تاریخ الخلفاء ص۱۲۱ میں ہے عبد الرزاق نے حجر مدری سے روایت کی کہتا ہے مجھے علی ابن ابی طالب ع نے فرمایا تو کس طرح کریگا جب کہ تجھے امر کیا جائیگا کہ تو مجھے لعنت کرے راوی کہتا ہے میں نے کہا یہ بھی کبھی ہونے والا ہے کہا ہاں ہوگا۔

خصائص نسائی صفحہ ۳۰ میں اسکے اسناد سے ہے کہا معاویہ نے سعد بن ابی وقاص کو کہ تمکو علی ابن ابیطالب کو گالی نکالنے سے کیا مانع ہے؟ (کذا فی صحیح المسلم)۔

البغي على الامام

بغاوة معاوية وطلحة والزبير على علی مما هو لابد من التسليم۔ قال علی فی دیوانه ؎

ان یومی من الزبیر ومن
طلحة فیما یسوء لی لطویل
ظلمانی ولم یکن علم الله
الی الظالمین للخلق سبیل

وفی نهج البلاغة ص۱۳۴ کتاب علی الی طلحة والزبیر فارجعا ایها الشیخان عن رأیکما فان الآن اعظم امرکما العار من قبل ان یجتمع العار والنار۔ والسلام۔

وقد مر مفصلا۔

امام حق پر باغی ہونا

بغاوت معاویہ وطلحہ وزبیر کی حضرت علی ع پر ایسی چیز ہے جسکو تسلیم کرنے سے کسیکو چارہ نہیں ہے۔

حضرت علی ع نے دیوان میں ظاہر فرمایا ہے کہ طلحہ وزبیر کی جانب سے آج جو مجھے رنج پہنچ رہا ہے وہ بہت بڑا ہے اور دونوں نے میرے ساتھ ظلم کیا ہے۔ اور خدا کے حکم کے مطابق مجھ پر ظلم خلقت کا کوئی حق نہیں ہے۔

اور نہج البلاغت صفحہ ۱۳۴ میں خط علی ع کا طلحہ وزبیر کی طرف ہے کہ اے ہر دو شیخ اپنے خیال سے پھر آؤ کہ آج کے وقت تو صرف عار بڑا امر تمہارے لئے ہے مگر اس سے بہتر ہے کہ جب عار اور نار دونوں تمہارے لئے جمع ہو جائینگی۔ والسلام۔

اور یہ مفصل گذر چکا ہے۔

رفع الصوت عند النبی

قد رفع الشیخان صوتهما عند النبی ونزل لا ترفعوا الآیة کما فی البخاری

آواز بلند کرنا نبی کے پاس

تحقیق ابو بکر وعمر صاحبان نے نبی صلعم کے پاس آواز بلند کئے تو یہ آیت (لا ترفعوا الخ) آواز بلند نہ کرو الخ اتری جیسا کہ بخاری

لہ کذا فی الاصابہ فی تمیز الصحابہ لابن حجر فی ترجمۃ خالد بن مالک جلد ۱ ص۴۱۲ ۱۲ مترجم

والمدارج والدر وازالۃ الخفا وغیرھا و سیاتی موضحًا انشاءاللہ۔

عدم الخشوع فی الصلوٰۃ

قال اللہ تعالیٰ قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون الآیۃ۔

فی لباب النقول جلد ۲ صفحہ ۱۲ روی الترمذی و النسائی والحاکم وغیرھم عن ابن عباس قال کانت امرءۃ تصلی خلف رسول اللہ صلعم حسناء من احسن الناس فکان بعض القوم یتقدم حتی یکون فی الصف الاول لئلا یراھا ویستاخر بعضھم حتی یکون فی الصف المؤخر فاذا رکع نظر من تحت ابطیہ[1] فانزل اللہ تعالیٰ ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین ورواہ ابن عساکر واخرج ابن مردویہ عن داؤد بن صالح انہ سال سھل بن حنیف الانصاری ولقد علمنا الآیۃ انزلت فی سبیل اللہ قال لا ولکنھا فی صفوف الصلوٰۃ۔

وکذا فی ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۳۵۴ مترجم[2] وحید الزمان۔ وکذا فی الخازن والمعالم تحت ھذہ الآیۃ وزاد وذلک ان النساء کن یخرجن القصۃ فعند ذلک قال صلی اللہ علیہ وآلہ خیر صفوف الرجال اولھا اخرجہ مسلم۔ وقصۃ خشوع علی[3] فی الصلوٰۃ مشھورۃ

ومدارج ودر منثور وازالۃ الخفا وغیرہ میں ہے اور عنقریب بالوضاحت اس کا ذکر آئیگا انشاءاللہ تعالےٰ۔

صحابہ کا نماز میں خشوع وخضوع نہ کرنا

وعدم اخلاص عمل

فرمایا اللہ تعالیٰ نے تحقیق وہ مومنین نجات یافتہ ہیں جو اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع کرتے ہیں الخ

لباب النقول جلد ۲ صفحہ ۱۲ میں ہے ترمذی ونسائی وحاکم وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی اوسنے کہا ایک عورت حسناء جو بہت خوبصورت تھی رسول اللہ صلعم کے پیچھے نماز پڑھتی تھی تو بعض لوگ پہلی صف میں ہو جاتے تھے تاکہ اسکے فتنہ سے بچ رہیں اور بعض پچھلی صف میں عمدًا ہو جاتے تاکہ اس عورت کو دیکھتے رہیں اور جب رکوع کرتے تھے اپنی بغلوں کے نیچے نظر دوڑا کر اوس عورت کو دیکھتے رہتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی تحقیق ہمنے معلوم کرلیا ہے اون لوگوں کو جو آگے ہونے والے ہیں تم میں سے اور ان کو بھی سمجھ لیا ہے جو تم میں سے پیچھے کھڑے ہونے والے ہیں[1] اور اسکو ابن عساکر اور ابن مردویہ نے داؤد بن صالح سے روایت کیا تحقیق اسنے سوال کیا سہل بن حنیف انصاری سے کہ آیت ولقد علمنا المستقدمین الخ صفوف جنگ وغیرہ میں ہے یا نہ اوسنے کہا نہیں یہ صفوف نماز کیلئے نازل ہوئی ہے یعنے محض صفوف کے مقدم ومؤخر کھڑے ہونے کے بارہ میں اُتری ہے۔

اور اسی طرح ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۳۵۴ مترجمہ مولوی وحید الزمان میں ہے اور اسی طرح تفسیر خازن ومعالم میں تحت آیت مذکورہ کے اور زیادہ کیا کہ عورتیں جماعت کے لئے نکلتی تھیں تو اسوقت فرمایا رسول اللہ صلعم نے اچھی صفوں سے مردوں کے لئے پہلی ہے اسکو مسلم نے روایت کیا اور قصہ خشوع حضرت علی علیہ السلام کا نماز میں مشہور ہے کہ کس طرح ہوا تھا اسکو دوسرے صحابہ سے مقابلہ

[1] اہل انصاف غور فرمائیں کہ کون سی غرض شرعی نمازیں اتنے تکلف سے دیکھنے کی ان کو پیش آتی تھی جو لوگ مطلق صحابہ کے بیان شان میں بے ہوش ہو جاتے ہیں اس حال کو پڑھکر ان کو شرم سے ڈوب کر مرجانا چاہئے کہ صحابہ رسول صلعم جیسے امام کے پیچھے کیسی نماز پڑھ رہے ہیں۔ ۱۲ مترجم [2] مولوی وحید الزمان نے اس کے ترجمہ میں فائدہ اس عبارت سے لکھا ہے (بقیہ حاشیہ برصفحہ ۱۳۰)

[3] حضرت عمر کے خشوع نماز کا حال بیان ایمان حضرت موصوف میں حاشیہ پر دیکھو ۱۲ مترجم۔

ترك النبی علی المنبر والذهاب الی البیع

فی لباب النقول اخرج الشیخان عن جابر قال کان النبی م یخطب یوم الجمعة اذ اقبلت عیر قد قدمت فخرجوا الیها حتی لم یبق معه الا اثنا عشر رجلا فانزل الله تعالیٰ واذا راوا تجارة او لهوا انفضوا الیها وترکوك قائما الآیة واخرج ابن جریر عن جابر ایضا قال کان الجواری اذا نکحوا کانوا یمرون بالکبر والمزامیر ویترکون النبیؐ قائما علی المنبر وینفضون الیها فنزلت وکانها نزلت فی الامرین معا

نبی صلعم کو ممبر پر چھوڑ کر خرید و فروخت کی طرف چلا جانا

لباب النقول میں ہے کہ بخاری و مسلم نے جابر سے روایت کی ہے کہ نبی م جمعہ کے دن خطبہ پڑھتے تھے اچانک خبر ہوئی کہ تجارت کا قافلہ آگیا ہے تو سب صحابہ نبی م کو خطبہ میں چھوڑ کر اس قافلہ کی طرف چلے گئے اور کوئی نبی م کی خدمت میں سوائے بارہ[۱۲] شخص کے باقی نہ رہا اور یہ آیت اُتری واذا راوا تجارة الخ یعنے سوداگری کا موقع دیکھتے ہیں یا کسی کھیل کا وقت دیکھتے ہیں تو اودھر چلے جاتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔ نیز ابن جریر نے جابر سے روایت کی ہے جب لڑکیوں کا لوگ نکاح کرتے تھے اور اپنی شان و شوکت اور ساز و راگ سے گذرتے تو لوگ نبی صلعم کو ممبر پر کھڑا چھوڑ جاتے اور اس کھیل کی طرف چلے جاتے تھے تب یہ آیت اُتری وترکوك قائما اور گویا دونوں موقعہ کے لئے اُتری ہے۔

وفی الجلالین وضرب لقدومها الطبل علی العادة فخرج لها الناس الخ وذکر البغوی فی تفسیره الا اثنا عشر رجلا وامرءة۔

اور جلالین میں ہے کہ قافلہ کی آمد پر عادتاً جب ڈھول بجایا گیا تو لوگ اس کی طرف چلے گئے تھے اور معالم بغوی میں ہے کہ سوائے بارہ[۱۲] اشخاص کے مردوں کے اور ایک عورت کے عورتوں میں سے باقی سب چلتے بنے۔

الخدیعة والمکیدة فی الدین

قال الله تعالیٰ یخادعون الله والذین امنوا الآیة فی تاریخ الخلفاء ص۱۳۹ قال الحسن البصری افسد امر الناس اثنان عمرو بن العاص یوم اشار علی معاویة برفع المصاحف

دین میں مکر و فریب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ منافقین اللہ اور مومنین سے فریب کرتے ہیں الخ تاریخ الخلفاء ص۱۳۹ میں ہے کہا حسن بصری نے کہ لوگوں کے دینی امر میں سارا فساد و فتنہ دو شخصوں کا ہے عمرو بن عاص کا جب اُنہی معاویہ کو قرآنوں کے نیزوں پر بلند کرنے کا اشارہ کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نفس و شیطان ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا ہے صحابہ کے بھی ساتھ تھا باوجودیکہ آنحضرت م کی صحبت ان کو حاصل تھی مگر شیطان کے شر سے وہ معصوم نہ تھے اور اس قسم کے واقعات عوام صحابہ سے کئی مقام میں منقول ہوئے ہیں جیسے قہقہہ[۱] نماز کے اندر اندھے کے گرنے پر خطبہ پڑھنے میں آنحضرت م کو چھوڑ کر چلے جانا وغیرہ وغیرہ جب صحابہ کا یہ حال ہو جو خیر القرون تھے تو اور لوگوں کو اپنے نفس پر کیا اطمینان ہو سکتا ہے۔ انتہے بعینہٖ۔

[۱] ثبوت قہقہہ۔ دلیل الطالب للسید الصدیق ص۲۳۱ میں ناقلاً عن الطبرانی فی الکبیر عن ابی موسی قال بینما النبی م یصلی بالناس اذ دخل رجل فتردی فی حفرة کانت فی المسجد وکان فی بصره ضرر فضحك کثیر من القوم وهم فی الصلوٰة الخ خلاصہ ترجمہ۔ ایک اندھا گڑھے میں گرا اور جناب نبی صلعم کے صحابہ مقتدیوں نے نماز کے اندر ہی قہقہہ لگایا ۱۲۔ مترجم۔

والمغیرۃ بن شعبۃ فانہ کان عاملاً لمعاویۃ علی الکوفۃ ۔ ومات عمرو بن العاص فی ایام معاویۃ ۔ وفی ص۱۱۸ فرفع اھل الشام المصاحف یدعون الی ما فیھا مکیدۃ من عمرو بن العاص فقدم عمرو ابا موسی الاشعری مکیدۃ منہ الخ وقد مر وسیاتی انشاء اللہ ۔

وھکذا فی الصواعق ص۷۱ ۔

وھکذا فی فتح الباری جلد ۶ ص۳۴۴ ۔

وفی مروج الذھب للمسعودی کتب محمد بن ابی بکر الصدیق الی معاویۃ کتابا فیہ من محمد بن ابی بکر الی الغاوی معاویۃ بن ابی سفیان بن صخر انت اللعین ابن اللعین لم تزل انت وابوک تبغیان رسول اللہ ص الغوائل وتجھدان فی اطفاء نور اللہ وانت عدوہ وابن عدوہ فتمتع فی دنیاک ما استطعت بباطلک ولیمدک ابن العاص فی غوایتک الخ ملخص من النصائح ص$\frac{21}{22}$ ۔ وفی النصائح ص۴۸ نقل ابن عبد ربہ باسنادہ علم معاویۃ واللہ ان لم یبایعہ عمرو لم یتم لہ امر فقال لہ یا عمرو اتبعنی قال لا حتی اکون شریکک فیھا قال فانت شریکی فیھا الخ ۔

وفیہ ص۱۲۸ والصحبۃ الضارۃ ما قارنھا الخداع والنفاق والعداء لہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ولاھل بیتہ وارتکاب المخالفات بعدہ واقتراف الکبائر کصحبۃ عبد اللہ بن ابی وثعلبۃ والحکم بن ابی العاص والولید بن عقبۃ وحبیب بن مسلمۃ ومعاویۃ وعمرو بن العاص وسمرۃ بن جندب وبسر بن ارطاۃ وذی الثدیۃ الخارجی والمغیرۃ بن شعبۃ ۔

وفی الخصائص للسیوطی جلد ۱ ص۱۴۹ ذکر فی ھجرۃ الحبشۃ

اور مغیرہ بن شعبہ جو کوفہ میں اہل کار منجانب معاویہ کے تھا اور عمرو بن عاص ایام معاویہ میں مر گیا تھا ۔

اور اسی کے صفحہ ۱۱۸ میں ہے پس اہل شام نے قرآن نیزوں پر اٹھائے ہوئے اور اسکے مضمون کی طرف بلاتے تھے جو عمرو بن عاص کے مکر کی بناء پر تھا اور عمرو نے ابی موسے[1] اشعری کو فریب و مکر کی نیت سے آگے کیا اور تحقیق گذر چکا ہے اور عنقریب آئیگا انشاء اللہ ۔

اور اسی طرح صواعق محرقہ صفحہ ۷۱ میں ہے ۔

اور اسی طرح فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۴۴ میں ہے ۔

اور مروج الذہب مسعودی میں ہے محمد بن ابی بکر صدیق نے معاویہ کی طرف خط لکھا اس میں یہ تھا کہ محمد بن ابی بکر کی طرف سے غاوی معاویہ بن ابی سفیان بن صخر کی طرف ہے کہ تو لعین بن لعین ہے ہمیشہ تو اور تیرا باپ نبی ص کے لئے آفت ناگہانی کے طالب تھے اور نور الٰہی کے بجھانے کے واسطے کوشش کرتے رہے اور تو نبی کا دشمن اور تیرا بیٹا بھی اس کا دشمن ہے تم حتی الوسع اپنی جھوٹ سے دنیا کا نفع اٹھالو اور تیری مدد عاص کا بیٹا عمرو بھی تیری گمراہی میں کرلے الخ ملخص نصائح ص$\frac{21}{22}$ کا ختم ہوا ۔

اور نصائح ص۴۸ میں ہے نقل کیا ہے ابن عبد ربہ نے اپنے اسناد سے کہ معاویہ نے معلوم کیا قسم بخدا اگر عمرو نے بیعت نہ کی تو کام تمام نہیں ہوتا معاویہ نے اسکو کہا اے عمرو میری متابعت کر عمرو نے کہا نہیں جب تک میں تیرا شریک اس بادشاہی میں نہ ہو جاؤں معاویہ نے کہا تو میرا اس میں شریک ہو چکا ۔ الخ

اور اسی کے صفحہ ۱۲۸ میں ہے اور صحبت مضر دہندہ وہ ہے جس کے ساتھ فریب و نفاق شامل ہوئے اور نبی صلعم اور اس کی آل کے ساتھ تجاوز اور زیادتی کرنا اور بعد نبی ص کے مخالفت احکام نبوی کی کرنا اور کبیرہ گناہوں تک عمل میں لانا مثل صحبت عبد اللہ ابن ابی و ثعلبہ و حکم بن ابی العاص و ولید بن عقبہ و حبیب بن مسلمہ و معاویہ و عمرو بن عاص و سمرہ بن جندب و بسر بن ارطاۃ و ذی الثدیہ خارجی و مغیرہ بن شعبہ اور امثال انکے ہے ۔

اور خصائص سیوطی جلد ۱ صفحہ ۱۴۹ میں ہجرت حبشہ کے

[1] تاریخ الخلفاء کے ص۱۱۸ میں ابو موسے اشعری کا حال خلع بیعت اور مکر عمرو بن عاص کا مفصل لکھا ہے اور جو موسے کے ساتھ مکر کردہ ۔

حال ابوموسیٰ اشعری

باخراج البیہقی مکر عمرو بن العاص بعمارۃ رفیقہ وھٰہنا قصۃ طویلۃ۔ وفیہ جلد ۲ ص ۱۳۷ اخرج الطبرانی عن ابی موسی الاشعری مرفوعًا یکون فی ھذہ الامۃ حکمان ضالان ضال من تبعہما قال سوید بن غفلۃ فقلت یا ابا موسیٰ انشدک اللہ الیس انما عناک رسول اللہ صلعم فقال انہا ستکون فتنۃ فی امتی فیہا یا ابا موسی نائما خیر منک قاعدًا وقاعدًا خیر منک قائمًا وقائمًا خیر منک ماشیًا فخصک رسول اللہ صلعم ولم یعم الناس

کے بیان میں مکر عمرو بن عاص کا جو اُس نے اپنے رفیق عمارہ سے کیا بروایت بیہقی مذکور ہے۔ اسجگہ ایک طویل قصہ ہے۔ اور اُسی کتاب کے جلد ۲ صفحہ ۱۳۷ میں ہے طبرانی نے ابوموسیٰ اشعری سے مرفوعًا روایت کیا ہے اس امت میں دو حاکم گمراہ ہونگے اور گمراہ ہوگا جو اُن کی متابعت کریگا۔ سُوید بن غفلہ نے کہا اے ابوموسیٰ میں تجھے خدا یاد دلا کر پوچھتا ہوں کہ آیا یہی نہیں کہ رسول صلعم نے تم کو ہی اس سے مراد رکھا ہے۔[1] پس کہا رسول صلعم نے تحقیق قریب ہے کہ میری امت میں فتنہ پیدا ہوگا اے ابوموسیٰ سونیوالا تجھ بیٹھنے والے سے بہتر ہوگا اور بیٹھنے والا تجھ کھڑا رہنے والے سے بہتر ہوگا۔ اور کھڑا ہونیوالا تم چلنے والے سے بہتر ہوگا پس خاص کیا تھا تجھکو رسول صلعم نے اور باقی لوگوں کو عام نہیں فرمایا تھا۔

کتمان الحق

قال الحافظ فی الفتح جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ وحمل العلماء الوعاء الذی لم یبثہ علی الاحادیث التی فیہا تبیین اسامی امراء السوء واحوالہم وزمنہم وقد کان ابوھریرۃ یکنی عن بعضہ ولا یصرح بہ خوفا علی نفسہ منہم۔

وفی حد السارق صفحہ ۱۳۰ و ۱۳۳ روی ابوجعفر الطبری فی تاریخہ کان عمر یقول جردوا القرآن ولا تفسروہ واقلوا الروایۃ عن رسول اللہ صلعم وانا شریککم الخ ناقلا عن الفاروق ص ۲۲۳ و انہ نقل عن العلامۃ الذھبی الذی ھو شیخ الحافظ ابن حجر والسخاوی وغیرھما من تذکرۃ الحفاظ۔ انتھیٰ۔

حق کا چھپانا

حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ میں کہا ہے برانگیختہ کیا علماء کو پاس خاطر حکام نے احادیث کے بیان کرنے میں وہ احادیث جن میں بڑے امرا کا نام اور احوال اور زمانہ اُن کا بیان کیا ہوا ہے۔ اور تحقیق ابوہریرہ کنایہ سے بعض کا حال بیان کرتا تھا اور اپنے نفس پر خوف کرنے کی وجہ سے ظاہرا نام نہیں لیتا تھا۔

اور حد السارق صفحہ ۱۳۰ و ۱۳۳ میں ہے کہ روایت کیا ہے ابوجعفر طبری نے اپنی تاریخ میں عمر کہتا تھا کہ خالی رکھو قرآن کو اور تفسیر اُس کی بیان نہ کرو۔ اور روایات رسول اللہ صلعم کی کم بیان کیا کرو میں بھی تمہارے اس کام میں شریک ہوں اس روایت کو مؤلف حد السارق نے رسالہ الفاروق مؤلفہ شبلی نعمانی سے نقل کیا اور اس نے علامہ ذہبی سے نقل کیا جو حافظ ابن حجر وغیرہ کا استاد ہے یعنی کتاب تذکرۃ الحفاظ مؤلفہ ذہبی سے لیا۔

[1] تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۴۰ میں ہے کہ ابوموسیٰ اشعری کو جب عمرو بن عاص نے فریب دیا اور جناب علی ع کی بیعت کا خلع کیا تو ابوموسیٰ نے عمرو کو کہا لا وفقک اللہ غدرت وفجرت انما مثلک کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث قال عمرو انما مثلک کمثل الحمار یحمل اسفارًا۔ (خلاصہ ترجمہ) خدا تجھے توفیق خیر نہ دے تم نے فریب و دغا کیا تیری مثال ایک کتے کی ہے عمرو نے کہا ہاں تیری مثل گدھے کی ہے جس پر کتابیں لدی ہوں۔ مترجم

حُبَّ الدنیا

قال الحافظ فی الفتح جلد ۶ صـ۵۵۵ عن نافع ان معاویۃ اراد ابن عمر علٰی ان یبایع لیزید فابیٰ وقال لا ابایع لامیرین فارسل الیہ معاویۃ بمائۃ الف درھم فاخذھا فدس الیہ رجل فقال لہ ما یمنعک ان تبایع فقال ان ذالک لذالک یعنی عطاء ذالک المال لاجل وقوع المبایعۃ ان دینی عندی لرخیص (الیٰ ان قال) فلما خلع اھل المدینۃ یزید بن معاویۃ جمع ابن عمر حشمہ وولدہ فقال انی سمعت النبی صلعم یقول ینصب لکل غادر لواء یوم القیامۃ و انا قد بایعنا ھٰذا الرجل علٰی بیع اللہ ورسولہ وانی لا اعلم غدرا اعظم من ان یبایع رجل علٰی بیع اللہ ورسولہ ثم ینصب لہ القتال وانی لا اعلم احداً منکم خلعہ ولا تابع فی ھذا الامر الا کانت الفیصل بینی و بینہ ۔ انتھیٰ ۔

محبت دنیا

حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۵۵ و جلد ۲ صـ۴۲۵ میں نافع سے روایت کی ہے کہ تحقیق معاویہ نے ابن عمر سے ارادہ کیا کہ وہ بیعت یزید کی کرے ابن عمر نے انکار کیا اور کہا کہ میں دو سرداروں کی بیعت نہیں کرتا معاویہ نے ایک لاکھ درہم ابن عمر کی طرف بھیجا اور اُس نے وہ دراہم لے لئے پھر خفیہ طور پر ایک شخص ابن عمر کے پاس آیا اور کہا کیا چیز اب تمکو اس سے منع کرتی ہے کہ تو یزید کی بیعت کرے ابن عمر نے کہا تحقیق یہ انعام مال کا اسی واسطے ہے کہ بیعت کرلوں تو میرے دین کا بہت تھوڑا بدلہ ہے یعنی سستا ہے (یہاں تک کہ کہا) پس جب مدینہ والوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت کو توڑ دیا تو ابن عمر نے اپنے کنبہ کے لوگ اور اولاد کو جمع کرکے کہا میں نے سنا ہے نبی صلعم سے بے وفا کے لئے قیامت کے دن جھنڈا کھڑا کیا جائیگا۔ اور ہم نے اس شخص یزید سے بیعت اللہ اور رسول کے عہد پر کی ہے اور میں اس سے زیادہ کوئی فریب بازی اور بے وفائی نہیں جانتا کہ ایک شخص سے بیعت عہد اللہ ورسول اللہ پر کی جائے پھر اسکے برخلاف جنگ کھڑا کیا جائے اور میں جسکو سمجھونگا کہ بیعت یزید کی اوسنے توڑ دی ہے تو میرا اور اسکا بالکل قطع تعلق ہوجائیگا۔ انتہےٰ۔

شرب الخمر

فی الجلالین ولما نزلت (قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس الآیۃ) شربھا قوم وامتنع آخرون ؛

وفیہ لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری من الشراب لان سبب نزولھا صلاۃ جماعۃ فی حال السکر ۔

قال الحافظ فی الفتح جلد ۴ صـ۱۲۴ وقدامہ بن مظعون حین شرب الخمر فی ایام عمر وحدہ عمر فھاجر بسبب ذالک

شراب پینا

جلالین میں ہے جب نازل ہوئی آیت (تو کہدے اے نبی صلعم کہ جوا اور شراب میں گناہ بڑا ہے اور لوگوں کے لئے منافع بھی ہیں) تو اُس شراب کو ایک قوم نے پیا اور اُس سے کچھ لوگ بچ رہے۔ اور اُسی جلالین میں ہے تم لوگ بحالت سُکر کے شراب پیکر نماز کے نزدیک مت جاؤ کیونکہ سبب نزول اس کا چند لوگوں کا حالت مستی میں نماز پڑھنا تھا۔

حافظ ابن حجر نے جلد ۴ صـ۱۲۴ فتح الباری میں کہا ہے قدامہ بن مظعون نے جب ایام خلافت عمر میں شراب پی اور عمر نے اس کو حد ماری تو اسی سبب سے قدامہ عمر سے ترک موالات کرکے باہر چلا گیا

وکان قدامۃ بدریا (قال قبل ھذا) ای فی قول عدم وقوع الذنب منہم (ای من البدریین) نظر ظاھر لما سیأتی فی قصۃ قدامۃ بن مظعون الخ وقد مر وسیاتی انشاء اللہ تعا

اور قدامہ جنگ بدر میں شامل رہنے والوں میں سے تھا (اور اس سے پہلے ابن حجر نے یوں لکھا ہے) یعنی اس قول پر اعتراض ہے کہ بدریوں سے گناہ وقوع میں نہیں آتا جیساکہ قصہ قدامہ بن مظعون میں آگے آتا ہے (اور یہ پہلے مذکور ہوچکا ہے اور قریبًا آئیگا انشاءاللہ تعالیٰ)۔

و فی المسلم ص۷۱ عن انس بن مالک ان النبیؐ اُتی برجل قد شرب الخمر فجلدہ الحدیث۔

اور صحیح مسلم صفحہ ۷۱ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ تحقیق نبیؐ کے پاس ایک شخص شرابی لایا گیا اُسکو حضرتؐ نے دُرّے لگائے آخر حدیث تک۔

فی تاریخ الخلفاء ص۱۰۵ والتاریخ الکامل جلد۳ ص۴۲ وولی (ای عثمان) الولید بن عقبۃ بن ابی معیط وھو صحابی اخو عثمان لامہ وذٰلک اول ما نقم علیہ لانہ اٰثر اقاربہ بالولایات وحکی ان الولید صلےٰ بھم الصبح اربعا وھو سکران ثم التفت الیھم قال ازیدکم۔

اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۵ و تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۴۲ میں ہے حضرت عثمان نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو حاکم بنایا اور وہ صحابی ہے جو ماں کی طرف سے عثمان کا بھائی ہے اور یہ پہلی بات ہے جو عثمان پر باعث غضب صحابہ اور اعتراض کی ہوئی کیونکہ اُسنے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عہدوں کے لئے منتخب کیا۔ اور حکایت کی گئی ہے کہ ولید نے لوگوں کے ساتھ صبح کی نماز چار رکعت پڑھی اور وہ مستی کی حالت میں تھا مقتدیوں کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا کیا اور زیادہ کروں ؟

فی شرح فقہ الاکبر طبع لاھور ھند و پریس ص۹۲ وکان ابن مسعود وغیرہ یصلون خلف الولید بن عقبۃ بن ابی معیط وکان یشرب الخمر حتی انہ صلےٰ بھم الصبح مرۃ اربعا ثم قال ازیدکم فقال ابن مسعود مازلنا معک منذ الیوم فی زیادۃ۔

اور شرح فقہ اکبر مطبوعہ لاہور ہندو پریس صفحہ ۹۲ میں ہے کہ ابن مسعود وغیرہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے پیچھے نماز پڑھتے تھے حالانکہ ولید شراب پیتا تھا اس نے صبح کی نماز ایک دفعہ چار رکعت پڑھائی پھر کہا کیا اور بڑھا دوں ؟ تو ابن مسعود نے کہا ہمیشہ ہم تیرے ساتھ زیادتی میں آج کے دن سے شامل رہینگے۔

وفی مروج الذھب للمسعودی جلد ا ص۳۰۳ طبع مصر فی حق ولید بن عقبۃ واشاعوا بالکوفۃ فعلہ وظہر فسقہ ومداومتہ شرب الخمر فہجم علیہ جماعۃ من المسجد (حتی قال) فوجدوہ سکران مضطجعا علےٰ سریرہ لا یعقل فایقظوہ من رقدتہ فلم یستیقظ ثم تقیأ علیہ ما شرب من الخمر۔ وفی الصحیح المسلم جلد۲ ص۷۲ قال (ابوساسان) شھدت عثمان

اور مروج الذہب مولفہ علامہ مسعودی مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۳۰۳ میں ہے بیان ولید بن عقبہ کے اندر لکھا ہے کہ کوفہ میں لوگوں نے ولید کی نسبت فسق اور شراب خوری کی خبر مشہور کردی۔ اور مسجد کی ایک جماعت اسپر لوٹ پڑی (تا اینکہ کہا) اور لوگوں نے ولید کو مستی کی حالت میں لیٹا ہوا اپنی چارپائی پر بالکل بیہوش پایا۔ لوگوں نے اوسکو جگایا نیند بیہوشی سے نہ جاگ سکا اور جو شراب اُسنے پیا ہُوا تھا وہ بذریعہ قے خارج ہونے لگا۔ اور صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۷۲ میں ہے ابوساسان نے کہا ہے میں حضرت عثمان کے

اتی بالولید ثم قال ازیدکم فشهد علیه رجلان احدهما حمران (وهو مولیٰ عثمان) انه شرب الحدیث۔

وکذا فی الفتح جلد ۳ صـ۳۷۷ وزاد ونقل بروایة عمر بن شیبة فی اخبار المدینة من طریق الشعبی اشعارا منها قال الولید ۝

نادی وقد تمت صلوتهم + ازیدکم سفها وما یدری

موجود تھا جب ولید کو لایا گیا اور اسنے کہا تھا کہ نماز کو بڑھا دوں اور اسپر دو شخصوں نے گواہی دی ایک ان میں سے حمران غلام عثمان کا تھا۔ آخر حدیث تک؛

اور اسی طرح فتح الباری جلد ۳ صـ۳۷۷ میں ہے اور زیادہ لکھا کہ بروایت عمر بن شیبہ کے اخبار مدینہ میں طریق شعبی سے کچھ اشعار کو نقل کیا ہے جن سے یہ ہے کہ ولید نے بہ حالت بیہوشی کہا کیا نماز کو میں اور بڑھا دوں حالانکہ وہ نماز کو تمام کر چکے تھے؛

الفسق

فی لباب النقول فی اسباب النزول اخرج الواحدی وابن عساکر من طریق سعید ابن جبیر عن ابن عباس قال قال الولید بن عقبة بن ابی معیط لعلی ابن ابیطالب انا احد منك سنانا وابسط منك لسانا واملأ للکتیبة منك فقال له علیؑ اسکت فانما انت فاسق فنزلت افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون؛

واخرج ابن جریر عن عطاء بن یسار نحوه۔

واخرج ابن عدی والخطیب فی تاریخه من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس مثله انتهی

وفی النیشاپوری جزو ۲۱ صـ۷۲۔ وفی الدر جلد ۵ صـ۱۷۸ اخرجه ابو الفرج والواحدی وابن عدی وابن مردویه والخطیب ابن عساکر من طرق عن ابن عباس واخرجه ابن اسحٰق وابن جریر عن عطاء بن یسار وابن ابی حاتم عن السدیؒ وعن عبد الرحمٰن ابن ابی لیلیٰ واخرجه عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن قتادة قال لا یستوون لا فی الدنیا ولا فی الآخرة انتهی۔ وفی المعالم صـ۲۰۳ مثله۔ وفی الکشاف مثله وقوله تعالیٰ ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا الآیة نزلت فی الولید المذکور

فسق

لباب النقول فی اسباب النزول میں ہے واحدی وابن عساکر نے طریق سعید بن جبیر سے اسنے ابن عباس سے روایت کیا کہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط نے علی ابن ابیطالب کو کہا کہ میں تجھ سے تیز نیزہ رکھتا ہوں اور تجھ سے زیادہ زبان ور ہوں اور زیادہ منشی ہوں پس حضرت علیؑ نے فرمایا چپ رہ تم تو فاسق آدمی ہو تب یہ آیت اتری جو شخص مومن ہو وہ بھی تجھ کی مانند ہو سکتا ہے؟ بالکل برابر نہیں ہو سکتے؛

اور ابن جریر نے عطا بن یسار سے مثل اس کی روایت کی ہے اور ابن عدی و خطیب نے اپنی تاریخ میں طریق کلبی سے اوس نے ابی صالح سے اُسنے ابن عباس سے مثل اسکے روایت کیا۔ انتہیٰ؛

اور نیشاپوری جزو ۲۱ صفحہ ۷۲۔ اور در منثور جلد ۵ صـ۱۷۸ میں ہے ابو الفرج و واحدی وابن عدی وابن مردویہ و خطیب وابن عساکر نے چند اسنادوں سے بروایت ابن عباس بیان کیا اور ابن اسحٰق و ابن جریر نے عطا سے اور ابن ابی حاتم نے سدی سے اور عبد الرحمٰن بن ابی لیلے سے اور عبد ابن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے قتادہ سے اسکو روایت کیا اور کہا کہ بالکل برابر نہیں ہو سکتے نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔

اور معالم التنزیل صـ۲۰۳ میں اسی طرح ہے نیز کشاف میں مثل اس کے مذکور ہے۔ اور قولہ تعالیٰ ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا الخ یعنے اگر تمہارے پاس فاسق آدمی خبر لائے تو تفتیش کر لیا کرو کہ یہ سچ ہے یا جھوٹ اسی ولید مذکور کے بارہ میں نازل ہوئی ہے

سلہ (حاشیہ ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ پر)

کمافی لباب النقول وغیرہ باتفاق المفسرین والمحدثین۔

جیساکہ لباب النقول وغیرہ میں باتفاق مفسرین ومحدثین کے مذکور ہے۔

وفی التقریب للعسقلانی ص ۳۸۶ الولید بن عقبۃ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیۃ القرشی الاموی اخو عثمان لامہ لہ صحبۃ وعاش الی خلافۃ معاویۃ۔ فی الحاشیۃ انہ اسلم یوم فتح مکۃ ولہ حدیث۔ وقد اعلم العسقلانی بعلامۃ د الدال علے ابی داؤد۔

اور تقریب التہذیب مؤلفہ عسقلانی صفحہ ۳۸۶ میں ہے ولید بن عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیۃ قریشی اموی عثمان کا ماں کی طرف سے بھائی ہے اسکو صحبت رسول ص حاصل تھی اور خلافت معاویہ تک زندہ رہا۔ حاشیہ میں ہے کہ اسنے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا اور اس سے حدیث روایت کی گئی ہے۔ اور ابن حجر عسقلانی نے دال کے حرف سے نشان دیا ہے کہ سنن ابی داؤد میں اس سے روایت لی گئی ہے۔

الھجران الممنوع

ایکدوسرے سے قطع تعلقی جونا جائز ہے

ثم ان النبی ص وجد خفۃ فی نفسہ وخرج بین رجلین احدھما العباس الخ قال اسمعت (عائشۃ) لک الرجل الذی کان مع العباس قلت لا قال ھو علی متفق علیہ۔ مشکوۃ ص ۹۴ باب ما علے الماموم۔ فی عون الباری فی حل ادلۃ البخاری للسید الصدیق جلد ۲ ص ۱۵ ومن ثم صرحت عائشۃ بالعباس وابھمت الاخر والمراد بہ علیؑ ولم تسمہ لما کان عندھا منہ مما یحصل للبشر مما یکون سببا للاعراض عن ذکر اسمہ۔ انتھے۔ وھکذا فی مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۲۳۸۔

جب کہ نبی ص کو بیماری سے آرام ہوا تو دو آدمیوں کے درمیان نکلے ایک ان سے عباس تھا۔ الخ راوی نے کہا کہ عائشہ نے کیا تم نام دوسرے کا لیا ہے جو عباس کے ہمراہ تھا میں نے کہا نہیں اور وہ ہیں حضرت علیؑ اسکو بخاری ومسلم نے روایت کیا چنانچہ مشکوۃ صفحہ ۹۴ باب ماعلے الماموم میں (بی بی صاحبہ نے جناب علیؑ سے ہجران کیا) اور عون الباری فی حل ادلۃ البخاری مؤلفہ سید صدیق جلد ۲ صفحہ ۱۵ میں ہے اور اسی سبب سے حضرت عائشہ نے عباس کے نام کی تصریح کی اور دوسرے نام کو مبہم کیا یعنے چھپایا اور مراد اس سے علیؑ ہے اور عائشہ بی بی نے نام اسواسطے نہیں لیا کہ اسکو وہ بات جو کچھ عوارض بشریہ یعنی غصہ سے آدمی کو نام نہ لینے کا سبب ہوتی ہے لاحق تھی اور اسیطرح مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۸ پر ہے۔

وفی لباب النقول (فی حدیث طویل فی قصۃ الافک) جلد ۲ ص ۴۵ ودعا رسول اللہ ص علی بن ابیطالب واسامۃ بن زید حین استلبث الوحی یستشیرھما فی فراق اھلہ فاما اسامۃ فاشار

لباب النقول میں در بارہ بیان افک کے ایک طویل حدیث میں ہے (جلد ۲ صفحہ ۴۵) کہ رسول اللہ ص نے علی ابن ابیطالب واسامہ بن زید کو بلایا جب کہ وحی کو دیر ہوگئی تھی اور ان دونوں سے اپنی اہلیہ کے جدا کرنے میں مشورہ لیا تو اسامہ نے برائۃ اہلیہ رسول

(حاشیہ متعلق صفحہ گذشتہ) جب منافقین پر بھی اصحاب کے لفظ کو استعمال کرنا رسول خدا ص کے ارشاد سے ثابت ہے پھر تو کوئی جھگڑا باقی نہیں رہا دیکھو صحیح بخاری کتاب التفسیر جب عبداللہ بن ابی رئیس منافقین نے ایک مہاجر و انصاری کے جھگڑے میں برہم ہو کر یہ کہا کہ مدینہ سے ہم مہاجرین کو نکال دینگے تو حضرت عمر نے رسول اللہ ص سے عرض کیا کہ دعنی اضرب عنق ھذا المنافق فقال النبی ص دعہ لا یتحدث الناس ان محمد ا یقتل اصحابہ یعنی حکم دیجئے تو اس منافق کی گردن اڑا دوں آنحضرت ص نے فرمایا جانے دو کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد ص اپنے اصحاب کو قتل کر دیتے ہیں ۱۲ مترجم۔

من براءۃ اهلہ واما علی (علیہ السلام) فقال لن یضیق اللہ علیك والنساء سواها کثیرۃ الخ وهکذا فی مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ و ۲۲۱ و ۲۲۶ وفی روضۃ الاحباب جلد ۳ صـ ۸ و دل عائشہ از جانب علیؑ غبارے داشت برائے آنکہ درقضیہ افک باپیغمبرؐ درشان عائشہ گفتہ بود والنساء سواها کثیرۃ واللہ اعلم وفی تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صـ ۳۰۶ واستشار النبیؐ علیًا واسامۃ فی فراق عائشۃ الخ۔ ولیس من هذا الباب هجران البتول صلوات علیہا ابا بکر وسیاتی انشاء اللہ تعالےٰ؎

تتمۃ

فی رد استدلال من قال ان الصحابۃ کلہم عدول وما فی معناہ۔

اعلم ان هذا القول لیس بسدید علی العموم بان لا یصدر عن احد من الصحابۃ ذنب مطلقًا کما مر ولا بان یکون کلہم ثقۃ فی الروایۃ لما ثبت ان الولید بن عقبۃ الصحابی فاسق بالقران وقد امر اللہ سبحانہ و رسولہ بالتبیین؎

وفی نزل الابرار من فقہ النبی المختار لوحید الزمان الحیدرآبادی جلد ۳ صـ ۹۴ طبع بنارس ویتحری فی خبر الفاسق فی الحاشیۃ المنہیۃ من المصنف لقولہ تعالیٰ ان جاءکم فاسق الایۃ نزلت فی ولید بن عقبۃ وکذلك قولہ تعالےٰ افمن کان مومنا الایۃ ومنہ یعلم ان من الصحابۃ من هو فاسق کالولید ومثلہ یقال فی حق معاویۃ و عمرو ومغیرۃ

حسب علم خود بیان کیا اور حضرت علیؑ نے یہ فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے آپ پر تنگی نہیں کی ہے اور عورتیں اُسکے سوا یعنے عائشہ کے سوا بہت مل سکتی ہیں۔ الخ اور مدارج جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ و ۲۲۱ و ۲۲۶ میں اور روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۸ میں لکھا ہے و دل عائشہ از جانب علیؑ غبارے داشت برائے آنکہ در قصہ افک باپیغمبرؐ درشان عائشہ گفتہ بود والنساء سواها کثیرۃ یعنے عائشہ کے سوا عورتیں بکثرت مل سکتی ہیں؎

اور تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۳۰۶ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ و اسامہ سے عائشہ کے جدا کرنے میں مشورہ کیا۔ الخ اور اس مضمون یعنے ہجران ممنوع سے نہیں وہ ترک کلام و قطع تعلقات جو جناب زہرا علیہا السلام کا ابی بکر سے تھا اور قریب ہے کہ آئیگا اس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ۔

مضمون سابق کا تتمہ

اس شخص کے استدلال کی تردید میں جسنے کہا کہ اصحاب جتنے ہیں کل عادل ہیں یا اسکے ہم معنے اقوال۔

جاننا چاہیئے کہ تحقیق یہ قول عام طور پر درست نہیں اس طرح کہ کسی صحابی سے کبھی کوئی گناہ مطلق وقوع میں نہیں آسکتا جیسا کہ حالات گذشتہ سے واضح ہے اور نہ اس طرح کہ کل صحابہؓ روایت میں قابل اعتبار ہیں کیونکہ ثابت ہوچکا ہے کہ ولید بن عقبہ صحابی قرآن کی خبر سے فاسق ہے اور خدا نے امر فرمایا ہے کہ فاسق کی خبر تحقیقات کے بغیر کوئی قبول نہ کرے؎

اور نزل الابرار من فقہ النبی المختار مؤلفہ وحید الزمان حیدرآبادی جلد ۳ صفحہ ۹۴ مطبوعہ بنارس میں ہے کہ خبر فاسق میں جستجو کرلینی چاہیئے۔ پھر حاشیہ منہیہ میں مؤلف مذکور نے لکھا ہے یہ اسلئے ہے کہ فرمایا حق تعالےٰ نے اگر تمہارے پاس فاسق خبر لائے الخ۔ یہ آیت ولید بن عقبہ کے بارہ میں اُتری اور اسی طرح قولہ تعالےٰ مومن فاسق کے برابر نہیں ہوسکتا اور اسی سے سمجھہ لینا چاہیئے کہ تحقیق اصحاب نبی سے ایسے بھی ہیں جو فاسق ہیں مثل ولید کے اور امثال اسکے جیسا کہ معاویہ و عمرو بن عاص وغیرہ

وسمرۃ الخ

وفی ازالۃ الخفا ص۸۶ اخرج البیہقی عن ابن عمر قال کان عمر یامرنا ان لا ناخذ الا عن ثقۃ۔

قال عبد العزیز الدہلوی فی فتاواہ ص۱۰۲ الصحابۃ کلہم عدول مراد آنست کہ صحابہ کلہم در روایت حدیث مامون و معتبر اند نہ آنکہ مصدر گناہی نشدہ اند کہ بعضے ازینہا در حضور آنحضرت صلعم بارتکاب کبائر محدود گشتہ۔

وفی منہج الوصول للسید الصدیق ص۱۶۳ نقل عن ابی الحسن ابن قطان و ولید بادہ نوشی نمود پس حرفے ازوے خلاف عدالت ظاہر شد بروی اسم صحبت واقع نشود و ولید صحابی نباشد زیرا نکہ صحابہ ہمانند کہ بر طریقہ وی صلعم بودند۔ انتہی۔

لیت شعری ان الذی لا یجتنب الکبائر کیف لا یکذب فی الروایۃ والکذب من اکبر الکبائر بل کاد الکذب ان یکون کفرا وقد ذم اللہ سبحانہ کل انواع الکذب من القول والحلف والوعد والشہادۃ وسماعہ کما قال فی کتابہ المجید واجتنبوا قول الزور حنفاء للہ غیر مشرکین بہ واتخذوا ایمانہم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ۔ والموفون بعہدہم اذا عاہدوا۔ واوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا۔ والذین لا یشہدون الزور و سماعون للکذب۔ بل امر عبادہ یاایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔

وقد اوعد رسولہ صلعم من
کذب علیّ متعمدا
فلیتبوأ مقعدہ من
النار وعد الکذب

وسمرہ کے حق میں اسی طرح کہا گیا ہے۔ انتہی۔

اور ازالۃ الخفا صفحہ ۸۶ میں ہے بیہقی نے ابن عمر سے روایت کی کہ کہا عمر ہمکو امر کرتا تھا کہ ہم حدیث کو ثقہ اور معتبر آدمی کے بغیر کسی سے نہ مانیں۔

شاہ عبد العزیز دہلوی نے اپنے فتاویٰ صفحہ ۱۰۲ میں لکھا کہ صحابہ کلہم عدول ہیں سے مراد یہ ہے کہ صحابہ روایت حدیث میں معتبر اور امین ہیں نہ یہ کہ ان سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا کیونکہ بعض ان میں سے حضور آنحضرت صلعم کے پیش ارتکاب کبیرے گناہوں کے باعث محدود کئے گئے۔

اور منہج الوصول مؤلفہ سید صدیق ص۱۶۳ میں ہے ناقلاً عن ابی الحسن بن القطان کہ ولید نے شراب خوری کی پس جس سے کوئی کام خلاف عدالت ثابت ہوا اسپر صحبت نافعہ کا نام واقع نہیں ہو سکتا اور ولید اس اعتبار سے صحابی نہ ہوگا کیونکہ صحابہ وہی ہیں جو طریقہ نبی صلعم پر قائم رہتے تھے۔ انتہی۔

افسوس ہے کہ جو کبیرہ گناہوں سے پرہیز نہیں کرتا وہ روایت میں جھوٹ سے کس طرح پرہیز کر سکتا ہے؟ اور جھوٹ بھی اکبر کبائر سے ہے بلکہ قریب ہے کہ کفر تک پہنچ جائے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے جملہ اقسام جھوٹ کی کلام کرنے اور وعدہ کرنے قسم اٹھانے گواہی دینے میں اور سننے جھوٹ کی مذمت فرمائی ہے جیسا کہ فرمایا قرآن مجید میں واجتنبوا قول الزور الخ یعنی پرہیز کرو جھوٹ بولنے سے اور محض اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھو اور شرک اس سے نہ کرو۔ اور فرمایا کہ منافقین نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور خدا کے راستہ سے پھرے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں۔ اور مومنین اپنے عہد کی وفا کرتے ہیں۔ اور عہد کی وفا کیا کرو تحقیق عہد سے سوال ہوگا اور مومنین وہ ہیں جو جھوٹ کے پاس نہیں جاتے اور منافقین جھوٹ کو بہت سنتے ہیں۔ بلکہ امر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کہ اے مومنو! خدا سے ڈرو اور سچے آدمیوں کے ساتھ ہو رہو اور تحقیق رسول اللہ صلعم نے ڈرایا کہ جس نے عمداً مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنی جگہ دوزخ میں بنائے اور جھوٹ کو نبی صلعم

من اٰیۃ النفاق۔ وظنی انہ ما من ذنب یکون
جزئیاتہ اکثر من الکذب الا الخمر فانہ
اکثر المنافع ومصدر للمآثم وام الخبائث
یتلوث بہ عشرۃ اشخاص کما فی الحدیث
وقد استنقذنی اللہ سبحانہ من حضرۃ
الحنفیۃ الیٰ سفینۃ الحنیفیۃ بسبب الکذب
فی الشہادۃ من امام المسجد وتنفری منہ و
افتائی بعدم جواز الصلوٰۃ خلفہ وفیہ قصۃ
طویلۃ والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ وقد قال فی
النیل جلد ۱ ص ۳۵۵ وفی البدر المنیر قیل لم
نر الصالحین فی شیئ اکذب منہم فی الحدیث۔

ومن ھٰذا قولھم حکایۃ عن اللہ سبحانہ
اعملوا ما شئتم قد غفرت لکم لاھل بدر ھو من
الموضوعات الواھیات لکونہ مخالفاً للقوانین
الشرعیۃ التی ید ور علیہا رحی الاسلام لاطلاق
الخطابات لکل من اٰمن بغیر استثناء اھل بدر
وغیرہ کما قال سبحانہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا
واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وکتب علیکم
الصیام۔ وھٰذا ھو القانون الکلی من الشارع
مع انہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم واصحابہ
قد حدوا البدریین الذین شربوا الخمر او
قذفوا المحصنات وغیر ذٰلک وما من امر
شرعی یستثنیٰ منہ الانبیاء فی الاکثر
ولما جاء فی کنز العمال جلد ۴ ص ۲۹۷ عن ابن
عباس مرفوعا من صام رمضان ایماناً واحتساباً
غفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر رواہ الخطیب
ولما قال الحافظ فی الفتح جلد ۷ ص ۳۱۵
تحت قولہ ع من قام رمضان
ایماناً واحتساباً

علامات نفاق سے شمار فرمایا ہے۔ اور میرا گمان ہے کہ کوئی گناہ جھوٹ
کے برابر کثرت جزئیات میں سوائے خمر کے نہیں ہے البتہ خمر باوجود
منافع کے بہت گناہوں کی پیدائش کا سبب ہے اور ماں پلیدیوں
کی ہے جس سے دس آدمی مبتلا بہ گناہ ہوجاتے ہیں جیساکہ حدیث
سے ثابت ہے اور تحقیق مجھے اللہ تعالےٰ نے مذہب حنفیہ سے
کشتی حنیفی مذہب کی طرف اسی جھوٹی شہادت امام مسجد کو سبب
سے نکالا ہے کہ مجھے اس شخص سے نفرت ہوگئی اور میں نے فتویٰ
دیا کہ اسکے پیچھے نماز جائز نہیں اور اس کا طویل قصہ ہے اور خدا کا
شکر ہے کہ مجھے حق کا راستہ ملگیا۔ اور تحقیق شوکانی نے
نیل الاوطار جلد ۱ صفحہ ۳۵۵ میں کہا کہ بدر منیر میں لکھا ہے نیک
لوگوں کو کسی شے میں اتنا جھوٹا ہم نہیں دیکھتے جیسا کہ حدیث بیان
کرنے میں زیادہ جھوٹ بولتے ہیں۔
اور اسی مضمون کلھم عدول سے اہل سنت کا یہ قول ہے بحکایت
قولہ تعالیٰ عمل کرو جیسے چاہو ہمنے سب اہل بدر کو بخش دیا ہے۔
یہ واہیات موضوعات سے ہے کیونکہ قوانین شرعیہ کے ظاہر مخالف
ہے وہ قوانین جن پر چکی اسلام کی پھر رہی ہے کیونکہ خطابات الٰہی
ہر مومن کے لئے ہیں سوائے استثناء کرنے اہل بدر وغیرہ کے ہیں
جیساکہ فرمایا سب لوگ حبل اللہ کے ساتھ تمسک کرو اور نماز
کو قائم رکھو۔ اور زکوٰۃ دو۔ اور تم سب پر بلا استثناء روزے
فرض کئے گئے ہیں۔ اور یہ قانون کلی ہے شارع کی طرف سے
جیساکہ رسول ص اور ان کے اصحاب نے بدری لوگوں کو
شراب پینے اور دشنام دہی محصنات وغیرہ کی حد لگائی اسکے علاوہ اور
امور شرعیہ سے انبیاء بھی مستثنیٰ نہیں ہیں۔ اور اسلئے بھی یہ
قول ضعیف ہے کہ کنز العمال جلد ۴ ص ۲۹۷ میں ابن عباس سے
مرفوعاً روایت ہے کہ جسنے روزے رمضان شریف کے ایمان اور
رضا جوئی خدا کے لئے رکھے تو اسکے گذشتہ اور آیندہ گناہ سب
بخشے جائینگے اسکو خطیب نے روایت کیا۔
اور اسلئے کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری جزء ۷ ص ۳۱۵ میں تحت
حدیث من قام رمضان الخ کے لکھا ہے یعنی جسنے ایمان اور
ثواب کے لئے رمضان کی راتوں میں نوافل ادا کئے تو اس کے

غفر له ما تقدم من ذنبه الحديث۔
زاد قتيبة عن سفيان عند النسائی وما تاخر[1] و
كذا زادها حامد بن يحيى عند قاسم بن اصبغ
والحسين بن الحسن المروزی فی كتاب الصيام
له وهشام بن عمار فی الجزء الثانی عشر من
فوائده ويوسف بن يعقوب النجاحی فی
فوائده كلهم عن ابن عيينة ووردت
هذه الزيادة من طريق ابی سلمة من وجه
آخر اخرجها احمد من طريق عامر بن سلمة
عن محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی هريرة
وعن ثابت وعن الحسن كلاهما عن النبی
ووقعت هذه الزيادة من رواية مالك
نفسه اخرجها ابو عبد الله الجرجانی فی اماليه من
طريق بحر بن نصر عن ابن وهب عن مالك ويونس
عن الزهری (الى ان قال) وقد ورد فی غفران ما
تقدم وما تاخر من الذنوب عدة احاديث جمعتها
فی كتاب مفرد وقد استشكلت هذه الزيادة من حيث
ان المغفرة تستدعی سبق شیء يغفر والمتاخر من الذنوب
لم يات فكيف يغفر والجواب عن ذلك ياتی فی قوله
حكاية عن الله تعالى انه قال فی اهل بدر اعملوا ما شئتم
فقد غفرت لكم ومحصل الجواب انه قيل انه
كناية عن حفظهم من الكبائر فلا تقع منهم كبيرة بعد ذلك
وقيل ان معناه ان ذنوبهم تقع مغفورة وبهذا اجاب
جماعة منهم الماوردی فی الكلام على حديث صيام عرفة

گذشتہ گناہ معاف ہو جائینگے۔ الخ۔ اور قتیبہ نے سفیان سے
نسائی کی روایت میں زیادہ کیا کہ نیز جو آئندہ گناہ ہوں وہ بھی بخشے جائیں گے
اور اسی طرح زیادہ کیا اس روایت کو حامد بن یحییٰ نے روایت
قاسم بن اصبغ وحسین بن حسن مروزی سے کتاب الصیام میں
اور ہشام بن عمار نے جزء بارہ[12] اپنے فوائد میں اور یوسف بن یعقوب
نجاحی نے فوائد اپنے میں کلہم نے ابن عیینہ سے روایت کیا ہے
اور یہ زیادتی طریق ابی سلمہ سے دوسرے اسناد سے بھی آئی ہے جسکو
احمد نے طریق عامر بن سلمہ عن محمد بن عمرو ابن سلمہ عن ابی ہریرہ اور
ثابت وحسن سے دونوں نے نبی صلعم سے روایت کیا اور یہ زیادتی
روایت مالک سے بھی ہے جس کو ابو عبد اللہ جرجانی
نے امالی میں بحر بن نصر سے اسنے ابن وہب عن مالک و یونس
عن الزہری کے روایت کیا (تا اینکہ کہا) اور تحقیق وارد ہوئی
ہیں بخشش پہلے اور پچھلے گناہوں کے لئے بہت احادیث
جنکو مینے ایک علیحدہ کتاب میں جمع کردیا ہے اور مشکل سمجھی گئی ہے
یہ زیادتی اس طرح کہ بخشش چاہتی ہے کسی جرم گذرنے کو جو بخشا
جائے اور جو گناہ نہیں آئے وہ کس طرح بخشے جائیں اور جواب
اس کا آئیگا قول رسول صلعم میں جو حکایۃً اللہ تعالیٰ سے بیان ہوا
کہ فرمایا اہل بدر کے حق میں جیسا چاہو کرو میں تحقیق مینے تمہارے
لئے بخش دیا ہے اور حاصل جواب کا یہ ہے کہ کہا جائے تحقیق
اس سے مراد کبیرہ گناہوں سے بچا لینا ہے اور کوئی گناہ
اسکے بعد وقوع میں نہ آئے گا۔ اور کہا گیا ہے کہ معنے
یہ ہیں کہ گناہ واقع ہو تو بخشش بھی ساتھ ہی واقع ہو جاتی
ہے اور یہی جواب ایک جماعت نے دیا ہے ان سے
علامہ ماوردی بھی ہے اسنے کلام صیام عرفہ کے اندر کہا ہے

[1] دلیل الطالب علی ارجح المطالب مطبوعہ بھوپال مولفہ سید صدیق حسن خان قنوجی صفحہ ۹۳۸ لغایت صفحہ ۹۶۵ میں چند اعمال درج
ہیں جن پر وعدہ مغفرت ذنوب ما تقدم وما تاخر کا احادیث صحیحہ میں آیا ہے مثل اسباغ وضوء واجابت مؤذن۔ وتوافق تامین
وصلوٰۃ الضحیٰ ونفل القراۃ بعد صلوٰۃ الجمعہ ونفل صلوٰۃ التسبیح وقیام رمضان وقیام عشرہ اخیرہ رمضان۔ وفضل صوم یوم
عرفہ واہلال من المسجد الاقصیٰ ونفل حج مبرور وصلوٰۃ مقام ابراہیم ونظر الی بیت اللہ وقراءۃ آخر سورت حشر وتعلیم قرآن
اولاد کو وفضیلت تسبیح وتکبیر وتہلیل وقود الاعمیٰ ونفضیلت مصافحہ باسانید خود وفضیلت حمد بعد از لباس وطعام بروایت
ابوداؤد وغیرہ باسانید حسنہ وغیرہ اعمال صالحہ بیان کئے ہیں ۔ ثابت ہوا کہ اہل بدر کی کوئی خصوصیت نہ رہی بلکہ مثل ان کے سب عامل اعمال
مذکورہ مبشر بالجنت ہیں اور اگر اعمال کا فیصلہ بالخواتیم ہے تو اہل بدر وشجرہ وغیرہ سب کا حال بعد النبی صلعم قابل غور ہوگا
اور اس قسم کے کلمات بعض احادیث میں بعض اعمال کے واسطے بطور ترغیب ومبالغہ کثرت ثواب کے آنحضرت صلعم نے فرمائی ہوں تو ممکن ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں

وانہ یکفر سنتین سنة ماضیة وسنة آتیة انتہی۔

قال فی الفتح جلد ۴ ص ۱۴۱ قد استشکل قولہ اعملوا ما شئتم فان ظاہرہ للاباحة وہو خلاف عقیدة الشرع واجیب بانہ اخبار عن الماضی ای کل عمل کان لکم فہو مغفور ویؤیدہ انہ لو کان لما یستقبلونہ من العمل لم یقع بلفظ الماضی ویقال فسا غفرہ لکم وتعقب بہ لو کان للماضی لما حسن الاستدلال بہ فی قصة حاطب لانہ م خاطب بہ عمر منکرا علیہ ما قال فی امر حاطب وہذہ القصة کانت بعد بدر بست سنین۔ ولفظ الماضی مبالغة فی تحقیقہ (ثم قال) فیہ (ای قول عدم وقوع علام الذنب منہم) نظر ظاہر[1] لما سیاتی فی قصة قدامة بن مظعون حین شرب الخمر فی ایام عمر وحدہ فہاجر بسبب ذلک فرأی عمر فی المنام من یامرہ بمصالحتہ وکان قدامة بدریا۔

وفیہ جلد ۴ ص ۴۴۹ وقد استشکلت اقامة الحد علی مسطح بقذف عائشة مع انہ من اہل بدر۔

وفیہ جلد ۴ ص ۲۱ استعملہ (ای قدامة)[2] عمر علی البحرین

کہ وہ دو سال کے گناہ معاف کرا دیتے ہیں ایک سال گذشتہ اور ایک سال آیندہ کے۔ انتہی۔

ابن حجر نے فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۱۴۱ میں کہا کہ تحقیق مشکل سمجھا گیا ہے قول نبی ص کا۔ جو چاہو کرو کیونکہ تحقیق ظاہر اس حکم کا مباح کرنے سب چیز کے لئے ہے اور یہ خلاف عقیدہ شریعت کے ہے اور جواب یہ دیا گیا ہے کہ گذشتہ کی خبر ہے یعنی جو عمل تمہارے پہلے تھے وہ بخشے گئے ہیں اور اس کی مؤید یہ بات ہے کہ آئندہ کے لئے ہوتا تو لفظ ماضی کا واقع نہ ہوتا اور اس طرح ہوتا کہ آئندہ کے گناہ بھی قریباً بخشدونگا اور اسپر پھر اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر ماضی کے معنے لئے جائیں تو قصہ حاطب میں اُس سے دلیل پکڑنی خوب نہ ہوگی کیونکہ اس میں عمر کو مخاطب کرکے نبی صلعم نے اسپر انکار کے طور پر فرمایا جو کچھ حاطب کے حق میں اسنے کہا تھا اور یہ قصہ بدر کے چھ سال بعد میں واقع ہوا۔ اور لفظ ماضی مبالغہ تحقیق وقوع کے لئے آیا ہے (پھر کہا) اس میں (یعنی قول ان سے نہ واقع ہونے گناہ میں) ظاہر اعتراض ہے اسلئے جو قصہ قدامہ بن مظعون[1] آیگا میں جب اسنے زمانہ عمر میں شراب پی اور عمر نے اس کو حد لگائی تو وہ عمر سے ترک تعلقات کرکے اسی ناراضگی سے باہر چلا گیا آیگا عمر نے خواب میں کسیکو دیکھا کہ قدامہ سے صلح کرنیکا امر کرتا ہے تب صلح کی اور قدامہ بدری تھا۔ کذا فی الاستیعاب۔

اور اسی فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۴۴۹ میں ہے کہ تحقیق مشکل سمجھی گئی ہے حد قائم کرنی مسطح پر دشنام دہی عائشہ میں کیونکہ وہ اہل بدر سے تھا۔

اور اسی فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۱۲ میں ہے قدامہ کو عمر نے بحرین پر عامل بنایا تھا۔

[1] جب لفظ ماضی سے زمانہ ماضی کے گناہ معاف ہونے پر اور معنی وقوع تحقیق پر بھی اعتراض باقی رہتا ہے تو اعملوا ما شئتم پر علمائے سنیان کیوں ناز کرتے ہیں اور معلوم نہیں کہ مکلفین کو کس طرح تکالیف شرعیہ سے مستثنیٰ کرتے ہیں اور جملہ ذنوب مغفور ہوتے ہوئے بدریوں کو پھر محدود فی الخمر و محدود فی القذف کیوں بناتے ہیں۔ مگر درحقیقت کذب ظاہر ہو ہی جاتا ہے جیسا کہ حدیث اعملوا ما شئتم وضع کرکے خود اہل تسنن معنے سمجھانے میں حیران وسرگردان بلکہ قطعاً عاجز ہیں۔ ۱۲ مترجم۔

[2] قدامہ بن مظعون کے ترجمہ میں مؤلف استیعاب جلد ۳ صفحہ ۲۵۸ پر لکھتے ہیں کہ قدامہ بہمراہی عثمان وعبداللہ برادران خود حبشہ کی طرف ہجرت کر گیا تھا پھر بدر اور باقی جنگوں میں حاضر رہا ۱۲ مترجم۔

وکان شهد بدرا وهو خال حفصة (وهكذا في البخاري) وقد اورده عبد الرزاق في مصنفه عن معمر عن الزهري فزاد فقدم الجارود العبدي على عمر فقال ان قدامة سكر فقال من يشهد معك قال ابو هريرة فشهد ابو هريرة انه راه سكران[1] يقيئ فارسل الى قدامة فقال له الجارود اقم عليه الحد فقال له عمر اخاصم انت ام شاهد فصمت ثم عاوده فقال لتمسكن اولا سوء نك فقال ليس في الحق ان يشرب ابن عمك وتسوءني (الى ان قال) ثم امر به فجلد فغضبه قدامة الخ

اور یہ قدامہ بدر میں حاضر تھا اور وہ حفصہ بی بی دختر امیر عمر کا ماموں تھا (اصل صحیح بخاری میں اسی طرح ہے) اور شرح میں ابن حجر نے کہا ہے اور تحقیق اس روایت کو عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں معمر سے اسنے زہری سے لکھا ہے اور یہ زیادہ کیا کہ جارود عبدی عمر کے پاس آیا اور کہا تحقیق قدامہ شراب سے مخمور ہے پس عمر نے کہا تیرے ساتھ اور کون شہادت دیتا ہے اوسنے کہا ابو ہریرہ بھی گواہ ہے پھر ابو ہریرہؓ نے گواہی دیدی کہ مینے اسکو مست دیکھا ہے اور شراب کی قے کر رہا تھا تو عمر نے قدامہ کی طرف کسیکو بھیجا اور جارود نے عمر کو کہا کہ اسپر حد قائم کرو عمر صاحب نے کہا کیا تو جھگڑا کرنے والا ہے یا صرف گواہ ہے پھر خاموش ہو گیا پھر جارود نے کہا کہ حد قائم کر امیر عمر نے کہا کہ تو اس جھگڑے سے باز آجا ورنہ میں تم سے برا سلوک کرونگا جارود نے کہا اس کا تجھے کوئی حق نہیں کہ شراب تیرا بھائی پیئے اور برا سلوک تو مجھ سے کرتا ہے (تا اینکہ لکھا اخیر عمر صاحب نے حکم دیا اور حد شراب کی قدامہ کو لگائی گئی۔ اور اسی وجہ سے قدامہ عمر پر غضبناک ہو گیا الخ

وذكره في ازالة الخفا مقصد ۲ ص۱۵۲ عن المحب الطبري مفصلا ومطولا۔ وكذا في الاستيعاب جلد ۲ صفحه ۵۴۸۔

اور شاہ ولی اللہ نے اس مضمون کو ازالۃ الخفا مقصد ۲ صفحہ ۱۵۲ میں محب طبری کے حوالہ سے مفصلاً و طویلاً لکھا ہے نیز استیعاب جلد ۲ صفحہ ۵۴۸ میں اسی طرح مذکور ہے۔

وفي البخاري عن ابي هريرة قال سمعت رسول الله صلعم قال ان عبدا اصاب ذنبا وربما قال اذنب ذنبا فقال رب اذنبت (الى ان قال في المرة الثالثة) قال الله غفرت لعبدي ثلاثا فليعمل[2] ما شاء۔ مشكوة باب الاستغفار

اور بخاری میں ابی ہریرہ سے روایت ہے کہا مینے سنا ہے رسول اللہ صلعم سے فرمایا تحقیق بندہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے خدایا مینے گناہ کیا ہے (تا کہ آخر تیسری دفعہ کہا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مینے اپنے بندے کو بخش دیا ہے تین دفعہ اسی طرح فرمایا پس جو عمل چاہے کرے۔ مشکوۃ باب الاستغفار صفحہ ۱۹۶ بروایت بخاری و مسلم۔

اقول قد ظهر وضعه ونسجه كنسج العنكبوت۔

(قول مؤلف) اب میں کہتا ہوں کہ اس قول کا موضوع اور بناوٹی ہونا ثابت ہو چکا اور یہ وہ اس کا مثل جالے مکڑی کے ہے۔

[1] كذا بعينه في الاصابه جلد ۳ ص۲۲۸ الى آخر القصه۔ وكذا في الاستيعاب على هامش الاصابه ص۲۵۹ ۱۲ مترجم

[2] اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر گنہگار استغفار کنندہ کے لئے وہی الفاظ وارد ہوئے ہیں جو بدریوں کے واسطے وارد ہیں پھر باقی عامۃ الناس سب مغفور و مبشر بالجنۃ ہیں یا سب کو ترغیبی طور پر کہا گیا ہے بشرطیکہ حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے اور اصل مدار خاتمہ پر ہے۔ یہ ہرگز مقصود نہیں کہ فلاں کام کے بعد جملہ تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاتی ہیں۔ ۱۲ مترجم

وھکذا حال قولھم خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم الخ

فی الصواعق ص۱۲۷ قال ابو عمرو (ابن عبد البر) وخبر خیر الناس قرنی لیس علیٰ عمومہ لانہ جمع المنافقین واھل الکبائر الذین قام علیھم وعلی بعضھم الحدود۔ انتھیٰ۔

وصحح الحاکم وحسن غیرہ خبر یا رسول اللہ ص ھل احد خیر منا اسلمنا معک وجاھدنا معک قال قوم یکونون من بعدکم یؤمنون بی ولم یرونی اخرج الانصاری عن انس ان رسول اللہ ص قال یا ابا بکر لیت انی لقیت اخوانی فقال ابو بکر یا رسول اللہ نحن اخوانک قال لا انتم اصحابی اخوانی الذین لم یرونی وصدقوا بی واحبونی حتی لانی لاحب الی احدھم من ولدہ ووالدہ قالوا یا رسول اللہ ص انحن اخوانک قال لا انتم اصحابی صفحہ ۱۲۸۔ انتھیٰ من الصواعق۔

روی الترمذی عن انس مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ مشکوٰۃ ص۵۷۵ باب ثواب ھذہ الامۃ۔

روی احمد عن ابی امامۃ مرفوعاً طوبیٰ لمن رانی وطوبیٰ سبع مرات لمن لم یرنی وامن بی۔ مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۵۔

وفی الدر جلد۱ ص۲۶ اخرج البزار وابو یعلی والمرھبی فی فضل العلم والحاکم وصححہ عن عمر ابن الخطاب قال کنت جالساً مع النبی ص فقال انبئونی بافضل اھل الایمان ایمانا قالوا یا رسول اللہ الملائکۃ نخ قالوا الانبیاء

اور یہی حال ہے ان کے قول کا کہ حضرت ص نے فرمایا اچھا قرن میرا قرن پھر جو اسکے متصل ہوگا الخ۔

صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۷ میں ہے ابو عمرو ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حدیث خیر القرون قرنی عام حکم نہیں رکھتی کیونکہ اس میں منافقین بھی اور اہل کبائر جن پر حدود قائم ہوئیں نیز شامل ہیں۔ انتہیٰ۔[1]

اور صحیح کہا حاکم نے اور حسن کہا غیروں نے اس حدیث کو کہ عرض کی گئی یا رسول اللہ کیا کوئی ہم سے بھی بہتر ہوگا ہم آپ کے ساتھ اسلام لائے اور ہم نے آپ کے ساتھ ہو کر جہاد کیا تو فرمایا رسول صلعم نے کہ تمہارے بعد ایک قوم میرے ساتھ ایمان لائیگی اور حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا بھی نہیں ہوگا اور انصاری نے انس سے روایت کی ہے تحقیق رسول اللہ ص نے فرمایا اے ابا بکر میری آرزو ہے کہ میں اپنے بھائیوں سے ملتا پس کہا ابو بکر نے یا رسول اللہ ص بھائی تو آپکے ہم ہیں فرمایا نہیں تم میرے ساتھ رہنے والے اصحاب ہو بھائی میرے وہ ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں اور میری تصدیق کی اور مجھے دوست رکھا اس حد تک کہ میں ان کے نزدیک انکے بیٹے باپ سے زیادہ محبوب ہوں دیگر صحابہ نے پھر عرض کی ہم بھی آپ کے بھائی ہیں فرمایا نہیں تم میرے پاس رہنے والے اصحاب ہو۔ انتہے صفحہ ۱۲۸ صواعق محرقہ طبع مصر۔[2]

ترمذی نے انس سے روایت کی ہے نبی ص نے فرمایا امت میری کی مثل بارش کی ہے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اوّل اس کا اچھا ہے یا آخر اسکا (مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۵ باب ثواب ہذہ الامۃ)۔

اور احمد نے ابی امامہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آنحضرت ص نے فرمایا خوشخبری ہو اسکے لئے جسنے مجھے دیکھا اور سات دفعہ خوشخبری اسکے لئے ہے جسنے مجھے دیکھا نہیں اور میرے ساتھ ایمان لایا (مشکوٰۃ ص۵۷۵)

اور در منثور جلد ۱ ص۲۶ میں ہے بزار و ابو یعلے و مرھبی نے فضیلت علم میں اور حاکم نے صحیح کہکر حضرت عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہا اس نے میں نبی صلعم کے ساتھ بیٹھا تھا کہ فرمایا نبی صلعم نے خبر دو مجھے کہ سب سے افضل ایمان والے کون ہیں؟ عرض کی صحابہ نے یا رسول اللہ فرشتے ہیں پھر انہوں نے کہا پیغمبر ہیں

[1] پس کس طرح وہ منافقین اور اہل کبائر ان کے بعد کے متبعین نبی ص اور پرہیزگاروں سے بہتر ہو سکتے ہیں۔ ۱۲ مترجم

[2] ایضاً اس کی تائید میں دیکھو حاشیہ کتاب ہذا بیان ایمان حضرت ابی بکر مضمون شان مہاجرین وانصار کی تشریح ۱۲ مترجم۔

حدیث خیر القرون

ثم قالوا الشھداء ثم قالوا فمن یا رسول اللہ قال اقوام فی اصلاب الرجال یاتون من بعدی یومنون بی ولم یرونی ویصدقونی و لم یرونی یجدون الورق المعلق فیعملون بما فیہ فھؤلاء افضل اھل الایمان واخرج مثلہ البیہقی فی الدلائل والاصبھانی فی الترغیب والطبرانی وابن ابی شیبۃ وابن عساکر واحمد والدارمی والبخاری فی تاریخہ وابن حبان باسانیدھم۔ انتھی۔

پھر انہوں نے کہا شہید ہیں پھر انہوں نے کہا اچھا آپ فرما دیجئے یا رسول اللہ صلعم کہ وہ کون ہیں تو فرمایا کہ لوگوں کی پشتوں میں قوم موجود ہے میرے بعد آئینگے اور ایمان لائینگے میرے ساتھ اور حالانکہ مجھے انہوں نے دیکھا بھی نہ ہوگا اور بغیر دیکھے میری تصدیق کرینگے اور جو کچھ میری جانب سے احکام لکھے پائیں گے ان پر عمل کرینگے پس افضل ایمان والے وہ ہونگے اسی طرح بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور اصبہانی نے ترغیب میں اور طبرانی وابن ابی شیبہ وابن عساکر واحمد و دارمی و بخاری نے تاریخ میں اور ابن حبان نے اپنے اسانید سے روایت کیا ہے۔ انتہےٰ۔

قال عبد العزیز الدھلوی فی فتاواہ نہ آنکہ صحابہ کلہم معصوم اند کہ وجہے از وجوہ طعن ندا شتند چہ از بعضے شرب خمر ثابت شدہ چنانچہ در مشکوٰۃ است و بارہا آنحضرت صلعم اقامت حدود بر آنہا کردہ اند و از حسان بن ثابت و مسطح بن اثاثہ قذف ثابت شدہ و بر آنہا حد نیز جاری گشتہ و از ماعز اسلمی زنا صادر شدہ و مرجوم گردیدہ الخ۔

عبد العزیز دہلوی نے اپنے فتاوے میں کہا ہے یہ نہیں کہ کل صحابہ معصوم ہیں اور ان پر کوئی وجہ طعن کی نہ ہو کیونکہ بعضے ان سے ہیں جن سے شراب پینا ثابت ہوا ہے چنانچہ مشکوٰۃ میں ہے اور بارہا حدود ان پر آنحضرت صلعم نے قائم کی ہیں اور حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ سے دشنام دہی ثابت ہوا اور ان پر حد بھی جاری ہوئی اور ماعز اسلمی سے زنا صادر ہوا ہے اور اسکو رجم کیا گیا۔ الخ

قاتل عمار منجملہ اہل بیعت رضوان کے تھا

وفی منہاج السنۃ لابن تیمیہ الحنبلی جلد ۳ صفحہ ۱۷۹ والذی قتل عمار بن یاسر ھو ابو الغاویۃ و قد قیل انہ من اھل بیعۃ الرضوان ذکر ذلک ابن حزم فنحن نشھد لعمار بالجنۃ ولقاتلہ ان کان من اھل بیعۃ الرضوان[1] بالجنۃ انتھی۔

اور منہاج السنۃ مؤلفہ ابن تیمیہ حنبلی جلد ۳ صفحہ ۱۷۹ میں ہے کہ جسنے عمار بن یاسر کو قتل کیا وہ ابو الغاویہ ہے اور تحقیق کہا گیا ہے کہ وہ اہل بیعت رضوان سے ہے اسکو ابن حزم نے ذکر کیا ہے

. . . .

. . . .

پس ہم عمار کے لئے بہشت کی شہادت دیتے ہیں اور اسکے قاتل کے لئے چونکہ اہل رضوان سے ہے نیز بہشت کی گواہی دیتے ہیں انتہےٰ۔

قال الحافظ فی الفتح جلد ۳ صفحہ ۳۵۳ خیر امتی قرنی واقتضی ھذا الحدیث ان تکون الصحابۃ افضل من التابعین والتابعین افضل من اتباع التابعین لکن ھل ھذہ الافضلیۃ بالنسبۃ الی المجموع او الافراد محل بحث۔ انتھی

حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۳۵۳ میں کہا ہے کہ خیر امتی قرنی کی حدیث مقتضی اس کی ہے کہ صحابہ تابعین سے اور تابعین اتباع تابعین سے افضل ہیں۔ لیکن اگر غور کیجائے کہ یہ فضیلت بہ نسبت کل کے ہے یا فرد فرد کے ہے تو اس میں اعتراض ہے۔ انتہےٰ۔

[1] اسجگہ حدیث بخاری کی ملاحظہ فرمایئے کہ عمار کو دوزخ کی طرف بلائینگے اور عمار ان کو بہشت کی طرف بلائیگا اور وہ فرقہ باغیہ اسکو قتل بھی کر دیگا دیکھو کتاب ہذا میں بیان حال معاویہ ۱۲ مترجم۔

اقول وهو المستعان وعليه التكلان يرد
تعميمه قوله تعالےٰ يايها الذين امنوا ما لكم
اذا قيل لكم انفروا في سبيل الله اثاقلتم
الآيات الى آخرها وغير هؤلاء الدالة على
توليهم وسائر افعالهم كما مر وايضا تعميمه
يستلزم تفضيل يزيد والحجاج وابن زياد
اذ في الخمسين الاخير كانت ولاية يزيد و
قتل الحسين وذريته وخيار شيعته واستباحة
المدينة المكرمة وقلع منبر النبي وهتك ساكني
حرمها وقتل اكابر الصحابة والزنا بالجبر و
نقض ابكار اهلها ومحاصرة مكة ورمي الكعبة
وشرب الخمور وارتكاب الفجور وقتل المسلمين
وسبي حريمهم ولعن علي على المنابر وتسميم
الحسن ومنعه عن الدفن في روضة جده الاطهر
والظلم الفاحش على عترة الرسول في كل قرن
وغير ذلك وقد اتفق على ان كل صحابي ليس
مجتهد وليس بمعصوم فظهر من هذا وهن
هذا القول المشهور على السنتهم ان
يقولون الا كذبا۔

وهكذا حال قولهم عن النبي اصحابي كالنجوم
بايهم اقتديتم اهتديتم فهو ايضا ضعيف بل
موضوع لما بينا من اعمالهم ولمخالفته لحديث
الثقلين وهو متواتر وهذا ضعيف او موضوع
لما في منهاج السنة فهذا الحديث ضعيف ضعفه
ائمة الحديث قال
البزار هذا حديث
لا يصح من
رسول الله ص و
وليس هو في

(قول مؤلف سلمہ اللہ) میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہوں اور اسی پر توکل ہے کہ اس حدیث کے تعمیم معنے کو رد کرتا ہے قول اللہ تعالیٰ کا اے ایمان والو کیا ہے تمہارے لئے جب کہا گیا تم کو کہ خدا کے رستہ میں جنگ کے لئے نکلو تو تم گرانی سمجھکر سستی کرتے ہو الخ وغیرہ آیات جو جنگ سے بھاگنے وغیرہ افعال پر دال ہیں نیز تعمیم حدیث کی مستلزم ہے افضلیت یزید و حجاج و ابن زیاد کو کیونکہ قرن اول کے اخیر[1] میں بادشاہی یزید کی تھی اور قتل امام حسین ؑ معہ ذریت طاہرہ اور متقین شیعہ امام کا یزید نے مباح کر دیا تھا نیز مدینہ مکرمہ میں محرمات کو حلال کر دیا اور بے ادبی ممبر نبوی کی اور ہتک ساکنان مدینہ اور قتل مشہور صحابہ کا اور زنا بالجبر اور باکرہ عورتوں کی عصمت میں خلل اندازی اور محاصرہ مکہ معظمہ اور کعبہ شریف کو سنگسار کرنا اور شراب پینے اور باقی سب اقسام گناہ کا جائز بنانا اور قتل مسلمین ظہور میں آئے اور ان کی مستورات کا قید کرانا اور لعنت علی ؑ کو ممبروں پر کرنی اور امام حسن ؑ کو زہر دلانا اور پھر دفن نعش اطہر کا ان کے جد امجد کے روضہ سے روکنا اور ظاہر ظلم عترت رسول ص پر ہر قرن میں ہوتا رہنا وغیرہ کیا خوبی قرن اول کی دلیل ہے اور اتفاق ہو چکا ہے کہ کل صحابی مجتہد بھی نہیں اور نہ معصوم ہیں تو ظاہر ہوا کہ یہ لوگوں کا قول ضعیف اور بہت سست ہے جو زبان زد ہو گیا ہے مگر حقیقت میں جھوٹ کہتے ہیں۔

اور اسی طرح ان کے اس قول کا حال ہے جس کو نبی ص کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ حضرت صلے نے فرمایا ہے میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی اقتدا اور پیروی کرو ہدایت پاؤ گے تو یہ بھی ضعیف بلکہ موضوع ہے کیونکہ ہم نے اعمال بعض صحابہ کے ابھی بیان کر دیئے ہیں (تو کیا ان اعمال والوں کی انہی اعمال میں اقتدا باعث ہدایت ہو سکتی ہے؟ کوئی ذی عقل ہاں نہیں کہیگا) اور اسلئے کہ حدیث ثقلین متواتر ہے اور یہ حدیث ضعیف یا موضوع حدیث ثقلین کے مخالف مرجوح ساقط عن الاعتبار ہے کیونکہ منہاج السنۃ ابن تیمیہ میں ہے کہ حدیث اصحابی کالنجوم ضعیف ہے اسکو ائمہ حدیث نے ضعیف کہا ہے اور بزار نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور نہ کتب

بیان حدیث اصحابی کالنجوم

[1] قرن اول کے اخیر اور پچاس آخری کے اول میں بادشاہت یزید کی تھی جو صدی اول اور خیر القرون سے ہے صحابہ رسول کے اسوقت موجود تھے۔

کتب الحدیث المعتمدة - ولما فی شرح مسلم الثبوت من بحر العلوم عبد العلی الکهنوی هذا الحدیث فلم یعرف قال ابن حزم فی رسالته الکبری مکذوب موضوع باطل وکذا قال احمد و البزار قال عبد الحی اللکنوی فی رسالة تحفة الاخیار فی احیاء سنة سید الابرار ص۱۷ حدیث اصحابی[1] کالنجوم الخ معناه صحیح وقال الشهاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض روی من طرق کلها ضعیفة حتی جزم ابن حزم بانه موضوع وقال البزار لا یصح[2] وقال البیهقی هذا الحدیث مشهور المتن واسانیده کلها ضعیفة لم یثبت فیه اسناد وفی الصواقع فی مسلم الثبوت وشرحه لمولانا ولی الله اللکنوی حدیث خذوا شطر دینکم عن الحمیرا ای عائشة واصحابی کالنجوم ضعیفان قال الذهبی هو من الاحادیث الواهیة. الحاصل ان هذا الحدیث قد اخرجه بالفاظ متقاربة جمع من اصحاب کتب الحدیث بطرق کلها ضعیفة وقد اختلف فی کونه موضوعا انتهی ملخصًا - وفی اعلام الموقعین لابن القیم جلد۱ ص۲۳۶ حدیث اصحابی کالنجوم الخ قال ابن عبد البر باسناده عن محمد بن ایوب الصموت قال لنا البزار واما ما یروی عن النبی صلعم اصحابی کالنجوم الخ فهذا الکلام لا یصح عن النبی صلعم الخ اعلم انه لا یستدل علی کمال الایمان بالفتوحات الملکیة مطلقًا ولا یستدل بها علی ان الفاتح مستحق للاقتداء به بحیث یهتدی به لانا

معتبرہ حدیث میں ہے اور شرح مسلم الثبوت بحر العلوم عبد العلی لکھنوی میں ہے کہ یہ حدیث معتبر معلوم نہیں ہوتی ابن حزم نے اپنے رسالہ کبریٰ میں کہا ہے کہ جھوٹی اور بناوٹی ہے اسی طرح احمد و بزار نے کہا ہے اور عبد الحی لکھنوی نے رسالہ تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے کہ حدیث اصحابی کالنجوم الخ کا معنے اگرچہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور شہاب خفاجی نے نسیم الریاض میں جو شرح شفا قاضی عیاض کی ہے اس حدیث کو چند طرق سے روایت کیا ہے جو سب ضعیف ہیں حتی کہ ابن حزم نے یقین کیا ہے کہ یہ موضوع ہے اور بزار نے کہا کہ صحیح نہیں اور بیہقی نے کہا یہ حدیث مشہور المتن ہے مگر اسناد اس کے سب ضعیف ہیں ایک بھی ثابت نہیں ہے اور صواقع میں ناقلاً مسلم الثبوت مع شرح اسکی مولانا ولی اللہ الکھنوی سے بیان کیا کہ حدیث نصف دین اپنے کو حمیرا یعنے عائشہ سے سیکھو اور حدیث اصحابی کالنجوم الخ دونوں ضعیف ہیں اور ذہبی نے کہا ہے کہ یہ حدیث احادیث واہیات سے ہے حاصل یہ کہ یہ حدیث مختلف الفاظ متقارب المعنے ہے جسکو ایک جماعت نے اصحاب کتب حدیث سے روایت کیا ہے مگر ایسے طرق سے کہ سب ضعیف ہیں بلکہ تحقیق اس میں اختلاف کیا گیا ہے کہ یہ موضوع ہے۔ انتہے ملخصًا من تحفۃ الاخیار اور اعلام الموقعین مؤلفہ ابن قیم جلد ۱ صفحہ ۲۳۶ میں ہے حدیث اصحابی کالنجوم الخ ابن عبد البر نے اپنے اسناد سے محمد بن ایوب صموت سے روایت کی ہے کہ ہمیں بزار نے کہا روایت اصحابی کالنجوم الخ کلام نبی صلعم سے صحیح ثابت نہیں ہوئی۔ اور جاننا چاہیئے کہ کمال ایمان کا صرف ملکی فتوحات سے ثابت[3] نہیں ہوتا اور نہ اس سے اسپر دلیل پکڑی جا سکتی ہے کہ فاتح مقتدا ہونے کے قابل ہے اور اس سے ہدایت حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ ہم

صرف فتوحات کا ہونا کمال ایمان کی دلیل نہیں۔

[1] حدیث اصحابی کالنجوم کی وضعیت کے لئے مفصل بحث استقصا والافحام جلد ۱ صفحہ ۴۸۰ لغایت ص۵۰۲ میں ہے ۱۲ مترجم۔

[2] فی الدین الخالص جلد ۲ ص۲۵۲ قلت حدیث النجوم ضعیف جدًا ولم یصح عند اهل التحقیق یعنے حدیث اصحابی کالنجوم سخت ضعیف ہے، اور محققین کے نزدیک صحیح نہیں ۱۲ مترجم۔

[3] بعض حضرات کو یہ مغالطہ لگتا ہے کہ خلفا ثلاثہ یا فلاں فلاں صحابیوں کے ذریعہ ملکی فتوحات ہوئی ہیں جن سے اسلام کی ترقی متصور ہوتی ہے اسواسطے خواہ وہ کچھ کر گئے ان پر زبان طعن نہ کھولنی چاہیئے ان کی تشفی خاطر کے واسطے یہ بحث لکھدی گئی ہے کہ کبھی دین کو اللہ تعالیٰ بذریعہ فاسق وفاجر کے ترقی دیدیتا ہے اور وہ فاسق اپنے باقی اعمال کے ذریعہ دوزخ میں چلا جاتا ہے جیسا کہ مسلم ظالمین کے عہد میں جو اسلامی فتوحات ہوئی ہیں وہ بھی بطور نمونہ کے لکھدی گئی ہیں ۱۲ مترجم

نقول ان الفتوحات الملكية مطلقا فليست مماتدل على كمال الايمان ورفع المدارج ولم يجعلها النبی صلعم جزءاً امنه بل قد يقع ان الله يويد هذا الدين بالرجل الفاجر كما فی كنز العمال جلد ا صفحہ ۱۸ عن ابی هريرة مرفوعاً ان الله ليؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر رواه احمد فی مسنده والنسائی وفی جلده صفحہ ۲۱۲ ان الله تبارك وتعالى ليويد الدين بالرجل الفاجر رواه الطبرانی عن عمر بن النعمان والله تبارك وتعالى يويد الدين باقوام لا خلاق لهم رواه النسائی وابن حبان فی صحيحه عن انس واحمد والطبرانی عن ابی بكرة وان الله تبارك وتعالى ليوئيد الاسلام برجال ماهم من اهله رواه الطبرانی عن ابن عمر۔

وفی الاتقان جلد ۲ صفحہ ۳۵ عن ابی موسی الاشعری قال نزلت سورة نحو براءة ثم رفعت وحفظ منها ان الله سيويد هذا الدين باقوام لا خلاق لهم۔

وهكذا فی روضة الاحباب جلد ا صفحہ ۵۳۴

وفی البخاری جلد ۳ صفحہ ۸۶ عن سهل بن سعد الساعدی ان رسول الله صلعم التقی هو والمشركون فاقتتلوا فلما مال رسول الله صلعم الی عسكره ومال الآخرون الی عسكرهم وفی اصحاب رسول الله رجل لا يدع لهم شاذة ولا فاذة الا اتبعها يضربها بسيفه فقالوا ما اجزأ منا اليوم احد كما اجزأ فلان فقال رسول الله صلعم اما انه من اهل النار فقال رجل من القوم انا صاحبه فخرج معه كلما وقف وقف معه واذا اسرع اسرع معه

کہتے ہیں تحقیق محض فتوحات ملکیہ رفع مدارج اور کمال ایمان کی دلیل نہیں اور نہ اسکو نبی صلعم نے جزو ایمان قرار دیا ہے بلکہ کبھی اس دین کو ایک فاسق سے مدد مل سکتی ہے جیسا کہ کنز العمال جلد ا صفحہ ۱۸ میں ابی ہریرہ سے مرفوعًا مروی ہے تحقیق اللہ تعالیٰ اس دین کو فاسق آدمی سے تائید اور مدد پہنچا دیتا ہے اسکو احمد نے مسند میں روایت کیا اور نسائی نے بھی روایت کیا۔ اور اسی کے جلد ۵ صفحہ ۲۱۲ میں ہے تحقیق اللہ تبارک وتعالےٰ ضرور دین کو فاسق آدمی سے بھی امداد فرما دیتا ہے اسکو طبرانی نے عمر بن نعمان سے روایت کیا۔ اور تحقیق اللہ تبارک وتعالےٰ تائید اس دین کی ایسی قوموں سے بھی کر دیتا ہے جن کے افعال ناگفتہ بہ ہوتے ہیں اسکو نسائی و ابن حبان نے اپنے صحیح میں انس سے اور احمد و طبرانی نے ابی بکرہ سے روایت کیا۔ اور تحقیق اللہ تبارک وتعالےٰ ضرور اسلام کی امداد ایسے اشخاص کے ذریعہ سے پہنچا دیتا ہے جو وہ اس کے لائق نہیں ہوتے روایت کیا اسکو طبرانی نے ابن عمر سے۔

اور تفسیر اتقان جلد ۲ صفحہ ۳۵ میں ابی موسےٰ اشعری سے روایت ہے کہا ایک سورۃ مثل سورہ برادت کے اتری تھی پھر اٹھالی گئی مگر یہ آیت اس سے محفوظ رہ گئی کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی امداد ایسے لوگوں کے ذریعہ کر دیتا ہے جن کے افعال اچھے نہیں ہوتے۔

اور اسی طرح ہے روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۵۳۴ میں۔

اور صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۸۶ میں سہل بن سعد الساعدی سے (مع فتح الباری مطبوعہ دہلی) روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلعم کو مشرکین سے جنگ کرنے کا اتفاق ہوا جب قتال کرنے لگے اور ایکدوسرے کی طرف لشکر والوں نے میلان کیا تو اصحاب رسول اللہ صلعم میں ایک شخص تھا جو کسی اکیلے یا اکٹھے کو نہیں چھوڑتا تھا مگر اس کے پیچھے جا کر تلوار سے اُسے مار دیتا تھا صحابہ نے کہا آج کے دن اتنا کافی کام ہمارے کسی نے نہیں کیا جیسا کہ اس شخص نے کر دکھایا ہے تو فرمایا رسول اللہ صلعم نے لیکن یہ دوزخی ہے ایک شخص نے قوم میں سے کہا میں اس کے ساتھ رہونگا پس نکلا وہ اس کے ساتھ نکلا جب وہ کھڑا ہوتا تھا یا تیزی سے سیر کرتا تھا تو یہ اس کے ہمراہ ہوتا

قال فجرح الرجل جرحاً شدیداً فاستعجل الموت فوضع نصل سیفه بالارض و ذبابه بین ثدییه ثم تحامل علی سیفه فقتل نفسه فخرج الرجل الی رسول الله ص فقال اشهد انك رسول الله قال وما ذاك قال الرجل الذی ذکرت آنفاً انه من اهل النار (فذکر قصة) فقال رسول الله ص عند ذلك ان الرجل لیعمل بعمل اهل الجنة فیما یبدو للناس وهو من اهل النار وان الرجل لیعمل عمل اهل النار فیما یبدو للناس وهو من اهل الجنة۔

کہتا ہے پس وہ شخص سخت زخمی ہو گیا اور موت کو جلدی حاصل کرنے کے لئے تلوار کی نوک کو اپنے سینہ میں اور دستہ کو زمین پر رکھکر زور دیا اور خودکشی کر لی اور وہ ساتھی اسکا رسول ص کے پاس آیا اور کہا گواہی دیتا ہوں کہ تو رسول اللہ تعالیٰ کا برحق ہے فرمایا حضرت نے کیا بات ہے کہا جس شخص کا ابھی ابھی آپنے ذکر فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے اُس کا یہ ماجرا ہے (اور قصہ جیسا گذر اتھا اسنے ذکر کیا) تو اسوقت رسول اللہ ص نے فرمایا کہ آدمی اہل جنت کے کام لوگوں کی نظروں میں کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ درحقیقت دوزخی ہوتا ہے اور اسیطرح کبھی لوگوں کی نظر میں دوزخیوں کے کام کرتا رہتا ہے اور حالانکہ وہ بہشتی ہوتا ہے۔

وفیه صفحه ۱۳۱ ثم امر بلالا فنادی فی الناس انه لا یدخل الجنة الا نفس مسلم وان الله لیؤید هذا الدین بالرجل الفاجر۔ وهکذا فی روضة الاحباب جلد ۱ صفحه ۵۳۴ وفی الخصائص للسیوطی جلد ۱ صفحه ۲۵۵ اخرج الشیخان فقال ص اما انه من اهل النار فاعظم القوم ذلك فقالوا اینا من اهل الجنة ان کان هذا من اهل النار۔ الحدیث۔

آور اسی بخاری کے صفحہ ۱۳۱ میں ہے کہ حضرت ص نے بلال کو حکم دیا کہ لوگوں میں منادی کردے کہ کوئی شخص بغیر مسلم کامل کے بہشت میں داخل نہیں ہوگا اور دین کو تو اللہ تعالیٰ گنہگار و بدکار لوگوں کے ذریعہ بھی مدد پہنچا دیتا ہے اسی طرح یہی قصہ روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۵۳۴ میں بھی ہے اور خصائص کبرائے سیوطی جلد ۱ صفحہ ۲۵۵ میں ہے کہ بخاری و مسلم نے اس قصہ کو روایت کیا کہ فرمایا رسول ص نے یہ دوزخی ہے تو لوگوں کو بڑی تعجب خیز بات معلوم ہوئی اور کہنے لگے کہ ایسی حالت ہے کہ یہ دوزخی ہے تو پھر ہم میں سے بہشتی کون ہے؟ الخ۔

وآخرج البیهقی عن زید بن خالد الجهنی ان رجلا من اصحاب رسول الله ص توفی یوم خیبر فقال صلوا علی صاحبکم فتغیرت وجوه الناس لذلك فقال ان صاحبکم غل فی سبیل الله ففتشنا متاعه فوجدنا خرزا من خرز الیهود ولا تساوی درهمین۔

آور بیہقی نے زید بن خالد جہنی سے روایت کی ہے تحقیق ایک شخص اصحاب رسول اللہ ص سے خیبر کے دن فوت ہوا اور رسول ص نے فرمایا جاؤ اپنے یار پر نماز پڑھو اسپر لوگوں کے چہرے تبدیل ہو گئے (کہ حضرت خود کیوں نہیں پڑھتے) تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اس تمہارے یار نے خدا کی چیز سے خیانت کی ہے ہم لوگوں نے اسکا اسباب دیکھا تو یہود کے مہرہ ہا سے ایک مہرہ دیکھا جو دو درہم کا بھی نہیں تھا۔ خیانت شدہ ۱۲

روی البخاری عن ابی هریرة قال شهدنا مع رسول الله ص حنیناً فقال رسول الله ص لرجل ممن یدعی الاسلام هذا من اهل النار۔ الحدیث۔ انتهی۔

بخاری نے ابی ہریرہ سے روایت کی ہے کہا ہم رسول اللہ صلعم کے پاس جنگ حنین میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلعم نے ایک شخص مدعی اسلام کے لئے فرمایا کہ یہ دوزخیوں سے ہے۔ آخر حدیث تک انتہیٰ من الخصائص

الاترٰی ان الفتوحات الملکیۃ قد وقعت من الخلفاء الاموية والعباسية بغیر عدد و حالھم لایخفیٰ ولنکتب منھا انموذجا بعونہ سبحانہ قد فتحت فی خلافۃ عبد الملک بن مروان ھرقلۃ وحصن سنان من ناحیۃ المصیصۃ و فتحت المصیصۃ واودیۃ من المغرب وحصن تولق وحصن الاحزم ۔ وفتحت فی خلافۃ الولید بن عبد الملک فتوحات عظیمۃ افتتح الھند[1] والاندلس وبنی مسجد دمشق وفتحت بیکند و بخاری وسردانیۃ ومطمورۃ وقمیقم و بحیرۃ الغرسان وجرثومۃ و طوانۃ وجزیرۃ منورقۃ ومیورقۃ ونسف وکش وشعران ومدائن وحصون من اذربیجان و اقلیم الاندلس باسرہ ومدینۃ ارمایل و قتربون والدیبل و الکرخ وبرھم وباجۃ والبیضاء وخوارزم وسمرقند و الصغد و کابل وفرغانۃ والشاش وسندرۃ والموقان و مدینۃ الباب و طوس وغیرھا وفتحت فی زمنہ الفتوحات العظیمۃ کایام عمر ابن الخطاب ۔ تاریخ الخلفاء بعینہ ص ۱۵۲ ۱۵۳ وفتح فی ایام سلیمان بن عبد الملک جرجان وحصن الحدید وسردا وشقا وطبرستان ومدینۃ السقالبۃ وفی خلافۃ ھشام بن عبد الملک فتحت قیصریۃ الروم وحنجرۃ وحرسنۃ ۔ وافتتح قونیۃ مروان الحمار ۔ وفی خلافۃ المنصور فتحت طبرستان وغیرہ ۔ وفی خلافۃ الھارون الرشید فتحت مدینۃ دبسۃ وحصن الصفصاف وھرقلۃ وغیرھا وفی خلافۃ المامون فتحت حصن قرۃ وماجد و دمشق وغیرھا وفتح المعتصم ثمانیۃ لایقال علی ما ذکرنا من ذکر بعض الصحابۃ بسوء انہ سب والسب منھی عنہ لانہ ص قال لا تسبوا الاموات فانھم قد افضوا الیٰ ما قدموا اخرجہ البخاری

کیا تو نہیں دیکھتا تحقیق فتوحات ملکیہ خلفاء بنی امیہ و عباسیہ سے بے انداز واقع ہوئی ہیں اور ان کا حال کسی سے مخفی نہیں۔ اور ان فتوحات کا کچھ نمونہ بعونہ تعالےٰ ہم لکھدیتے ہیں جیسا کہ زمانہ عبد الملک بن مروان میں ہرقلہ اور قلعہ سنان مصیصہ کے نواحی سے اور مصیصہ اور روادی مغربی اور قلعہ تولق واحزم فتح ہوئے تھے۔

اور خلافت ولید بن عبد الملک میں بڑی فتوحات ہوئی ہیں جیسے ہند اور سند و اندلس کی فتح ہوئی اور اسنے مسجد دمشق کو بنا کیا اور فتح ہوا بیکند و بخارا و سردانیہ و مطموزہ و قمیقم و بحیرہ غرسان و جرثومہ و طوانہ و جزیرہ منورقہ و میورقہ و نسف و کش و شعران و مدائن اور قلعے آذربیجان اور اندلس کی تمام ولایت اور مدینہ ارمایل و قتربون و دیبل و کرخ و برہم و باجہ و بیضا و خوارزم و سمرقند و صغد و کابل و فرغانہ و شاش و سندرہ و موقان و مدینۃ الباب و طوس وغیرہ بہت فتوحات عظیم اسکے زمانہ میں مثل زمانہ عمر بن الخطاب کے حاصل ہوئی ہیں تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۲ - ۱۵۳۔

اور ایام سلیمان بن عبد الملک میں جرجان و قلعہ حدید و سردا و شقا و طبرستان و مدینۃ السقالبۃ فتح ہوئے۔

اور خلافت ہشام بن عبد الملک میں بادشاہی روم کی اور حنجرہ و حرسنہ کی فتح ہوئی۔

اور مروان الحمار نے قونیہ کو فتح کیا۔

اور خلافت منصور میں طبرستان وغیرہ فتح ہوا۔

اور ہارون رشید کے زمانہ میں شہر دبسہ اور قلعہ صفصاف و ہرقلہ وغیرہ فتح کیا گیا۔

اور خلافت مامون رشید میں قلعہ قرہ و ماجد و دمشق وغیرہ۔

اور معتصم خلیفہ کے زمانہ میں آٹھ ملک فتح ہوئے۔

یہ سب تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہر خلیفہ کے ذکر میں مذکور ہیں (اور) یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ جو بعض صحابہ کے افعال ذمیمہ لکھے گئے ہیں یہ سب یعنی بحق صحابہ دشنام یا گالی ہے اور وہ ممنوع ہے بفرمان لا تسبوا الخ کے یعنی مردوں کو گالی نہ نکالو کیونکہ وہ اپنے اعمال کے پاداش کو پہنچ چکے ہیں۔ اسکو بخاری نے اپنے

[1] کذا فی حیوۃ الحیوان وزاد فی حیوۃ الحیوان جلد ۱ ص ۱۱ والسند ۱۲ مترجم ؎ اور تاریخ الخلفاء کے ص ۱۵۲ میں ذکر فتوحات کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے وکان الولید جبارا ظالما واجھل مما کان یعنی ایک جاہل اور جابر ظالم آدمی تھا ۱۲ مترجم۔

معاویہ و یزید پر جواز لعنت کی دلیل

فی صحیحہ لانا نقول ان الحدیث لیس علی العموم
بل ھو مقید بمن لیس اھلہ کما قال الحافظ
فی الفتح جلد ۶ صـ ۷ وقد تقدم ان عمومہ مخصوص
واصح ما قیل فی ذلک ان اموات الکفار والفساق
یجوز ذکر مساویھم للتحذیر منھم والتنفیر عنھم
وقد اجمع العلماء علی جواز جرح المجروحین
من الرواۃ احیاءً وامواتًا۔
وفی الشرح للقسطلانی جلد ۲ صفحہ ۳۹۶
ھکذا بعینہ۔

صحیح میں روایت کیا ہے ہم پر اعتراض اسواسطے نہیں کیا جا سکتا
کہ حدیث عموم پر باقی نہیں بلکہ مقید ہے اس سے کہ اسکے حق میں
کچھ نہ کہا جائے جو اسکے مستحق نہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح
الباری جلد ۶ صفحہ ۷ میں لکھا ہے کہ پہلے گذر چکا ہے کہ تحقیق عموم
اس کا مخصوص عنہ البعض ہے اور بہت صحیح قول جو اسبارہ میں
کہا گیا ہے یہ ہے کہ کفار یا فساق مُردوں کے بُرے افعال کا ذکر
جائز ہے تاکہ لوگ ان کی پیروی نہ کریں اور ڈر جائیں اور اُن سے
نفرت کریں جیسا کہ تحقیق علماء نے جواز جرح رُواۃ مجروحین
پر اجماع کیا ہے خواہ زندہ ہوں یا مردہ بہر وجہ جائز ہے کہ حال
راویوں کا لکھا جائے کہ فلاں نیک اور سچا ہے اور فلاں بدکار
جھوٹھا ہے۔ اسی طرح شرح بخاری قسطلانی جلد ۲ صفحہ ۳۹۶ میں
بعینہ موجود ہے۔

قال العلامۃ وحید الزمان فی المشرب
الوردی طـ ۲۵۱ بقی کلام وھو ان الشکل الاول
بدیھی الانتاج وقال اللہ تعالٰی ان الذین
یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا
والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا فاذا قلنا ان
معاویۃ ویزید وعمرو ابن العاص وشمر و
عمر بن سعد وسنان وخولی اذوا اللہ و
رسولہ وکل من کان کذلک فھو ملعون ینتج
انھم ملعونون ولھذا جوز بعض اصحابنا لعن
یزید وامثالہ منھم امامنا احمد بن حنبل والمخلص
من ھذہ الاشکال یعرف مما قدمنا بانھم
ملعونون من جھۃ انھم اذوا اللہ ورسولہ
وغیر ملعونین من جھۃ الایمان ولا مشاحۃ
فی ذلک اذ الاحکام تختلف باختلاف
الحیثیات وبہ یرتفع نزاع الفریقین
انتھٰی۔

آور علامہ وحید الزمان نے المشرب الوردی صفحہ ۲۵۱ میں لکھا ہے
باقی رہی یہ کلام جو شکل اول ظاہر نتیجہ دینے والی میں ہے کہ فرمایا اللہ تعالٰی
نے تحقیق وہ لوگ جو اللہ تعالٰی اور اسکے رسول کو ایذا دیتے ہیں
اللہ تعالٰی ان کو دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اس نے
عذاب خوار کرنیوالا ان کے لئے تیار کیا ہے۔ پس جب ہم کہیں کہ
اور یزید و عمرو بن عاص و شمر و عمر بن سعد و سنان و خولی نے
اللہ تعالٰی و رسول اللہؐ کو رنج پہنچایا اور جو اس طرح کرے
وہ ملعون ہوتا ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ وہ سب ملعون ہیں اور اسی
ہمارے بعض اصحاب حدیث نے لعنت یزید اور ہم جنس اسکے
کو جائز رکھا ہے ان اہل حدیث سے ہمارے پیشوا احمد بن حنبل
ہیں اور اس اعتراض سے خلاصی اس طرح ہے جو ہمارے
سابق مضمون سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس سبب سے لعنتی ہیں[1]
کہ انہوں نے اللہ و رسول کو ایذا پہنچائی نہ باعتبار ایمان کے
اور اس میں کوئی کراہت نہیں کیونکہ اختلاف حیثیات سے
احکام مختلف ہو جاتے ہیں اور اسی معنے سے جھگڑا فریقین
کا رفع ہو جاتا ہے۔ انتہٰی۔

[1] یعنے لعنت جائز ہے اس اعتبار سے کہ اُنہوں نے ایذا پہونچائی اور لعنت بوجہ ایمان کے جائز نہیں واقعی ایمان ایسا
فعل نہیں کہ اسکے سبب سے لعن ہو مگر ایذا اللہ و رسول کی ضرور ایسا فعل ہے جسپر مطابق آیت کے لعنت کی جا-
ئے

وقال الشیخ الدهلوی فی شرح المشکوٰۃ جلد ۴ ص ۶۴ بذیل حدیث سباب المسلم فسوق و قتاله کفر مقصود اسلام کامل است چنانچه المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده برآں دلالت دارد الخ وکذا فی الشرح للقسطلانی جلد ۲ صفحہ ۳۹۲۔

قال النووی فی شرح المسلم جلد ۱ صفحہ ۳۰۸۔ فالجواب ان النهی عن سب الاموات هو فی غیر المنافق وسائر الکفار وفی غیر المتظاهر بفسق او بدعة فاما هؤلاء فلا یحرم ذکرهم بالشر للتحذیر من طریقتهم ومن الاقتداء بآثارهم والتخلق باخلاقهم الخ۔

قال السیوطی فی الجلالین فی قوله تعالیٰ لا یحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم الایة فلا یواخذه بالجهر به بان یخبر عن ظلم ظالمه ویدعو علیه۔

دفع المغالطہ

اما اللعن والتبری فلیسا بمرادفین للسب کما زعم بعض المعاصرین لان السب فی اللغة دشنام دادن کما فی الصراح وغیاث اللغات وگالی وبرا کہنا کما فی لغات فیروزی ہے۔

واللعن بمعنی الطرد والابعاد۔ فی الصراح لعن راندن ودور کردن از نیکی ورحمت۔

وفی لغات فیروزی لعنت دوری رحمت سے۔ پھٹکار۔

وفی منتهی الادب فی لغات العرب لعنت راندگی لاعن دعائے بد کنندہ۔ ملعون راندہ ودور کردہ از نیکی ورحمت۔

والتبری بیزار شدن کما فی الصراح۔

اور شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۶۴ میں تحت حدیث مسلم کو گالی دینا فسق اور قتل اس کا کفر ہے۔ کے لکھا ہے کہ مراد و مقصود اسلام سے اسلام کامل ہے جیسا کہ حدیث دوسری کہ مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمین بچے رہیں اسی پر دلالت کرتی ہے۔ اور اسی طرح شرح بخاری قسطلانی جلد ۲ صفحہ ۳۹۲ میں ہے۔

نووی نے شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۰۸ میں کہا ہے جواب یہ ہے کہ تحقیق مُردوں کی سب وشتم بغیر منافق و کفار اور ظاہر فاسق یا بدعتی کے باقی مومنین کے لئے منع ہے لیکن مذکورین اقسام کے لوگوں کی بُرائی بیان کرنی یا ان کو بُرا کہنا حرام نہیں ہے۔ اس واسطے کہ لوگ ان کے طریقہ واعمال کی پیروی نہ کریں اور ان کی خصال ذمیمہ کے متصف ہونے سے بچیں۔ الخ۔

اور سیوطی نے جلالین میں تحت آیت لا یحب الله الجهر بالسوء الخ کے لکھا ہے یعنے خدا تعالیٰ کسی بُرائی ظاہر کرنے کو پسند نہیں رکھتا مگر مظلوم سے ناپسند نہیں کہ کسیکی بُرائی بیان کرے یا اسپر بد دعا کرے یا اسکے ظلم کی خبر دے اسپر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

ایک غلط فہمی کا دفعیہ

جاننا چاہیئے کہ لعن اور تبرّا ہم معنے گالی کے نہیں ہے جیسا کہ ہمارے بعض معاصرین نے زعم کیا ہے کیونکہ سبّ لغت میں بُرا کہنے اور گالی دینے کو کہتے ہیں جیسا کہ صراح وغیاث اللغات و لغات فیروزی میں ہے۔

اور لعن بمعنے ہانکنے اور دور کرنے کے ہے۔ صراح میں لعن کے معنے ہانکنا اور دور کرنا بھلائی اور رحمت سے لکھا ہے۔

اور لغات فیروزی میں لعنت دوری رحمت سے اور پھٹکار کے معنے لکھے ہیں۔

اور منتہی الارب فی لغات العرب میں ہے لعنت ہانکنا لاعن بد دعا کرنے والا۔ نیز اس میں ہے ملعون ہانکا ہوا اور دور کیا ہوا بھلائی اور رحمت سے۔

اور تبرّا کا معنے بیزار ہونا جیسا کہ صراح میں ہے۔

فی معنی سب و لعن و تبرا

وفی الغیاث وتبرا بوزن تمنا بمعنے بیزاری از لطائف۔

اور غیاث میں ہے تبرّا تمنّا کے وزن پر بمعنے بیزار رہنے کے ہے لطائف سے یونہی منقول ہے۔

وفی لغات فیروزی تبرا نفرت کرنا. بری ہونا بیزار ہونا

اور لغات فیروزی میں ہے تبرا نفرت کرنا۔ بری ہونا بیزار ہونا۔

وفی منتھی الادب براء بیزار یقال انا براء منه تبرأ منه بیزار شد ازاں۔

اور منتہی الارب میں ہے براء بیزار جیسا کہ جسجگہ کوئی کہے میں بیزار ہوں اوس سے یا وہ اوس سے بیزار ہوا اسکے موقعہ پر انا براء منه تبرأ منه۔ کہا جاتا ہے۔

فظهر ان السب[1] منهی عنه کما قال الله جل شانه ولا تسبوا الذین یدعون من دون الله فیسبوا الله عدوا بغیر علم۔ وقال النبی ص لا تکونوا سبابین فالسب لا یستحسن ان یعتاد به

تو ظاہر ہوا کہ تحقیق گالی جس سے بفرمان خدا منع کیا گیا ہے جیساکہ فرمایا حق تعالیٰ نے نہ گالی کہو ان لوگوں کے حق میں جو اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں کیونکہ شائد وہ لوگ اپنے جہل اور حد شکنی کے سبب سے اللہ تعالیٰ کو گالی نکالینگے۔ اور نبی صلعم نے فرمایا تم لوگ گالی کہنے والوں سے نہ ہوجاؤ۔ پس سبّ یعنی گالی نکالنے کی عادت بنا لینی ناجائز ہے۔

واما اللعن والتبری فهما ثابتان جائزان علے المستحقین بالکتاب والسنة وعمل اکابر الامة ولیس لنا مجال فی تحلیل الاشیاء وتحریمها لانه تعالے قال ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب هذا حلال وهذا حرام۔

لیکن لعنت اور تبرا پس دونوں مستحقین پر کتاب اور سنت وعمل اکابر امت سے ثابت اور جائز ہیں۔ اور ہمارے لئے کسی چیز کے از خود حلال یا حرام کرنے کی قوت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے نہ کہو اس سے جو تمہاری زبان سے جھوٹ کلام نکلتی ہے کہ یہ حلال ہوگئی اور یہ حرام ہوگئی کیونکہ اس کا کوئی تمہیں حق حاصل نہیں۔

اما الکتاب[2] فقوله تعالیٰ ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المومنات لعنوا فی الدنیا والاخرة ولهم عذاب عظیم الآیه۔

کتاب سے ثبوت لعن کا یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تحقیق وہ لوگ جو مومنات منکوحات عفیفہ کو تہمت زنا کی لگا دیتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لئے عذاب بڑا ہوگا۔ الخ

وقد ذکر ان قاذف عائشة مسطح بن اثاثة البدری وغیرہ من الصحابة ونزلت هذه الآیة فی شانهم واقام النبی علیهم الحد ایضا۔

اور ذکر ہو چکا ہے کہ بی بی عائشہ پر تہمت لگانے والے مسطح بن اثاثہ وغیرہ صحابہ سے تھے جنکو نبی ص کے حکم سے حد لگائی گئی اور یہ آیت بھی انہی کے قصہ میں اتری ہے۔

ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جهنم خالدا فیها

نیز آیت ومن یقتل الخ یعنے جو شخص مومن کو عمداً قتل کرے تو اس کی جزاء دوزخ ہے ہمیشہ اس میں رہیگا اور اس پر خدا کا

[1] سب اور لعن میں فرق ہونے کے واسطے یہ کافی دلیل ہے کہ قرآن کریم میں سبّ سے منع کی گئی ہے اس حد تک کہ مشرکین کو بھی نہ کرنی چاہئے۔ اور واقعی تہذیب کے خلاف ہے۔ پھر قرآن پر غور کرنے سے بہت جگہ کفار و مشرکین پر لعنت وارد ہے جو اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کا معمول ہو بلکہ اسکی تعلیم دیگئی ہے۔ پس اس سے صاف ثابت ہے کہ کلام الٰہی بد تہذیبی سے پاک اور منزّہ ہے اور اس میں سبّ کی نہی وارد ہے اور لعن اس میں بجا وارد بلکہ اس کی تعلیم دیگئی ہے تو بالضرور سبّ اور لعن دو الگ فعل ہیں۔ امید ہے کہ اہل تسنن جو شیعہ پر عام اعتراض سب صحابہ کا رکھتے ہیں اس سے عبرت حاصل کرینگے ۱۲ مترجم۔ [2] ایضاً قال تعالیٰ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۵۳)

وغضب الله عليه ولعنه واعد لـه عذابا عظيما ۔ قال السيوطی فی جلالین عن ابن عباس انها علی ظاهرها وانها ناسخة لغيرها من ايات المغفرة ۔

غضب ہوگا اور اسکو اللہ تعالےٰ لعنت کرتا ہے اور بڑا عذاب اسکے لئے تیار کر رکھا ہے۔ سیوطی نے جلالین میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ تحقیق یہ آیت اپنی ظاہر معنے پر ہے اور یہ باقی آیات مغفرت کے لئے ناسخ ہے۔

ايضا اية اللعان فی المتلاعنين لعنة الله عليه ان كان من الكاذبين[2] ۔

نیز آیت لعان متلاعنین میں حکم آیا ہے لعنت ہو اللہ کی اسپر اگر اس نے جھوٹھ کہا ہے۔

ايضا فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامكم اولئك الذين لعنهم الله فاصمهم واعمی ابصارهم ۔

نیز فرمایا حق تعالےٰ نے قریب ہے کہ اگر تم حق سے روگردانی کر کے زمین میں فساد پھیلاؤگے اور قطع رحمی کروگے تو تم جیسے لوگوں کو اللہ تعالےٰ نے لعنت کی ہے یعنی اپنی رحمت سے دور کیا کہ حق سننے سے بہرا اور حق بینی سے اندھا بنا رکھا ہے (یعنے ایسی حالت پر چھوڑ دیتا ہے کہ گویا بہرے اور اندھے ہیں کہ راہ نہیں پاتے۔

ايضا ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنيا والاخرة واعد لهم عذابا مهينا ۔

نیز فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ تحقیق وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اوس کے رسول کو رنج دیتے اور ایذا پہنچاتے اور ناراض کرتے ہیں ان کو اللہ تعالےٰ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے عذاب خوار کرنے والا تیار کر رکھا ہے۔

ايضا يوم لا ينفع الظلمين معذرتهم ولهم اللعنة ولهم سوء الدار ۔

نیز فرمایا اللہ تعالےٰ نے قیامت کے دن ظالموں کو عذر کرنا سودمند نہ ہوگا اور ان کے لئے لعنت ہے اور بری جگہ رہائش کی۔

ايضا لعنة الله علی الظالمين وقد قال عز اسمه ان الشرك لظلم عظيم ۔ فقد ثبت ان الظلم له قسمان شرك وغير شرك فمطلقه ايضا يستحق اللعن كسائر اصناف المعاصی المستلزمة للظلم علی النفس كما مر وسياتی ۔

نیز فرمایا ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ اور فرمایا پروردگار عالم نے تحقیق شرک بڑا ظلم ہے پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ظلم کے دو قسم ہیں شرک اور غیر شرک اور لعنت مطلق ظلم کے لئے آئی ہے[1] جیسا کہ اقسام گناہوں کا جو اپنے نفس پر ظلم کے موجب ہیں لعن وارد ہے جس طرح کہ گذر ہے اور آئیگا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ان الذين يكتمون ما انزلنا من البينت والهدی من بعد ما بيناه للناس فی الكتاب اولئك يلعنهم الله ويلعنهم اللعنون ۔ وقال تعالیٰ كيف يهدی الله قوما كفروا بعد ايمانهم وشهدوا ان الرسول حق وجاءهم البينت والله لا يهدی القوم الظالمين اولئك جزاءهم ان عليهم لعنة الله والملئكة والناس اجمعين یعنے فرمایا حق تعالیٰ نے جو لوگ آیات ظاہرہ اور ہدایت کو بعد ظہور کے چھپا رکھتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اور باقی لعنت کرنے والے سب لعنت کرتے ہیں۔ نیز فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایسی قوم کو اللہ تعالیٰ کس طرح ہدایت کرتا ہے جو ایمان لاکر اور رسول کو حق مان کر دلائل کو سمجھکر پھر انکار کر بیٹھے ایسے ظالموں کو خدا ہدایت سے محروم رکھتا ہے اور ان کی جزا یہ ہے کہ ان پر ابدا اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے ۱۲ منہ مترجم۔

[1] اس سے ظالم بالفعل پر لعنت ثابت ہے کفر کی شرط بظاہر کوئی معلوم نہیں ہوتی ۱۲ مترجم

[2] لعن شخص پر اور سوائے کفر ونفاق کے بھی صرف ایک جرم بہتان وکذب کے باعث لعنت کرنے پر آیت لعان دلیل کافی و برہان وافی ہے ۱۲ مترجم۔

واما السنة

فقد اخرج احمد وابو داؤد والنسائی و الترمذی وحسنه مرفوعا لعن الله زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج كذا فی الروضة الندیه صفحه ۱۱۹۔

وفی الترمذی عن ابی هریرة ان رسول اللهؐ لعن زوارات القبور جلد ۱ ص۱۲۵ ۔

عن انس بن مالك قال لعن رسول اللهؐ فی الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة الیه وساقیها وبایعها و آكل ثمنها والمشتری لها والمشتراة له رواه الترمذی وقد روی نحو هذا عن ابن عباس وابن مسعود وابن عمر عن النبیؐ جلد ۱ ص۱۵۵

عن جابر قال لعن رسول الله صلعم آكل الربوٰ وموكله وكاتبه وشاهدیه وقال هم سواء رواه مسلم ۔ مشكوٰة جلد ۱ صفحه ۲۳۶ ۔

عن ابی هریرة قال لعن رسول الله صلعم الراشی والمرتشی فی الحكم رواه الترمذی جلد ۱ صفحه ۱۵۹ ۔

عن عمر عن النبی صلعم قال المحتكر ملعون رواه ابن ماجة والدارمی ۔ مشكوٰة جلد ۱ صفحه ۲۴۳ ۔

عن علیؑ ان رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم لعن عشرة آكل الربوٰ وموكله و شاهدیه وكاتبه والواشمة والمتوشمة للحسن ومانع الصدقة والمحلل

لیکن ثبوت سنت سے یہ ہے

کہ احمد و ابوداؤد و نسائی و ترمذی نے باسناد حسن مرفوعاً روایت کیا کہ فرمایا نبیؐ نے اللہ تعالیٰ قبروں کی زیارت پر جانیوالی عورتوں کو اور قبروں پر مساجد بنانے والے اور دیا سے روشنی کا مستقل انتظام رکھنے والے مردوں پر لعنت کرتا ہے۔ اسی طرح ہے روضہ ندیہ مؤلفہ سید صدیق صفحہ ۱۱۹ میں اور ترمذی جلد ۱ ص۱۲۵ میں ابی ہریرہ سے روایت ہے تحقیق رسول اللہؐ نے لعنت کی ہے ان عورتوں کو جو زیارت قبروں کے لئے جاتی ہیں؛

اور انس بن مالک سے روایت ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۵۵ میں ہے کہا رسول اللہ صلعم نے شراب کے بارہ میں دس اشخاص کو لعنت فرمائی نچوڑنے والیکو اور نچوڑنے میں مدد دینے والیکو اور پینے والے کو اور اُٹھانے والے کو اور جس کے لئے لے گیا ہے اُسکو اور پلانے والے کو اور بیچنے والے کو اور اس کی قیمت کھانے والے کو اور مول لینے والے کو اور جس کے لئے مول لیا گیا ہے۔ اسکو ترمذی نے روایت کر کے کہا کہ مثل اس کی ابن عباس و ابن مسعود و ابن عمر سے مرفوعاً مروی ہے۔ اور جابر سے روایت ہے کہا لعنت کی رسول اللہ صلعم نے سود کھانے والے کو اور کھلانے والیکو اور لکھنے والے کو اور اسکے ہر دو گواہوں کو اور فرمایا وہ سب برابر ہیں اسکو مسلم نے روایت کیا مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۲۳۶ ۔ اور ابی ہریرہ سے مروی ہے کہا رسول اللہ صلعم نے کسی حکم میں رشوت ..... دینے اور لینے والیکو لعنت فرمائی اسکو ترمذی نے جلد ۱ صفحہ ۱۵۹ میں روائیت کیا؛

اور عمر سے مروی ہے فرمایا نبی صلعم نے جنس غلہ وغیرہ کو بند رکھنے والا اور باوجود ضرورت نہ بیچنے والا ملعون ہے اسکو ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔ کذا فی المشکوٰۃ جلد ۱ ص۲۴۳ ؛ جناب علی علیہ السلام سے روایت ہے تحقیق رسول اللہؐ نے دس شخصوں کو لعنت فرمائی بیاج کھانے والے اور کھلانے والے کو اور اس کے دو گواہان و کاتب کو اور خوبصورتی بڑھانے کے لئے خال کے نشان لگانے اور لگوانے والی عورت کو اور مانع زکوٰۃ کو اور حلالہ

والمحلل له رواه ابن حبان واحمد والنسائی
وابو یعلی والدارقطنی وابن جریر کذا فی
کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۸۵۔

عن ابی هریرة مرفوعاً اتقوا اللاعنین قالوا
وما اللاعنان یا رسول الله ص قال الذی یتخلی
فی طریق الناس او فی ظلهم۔ رواه مسلم
مشکوٰة جلد ۱ ص۳۳ ۔

عن علی قال ان رسول الله ص لعن المحلل و
المحلل له رواه الترمذی جلد ۱ ص۱۳۳

روی النسائی من حدیث السائب بن خلاد رفعه
من اخاف اهل المدینة ظالما لهم اخافه الله
وکانت علیه لعنة الله الحدیث ولابن حبان
نحوه فی حدیث جابر۔ کذا فی الفتح جلد ۲ ص۲۳۵
جزء ۔

عن ابی بکر الصدیق مرفوعا ملعون من
ضار مومنا او مکر به۔ رواه الترمذی ے
مشکوٰة ص۴۲۰ ۔

عن ابی هریرة مرفوعاً اذا دعی الرجل امرأته
الی فراشه فابت فبات غضبان لعنتها
الملائکة حتی تصبح متفق علیه۔ مشکوٰة
صفحہ ۲۷۲۔

عن واثلة بن الاسقع قال سمعت رسول صلعم
یقول من باع عیبا لم یبینه لم یزل فی مقت
الله اولم تزل الملائکة تلعنه رواه ابن ماجه
مشکوٰة ص۲۴۱ ۔

فی تاریخ الخلفاء ص۱۴۲ قال صلی الله علیه واله
وسلم من اخاف اهل المدینة اخافه الله و
علیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین۔ رواه مسلم
وفی تاریخ الخلفاء ص۱۳۸ قالت عائشة ولکن رسول الله ص

نکالنے والے اور نکلوانے والیکو روایت کیا اس حدیث کو ابن حبان
اور احمد و نسائی و ابو یعلی و دارقطنی و ابن جریر نے اسی طرح
ہے کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۸۵ میں ۔

اور ابی ہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے فرمایا نبی ص نے بچ رہو دو امر باعث
لعنت سے صحابہ نے عرض کی وہ دو کیا ہیں یا رسول اللہ صلعم فرمایا
ایک وہ جو لوگوں کے راستہ میں پاخانہ پھرے یعنی قضائے حاجت
کرے اسکو مسلم نے روایت کیا کذا فی المشکوٰة جلد ۱ صفحہ ۳۳۔

نیز روایت ہے علی ع سے بتحقیق رسول اللہ ص نے لعنت کی حلالہ نکالنے
والیکو اور جس کے لئے حلالہ نکالا گیا ہو اس کو ترمذی نے جلد ۱ ص۱۳۳
میں روایت کیا ہے۔

نیز روایت کی ہے نسائی نے حدیث سائب بن خلاد سے آنحضرت تک مرفوع
کیا اس حدیث کو کہ جسنے اہل مدینہ کو ظالمانہ طور پر ڈرایا اور دھمکایا
تو خدا تعالے اُسے ڈرائیگا اور اُس پر اللہ تعالی کی لعنت ہے آخر
حدیث تک اور ابن حبان نے حدیث مثل اسکے بروایت جابر بیان
کی ہے اسی طرح ہے فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۳۵ جزء ۲ میں۔

اور ابی بکر صدیق سے مرفوعاً مروی ہے کہ ملعون ہے وہ شخص جو مومن
کو ضرر دے یا اوسکے ساتھ مکر کرے روایت کیا اسکو ترمذی نے
اسی طرح مشکوٰة صفحہ ۴۲۰ میں ہے۔

اور ابی ہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے جس وقت کوئی آدمی اپنی عورت
کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ انکار کرے اور خاوند اُسکا
ناراضگی میں رات بسر کرے تو اللہ تعالی کے فرشتے صبح تک اُس
عورت کو لعنت کرتے ہیں اسکو بخاری نے روایت کیا ہے مشکوٰة ص۲۷۲

واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہا کہ مینے رسول اللہ صلعم سے
سنا ہے فرماتے تھے جسنے عیب دار چیز بیچ کر عیب کو ظاہر نہ کیا
ہو وہ خدا کے غضب میں رہتا ہے یا اسپر ہمیشہ فرشتے لعنت کرتے
رہتے ہیں اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا مشکوٰة صفحہ ۲۴۱۔

اور تاریخ الخلفا صفحہ ۱۴۲ میں ہے فرمایا نبی ص نے جسنے اہل مدینہ کو ڈرایا
اسکو اللہ ڈرائیگا اور اسپر اللہ تعالے اور فرشتوں اور آدمیوں
سب کی لعنت ہے اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور تاریخ الخلفا صفحہ ۱۳۸ میں ہے کہا عائشہ نے کہ رسول اللہ صلعم

مومن کے ستانیوالا ملعون ہے

لعن ابا مروان و مروان فی صلبه فمروان یفیض من لعنة الله۔ انتهیٰ۔

وفی تطهیر الجنان واللسان لابن حجر المکی علی الصواعق ص۱۲۰ وجاء بسند رجاله رجال الصحیح الا واحدا فمختلف فیه لکن قواه الذهبی بقوله احد الاثبات وما علمت فیه جرحا اصلا ان عمرو (ابن العاص) صعد المنبر فوقع فی علیؑ ثم فعل مثله المغیرة بن شعبة فقیل للحسن (ابن علی) اصعد المنبر لترد علیهما فامتنع الا ان یعطوه عهدا انهم یصدقوه ان قال حقا ویکذبوه ان قال باطلا فاعطوه ذلك فصعد المنبر فحمد الله واثنی علیه ثم قال انشدك الله یا عمرو و یا مغیرة اتعلمان ان رسول الله صلعم لعن السائق والقائد (هما ابوسفیان ومعاویة) احدهما فلان قالا بلیٰ ثم قال انشدك بالله یا معاویة و یا مغیرة الم تعلما ان النبی صلعم لعن عمرا بکل قافیة قالها لعنة قالا اللهم بلیٰ ثم قال انشدك بالله یا عمرو و یا معاویة اتعلمان ان النبی صلعم لعن قوم هذا قالا بلیٰ قال الحسن فانی احمد الله الذی جعلکم فیمن تبرا من هذا ای علیؑ مع انهؐ لم یسبه قط وانما کان یذکره بغایة الجلالة والعظمة

انتهیٰ

مروان کے باپ کو لعنت کی اور مروان اس کی پشت میں تھا تو مروان اللہ تعالیٰ کی لعنت سے حصہ لیتا رہا ہے۔ انتہٰے۔

اور تطہیر الجنان واللسان مؤلفہ ابن حجر مکی مطبوعہ برحاشیہ صواعق صفحہ ۱۲۰ میں ہے کہ یہ ایسی سند سے مروی ہے جس کے رجال رجال صحیح کے ہیں سوائے ایک کے جو مختلف فیہ ہے لیکن ذہبی نے اس کی تقویت کی ہے اس قول سے کہ وہ ایک معتبرین سے ہے اور قطعًا میں اس میں کوئی جرح نہیں سمجھتا روایت یہ ہے کہ عمرو بن عاص ممبر پر چڑھا اور وہ علی علیہ السلام کے حق میں گوئی کرنے لگا اور عیب بیان کرنے لگا پھر مثل اس کی مغیرہ بن شعبہ نے کیا تو امام حسنؑ کے لئے عرض کی گئی کہ آپ ممبر پر چڑھیں اور اس کا جواب ان دونوں کو دیجئے تو امامؑ نے قبول نہ فرمایا مگر اس شرط پر کہ امام کے ساتھ عہد کریں کہ وہ سچ بیان فرماویں تو سب اس کی تصدیق کریں اور اگر جھوٹ (نعوذ باللہ) کہیں تو ان کو (نعوذ باللہ) جھٹلاویں۔ پس حاضرین نے وعدہ دیا اور امام حسنؑ ممبر پر چڑھے اور صفت اللہ تعالیٰ کی بیان کر کے پھر فرمایا میں قسم کے طور پر اللہ تعالیٰ لئے یاد دلا کر تم سے پوچھتا ہوں اے عمرو و مغیرہ تم دونوں جانتے ہو کہ رسول اللہ صؐ نے سائق (پیچھے سے ہانکنے والا) اور قائد (آگے کھینچنے والا) کو (یعنے ابوسفیان ومعاویہ کو) لعنت فرمائی ایک ان میں سے فلاں ہے کہا دونوں نے ہاں معلوم ہے۔ پھر فرمایا قسم دیکر پوچھتا ہوں تم سے اے معاویہ اور مغیرہ کیا تم نہیں جانتے تحقیق نبیؐ نے عمرو کو ہر طرز سے لعنت کی ہے دونوں نے کہا خدا حاضر ہے بے شک معلوم ہے پھر فرمایا قسم دیکر پوچھتا ہوں اے عمرو و معاویہ کیا تم دونوں جانتے ہو کہ تحقیق نبیؐ نے اس شخص کی ساری قوم کو لعنت فرمائی ہے دونوں نے کہا ہاں فرمایا حسنؑ نے پس میں حمد کہتا ہوں اس اللہ تعالیٰ کی جس نے تم لوگوں کو ان لوگوں میں سے بنایا ہے جو علی علیہ السلام سے بیزاری رکھتے ہیں باوجود اس امر کے کہ نبیؐ نے کبھی علیؑ کو ہرگز سبّ نہ فرمائی تھی بلکہ اس کا ذکر بہت تعظیم اور بزرگی کے ساتھ فرماتے تھے۔ انتہٰے۔

عن عائشۃ مرفوعا ستۃ لعنتہم و لعنہم اللہ (الیٰ ان قال) والتارک لسنتی رواہ البیہقی فی المدخل و رزین فی کتابہ - مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۴

واما عمل کابر الامۃ

فقد روی الحاکم فی المستدرک باسنادہ عن مسروق قالت عائشۃ (لبعد قتل اخیہا محمدٍ) لعن اللہ عمرو بن العاص فانہ زعم لی انہ قتلہ بمصر کذا فی استقصاء الافحام منہج ثانی جلد ۱ صفحہ ۱۵۱

وقد ثبت ان علیا علیہ السلام قد کان اذا صلی الغداۃ یقنت فیقول اللّٰھم العن معاویۃ وعمرو الخ نقلہ ابن الاثیر وغیرہ وسیاتی فی القنوت - وقد مرذکر لعن معاویۃ وانصارہ (لعنہم اللہ) علیاً واصحابہ علیہم السلام -

وقد لعنت ام المومنین عائشۃ معاویۃ بعد قتلہ اخاہا محمداً -

وفی روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۱۲ بالجملہ بعض ازیں امور مذکورہ حامل وباعث شد مر عائشہ راکہ درشان عثمان گفت لعن اللہ نعثلاً[1] وقتل نعثلاً - الخ

واخرج ابن جریر عن ابن عباس انہ قال لعن اللہ فلانا (معاویۃ) انہ کان ینہیٰ عن التلبیۃ فی ھذا الیوم - یعنی یوم عرفۃ لان علیا کان یلبی فیہ - وکذا فی کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۳۰ - وکذا فی سنن البیہقی ؁

بی بی عائشہ سے مرفوعاً روایت ہے چھ شخص ہیں جنکو میں بھی لعنت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی لعنت کرتا ہے (شمار کرکے فرمایا ایک اُن سے) والتارک لسنتی یعنے میری سنت کو چھوڑنے والا ہے (یعنے طریقہ نبوی جو اہل بیت کے ذریعہ صحیحہ سے پہنچے اسکو ترک کرنے والا) اسکو بیہقی نے مدخل میں روایت کیا اور رزین نے اپنی کتاب میں - کذا فی المشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۴ ؁

لیکن بزرگان امت کے عمل سے ثبوت یہ ہے

تحقیق حاکم نے مستدرک میں اپنے اسناد سے بروایت مسروق لکھا ہے کہ عائشہ نے بعد قتل اسکے بھائی محمد کے کہا اللہ تعالیٰ عمرو بن عاص کو لعنت کرے کیونکہ میرا ظن ہے کہ اس نے محمد کو مصر میں قتل کردیا ہے اسی طرح ہے استقصار الافحام منہج ثانی جلد ۱ صفحہ ۱۵۱ میں ؁

اور تحقیق ثابت ہوا ہے کہ علی نماز فجر میں قنوت پڑھتے ہوئے فرماتے تھے یا اللہ لعنت کر معاویہ کو اسکو ابن اثیر وغیرہ نے نقل کیا ہے جو بیان قنوت میں آئیگا ؁

اور تحقیق ذکر لعنت معاویہ اور اسکے انصار کا مذکور ہوچکا ہے - (اللہ تعالیٰ اون کو لعنت کرے) جو حضرت علی و اصحاب علی کو کرتے تھے ؁

اور تحقیق ام المومنین عائشہ نے معاویہ کو بعد اسکے محمد بن ابی بکر کو قتل کرانے کے لعنت کی ؁

اور روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۱۲ میں ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ بعض ان امور مذکورہ کے بی بی عائشہ کے لئے حامل وباعث ہوئے کہ شان عثمان میں انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ لعنت کرے نعثل دراز ریش یعنے لمبی ڈاڑھی والے کو اور قتل کرے اللہ نعثل کو الخ ؁

اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی کہ تحقیق اس نے کہا کہ اللہ فلاں کو لعنت کرے (یعنے معاویہ کو) کہ وہ عرفہ کے دن لبیک لبیک کہنے سے منع کرتا ہے اس سبب سے کہ اس دن میں علی علیہ السلام لبیک لبیک پڑھتے تھے - اسی طرح ہے کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۳۰ - اور سنن بیہقی میں ؁

[1] شرح نہج البلاغت علامہ ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۷۷ میں ہے اول من سمی عثمان نعثلا عائشۃ (پہلے عثمان کا نام نعثل عائشہ نے رکھا) وکانت تقول اقتلوا نعثلاً قتل اللہ نعثلاً [illegible] ۱۲ مترجم

ونقل ابن الاثیر قال لما عزل معاویۃ سمرۃ عن ولایۃ البصرۃ قال سمرۃ لعن اللہ معاویۃ واللہ لو اطعت اللہ کما اطعتہ ما عذبنی ابداً۔ نصائح ص۹۔

وقد لعن عمر ابن الخطاب خالد بن الولید حین قتل مالک بن نویرۃ۔ نصائح کافیہ ص۱۱

وقال القاری فی شرح الفقہ الاکبر ص۴۳ نقل ان ابا حنیفۃ سئل عن الکلام فی الاعراض والاجسام فقال لعن اللہ عمرو بن عبید ھو فتح علی الناس الکلام۔ انتھیٰ۔

وفی السبل الجلیہ فی آباء العلیہ للسیوطی مطبع محمدی لاھور ص۱۱ وقد نقلت من مجموع بخط الشیخ کمال الدین الشمنی والد شیخنا ما نصہ سئل القاضی ابو بکر ابن العربی احد ائمۃ المالکیۃ عن رجل قال ان اب النبیؐ فی النار فاجاب بانہ ملعون لان اللہ تعالیٰ یقول ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ الآیۃ۔ قال ولا اذیٰ اعظم من ان یقال عن ابیہ

وفی الجوامع القادریۃ فی معتقدات اھل السنۃ والجماعۃ ص۳۷ اما اللعن علی یزید فقد جوزہ الحافظ السیوطی والعلامۃ التفتازانی۔ قال العلامۃ التفتازانی فی شرح العقائد ص۱۱۷ فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ واعوانہ

ذکر فی الصواعق ص۱۳۲ ان عمر بن عبد العزیز قد ضرب عشرین سوطاً لمن سمی یزید امیر المؤمنین (وقال) واجاز قوم لعنہ منھم ابن الجوزی ونقلہ عن احمد وغیرہ ونقل ابن الجوزی عن القاضی ابی یعلی باسنادہ الی صالح بن احمد بن حنبل قال قلت لابی ان قوماً ینسبونا الی تولی یزید فقال یا بنی وھل

اور ابن اثیر نے کہا جب معاویہ نے سمرہ کو ولایت مصر سے معزول کیا۔ سمرہ نے کہا اللہ تعالیٰ لعنت کرے معاویہ کو قسم ہے اللہ کی اگر میں معاویہ جیسی اطاعت اللہ تعالیٰ کی کرتا تو کبھی مجھے عذاب نہ کرتا۔ کذا فی النصائح صفحہ ۸-۹

اور تحقیق عمر ابن الخطاب نے خالد بن ولید کو جب اس نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا لعنت کی ہے۔ کذا فی النصائح الکافیہ صفحہ ۱۱۔

اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر صفحہ ۴۳ میں لکھا ہے منقول ہے کہ ابو حنیفہ سے اعراض و اجسام میں کلام کرنے کا سوال کیا گیا تو اُسنے کہا کہ لعنت کرے اللہ تعالیٰ عمرو بن عبید کو جس نے لوگوں پر اس کلام کا دروازہ کھول دیا ہے۔ انتھیٰ۔

سیوطی نے رسالہ السبل الجلیہ جو آباء نبی صلعم کے اسلام میں ہے تالیف کیا ہے صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے کہ قاضی ابو بکر سے جو ایک ائمہ مالکیہ سے ہے ایسے شخص کی نسبت پوچھا گیا جس نے کہا کہ باپ نبی صلعم کا دوزخ میں ہے تو اسنے جواب دیا کہ وہ شخص ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ ۔۔۔ کہا کہ اس سے زیادہ رسولؐ کو کیا رنج پہونچانا ہے کہ ان کے باپ کو دوزخی کہا جائے۔

اور جوامع قادریہ فی معتقدات اہل السنۃ والجماعۃ صفحہ ۳۷ میں ہے لیکن لعنت یزید پر پس تحقیق اسکو حافظ سیوطی اور علامہ تفتازانی نے جائز رکھا ہے۔

علامہ تفتازانی نے شرح عقائد ص۱۱۷ میں لکھا ہے کہ ہم یزید کے حال بلکہ ایمان میں توقف نہیں کر سکتے اللہ کی لعنت ہے اسپر اور اسکے یاروں مددگاروں پر۔

صواعق صفحہ ۱۳۲ میں ہے تحقیق عمر بن عبد العزیز نے اس شخص کو جسنے یزید کو امیر المومنین کہا بیس درے لگائے (پھر لکھا ہے) کہ ایک قوم نے یزید پر لعنت کرنے کو جائز رکھا ہے جن میں سے ابن جوزی بھی ہے اور نقل کیا اسنے امام احمد وغیرہ سے اور نقل کیا ابن جوزی نے قاضی ابی یعلےٰ سے باسناد خود صالح بن احمد بن حنبل سے کہا اسنے کہ میں نے اپنے باپ کو کہا تحقیق ہم کو قوم تولا یزید کی نسبت دیتی ہے احمد نے کہا اے بیٹے کیا کوئی

یتولی یزید احد یومن باللہ ولم لانلعن[1] من لعنہ اللہ فی کتابہ الخ

وفی الفتاوی لعبد العزیز ص۱۹۳ مروان را لعنت کردن از لوازم سنت ومحبت اہل بیت است کہ از جملہ فرائض ایمان ست۔

وفی صفحہ ۱۰۶ در لعن شمر وابن زیاد کہ رضا واستبشار آنہا بایں فعل شنیع قطعی است من غیر التعارض ہیچکس را دراں توقف نیست۔ انتہٰی۔

لایقال قد نہی اللہ تعالیٰ عن سوء الظن بقولہ یایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم الآیۃ فاذا کان الظن منہیا عنہ فکیف یجوز اللعن وھو اکبر منہ لانا نقول لیس مطلق الظن ممنوعا عنہ بل ظن السوء باھل الخیر کما قال السیوطی فی الجلالین اثم ای مؤثم وھو کثیر کظن السوء باھل الخیر من المومنین وھم کثیر بخلافہ بالفساق[2] منہم فلا اثم فیہ فی نحو مایظہر منہم۔ وفی شرح البخاری للقسطلانی جلد ۹ ص۳۹ قال الفراء ھو ظنک[3] باھل الخیر سوءً واما اھل الفسق

یزید کو بھی دوست رکھتا ہے بشرطیکہ وہ اللہ کے ساتھ ایمان رکھتا ہو اور ہم کیوں ایسے شخص کو لعنت نہ کریں جس کو اللہ تعالےٰ اپنی کتاب میں لعنت کرتا ہے۔ الخ۔

اور فتاوٰی مؤلفہ عبد العزیز دہلوی صفحہ ۱۹۳ میں ہے مروان کو لعنت کرنا لوازم سنت اور محبت اہل بیت سے ہے جو منجملہ فرائض ایمان کے ہے۔

اور اسی کے صفحہ ۱۰۶ میں ہے لعنت کرنے شمر اور ابن زیاد میں جو رضا وخوشنودی ان کی اس فعل شنیع پر قطعی ہے کسی کو بلا تعارض اس میں توقف نہیں ہے۔ انتہیٰ۔

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ خدا تعالیٰ نے سوءظن یعنی بُرے گمان سے منع فرمائی ہے۔ بقولہ تعالیٰ اے ایمان دارو بہت گمان کرنے سے بچ رہو تحقیق بعض ظن گناہ ہوتے ہیں الخ تو جب بُرے گمان سے بھی منع کیا گیا ہو تو لعنت کرنا کیسے جائز ہوگا جو اس سے بڑا کام ہے۔ یہ اعتراض اسلئے نہ کیا جائے کہ ہم کہتے ہیں مطلق ظن ممنوع نہیں ہے بلکہ ظن سوء یعنی بدگمانی نیک اعمال والے لوگوں پر منع ہے۔ جیسا کہ سیوطی نے جلالین میں کہا ہے اثم ہے یعنی گناہگار رہنیوالا ہے اور وہ بہت ہے جیسا کہ نیکوں کے ساتھ جو مؤمنین سے ہوں بُرا گمان کرنا اور وہ بہت ہیں بخلاف اس گمان کے جو گنہگاروں کے ساتھ کرتے ہیں پس اس میں کوئی گناہ نہیں اس کام میں جو ان سے ظاہر ہو۔ اور شرح بخاری قسطلانی جلد ۹ صفحہ ۳۹ میں ہے فراء نے کہا کہ مراد اس سے تمہارا گمان بُرا نیک مردوں سے ہے لیکن فاسقوں کیلئے

[1] بیان حدیث لا تسبوا الاموات میں ہماری اسی کتاب کے صفحہ ۱۵۰ پر علامہ وحید الزمان کی کتاب المشرب الوردی صفحہ ۲۵۱ سے لکھا گیا ہے کہ آیت ان الذین یوذون اللہ ورسولہ کے مطابق جب معاویہ وعمرو بن عاص وغیرہ پر ایذا دینا اللہ ورسول کا ہم ثابت کہیں تو نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ ملعون ہیں۔ ۱۲ مترجم

[2] فی ریاض الصالحین للنووی ص۲۰۷ وفی الصحیح المسلم جلد ۲ ص۲۰۵ عن ابن مسعود قال لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ فقالت لہ امرءۃ فی ذلک فقال ومالی لا العن من لعنہ رسول اللہ ص وھو فی کتاب اللہ تعہ وما اتاکم الرسول فخذوہ۔ الآیہ متفق علیہ۔ صحیح مسلم جلد ۲ ص۲۰۵ اور ریاض الصالحین مؤلفہ نووی ص۲۰۷ میں بروایت بخاری ومسلم ابن مسعود سے ہے کہ کہا ابن مسعود نے لعنت کرے اللہ تعہ واشمات (نقطے لگانیوالی) ومستوشمات (نقطے لگوانے والی) کو اور مونہہ سے باریک بالوں کو منڈوانے والیوں کو اور دانتوں کے فاصلہ میں دانت جوڑنے والیوں کو جو خوبصورتی کے لئے اصل خلقت میں تغیر کرتی ہیں پس ایک عورت نے اسبارہ میں ابن مسعود پر اعتراض کیا تو اس نے جواب دیا کہ کیا مانع ہے میرے لئے کہ میں لعنت نہ کروں اسکو جس کو رسول اللہ صلعم نے لعنت کی ہے اور یہ تو کتاب اللہ میں ہے جہاں فرمایا ہے جو رسول تم کو دے اس کو پکڑو الخ یعنے ہر حکم قول یا فعل کی پیروی کرو۔ ۱۲ مترجم۔

[3] (یہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ کریں)

جواز غیبت

فلسنا ان لا نظن فیہم مثل الذی ظہر منہم وفیہ جلد ۹ ص‍۹۰ والنہی انما ہو من ظن السوٗ بالمسلم السالم فی دینہ وعرضہ ۔ انتہیٰ وقد قال اللہ تعالیٰ لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم ففی ہٰذہ الآیۃ اجازۃ للمظلوم بذکر مساوی الظالم جہرًا واعلانًا اعلامًا للمومنین ۔ واذا امعنا النظر فی الذین ظلموا آل محمد وارادوا اطفاء انوارہم وکتمان احادیثہم فقد ظلمونا قلنا ان نذکر مساویہم للتحذیر عنہم والتنفیر منہم ونتبرء منہم وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔

ہم کو کوئی مانع نہیں جس کے باعث سے ہم اس کام کا گمان ایسے شخص پر نہ کریں جو ان سے ظاہر ہوتا ہو ۔ اور اسی کے جلد ۹ صفحہ ۹۰ میں ہے اور منع برے گمان کی محض مسلم سالم دین و آبرو والے کے لئے ہے انتہیٰ ۔ اور تحقیق فرمایا اللہ تعالےٰ نے کہ خدائے عزوجل کسی بری کلام ظاہر کرنے کو پسند نہیں کرتا مگر مظلوم سے پس اس آیت میں مظلوم کے لئے ظالم کی برائیاں بیان کرنا ظاہرًا بغرض مومنین کے جتلانے کے اجازت ہے ۔ اور جب ہم گہری نظر سے ان لوگوں کے حال کو دیکھیں جنہوں نے آل محمدؐ پر ظلم کیا اور ان کے نور کو مٹانے کی کوشش کی ہے اور ان کی احادیث کو چھپانے کی چارہ جوئی کی تو اس لحاظ سے انہوں نے ہمارے اوپر بھی بڑا ظلم کیا ہے اور ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم ان کی برائیاں بیان کریں تاکہ لوگ ان سے خوف کریں اور نفرت کریں اور ان کی اقتدا نہ کریں اور ہم ایسے لوگوں سے بیزار رہیں اور قریب ہے کہ ظالموں کو معلوم ہوگا کہ کیسی جگہ پر پہنچینگے ۔

لا یخفیٰ ان اللعن قد ثبت من اللہ ورسولہ واکابر الامۃ علی الکفار والمشرکین وعلیٰ من قتل مومنا متعمدًا وعلی من قذف العفیفۃ وعلی من افسد فی الارض وقطع الارحام وعلیٰ من اذی اللہ ورسولہ وعلی من ظلم وعلی من زارت القبور ومن اتخذ علیہا السرج والمساجد وعلیٰ اہل الخمر والربوٰ والرشوۃ وعلیٰ من احتکر وعلیٰ من یتخلی فی الطریق او فی الظل وعلی المحلل وعلی المحلل لہ وعلی من اخاف اہل المدینۃ وعلیٰ من ضار مومنا ومکر بہ وعلیٰ من اسخطت زوجہا وعلی الواشمۃ والمستوشمۃ وعلیٰ مروان وابیہ الحکم وعلیٰ معاویۃ وابنہ یزید وعلی عمرو بن العاص وعلیٰ من ترک السنۃ وعلی غیر ہؤلاء فہل کانوا کلہم کفارًا ومشرکین کلا

مخفی نہ رہے کہ تحقیق اللہ اور رسول اور بزرگان امت سے کفار پر اور قاتل مومن پر جو عمدًا کرے اور مومنہ عفیفہ کو تہمت لگانیوالے پر اور جو زمیں پر فساد پھیلائے اسپر اور قطع رحم کرنیوالے پر اور اللہ و رسول اللہ کو ایذا دینے والے پر اور ظالم پر اور قبور کی زیارت کرنے والی عورت پر اور جو قبور پر چراغ جلائے اسپر اور قبور پر مساجد بنانے والے پر اور شراب والوں پر اور بیاج و رشوت والے پر اور دانہ وغیرہ بند رکھنے والے پر اور راستہ یا سایہ میں قضا حاجت کرنیوالے پر اور حلالہ کرنے کرانیوالے پر اور مدینہ والوں کو ڈرانے والے پر اور مومن کو ضرر دینے والے اور اس سے مکر کرنے والے پر اور عورت اپنے مرد کو غضب میں لانیوالی پر اور واشمہ متوشمہ پر اور مروان اور اسکے باپ حکم پر اور معاویہ اور اس کے بیٹے یزید پر اور عمرو بن عاص پر اور تارک سنت وغیرہ پر لعنت ثابت ہوئی ۔ پس کیا یہ سب کافر تھے یا مشرک تھے ہرگز نہیں بلکہ اکثر مسلمین سے ہیں تو بلاشک جواز لعنت کا اسپر ثابت ہوا جس کا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) فی الجلالین مع الکمالین تحت آیت ان بعض الظن اثم کے حاشیہ ۳ میں صاحب کمالین نے لکھا ہے کما ورد فی الحدیث جس کا ترجمہ یہ ہے کہ غیبت یعنی گلا فاسق کا غیبت نہیں ہے ۔ اسکو بیہقی و طبرانی نے روایت کیا ہے اور زجاج نے کہا ہے بر گمان نیکوں پر منع ہے اہل فسق پر منع نہیں ہے بلکہ ان کے اعمال کے مطابق ذکر کرنا جائز ہے ۔ انتہیٰ ۱۲ مترجم

علی من استحقہ ولوکان مسلمًا ناقص الایمان ظالمًا علیٰ نفسہ لعصیان اللہ ورسولہ۔ واذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینہم اذا فریق منہم معرضون۔

ویوید لماقلنا ماروی البخاری فی صحیحہ[1] جلد ۶ ص ۱۰۳۱ من اخفر مسلما فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لایقبل منہ صرف ولا عدل قال الحافظ فی شرحہ و فیہ جواز لعن اہل الفسق عمومًا ولوکانوا مسلمین۔ قال النووی فی شرح المسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۳ ویخرج منہ اللعن وہو الذی ورد الشرع بہ وہو لعنۃ اللہ علی الظالمین الخ۔

مستحق ہو اگرچہ مسلم ناقص الایمان اپنی نفس کا ظالم ہو بوجہ نافرمانی امر اللہ تعالیٰ ورسول اللہ کے اور جب بلائے جاتے ہیں طرف اللہ ورسول اللہ ص کے تاکہ ان میں وہ فیصلہ کردے تو ناگاہ ایک فریق ان سے موںھ پھیر لیتا ہے۔

اور ہمارے بیان مذکور کی تائید کرتی ہے روایت بخاری کی جو اسکے صحیح جلد ۶ صفحہ ۱۰۳۱ میں ہے فرمایا جس نے عہد شکنی کرکے مسلم کو شرمندہ کیا پس اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہو اس سے کوئی توبہ و عمل فدیہ قبول نہ ہوگا یا اس کے فرائض ونوافل قبول نہ ہونگے۔ حافظ ابن حجر نے اس کی شرح فتح الباری جلد ۶ مذکور میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے اہل فسق پر عمومًا لعنت کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اگرچہ مسلمین ہوں نووی نے شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۳ میں لکھا ہے کہ لعن ممنوع سے وہ لعن مستثنیٰ ہے جو شرعًا جائز ہے جیسے لعنت اللہ کی ظالموں پر ہے۔ الخ

اما التبری

فقد مر معناہ وہو لیس بسب بل ہو فی الحقیقۃ غیرۃ وہی رکن الدین لما روی عن ابی ہریرۃ مرفوعًا ان اللہ یغار والمومن یغار وغیرۃ اللہ ان یاتی المومن ما حرم علیہ رواہ الترمذی جلد ۱ ص ۱۳۹ وقال وفی الباب عن عائشۃ وعبد اللہ بن عمرو وقد روی عن یحیی بن ابی کثیر عن ابی سلمۃ عن عروۃ عن اسماء ابنۃ ابی بکر عن النبی ص ہذا الحدیث وکلا الحدیثین صحیح۔ الخ۔

فی ریاض الصالحین للنووی ص ۲۱۲ عن جابر مرفوعًا من اکل ثوما او بصلا فلیعتزلنا۔ متفق علیہ۔

تبرا کا ثبوت

جاننا چاہئے کہ تحقیق معنے اسکا اور یہ کہ یہ سب نہیں ہے مذکور ہوچکا ہے بلکہ وہ تو فی الحقیقت غیرت ہے جو جزو اعظم دین کی ہے کیونکہ ابی ہریرہ سے روایت ہے مرفوعًا کہ تحقیق اللہ غیرت کرتا ہے اور مومن بھی غیرت کرتا ہے اور اللہ کی غیرت اس طرح ہے کہ مؤمن کا فعل حرام کرنا اللہ کو ناپسند ہے روایت کیا اسکو ترمذی نے جلد ۱ صفحہ ۱۳۹ میں اور کہا کہ اس باب میں عائشہ وعبد اللہ بن عمر سے اور یحییٰ بن ابی کثیر سے بروایت ابی سلمہ عروہ سے بروایت اسماء بنت ابی کے نبی ص سے یہی حدیث مروی ہے اور دونوں صحیح ہیں۔ الخ۔

ریاض الصالحین مولفہ نووی صفحہ ۲۱۲ میں جابر سے مرفوعًا آیا ہے جس نے لہسن یا پیاز کو کھالیا وہ ہم سے دور رہے روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے۔

[1] کذا فی المشکوٰۃ ص ۲۳۱ باب حرم المدینۃ عن علی بعینہٖ وہی روایت ہے اور کہا ہے متفق علیہ یعنی بخاری مسلم دونوں نے اسکو روایت کیا ہے پس ثابت ہوا کہ لعنت مخصوص کفار کیلئے نہیں بلکہ بجز اسکے ایسے افعال ہیں جن کے کرنے سے مسلم پر لعنت کیجاسکتی ہے اور صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۴۲ میں ہے وذمۃ المسلمین واحدۃ یسعی بہا ادناہم فمن اخفر مسلما فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین الخ نووی نے اس کی شرح میں لکھا ہے معنیٰ اس کا یہ ہے جس نے (بقیہ حاشیہ بر ص ۱۶۲)

وعن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ صلعم قال من رای منکم منکرا (ای ما انکرہ الشرع مرقاۃ) فلیغیر بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان رواہ مسلم جلد ۱ صفحہ ۵۱ ومشکوۃ جلد ۲ ص ۴۲۸ وکنز العمال جلد ۲ ص ۵۵۔

وفی الجلالین صفحہ ۱۰۹ و ۱۱۰ وھم الثلاثۃ الاٰتون بعد مرارۃ بن الربیع وکعب بن مالک وھلال بن امیۃ تخلفوا کسلاً ومیلاً الی الدعۃ لا نفاقاً ولم یعتذروا الی النبی صلعم کغیرھم فوقف امرھم خمسین لیلۃ وھجرھم الناس حتیٰ نزلت توبتھم بعد۔ انتھیٰ۔

وفی مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۴۶۳ رسول خدا اصحاب را منع کرد از صحبت داشتن وسخن کردن با ما پس ہمہ از ما اعراض کردند وحال بر ما متغیر شد پنجاہ روز گذشت اگر گاہے برائے کارے بیروں مے رفتم ہیچ مسلمانے با من سخن نمی کرد وبر من سلام نمی کرد۔ پس بخانہ رفتم ودیدم کہ رسول خدا صلعم کس فرستادہ است کہ از زن اعراض کنم گفتم فرمودہ است کہ طلاق دہ گفت نہ بلکہ فرمودہ است کہ صحبت مدار پس زن را بخانہ پدرش فرستادم ودر بعضے روایات آمدہ کہ زنان ایشاں را ہم امر کردہ بود کہ خدمت ایشاں نکنند وبا ایشاں معاشرت ننمایند۔ الخ

فی تطہیر الجنان لابن حجر المکی علی حاشیۃ الصواعق ص ۱۳۰ قال الحسن فانی احمد اللہ الذی

اور ابی سعید خدری نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا جو تم میں سے شرعی ناجائز کو دیکھے چاہئے کہ ہاتھ سے اسکو درست کرے اگر قدرت نہ ہو تو زبان سے ورنہ دل سے اُسے بُرا جانے اور یہ آخری درجہ بہت کمزوری ایمان کی حالت ہے کذا فی المسلم جلد ۱ ص ۵۱ ومشکوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۲۸ وکنز العمال جلد ۲ صفحہ ۵۵۔

اور جلالین صفحہ ۱۰۹ و ۱۱۰ میں ہے اور وہ تین متخلفین جو مرارہ بن ربیع ہے اور کعب بن مالک وہلال بن امیہ جو سُستی اور آرام طلبی کے طور پر جنگ سے باز رہے نہ بطور نفاق کے اور نہ کوئی عذر انہوں نے پیش کیا ان کا امر پچاس رات تک موقوف رہا اور لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا اور اُن سے بیزار ہو گئے یہاں تک کہ ان کی توبہ کی آیت بعد میں اُتری۔ انتہیٰ۔

اور مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۶۳ میں ہے رسول خدا صلعم نے صحابہ کو منع کر دیا کہ ان صحابہ متخلفین از جنگ تبوک کے ساتھ ہم نشینی اور ہم کلامی نہ کیا کریں چنانچہ انہی متخلفین میں سے ایک کا بیان ہے کہ سب صحابہ نے ہم سے روگردانی کر لی اور ہماری حالت متغیر ہو گئی حتی کہ پچاس دن گذر گئے کہ اگر ہم کسی کام کے لئے باہر جاتے تو کوئی مسلمان ہم سے بات نہ کرتا تھا اور نہ ہم پر سلام دیتا تھا پس ہم گھر میں گئے تو دیکھا کہ رسول خدا صلعم نے کسیکو بھیجکر فرما بھیجا ہے کہ ہم اپنی زوجہ سے بھی تعلق نہ رکھیں ہمنے عرض کی کیا فرمایا حضرت صلعم نے کہ طلاق دیجائے؟ کہا نہیں حکم ہے کہ صحبت سے دور رہیں پس ہمنے زوجہ کو اس کے باپ کے گھر بھیجدیا اور بعض روایات میں آیا ہے کہ ان کی عورتوں کو حکم دیا تھا کہ ان کی خدمت نہ کریں۔ اور ان سے ترک موالات رکھیں۔ الخ۔

اور تطہیر الجنان مؤلفہ ابن حجر مکی مطبوعہ حاشیہ صواعق ص ۱۲۰ میں ہے امام حسن علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا میں اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کی شان یہ ہے کہ تم کو یعنی معاویہ وعمرو بن عاص

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) امان مسلم کا نقض عہد کیا اس طرح کہ ایک مسلم نے کافر کو امان دی ہو تو دوسرے مسلم پر واجب ہے کہ اُس کی امان کے عہد کو پورا کرے اور اُس کافر امان دادہ کو کوئی تکلیف نہ دے اور اگر اُس عہد کی پرواہ دوسرا مسلم نہ کرے تو اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں اور کل بندوں کی لعنت ہو ۱۲ مترجم۔

جعلکم فیمن تبرأ[1] من هذا یعنی علی الخ وقد مر مستوفی مرتین فهنا خاطب الحسن ع معاویۃ والمغیرۃ وعمرو بن العاص واثبت تبرءهم عن علی ع ۔ هذا ۔

ومغیرہ کو علی علیہ السلام سے تبرا کرنے والوں میں بنایا ہے اور یہ مفصل دو دفعہ گذر چکا ہے ۔ پس اس موقعہ پر امام حسن نے معاویہ ومغیرہ وعمرو بن عاص کو خطاب میں ثابت کر دیا ہے کہ وہ علی علیہ السلام سے تبرا کرتے تھے اور پھر انہوں نے اس امر سے انکار بھی نہ کیا خوب یاد رکھو اسکو ۔

وقد مر من عون الباری جلد ۲ ص۱۵۱ وروضۃ الاحباب جلد ۳ ص۸ ذکر عدم تسمیۃ عائشۃ علیا لما کان لها علیه وهذا هو من اعاظم اصناف التبری کما لا یخفی ۔

اور تحقیق عون الباری جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ اور روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۸ سے بی بی عائشہ کا حضرت مرتضیٰ سے کدورت رکھنا اور نام لینا بھی پسند نہ کرنا مذکور ہو چکا ہے اور یہ تبرا بڑے اقسام تبرا سے ہے جیسا کہ ظاہر ہے ۔

قال اللہ تعالیٰ وما کان استغفار ابراهیم لابیه الا عن موعدۃ وعدها ایاه فلما تبین له انه عدو للہ تبرأ منه ۔ الآیۃ ۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور ابراہیم ع کا استغفار اپنے چچا کے لئے ایک وعدہ کی بنا پر تھا جو اوسنے اس سے کیا تھا جب ابراہیم ع کے لئے ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو ابراہیم علیہ السلام اوس سے بیزار ہو گئے ۔ الخ

قال اللہ عز اسمه یا ایها الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء الآیۃ ۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان دارو میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست مت بناؤ ۔ الخ

وکفی لنا قدوۃ واسوۃ حسنۃ هجر سیدتنا فاطمۃ الزهراء صلوات اللہ علیها ابا بکر حتی ماتت وسیاتی مکملا فی بیان فدک انشاء اللہ تع ۔

اور ہمارے لئے قابل تقلید طریقہ حسنہ سیدہ معصومہ فاطمۃ الزہراء علیہا السلام والصلوٰۃ کا بیزار رہنا ابی بکر سے ہے جو وفات تک اس عمل کو قائم رکھا اور یہ مکمل بیان فدک میں انشاء اللہ تعالےٰ آئیگا ۔

وعن ابی امامۃ مرفوعا من احب[2] للہ وابغض للہ واعطی للہ

اور ابی امامہ سے روایت ہے فرمایا نبی صلعم نے کہ جسنے دوستی بھی اللہ تعالیٰ کے واسطے اور دشمنی بھی اللہ کے لئے رکھی اور دیا تو اللہ کیلئے

[1] آیت لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسوله ولو کانوا اٰبائهم تبرا کو ثابت کرتی ہے اس طرح کہ ایسے لوگوں سے نفرت کرنے اور دوستی نہ رکھنے کا حکم ہے جو اللہ اور رسول ص کے حکم کی مخالفت کرتے ہوں خواہ کتنی مخالفت ہو اور کیسے ہی اقارب ہوں اور آیت ومن یتولهم منکم فانه منهم عام ہے جس کو کوئی دوست رکھے انہی میں سے ہوتا ہے تو دشمنان آل محمد کو جو دوست رکھے انہی میں سے ہوتا ہے اسلئے ان سے ترک موالات ضروری ہے ۔ نیز حضرت علی ع کے تابعداران کی خاص علامت تولا وتبرا کرنے کے ثبوت میں دیکھو تاریخ طبری مطبوعہ لنڈن جلد ۲ صفحہ ۳۶۸ (وجلد ۶ ص۴۳ طبع مصر وص۳۶) جس کی اصل عبارت بہ تفصیل بیان لفظ شیعہ میں جو شروع کتاب ہذا میں درج ہے لکھی گئی ہے وہاں کے حاشیہ میں ملاحظہ ہو اتی علیا اصحابه وشیعته فبایعوه وقالوا نحن اولیاء من والیت واعداء من اعدیت یعنے شیعان علی نے حضرت علی سے اس امر پر بیعت کی کہ ہم ان کے دوست جو آپکے دوست ہیں اور ہم ان کے دشمن جو آپکے دشمن ہیں ۔ تاریخ طبری جلد ۶ ص۲ میں ہے کہ عمرو بن عاص نے کہا صفین میں کہ میں علی ع سے بیزار ہوں اور امام شافعی کا تبرا کرنا ہماری کتاب ہذا کے صفحہ ۱۳۵ پر ملاحظہ ہو ۔ اور اصلاح نمبر ۶ جلد ۱۸ ص۱۲۵ میں فتاوی شاہ عبد العزیز دہلوی جلد اول ص۱۸۴ سے منقول ہے ۔ جواب سوال خامس آنکہ مروان علیه اللعنۃ را بد گفتن وبدل از وبیزار بودن خصوصاً سلوکیکه با حضرت امام حسن ع واہلبیت می نمود وعداوت مستمرہ ازاں بزرگوار در دل داشت از لوازم سنت ومحبت اہل بیت است اس سے صاف ثابت ہے کہ تبرا مروان یا مثل اس کے سے لوازم محبت اہل بیت سے ہے ۱۲ مترجم ۔ ۲ (یہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ ہو)

ومنع للہ فقد استکمل الایمانؔ رواہ ابوداؤد ورواہ الترمذی بتقدیم وتاخیر۔

اور نہ دیا تو اللہ کیلئے اُسنے اپنا ایمان کامل بنالیا اسکو ابوداؤد نے روایت کیا اور ترمذی نے بھی کچھ لفظ مقدم ومؤخر سے روایت کیا۔

عن ابی ذرؓ مرفوعا افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ رواہ ابوداود مشکوٰۃ صہ باب الایمان۔

اور روایت ہے ابی ذرؓ سے فرمایا نبی صلعم نے کہ افضل سب اعمال سے اللہ کے رستہ میں محبت رکھنی اور دشمنی بھی اللہ کے راہ میں رکھنی ہے اسکو ابوداؤد نے روایت کیا جیسا کہ مشکوٰۃ باب الایمان صفحہ ۶-۷ میں ہے۔

وفی کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۳۷ عن ایاس بن سھل الجھنی قال قال معاذ یا نبی اللہ ای الایمان افضل قال تحب للہ وتبغض للہ رواہ ابن مندہ وابونعیم۔

اور کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۳۷ میں ایاس بن سہل جہنی سے روایت ہے کہ معاذ نے عرض کی یا نبی اللہ کون سا قسم ایمان کا افضل ہے؟ فرمایا یہ کہ تو دوستی اللہ کے لئے رکھے اور دشمنی بھی اللہ کے لئے اسکو ابن مندہ اور ابونعیم نے روایت کیا۔

وعن البراء ان رسول اللہ ص سئل ای عری الایمان اوثق قال الحب للہ والبغض للہ۔

اور براء سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ ص سے سوال ہوا کہ کونسی دستاویز ایمان کی زیادہ پختہ ہوتی ہے؟ فرمایا کسی سے دوستی اللہ کیلئے اور دشمنی اللہ کے لئے رکھنی۔

وعن ابن عباس قال لابی ذرؓ یا اباذرؓ ای عری الایمان اوثق قال اللہ ورسولہ اعلم قال الموالاۃ فی اللہ والحب فی اللہ والبغض فی اللہ رواہ البیہقی۔ انتہیٰ۔

اور ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی ص نے ابی ذرؓ سے فرمایا یا اباذر کیا دستاویز ایمان کی زیادہ مضبوط ہوتی ہے اوسنے کہا اللہ اور رسول اسکا زیادہ واقف ہیں فرمایا وہ خدا کے راہ میں دوستی اور دشمنی رکھنی ہے اسکو بیہقی نے روایت کیا۔ انتہیٰ من کنز العمال

لایقال

یہ اعتراض بھی نہ کیا جائے

ہجران فوق ثلاث

ان الھجران فوق ثلاث ممنوع لما روی عن ابی ایوب الانصاری ان رسول اللہ ص قال لا یحل للمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث رواہ الترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۵۔

کہ تین دن سے زیادہ ایکدوسرے سے بے تعلقی منع ہے جو تبرا کے مخالف ہے۔ اسواسطے کہ روایت ہے ابی ایوب انصاری سے کہ رسول اللہ ص نے فرمایا مسلم کے لئے حلال نہیں یہ کہ چھوڑدے اپنے بھائی مسلم کو تین دن سے زیادہ اسکو ترمذی نے جلد ۲ صفحہ ۱۵ میں روایت کیا۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) مولوی محسن علی شاہ صاحب لاہوری اپنے رسالہ ازالہ اشتباہ مٹ میں لکھتے ہیں اور نیز فتح الباری میں جلد اول صفحہ ۶۲ پر ہے لا یجد العبد صریح الایمان حتی یحب للہ و یبغض للہ یعنی نہیں پاتا ہے بندہ خالص ایمان کو جب تک نہ محبت رکھے خدا کے لئے اور نہ دشمنی رکھے خدا کے لئے ۱۲ مترجم۔

لہ نیز ملاحظہ ہو آیت لا تتولوا قوما غضب اللہ علیھم اور حدیث اغضاب فاطمہؑ بھی زیر نظر رکھئے پس جسپر اہل بیتؑ کا غضب ہوا اوسپر رسول خدا اور خدا تعالیٰ کا غضب ہوا اس سے ولایت ومحبت مضر ایمان ہے۔ ایضاً۔ قال اللہ تعالے ولا ترکنوا الی الذین ظلموا۔ الآیۃ۔ سورہ ہود پ ۱۲ فرمایا اللہ تعالے نے ذرا بھی میلان نہ رکھو ان لوگوں کی طرف جنہوں نے ظلم کیا ہو۔ الخ ۱۲ مترجم

لانا نقول

ان الهجران الممنوع ماليس لامر شرعي وما ليس كذلك فهو ليس بممنوع كما قال الحافظ في الفتح جلد ۵ صـ۱۷۵ تحت حديث لايحل الخ قال ابن عبد البر اجمعوا على انه لايجوز الهجران فوق ثلاث الالمن خاف من مكالمته مايفسد عليه دينه اويدخل منه على نفسه اودنياه مضرة فان كان كذلك جاز ورب هجر جميل خير من مخالطة موذية وقد استشكل على هذا ما صدر من عائشة في حق ابن الزبير وفي صـ۱۷۶ قوله باب مايجوز من الهجران لمن عصى اراد بهذه الترجمة بيان الهجران الجائز لان عموم النهي مخصوص بمن لم يكن لهجره سبب مشروع فتبين هنا السبب المسوغ للهجر وهو لمن صدرت منه معصية فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره عليها ليكف عنها۔

وقال الطيبي في حاشية الترمذي جلد ۲ صـ۱۵ تخصيصه بالذكر اشعار بالعلية والمراد به اخوة الاسلام ويفهم منه انه ان خالف هذه الشرايطة وقطع هذه الرابطة جاز هجرانه فوق ثلاثة۔ انتهى۔ وقد قال رسول الله صلعم كل المسلم على المسلم حرام ماله وعرضه ودمه حسب امرء من الشران يحقر اخاه المسلم رواه ابوداؤد وابن ماجه عن ابي هريرة واحمد والطبراني

ہم پر اعتراض اسلئے نہیں ہو سکتا کہ ہم یہ جواب دیتے ہیں

کہ تحقیق قطع تعلق ممنوع وہ ہے جو امر شرعی کے لئے نہ ہو اور جو امر شرعی کے واسطے ہو وہ منع نہیں ہے جیسا کہ کہا حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۵ صفحہ ۱۷۵ میں تحت حدیث لایحل الخ کے کہا ہے ابن عبد البر نے کہ علماء نے عدم جواز ہجران فوق ثلاث پر اجماع کیا ہے مگر اس شخص سے جس کی ہمکلامی سے فساد دین یا ضرر نفس یا دنیا کا خوف ہو ایسی حالت میں اس سے مہاجرت جائز ہے اور بہت دفعہ ملنے جلنے بعض اشخاص سے ضرر ہوتا ہے اور مہاجرت میں بہتری ہوتی ہے۔ اور منع ہجران پر ایک واقعہ بی بی عائشہ کا مشکل سمجھا گیا ہے جو بی بی صاحبہ نے ابن زبیر سے زائد از تین یوم مہاجرت رکھی (شائد وہ بھی شرعی ہجران سمجھکر جائز رکھا ہوگا)۔ اور فتح الباری جلد ۵ صفحہ ۱۷۶ میں ہے قول بخاری کا باب اس میں کہ عاصی سے ہجران جائز ہے۔ بخاری نے اس باب بندی سے بیان ہجران جائز کا ارادہ کیا ہے کیونکہ عموم منع کا مخصوص اسکے ساتھ ہے جس ہجران کا سبب شرعی نہ ہو اور اسجگہ سبب جواز مہاجرت کا ظاہر ہے اور وہ ہجران اس سے ہی جس سے نافرمانی شرع کی صادر ہو تو اُس کے لئے جو اسپر مطلع ہو جائز ہے کہ ایسے شخص سے ہجران کرے یعنی تبرا کرے تاکہ خود ایسی معصیت سے بچے۔

اور طیبی نے حاشیہ ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۵ نمبر ۳ میں کہا ہے بہ ذکر تخصیص اخوت اسلام کے علت منع سے اطلاع دیگئی ہے کہ اگر کوئی اخوت کے رابطہ کی خلاف ورزی کرے تو تین دن سے زیادہ اس سے ہجران جائز ہے۔ انتہیٰ۔
اور فرمایا رسول خدا صلعم نے کل مسلم مسلم پر حرام ہے مال اس کا اور عزت اس کی اور خون اس کا کافی ہے آدمی کی برائی کہ اپنے بھائی مسلم کی تحقیر کرے[1] اسکو ابوداؤد و ابن ماجہ نے ابی ہریرہ سے اور احمد و طبرانی نے روایت کیا کذا فی کنز العمال جلد ۱ صـ۲۴/۲۵۔

[1] اعداء اہلبیت ع نے جو تحقیر و تذلیل آل رسول ص کی ہے اور حق اخوت کو بھی ضائع کیا ہے ایسے اشخاص سے بیزاری کرنی یقیناً و شرعاً جائز بلکہ غیرت شرعی اور جزو ایمان سے ہے۔ ۱۲ مترجم۔ [2] بخاری طبع کرزن پریس دہلی صـ۸۹۷ باب مایجوز من الہجران لمن عصی میں ہے کعب بن مالک کہتا ہے جب ہم جنگ سے بلا عذر پیچھے رہ گئے تھے نبی ص نے مسلمانوں کو روک دیا کہ کوئی ہم سے کلام نہ کرتا تھا اسی حالت میں ہم نے پچاس راتیں بسر کیں۔ انتہیٰ۔ اسکے حاشیہ ۱۲ میں اسکی شرح قسطلانی سے لکھا ہے امام طبری کہتے ہیں یہ حدیث قانون اور دلیل اسکی ہے کہ اہل معاصی فاسق اور مبتدع سے ہجران اور ترک موالات کرنا چاہئے۔ اور کافر سے باوجود اسکے زیادہ مجرم ہونے کے اس قدر ہجران اس واسطے نہیں کیا جاتا کہ ہجرت اور ترک محبت دل اور زبان سے ہوتی ہے۔ پس کافر سے ترک تعاون و تناصر و موالات دل سے کیا جاتا ہے زبانی ترک کلام نہیں ہوتا اس لئے کہ اس سے اسکی امید کفر چھوڑنے اور باز آنے کی چنداں نہیں ہوتی اور مسلم عاصی غالباً اس قدر زجر سے عبرت پکڑتا ہے اور تائب ہو جاتا ہے ۱۲ مترجم۔

فی ریاض الصالحین للنووی صفحہ ۲۰۱- باب تحریم الھجران بین المسلمین فوق ثلاثۃ ایام الا لبدعۃ فی المھجور او تظاھر فسق او نحو ذٰلک (قال فی اٰخرہ) قال ابو داؤد اذا کانت الھجرۃ للہ تعالےٰ فلیس من ھٰذا فی شئی۔

قال النووی فی شرح المسلم جلد ۲ صفحہ ۳۶۳ الحادیۃ عشرۃ استحباب ھجران اھل البدع والمعاصی الظاھرۃ و ترک السلام علیھم و مقاطعتھم تحقیرا لھم وزجرا۔

فظھر من ھٰذا ان من حقر مسلما فقد ضیع حق اخیہ المسلم فیجوز ھجرانہ۔

ولا یقال

ان فی ذکر مساوی المسلمین غیبۃ وھی منھیہ بالنص۔

لانا نقول

ان ذکر المساوی لیس بمنھی علی الاطلاق بل ھو مقید بما لم یدع الیہ ضرورۃ مجوزۃ کما قال ولی اللہ الدھلوی فی حجۃ اللہ البالغۃ صفحہ ۳۸۳ قال العلماء یستثنیٰ من تحریم الغیبۃ امور ستۃ۔ اَلتظلم لقولہ تعالیٰ لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم والاَستعانۃ علی تغییر المنکر ورد المعاصی الی الصواب کاخبار زید بن ارقم بقول عبد اللہ بن ابی واخبار ابن مسعود فی مغانم حنین والاَستفتاء کقول ھند ان ابا سفیان رجل شحیح- وتحذیر المسلمین من الشر کقولہ علیہ السلام بئس اخو العشیرۃ وجرح المجروحین من الرواۃ والشھود- الخ وکذا بعینہ فی شرح المسلم للنووی جلد ۲ صفحہ ۳۲۲

ریاض الصالحین مؤلفہ نووی صفحہ ۲۰۱ باب تحریم الھجران بین المسلمین فوق ثلاثۃ ایام الخ میں ہے یعنی باب ہے حرمت ہجران کا مسلمین کے درمیان جو تین دن سے زائد ہو مگر کوئی بدعت کسی میں موجود ہو یا فسق یا مثل اسکی اس میں ہو تو تب ہجران جائز ہے آخر میں کہا کہ ابو داؤد نے لکھا ہے کہ جب ہجران اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو وہ ممنوع نہیں اور نووی نے شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۶۳ میں لکھا ہے گیارہواں یہ کہ ہجران اہل بدعت و معاصی ظاہرہ سے اور سلام ان پر ترک کر دینا اور جدائی ان سے اختیار کرنی ان کی تحقیر اور زجر کے لئے مستحب ہے۔

تو اس سے ظاہر ہوا کہ جس نے کسی مسلم کی تحقیر کی ہو اسنے بھی حق اخوۃ مسلم کا ضائع کیا اور ایسے شخص سے ہجران جائز ہے۔

اور نہ اعتراض کیا جائے اسطور پر

کہ مسلمین کی برائی بیان کرنے میں غیبت ہے اور وہ بنص ممنوع ہے۔

اسلئے کہ ہم جواب دیتے ہیں

تحقیق ذکر برائیوں کا مطلقاً منع نہیں ہے بلکہ مقید ہے اس کے ساتھ کہ ضرورت شرعیہ داعی نہ ہو۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۳۸۳ میں لکھا ہے کہ علماء نے کہا ہے تحریم غیبت سے چھ امور مستثنےٰ ہیں۔ مظلوم ہونا بسبب فرمان الٰہی کے اللہ تعالیٰ برائی ظاہر کرنے کو پسند نہیں رکھتا مگر مظلوم سے۔ اور مدد چاہنی ممنوع شرعی کے تبدیل کرنے اور گناہ کو صواب کی طرف پھیرنے میں جیسا کہ زید بن ارقم کے قول عبد اللہ بن ابی کا خبر دینا اور ابن مسعود کا خبر دینا مغانم حنین میں۔ اور فتوے لینا مثل قول ہندہ کے کہ ابو سفیان بخیل مرد ہے۔ اور مسلمین کا شر سے ڈرانا مثل فرمان کے کہ بھائی اس قبیلہ کا برا ہے اور مثل جرح کرنے کے راویوں اور گواہوں پر کہ اس کی روایت یا شہادت اسوجہ سے مقبول نہیں کہ فلاں عیب رکھتا ہے۔ الخ۔

اور اسی طرح بعینہ شرح مسلم مؤلفہ نووی جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ میں

غیبت کا جواب

وزادو منها جرح المجروحين من الرواة و الشهود والمصنفين وذلك جائز بالاجماع بل واجب صونًا للشريعة ومنها ان يكون له ولاية لا يقوم بها على وجهها لعدم اهليته او لفسقه فيذكره لمن له عليه ولاية ليستدل به على حاله فلا يغتر به۔ الخامس ان يكون مجاهرا لفسقه او بدعة ومصادرة الناس وتولى الامور الباطلة فيجوز ذكره بما يجاهر به ولا يجوز بغيره الا بسبب اخر۔ الخ

وكذا ذكره السيد الصديق فى هداية السائل صفحہ ۲۳۲۔

وفى تفسير ابن كثير جلد ۳ صفحہ ۲۲۲ تحت قوله تعالى الجهر بالسوء وقد روى الجماعة سوى النسائى والترمذى عن عقبة بن عامر مرفوعًا اذا نزلتم بقوم فامروا لكم بما ينبغى للضيف فاقبلوا منهم وان لم يفعلوا فخذوا منهم حق الضيف الذى ينبغى لهم واخرج عبد الرزاق باسناده عن مجاهد قال ضاف رجل رجلا فلم يود اليه حق ضيافة فلما خرج اخبر الناس فقال ضفت فلانا فلم يؤد الى حق ضيافتى الخ

وكذا فى الدر للسيوطى جلد ۲ صفحہ ۲۳۷ وزاد

اور زیادہ کیا اس عبارت کو کہ ان میں سے ہے جرح رُواۃ مجروحین کی اور جرح گواہوں اور مصنفین کی ہے جو حفاظت شریعت کیلئے جائز بلکہ واجب ہے۔ (یعنے تاکہ شریعت میں خلل نہ آئے کہ غیر مستحقین کی روایت مان کر حق کے خلاف ہونا پڑے)۔

اور ان سے یہ بھی ہے کہ ایک شخص کو حکومت حاصل ہو جائے جو قوانین شرعیہ پر بوجہ عدم لیاقت علمی اسکی کے یا بسبب فسق اس کے کی حکم نہ چلا سکے تو اس کا حال اوس سے بالاتر حاکم کے سامنے بیان کرنا تاکہ اسکے حال پر آگاہ ہو کر اسکے فریب میں نہ آئے اور اسپر فریفتہ نہ رہے بلکہ اسکا انتظام کرے۔ پانچواں یہ ہے کہ جو اپنے گناہ یا بدعت یا لوگوں پر زیادتی کرنے کو اور جھوٹے امور کا متولی ہونے کو ظاہر اور علانیہ کرے تو ایسے امور کا ذکر کرنا جنکو وہ ظاہر باہر کرتا ہو جائز ہے اور جن کو ظاہر نہ کرتا ہو وہ کسی اور سبب سے ذکر کئے جا سکتے ہیں؛

اور اسیطرح سید صدیق نے ہدایۃ السائل صفحہ ۲۳۲ میں بیان کیا ہے؛

اور تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۲ میں تحت قولہ تعالے الجھر بالسوء کے لکھا ہے کہ بتحقیق جماعت صحاح ستہ نے سوائے نسائی و ترمذی کے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ فرمایا نبی صلعم نے جب تم کسی قوم کے پاس اترو اور وہ تمہاری قابل قدر مہمانی کریں تو قبول کرو اور اگر ایسا نہ کریں تو ان سے حق مہمانی کا جو مناسب ہو لے لو اور عبدالرزاق نے اپنے اسناد سے بروایت مجاہد کے لکھا ہے کہا جس نے مہمان کی مہمانداری مناسب طور پر نہ کی ہو تو مہمان اس کی خبر لوگوں کو بطور شکایت کے پہنچائے کہ فلاں نے میرے لائق خدمت نہیں کی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں الخ (اسی آیت لا یحب اللہ الجھر سے استدلال کیا ہے)؛

اور اسی طرح در منثور سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۳۷ میں ہے اور زیادہ کیا

[1] جب معمولی حق مسلم کا ضیافت کما حقہ ادا نہ ہونے سے ذکر بُرائی حق ضائع کرنے والے یعنی میزبان کا بنص قرآنی بمقتضائے شان نزول کے جائز ہوا تو جس نے حق مومنین کا بایذاء ائمہ مومنین کے اور تحقیر و تذلیل ان کی سے اور کوشش اطفاء انوار ان کے سے اور اشاعت بدعات سے ضائع کیا ہو اُس کی مسلّم اور ثابت شدہ بُرائی بیان کرنی بدرجہ اولے جائز ثابت ہوئی کیونکہ ضیافت کو بدن اور دنیا سے تعلق ہے اور ایمان و اعمال شرعیہ کو روح اور آخرت سے تعلق ہے جس کے حق میں نقصان پہونچانے سے بہ نسبت بدنی و دنوی ضرر کے ضرر اعظم متصور ہے۔ ۱۲ مترجم۔

واخرجه عبد ابن حميد وابن جرير وذكر السيوطي في لباب النقول ص۱۰۲ في سبب نزول الاية في رجل اضاف رجلاً بالمدينة فاساء قراه - الخ

في كنز العمال جلد ۲ ص ۱۲۱ باب رخص الغيبة ثلاثة لا تحرم عليك اعراضهم المجاهر في الفسق والامام الجائر والمبتدع رواه ابن ابي الدنيا في ذم الغيبة عن الحسن ؛

اترعون عن ذكر الفاجران تذكروه فاذكروه يعرف الناس رواه الخطيب عن ابي هريرة و ابن ابي الدنيا والحكيم في نوادر الاصول والحاكم في كنى والشيرازي في الالقاب وابن عدي والطبراني والخطيب عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده بلفظ فاذكروا الفاجر لما فيه يحذره الناس وليس للفاسق غيبة رواه الطبراني عن معاوية ومن لا حياء له فلا غيبة له رواه الخرائطي في مساوي الاخلاق وابن عساكر عن ابن عباس - انتهى -

فقد تبين من ذكرنا جواز ذكر مساوے المسلمين احياءً كانوا او امواتاً سلفاً كانوا او خلفاً لضرورة شرعية لئلا يقتدي الناس بآثار من لا يستحق بالامامة ولئلا يمدحوا من لا يليق بالمدح وذا ليس بغيبة ولا بظن سوء المنهي عنهما وجاز الهجران عنه والتبري منه بل هو واجب لقوله م من ابغض لله فقد استكمل الايمان كما مر ومن استحق اللعن جاز اللعن عليه

کہ اسکو عبد ابن حمید وابن جریر نے بھی روایت کیا ہے - اور سیوطی نے لباب النقول صفحہ ۱۰۲ میں بذیل سبب نزول آیت کے مجاہد سے لکھا ہے کہا اسنے کہ آیت لا یحب اللہ الجہر الخ ایک شخص کے حق میں اتری ہے جو مدینہ میں ایک شخص کا مہمان ہوا اور اسنے اس کی پوری مہمانی نہ کی - الخ

کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ باب رخصت ہائے غیبت میں ہے کہ فرمایا تین شخص ہیں جن کا حال بیان کرنا تیرے لئے حرام نہیں ہے ظاہر گناہ کرنے والا - اور امام ظالم - اور مبتدع اسکو ابن ابی الدنیا نے بیان برائی غیبت میں حسن سے روایت کیا -

دوسری حدیث میں ہے تم بیان حال فاجر سے کیوں ڈرتے ہو پس بے شک اسکا حال بیان کیا کرو تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے اور لوگ اس سے احتراز کریں اسکو خطیب نے ابی ہریرہ سے اور ابن ابی الدنیا و حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور حاکم نے کنیتوں کے بیان میں اور شیرازی نے القاب میں اور ابن عدی و طبرانی و خطیب نے بہز بن حکیم اسکے باپ دادا سے روایت کی باایں عبارت کہ فاجر کا حال جو کچھ اس میں عیب ہے بیان کرو تاکہ لوگ اس سے ڈر کر پرہیز کریں - اور فرمایا فاسق کے حال بیان کرنے میں غیبت یعنی گلا نہیں ہے - اس کو طبرانی نے معاویہ سے روایت کیا - اور فرمایا جس کو حیاء نہیں اسکی حالت بیان کرنا غیبت نہیں ہے اسکو خرائطی نے بُرے اخلاق کے بیان میں اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کیا - انتہیٰ من کنز العمال

پس ہمارے مذکورہ بیان سے جائز ہونا بیان حال مسلمین کا ثابت ہو گیا زندہ ہوں یا مردہ گذرے ہوئے یا پیچھے آئے ہوئے جو کسی ضرورت شرعیہ کی بنا پر ہو تاکہ لوگ ان کے افعال کی پیروی نہ کریں جو مستحق پیشوائی کے نہیں ہیں اور تاکہ لوگ ایسے اشخاص کی ایسی مدح نہ کریں جس کے وہ مستحق نہ ہوں اور یہ غیبت ممنوع نہیں ہے اور نہ بدظنی منہی عنہ ہے اور ایسے اشخاص سے بیزاری اور قطع تعلقی کرنی جائز بلکہ واجب ہے مطابق فرمان نبی م کے کہ جس نے اللہ کے لئے دشمنی رکھی اسنے ایمان اپنا کامل بنالیا جیسا کہ گذرا ہے اور مستحق لعنت پر لعنت بھی جائز ثابت

لما ذکر آنفا وانما اطلنا الکلام فی ھذا المقام لدفع اوھام الانام وافھام العوام واذا فرغنا من ھذا فلنشرع فی المرام الذی نحن بصددہ من ذکر ملوک الاسلام۔

فصل

فی احوال یزید بن معاویۃ وخلیفتہ

لایخفی علی احد حالہ ولنکتف علی قلیل من احوالہ۔

فی الشرف المؤبد لآل محمد ص ۶۹ قال العلامۃ الصبان فی اسعاف الراغبین ان الامام احمد یقول بکفر یزید وناھیک بہ ورعًا وعلمًا یقتضیان انہ لم یقل ذلک الا لما ثبت عندہ من امور صریحۃ وقعت منہ توجب ذلک ووافقہ علی ذلک جماعۃ کابن الجوزی وغیرہ واما فسقہ فقد اجمعوا علیہ واجاز قوم من العلماء لعنہ بخصوص اسمہ انتھی۔

وفی شرح العقائد للتفتازانی ص ۱۱۷ وبعضھم اطلق اللعن علیہ (یزید[1]) لما انہ کفر حین امر بقتل الحسین ع واتفقوا علی جواز اللعن علی من قتلہ او امر بہ او اجازہ ورضی بہ والحق ان رضا یزید بقتل الحسین واستبشارہ بذلک واھانۃ اھل البیت مما تواتر معناہ وان کان تفاصیلہ احادا

انہی دلائل سے جو ابھی ذکر ہو چکے ہیں اور ہمنے اس کلام میں اسجگہ اسلئے طوالت کی ہے تاکہ اوہام لوگوں کے دفع ہوں اور تمام سمجھ جائیں اور جب ہم اس سے فارغ ہو گئے ہیں تو اپنا روئے سخن اوس طرف پھیرتے ہیں جس میں ہمارا سیاق کلام تھا یعنی پھر ذکر بادشاہان اسلام شروع کرتے ہیں

فصل

احوال یزید بن معاویہ میں جو معاویہ کے بعد اس کا جانشین ہوا

چونکہ حال یزید کسی سے مخفی نہیں لہذا ہم اسکے تھوڑے احوال کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔

الشرف المؤبد لآل محمد صفحہ ۶۹ طبع مصر میں ہے علامہ صبان نے اسعاف الراغبین میں لکھا ہے کہ تحقیق امام احمد کفر یزید کا قائل ہے اور کافی ہے تیرے لئے اسکے تقوی و علم کا حال جو ہردو مقتضی ہیں اس امر کے کہ اُسنے بلا ثبوت نہیں کہا بلکہ اس کے نزدیک ایسے امور صریحہ یزید سے سرزد ہوئے اور پایۂ ثبوت کو پہنچے ہیں جو موجب کفر کے ہیں اور اس بات پر اسکے ساتھ ایک جماعت نے اتفاق کیا ہے مثل ابن جوزی وغیرہ کے لیکن فسق اسکا تو تحقیق اسپر علماء نے اجماع کیا ہے۔ اور ایک جماعت علماء نے یزید پر بتخصیص نام اسکے لعنت کرنی بھی جائز رکھی ہے۔ انتہے۔

اور شرح عقائد تفتازانی صفحہ ۱۱۷ میں ہے اور بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے اسلئے کہ وہ قتل امام حسین ع کے حکم دینے سے کافر ہو گیا ہے اور انہوں نے قاتل امام حسین ع اور آمر بالقتل اور اجازت قتل دینے والے اور اسپر راضی ہونیوالے کی لعنت پر اتفاق کیا ہے اور حق یہ ہے کہ تحقیق رضامندی یزید کی قتل حسین ع پر اور اس کا خوش ہونا اس بات پر اور اس کی اہلبیت کے حق میں اہانت کرنی یہ ایسی بات ہے جو تواتر معنوی سے ثابت ہو چکی ہے اگرچہ تفصیل اس کی احاد سے ثابت ہے،

[1] تعجب ہے علماء اہل جماعت سے کہ اس قدر فاسق و فاجر عامل افعال کفر کو بھی بُری نگاہ سے دیکھنا پسند نہیں کرتے چنانچہ تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۴۳ میں باسناد ابن عساکر کے عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ اصحاب ثلاثہ سے ہر ایک اپنے مرتبہ پر اچھا ہے اور معاویہ اور اس کا بیٹا یزید و سفاح و منصور وغیرہ کلھم صالح لا یوجد مثلہ۔ یعنی یہ سب بے مثل نیک ہیں ذہبی کہتا ہے کہ اس کے لئے چند طرق اسناد کے ہیں۔ انتہی ۱۲ مترجم۔

فنحن لا نتوقف فی شانه بل فی ایمانه لعنة الله علیه وانصاره واعوانه - انتهی

وفی حیوة الحیوان جلد۱ صفحه ۵۵ (فی ذکر شهادة الحسین ع) وما اعتمده من سبی الحریم وقتل الذراری مما تقشعر من ذکره الابدان وترتعد منه الفرائص انتهی۔

وفی نور العینین فی مشهد الحسین ع للعلامة ابی اسحق الاسفرائینی ص۱۹ فی مکتوب یزید الی عبید الله بن زیاد عامله واعلم ان الحسین ع ارسل الی اهل الکوفة والعراق مسلماً یصلی بهم ویخطب لهم ویقضی بینهم فاسرع الیه واقتله وارسل الی راسه وانظر جمیع من یحب الحسین او یذکره علی لسانه او دخل فی بیته فانهبه وان لم ینته فاقتله واقتل عیاله وانهب ماله واسب حریمه واحتل فی قتل الحسین وجمیع من معه و الحذر ثم الحذر ان تتهاون فی قتل الحسین واصحابه - انتهی منتخباً۔

وقد ثبت ان یزید زنی بامه مرجانة وقد اثبته الخواجه حسن نظامی فی رسالة طمانچه بر رخسار یزید ص۳۰ -

اقول قد اخبر النبی علیه السلام بذالک کما روی الترمذی عن عبد الله بن عمرو مرفوعاً لیاتین علی امتی کما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کان منهم من اتی امه علانیة لکان فی امتی من یصنع ذلک الحدیث کذا فی المشکوٰة جلد۱ ص۲۲

پس ہم تو اسکے حال بلکہ اسکے ایمان میں کسی مزید تحقیق کے لئے توقف نہیں کرتے بلکہ صاف کہتے ہیں کہ اسپر اور اسکے یاران و مددگاران پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ انتہیٰ۔

اور حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵۵ ذکر شہادت امام حسین ع میں ہے اور جو افعال ان یزیدیوں نے حرموں کے قید کرنے اور ذریت پاک کے قتل کرنے وغیرہ سے کئے ہیں وہ ایسے ہیں جن کے پڑھنے اور سننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور اعضاء کانپنے لگتے ہیں۔ انتہیٰ۔

اور نور العین فی مشہد الحسین مؤلفہ علامہ استاذ ابی اسحٰق اسفرائینی صفحہ ۱۹ مکتوب یزید میں لکھا ہے جو اسنے عبید اللہ بن زیاد عامل کی طرف لکھا۔ اور یاد رکھو تحقیق حسین ؑ نے اہل کوفہ و عراق کی طرف مسلم رض کو بھیجا ہے وہ ان کو نماز پڑھاتا ہے اور ان کے لئے خطبہ پڑھتا ہے اور ان کے اندر فیصلے کرتا ہے پس اس کی طرف جلد توجہ کر اور اس کو قتل کر اور اس کا سر اتار کر میری طرف بھیجدے اور خوب تحقیقات کرلینی جو حسین کو دوست رکھے یا اس کا ذکر خیر زبان پر لائے یا اسکے گھر میں داخل ہوتا ہو تو اُن کو منع کردو اور اگر باز نہ آئیں تو ایسے آدمی کو بمعہ اُسکے عیال کے قتل کرو اور اسکا لوٹ لو یا اس کی زوجہ وغیرہ کو قید کردو اور ایسی تدبیر کرو کہ حسین کو قتل کیا جائے نیز جو اسکے ہمراہی ہوں سب کو قتل کردو اور خبردار رہو اور خیال رکھو کہ حسین اور اسکے اصحاب کے قتل کرنے میں تم سستی مت کرو۔ انتہیٰ منتخباً۔

اور تحقیق ثابت ہوا ہے کہ یزید نے اپنی ماں مرجانہ کے ساتھ زنا کیا ہے جسکو خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنے رسالہ طمانچہ بر رخسار یزید صفحہ ۳۰ میں ثابت کیا ہے۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں تحقیق نبی صلعم نے اس بات کی خبر دی ہے جیسا کہ ترمذی نے عبد اللہ بن عمرو سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ہماری امت پر وہی زمانہ آئیگا جو بنی اسرائیل پر آیا تھا برابر جیسے جوتا ایک پاؤں کا دوسرے کے مطابق ہوتا ہے تا اینکہ کسی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہے تو میری امت میں بھی ویسا ہی ہوگا جو یہ فعل بھی کریگا۔ الخ کذا فی المشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۲۲۔

فی الصواعق صفحہ ۱۳۲ وعلی القول بانہ
(یزید) مسلم فھو فاسق شریر سکیر جائر کما
اخبر بہ النبی ص فقد اخرج ابو یعلیٰ فی مسندہ
بسند لکنہ ضعیف عن ابی عبیدۃ مرفوعاً
لایزال امر امتی قائماً بالقسط حتی یکون
اول من یثلمہ رجل من بنی امیۃ یقال لہ
(رخنہ کردن ۱۲ صراح)
یزید۔ وفیہ ص۱۳۲ ووقع من ذلک الجیش من
القتل والفساد العظیم والسبی واباحۃ للمدینۃ
ما ھو مشھور حتی فض نحو ثلث مایۃ بکر وقتل
من الصحابۃ نحو ذلک وممن قرأ القرآن نحو
سبع مائۃ نفس وابیحت المدینۃ ایاما وبطلت
الجماعۃ من المسجد النبوی ایاما واختفت
اھل المدینۃ ایاما فلم یمکن احد ادخول
مسجدھا حتی دخلتہ الکلاب والذئاب
وبالت علی منبرہ صلعم تصدیقاً لما اخبر
النبی ص ولم یرض امیر ذلک الجیش الابان
یبایعوہ لیزید۔ الخ
و فی تاریخ الطبری ص۲۱۷۴ طبع لندن ۱۸۸۴ء
لما جئی براس الحسین جمع اھل الشام و
جعل ینکث الراس الشریف بالخیزران
وانشد ابیاتاً
لیت اشیاخی[1] ببدر شھدوا (الی ان قال)۔
لاھلوا واستھلوا فرحا (ثم قال)۔
لست من خندف ان لم انتقم۔
من بنی احمد ما کان فعل
لعبت ھاشم بالملک فلا
خبر جاء ولا وحی نزل
ھکذا فی النصائح الکافیۃ ص۲۲۰

اور صواعق طبع مصر صفحہ ۱۳۲ میں ہے اور اس قول پر بھی کہ یزید مسلم ہے۔ فاسق شریر شرابی ظالم تو ضرور ہے جیسے اس سے نبی ص نے خبر دی ہے تحقیق ابو یعلےٰ نے اپنے مسند میں بسند ضعیف ابی عبیدہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ہمیشہ میری امت کا حال عدل پر ہوگا حتیٰ کہ اول اس میں رخنہ ڈالنے والا ایک شخص بنی امیہ سے ہوگا جسکو یزید کہتے ہونگے۔ اور صفحہ ۱۳۲ میں اسی صواعق کے اندر لکھا ہے۔ اس لشکر یزیدی سے قتل اور فساد عظیم واقع ہوا اور قید کرنا اور مدینہ کو مباح کرنا جو وہ مشہور ہے تاکہ تین سو ۳۰۰ باکرہ کا بکر توڑنا اور قتل صحابہ کا مثل اسی تعداد کے اور قاریان قرآن قریباً سات سو کا قتل کرنا وقوع میں آیا اور چند ایام مدینہ ایسے افعال کے لئے مباح سمجھا گیا کہ مسجد نبوی میں بہت دن جماعت بند رہی اور مدینہ والے بہت دن چھپ کر جان بچاتے رہے اور کسیکو مسجد نبوی میں داخل ہونا ناممکن تھا تا اینکہ کتے اور بھیڑیئے اس میں داخل ہوتے تھے اور ممبر نبوی پر پیشاب کرتے تھے یہ صورت تصدیق خبر نبی ص کے طریق پر واقع ہوئی ہے اور سردار لشکر کا سوائے اسکے راضی نہ ہوا کہ لوگ یزید سے بیعت کریں۔ الخ۔

اور تاریخ طبری صفحہ ۲۱۷۴ طبع لنڈن ۱۸۸۴ء میں ہے جب سر مبارک امام حسین ع کا لایا گیا تو یزید نے اہل شام کو جمع کیا اور سر مبارک امام علیہ السلام کے ساتھ ایک بید کی چھڑی سے بے ادبی کرتا تھا یعنی دندان مبارک اور سر مبارک پر ٹھکراتا تھا اور دہن مبارک کو اس سے کھولتا تھا اور اسوقت یہ اشعار پڑھتا تھا۔ آرزو ہے کہ میرے بزرگان بدر والے آج دیکھتے۔ الخ۔ تا اینکہ کہا اگر دیکھتے تو خوش ہوتے اور خوشی کے نعرے لگاتے پھر کہا میں خندف سے نہیں تھا اگر اولاد احمد سے ان کے افعال بدر وغیرہ کا بدلہ نہ لیتا۔ بنی ہاشم ملک میں کھیل بنائی پھرے ہیں ورنہ تو نہ کوئی وحی اتری ہے اور نہ کوئی خبر آئی ہے۔ اسی طرح ہے نصائح کافیہ صفحہ ۲۲۰ میں ہے۔

[1] صواعق محرقہ ص۱۳۱ میں یہ اشعار سبط ابن جوزی کے حوالہ سے درج ہیں۔ ۱۲ مترجم۔

وَفی شرح الفقہ الاکبر للقاری ص۸۸ ھند و پریس لاھور واختلف فی اکفار یزید قیل نعم یعنی لما روی عنہ مایدل علی کفرہ من تحلیل الخمر و من تفوھہ بعد قتل الحسین واصحابہ انی جازیتھم بما فعلوا باشیاخ قریش و صنادیدھم فی بدر و امثال ذٰلک ولعلہ وجہ ما قال الامام احمد بتکفیرہ لما ثبت عندہ نقل تقریرہ۔ الخ

وکذا نقلہ القاری فی شرح قصیدۃ الامالی ص۳۲ وکذا فی ینابیع المودۃ۔ ولنختم ھذا الفصل بقولنا لعنۃ اللہ علیہ و اعوانہ و احزابہ؛

اور شرح فقہ اکبر ملا علی قاری صفحہ ۸۸ مطبوعہ ہندو پریس لاہور میں ہے کہ کفر یزید میں اختلاف کیا گیا ہے بعض نے کہا ہاں کافر ہے بسبب اسکے کہ یزید سے ایسے افعال و اقوال مروی ہیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتے ہیں شراب کے حلال کرنے اور بعد قتل حسینؑ و اصحاب اسکے کے اسکے بکواس کرنیسے کہ مینے ان کو اس فعل کی سزا دی ہے جو انہوں نے بزرگان و امراء قریش کے ساتھ بدر وغیرہ میں کیا تھا اور غالباً امام احمد کا فتوٰے کفر یزید اسی وجہ سے ہے کہ اسکے نزدیک یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہے؛

اور اسی طرح نقل کیا ہے علی قاری نے شرح قصیدہ امالی ص۳۲ میں اور اسی طرح ہے ینابیع المودۃ میں اور ہم اس فصل کو اپنے اس قول سے ختم کرتے ہیں کہ اللہ کی لعنت ہو یزید اور اس کے گروہ مددگاروں پر؛

فصل

فی ذکر معاویۃ بن یزید بن معاویۃ بن ابی سفیان

فھو رجل صالح زاھد کما یشھد خطبتہ بعد موت ابیہ اللعین و ترک خلافتہ ولما کان فی خطبتہ تعلق عظیم بما اعترف من فضائح اٰبائہ وجب علینا ذکرھا؛

فی حیوۃ الحیوان جلد۱ ص۵۷ وذکر غیر واحد ان معاویۃ بن یزید لما خلع نفسہ

فصل

بیان معاویہ بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان میں

جاننا چاہئے کہ معاویہ نیک اور زاہد آدمی تھا جیسا کہ اس کا ایک خطبہ شہادت دیتا ہے جو اس نے اپنے باپ ملعون کی وفات کے بعد پڑھا اور خلافت کو چھوڑ دیا تھا۔ اور چونکہ اس کے خطبہ کو ہمارے مضمون سے تعلق عظیم ہے کیونکہ اس میں ایسے الفاظ مذکور ہیں جن سے معاویہ بن یزید نے اپنے آباء کے قبائح اعمال کو تسلیم کیا ہے لہذا اس خطبہ کا ذکر کرنا ہمارے لئے واجب ہے؛

حیوۃ الحیوان علامہ دمیری جلد ا صفحہ ۵۷ میں ہے بہت علماء نے ذکر کیا ہے کہ تحقیق معاویہ بن یزید جب اپنی خلافت سے مستعفی ہوا

ا؎ لیکن شرح فقہ اکبر مطبع گلزار محمدی لاہور ص۸۳ میں ہے مع ان الرضی بقتل الحسین ؑ لیس بکفر لما سبق من ان قتلہ لا یوجب الخروج عن الطاعۃ الی العصیان۔ یعنی راضی ہونا قتل حسینؑ پر کفر نہیں چنانچہ گذرا ہے کہ قتل حسینؑ سے خروج عن الطاعت لازم نہیں آتا جس سے نافرمانی لازم آئے (شاید اسجگہ سہو کاتب سے لفظ الا متروک ہے ورنہ اسلامی دعوٰے کرنیوالا کوئی یہ کلمہ زبان پر نہیں لاسکتا اور حنفیوں کی دلیری سے کچھ بعید بھی نہیں کہ اصل مؤلف کی عبارت یوں ہی ہو کیونکہ علی قاری نے اس سے پہلے کہا ہے) ص۸۲ میں ولان الامر بقتل الحسین لا یوجب الکفر یعنے حکم دینا قتل امام حسینؑ کا موجب کفر نہیں ہو سکتا۔ واہ رے سنیوں کی محبت و مودت۔ اور دوسری جگہ ص۸۳ میں لکھا ہے ایمان یزید کا محقق ہے اور کفر دلیل ظنی سے ثابت نہیں ہوتا اسواسطے اسکے نام پر لعنت جائز نہیں ہے۔ انتہی دیکھئے سنی بھائیوں کی اہل بیتؑ کے حق میں جو قلبی الفت اور عظمت ہے وہ اس قابل ہے کہ اسپر نثار ہو جانا چاہئے۔ الاناء یترشح بما فیہ ۱۲ مترجم

صعد المنبر فجلس طويلا ثم حمد الله و
اثنى عليه (الى ان قال) على ان جدى
معاوية قد نازع فی هذا الامر من كان
اولى به منه ومن غيره لقرابته من رسول
الله ص وعظم فضله وسابقته فركب جدى
معه ما تعلمون وركبتم معه ما لا تجهلون
حتى انتظمت لجدى الامور فلما جاءه القدر
المحتوم واخترمته ايدى المنون بقى مرتهنا
بعمله فريدا فى قبره ووجد ما قدمت يداه
ودعى مرتكبه واعتداه ثم انتقلت الخلافة
الى يزيد ابى فتقلد امركم لهوى كان ابوه
فيه ولقد كان ابى يزيد بسوء فعله
واسرافه على نفسه غير خليق بالخلافة
على امة محمد ص فركب هواه واستحسن
خطاه واقدم على ما اقدم من جرأته
على الله وبغيه على من استحل حرمته
من اولاد رسول الله ص فقلت مدته و
انقطع اثره وضاجع عمله وصار
حليف حفرته رهين خطيئته وبقيت
اوزاره وتبعاته وحصل ما قدم
وندم حيث لا ينفعه الندم فلقد
خلعت بيعتى من اعناقكم والسلام
انتهى ملخصا۔

وهكذا فى الصواعق المحرقة ص۱۳۲
وفيه فاستمر مريضا الى ان مات ولم
يخرج الى الناس ولا صلى بهم ولا
ادخل نفسه فى شيئ من الامور۔ الخ
ونقل الدميرى فى حيوة الحيوان

تو ممبر پر چڑھا اور دیر تک بیٹھکر حمد الٰہی اور ثنا پڑھی (تا اینکہ
خطبہ کو یہاں تک پہنچایا اور پڑھا کہ) میرے دادا معاویہ نے
اسی خلافت کیلئے اوس شخص سے جھگڑا کیا جو میرے دادا سے
زیادہ مستحق تھا بلکہ سب سے زیادہ مستحق تھا کیونکہ قرابت رسول ص
اور فضیلت میں سب پر فوق اور سبقت رکھتا تھا (یعنے علی ع)
تو میرا دادا اسکے برخلاف اس چیز کا مرتکب ہوا جو تم جانتے ہو
اور تم بھی اسکے ہمراہ اسی طریق پر چلے جو تم لوگوں سے مخفی نہیں
ہے حتی کہ میرے دادا کے لئے امور خلافت کا انتظام پختہ ہوگیا
اور جب اسکو تقدیر مقرر کے مطابق موت کے ہاتھوں نے پکڑا
تو اپنی قبر میں اکیلا اپنے اعمال میں گروی رکھا گیا اور اسنے جو عمل
کا توشہ بھیجا ہوا تھا اس کا مزہ پالیا اور اپنے ارتکاب معاصی و
تعدی کا ملاحظہ کرلیا۔ پھر خلافت میرے باپ یزید کی طرف منتقل
ہوئی اور اسنے تمہاری سرداری کا پٹہ اپنے گلے میں محض اس
حرص وہوا کی بنا پر پہنا جو اسکے باپ کے دل میں تھا اور میرا باپ
یزید اپنی بدفعلی اور اپنے نفس پر ظلم کرنے کے سبب سے خلافت
اور امت محمدی پر سرداری کے لائق نہیں تھا مگر اسنے حرص پر
سوار ہوکر اپنے گناہوں کو مستحسن اور اچھا خیال کیا اور اللہ
تعالیٰ سے بے خوف ہوکر اس پر بغاوت کی جس کے مقابل اسکی
کوئی قدر نہ تھی یعنے اولاد رسول اللہ ص پر تو مدت اوس کی کم
ہوئی اور نشانی اس کی منقطع ہوئی اور اپنے گڑھے قبر کو یار بناکر
اعمال خود کو گلے لگاکر اپنے گناہ میں گروی ہوکر جا سویا مگر اس کے
گناہوں کے نشانات دنیا میں باقی موجود رہے اور جو اس نے
بھیجا تھا وہ اسکو ملگیا اور پشیمان اُس وقت ہوا ہوگا کہ اوسے
پشیمانی کوئی نفع نہ دیگی۔ پس تحقیق میںنے تو تم لوگوں کی گردنوں
میں سے اپنی بیعت کا پٹہ نکال لیا ہے۔ بس سلام۔ انتہی ملخصاً
قریباً یہی مضمون صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۲ مطبوعہ مصر میں ہے اور
اس میں یہ ہے کہ پھر معاویہ بن یزید اتنے تک مریض رہا کہ مرگیا
اور لوگوں کی طرف نہ نکلا اور نہ ان کو نماز با جماعت پڑھائی اور نہ
ان کے ساتھ کسی کام دینی دنیاوی میں شامل ہوا۔ الخ
اور دمیری نے حیوۃ الحیوان میں نقل کیا ہے کہ اس خطبہ کے بعد

ثم ان بنی امیۃ قالوا للمودّبہ (ای استاذ معاویۃ) عمر المقصوص انت علمته هذا ولقنته ایاہ وسددته عن الخلافۃ وزینت له حب علیٍّ واولادہ وحملته علی ما وسمنا بها من الظلم وحسنت له البدع حتی نطق بما نطق وقال ما قال فقال واللہ ما فعلته ولکنه مجبول ومطبوع علی حب علیٍّ فلم یقبلوا منه ذلك واخذوہ ودفنوہ حیا حتی مات الخ

بنی امیہ نے استاذِ معاویہ عمر المقصوص کو کہا کہ تو نے یہ باتیں اس معاویہ کو پڑھائی ہیں اور تو نے سکھایا ہے اور تو نے ہی خلافت سے اُسے روکا ہے اور تو نے ہی محبت علیؑ اور اولادِ علیؑ کی خوبی اسپر ظاہر کی ہے اور تو نے اُسے برانگیختہ کیا ہے اسپر جو اُسنے مظالم کے نشان دیئے ہیں اور نئے امور بر خلاف باپ دادا کے جو اسنے ظاہر کئے ہیں تو نے اسکو دھوکھے میں لاکر اور رنگ چڑھا کر دکھائے ہیں تاکہ اوسنے اپنی کلام میں جو ہو سکا ظاہر کیا اور کہا جو کہا عمر مقصوص نے کہا قسم بخدا میں نے یہ کام نہیں کیا ولیکن وہ تو فطرۃً اس محبت علی علیہ السلام پر مخلوق ہی مگر بنی امیہ نے اس عذر کو اس سے قبول نہ کیا اور اوسکو پکڑکر انہوں نے زندہ ہی دفن کر دیا تاکہ اندر ہی مرگیا۔ الخ

قال الشیخ الخواجہ حسن نظامی الدهلوی فی یزید نامہ ص۱۴۱ (فی قصۃ خلع معاویۃ) اس واسطے میں اس بوجھ سے دست بردار ہوتا ہوں اور سلطنت کے تاج وتخت کو تمہارے آگے رکھتا ہوں تم جس کو چاہو یہ دیدو مجھے اسکی مطلق ضرورت نہیں ہے الخ

شیخ خواجہ حسن نظامی دہلوی نے یزید نامہ صفحہ ۱۴۱ بیان قصہ خلع معاویہ میں بیان کیا ہے۔ اسواسطے میں اس بوجھ سے دست بردار ہوتا ہوں اور سلطنت کے تاج وتخت کو تمہارے آگے رکھتا ہوں تم جسکو چاہو یہ دیدو مجھے اس کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ الخ

فصل

فی ذکر مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ علیهم ما علیهم

ویقال له ابن الطرید وقد یقال له طرید الرسول والتوفیق انه طرد صغیرا باہیہ وقد طردھما رسول اللہ الی الطائف وطردہ الشیخان واقامہ عثمان وھو صھرہ وکاتبه سرا وبسببه جری علیه ماجری وخلافته عشرۃ اشهر روی الحاکم فی کتاب الفتن والملاحم من المستدرك مرفوعا انه ص قال فی حقه الوزغ ابن الوزغ الملعون بن

فصل

مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ علیہم ما علیہم کے بیان میں

بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بیٹا طرید رسول کا ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ خود بھی طرید رسول ہے اور تطبیق یہ ہے کہ وہ چھوٹی عمر میں ہمراہی باپ اپنے کے بحکم رسول اللہ ص مطرود ہوا اور طائف کی طرف نکالا گیا اور ابوبکر وعمر نے بھی وہی عمل رکھا مگر امیر عثمان نے اُسے بلوا لیا اور اپنے پاس مقیم رکھا اور وہ اس کا داماد اور رازدار منشی تھا اور اسی کے سبب امیر عثمان پر واقع ہوا جو کچھ ہوا اور خلافت مروان کی دس ماہ رہی اسکے حال میں حاکم نے کتاب فتن وملاحم کتاب مستدرک میں مرفوعاً روایت کیا کہ نبی ص نے مروان کے حق میں فرمایا کہ یہ گرگٹ یا مینڈک ہے بیٹا گرگٹ یا مینڈک کا

الملعون وصح اسناده وقد ذكر تعامله باهل البيت ؛

ثم ابنه عبد الملك

فانه حبس امام الساجدين زين العابدين باثقال من حديد و وكل به حفظة وجعل الاغلال في يديه ورجليه كذا ذكره في الصواعق ص۱۱۹ وصحيفة العابدين ص۱۷۹ ناقلا عن روضة الاحباب وروضة الصفا والتاريخ الكامل وتذكرة خواص الامة وغيرها ؛

وكفى به من مساويه توليته الحجاج بن يوسف الثقفي على العراق وحاله مما لا يخفى على من له نظر في الكتب ومن جملة احكامه منع الناس العمل بفتاوى علي عليه السلام كما نقله المسعودي في مروج الذهب انه طلب شريح القاضي وسال عنه في مسئلة مذاهب الخلفاء الراشدين فاجاب القاضي باراء الخلفاء الثلاثة ثم بين حكم امير المومنين علي فيها فمنعه الحجاج وقال لا تقل براى اهل الجبن وافتى بفتوى عثمان كذا في صحيفة العابدين صفحه ۱۶۹ ؛

وفي حيوة الحيوان جلد ۱ ص۲۰ وتاريخ الخلفاء ص۱۴۶ كون الحجاج عاملا على العراق فامر اللعين الحجاج اخزاه الله وقبحه بصلب جسده اى جسد ابن الزبير ؛ وقال السيوطي في تاريخه ص۱۴۸ في ذكر عبد الملك قال العسكري وهو اول من غدر في الاسلام واول من نهى عن الامر بالمعروف وفي ص۱۵۰ في ذكر وصيته لابنه الوليد وانظر الحجاج فاكرمه فانه هو الذى وطأ لك المنابر

ملعون بن ملعون ہے اور اسناد اسکا صحیح ہے اور اس کا برتاؤ جو اہل بیت نبی ص سے رکھتا تھا پہلے مذکور ہو چکا ہے ؛

اسکے بعد اسکا بیٹا عبد الملک خلیفہ ہوا

تو تحقیق اسنے امام الساجدین زین العابدین علیہ السلام کو بڑی بھاری آہنی زنجیروں سے قید کیا جو امام علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں میں ڈال کر ان کو زیر پہرہ اپنے سپاہیوں کے کر دیا کذا فی الصواعق صفحہ ۱۱۹ و صحیفۃ العابدین صفحہ ۱۷۹ ناقلاً روضۃ الاحباب و روضۃ الصفا و تاریخ کامل و تذکرہ خواص الامۃ وغیرہ سے۔

اور کافی ہے اس کی برائیوں سے اوس کا حجاج بن یوسف ثقفی کو عراق پر حاکم بنانا جس کے ظلم کا حال کسی سے مخفی نہیں جسکو کچھ بھی کتب کا مطالعہ حاصل ہو۔ منجملہ اسکے احکام کے تھا کہ فتاویٰ علی علیہ السلام پر کوئی عمل نہ کرے جیسا کہ مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ اسنے شریح قاضی کو بلا بھیجا اور اوس سے ایک مسئلہ میں خلفاء راشدین کا مسلک پوچھا تو ہر سہ خلفاء کے مختلف خیالات سے قاضی نے جواب دیا پھر اسنے اس مسئلہ میں حکم امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا بیان کیا حجاج نے قاضی کو منع کیا اور کہا کہ ایسے بزدل شخص کے مذہب کو بیان نہ کیا کر اور خود فتوے امیر عثمان کے قول کے مطابق دیا اسی طرح ہے صحیفۃ العابدین صفحہ ۱۶۹ میں ؛

اور حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۲۰ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۶ میں حجاج کا عامل عراق ہونا لکھا ہے اور کہا کہ حجاج لعین نے خدا اُسے خوار اور ذلیل کرے۔ ابن زبیر کے جسم کو سولی چڑھانے کا حکم دیا ؛

اور سیوطی نے اپنی تاریخ کے صفحہ ۱۴۸ ذکر عبد الملک میں لکھا ہے عسکری کہتا ہے کہ عبد الملک پہلا بے وفا عہد اسلام میں ہے اور وہ اول ہے جس نے امر بالمعروف سے منع کر دیا اور صفحہ ۱۵۰ پر اس کی ذکر وصیت میں لکھا جو اس نے ولید پسر خود کو بتاکید وصیت کی کہ اے بیٹے تم حجاج کا خیال رکھنا اور اس کی بڑی تعظیم کرنی کیونکہ تحقیق یہی حجاج ہے جس نے تیرے لئے ممبروں کو زیر قدم کر رکھا ہے (یعنے سلطنت پر قدم جمایا) اور اس قدر سلطنت میں

وقد قاتل هشام مع زید ابن علی بن الحسین فمات هو شهیدًا کما نقله الخواجه محمد پارسا فی فصل الخطاب ما عبارته پس از حکم ابوحنیفه کوفی وقتال ہشام زید بقتل رسید۔

وفی الصواعق ص۱۱۹ باسناد ابی نعیم والسلفی لما حج هشام ابن عبد الملك ولم یمکنه تقبیل الحجر الاسود واقبل زین العابدین فتنحی له الناس حتی استلم قال اهل الشام لهشام من هذا قال لا اعرفه مخافة ان یرغب اهل الشام فی زین العابدین فقال الفرزدق انا اعرفه ثم انشد قصیدة طویلة فلما سمعها هشام غضب وحبس الفرزدق بعسفان ۔ انتهی ملخصًا وکذا فی حیوة الحیوان جلد۱ صفحه۹ ۔ وفی ارجح المطالب ص۴۰۶/۴۴۷ وهکذا ذکر الحافظ ابونعیم فی حلیة الاولیاء ۔ کذا فی صحیفة العابدین صفحه ۱۹۱۔

اور تحقیق ہشام نے زید بن علی بن حسینؑ سے جنگ کی اور زید شہید ہوئے جیساکہ اسکو خواجہ محمد پارسا نے فصل الخطاب میں اس عبارت سے ذکر کیا پس بحکم ابوحنیفہ کوفی اور جنگ ہشام کے زید کو قتل کی نوبت پہنچی۔

اور صواعق صفحہ ۱۱۹ میں باسناد ابی نعیم وسلفی کے ہے کہ جب ہشام بن عبدالملک نے حج کیا اور اسکو بوسہ حجر اسود کا بوجہ ہجوم لوگوں کے میسّر نہ ہوا اور امام زین العابدینؑ تشریف لائے تو لوگ ہٹ گئے اور جگہ دی تاکہ امام نےؑ بوسہ فرمالیا۔ تو اہل شام نے ہشام سے پوچھا کہ یہ کون ہے جس کی لوگ اتنی تعظیم کررہے ہیں؟ ہشام نے کہا میں نہیں جانتا کون ہے۔ اور یہ لاعلمی اس خوف سے بیان کی کہ مبادا اہل شام امام علیہ السلام کی طرف رغبت کرجاویں تو فرزدق شاعر نے کہا اگر تو نہیں جانتا تو میں جانتا ہوں اور ایک طویل قصیدہ مدح امام میں پڑھا جب اسکو ہشام نے سُنا تو غضبناک ہوا اور فرزدق کو عسفان میں قید کردیا۔ انتہیٰ ملخصًا۔ نیز اسی طرح حیوٰۃ الحیوان جلد۱ ص۹ اور ارجح المطالب ص۴۰۶/۴۴۷ میں ہے اور اسی طرح ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ذکر کیا ہے جیساکہ صحیفۃ العابدین ص۱۹۱ میں ہے۔

ثم تولی الولید بن یزید بن عبد الملك

فی تاریخ الخلفاء ص۱۷۰ وکان فاسقًا شریبًا للخمر منتهکًا لحرمات الله قال الذهبی لم یصح عن الولید کفر ولا زندقة بل اشتهر بالخمر والتلوط ورشق المصحف بالسهام وفسق ولم یخف الاثام وقد ورد فی مسند احمد حدیث لیکونن فی هذه الامة رجل یقال له الولید لهو اشد علی هذه الامة من فرعون لقومه وقد قال الولید لابن مبادة اتراك قدمت علینا ال محمد انتهی ملخصًا۔

وفی حیوة الحیوان جلد۲ ص۸۶ وحکی الماوردی

پھر ولید بن یزید بن عبدالملک حاکم مقرر ہوا

تاریخ الخلفا صفحہ ۱۷۰ میں ہے کہ ولید مذکور فاسق اور بہت شراب پینے والا اور خدا تعالیٰ کے حدود محرمات کو توڑنے والا تھا۔ ذہبی نے کہا ہے کہ ولید سے کفر صحیح ثابت نہیں ہوا اور نہ بے دینی مگر شراب پینے اور عمل لواطت کرنے اور قرآن شریف کو تیروں کا نشانہ بنانے اور دیگر اقسام گناہوں میں مشہور تھا اور گناہوں اور خدا کی نافرمانیوں میں ذرا خوف نہ کرتا تھا اور تحقیق مسند احمد میں حدیث مروی ہے کہ فرمایا اس امت میں ولید نامی ایک شخص پیدا ہوگا جو اس امت کے لئے فرعون سے بھی سخت تر مضر ہوگا۔ اور ولید نے ابن مبادہ کو زجر کے طور پر کہا کہ کیا تم آل محمدؐ کو ہم پر فضیلت دیتے ہو؟ ایسا نہ چاہیے۔ الخ انتہیٰ ملخصًا۔

اور حیوٰۃ الحیوان جلد۲ ص۸۶ میں ہے کہ ماوردی نے

فی کتاب ادب الدین والدنیا ان الولید بن یزید بن عبد الملک تفاءل یوماً فی المصحف فخرج له قوله تعالی واستفتحوا وخاب کل جبار عنید فمزق المصحف وانشأ یقول اتوعد کل جبار عنید۔ فها انا ذاك جبار عنید اذا ما جئت ربك یوم حشر۔ فقل یارب مزقنی الولید فلم یلبث الا ایاماً یسیرة حتی قتل شر قتلة و صلب راسه علی قصره ثم علی اعلی سور بلده۔ انتہیٰ۔

کتاب ادب الدین والدنیا میں ولید بن یزید بن عبد الملک کی حکایت لکھی ہے کہ اسنے ایکدن قرآن شریف سے فال لی تو اس میں قول اللہ تعالیٰ کا فتح پائی انہوں نے اور نقصان اٹھایا ہر جبار سرکش نے فال میں نکلا تو ولید نے مصحف کو پھاڑ ڈالا اور اس شعر کو پڑھا کہ کیا اے قرآن تو ہر جبار سرکش کو ڈراتا ہے۔ یہ لے میں ہوں جبار سرکش جب تو قیامت کے دن خدا کے پاس جائیگا اوس سے بیشک کہدینا کہ اے رب مجھے ولید نے پھاڑ دیا تھا پھر تھوڑے دن زندہ رہا تاکہ اسکو بری طرز سے قتل کیا گیا اور سولی پر چڑھایا گیا اور اوس کا سر اوسی کے بالاخانہ اور اس شہر کے سب سے بڑے قلعہ پر لٹکایا گیا۔ انتہیٰ۔

اقول قد ثبت من هذا الخلیفة مصداق قوله علیه السلام فی خصومة القرآن مزقونی وقد مر۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں تحقیق اس خلیفہ کے حال سے مصداق فرمان نبی ص کا دربارہ خصومت اور قیامت میں فریاد کرنے قرآن کے کہ انہوں نے مجھے پھاڑ ڈالا ثابت ہوا جس کی مکمل حدیث ابتدا و ذکر سلاطین میں گذر چکی ہے۔

وفیه جلد ۱ صفحہ ۶۷۔ انه واقع جاریة له وهو سکران وجاءه المؤذنون یؤذنونه بالصلوة فحلف ان لا یصلی بالناس الا هی فلبست ثیابه وتنکرت وصلت بالمسلمین وهی جنب سکراء۔ انتہیٰ۔

اور اسی کتاب کے جلد ۱ ص ۶۷ میں ہے کہ ولید ایک کنیز سے بحالت مستی شراب کے ہم بستر ہوا اور اسی حالت میں اطلاع دینے والوں نے نماز کی اطلاع دی تو ولید نے حلف اٹھائی کہ آج لوگوں میں سوائے اس کنیز کے کوئی نماز نہ پڑھائے یعنی یہی امامت کرائے گی چنانچہ اس کنیز نے ولید کے کپڑے پہنکر شکل تبدیل کرلی اور اسی نے بحالت جنابت مسلمین کے لئے امامت کرائی۔ انتہیٰ

ف: یعنی حیوۃ الحیوان ۱۲

واخر خلفائهم مروان الحمار

اور آخری خلیفہ ان کا مروان الحمار ہے

وقد انقضت دولتهم به فی حیوة الحیوان جلد ۱ ص ۶۸ ولما انقضت دولتهم علم ما قال الحسن بن علی بن ابیطالب لما قیل له ترکت الخلافة لمعاویة فقال لیلة القدر خیر من الف شهر وکان مدة خلافتهم نیفا وثمانین سنة وهی الف شهر

اور بنی امیہ کی بادشاہی اسی مروان پر ختم ہوئی ہے۔ حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۶۸ میں ہے اور جب بادشاہی بنی امیہ کی ختم ہوئی تو فرمان امام حسن ع بن ابی طالب کی تصدیق ہوگئی جب ان کو لئے کہا گیا کہ آپ نے خلافت معاویہ کے لئے کیوں چھوڑ دی تو فرمایا کہ لیلۃ القدر ہزار ماہ سے بہتر ہے (اس میں اشارہ تھا کہ مدت خلافت بنی امیہ کی ہزار ماہ ہوگی) چنانچہ مدت خلافت بنی امیہ کی کچھ اوپر اسی سال تھی جو ہزار ماہ ہوئی۔

ومن الخلفاء العباسیۃ المنصور

توفی جعفر الصادقؑ مسموما بعملہ کما فی .... حلیۃ الاولیاء۔

وفی تاریخ الخلفاء ص۱۷۸ وکان المنصور اول من اوقع الفتنۃ بین العباسیین والعلویین و کانوا قبل ذلک شیئاً واحداً واذی خلقا من العلماء ممن خرج معہما او امر بالخروج قتلا وضربا وغیر ذلک۔

وفی آثار الجعفریۃ صفحہ ۱۳۸ قد توفی جعفر مسموماً من جانب المنصور بتوسط محمد بن سلیمان والی المدینۃ من المنصور۔

وفی ارجح المطالب ص۴۱۹ قال ابن الصباغ المالکی مات جعفر الصادق مسموما فی ایام المنصور ناقلا عن تذکرۃ خواص الامۃ۔

ومنہم ھارون الرشید

فانہ سم موسی الکاظم فتوفی علیہ السلام مسموماً وقد حبس الامام مرات کثیرۃ۔ کما فی الصواعق ص۱۲۲ فجعل لہ سما فی طعامہ وقیل فی رطب فتوعک ومات بعد ثلاثۃ ایام۔

وفیہ وحملہ معہ الی بغداد وحبسہ فلم یخرج الا میتا مقیداً۔ انتہی[1] وکذا فی روضۃ الصفا وفی حیوۃ الحیوان جلد۱ صفحہ ۱۱۹ وتوفی موسی الکاظم ببغداد مسموماً[2] وقیل انہ

اور منجملہ خلفاء عباسیہ کے منصور ہے

امام جعفر صادقؑ کو اسی منصور کی حیلہ سازی سے زہر پلا کر شہید کیا گیا جیسا کہ حلیۃ الاولیاء میں ہے۔

اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۷۸ میں ہے کہ منصور پہلا شخص ہے جسنے عباسیوں اور علویوں کے درمیان فتنہ وفساد پیدا کیا اور اس سے پہلے ایک شئے تھے یعنے اتفاق رکھتے تھے اور ان علماء کو جنہوں نے ہمراہ ہر دو فریق کے خروج کیا یا امر بالخروج کیا قتل اور مارپیٹ وغیرہ سے اوسنے ایذا پہنچائی۔

اور آثار جعفریہ ص۱۳۸ میں ہے کہ تحقیق امام جعفر صادقؑ منصور کی جانب سے بتوسط محمد بن سلیمان والی مدینہ کے زہر سے شہید کئے گئے۔

اور ارجح المطالب صفحہ ۴۱۹ میں ہے کہ ابن صباغ مالکی کہتا ہے جناب امام جعفر صادقؑ زہر کے باعث زمانہ منصور میں شہید ہوئے ناقلاً تذکرہ خواص الامۃ سے یہ ارجح المطالب میں مذکور ہے۔

اور ان میں سے ہارون رشید ہے

تحقیق اُسنے امام موسےٰ کاظمؑ کو زہر دیا اور وہ زہر سے ہی شہید ہوئے اور اسنے امام علیہ السلام کو چند مرتبہ قید میں رکھا۔ جیسا کہ صواعق ص۱۲۲ و روضۃ المناظر بر حاشیہ کامل ج ۱۱ ص۱۶۳ میں ہے کہ اسنے امام علیہ السلام کے کھانے میں زہر ڈالا۔ اور کہا گیا ہے کہ اسنے تازہ کھجوروں میں ملا کر دیا اور امامؑ کو سخت بخار ہوا جس سے تین دن بعد فوت ہوگئے۔

اور اسی میں ہے کہ ہارون رشید نے امام علیہ السلام کو بغداد میں مقید کر کے بھیجا اور مقید رکھا یہانتک کہ قید خانہ ہی میں فوت ہوئے۔ انتہے اور اسیطرح ہے روضۃ الصفا میں اور حیوۃ الحیوان دمیری جلد۱ صفحہ ۱۱۹ میں ہے کہ امام موسےٰ کاظمؑ بغداد میں زہر کے ذریعہ سے فوت ہوئے اور کہا گیا ہے کہ وہ

[1] روضۃ الصفاء جلد۳ ص۱۲/۱۳ میں ہے کہ یحیےٰ ابن خالد برمکی نے باغواء ہارون رشید کے قید خانہ میں امام موسےٰ کاظمؑ کو زہر دیا ۱۲ مترجم و شواہد النبوۃ ص۱۹۳

[2] وکذا فی وفیات الاعیان لابن خلکان جلد۲ ص۱۳۲ ۱۲ مترجم۔ وکذا فی روضۃ المناظر علی الکامل ج ۱۱ ص۱۶۳ توفی موسی الکاظم ببغداد فی حبس الرشید

توفی فی الحبس الخ والجمع انه یمکن انه سم فی الحبس فمات ثمه علیه السلام۔

وفی الصواعق ص۱۲۲ قال الرشید له (ای للکاظم) حین راٰه جالسًا عند الکعبة انت الذی تبایعك الناس سرًا فقال انا امام القلوب وانت امام الجسوم[ع] الخ وذکره السید فی العلوم الکاظمیة مفصلًا ومکملًا۔

ومنهم مامون الرشید

فانه سم علی الرضا فی رمانة او عنب کما فی الصواعق ص۱۲۲ وکذا فی روضة الصفا[1] وذکره السید فی التحفة الرضویة ص۱۲۲ وکذا فی شواهد النبوة ونور الابصار۔

ومنهم المعتصم بالله

فانه سم محمد الجواد التقی کذا فی تحفة المتقین ص۶۲ وفی ارجح المطالب ص۴۲۸ ناقلًا عن تذکرة خواص الامة یقال ان ام الفضل بنت المامون سقته بامر ابیها الخ والحاصل ان الامام قد مات مسمومًا کما فی الصواعق صفحہ۱۲۳ وغیرہ وسمه المعتصم او المامون علی الاختلاف۔

ومنهم المتوکل علی الله

فی الصواعق ص۱۲۳ نقل بعض الحفاظ ان امرأة زعمت انها شریفة بحضرة المتوکل فسأل عمن یخبره بذلك فدل علی علی الرضا

قید خانہ ہی میں فوت ہوئے۔ الخ اور تطبیق یہ ہے کہ ممکن ہے امامؑ کو قید خانہ میں ہی زہر دیا گیا ہو اور وہیں فوت ہوئے۔

اور صواعق صفحہ ۱۲۲ میں ہے کہ ہارون رشید نے امام کاظمؑ سے اوسوقت کہا جبکہ وہ کعبہ کے پاس تشریف رکھتے بیٹھے کہ کیا تو لوگوں سے خفیہ بیعت لیتا رہتا ہے؟ امامؑ نے فرمایا امام قلوب میں ہوں یعنے باطن کا اور تو امام ہے اجسام کا یعنی ظاہر کا۔ الخ اور اس کا حال سید صاحب نے علوم کاظمیہ میں مفصل و مکمل ذکر کیا ہے۔

اور ان میں سے مامون رشید ہے

جو تحقیق اوسنے امام علی رضاؑ کو انار یا انگور میں زہر دیا جیسا کہ صواعق صفحہ ۱۲۲ میں ہے اور اسی طرح روضۃ الصفا میں ہے جسکو سید اولاد حیدر نے تحفہ رضویہ صفحہ ۱۲۲ میں ذکر کیا ہے نیز اسی طرح شواہد النبوۃ و نور الابصار میں ہے۔

اور ان میں سے معتصم باللہ ہی

تحقیق اسنے محمد جواد تقی علیہ السلام کو زہر دیا جیسا کہ تحفۃ المتقین صفحہ ۶۲ میں اور ارجح المطالب صفحہ ۴۲۸ میں ناقلاً عن تذکرہ خواص الامہ لکھا ہے کہ تحقیق ام الفضل بیٹی مامون نے اپنے باپ کے حکم سے امام تقیؑ کو زہر پلا دیا۔ الخ۔ اور حاصل یہ ہے کہ امام مذکور بھی زہر سے ہی شہید ہوئے جیسا کہ صواعق صفحہ ۱۲۳ وغیرہ میں ہے اور زہر اُن کو معتصم یا مامون نے علی اختلاف القولین دیا تھا۔

اور ان میں سے متوکل علی اللہ ہے

صواعق صفحہ ۱۲۳ میں ہے بعض حافظ احادیث نے نقل کیا ہے کہ تحقیق ایک عورت متوکل کی کچہری میں آئی اور دعوے کیا کہ وہ سیدہ ہے سوال ہوا کہ اس بات کی کون خبر دے سکتا ہے؟ تو ظاہر کیا گیا کہ امام علی رضا پتہ دے سکتے ہیں۔ اُن کو بلایا گیا

[1] بروضۃ الصفاء جلد ۳ صفحہ ۱۵ میں ابو الصلت کا قصہ جیسا کہ تحفہ رضویہ میں ہے مرقوم ہے اور مامون کا انگور میں زہر دینا اور باوجود انکار کرنے امام کے بااصرار حکم دیکر کھلانا لکھا ہے۔ ۱۲ مترجم۔ [ع] اخیر اس عبارت میں ہے کہ اسی سبب سے ہاروں رشید نے امامؑ کو قید کیا ۱۲ مترجم

شواہد النبوۃ طبع نولکشور صہ ۲۰۲

فجاء فاجلسہ معہ علی السریر وسالہ فقال ان اللہ حرم اولاد الحسنین علی السباع فلتلق للسباع فعرض علیہا بذلک فاعترفت بکذبہا ثم قیل للمتوکل الا تجرب ذلک فیہ (ای فی علی الرضا) فامر بثلاثۃ من السباع فجیئ بہا فی صحن قصرہ ثم دعاہ فلما دخل بابہ اغلق علیہ والسباع قد اصمت الاسماع من زئرہا فلما مشی فی الصحن یرید الدرجۃ مشت الیہ وقد سکنت وتمسحت بہ ودارت حولہ وھو یمسحہا بکمہ ثم ربضت فصعد للمتوکل وتحدث معہ ساعۃ ثم نزل ففعلت معہ کفعلہا الاوّل حتی خرج فاتبعہ المتوکل بجائزۃ عظیمۃ فقیل للمتوکل افعل کما فعل ابن عمک فلم یجسر علیہ وقال اترید ون قتلی ثم امرہم ان لا یفشوا ذٰلک۔

ونقل المسعودی ان صاحب ھذہ القصۃ ھو ابن علی الرضا وھو علیّ العسکری وصوّب لان الرضا توفی فی خلافۃ المامون اتفاقًا ولم یدرک المتوکل انتھٰی۔

د فی الصواعق صفحہ ۱۲۴ ویوافقہ ما حکاہ المسعودی وغیرہ ان یحیی بن عبد اللہ المحض بن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط لما ھرب الی الدیلم ثم اتی بہ الرشید

یحییٰ بن عبداللہ زندہ دفن کردیئے گئے

اور وہ تشریف لائے متوکل نے ان کو اپنے پاس کرسی پر بٹھایا اور ان سے وہ سوال کیا تو بجواب اسکے امام ع نے فرمایا تحقیق اللہ تعالےٰ نے اولاد حسنین کو درندوں پر حرام فرمایا ہے پس اس کو درندوں کے آگے ڈال دینے سے معلوم ہو جائیگا۔ جب اُس عورت پر یہ بات پیش کی گئی تو اپنے جھوٹ کو اسنے تسلیم کر لیا۔ پھر متوکل کو کہا گیا کہ تو اسی امام پر کیوں نہیں تجربہ کر لیتا؟ متوکل نے تین درندے منگائے اور اسکے محل کے صحن میں داخل کئے گئے پھر اُسنے امام علیہ السلام کو بلایا۔ جب امام علیہ السلام اس صحن میں داخل ہوئے متوکل نے ان پر دروازہ بند کر دیا بحالیکہ درندوں نے اپنی آوازہا گرجنے سے کانوں کو بہرا بنا دیا تھا تو جب امام ع صحن میں چلتے تھے کہ کہیں سیڑہی یا زینہ کا ارادہ فرماتے تو درندگان اسی طرف پیچھے آتے تھے اور بالکل آرام اور تحمل سے آپکے پاس کھڑے ہو جاتے تھے اور اپنا بدن حضور امام ؑ سے مس کرتے اور گرداگرد امام کے چکر لگاتے تھے۔ اور امام علیہ السلام اپنے آستین سے پیار کرتے اور ان پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ پھر اُن درندوں کو قابو کیا گیا اور امام ؑ چڑھکر کچھ وقت کے لئے متوکل سے ہم کلام ہوئے۔ پھر اُترے تو پہلے کی طرح وہ درندے امام ع سے نرمی اور پیار کرنے لگے یہاں تک کہ امام ع باہر تشریف لائے اور پیچھے سے متوکل نے معقول انعام امام ع کی طرف بھیجدیا۔ بعد اسکے متوکل کو لوگوں نے کہا کہ تیرے چچازاد بھائی نے جو کچھ کر دکھایا ہے وہ تم بھی کر دکھاؤ مگر اُسنے اس بات پر دلیری نہ کی اور کہا کیا تم میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو پھر ان کو امر کیا کہ اس میری راز کو ظاہر مت کرو (تاکہ میری اس تجربہ پر دلیری نہ کرنے سے لوگ متنفر نہ ہو جائیں) اور مسعودی نے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ امام نقی ع کے ساتھ واقع ہوا ہے اور واقعی مسعودی نے سچ کہا ہے کیونکہ امام رضا ع خلافت مامون میں بالاتفاق فوت ہو چکے تھے اور زمانہ متوکل کو نہیں پایا۔ انتہےٰ۔

اور صواعق صفحہ ۱۲۴ میں ہے اور موافق اسکے ہے جو مسعودی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن عبد اللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن سبط نبی ص جب دیلم کی طرف مفرور ہوئے اور ہارون رشید

وامر بقتله القی فی برکة فیها سباع قد جوعت فامسکت عن اکله ولاذت بجانبه وهابت الدنو منه فبنی علیه رکن بالجص والحجر وهو حی توفی بسر من رای الخ

فی تاریخ الخلفاء ص۲۳۷ وفی سنة ست وثلاثین امر المتوکل بہدم قبر الحسینؑ وهدم ماحوله من الدور وان یعمل مزارع ومنع الناس من زیارته وخرب وبقی صحراء وکان معروفا بالنصب فتالم المسلمون من ذلک ۔ الخ

وفی سنة اربع واربعین قتل یعقوب بن السکیت الامام فی العربیة فانه ندبه الی تعلیم اولاده فنظر یوما الی ولدیه فقال لابن السکیت من احب الیک هما او الحسن والحسین فقال قنبر یعنی مولی علیؑ خیر منهما فامر الاتراک فداسوا بطنه حتی مات وقیل امر بسل لسانه فمات وهکذا فی حیوٰة الحیوان جلد ۲ ص ۲۱۰

وفیه ایهما احب الیک ابنای هذان ام الحسن والحسین فقال والله ان قنبرا خادم علی خیر منک ومن ابنیک فقال سلوا لسانه من قفاه کذا حکاه ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۰۹ و ۳۱۱ فی ترجمته

انتہی

کے پاس لائے گئے اسنے حکم دیا کہ اسکو قتل کردو اور ایک حویلی یا حوض کے اندر بھوکھے درندوں کے آگے یحییٰ صاحبؓ کو ڈالدیا گیا۔ مگر درندوں نے ان کے جسم مبارک کو کوئی ایذا نہ دی بلکہ ان کے آس پاس پناہ لینے کی صورت میں آئے اور زیادہ قریب ہونے سے وہ درندے ڈرتے تھے۔ تب اس حوض پر ایک عمارت پتھر اور چونہ سے بنوادی گئی اور یحییٰؒ زندہ مدفون ہوئے۔ اور تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۲۳۷ میں ہے اور ۲۳۶ھ میں متوکل نے حکم دیا کہ قبر امام حسینؑ کو مسمار کردو گرادو مٹادو اور گرد نواح کی دیواریں بھی گرائی جائیں اور اسجگہ کوئی زراعت کاشت کردی جائے اور لوگوں کو زیارت قبر مبارک سید الشہداؑ سے منع کردیا اور خرابہ بناکر جنگل بنادیا (اس سے بھی ظاہر ہوا اور ویسے بھی) یہ متوکل ناصبی ہونے میں مشہور تھا اس لئے مسلمین اس کی اس حرکت سے نہائت آزردہ ہوئے۔ الخ۔

اسی تاریخ الخلفا میں ہے کہ ۲۴۴ھ میں متوکل نے عربی زبان کے امام یعقوب بن سکیت کو قتل کیا۔ اس طرح کہ تحقیق اس نے یعقوب کو اپنی اولاد کی تعلیم کے لئے مقرر کیا ہوا تھا اور ایکدن متوکل نے اپنے بیٹوں کو دیکھا اور ابن سکیت کو کہا۔ کون تیرے نزدیک زیادہ پیارے ہیں آیا یہ دونوں یا حسن وحسینؑ تو یعقوب نے کہا کہ قنبر یعنی غلام حضرت علیؑ کا ان دونوں سے بہتر ہے۔ اسپر متوکل نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا اور انہوں نے اس کا پیٹ چاک کردیا تا اینکہ فوت ہوگیا۔ اور کہا گیا ہے کہ اس نے زبان نکلوا دینے کا حکم دیا اور اس طرح قتل کیا گیا۔ انتہی اسیطرح ہے حیوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ میں نیز اس میں ہی کہ متوکل نے کہا یہ دونوں میرے بیٹے تمکو زیادہ محبوب ہیں یا حسن وحسینؑ یعقوب نے کہا تحقیق قنبر خادم علیؑ کا تجھ سے اور تیرے دونوں فرزندوں سے اچھا ہے۔ پس متوکل نے حکم دیا کہ اس کی زبان کو اس کی پشت کی طرف سے کھینچکر نکال لو اسی طرح ابن خلکان نے جلد ۲ صفحہ ۳۰۹ و ۳۱۱ ترجمہ یعقوب میں بیان کیا ہے۔ انتہی۔

ے کذا فی تاریخ ابن خلکان جلد ۱ ص۳۵۳ و روضۃ المناظر بر کامل ج ۱۱ ص۱۷۵ و ۱۲ ص۲۱ حیوۃ الحیوان و تاریخ ابن خلکان و روضۃ المناظر بر کامل ج ۱۱ ص۱۷۷ میں یعقوب کی گردن کے پیچھے سے چیر کر زبان نکالنا لکھا ہے ۱۲ مترجم

ومنهم المعتمد علی الله

فی تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۹ وذکر الصولی انه قتل من المسلمین الف الف وخمس مائة الف رجال وقتل فی یوم واحد بالبصرة ثلث مائة الف وکان له منبر فی المدینة یصعد علیه ویسب عثمان وعلیا ومعاویة وطلحة والزبیر وعائشة۔

الباب الثالث

فی بحث الخلافة والامامة

وفیه فصول

الفصل الاوّل

فی معنی الخلافة والامامة وشروطهما

فی الصراح خلافت بالکسر بجائے کسی بودن درکارے وبجائے کسے خلیفہ کردن کسے را و منه قوله تعالیٰ هارون اخلفنی فی قومی متعد لازم وسپس کسے آمدن من ضرب استخلاف خلیفہ کردن کسے را بجائے خود ویقال جلست خلفه ای بعده۔

وفی منتهی الارب خلافت بجائے وی شد درکارے وباقی ماند بعد وے۔

وفی الغیاث خلافت بکسر بجائے کسے بعد وے بودن از صراح ومنتخب وکشف۔

وفی الغیاث خلیفہ از پس کسے آئندہ ودرکارے قائم مقام کسے شوندہ وبادشاہ وولیعہد۔

الامامة۔ فی منتهی الارب امامت پیش روے و پیش نمازے امام۔ پیش نماز

اوران میں سے معتمد علی اللہ ہے

تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۹ میں ہے کہ صولی بیان کرتا ہے تحقیق معتمد نے ہزار ہزار مسلمین کو قتل کیا بلکہ پانچ لاکھ کو قتل کیا اور ایک دن میں بصرہ کے اندر تین لاکھ آدمی کو قتل کیا اور اس کا مدینہ میں ایک ممبر تھا اسپر چڑھکر عثمان وعلی ومعاویہ وطلحہ وزبیر وعائشہ کو گالیاں دیتا تھا انتہیٰ۔

تیسرا باب

بحث خلافت وامامت میں ہے

اور اسمیں چند فصول ہیں

پہلی فصل

معنی خلافت وامامت اور اس کی شرائط میں

لغت کی کتاب صراح میں ہے خلافت حرف خا کے کسرہ سے بمعنے کسی کی کسی کام میں جانشینی ہے اور کسی کی جگہ کسی کو جانشین بنانا اور اسی سے ہے قول اللہ تعالیٰ کا یارب ہارون کو میرا خلیفہ میری قوم کے اندر بنادے۔ یہ متعدی اور لازم دونوں طرح مستعمل ہے جیسے کسی کے پیچھے آنا باب ضرب سے ہے استخلاف کسی کو اپنی جگہ خلیفہ بنانا اور یہ بھی محاورہ ہے کہ میں فلاں کے خلف یعنی اس کی جگہ اسکے پیچھے بیٹھا۔

اور منتہی الارب میں ہے خلافت کسی کام میں وہ اس کی جگہ قائم ہوا اور اسکے بعد وہ باقی رہا۔

اور غیاث میں ہے خلافت بہ کسر کسیکے بعد بجائے اسکے ہونا۔ صراح اور منتخب وکشف سے لکھا گیا ہے۔

غیاث میں ہے خلیفہ کسی کام میں کسی کے پیچھے آنے والا اور کسی کے قائم مقام ہونے والا اور بادشاہ وولیعہد۔

امامت۔ منتہی الارب میں ہے۔ "امامت" آگے چلنے کو کہتے ہیں اور نماز میں آگے کھڑے ہونے کو امام۔ آگے کھڑا ہوکر نماز پڑھانیوالا

ومقتدا رئیس باشد یا غیر رئیس۔
فی الصراح اِمام بالکسر پیش رو جمعہ ایمہ۔ وفی
الغیاث اِمام بالکسر بمعنے پیشوا۔
وفی لغات فیروزی پیشوا۔ بادشاہ۔ ہادی
امامت پیشوائی۔ فنقول مقتبسًا من انوار
فیوض بدر الھدیٰ کالشمس فی السماء الشریف
الاشرف المنتخب من معاصریہ الفاضل
السید محمد سبطین مما افاد فی کشف
الاسرار والخلافۃ الالٰھیۃ فالامام من
یؤتمن بہ ویقتدی وھو اما امام حق
وھدایۃ کما قال اللہ عز اسمہ وجعلناھم
ائمۃ یھدون بامرنا الآیۃ وجعلنا منھم
ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا الآیۃ و
اما امام باطل ومضل کما قال سبحانہ
وجعلناھم ائمۃ یدعون الی النار والامامۃ
فی اصطلاحنا ریاسۃ عامۃ من حیث
التقدم والعلم والقدرۃ والحکم
وللتفصیل مطولات کالعبقات والخلافۃ
الالٰھیۃ وکشف الاسرار وغیرھا واما ما
اشتھر فیما بین اھل الجماعۃ من ان الامامۃ
ریاسۃ عامۃ فی امور الدین والدنیا
نیابۃ عن النبی صلعم کما فی شرح المواقف
صفحہ ۷۲۹ فلیس بسدید لان ابراھیم
الخلیل کان اماما ولم یکن نائبا
لنبی وان ارادوا بھا الخلافۃ النبویۃ
والریاسۃ العامۃ والمطلقۃ
فلا تصدق علی خلفاءھم
لان اھل الحرمین کلھم
لم یبایعوھم فضلا
عن تمام اھل الدنیا

اور وہ شخص جس کی پیروی کی جائے خواہ بظاہر سردار قوم ہو یا نہ۔
صراح میں ہے اِمام بالکسر آگے چلنے والا اس کی جمع ائمہ ہے
اور غیاث میں ہے اِمام بالکسر پیشوا۔
اور لغات فیروزی میں ہے۔ اِمام پیشوا۔ بادشاہ ہدایت کرنیوالا
امامت پیشوائی ہے۔ تو ہم انوار فیوض ہدایت کے روشن چاند
سے اقتباس کرتے ہیں جو مثل سورج آسمانی کے جلوہ گر
اور شریف اشرف اپنے ہم زمان علماء سے برگزیدہ ہیں یعنی
فاضل مولوی سید محمد سبطین صاحب کے انوار سے اقتباس
کرتا ہوں جو مولانا صاحب نے اپنی کتاب کشف الاسرار اور
خلافت الٰہیہ میں ظاہر فرمائے ہیں پس امام وہ ہے جس کے
ساتھ اقتداء اور پیروی کی جائے۔ اور وہ یا تو امام حق وہدایت
کا ہے جیساکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا جو
ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کو راہ دکھاتے ہیں۔ الخ اور فرمایا
اور ہم نے ان سے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے
تھے اور تکالیف پر صبر کرتے تھے۔ الخ اور یا امام باطل اور
گمراہ کرنے والا ہوتا ہے جیساکہ فرمایا حق سبحانہ نے اور ہم نے
بعض لوگوں کو ایسی حالت پر رکھا کہ وہ دوزخ میں لے جانے
کے پیشوا ہیں اور آگ کی طرف بلاتے ہیں۔
اور امامت ہماری اصطلاح میں ریاست عامہ ہے بحیثیت علم
اور قدرت اور حکم میں مقدم ہونے کے اور تفصیل کے لئے اس
مضمون کی لمبی کتابیں ہیں جیسے عبقات الانوار اور خلافت
الٰہیہ اور کشف الاسرار وغیرہ ہے (جو چاہے ان میں دیکھ لے
اسجگہ اتنا کافی ہے جو لکھدیا ہے) اور جو اہل جماعت میں مشہور ہے
کہ امامت ریاست عامہ امور دین و دنیا میں بصورت نائب نبی
ہونے کے ہے جیساکہ شرح مواقف صفحہ ۷۲۹ میں ہے تو یہ درست
نہیں ہے کیونکہ تحقیق ابراہیم خلیل اللہ امام تھے اور نائب نبی نہ تھے
بلکہ خود نبی تھے اور اگر اہل سنت نے اس سے مراد خلافت نبویہ
و ریاست عامہ و مطلقہ لی ہے تو یہ معنے ان کے جملہ خلفاء پر
صادق نہیں آتا کیونکہ اہل حرمین بھی سب نے تو بیعت ان خلفا کی
نہیں کی تھی چہ جائیکہ تمام اہل دنیا ان کی بیعت کرتے

وان ارادوا بها السلطنة الظاهرية والحكومة الدنياوية العامة فلا يصدق عليهم ولا على امير المومنين على عليه السلام ايضًا فالحق انها رياسة عامة من حيث التقدم واحاطة العلم من الله بما يحتاج اليه وقوة التسلط والتصرف والحكم على الماموين۔ والامامة اما صغرى وهى ما قام صاحبها بالصلوات والجمع والاعياد وليس بامام مطلق ونحن لا نتصدى بذكرها۔ واما كبرى فهى صاحبها من يقتدى به فى الدين كله ويطاع مطلقا ولا يصدر عنه ما يسخط الله۔

اور اگر ارادہ اہل سنت کا اس سے بادشاہی ظاہری اور حکومت دنیاویہ عامہ محیط ہے تو یہ معنے نہ ان کے خلفاء پر صادق آتا ہے اور نہ ہی امیر المؤمنین علی علیہ السلام پر پس حق یہی ہے کہ امامت ریاست عام ہے بحیثیت مقدم ہونے اور احاطہ علم وہبی جملہ ضروریات کے اور باعتبار مقتدیوں پر تسلط و تصرف اور حکم کے۔ اور امامت یا صغریٰ ہے اور وہ یہ ہے جس سے شخص نماز پنجگانہ اور جمعہ اور عید قایم کرنے کے لئے مقرر ہو مگر وہ امام مطلق نہیں ہے اور نہ ہم اب اسکے ذکر کے درپے ہوتے ہیں۔ اور یا کبریٰ ہے تو ایسا امام وہ ہوتا ہے جس کی سارے دین میں پیروی کی جائے اور مطلق واجب الاطاعت ہو اور اس سے کوئی ایسا امر ظاہر نہ ہوتا ہو جو اللہ تعالیٰ کو غضب میں لائے (یعنے معصوم عن السیئات ہو) اور کوئی نافرمانی حکم الٰہی اس سے سرزد نہ ہو۔

وقد مر معنى الخلافة من اللغة وفى اصطلاحنا هى نيابة النبوة وهى ايضًا على نوعين خلافة راشدة وهى خلافة الهية والثانية خلافة ضالة لان صاحبها اما تابع لمستخلفه فهى الاولى واما لا فهى الثانية فخليفة النبى هو من كان موصوفًا باوصاف النبى الا النبوة ومن قال سوى ذلك فقد ذهب عن الحق بمراحل وضل واضل جبلا كثيرًا افلم تكونوا تعقلون والله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم

اور تحقیق معنے خلافت کا کتب لغت سے مذکور ہو چکا ہے اور ہماری اصطلاح میں وہ قائم مقامی نبی کی ہے اور وہ دو قسم کی ہے ایک خلافت راشدہ صحیحہ جو وہی خلافت الٰہیہ ہے اور دوسری خلافت موجب گمراہی ہے کیونکہ خلیفہ یا تو بہمہ وجوہ تابع صادق اپنے مستخلف کا ہے جو پہلی قسم ہے اور یا وہ صحیح متابعت اپنے مستخلف کی نہیں کرتا تو وہ دوسری قسم سے ہے۔ پس خلیفۃ النبی وہ ہوگا جو بجز نبوت کے متصف بصفات نبوت ہو اور جو اسکے بغیر خلیفۃ النبی سمجھے اور مقرر کرے تو وہ بمراحل حق سے دور ہے اور وہ گمراہ ہوا اور بہت دوسروں کو گمراہ کیا۔ افسوس ہے کہ تم لوگ متعصبین کیوں نہیں سمجھتے۔ ہاں اللہ تعالیٰ جس کو چاہے صراط مستقیم

[1] انبیاء یا ائمہ اگرچہ مسلّم عند الفریقین پیشوا اور مقتدا واجب الاطاعت گذرے ہیں لیکن دنیاوی حکومت سوائے قلیل افراد کے کسی کو میسر نہیں ہوئی اور جن کو حاصل ہوئی وہ بھی اکثر جزوی حصہ کی نہ حکومت عامہ۔ پس معلوم ہوا کہ بادشاہی امامت کی لازمی جزء نہیں ہے البتہ اگر حاصل ہو جائے تو تسلط ملکی موجب ترقی و تکمیل ترویج احکام شرعیہ کا ہو سکتا ہے مگر چونکہ قانون قدرت عمومًا ابتلائی ہے بفرمان لیبلوکم ایکم احسن عملاً (پ۲۹) یعنے تم کو اللہ تعالیٰ آزماتا ہے کہ کون تم میں سے اچھے عمل کرتا ہے اور فرمایا فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر (پ۱۵) پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ اور ما علینا الا البلاغ المبین (پ۲۲) ہمارے ذمہ صرف صاف حکم پہونچا دینا ہے۔ نیز فرمایا فانما علیك البلاغ وعلینا الحساب (پ۱۳) اور نہیں بس تیرے ذمہ تبلیغ ہے اور ہمارے ذمہ حساب لینا ہے۔ اسلئے انبیاء اور ائمہ راہ حق دکھا دیتے ہیں عمل کرنا نہ کرنا ان کے اختیار میں ہے اکراہ و جبر کا حکم نہیں ہے اور اس کا چنداں فائدہ ہے کیونکہ جب تک قلبی تصدیق نہ ہو تو جبرًا کوئی

ولما كانت الخلافة والامامة مما تستلزم طول البيان ولكنه لزم علينا ذكرها بقدر الحاجة لان مالا يدرك كله لا يترك كله فلنذكرها بعونه تعالىٰ؛

کی راہ دکھا دیتا ہے۔ اور اگرچہ خلافت و امامت ہر دو مستلزم طوالت بیان کی ہیں لیکن ہم بقدر حاجت بیان کرنا لازم سمجھتے ہیں کیونکہ جو چیز سب حاصل نہ ہوسکے تو سب متروک بھی نہ کرنی چاہئے جو حاصل ہوجائے وہی بہتر ہے۔ تو اب ہم بامداد الٰہی شروع کرتے ہیں؛

اعلم انه قد وقع النزاع قديماً وحديثاً فيما بين اهل السنة والجماعة والشيعة الامامية فی مسئلة الخلافة وافتى كل واحد منهم بزعمهم بتفسيق الاخر وتكفيره وادعى باثبات دعواه من القرآن والحديث۔ وسبب المخالطة لاهل السنة اشتراط شروط فاسدة[1] للامامة والخلافة القائمة مقام النبوة فوجب ان نبين اولاً ضرورة النبوة والامامة حتى تبين غاية الامامة فاقول ان من البديهيات والمسلمات انه لابد للانسان من قانون كلی ليتميز به من البهائم والسباع لانه اذا كان مطلق العنان والجاهل عن قوانين التمدن يعسر بل لايمكن معيشته فی الدنيا فضلاً عن الاخرة فاذاً يحتاج فی حوائجه الى معلم مالعدم انتظامه تمام ضرورياته بنفسه من الاكل والشرب والقول والفعل والقيام والقعود وغيرها فمما لابد له من ان يكون تابعاً لمتبوع ولو ادعى بظنه استغنائه فظنه فاسد ودعواه كاسد كما لا يخفى والعقل وان ادرك حسن الاشياء وقبحها ومنافعها

جاننا چاہئے کہ تحقیق زمانہ قدیم و جدید میں مابین اہل سنت و شیعہ امامیہ کے مسئلہ خلافت میں نزاع چلا آتا ہے اور ہر ایک نے ان میں سے اپنے گمان پر دوسرے فریق کے کافر یا فاسق ہونے کا فتویٰ دیدیا ہے اور ہر فریق نے اپنے دعویٰ کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کا دعوےٰ کیا ہے۔ اور سبب مغالطہ اہل سنت کا خلافت النبی اور امامت کے لئے شروط فاسدہ کا مقرر کرنا ہے لہذا واجب ہے کہ ہم اوّل ضرورۃ النبوۃ و امامت کو بیان کریں تاکہ مقصود امامت کا ظاہر ہوجائے۔ تو میں کہتا ہوں تحقیق یہ امر بدیہیات اور مسلمات سے ہے کہ انسان کے لئے ایک قانون کلی کی ضرورت ہے جس پر عمل کرنے اور حدود قانون قائم رکھنے کے ذریعہ سے وہ چارپایوں اور درندوں سے ممتاز ہوجائے کیونکہ جب بےلگام اور قوانین معاشرت سے انسان جاہل ہو تو دنیا میں اس کی زندگی بسر کرنی مشکل ہے چہ جائیکہ آخرت کی بہتری متصور ہو بس ایسی حالت میں انسان اپنی حاجات میں ایک معلم کا محتاج ہے کیونکہ تمام ضروریات خود کو ہر شخص اپنے انتظام سے پورا نہیں کرسکتا مثلاً کھانے پینے یا قول فعل اور نشست برخاست وغیرہ افعال کو کسی خاص طرز پر ضرور کسی متبوع کے تابع ہو کر کرتا ہے اگرچہ اپنے گمان میں کوئی مدعی ہو کر میں اپنے خیال پر کر رہا ہوں کسی سے نہیں سیکھا مگر تاہم درحقیقت دوسروں کی طرز عمل کا مقلد ہوتا ہے۔ اور یہ گمان کہ از خود کر رہا ہے فاسد ہے اور یہ دعویٰ اس کا فضول ہے۔ جیسا کہ مخفی نہیں ہے اور حسن و قبح اور منافع

[1] شرح مقاصد جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ میں ہے اگر کوئی سوال کرے کہ خلیفہ نبی تو وہ ہوسکتا ہے جس کو نبی ص اپنا خود جانشین مقرر کرے اور بغیر اس کے جس سے لوگ بیعت کرلیں وہ نائب نبی ریاست عامہ میں کس طرح ہوسکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ استخلاف یعنی خلیفہ کرنا عام ہے اس سے کہ بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ۔ انتہیٰ۔ تو گویا نبی ص نے لوگوں کو اپنا قائم مقام بنایا تھا کہ تم خود کسی کو امام بنا لینا۔ ثلاثہ کو بالواسطہ خلیفہ نبی ص ہی نے بنایا تھا۔ اگر غور کی جائے تو یہ کس قدر بیہودہ جواب ہے جس کے لئے نہ کوئی دلیل شرعی ہے اور نہ واقع میں صحیح ہے ۱۲ مترجم

ومضارها لكنه قد لا يدركها لعلة خفية
مانعة له لكون اهله مركبًا من القوى
النفسانية من الشهوانية والغضبية وغيرها
ولما خلق الانسان اشرف المخلوقات واكرمها
يرتقي المنازل العليا ويحصل المدارج القصوى
مع وجود العلائق المانعة وكون العوائق
الكامنة فكان احرى ان[1] يمدح مدحا جميلاً
بخلاف سائر الحيوانات واذا ثبت عجزه عن
الكمالات بسرها لعاجز عقله ثبت بل
لزم احتياجه الى معلم كامل يجتمع فيه علم
مصالح كل فرد وكل مكان وكل زمان حالاً
ومآلاً ما لم يحط كل واحد لا بتجربة ولا
بقوة ذهنه ولا يبلغه عمر كل انسان ولا
يقال بامكان التقنن بالاجتماع لانا نقول
ان العجزة عجزة والجهلة جهلة ولو اجتمعوا
كما قال عز اسمه قل لئن اجتمعت الانس
والجن على ان ياتوا بمثل هذا القرآن
لا ياتون به ولو كان بعضهم لبعض ظهيرا
ويشهد عليه ترميم قوانين سلاطين
كل زمان ولا مبدل لكلمت الله لانه تعالى
قديم حي قادر علام الغيوب عادل سميع
بصير عليم حكيم حليم ولما ثبت ان كل
انسان ليس بمحيط على جميع مصالحه في
كل الازمنة بل هو عاجز
من ادراك
الكليات و
الجزئيات

ومضار بعض اشیاء کے اگرچہ عقل سے بھی معلوم ہوں لیکن
کبھی پوشیدہ اسباب پر عقل مطلع نہیں ہو سکتا اور قاصر رہجاتا
ہے کیونکہ عقلمند بھی قوائے نفسانیہ شہوانیہ و غضبیہ وغیرہ سے
مرکب ہوتا ہے (جن کے سبب سے اُس کی لغزش ممکن ہے) اور جب
انسان اشرف مخلوقات اور بزرگ ترین مخلوقات مراتب علیا
اور مدارج عالیہ پر ایسی حالت میں ترقی کرے کہ علائق دنیوی اُسکو
مانع ہوں اور موانع خفیہ اُسکو روکنے والے ہوں تو اس
صورت میں انسان زیادہ مستحق مدح و ثنا کے ہو سکتا ہے بخلاف
باقی حیوانات کے (کہ اُن میں یہ صفت نہیں) اور جب عقل
پر حواجب کے احتمال سے انسان کا جملہ کمالات سے عجز ثابت
ہوا تو اُس کا ایک معلم کامل کی طرف محتاج ہونا ضروری ہے
جس کو علم مصالح ہر فرد اور ہر مکان اور ہر زمان کا موجودہ اور
آئندہ کے لئے حاصل ہو جس کا ہر فرد کو احاطہ میسّر نہ ہو نہ قوت
ذہنی سے اور نہ طول عمر و تجربہ سے۔ نیز اجتماع افراد کے ذریعہ
سے قانون بنانا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ کل کا اجتماع محال ہے
اور بہر حال عاجزین عاجز ہیں اور جاہلیں جاہل ہیں اگرچہ اکثر
اُن کے مجتمع ہو جائیں۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے کہدے
اے نبی صلعم اگر جن اور انسان جمع ہو جائیں کہ مثل اس قرآن کے
بنا لائیں تو ہرگز نہ بنا سکیں گے اگرچہ بعض اُن کے دوسرے
بعض کے مددگار بھی ہو جائیں۔ اور نیز ہر زمانہ کے بادشاہان
کی ترمیم قوانین اسی کی مؤید ہے۔ اور جو کلمات اللہ و قوانین
الٰہیہ ہیں اُنہیں کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مقنّن ان کا اللہ
قدیم ہے زندہ اور قادر ہے پوشیدہ باتیں جاننے والا اور
عادل ہے۔ سننے والا دیکھنے والا ماہر علیم حکیم حلیم وغیرہ
صفات کمالیہ سے متصف ہے۔ اور جب ثابت ہوا کہ ہر
انسان کا علم اپنے جمیع مصالح کو محیط نہیں ہو سکتا جو ہر زمانہ
میں اُس کے لئے موزوں ہیں بلکہ ادراک کلیات و جزئیات

[1] یعنی انسان اشرف المخلوقات کو کیوں ایسا محتاج پیدا کیا گیا کہ ہر فعل میں معلم کا محتاج ہے اور قوائے شہوانیہ و غضبیہ سے مرکب بنایا گیا جو اسکے عقل کو ادراک حسن و قبح جملہ اشیاء سے حائل ہوتی ہیں تو یہ اسلئے ہے کہ قوائے متضادہ اور موانع کے ہوتے ہوئے پھر قانون الٰہی کی پابندی اور اطاعت پر جس قدر قابل مدح ہو سکتا ہے اُس قدر اس حالت میں نہ ہوتا کہ جس میں کوئی مانع نہ ہوتا اور افعال حسنہ خود بخود اس سے مجبوراً صادر ہوتے ۱۲ مترجم۔

باسرها فلابد له من ان يتمسك بقانونٍ يصدر من حكيم قديم حی قيوم دائم قائم قادر عادل سميع بصير غنی حميد علام الغيوب بسيط محيط جامع لجميع الصفات الكاملة ومن البين ان لا يتعلم من الله تعالےٰ قوانينه كل فرد لكونه محتجبًا بالظلمات المادية ومغلوبًا بتسلط القوى المتضادة والعلائق الدنيوية مع عجزه فی نفسه وجهله فی ذاته لزم ان تكون بينه وبين الله تعالےٰ ای بين العبد المخلوق وبين الله الخالق واسطة نورانية ذات جهتين لها تعلق خاص بالنور البحت القديم وتعلق بالانسان المادی محل الحوادث من بنی آدم ليستأنس به ابناء جنسه اذ بعث فيهم رسولًا من انفسهم ويتمثل به ويقتدی ويتوسل الى ربه لقوله سبحانه وابتغوا اليه الوسيلة ولا يتوحش عنه ولا يتنفر فيحرم من فيضه وهو عالم فائق فطرةً ممتاز عنهم موصوف بالصفات الحميدة الالٰهية معلم لاوامره ونواهيه ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث ويخرجهم من الظلمات الى النور ويهديهم الى صراط مستقيم فهو نبیٌ[1] لكونه منبئًا ای مخبرًا عن ربه تعالىٰ او لعلو مقامه۔ ورسولٌ لتبليغه احكامه۔ وخليفة لكونه معلمًا من جانب الله لخلقه

ان مصالح بتمامہا سے عاجز ہے۔ تو ضروری ہوا کہ وہ ایسے قانون سے تمسک کرے جس کا بنانیوالا حکیم قدیم زندہ بذاتہٖ قائم ہمیشہ رہنے والا ہمیشہ قائم ہر شئے پر قادر عدل کرنیوالا سننے والا دیکھنے والا بے پرواہ بہمہ صفات کمالیہ موصوف پوشیدہ باتیں جاننے والا سب پر احاطہ کرنے والا جمیع صفات کاملہ کا جامع ہو۔ اور ظاہر ہے کہ قوانین الٰہیہ کو ہر فرد بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے نہیں لے سکتا بسبب اس کے ظلمات مادیہ سے محتجب ہونیکے اور بوجہ اُس کے مغلوب اور زیر اثر ہونے تسلط قوی متضادہ اور علائق دنیویہ کے اور باوجود اسکے وہ خود سمجھنے سے عاجز اور جاہل ہے تو ثابت ہوا کہ انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان یعنی خالق اور مخلوق کے درمیان ایک واسطہ نورانیہ ذو جہتین ہو کہ اسکو نور محض قدیم سے بھی تعلق عظیم ہو اور انسان مادی محل حوادث سے بھی اُسکو تعلق ہو اور ہو بھی بنی آدم سے تاکہ ہم جنس اسکے اوس سے اُنس کرکے تعلیم حاصل کرسکیں جیسا کہ فرمایا حق تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کا بندوں پر بڑا احسان ہے کہ ان میں انہی جیسا انسان رسول کرکے بھیجا ہے۔ اور اس کی متابعت اور اقتدا کریں اور اپنے رب کی طرف پہنچنے کے لئے وسیلہ حاصل کریں بہ فرمان الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور تاکہ اُس سے کوئی انسان خوف زدہ نہ ہو اور نفرت نہ کرے اور اسکے فیض سے محروم نہ رہے اور وہ رسول ابتدائے خلقت سے بہ نسبت عام افراد کے اعلم ہونے کے سبب سے ممتاز ہو اور موصوف بہ صفات حمیدیہ الٰہیہ ہو اور معلم امور الٰہیہ اور مناہی اسکے کا اور پاک چیزوں کو اُن کیلئے یعنے بنی آدم کے واسطے حلال کرے اور پلید چیزوں کو اون پر حرام کرے اور اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے اور سیدھے راہ کی طرف ان کی رہنمائی کرے تو وہ نبی ہے کیونکہ وہ اپنے رب کی جانب سے خبر دینے والا ہے اور یا اسلئے کہ عام افراد سے بالاتر مرتبہ رکھتا ہے اور رسول ہے واسطے پہنچانے احکام رب کے اور خلیفۃ اللہ ہے واسطے اسکے منجانب اللہ مخلوق خدا کے لئے

[1] منتہی الارب فی لغات العرب میں نبی کو نباء اور نبوت دونوں سے مشتق لکھا ہے اسی واسطے ہر دو معنی وجہ تسمیہ میں ظاہر کر دیئے گئے ہیں یعنے مخبر ہونے کے سبب سے یا جملہ خلق سے رفیع الشان ہونے کی وجہ سے نبی کو نبی کہا جاتا ہے مگر آخری معنے زیادہ موزون ہے ۱۲ مترجم۔

وامام لکونه مقتدی الخلق وهو خلیفة الله فی ارضه ونائب علی خلقه لکونه مظهر الصفات الله تعالیٰ وهو واجب الاطاعة ذو العصمة لئلا یخالف مستخلفه بل یطابقه فی الصفات فوق الطاقة البشریة الغیر الشاقة علیه لیمتاز عن سائر ابناء جنسه لانه یمتنع ان یکون الجاهل للعالم والاعمیٰ للبصیر والخبیث للطیب اماماً الله یجتبی من یشاء ویهدی الیه من ینیب ۔ وربك یخلق ما یشاء و یختار ۔ ما کان لهم الخیرة ۔
انی جاعل فی الارض خلیفة ۔
یا داؤد انا جعلناك خلیفة فی الارض
انی جاعلك للناس اماماً ۔
الله اعلم حیث یجعل رسالته ۔
فافهم وکن من الشاکرین ؎

فصل

فی انموذج تطابق الصفات المحمدیة بالصفات الالٰهیة

قال تعالیٰ فی شانه ۔ ورحمتی وسعت کل شئ ۔ وقال فی حقه علیه السلام وما ارسلناك الا رحمة للعالمین ۔ قال فی حقه ان رحمت الله قریب من المحسنین وقال فی حق نبیه ص بالمومنین رؤف رحیم قال فی حقه الله نور السموات والارض وقال فی حق نبیه قد جاء کم

معلم ہونے کے اور امام ہے واسطے پیشوا ر خلقت ہونے کے اور خلیفۃ اللہ فی الارض اور نائب اسلئے ہے کہ وہ مظہر صفات الٰہیہ کا مافوق عوام افراد انسان کے ہے ۔ اور وہ واجب الاطاعۃ اور معصوم ہوگا تاکہ خلیفۃ اللہ اپنے مستخلف کے مخالف نہ ہو بلکہ اس کی صفات کے مطابق ہو جو طاقت بشریہ سے زائد ہوں مگر اسپر کچھ مشکل نہ ہوں تاکہ اپنے ہم جنس افراد سے ممتاز ہو کیونکہ یہ ممتنع ہے کہ جاہل عالم کیلئے اور نابینا بینا کے لئے اور پلید پاک کیلئے امام ہو ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اپنی طرف راہ دکھاتا ہے اسکو جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور فرمایا رب تیرا جیسا چاہے پیدا کرتا ہے اور ان سے جس کو چاہے پسند کر لیتا ہے ۔ اور فرمایا لوگوں کے اختیار نہیں ۔ میں زمین کے اندر خلیفہ بنانے والا ہوں ؎
اے داؤد ہم نے تجھکو زمین کے اندر اپنا خلیفہ بنایا ہے (اور ابراہیم کے لئے فرمایا) تحقیق میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں ۔ اللہ خوب جانتا ہے جس جگہ رسالت کو رکھنا مناسب ہوتا ہے تو غور کرنی چاہیئے اور سمجھکر شکر بجا لانا چاہیئے ؎

فصل

بیان نمونہ مطابقت صفات محمدیہ ہمراہ صفات الٰہیہ کے بمصداق اسکے کہ خلیفۃ اللہ متصف بصفات الٰہیہ ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنی شان میں فرمایا ۔ میری رحمت ہر شئے پر احاطہ رکھتی ہے ۔ اور فرمایا نبی ص کے حق میں کہ ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر اسلئے کہ تو کل اجناس عالم کیلئے رحمت ہے ۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے حق میں ۔ تحقیق رحمت حق تعالیٰ کی محسن مؤمن لوگوں کے قریب ہے ۔ اور فرمایا نبی صلعم کے حق میں کہ وہ مؤمنین کے ساتھ نہایت مہربان رحمت کرنیوالا ہے ؎
اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں اور زمین کا (روشن کرنے والا) اور فرمایا اپنے نبی ص کے حق میں ۔ تحقیق تمہارے پاس

[1] ان آیات سے اقتباس کی غرض یہ ہے کہ درجہ نبوت و رسالت و امامت سب اللہ تعالیٰ کے انتخاب سے مل سکتے ہیں لوگوں کے اختیار میں نہیں اسی لئے ہر جگہ ان خطابات کے عطا کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف ہی منسوب فرمایا ہے ۱۲ مترجم

من اللہ نور وکتاب مبین قال فی حقہ والله
یدعوا الی دار السلام ویھدی من یشاء الی
صراط مستقیم وقال فی حق نبیہ ؑ انک لتھدی
الی صراط مستقیم۔ وداعیا الی اللہ۔ قال
فی حقہ ان ربی علی صراط مستقیم وقال
فی حق نبیہ انک لمن المرسلین علی صراط
مستقیم قال فی حقہ انہ علیٰ کل شئی شہید۔
وقال فی حق نبیہ وجئنا بک علی ھؤلاء
شہیدًا ویکون الرسول علیکم شہیدا
قال فی حقہ وھو العلی العظیم وقال فی
حق نبیہ وانک لعلی خلق عظیم۔ قال فی
حقہ وھو اللطیف الخبیر وقال فی حق نبیہ
فاسئل بہ خبیرا۔ قال فی حقہ المومن
المھیمن یقال بمعنے امین وقال فی حق
نبیہ مطاع ثم امین وقال فی حق نبیہ
وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما
بین یدیہ من الکتاب ومھیمنا علیہ
قال فی حقہ العزیز وقال فی حق نبیہ عزیز
وللہ العزۃ ولرسولہ قال فی حقہ فاللہ ھو
الولی وقال فی حق نبیہ ووصیہ انما
ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا الاٰیۃ
وقال علیہ السلام انا ولی کل مومن و
قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ قال
فی حقہ وحق نبیہ قل اعملوا فسیری
اللہ عملکم ورسولہ وقال
من یطع الرسول فقد
اطاع اللہ و
اطیعوا اللہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا ہے (یعنی نبی ؐ) اور کتاب ظاہر۔ اور فرمایا اپنے حق میں اللہ تعالیٰ بہشت کی طرف بلاتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے اوسکو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اور نبی ؐ کے حق میں فرمایا۔ تحقیق تو اے نبی ہدایت کرتا ہے صراط مستقیم کی طرف اور اللہ کی طرف بلانے والا ہے۔ فرمایا اپنے حق میں تو سُنا دے کہ میرا رب صراط مستقیم پر ہے اور اپنے نبی ؐ کے حق میں فرمایا تحقیق تو اے نبی ضرور پیغمبروں میں سے اور صراط مستقیم پر ہے۔ اور اپنے حق میں فرمایا تحقیق وہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر شاہد ہے اور اپنے نبی ؐ کے حق میں فرمایا اور ہم تجھے اے نبی ؐ ان لوگوں پر شاہد بنا کر لائینگے۔ اور اے لوگو تم پر رسول شاہد ہوگا۔ اور فرمایا اپنے حق میں کہ شان اسکی بلند ہے اور وہ عظیم الشان ہے۔ اور اپنے نبی ؐ کے حق میں فرمایا تحقیق تو اے نبی ؐ بڑے پسندیدہ اخلاق پر ہے۔ اپنے حق میں فرمایا اور وہ لطیف خبیر ہے۔ اور نبی ؐ کے حق میں فرمایا۔ اے سائل تو اس امر کو خبیر (خبردار) سے پوچھ لے اور اپنے حق میں مؤمن مہیمن بمعنے امین فرمایا۔ اور اپنے نبی ؐ کے حق میں فرمایا قابل اطاعت اور امین ہے۔ نیز نبی ؐ کے حق میں فرمایا ہمنے تیری طرف کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے جو پہلی کتب کی تو تصدیق کرنے والا ہے اور اسپر مہیمن ہے۔ اپنے حق میں فرمایا عزیز۔ تو نبی ؐ کے حق میں بھی عزیز فرمایا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے لئے عزت ہے اور اس کے رسول کے لئے عزت ہے اپنے حق میں فرمایا اللہ تعالیٰ ولی یعنے متصرف مالک ہے اور اپنے نبی اور اسکے وصی کے حق میں فرمایا اے لوگو تمہارا ولی اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا رسول اور وہ جو ایمان لائے الخ۔ اور فرمایا رسول نے میں ہر مومن کا ولی ہوں اور جس کا میں مولا ہوں پس علی ؑ بھی اُس کا مولیٰ ہے[1]۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے نبی ؐ کے حق میں قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھیگا اور اس کا رسول بھی دیکھیگا اور فرمایا جو شخص رسول ؐ کی اطاعت کرے اوس نے خاص اللہ کی اطاعت کی اور اطاعت کرو تم لوگ

[1] بعض روایات میں من کنت ولیہ فعلی ولیہ بھی وارد ہے یعنی جس کا میں ولی ہوں اس کا علی ؑ بھی ولی ہے۔ چنانچہ نصوص خلافت میں آئیگا۔ ۱۲ مترجم۔

ورسوله وقال استجيبوا الله وللرسول اذا دعاكم۔ وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى۔ وان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم۔ وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحی يوحے وقال فی حقه لا تاخذه سنة ولا نوم وقال عليه السلام ان عينی تنامان ولا ينام قلبی۔ اخرجه الشيخان والحاكم وابو نعيم وابن سعد وغيره۔ فقد ثبت ما قلنا مما قلنا ان خليفة الله هو المتصف بصفات الله تعالے ولا يصدر عنه قول ولا فعل ولا حركة ولا سكون الا برضائه تعالی فيكون مطاعًا مطلقًا۔ واطاعته اطاعة الله تعالی بلا مرية۔

فصل

فی ضرورة خليفة النبی وشرائطه

الآن نبحث فی ان بعد وفات النبی صلعم تبقى ضرورة خليفة النبی القائم مقامه فی جميع صفاته الا ما اختص به النبی وهو واجب الاطاعة حجة الله فی ارضه ام لا فالثانی مردود بالادلة النقلية والعقلية المذكورة سابقًا والاول اما فی كل عصر او فی زمان معين ای خاص فالثانی مردود بوجوه مزبورة فانتج انه يجب فی كل عصر ضرورة ان يكون معلمًا حجة على الخلق من الله تع واعترف بهذه الضرورة علماء الامة كلهم كما فی ازالة الخفا جلد ا ص۲۵ - اين قسم

اللہ اور اسکے رسول کی اور فرمایا دعوت اور حکم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کا قبول کرو جب تمکو بلائیں - اور فرمایا جب تمنے اے نبی تیر یا پتھر دشمنوں کو مارا تھا وہ تم نے نہیں مارا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ نے ہی مارا تھا۔ اور فرمایا تحقیق وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ حقیقت میں خدا سے بیعت کر رہے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔ اور نہیں بولتا نبی ص اپنی ہوا اور حرص سے بلکہ محض وحی الٰہی سے بولتا ہے جو اللہ تع کی طرف سے اسکو پہنچتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حق میں فرمایا۔ اللہ تع کو اونگھ اور نیند نہیں ہوتی اور فرمایا رسول ص نے تحقیق میری آنکھیں بظاہر سوتی ہیں مگر دل میرا نہیں سوتا دیکھو خصائص کبرےٰ ج ا صفہ ۶۹ اسکو بخاری ومسلم نیز حاکم وابو نعیم وابن سعد وغیرہ نے روایت کیا۔ پس تحقیق ہمارا مدعا اس ہمارے بیان سے ثابت ہوا کہ خلیفۃ اللہ متصف بہ صفات الٰہیہ ہوتا ہے اور اس سے کوئی قول وفعل اور حرکت وسکون بغیر رضائے وامر الٰہی کے صادر نہیں ہوتا اور وہ پیشوائے مطلق ہے اور اس کی اطاعت بلا شک عین اطاعت اللہ تعالےٰ کی ہے ؎

فصل

ضرورت وشرائط خلیفۃ النبی ص کے بیان میں

اب ہم اس میں بحث کرتے ہیں کہ تحقیق بعد وفات نبی ص کے ضرورت ایسے خلیفۃ النبی کی ہمیشہ باقی ہے جو جمیع صفات میں بجز نبوۃ کے قائم مقام نبی ص کا ہو اور وہی خلیفہ مطلقًا واجب الاطاعۃ اور حجۃ اللہ زمین خدا میں ہو یا ضرورت نہیں ہے تو زمین کا حجت خدا اور معلّم سے خالی رہنا دلائل نقلیہ وعقلیہ مذکورہ سابقہ سے مردود ہے اور ضرورت باقی ہے تو یا ہر زمان میں یا زمانہ معین میں یا کسی وقت معین میں ضرورت کا ہونا اور پھر نہ ہونا بہ وجوہ ضرورت معلّم کے مردود ہے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ ہر زمانہ میں ضرورت ہے کہ معلّم اور حجت خدا خلقت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے موجود ہو اور اس ضرورت کے لئے جملہ علماء امت کے معترف ہیں جیسا ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ جلد ا صفحہ ۲۵ میں ہے کہ اس قسم کا ایک

استخلاف در ہر ملّت واقع شدہ۔ وفی شرح المواقف صفحہ ۷۲۹۔ اما وجوبہ (ای الامام) علینا سمعًا فلوجہین انہ تواتر اجماع المسلمین فی الصدر الاول بعد وفاۃ النبی ؐ علیٰ امتناع خلو الوقت عن خلیفۃ وامام حق حتی قال ابوبکر فی خطبتہ المشہورۃ الا ان محمدا قد مات ولا بد لھذا الدین ممن یقوم بہ فبادر الکل الی قبولہ ولم یقل احد لاحاجۃ الیٰ ذٰلک بل اتفقوا علیہ وبکروا فی سقیفۃ بنی ساعدۃ وترکوا لہ اھم الاشیاء وھو دفن رسول اللہ ؐ الخ وھکذا فی شرح العقائد صفحہ ۱۰۹ و ۱۱۰ وزاد وکذا بعد موت کل امام لان کثیرا من الواجبات الشرعیۃ یتوقف علیہ کما اشار الیہ بقولہ والمسلمون لا بد لھم من امام یقوم بتنفیذ احکامھم واقامۃ حدودھم وسد ثغورھم وتجھیز جیوشھم واخذ صدقاتھم وقھر المتغلبۃ والمتلصصۃ وقطاع الطریق واقامۃ الجمع والاعیاد وقطع المنازعات الواقعۃ بین العباد وقبول الشہادات القائمۃ علی الحقوق وتزویج الصغار والصغائر الذین لا اولیاء لھم وقسمۃ الغنائم ونحو ذٰلک من الامور التی لا یتولاھا احاد الامۃ انتھٰی۔

وفی منہاج السنۃ الامام الحق ھو الذی

خلیفہ کرنا ہر ملّت میں واقع ہوا ہے۔ اور شرح مواقف صفحہ ۷۲۹ میں ہے کہ امام کا ہمارے لئے نقلاً وسماعًا واجب ہونا دو وجہ سے ہے ایک یہ کہ اسپر اجماع مسلمین کا بتواتر ثابت ہے کہ زمانہ اوّل میں سے بعد وفات نبی ؐ کے کوئی وقت خلیفہ اور امام حق سے خالی رہنا ممتنع ہے۔ تاکہ ابوبکر صاحب نے اپنے مشہور خطبہ میں کہا ہی خبردار رہو کہ محمد ؐ فوت ہو گئے مگر امت کے لئے ضروری ہے کہ اس دین کے قائم رکھنے والا ایک نہ ایک موجود ہو تو سب نے اس قول کو قبول کیا اور کسی نے یہ نہ کہا کہ اب اس کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ سب اسپر متفق ہوکر سقیفہ بنی ساعدہ میں گئے اور اپنا امام مقرر کر لیا اور اس کام کے لئے سب سے زیادہ مہتم بالشان کام دفن رسول اللہ ؐ کو بھی صحابہ نے چھوڑ دیا تھا۔ الخ اور اسیطرح شرح عقائد صفحہ ۱۰۹ و ۱۱۰ میں ہے اور زیادہ لکھا کہ ہر امام کی وفات کے بعد اسی طرح ہوتا رہا۔ کیونکہ بہت سے واجبات شرعیہ کا بجا لانا اسپر موقوف ہوتا ہے۔ جیساکہ (خلیفہ اوّل نے) اسکی طرف اپنے اس قول سے اشارہ کیا کہ مسلمین کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ان کا کوئی ایسا امام ہو جو احکام شرعیہ وحدود شرعیہ جاری کرے اور ان کے رخنہ ہا کو بند کرے اور ان کے لشکروں کو تیار کرے اور ان سے صدقات وصول کرے اور ان کے مغرور سرکش آدمیوں کو زیر رعب رکھے اور چوروں ڈاکوؤں کا انسداد کرے اور جمع وعیدوں کو قائم رکھے اور متنازعہ مقدمات لوگوں کا بعد لینے شہادت کے فیصلہ کرے اور حقدار کی حق رسی کر دے اور چھوٹے لڑکے لڑکیوں کا انتظام شادی کرے اور غنیمت کے اموال تقسیم کرنے وغیرہ امور سب کا انتظام اسطرح کرے جو ہر ایک نہیں کر سکتا۔ انتہےٰ۔

اور منہاج السنہ مؤلفہ علامہ ابن تیمیہ میں ہے امام حق وہ ہے

ل شرح مقاصد جلد ۲ صفحہ ۲۷۳ میں ہے لنا علی الوجوب وجوہ۔ الاول وھو العمدۃ اجماع الصحابۃ حتی جعلوا ذٰلک (وجوب الامامۃ) اھم الواجبات واشتغلوا بہ عن دفن الرسول وکذا عقیب موت کل امام یعنے وجوب امام کیلئے چند دلائل سے عمدہ دلیل صحابہ کا اجماع ہے اور دفن نبی ؐ سے بھی زیادہ ضروری سمجھنا ہے اور پھر امام کی وفات کے بعد اسی طرح ضروری سمجھا گیا۔ انتہیٰ۔ تو اس سے ثابت ہے کہ ہر زمانہ میں امام کی ضرورت ہے اور ایسے امام کی جیساکہ بعد نبی ؐ کے متصل ہونا تھا۔ پس موجودہ زمانہ میں سنیوں کا امام خدا جانے کون ہے؟ ۱۲

مترجم

استجمع شرائط خمسة من الاسلام والحرية والعقل والبلوغ والعدالة وصار اماما ببيعة جماعة من المسلمين وهم رضوا بامامته وهو يريد اعلاء كلمة الاسلام ومعونة المسلمين ويؤمن به دمائهم واموالهم وفروجهم وياخذ العشر والخراج على الوجه المشروع ويعطى العلماء والخطباء والقضاة والمفتين والمدرسين والمتعلمين والحافظين وغير ذلك من بيت المال ويكون عدلاً ملموناً مشفقاً على المسلمين ومن لم يكن كذلك فهو ليس بامام حق فلا يجب اعانته بل يجب القتال معه والخروج عليه۔ انتهى۔ قال الفخر الرازى فى تفسيره الكبير جلد ۵ ص۵۰۶ والثانى ان كل جمع وقرن يحصل فى الدنيا فلابد وان يحصل فيهم واحد يكون شهيداً عليهم اما الشهيد على الذين كانوا فى عصر رسول الله ص فهو الرسول بدليل قوله تعالىٰ وكذلك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيداً وثبت ايضاً انه لابد فى كل زمان بعد زمان الرسول من الشهيد فحصل من هذا ان عصراً من الاعصار لا يخلو من شهيد على الناس وذلك الشهيد لا بد وان يكون غير جائز الخطأ والا لافتقر الى شهيد آخر و يمتد ذلك الى غير النهاية وذلك باطل فثبت انه لابد فى كل عصر من اقوام تقوم الحجة بقولهم۔

جو جامع شرائط خمسہ اسلام اور حریت اور عقل اور بلوغ اور عدالت کا ہو اور جماعت مسلمین کی بیعت سے امام مقرر ہو اور وہ اس کی امامت سے راضی ہوں اور وہ امام کلمہ اسلام کی اشاعت اور مدد مسلمین کو اپنا نصب العین تصور کرے اور مسلمین کے اموال اور خون اور فروج کے امن کا ذمہ وار ہو اور عُشر وغیرہ محصول شرعی طریق پر وصول کر کے علما اور خطیبوں اور قاضیوں اور مفتیوں اور مدرسوں اور طالب علموں اور حفاظ وغیرہ کو بیت المال سے حسب ضرورت دیتا ہو اور خود عادل اور امین اور مسلمین پر مہربان ہو اور جو ایسا نہ ہو وہ امام نہیں ہے جسکو حق کا امام کہا جائے اور نہ ایسے امام کی مدد واجب ہوگی بلکہ اُس سے جنگ اور اوسپر خروج کرنا واجب ہے۔ انتہیٰ۔

فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۵۰۶ میں لکھا ہے دوسرا یہ کہ ہر جماعت اور ہر زمانہ جو دنیا میں حاصل ہو ضروری ہے کہ ان میں ایک ایسا شخص موجود ہو جو ان پر حجت اور شاہد ہو اور جو زمانہ رسول ص میں تھے اُن پر تو رسول ص شاہد ہوگا بدلیل اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اسی طرح ہم نے تمکو امت وسطا اور عادل بنایا تاکہ تم لوگوں پر شاہد ہوگے اور رسول ص تم پر شاہد ہوگا۔ اور نیز اس سے ثابت ہوا کہ تحقیق ہر زمانہ میں بعد زمانہ رسول ص کے بھی ایک ایسے شاہد کی ضرورت ہے جو معائنہ کی قوت رکھتا ہو تاکہ اُسکو شہید کہا جا سکے تو اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ کوئی زمانہ منجملہ ازمنہ کے لوگوں پر ایک شہید موجود ہونے سے خالی نہیں ہو سکتا اور وہ شہید ضروری ہے کہ ایسا ہو جس سے خطا سرزد ہونی ممکن نہ ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ایک دوسرے شہید کی طرف محتاج ہوگا اور اسی طرح وہ بھی ایسا ہی ہو تو اور کی طرف محتاج ہوگا پھر یہ سلسلہ غیر منتہی ہوگا اور یہ صورت باطل ہے پس ثابت ہوا کہ ہر زمانہ میں ایسے افراد کی ضرورت ہے جن کا قول خلق پر بلا شک حجت ہو۔ الخ

ل۵ اس عبارت تفسیر کبیر سے صاف ثابت ہے کہ امام معصوم کی ہر زمانہ میں ضرورت ہے جو اعمال امت پر شاہد ہو اور قول اس کا خلقت پر حجت ہو ۱۲ مترجم۔

وفی الصواعق ص۵ لان الامة قد جعلوا اهم
المهمات بعد وفات النبیؐ نصب الامام حتّٰی
قدموه علی الدفن وكذا بعد موت كل امام
وفی السیرة الحلبیة ص۳۹۵ والصحیح انه م مكث
بقیة یوم الاثنین ولیلة الثلاثاء وبعض
لیلة الاربعاء وكان السبب فی تاخره ما
علمت من اشتغالهم ببیعة ابی بكر حتی تمت؛

اور صواعق محرقہ صفحہ ۵ پر ہے کہ امت نے سب سے زیادہ مقصود اعظم بعد وفات نبی صلعم کے امام کا مقرر کرنا سمجھا تھا تاکہ اس کام کو انہوں نے دفن نبی م پر بھی مقدم رکھا اور اسیطرح ہر امام کی موت کے بعد ضروری سمجھکر کرتے آئے ہیں (تو ہر زمانہ میں ضرورت ثابت ہوئی) اور سیرۃ حلبیہ صفحہ ۳۹۵ میں ہے صحیح یہ ہے کہ تحقیق نبی م کی نعش پاک کچھ حصہ سوموار کا اور رات منگل کی اور بعض حصہ رات بدھ کا دفن ہونے سے روک رکھی گئی اور سبب اس دیر کا وہی ہے جو تمنے سمجھا ہے یعنی صحابہ کا بیعت ابی بکر میں مشغول ہو جانا اس حدتک کہ وہ تمام ہو گئی؛

وفی الصافی ص۲۵۱ فی المجمع والقمی عن الصادق
لكل زمان وامة امام یبعث كل امة مع
امامها؛

اور شیعہ کی تفسیر صافی صفحہ ۲۵۱ میں ہے۔ مجمع اور تفسیر قمی میں امام صادق ع سے روایت ہے کہ ہر زمان اور ہر جماعت کے لئے ایک امام ہوتا ہے اور ہر گروہ اپنے امام کے ساتھ اُٹھایا جائیگا۔

والقول بنفی ضرورة الخلیفة او تقیید كون
الخلیفة بزمان خاص ادعاء بلا دلیل قال
الله تعالٰی وما كنا معذبین حتی نبعث رسولا
ولئلا یكون للناس علی الله حجة بعد الرسل
والقرآن كلام مالك الملوك وكلام الملوك
ملك الكلام قال فی شانه تفصیلا لكل
شیئ وتبیانا لكل شئی لكن هو كتاب صامت
ولیس بناقص لكن عقول كل الناس
لا یدركه حق ادراكه بمجرد السماع عنه
علیه السلام او ممن بعده

اور قول نفی ضرورت خلیفہ کا یا تقیید خلیفہ کا زمانہ خاص سے دعوی بلا دلیل ہے۔ کیونکہ فرمایا اللہ تعالے نے ہم کسی قوم کو عذاب نہیں دیتے جب تک ان میں رسول نہ بھیجیں۔ اور تاکہ اللہ تعالیٰ پر رسول بھیجنے کے بعد حجت باقی نہ رہجائے۔ اور قرآن کلام بادشاہ بادشاہان کی ہے اور کلام بادشاہان کی بادشاہ کلام کی ہوتی ہے اسکے شان میں فرمایا ہے کہ قرآن میں ہر شئے کی تفصیل ہے اور ہر شئے کا بیان ہے۔ لیکن وہ کتاب خاموش ہے اگرچہ کامل ہے اور ناقص نہیں لیکن عقول جملہ لوگوں کے اس کا ادراک جیساکہ چاہئے نہیں کر سکتے۔ اس طرح کہ محض سننے سے کماحقہ سمجھ جائیں خواہ وہ نبی م کی زبان پاک سے سنیں یا کسی دوسرے سے

[1] مواہب لدنیہ علامہ قسطلانی کی شرح زرقانی جلد۷ صفحہ۸ مطبوعہ مصر میں بعد ذکر حدیث ثقلین کے لکھا ہے۔ قال الشریف السمهودی هذا الخبر یفهم وجود من یكون اهلا للتمسك به من عترته فی كل زمن الی قیام الساعة حتی یتوجه الحث المذكور علی التمسك به كما ان الكتاب كذالك فلذا كانوا امانا لاهل الارض فاذا ذهبوا ذهب الارض۔ یعنی حدیث ثقلین میں تمسک ثقلین کے حکم سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ہستی عترت پاک سے ہر زمانہ میں ایسی ضرور موجود ہوگی جو بہمہ وجوہ واجب الاتباع احکام شرعیہ میں اور قابل تمسک کے ہو۔ چنانچہ کتاب ہر زمانہ میں قابل تمسک موجود ہے، اور اسی واسطے نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت باشندگان زمین کے لئے امان ہیں جب یہ باعث امان موجود نہ ہوں گے تو زمین اور زمین والے نہ رہیں گے۔ انتہی۔ تو اہل بیت امان اسی طرح ہیں کہ ایک نہ ایک وجود ان سے ایسا ہر زمانہ میں موجود ہو جو طاہر و معصوم اور واجب الاتباع ہو اور اسکے جملہ اقوال و افعال قابل تمسک ہوں اور اس کی برکت سے امان ہو۔ نیز اس کی وجہ سے ہدایت ہو اور محض گمراہی نہ رہے اس وجہ سے بھی باعث امان ہو کیونکہ جب گمراہی محض ہوگی (بقیہ حاشیہ برصفحہ ۱۹۶)

كما يشهد عليه حال كبراء الصحابة فضلاً عمن بعدهم من الصحابة والتابعين وغيرهم بل الذين قال عز وجل فى شانهم هو آيات بينات فى صدور الذين اوتوا العلم وان الذين اوتوا العلم من قبل اذا يتلى عليهم يخرون للاذقان سجدا - الآية - احق بادراكه - ومنهم من يستمع اليك حتى اذا خرجوا من عندك قالوا للذين اوتوا العلم ماذا قال آنفا - شاهد صدق على ما قلنا والتفصيل سياتى انشاء الله تع فى علم الشيخين فالذين اوتوا العلم من قبل ومن قيل فى حقه وعلمك مالم تكن تعلم - وعلمناه من لدنا علما هم واقفوا رموز القرآنية وعالموا اسراره لكون علومهم وهبيا كما قال سيد الاوصياء امام الامة ابو الائمة على عليه السلام وهب لى عقلا ولو وضعت لى وسادة وجلست عليها لاخبرت - الخ وسياتى فى علمه ع مستوفى وقد الف الامام الغزالى رسالة فى العلم الوهبى - واما الذين علمهم كسبى فبعد جهدهم البليغ و تحصيلهم القواعد العربية من النحو واللغة وغيرهما قل ما يطلعون على بعض مدركاته الظاهرية ويعبرون منه على قدر عقولهم وفهومهم واختلاف تفاسيرهم شاهد صدق على عدم علمهم باليقين كما ان الامام الرازى و الزمخشرى والسيوطى مع جلالة قدرهم

جیسا کہ اسپر حال اکابر صحابہ کا گواہ ہے چہ جائیکہ ان کے بعد کے صحابہ یا تابعین وغیرہ کا ذکر کیا جائے۔ بلکہ وہ لوگ جن کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ظاہر آیات ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جنکو علم منجانب اللہ عطا کیا گیا ہے۔ اور جن کو پہلے ہی علم عطا کیا گیا ہوتا ہے وہ جس وقت قرآن کو سن لیتے ہیں اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ الخ زیادہ مستحق ادراکِ قرآن کے ہیں۔ اور فرمایا بعض ان حاضرین خدمت نبی سے ایسے ہیں اے نبی کہ تیری طرف متوجہ ہوکر سنتے ہیں۔ اور جب تیری مجلس سے باہر جاتے ہیں تو ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کو منجانب اللہ علم عطا کیا گیا ہے کہ اب نبی نے کیا فرمایا ہے اور اس سے کیا مطلب تھا۔ یہ ہمارے مدعا پر سچا گواہ ہے۔ جس کی تفصیل قریبًا انشاء اللہ تعالیٰ بیان علم شیخین میں آئیگی۔ پس وہ لوگ جنکو ابتداء سے علم عطا گیا ہے اور جس کے حق میں فرمایا ہے کہ اللہ نے تمکو وہ علم دے دیا ہے جو تو نہیں جانتا تھا اور ہم نے اپنی طرف اوسکو علم عطا کیا ہے وہ واقفین رموز قرآنیہ کے اور عالمین باسرار معانی قرآن اور اسرار اسکے کے ہیں۔ کیونکہ ان کا علم بہ القاء الٰہی ہوتا ہے جیسا کہ سید الوصیین امام امت اور والد ائمہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی عقل بخشی ہے کہ اگر میرے لئے بستر اور تکیہ رکھا جائے اور میں اسپر بیٹھکر بیان کرنا چاہوں تو سب اشیاء کی خبر دیدوں۔ الخ اور اس کا بیان مفصل علم علی میں آئیگا۔ اور تحقیق امام غزالی نے ایک مستقل رسالہ علم وہبی کے بیان میں تالیف کیا ہے اور جن اشخاص کا علم کسبی ہو وہ بعد کوشش بلیغ اور تحصیل قواعد عربیہ نحو اور لغت وغیرہ کے بہت کم بعض معلومات ظاہریہ پر اطلاع پاتے ہیں چہ جائیکہ دقائق و لطائف اصلیہ پر واقف ہوں اور اس سے اپنے عقل و فہم کے مطابق سب معانی مختلفہ اخذ کرتے ہیں اور ان کا اختلاف تفاسیر میں ان کے عدم علم یقینی کلام الٰہی پر گواہ صادق ہے جیسا کہ امام رازی اور زمخشری و سیوطی نے باوجود ان کے علوم میں جلیل القدر

(بقیہ حاشیہ) تو زمین و اہل زمین ہلاک ہو جائیں گے۔ پس اس سے امام زمان کا موجود ہونا بھی اظہر من الشمس ثابت ہو گیا صرف انصاف کی ضرورت ہے۔ ۱۲ مترجم۔

فی العلوم لم یفتوا بقول واحد بل قد
جاوزوا الی الاربعین او الخمسین قولاً بل
قالوا یحتمل ویمکن واعترض علیه۔ وههنا
بحث وفیه شیئ وماشابه ذلك ویرد
بعضهم قول بعض وهذا لیس من شان القرآن
الحکیم وحاشاه ثم حاشاه لانه لو کان
من عند غیر الله لوجدوا فیه اختلافاً کثیراً
ولتبین لهم الذی اختلفوا فیه۔ والغرض
من نزول القرآن رفع الاختلاف ومن
البین ان التفسیر بالرای (مع انه مذموم)
دال علیٰ عدم اخذهم علم القرآن من
الذین اوتوه۔ وقول النبی ص (غیر مرة)
انی تارك فیکم الثقلین ولم یتفرقا حتیٰ
یردا علی الحوض فلا تسبقوهما ولا تعلموا
هما وهو خبر متواتر (کما ذکر) دال علیٰ
ان عالم القرآن عترته علیهم السلام علی
مع القرآن والقرآن مع علیٍ لن یفترقا
حتیٰ یردا علی الحوض انا مدینة العلم علی
بابها لو وقرت سبعین بعیرا من تفسیر
ام القرآن سلونی قبل ان تفقدونی ولن
تجدوه هادیاً مهدیاً یاخذ بکم الطریق
المستقیم فمن استمسك به فقد استمسك
بالعروة الوثقیٰ لا انفصام لها۔ واعتصموا
بحبل الله جمیعا ولا
تفرقوا ومن شذ
شذ فی النار
لاحول ولا
قوة

ہونے کے ایک قول پر فتوے نہیں دیا بلکہ چالیس یا پچاس اقوال تک ایک آیت کے معانی کو پہنچا دیتے ہیں بلکہ پھر کہتے ہیں احتمال ہے یا ممکن ہے کہ یہ معنے اور بھی ہو یا اس معنے پر اعتراض کیا گیا ہے یا اس میں بحث ہے یا اس میں کچھ خدشہ ہے یا مشابہ اسکے کہتے ہیں اور بعض دوسرے بعض کے قول کو رد کرتے رہتے ہیں اور یہ امور شان قرآن کریم سے بمراحل بعید ہیں کیونکہ اگر وہ غیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بڑے اختلاف ہوتے۔ جب کلام الٰہی ہے تو اتنے اقوال قرآن کے خلاف ہیں۔ اور فرمایا کہ اے نبی تجھے اسلئے بھیجا کہ تو اس امر کا جس میں انہوں نے اختلاف کیا ہو بیان کردے۔ اور غرض نزول قرآن کی رفع اختلاف ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تفسیر اپنے فکر سے کرنی باوجود مذموم ہونے کے اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان مفسرین نے علم قرآن کو ان سے نہیں لیا جن کو منجانب اللہ علم عطا کیا گیا ہے ورنہ اس قدر اختلاف نہ کرتے اور نبی ص نے بہت دفعہ فرمایا کہ میں تمہارے اندر ثقلین چھوڑے جاتا ہوں جو ہرگز آپس میں جدا نہ ہونگے حتیٰ کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئینگے (قرآن وعترت) پس ان ہر دو پر سبقت نہ کرو اور نہ ان ہر دو کو سکھلاؤ یہ زیادہ جاننے والے ہیں اور یہ حدیث متواتر ہے۔ جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے تو یہہ قول نبی ص کا اسپر دلالت رکھتا ہے کہ عالم قرآن کے اہل بیت نبی ص ہیں جیسا کہ فرمایا نبی ص نے علی قرآن کے ساتھ ہے ہر دو جدا نہ ہوں گے حوض کوثر تک۔ اور فرمایا میں شہر علم کا ہوں اور حضرت علی ع اس کا دروازہ ہے۔ اور فرمایا علی ع نے میں ستر اونٹ کا بار تفسیر سورہ فاتحہ سے سنا سکتا ہوں اور فرمایا مجھ سے جو چاہو پوچھو اس سے پہلے کہ تم مجھے نہ پاؤ گے۔ نیز رسول اللہ ص نے بحق علی ع جامع الفاظ سے فرمایا کہ اگر حضرت علی ع کو خلیفہ بناؤ تو اسکو راہ حق دکھانے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے تم کو صراط مستقیم پر چلائیگا۔ پس تحقیق جس نے حضرت علی سے تمسک کیا اوسنے دستاویز محکم سے تمسک کیا جو ٹوٹنے والی نہیں اور فرمایا حق تعالیٰ نے رسی اللہ تعالیٰ کی متفق ہو کر مضبوط پکڑو اور فرقہ فرقہ نہ ہو جاؤ اور فرمایا حضرت ص نے جو جماعت حق سے جدا ہوا وہ دوزخ میں جائیگا۔ گناہ سے بچاؤ اور قوت نیکی پر۔

الا باللہ - ولا یردان الاحادیث مفسرۃ للقرآن الکریم لانہا محتاجۃ الی المروات وھم ثقات او ضعفاء او کذابون او وضاعون او سیئی الحفظ اولین اولیس بقوی اولیس بجید اولیس بذالک وغیرھا فالآن کما کان فر من المطر ووقف تحت المیزاب - فتفسیر الائمۃ والاحادیث الصحیحۃ المرویۃ منہم مقبولۃ واجبۃ العمل بمعیار لن یفترقا فاحتیج فی کل زمان بعد النبیؐ الی خلیفتہ فوجب معرفتہ وللمعرفۃ علامات قد ذکرنا ھا من قبل مجملاً ولنفصلہا ثانیاً

اعلم انہ لابد من ذکر علامات معرفۃ الخلیفۃ لتمیز الصادق من الکاذب - فمنہا انہ یستجمع صفات مستخلفہ من العصمۃ و العلم والشجاعۃ وغیرھا لتکمیلہ کمالاتہ ولاتمامہ اغراضہ الا النبوۃ لقولہ لا نبی بعدی وھو فی قولہ وفعلہ واجب الامتثال ولازم الاقتداء للاھتداء والاستخلاف لایکون الا بانتخاب من اللہ تعالیٰ کما قال عز من قائلہ وربک یخلق ما یشاء ویختار[1] وما کان لھم الخیرۃ واللہ یجتبی الیہ من یشاء وانی جاعل[2] فی الارض خلیفۃ و انا جعلناک

بجز امداد الٰہی کے نہیں ہے۔ اور یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کہ قرآن کو سب لوگ سمجھ سکتے ہیں کیونکہ احادیث قرآن کریم کی مفسر ہیں۔ اسواسطے کہ احادیث خود رواۃ کی جرح و توثیق کی طرف محتاج ہیں اور رواۃ یا ثقات ہیں یا ضعفا یا جھوٹے یا احادیث وضع کرنے والے یا حافظے کے قصور والے یا نرم یا غیر قوی یا غیر جید یا کچھ غیر معتبر وغیرہ ہیں تو قرآن فہمی میں پھر بھی اسی طرح عاجز رہنا پڑتا ہے بلکہ بارش سے بھاگ کر پرنالے کے نیچے بیٹھنے کا مصداق ہونا پڑتا ہے۔ پس تفسیر ائمہ معصومینؑ کی بہ نسبت غیر معصومین کے اور ان سے احادیث مرویہ بمعیار لن یتفرقا یعنی قرآن اور اہل بیت ہرگز جدا نہ ہوں گے مقبول و واجب العمل ہوں گی۔ تو ہر زمانہ میں بعد نبیؐ کے خلیفہ نبیؐ کی احتیاج ثابت ہوئی اور یہ بھی ضروری ہوا کہ اس کی معرفت ہو اور اس کی معرفت کے لئے علامات ہیں جو مجملاً مذکور ہو چکی ہیں اور تفصیلاً اب ہم ذکر کرتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ ذکر علامات معرفت خلیفہ کا ضروری ہے تاکہ سچا جھوٹے سے جدا ہو جائے۔ پس بعض ان علامات سے یہ ہے کہ وہ جامع صفات مستخلف اپنے کا ہو جیسے عصمت اور علم و شجاعت وغیرہ ہے تاکہ کمالات اس میں بھی بجز نبوت کی مکمل ہوں اور وہی اغراض جو نبیؐ پوری کرتے تھے اس خلیفہ سے بھی پوری ہوں کیونکہ فرمایا حضرتؐ نے میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور وہ خلیفہ اپنے قول و فعل میں واجب الاتباع ہے اور اس کی پیروی واسطے ہدایت کے ہر حال میں لازم ہے اور خلیفہ اور امام بنانا محض اللہ تعالیٰ کے انتخاب سے ہو سکتا ہے جیسے فرمایا رب تمہارا پیدا کرتا ہے اور جسے چاہے پسند کر لیتا ہے۔ نیز فرمایا لوگوں کا اختیار اس بارہ میں کچھ نہیں۔ نیز فرمایا اللہ تعالیٰ اپنی طرف جسے چاہے چن لیتا ہے۔ اور فرمایا میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ نیز فرمایا تحقیق ہم نے تجھے

امام حق کی علامات

انتخاب خلیفہ کا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے

[1] یہ آیت پارہ ۲۰ سورہ قصص رکوع ۷ میں ہے ترجمہ اس کا مولوی نذیر احمد صاحب نے یوں لکھا ہے۔ "اے پیغمبر تمہارا پروردگار جیسے لوگ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور ان میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ انتخاب لوگوں کے اختیار میں نہیں" ۱۲ مترجم

[2] ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ یا امام کا جعل یعنے بنانا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اور اسی کے اختیار میں ثابت ہے جیسا کہ علاوہ ازیں آیت پ ۱ رکوع ۱۵ میں ہے انی جاعلک للناس اماما۔ اور جس جگہ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۹۹)

خلیفة فی الارض لیستخلفنهم فی الارض واٰتاه الله الملك والحكمة - ولیس للانسان فیه دخل مّا لا فی الاستخلاف ولا فی العزل نعم یجب ان یکون معصومًا وافضل زمانه مختصًا بنص الله ومنتخبًا بجعل الله لا بانتخاب الناقصین لان اجتماع الناقصین ناقص ولا یکون کالعوام مثل الانعام بل یکون ممتازًا من ابناء جنسه فطرةً وماهرًا برموز کتابه تعالیٰ وعالمًا بکنوز حقائقه ودقائقه بعلم وهبی لا کسبی وعلمناه من لدنا علما وذلك فضل الله یوتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم - وهو الذی قال ع فی حقه انا مدینة العلم وعلی بابها وانه وصیی ووزیری وخلیفتی ومنجز وعدی وقال لا ینبغی ان اذهب الا وانت خلیفتی قاله لعلی کذا فی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳ وانه اول من اٰمن واول من صدق به و کمالاته اظهر من الشمس فی نصف النهار والقمر لیلة البدر ان لم یحجب التعصب کما سیاتی۔ انشاء الله تعـ فی موازنة الصفات۔

ثم بعده ذریته باظهار وصیة من سبق

اے داؤد ع خلیفہ بنایا نیز فرمایا زمین کے اندر مؤمنین کو خلیفہ بنائیگا نیز فرمایا قصہ طالوت میں اللہ تعـ نے اُسے ملک اور حکمت دی، اور انسان کے لئے کچھ بھی دخل اس میں نہیں ہے نہ خلیفہ بنانے اور نہ معزول کرنے میں، ہاں یہ واجب ہے کہ خلیفہ معصوم ہو اور اپنے اہل زمان سے افضل ہو اور من جانب اللہ مقرر ہوا ہو اور منتخب بہ جعل الٰہی ہو نہ بانتخاب ناقصین کیونکہ اجتماع ناقصین کا ناقص ہی ہوتا ہے، اور خلیفہ عوام کالانعام کی طرح نہ ہو بلکہ اپنے ابناء جنس سے فطرتًا ممتاز ہو اور ماہر رموز کتاب اللہ اور عالم کنوز دقائق و حقائق قرآنی کا علم وہبی سے ہو نہ کسبی سے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اوسکو اپنی طرف سے علم عطا کر دیا تھا اور یہ فضل خدائی ہے جس کو چاہے دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے - تو خلیفہ وہی ہے جس کے حق میں فرمایا نبی صلعم نے میں شہر علم کا ہوں اور یہ دروازہ اُسکا نیز فرمایا یہ میرا وصی اور وزیر ہے اور میرا خلیفہ اور وعدہ پورا کرنے والا ہے اور فرمایا نہیں مناسب کہ میں جاؤں مگر یہ ضروری ہے کہ تو میرا خلیفہ موجود ہو - اسکو حضرت علی ع کے حق میں فرمایا، جیسا کہ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳ میں ہے اور نبی صلعم نے فرمایا تحقیق یہ علی ع اول شخص ہے جو مجھ پر ایمان لایا اور مجھے سچا مانا اور دیگر کمالات اوس کے اظہر من الشمس یا چاند کی چودھویں سے بھی زیادہ روشن ہیں۔ اگر تعصب کا پردہ مانع نہ ہو - جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ موازنہ اوصاف میں بیان ہوگا۔

اور ان کے بعد علی ع کی ذریت پاک بہ اظہار وصیت سابق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کسی کام کے جعل کو اپنی طرف نسبت فرمایا ہے وہ اسی سے مخصوص ہے پس امامت بھی انہی امور سے ہے مثلاً دیکھو جعلنا البیت مثابةً للناس - پ۱ - لکل جعلنا منکم شرعةً ومنهاجًا ولو شاء الله لجعلکم امة واحدة - پ۶ - وجعلنا له نورًا یمشی به - پ۸ - وجعلنا لهم معایش - پ۸ - ثم جعلنا کم خلائف فی الارض پ۱۱ - فجعلناها حصیدًا کان لم تغن - پ۱۱ - وجعلنا عالیها سافلها - پ۱۲ - وجعل منهم القردة والخنازیر - پ۶ - و جعل الله الکعبة البیت الحرام - پ۷ - وجعل الظلمات والنور - پ۷ - هو الذی جعل الشمس ضیاءً والقمر نورًا پ۱۱ - وجعلناهم ائمة یهدون بامرنا - پ۱۷ - وجعلنا منهم ائمة یهدون بامرنا لما صبروا - پ۲۱ - ونجعلهم الوارثین پ۲۰ ایسے امور کی دعا بھی خدا تعالیٰ سے کیجاتی ہے، دیکھو آیت واجعل لی وزیرًا من اهلی هارون اخی اشدد به ازری - پ۱۶ موسیٰ علیہ السلام اگر خود وزیر کو بنا سکتے تو اس دعا کی ضرورت نہ تھی اور ہمارے نبی صلعم کو موسےٰ ع سے کمال مشابہت ہے جو احادیث سے

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۲۰۱)

لمن لحق الی قیام الساعۃ فقد ثبت ما ادعیناہ من ضرورۃ الامام وخلیفۃ اللہ فی کل زمان عند اھل السنۃ ایضاً وانما الفرق بین الفریقین ان اھل السنۃ لم یشترطوا ان یکون الامام اعلم وافضل اھل زمانہ بل اجمعوا بصحۃ امامۃ المفضول مع وجود الفاضل واستدلوا بصحۃ خلافۃ عثمان مع وجود علیؑ واختلافھم فی فضیلۃ عثمان علی علیؑ ثابت فی کتبھم من الصواعق وغیرہ۔

فی شرح العقائد للتفتازانی ص۱۱۳ وان لا یکون الامام افضل اھل زمانہ لان المساوی فی الفضیلۃ بل المفضول الاقل علماً وعملاً[1] ربما کان اعرف بمصالح الامامۃ ومفاسدھا ولھذا جعل عمر الامامۃ شوری بین ستۃ مع القطع بان بعضھم افضل من بعض انتھی منتخباً وکذا قال القاری فی شرح الفقہ الاکبر ص۱۷۸ وکذا فی الصواعق ص۲۶ وکذا فی شرح المواقف ص۷۴۵ - اقول فاذا استقر عندھم عدم اشتراط الافضل ثبت عندھم عدم عصمتہ من الافعال الذمیمۃ بل الفاسق

بحق لاحق کے تاقیام قیامت ہے۔ پس تحقیق ہمارا مدعا کہ امام وخلیفۃ اللہ ہر زمانہ میں ہونا نزدیک اہل السنت کے بھی ضروری ہے ثابت ہوا۔ اور فرق فریقین میں صرف یہ ہے کہ اہل سنت اپنے امام کے لئے یہ شرط نہیں کرتے کہ وہ اپنے ہم زمان افراد سے اچھا ہو بلکہ کم درجہ امام کی امامت کے صحیح ہونے پر ان کا اجماع ہے خواہ زیادہ درجہ کا یعنی افضل سب سے اُسوقت موجود ہو اور انہوں نے بناء الفاسد علی الفاسد کے طریقہ پر اپنے اس مدعا پر صحت خلافت عثمان سے سند لی ہے جو موجودگی علیؑ میں مقرر ہوئے حالانکہ اون کے نزدیک اختلاف ہے اس میں کہ عثمان افضل ہیں یا علیؑ۔ چنانچہ صواعق وغیرہ کتب میں ثابت ہے۔

شرح عقائد تفتازانی صفحہ ۱۱۳ میں ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ امام اپنے ہم زمان افراد سے افضل ہو کیونکہ فضیلت میں مساوی بلکہ فضیلت میں کم درجہ کا تھوڑے علم والا امامت کے مصالح ومفاسد کو کبھی بہت اچھا سمجھ سکتا ہے۔ اسی لئے عمر نے امامت کو چھ اشخاص کے درمیان مشورہ پر چھوڑا باوجود یقین رکھنے کے کہ بعض ان سے افضل ہیں بعض سے۔ انتہے منتخباً اور اسی طرح علی قاری نے شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۷۸ میں اور صواعق محرقہ صفحہ ۲۶۔ اور شرح مواقف صفحہ ۷۴۵ میں لکھا ہے۔

(قول مؤلف دام برکاتہ) میں کہتا ہوں پس جب اہل سنت کے نزدیک افضل ہونے کی شرط ضروری نہیں تو ان کے نزدیک بُرے افعال سے بچنا یا معصوم ہونا بھی ضروری نہ ہوا بلکہ فاسق

سنیوں کے نزدیک امام کو افضل ہونے کی ضرورت نہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بکثرت پایا جاتا ہے کہ فرمایا۔ میری امت بنی اسرائیل کے مطابق طابق النعل بالنعل ہو گی۔ اور موسیٰؑ کے اثنا عشر نقیب تھے تو محمدؐ کے اثنا عشر خلیفہ ہوں گے۔ موسیٰؑ کا بھائی ہارون خلیفہ تھا تو علیؑ کو فرمایا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسےٰ ائمہ کے دنیا میں ضعفاء شمار ہونے میں بھی مساوات ہے۔ اور ہارونؑ کے ہوتے ہوئے امت موسیٰؑ نے مخالفت کر کے گوسالہ پرستی کی تھی تو علی علیہ السلام کے ہوتے ہوئے امت محمدؐ نے بھی مخالفت کر کے شیخ پرستی کر لی ۱۲ مترجم۔

[1] یہ مضمون قابل غور اہل انصاف کے ہے کہ اعمال ایمان میں اعلم کا پیشوا کم علم کسی ذی عقل کے نزدیک ہو سکتا ہے تو رہنمائی اور پیشوائی کا معنی کیا ہو گا؟ صاف مثال اسکی یہ ہے کہ اندھا راہنما بینا کا ہو گا اور مصالح کا زیادہ واقف ہونا بھی اس حالت میں غلط ہو گا جبکہ علم امام کا مقتدیوں سے کم ہے۔ مگر غرض اہل سنت کی چونکہ مطابق اغراض اپنے ائمہ کے بادشاہی دنیا کی ہے لہذا علم دین کی کمی بیشی کی ضرورت نہ سمجھی بلکہ جو دنیاوی مملکت کا انتظام کر سکے خواہ شرع محمدی میں جس سے وہ امیر المؤمنین کہلاتا ہے اپنے مقتدیوں کا محتاج ہو مگر پھر بھی اسی کا نام امام اور پیشوا ہو گا۔ افسوس ہے ایسے تعصب پر کہ جیسے ان کے خلفا نے اپنی خلافت حیلہ گری سے لی بس وہی قانون صحت امامت کا انہوں نے مقرر کر لیا ہے خواہ عقل ونقل ہر دو کے خلاف ہو ۱۲ مترجم

والفاجر والظالم یصلح ان یکون اماماً کما قالوا ولا ینعزل بالفسق کذا فی شرح العقائد صفحہ ۱۱۴ و شرح الفقہ الاکبر صفحہ ۱۷۹ و شرح المواقف صفحہ ۷۳۲ واستدلوا بانہ قد ظہر الفسق[1] وانتشر الجور من الائمۃ والامراء واختارہ عند ابی حنیفۃ وقال الشافعی ان الامام ینعزل بالفسق والجور وکذا کل قاض وامیر۔

وقال التفتازانی فی شرح المقاصد انعقدت الخلافۃ بالقہر والغلبۃ وکذا ان کان فاسقا او جاہلا علی الاظہر۔

لیت شعری ان محبۃ الخلفاء لتسلط امراء بنی امیۃ قد رکزت فی قلوب الناس خلفا عن سلف ونسلاً بعد نسل لقولھم الناس علی دین ملوکھم وحبک الشئ یعمی ویصم فعکسوا النتیجۃ وما خافوا فیھما من الدور الباطل لان صحۃ الخلافۃ النبویۃ دائرۃ علی الادلۃ المجوزۃ وصحۃ الادلۃ موقوفۃ علی صحۃ الخلافۃ فلم تصح الخلافۃ ولا الادلۃ۔

واعلم ان انعقاد الخلافۃ الاولی بالاجماع لا بالنص کما فی شرح المواقف صفحہ ۷۳۴۔ اما النص فلم یوجد۔

وفاجر وظالم بھی انکے نزدیک امام ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسا کہ انہوں نے صاف لکھدیا ہے کہ امام فاسق ہونے کے سبب سے معزول نہیں ہوسکتا[1] کذا فی شرح العقائد صفحہ ۱۱۴ اور اسی طرح شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۷۹ و شرح مواقف صفحہ ۷۳۲ میں ہے اور اسپر انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ فسق وجور ائمہ وامراء سے ظاہر و منتشر ہوا اور سلف اسکو مانتے رہے جیسا کہ نزدیک ابی حنیفہ کے ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ امام فسق وجور کے سبب سے معزول ہوسکتا ہے اور اسی طرح ہر امیر و قاضی۔

اور تفتازانی نے شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ خلافت قہر اور غلبہ سے منعقد ہوسکتی ہے اور اسیطرح فاسق یا جاہل ہو تو اظہر قول یہی ہے کہ منعقد ہوسکتی ہے۔

افسوس ہے کہ محبت خلفاء کی تسلط امراء بنی امیہ کے سبب سے لوگوں کے دلوں میں پشت بہ پشت نسلاً بعد نسلٍ ایسی مرکوز ہوئی ہے جیسا کہ مشہور ہے لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں اور محبت تیری کسی شے سے اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے کہ انہوں نے نتیجہ اُلٹا نکال لیا اور دور باطل سے بھی خوف نہ کیا کہ صحت خلافت نبویہ کو اپنی ادلہ مجوزہ پر دائر رکھا اور صحت ادلہ صحت خلافت پر موقوف ہوئی تو نہ خلافت ان کی صحیح ثابت ہوئی اور نہ ادلہ۔

اور جاننا چاہئے کہ خلافت کا انعقاد جو خلیفہ اول کے لئے ہوا وہ اہل سنت کے نزدیک اجماع سے ہے نص سے نہیں ہے۔ جیسا کہ شرح مواقف صفحہ ۷۳۴ میں ہے کہ نص تو اسپر نہیں ملی۔

[1] اسی طرح ہے شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۱۴ میں جس کا ترجمہ بعینہٖ لکھا جاتا ہے۔ امام فسق کے سبب معزول نہیں ہوسکتا یعنی خروج طاعت الٰہی اور نافرمانی کے سبب سے یا جور و ظلم کے سبب سے جو بندگان خدا پر کرے معزول نہیں ہوسکتا کیونکہ تحقیق فسق وجور ائمہ وامراء سے بعد خلفاء راشدین کے ظاہر ہوا۔ اور سلف ان ائمہ کے تابعدار رہے اور جمعے اور عیدین انہی کے اذن سے قائم کرتے رہے اور ان پر خروج نہ کیا۔ اور نیز اسلئے کہ عصمت کی شرط تو امامت کے واسطے ابتداءً ہی کوئی نہیں پھر امامت باقی رہنے کے واسطے بطریق اولیٰ شرط نہیں ہوگی اور امام شافعی سے مروی ہے کہ امام فسق وجور کے سبب سے معزول کیا جاتا ہے اور اسی طرح ہر قاضی و امیر۔ اور اصل مسئلہ یہ ہے کہ فاسق لائق ولایت کے امام شافعی کے نزدیک نہیں کیونکہ جو اپنے نفس کو پورا نہیں سمبھال سکتا وہ دوسروں کے لئے کیا عدل کریگا اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک فاسق لائق ولایت کے ہے۔ الخ انتہے ترجمۃ من شرح العقائد وکذا فی شرح الفقہ الاکبر طبع گلزار محمدی لاہور صفحہ ۱۷۱ اور آخر اس عبارت میں زیادہ لکھا فکان اجماعاً منھم علی صحۃ امامۃ اہل الجور والفسق انتہاءً بل ابتداءً یعنے حنفیہ کا اسپر اجماع ہے کہ ابتداء سے ہی فاسق اور ظالم کو امام مقرر کیا جائے چہ جائیکہ پہلے اس کی صفات اچھی ہوں اور بعد امام ہونے کے ظالم ہوجائے تو ایسی صورت میں بطریق اولیٰ امامت کے درجہ پر فائز رہ سکتا ہے ۱۲ مترجم

اول ابو بکر کی خلافت پر کوئی نص نہیں -

وَفی ازالۃ الخفاء صفحہ ۵۶ خلافت باجماع و وصیت خلیفہ متقدم کلام محقق است و فی شرح العقائد ص۱۰۸ وذٰلک الصحابۃ قد اجتمعوا یوم توفی رسول اللہ ص فی سقیفۃ بنی ساعدۃ و استقر رایہم بعد المشاورۃ والمنازعۃ علیٰ خلافۃ ابی بکرِ فاجمعوا علےٰ ذٰلک -
فی احیاء العلوم للغزالی فی الرکن الرابع من الجلد الاول. ولم یکن نص رسول اللہ ص علیٰ امام اصلاً اذ لو کان لکان اولیٰ بالظہور من نصبہ احاد الولاۃ والامراء علی الجیوش فی البلاد ولم یخف ذٰلک فکیف خفی ھٰذا واذا ظہر فکیف اندرس حتی لم ینقل الینا فلم یکن ابو بکر اماما الا بالاختیار والبیعۃ -
وَفی الصواعق صفحہ ۱۵ قال جمہور اہل السنۃ والخوارج والمعتزلۃ لم ینص علےٰ احد -
وَفی فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۳۶۵. واستدل بقول الانصار منا امیر ومنکم امیر علی ان النبی ص لم یستخلف وبذٰلک صرح عمر کما سیاتی وعن عائشۃ قالت (فی قصۃ البیعۃ) فما کانت من خطبتہما من خطبۃ الا نفع اللہ بہا لقد خوّف عمر الناس رواہ البخاری کما فی الفتح بقولہ المذکور فتاسسوا علیٰ زعمہم ھٰذہ الاصول الفاسدۃ ولم یوجبوا کونہ علویا ولا فاطمیا ولا ہاشمیا ولا ذا فضیلۃ لکون خلفائہم غیر الموصوفین بھذہ الصفات ولئلا یطعن علی خلافۃ الخلفاء الظلمۃ والفسقۃ من بنی امیۃ والعباسیۃ لظہور صفاتہم وبروز حالاتہم قال العلامۃ الشوکانی فی نیل الاوطار

اور ازالۃ الخفا صفحہ ۵۶ میں ہے خلافت کا اجماع سے ہونا اور پہلے خلیفہ کی پچھلے کے لئے وصیت سے ہونا یہ کلام تحقیق شدہ ہے اور شرح عقائد صفحہ ۱۰۸ میں ہے کہ جس دن رسول اللہ ص فوت ہوئے تو صحابہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور بعد مشورہ وجھگڑے کے ان کی رائے خلافت ابی بکر پر قرار پاگئی اور انہوں نے اسپر اجماع کر لیا اور احیاء العلوم مؤلفہ غزالی رکن چہارم جلد اول میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے امام پر کوئی قطعًا نص نہیں فرمائی اسلئے کہ اگر ہوتی تو اس سے بہت ظاہر ہوتی جو حضرت ص نے لشکر پر بعض امراء یا والی بنائے تھے اور یہ مخفی نہیں رہا تو یہ نص کس طرح مخفی رہجاتی اور اگر ظاہر ہوئی تھی تو ایسی کہنہ وبوسیدہ اور پژمردہ کس طرح ہوگئی کہ ہمارے تک منقول نہ ہوئی پس ابوبکر امام مقرر نہیں ہوا تھا مگر لوگوں کے اختیار کر لینے اور بیعت کر لینے سے ؛
صواعق محرقہ صفحہ ۱۵ میں ہے جمہور اہل السنۃ اور خوارج اور معتزلہ نے کہا ہے کہ نص خلافت کی کسی پر نہیں ہے ؛
اور فتح الباری شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۶۵ میں ہے اور اس نے قول انصار سے کہ ہم سے ایک امیر ہو اور تم میں سے بھی ایک امیر ہو۔ اسبات پر دلیل پکڑی ہے کہ نبی ص نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا اور اسی بات کو امیر عمر صاحب نے بھی ظاہر کیا جیسا کہ بیان ہوگا - اور بی بی عائشہ سے روایت ہے اونے قصہ بیعت میں کہا ہر دو کے خطبہ میں کوئی ایسا خطبہ نہیں جس سے خدا نے نفع نہ دیا ہو۔ تحقیق ضرور عمر نے لوگوں کو ڈرایا تھا اسکو بخاری نے روایت کیا جیسا کہ فتح الباری میں انہی الفاظ سے مذکور ہے پس انہوں نے اپنے زعم کے مطابق ان اصول فاسدہ کی بنا رکھی اور انہوں نے خلیفہ کا علوی ہونا اور یا فاطمی ہونا اور یا ہاشمی ہونا یا افضل ہونا ضروری نہ سمجھا کیونکہ ان کے خلفاء ان صفات سے متصف نہ تھے اور اسلئے کہ عدم صحت خلافت کا طعن خلافت خلفاء ظالمین اور فاسقین پر جو بنی امیہ اور عباسیہ سے ہوئے ہیں وارد نہ ہو کیونکہ ان کی صفات اور حالات کسی سے مخفی نہیں جیسا کہ علامہ شوکانی نے نیل الاوطار

شرح منتقى الاخبار لابن تيمية جلد ۳ ص ۴۱

صح امامة الفاسق[1] والظالم لان الصحابة كانوا يصلون خلف امراء بني امية وكانت الدولة اذ ذاك لبني امية وحالهم وحال امراءهم لا يخفى - فغاية اهل السنة من من خلافة النبوة انتظام السلطنة ورد الرعب ورفع الفساد لا الخلافة الالهية وقال الله تعالى وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون وهي بالمطابقة لا تحصل بدون تعليم خليفة الله في الارض وهو النبي الامين عليه صلوات الله رب العلمين وحصول الامور السياسية والمعاشرة الدنيوية منه بالتضمن والانبياء وبعدهم خلفاءهم واجب انقيادهم في اقوالهم وافعالهم الا ترى ان العقل الصحيح كيف يحكم بامتثال الفاسق والفاجر والظالم في الاقتداء باقواله وافعاله كلا - والقول بالاقتداء بالبعض في بعض الاحوال وبالآخر في الآخر فصاعدا ولتمييزهم فيما بينهم يستلزم الحكم وما هذا الا التسلسل وهو باطل - فعلى هذا لا يكون الثاني اماما مطلقا واللازم ان يكون الامام من يؤتم به في جميع اقواله وافعاله وذا لا يستحق الا معصوم لانه تعالى قال لا ينال عهدي الظلمين

شرح منتقی الاخبار ابن تیمیہ جلد۱ صفحہ ۱۴۲ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ امامت فاسق اور ظالم کی صحیح ہے کیونکہ صحابہ امراء بنی امیہ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور اوس وقت بادشاہی بنی امیہ کی تھی اور حال شاہان بنی امیہ اور ان کے امراء کا کسی سے پوشیدہ نہیں ہے - تو مقصود اہل سنت کا خلافت نبویہ سے انتظام سلطنت ورعب ورفع فساد ہی ہے نہ خلافت الٰہیہ حالانکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم نے جن اور آدمیوں کو نہیں پیدا کیا مگر عبادت کے لئے تو یہ غرض خلقت انسانی کی مطابق مرضی الٰہی کے بغیر تعلیم خلیفۃ اللہ فی الارض کے پوری نہیں ہو سکتی اور وہ نبی امین ہوتا ہے خدا کی صلوات ورحمتیں ہوں اسپر اور حصول امور سیاسیہ اور معاشرت دنیا کا اُس سے بالتضمن ہوتا ہے اور انبیاء نیز بعد ان کے خلفاء جملہ اقوال و افعال میں واجب الاتباع ہوتے ہیں - کیا تو نہیں دیکھتا کہ عقل صحیح کیسے فرمانبرداری فاسق وفاجر وظالم کے لئے اور اسکی اقوال وافعال میں متابعت کرنے کے لئے حکم دیتی ہے کبھی ایسا نہیں ہو سکتا اور یہ قول کہ بعض افعال میں یا بعض احوال میں بعض کی اقتداء کیجائے اور بعض احوال میں دوسرے بعض کی یا تیسرے چوتھے کی الیٰ غیر النہایت پیروی کیجائے اور پھر ان میں تمیز کرنے کیلئے کہ فلاں کی اقتدا اس فعل میں واجب ہے اور فلاں کی دوسرے فعل میں ایک منصف ثالث رہنما کی ضرورت ہے، پھر ثالث واقعی عادل ہونے کیلئے اور کی ضرورت اور اس سے تسلسل لازم آتا ہے جو باطل ہے - پس اس سے ثابت ہوا کہ دوسرا امام مطلق یعنے ہر حال میں واجب الاتباع نہ ہوا - اور لازم یہ تھا کہ امام پیشوا مطلق ہوتا اور اسکے ساتھ جمیع افعال واقوال میں اقتدا کی جاتی اور واقعی کوئی شخص بجز معصوم کے اتباع کلی کے مستحق نہیں - کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا عہد امامت ظالمین کو نہیں ملتا۔

[1] فی شرح المسلم للنووی جلد ۲ ص ۱۲۵ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ خلیفہ مذہب جماہیر فقہاء و محدثین ومتکلمین اہل سنت کے اندر بوجہ فسق وظلم وتعطیل حقوق کے معزول نہیں ہو سکتا - ۱۲ مترجم -

فی الکشاف وکیف یجوز نصب الظالم للامامۃ والامام انما ھو لکف الظلمۃ فاذا نصب من کان ظالما فی نفسہ فقد جاء المثل السائر من استرعی الذئب ظلم۔

تفسیر کشاف میں ہے اور کس طرح امامت کیلئے ظالم کا کھڑا کرنا جائز ہوا حالانکہ امام ظلم اور ظلمت بند کرنے اور ہٹانے کے لئے ہوتا ہے پس جب ظالم کو ہی امام کھڑا کیا جائے تو مثل مشہور کا مصداق ہوگا کہ جو بھیڑیئے کو بکریوں کا چرواہا بنائے اوسنے ظلم کیا۔

وفی التفسیر الکبیر قولہ تعالیٰ انی جاعلک للناس اماما یدل علی انہ علیہ السلام کان معصوما عن الذنوب لان الامام ھو الذی یؤتم بہ ویقتدی فلو صدرت المعصیۃ منہ لوجب علینا الاقتداء بہ فی ذلک فیلزم ان یجب علینا فعل المعصیۃ وذلک محال۔ الخ۔

اور تفسیر کبیر میں ہے قول باریتعالیٰ تحقیق میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ دلالت کرتا ہے اسپر ابراہیمؑ گناہوں سے معصوم تھے کیونکہ امام وہی ہوسکتا ہے جس کی پیروی واقتدا کیجائے پس اگر اس امام سے گناہ صادر ہو تو اس کی پیروی بھی ہم پر واجب ہوگی کہ ہم گناہ بھی کریں (کیونکہ امام ہر حال میں واجب الاتباع ہے) پس لازم آیا کہ گناہ کرنا بھی ہم پر واجب ہوگیا حالانکہ یہ محال ہے۔ الخ۔

وفی التفسیر البیضاوی لانھا امانۃ من اللہ و عھد والظالم لا یصلح لھما وانما ینا لھما البررۃ والاتقیاء منہم والفاسق لا یصلح الامامۃ۔

اور تفسیر بیضاوی میں ہے اسلئے کہ امامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت اور عہدہ ہے اور ظالم ہر دو کے لائق نہیں ہے بلکہ ان دونوں امروں کو پرہیزگار نیکوکار لوگ سنبھال سکتے ہیں اور فاسق امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

وفی ترجمان القرآن ایک جماعت علماء نے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے اس بات پر کہ امام کا اہل عدل وعمل بالشرع ہونا ضرور ہے جب اس عدل وعمل سے دور ہوگا ظالم ہوگا۔

اور تفسیر ترجمان القرآن میں ہے ایک جماعت علماء نے اس آیت سے اسپر دلیل پکڑی ہے کہ امام کا اہل عدل وعامل بالشرع ہونا ضروری ہے جب اس عدل وعمل سے دور ہوگا تو ظالم ہوگا۔

وفی التفسیر الخازن والمعنی لا ینال ما عاھدتک الیک من النبوۃ والامامۃ من کان ظالما من ذریتک وولدک وھکذا فی المعالم والمدارک وفتح البیان۔

اور تفسیر خازن میں ہے اور معنے آیت کا یہ ہے کہ ظالم تیری ذریت اور اولاد سے ان ہر دو عہدوں کو جو تجھے مینے عطا کئے ہیں یعنی نبوۃ وامامت نہیں لے سکتا۔ اور اسی طرح ہے تفسیر معالم ومدارک وفتح البیان میں۔

وفی التفسیر لابن جریر قال مجاھد لا اجعل اماما ظالما یقتدی بہ وعن عکرمۃ مثلہ۔

اور تفسیر ابن جریر میں ہے مجاہد نے کہا ہے یہ معنے ہیں میں ایسا امام نہ بناؤنگا جو ظالم ہو اور پھر اس کی پیروی کرنے کا بھی حکم دیا جائے اور عکرمہ سے مثل اسکے اسکی تفسیر میں مروی ہے

[1] اب انہی اہل سنت کی کتب سے برخلاف اصول مسلمان کے عصمت کی شرط بھی ثابت کی جاتی ہے کیونکہ حق وہی ہے جو دشمن کی زبان سے بھی نکل آئے۔ ۱۲۔ مترجم۔

[2] فی الحاشیہ للعصام علی شرح العقائد ص۱۱۳ حاشیہ ۳ قولہ لا یلزم ان یکون ظالما من العجائب تاکہ کہا۔ اور جو کہا گیا ہے کہ ظلم غیر پر زیادتی کرنے کو کہتے ہیں تو یہ عصمت سے اخص ہے پس اس قول کو تفسیر ظلم کی کہ کسی شے کو اپنی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا ہے۔ رد کرتی ہے۔ اور جو کہا گیا ہے کہ مراد عہد سے لا ینال عہدی میں نبوۃ ہے یہ بھی عدول عن الظاہر یعنی ظاہر معنے سے پھر جانا ہے پس ظاہر معنے سے استدلال امامت میں عصمت شرط ہونے کو دفع نہیں کرسکتا انتہیٰ۔ یعنی امامت میں عصمت کی شرط بظاہر ثابت ہے

وفی تفسیر النیشا فوری بعد ذکر ان الفاسق لا ینعقد ولا یجوز امامتہ عند جمہور الفقہاء و المتکلمین قال فان کل عاص ظالم۔

اور تفسیر نیشاپوری میں بعد ذکر اسکے کہ فاسق کی امامت منعقد نہیں ہوتی ہے اور نہ جمہور فقہاء اور متکلمین کے نزدیک جائز ہو سکتی ہے کہا کہ تحقیق ہر گناہگار ظالم ہے۔

وفی منہاج السنۃ جلد ۴ ص ۲۳۸ فانہ تعالیٰ لا یامر بالاقتداء بالظالم فان الظالم لا یکون قدوۃ یؤتم بہ بدلیل قولہ تعالیٰ لا ینال عہدی الظالمین۔

اور منہاج السنۃ جلد ۴ صفحہ ۲۳۸ میں ہے۔ پس تحقیق اللہ تعالیٰ اقتداء ظالم کا امر نہیں کرتا اور تحقیق ظالم پیشوا نہیں ہو سکتا جس کی پیروی کی جائے بدلیل فرمان اللہ تعالیٰ کے کہ یہ عہدہ پیشوائی کا مجھ سے وہ نہیں لے سکتا جو ظالم ہو۔

وفی الدر المنثور جلد ۱ ص ۱۱۸ اخرج عبد ابن حمید وابن جریر عن ابن عباس وعن الربیع فی قولہ تعالیٰ انی جاعلک للناس اماما یقتدی بدینک وھدیک وسنتک قال ومن ذریتی اماما لغیر ذریتی ای قال ابراھیم ومن ذریتی فاجعل من یوتم بہ ویقتدی بہ۔ وفی اللغۃ الظلم وضع الشئی فی غیر موضعہ۔

اور در منثور جلد ۱ صفحہ ۱۱۸ میں ہے۔ ابن حمید وابن جریر نے ابن عباس اور ربیع سے تفسیر قول اللہ تعالیٰ کے انی جاعلک للناس اماما میں روایت کی ہے کہ تجھے ایسا پیشوا بنانے والا ہوں کہ تیرے دین اور ہدایت اور طریقہ کی پیروی کیجائے۔ عرض کی اور میری اولاد سے بھی امام بنا۔ یعنی ابراہیم ؑ نے عرض کی کہ میری ذرّیت سے بھی ایسا بنا جس کی پیروی اور اقتدا کیجائے۔ اور لغت میں کسی شئے کے اپنے محل پر نہ رکھنے کو ظلم کہتے ہیں۔

وفی الفتح جلد ۶ ص ۶۲۳ والذی یظھر من سیرۃ عمر فی امرائہ الذین کان یؤمرھم فی البلاد انہ کان لا یراعی الافضل فی الدین فقط بل یضم الیہ مزید المعرفۃ بالسیاسۃ مع اجتناب ما یخالف الشرع منھا فلاجل ھذا استخلف معاویۃ والمغیرۃ بن شعبۃ وعمرو بن العاص مع وجود من ھو افضل من کل منھم فی امر الدین والعلم کابی الدرداء فی الشام وابن مسعود فی الکوفۃ۔ الخ

اور فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۶۲۳ میں ہے۔ سیرت امیر عمر صاحب سے ظاہر ہے کہ وہ جن امراء کو شہروں میں امیر مقرر کرتے تھے ان میں یہ رعایت نہیں کرتے تھے کہ جو دین میں افضل ہو اُسکو امیر بنایا جائے بلکہ اسکے ساتھ یہ ضروری خیال کرتے کہ وہ سیاسی امور کی بہت معرفت رکھتا ہو اور مخالف شرع سے پرہیز کرتا ہو پس اسی لئے امیر عمر نے معاویہ ومغیرہ بن شعبہ وعمرو بن عاص کو بجائے ابی الدرداء وابن مسعود وغیرہ کے امیر بنا کر بھیجا۔ باوجودیکہ دین اور علم میں ان تینوں سے افضل ابو الدرداء شام میں اور ابن مسعود کوفہ میں موجود تھے۔ الخ۔

امیر عمر صاحب کا امراء کی تقرری میں امانت و دیانت کا لحاظ نہ رکھنا

لہ ہر سہ اشخاص کا حال بیان ہو چکا ہے کہ مشہور دشمن اہل بیت ؑ کے تھے اور خصوصاً دشمن علی ؑ کے تھے اسی لئے دوسروں کو معزول کر کے سیاسی غرض کو مد نظر رکھکر امیر عمر صاحب نے ان کو امیر مقرر کیا تو امیر عمر کی غرض انتظام سلطنت کی بہ نسبت اشاعت حق کے اہم ترین تھی کیونکہ جو دین کی معرفت کم رکھتے تھے بہر صورت ان اشخاص کی نسبت جو ان سے اعلم تھے مسائل شرع کم جانتے تھے [illegible] جاہل تھے ان میں امیر ہونے کی وجہ سے گمراہی پھیلاتے ہونگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگرچہ کچھ حصہ گمراہی کا اشاعت پا جائے تو اچھا ہے مگر سیاسی امور میں ذرا خلل نہ آئے۔ اس سے خود امیر عمر کی دیانت داری کا اندازہ ہو سکتا ہے اور اپنی علمی لیاقت ان کی موازنہ اوصاف میں معلوم ہوگی اصل میں عداوت اہل بیت جس میں زیادہ تھی وہ منتظم سلطنت کا اچھا سمجھا گیا کیونکہ سلطنت کو خطرہ ہمیشہ عترت نبی سے رہا ہے کہ لوگ اگر اہل بیت کی طرف مائل ہو گئے تو سلطنت ان کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔ چنانچہ یہی عمل خلافت اولے سے شروع ہو کر خلفاء بنی امیہ وخلفاء عباسیہ تک سلطنت کی جزء اعظم متصور ہوتا رہا جیسا کہ حالات سلاطین اسلام کے ملاحظہ سے ظاہر ہے ۱۲ مترجم۔

امیر عمر کے علم کی حالت

واما عمر فعلمه وعمله الشغل فی صفق الاسواق۔ کما فی البخاری۔ فقام ابو سعید الخدری فقال کنا نؤمر بهذا فقال عمر خفی علیّ هذا من امر النبی ص الهانی الصفق بالاسواق؛

عن ابی هریرة کان المهاجرون یشغلهم الصفق بالاسواق وکانت الانصار یشغلهم القیام علی اموالهم فشهدت رسول الله ص الخ۔

وفی حیوة الحیوان ان عمر کان دلالًا وسیأتی مکملًا انشاء الله تعالی۔

سنیوں کے نزدیک امام معصوم کی شرط نہیں

فالظاهر ان خلفاء اهل السنة ما کانوا معصومین ولهذا لیست العصمة بشرط عندهم کما فی شرح العقائد للتفتازانی ص ۱۱۲ طبع نولکشور۔ ولا یشترط ان یکون هاشمیًا او علویًا لما ثبت بالدلائل من خلافة ابی بکر وعمر وعثمان۔ مع انه لم یکونوا من بنی هاشم ولا یشترط ان یکون معصومًا لما مر من الدلیل علی امامة ابی بکر مع عدم القطع بعصمته۔ وفی شرح المواقف ص ۷۳۲۔ الخامسة ان یکون معصومًا شرط الامامیة والاسمٰعیلیة ویبطله ان ابابکر لا یجب عصمته اتفاقًا مع ثبوت امامته۔ الخ

سنیوں کے نزدیک پیغمبر بھی خطا کرتے ہیں

والتعجب کل التعجب علی ان بعضهم اجاز الخطأ[1] علی رسول الله ص کما قال النووی فی شرح المسلم جلد ۲ ص ۲۴۳ واکثر العلماء علی انه

اور خود امیر عمر صاحب کا علم وعمل بازاروں میں گشت لگانے کا شغل تھا۔ جیسا کہ بخاری میں لکھا ہے۔ ایکدن ابو سعید خدری کھڑے ہوکر کہنے لگے کہ ہم فلاں مسئلہ میں اس طرح آنحضرت صلعم سے مامور ہیں۔ امیر عمر نے کہا یہ امر نبی ص کا مجھ سے مخفی رہا ہے کیونکہ مجھے بازاروں کی گشت نے مشغول رکھا ہوا تھا؛

اور ابی ہریرہ سے بخاری میں مروی ہے کہ مہاجرین کو بازاروں کی گشت مشغول رکھتی تھی اور انصار کو اپنے مال مویشی کا انتظام مشغول رکھتا تھا اور میں ہر وقت رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ الخ۔

اور حیات الحیوان میں ہے۔ تحقیق امیر عمر صاحب دلّالی کا کام کیا کرتے تھے اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ علم عمر کے بیان میں مکمل لکھا جائیگا؛

پس ظاہر یہ ہے کہ خلفاء اہل سنت کے معصوم نہ تھے اور ان کے نزدیک اسی واسطے عصمت کی شرط ہی نہیں رکھی گئی۔ جیسا کہ شرح عقائد تفتازانی صفحہ ۱۱۲ طبع نولکشور میں لکھا ہے۔ کہ امامت وخلافت میں یہ شرط نہیں کہ ہاشمی یا علوی ہو کیونکہ بادلائل ثابت ہے کہ خلافت ابی بکر اور عمر اور عثمان کی مسلّم ہو چکی ہے۔ باوجودیکہ وہ بنی ہاشم سے نہیں تھے۔ اور نہ یہ شرط ہے کہ معصوم ہو کیونکہ اس کی دلیل گذر چکی ہے کہ امامت ابی بکر کی صحیح ہے باوجودیکہ اُس کی عصمت پر یقین نہیں ہے؛

اور شرح مواقف صفحہ ۷۳۲ میں ہے۔ پانچویں یہ کہ امام معصوم ہو۔ یہ شرط شیعہ امامیہ واسماعیلیہ نے رکھی ہے مگر اس کو امامت ابی بکر کی باطل کرتی ہے۔ کیونکہ وہ ثابت ہو چکی ہے۔ اور عصمت اُس کی بالاتفاق ضروری نہیں سمجھی گئی۔ الخ؛

اور تعجب پر تعجب اس بات کا ہے کہ بعض علماء اہل تسنّن کے ایسے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلعم پر بھی خطا کو جائز رکھا ہے چہ جائیکہ خلفاء اُن کے معصوم ہوں۔ جیسا کہ نووی نے شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۴۳ میں لکھا ہے۔ اکثر علماء کا یہ مذہب ہے

[1] شرح سلم الثبوت فصل اول باب النسخ مطبوعہ نولکشور ص ۳۵۹ میں ہے ”اُن کے قول کی طرف ذرا میلان نہ کرو جو احکام خدا میں انبیاء کو خطا کرنیوالا نہیں سمجھتے۔ کیونکہ یہ قول شیاطین اہل بدعت روافض وغیرہ کا ہے اور اہل حق اہل سنت وجماعت

(بقیہ حاشیہ بر ص ۲۰۷)

یجوز علیہ الخطأ فیما لم ینزل علیہ وحی۔
وفی کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ قال ابوبکر ان استقمت فاعینونی وان زغت فاقیمونی الحدیث۔
وفی تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۹۔ قال ابوبکر لست بخیرٍ من احدکم وان بی شیطانا یعترینی
وفی شرح العقائد صفحہ ۱۱۰ ولا ینعزل الامام بالفسق ای الخروج عن طاعت اللہ تعالیٰ والجور ای الظلم علی عباد اللہ لانہ قد ظہر الفسق وانتشر الجور من الائمۃ والامراء بعد الخلفاء الراشدین۔ والسلف کانوا ینقادون لھم ولان العصمۃ لیست بشرط ابتداءً فبقاءً اولیٰ الخ۔ وکذا فی شرح المواقف صفحہ ۳۲۷۔
وتقیید الشارع علیہ السلام الخلفاء بالراشدین یبطل اطلاقھم کما فی المشکوٰۃ۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔ الحدیث۔ ولنعم ماقیل ؎ آنکس کہ گم ہست کرا رہبری کند
وانہ تعالیٰ قال کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔
ولما ثبت ان خلفائھم ما کانوا منصوصین

کہ نبی سے ایسے معاملہ میں خطا ہو سکتی ہے جس میں وحی نہ اتری ہو۔ اور کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ میں ہے کہ ابوبکر نے کہا اگر میں سیدھے راستہ پر رہوں تو میری مدد کرو اور راہ میں سے ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دیا کرو۔ آخر حدیث تک۔
اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۹ میں ہے۔ حضرت ابوبکر نے کہا میں تمہارے کسی سے اچھا نہیں ہوں۔ میرے ساتھ بھی شیطان ہے جو مجھے پکڑ لیتا ہے۔ اور شرح عقائد صفحہ ۱۱۰ میں ہے۔ امام فسق یعنی خروج اطاعت الٰہی سے یا بندگان خدا پر ظلم کرنے کے سبب سے معزول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تحقیق فسق اور ظلم ائمہ اور امراء سے بعد خلفاء راشدین کے ظاہر ہوا اور پھیلا۔ اور بزرگان سابقین ان کی فرمانبرداری کرتے رہے۔ اور اسلئے کہ عصمت امامت کے لئے ابتداءً ہی شرط نہیں۔ پس بقاء امامت کے لئے بطریق اولیٰ شرط نہ ہوگی۔ الخ۔ اور اسی طرح شرح مواقف صفحہ ۳۲۷ میں ہے۔
اور شارع علیہ السلام کا خلفاء کو راشدین سے مقید کرنا اہل سنت کے قانون عدم عصمت کو باطل کرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث مرفوع مشکوٰۃ میں ہے۔ فرمایا میری سنت اور سنت خلفاء راشدین کا تمسک تم پر لازم ہے۔ آخر حدیث تک۔ اور کسی نے خوب کہا ہے کہ جو خود گمراہ ہو وہ دوسرے کی کیا راہنمائی کر سکتا ہے؟
(تعجب اسپر ہے کہ اہل تسنن یہ کس عقل سے کہتے ہیں کہ فاسق یا مفضول اور کم علم بلکہ جاہل[1] ہو سکتا ہے)۔
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بڑے غضب[2] کی بات ہے کہ تم وہ کہتے ہو جسپر خود عمل نہیں کرتے۔
اور جب ثابت ہوا کہ خلفاء ان کے نص سے مقرر نہیں ہوئے

فائدہ: ابوبکر صاحب کو بھی شیطان کے تصرف کا اقرار ہے۔

[illegible]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۶) تاہم بدعت کثرہم اللہ کو نہیں دیکھتا کہ وہ اس کو جائز جانتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام خطا کریں۔ جیسا کہ قیدیوں بدر کے بارہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطا ظاہر ہوئی انتہیٰ۔ اور شرح عقائد طبع نولکشور صفحہ ۱۰۱ میں ہے کہ سہواً گناہ کبیرہ انبیاء سے صادر ہونا اکثر متکلمین اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔ اور صغیرہ گناہ خواہ جتنے ہوں وہ جمہور اہل سنت کے نزدیک انبیاء سے عمداً صادر ہو سکتے ہیں اور جمہور اسکو جائز کہتے ہیں اور سہواً صغائر کا انبیاء سے صدور بالاتفاق جائز ہے۔ یہ بھی بعد نزول وحی کی نسبت ہے۔ لیکن قبل نزول وحی کے کبیرہ صغیرہ سب گناہ پیغمبروں سے سرزد ہو سکتے ہیں اس کے منع کی کوئی دلیل نہیں رانتہیٰ ۱۲ مترجم۔

[1] شرح مقاصد صفحہ ۲۸۳ میں اسی طرح ہے۔ اور اس میں یہ زیادہ ہے کہ جمہور اصحاب اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ نبی ص نے اپنے بعد کسی امام کو منصوص نہیں فرمایا۔ اور بعض نے ابی بکر صاحب کے لئے منصوص ہونا اور بعض نے حضرت علی ع کا منصوص ہونا بیان کیا ہے ۱۲ مترجم

[2] غرض یہ ہے کہ تفاسیر اہل سنت سے عصمت و عدالت کا ضروری ہونا ثابت ہو چکا ہے (بقیہ حاشیہ برص)

بل بالاجماع فالخلافة والامامة ليست بمحتاجة عندهم الى النص بل الاجماع كاف فى صحتها واستدلوا بصحة خلافة ابى بكر بالاجماع كما فى شرح المواقف[ل] صـ ۷۳۴

اما النص فلم يوجد وقد مر۔ و فى شرح العقائد[ئد] للجلالى ولم ينص رسول الله ص على امامة احد وفى تاريخ الخلفاء صفحہ ۷ والذى وقع ان الناس قد اجتمعوا على ابى بكر۔

فالاجماع احد الادلة عندهم

قلنا الاجماع ليس بحجة لصحة الخلافة والامامة لانها نائبة مناب النبوة والنبوة من فضل الله يعطيه من يشاء۔ الله اعلم حيث يجعل رسالته۔ ما كان لهم الخيرة۔

ولان فعل الناقصين ناقص كما ان من جماعة العمياء لا يكون بصيرًا ولا من الحمقاء لبيبًا۔ على انه ليس من امر يتفق ويجتمع عليه كل فرد انسان حتى لا يخرج منه احد وقالوا والشرط[ع] اجماع الكل

وخلاف الواحد مانع لخلاف

الاكثر لان لفظ الامة فى

قوله عليه السلام

لا تجتمع امتى على الضلالة يتناول الكل

بلکہ اجماع سے بنائے گئے ہیں۔ تو خلافت و امامت ان کے نزدیک نص کی محتاج نہیں بلکہ اجماع اس کی صحت کیلئے کافی ہے اور اُنہوں نے خلافت ابی بکر کی صحت پر اجماع سے ہی استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ شرح مواقف صفحہ ۷۳۴ میں ہے کہ خلافت ابی بکر پر کوئی نص نہیں ملی۔ چنانچہ گذرا ہے۔ اور شرح عقائد جلالی میں ہے۔ رسول اللہ ص نے کسی کی امامت پر نص نہیں فرمائی اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۷ میں ہے۔ وقوع میں یہ آیا ہے کہ لوگوں نے بتحقیق ابی بکر کی خلافت پر اجماع کر لیا۔

پس اجماع اُنکے نزدیک صحت خلافت کی ایک دلیل ہے

ہم کہتے ہیں کہ اجماع دلیل صحت خلافت و امامت کی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ قائم مقام نبوت کے ہے اور نبوت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہے وہ جسکو چاہتا ہے دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جس جگہ عہدہ رسالت کا رکھنا مناسب ہوتا ہے اور فرمایا اس میں ان کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ اور اسلئے کہ ناقصین کا فعل ناقص ہوتا ہے۔ جیسا کہ اندھوں کی جماعت کو اکٹھے ہونے سے بینائی حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ احمق مل کر دانا ہو سکتے ہیں۔

اور علاوہ بریں ایسا کوئی امر نہیں جس پر سب کا اتفاق ہو جائے اور کل مجتمع ہوں۔ حالانکہ اہل سنت نے کہا ہے اجماع میں شرط یہ ہے کہ کل کا اجماع ہو۔ اور ایک کا مخالف ہونا بھی مثل بہت کے مخالف ہونے کے مانع اجماع ہے۔ کیونکہ لفظ امت کا قول نبی ص میں کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی سب کو شامل ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور خلفاء کے ساتھ راشدین کی قید بھی مطابق حدیث علیکم بسنتی الخ کے تسلیم کرتے ہیں، پھر فاسق یا جس سے فسق ممکن ہو یعنی یقیناً معصوم نہ ہو اُس کی اتباع بھی واجب جانتے ہیں۔ حالانکہ حدیث مذکور سے راشدین کی متابعت ضروری معلوم ہوتی ہے اور فاسق کی امامت یا اُس کی متابعت باطل ہے۔ لہٰذا اہل تسنن آیت تقولو ما لا تفعلون کے مصداق ہیں ۱۲ مترجم۔

[ل] شرح مواقف کے صفحہ مندرجہ میں اور شرح عقائد وغیرہ میں صحت خلافت ابی بکر پر محض اسی اجماع سے دلیل پکڑی ہے ۱۲

[ع] قولہ "والشرط اجماع الکل" سے الصواب مع المخالف تک عبارت نور الانوار کی لکھی گئی ہے۔ نیز مؤلف نور الانوار نے صفحہ ۲۲۱ پر اس میں بحث کی ہے کہ معتزلہ کا قول ہے کہ اکثر کے اتفاق سے اجماع منعقد ہو جاتا ہے۔ لیکن کہا کہ یہ ہمارا مذہب نہیں۔ پھر معتزلہ کے قول کا جواب دیتے ہوئے اپنے قول کی تائید میں یوں رقمطراز ہے۔ کہ معتزلہ کی دلیل یہ حدیث ہے جو آنحضرت نے فرمایا ید الله على الجماعة فمن شذ شذ فى النار یعنی جماعت پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے جو اس سے خارج ہوا وہ دوزخ میں گیا۔ اس جواب اس کا یہ ہے کہ یہ وعید مخالفت جماعت کا اسوقت عائد ہوتا ہے جب اجماع منعقد و محقق ہو جائے۔ مگر قبل اس کے جو دلیل نہ[ئد]

[ئد] اجماع میں شامل نہ ہوا ہو وہ اس وعید کی تحت میں نہیں آسکتا ۱۲ مترجم۔

فیحتمل ان یکون الصواب مع المخالف کذا
فی نور الانوار بعینہ ص۲۲۱ وکذا قال النووی
فی شرح المسلم جلد ۱ ص۴۷ وقال وھذا ھو
الصحیح المشہور۔ فلا اقل من ان یکون الملل
الاسلامیۃ متفقۃ او مسلموا ملک واحد
او مصر واحد وھذا مما لا یوجد فی
العصر الاول فما بعدہ کما لا یخفی۔

وفی فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۱۵ ولا حجۃ فی
الایۃ (ای قولہ تعالیٰ ویتبع غیر سبیل
المومنین) علی حجیۃ الاجماع لان المراد
بغیر سبیل المومنین ھھنا ھو الخروج من
دین الاسلام الی غیرہ کما یفیدہ اللفظ
ویشھد بہ السبب فلا یصدق علی
عالم اجتھد فی بعض المسائل فادی
اجتہادہ الی مخالفۃ من بعصرہ من المجتہدین
فانہ انما رام السلوک فی سبیل المومنین
وھو الدین القویم والملۃ الحنیفیۃ ولم
یتبع غیر سبیلہم۔ انتہی۔
وفی جامع البیان ومعالم التنزیل ومدارک
التنزیل وترجمان القرآن قولہ تعالیٰ
ویتبع غیر سبیل المؤمنین ای غیر طریقہم۔

وفی التفسیر الکبیر جلد ۳ ص۲۶۳ ای غیر ماھم
علیہ اجمعون من اعتقاد او عمل ولا باس
بمخالفۃ البعض اذا وافق البعض
لقولہ علیہ السلام اصحابی
کالنجوم
الخ

اور ایک کی مخالفت سے بھی احتمال رہ جاتا ہے کہ شائد صواب
مخالف کے ساتھ ہو۔ جیسا کہ نور الانوار مطبوعہ یوسفی لکھنو ص۲۲۱
میں بعینہ اسی طرح لکھا ہے۔ اور مثل اس کی نووی نے
شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۷ وصفحہ ۵۰ میں کہا۔ اور نووی اس کے
بعد کہتا ہے کہ یہی صحیح اور مشہور مذہب ہے۔ پس ایک امر
پر اجماع میں جملہ ملل اسلامیہ متفق ہونے چاہئیں۔ یا کم از کم
ایک ملک کے مسلمین۔ یا ایک شہر کے تو ضرور متفق ہوں
اور اس قسم کا اجماع نہ زمانہ اولے میں اور نہ اس کے بعد
(خلافت وغیرہ پر) واقع ہوا۔ جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔
اور فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۱۵ میں بذیل آیت ویتبع غیر
سبیل المؤمنین کے لکھا ہے کہ اس میں اجماع کے حجت
ہونے پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ غیر سبیل المومنین سے
غیر دین اسلام کی طرف خروج کرنا مراد ہے۔ جو لفظ قرآن
اور سیاق سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔ اور سبب نزول بھی
اس پر شاہد ہے پس اس آیت کا مفہوم اس عالم پر صادق
نہیں آتا جو بعض مسائل میں اجتہاد کرے اور اس کی وجہ
سے وہ اپنے معاصرین مجتہدین کی مخالفت کرے کیونکہ وہ
سبیل مومنین میں چلنے کی قصد سے کوشش کر رہا ہے۔
جو دین مستقیم اور ملت حنیفیہ ہے۔ اور غیر سبیل مومنین
کی متابعت کرنا ہرگز نہیں چاہتا۔ انتہے۔
اور جامع البیان ومعالم التنزیل ومدارک التنزیل وترجمان
القرآن (جلد ۱ صفحہ ۴۹۷) میں ہے۔ فرمان اللہ تعالیٰ ویتبع
غیر سبیل المومنین سے یہ غرض ہے کہ جو طریقہ مومنین (اسلام)
کے مخالف راہ لے۔ (وہ جہنمی ہے)۔
اور تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۶۳ میں بذیل تفسیر اس آیت کے
لکھا ہے۔ یعنی غیر اس طریق کی متابعت کرے جس پر سب مسلمین
کا اعتقاد یا عمل ہو۔ اور بعض کی مخالفت سے کوئی مضائقہ
نہیں جبکہ بعض موافق بھی ہوں۔ کیونکہ نبی صلعم فرماتے ہیں
میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی متابعت کرو
ہدایت پاؤ گے۔ الخ

وفیہ جلد ۳ صفحہ ۲۶۲ فمن ترك متابعة سبیل المومنین لاجل انہ ما وجد علی وجوب متابعتہم دلیلاً فلاجرم لم یتبعہم فھذا الشخص لا یکون متبعاً لغیر سبیل المومنین۔ فھذا اسؤال قوی علی ھذا الدلیل الخ۔

وفی ترجمان القرآن جلد ۱ صفحہ ۶۹۱۔ امام اہل سنت احمد بن حنبل نے انکار اجماع کیا کیونکہ بعد قول بحجیت وامکان اجماع وجود اس کا امت میں نہایت مشکل پڑگیا ہے۔ جس کسی مسئلہ میں بظاہر مخالفت غیر قائل کی نہ دیکھی اسکو اجماع کہہ بیٹھے سو وہ حقیقت میں اجماع نہیں ہے لا اعلم فیہ خلافاً ہے۔

قال ابن حزم فی المحلیٰ رحم اللہ احمد بن حنبل لقد صدق اذ یقول من ادعی الاجماع فقد کذب۔ وقال العلامۃ ابن القیم فی اعلام الموقعین جلد ۱ صفحہ ۱۱۔ وکذلك الشافعی ایضاً نص فی رسالتہ الجدیدۃ علی ان مالا یعلم فیہ بخلاف لا یقال لہ الاجماع ولفظہ مالا نعلم فیہ خلافاً فلیس اجماعاً وقال عبد اللہ بن احمد بن حنبل سمعت ابی یقول ما ادعی فیہ الرجل بالاجماع فھو کذب ومن ادعی الاجماع فھو کاذب۔

وقال العلامۃ الشوکانی فی رسالۃ ابطال الاجماع علی مطلق تحریم السماع والقول بعدم حجیۃ الاجماع ھو الذی ارجحہ لامور لا یتسع لہا المقام وقد استوفیتہا فی غیرہ۔

وقال ابن حزم فی المحلیٰ فی السفر الخامس والسابع فی مسئلۃ نسخ القرعۃ ص ۲۸۶ ولعنۃ اللہ علی کل اجماع خرج منہ علی ابن ابی طالب ومن بحضرتہ

اور اسی کتاب کے جلد ۳ صفحہ ۲۶۲ (مذکور) میں ہے کہ جس نے متابعت طریق مومنین کو (کسی بات میں) اس سبب سے چھوڑ دیا کہ ان کے وجوب متابعت پر اسکو کوئی دلیل نہ ملی ہو۔ اسواسطے اُس نے اُن کی متابعت نہ کی تو یہ شخص تابع غیر سبیل المومنین نہیں کہلا سکتا۔ پس اس دلیل (حجیت اجماع) پر یہ قوی سوال ہے، الخ

اور ترجمان القرآن جلد ۱ صفحہ ۶۹۱ میں ہے۔ اہل سنت کے امام احمد بن حنبل نے انکار اجماع کیا کیونکہ بعد قول بحجیت امکان اجماع وجود اس کا امت میں نہایت مشکل پڑگیا ہے جس کسی مسئلہ میں بظاہر مخالفت غیر قائل کی نہ دیکھی اُس کو اجماع کہہ بیٹھے سو وہ حقیقت میں اجماع نہیں ہے۔ لا اعلم فیہ خلافاً ہے (یعنے مجھے اس میں اختلاف معلوم نہیں انتہی) ابن حزم محلی میں کہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ احمد بن حنبل کو رحمت کرے اُس نے سچ کہا ہے کہ جو اجماع کا دعوےٰ کرے وہ جھوٹ کہتا ہے۔

اور علامہ ابن القیم اعلام الموقعین جلد ۱ صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں کہ امام شافعی نے بھی اپنے رسالہ جدیدہ میں اسی طرح ظاہر کیا ہے کہ جس مسئلہ میں اختلاف کا ذکر نہو اُسے اجماع نہیں کہا جاتا۔ اور عبارت اُس کی یہ ہے۔ کہ جس میں ہم کو اختلاف معلوم نہو وہ اجماع نہیں ہوجاتا۔ اور عبد اللہ بن احمد بن حنبل کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے سُنا کسی مسئلہ میں اگر کوئی اجماع کا دعوےٰ کرے تو وہ جھوٹ ہے۔ اور جس نے دعوےٰ کیا وہ جھوٹا ہے۔

اور علامہ شوکانی رسالہ ابطال الاجماع علی مطلق تحریم السماع میں لکھتے ہیں۔ قول عدم حجیت اجماع کا ایسا ہے جسکو میں بھی ترجیح دیتا ہوں بسبب اتنی وجوہ کے جن کے لئے اس مقام میں گنجائش نہیں۔ اور دوسرے موقعہ پر میں نے اس کو مکمل دلائل سے بیان کر دیا ہے۔

اور ابن حزم نے محلی سفر خامس وسابع بیان مسئلہ نسخ قرعہ صفحہ ۲۸۶ میں لکھا ہے۔ اُس اجماع پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جس سے علی ابن ابی طالب اور اُن کے ساتھ کے صحابہ خارج ہوں۔

جس اجماع سے علیؑ مع اصحاب خارج ہوں اُس پر خدا کی لعنت

وقال العلامۃ الشوکانی فی نیل الاوطار جلد ۱ صفحہ ۶۶ ولا یخفی علی المنصف ما فی حجیۃ الاجماع من النزاع والاشکالات التی لا مخلص عنھا
وقال فیہ ص۱۷۵ امر ایضاً لا یخفی علی المنصف ما ورد علی اجماع الامۃ من الایرادات التی لا یکاد ینتھض معھا للحجیۃ بعد تسلیم امکانہ ووقوعہ۔
وفی کتاب الاعلام بقواطع الاسلام لابن الحجر المکی علی ھامش الزواجر لہ طبع مصر جلد ۱ ص۲۶ ان النظام وغیرہ انما انکروا کون الاجماع حجۃً زعماً منھم انہ لا یستحیل الخطأ علی اھل الاجماع وانہ لا دلیل علی عصمتھم قطعاً۔
وفی نور الانوار ص۲۲۰ بل لا بد فیہ (ای فی الاجماع) من اتفاق الکل من الخواص والعوام حتی لو خالف واحد منھم لم یکن اجماعاً کنقل القران واعداد الرکعات۔
وفی ص۲۲۱ قال بعض المعتزلۃ ینعقد الاجماع باتفاق الاکثر۔ الخ۔
وفی نیل الاوطار جلد ۸ ص۳۳۸ قال النووی اجمع المسلمون علی ان الضب حلال (ثم قال) قال الحافظ قد نقلہ (ای حرمۃ الضب) ابن المنذر عن علی فاین یکون الاجماع مع مخالفتہ۔
وفی حصول المأمول ص۸۰ اذا خالف اھل الاجماع واحد من المجتہدین فقط فذھب الجمہور الی انہ لا یکون اجماعاً ولا حجۃً

اور علامہ شوکانی نیل الاوطار جلد ۱ صفحہ ۶۶ میں لکھتے ہیں کہ جو حجیت اجماع میں جھگڑا ہے وہ منصف پر مخفی نہیں ہے۔ ایسی ایسے مشکل اعتراضات ہیں جن سے خلاصی نہیں ہو سکتی۔
اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۵ میں کہا کہ جو اجماع امت پر اعتراضات وارد ہوتے ہیں وہ منصف پر مخفی نہیں۔ اور وہ ایسے ہیں جن کے ہوتے ہوئے بعد تسلیم امکان و وقوع اجماع کے بھی اجماع حجت کے قابل نہیں رہ سکتا۔ (مگر اول اس میں بحث ہے کہ اجماع کا ہونا ممکن ہے یا کسی مسئلہ میں واقع ہوا)۔
اور کتاب اعلام بقواطع الاسلام مؤلفہ ابن حجر مکی مطبوعہ بر حاشیہ زواجر مؤلفہ ابن حجر مذکور جلد ۱ صفحہ ۴۶ میں ہے۔ تحقیق نظام وغیرہ نے حجت ہونے اجماع کا اس زعم سے انکار کیا ہے کہ خطا کا ہونا اہل اجماع سے محال نہیں ہے۔ کیونکہ تحقیق ان کی عصمت پر کوئی دلیل قطعی نہیں ہے۔
اور نور الانوار کتاب اصول فقہ حنفیہ مطبوعہ یوسفی لکھنؤ صفحہ ۲۲۰ میں لکھا ہے۔ اجماع میں یہ ضروری ہے کہ خواص و عوام اس میں کل متفق ہوں حتیٰ کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی مخالف ہو تو وہ اجماع نہیں ہوگا۔ جیسا کہ نقل قرآن اور عدد رکعات پر اجماع کلی ہو چکا ہے۔ اور اسی کے صفحہ ۲۲۱ پر لکھا ہے کہ بعض معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ اجماع اکثر کے اتفاق سے بھی منعقد ہو سکتا ہے۔ الخ۔
اور نیل الاوطار جلد ۸ صفحہ ۳۳۸ میں مرقوم ہے۔ نووی کہتا ہے مسلمین نے اس پر اجماع کیا ہے کہ گوہ حلال ہے۔ (پھر شوکانی لکھتا ہے کہ) حافظ ابن حجر نے کہا ہے بتحقیق ابن المنذر نے حضرت علی علیہ السلام سے گوہ کی حرمت نقل کی ہے۔ تو باوجود مخالفت علی[1] کے اجماع کس طرح ہو سکتا ہے؟۔
اور حصول المأمول فی علم الاصول مؤلفہ سید صدیق صفحہ ۸۰ (کتاب اصول اہل سنت) میں ہے کہ جب فقط ایک مجتہد بھی مجتہدین سے اہل اجماع کے مخالف ہو تو مذہب جمہور کا یہ ہے کہ وہ نہ اجماع ہے [illegible]

اجماع کی ضرورت کی شرط

[1] اس قانون کو اجماع انعقاد خلافت حضرت ابی بکر وغیرہ میں بھی ملحوظ رکھئے کہ حضرت علی علیہ السلام نے بیعت نہ کی یا اظہار ناراضگی فرماتے رہے تو وہ اجماع صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ تفصیل اس کی بیان انعقاد خلافت ابی بکر صاحب میں ملاحظہ ہو۔ نیز صفحہ سابق پر جو قول ابن حزم لکھا ہے وہ بھی ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم

قال الغزالی المذهب انه لا ینعقد مع مخالفة الاقل وقیل حجة ولیس باجماع ورجحه ابن الحاجب وقیل لا مع مخالفة الاثنین دون الواحد وقیل مع الثلاثة دون الواحد۔

وفی قمر الاقمار حاشیة نور الانوار والامام مالك شرط فی الاجماع اجماع اهل المدینة لشرفها وبعضهم الصحابة لشرفهم وبعضهم عترة الرسول لفضلهم۔

وفی منهج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول طبع شاه جهانی ۱۲۹۲ھ صفحه ۷۲ مولفه النواب صدیق حسن خان السید القنوجی وخود ثبوت اجماع با وجود آں در احکام خیلے عسیر است ولہذا امام احمد بن حنبل انکار وجودش کرده وجمعے از محققین قائل بحجیت آں نشده وهو الحق والبحث فی ذٰلك یطول ولیس هذا موضعه انما موضعه علم اصول الفقه۔

قال النووی فی شرح المسلم جلد ۱ صفحہ ۴ الاجماع لا ینعقد اذا خالف اهل الحل والعقد واحد وهذا هو الصحیح المشهور۔

وفی جلد ۱ صفحه ۵۰۴ والاجماع بعد الخلاف لیس باجماع۔

وفی منیر اللبیب شرح التهذیب صفحه ۲۵۵

اجماع العترة حجة

لقوله تعالٰی

امام غزالی نے کہا ہے مذہب معتبر یہ ہے کہ تھوڑے آدمیوں کی مخالفت ہوتے ہوئے بھی اجماع منعقد نہیں ہو سکتا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ حجت تو ہو سکتا ہے مگر اجماع نہیں کہلا سکتا۔ ابن حاجب نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اگر دو تک مخالف ہوں تو وہ قابل حجت نہیں۔ اور اگر ایک مخالف ہو تو اُس سے دلیل پکڑی جا سکتی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے اگر تین مخالف ہوں تو حجت نہیں۔ اور ایک مخالف ہو تو اُس کی مخالفت مضر نہیں۔

اور قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار صفحہ مذکورہ سابق میں ہے کہ امام مالک نے اجماع میں اہل مدینہ کے اتفاق کی بوجہ شرف مدینہ شریف کے شرط رکھی ہے۔ اور بعض نے اتفاق صحابہ کی اُنکی بزرگی کے سبب سے شرط کی ہے۔ اور بعض نے عترت رسول[۵] مقبول صلعم کی بوجہ فضیلت ان کے شرط قرار دی ہے۔

اور منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول مؤلفہ نواب سید صدیق حسن خان قنوجی مطبوعہ شاہجہانی ۱۲۹۲ھ صفحہ ۷۲ میں ہے۔ کہ باوجود باقی اعتراضات کے احکام میں اجماع کا ثابت ہونا بہت مشکل ہے۔ اور اسی لئے امام احمد بن حنبل نے وجود اجماع کا انکار کر دیا ہے۔ اور ایک جماعت محققین کی اجماع کے دلیل ہونے کی قائل نہیں ہے اور یہی حق ہے۔ اور اس میں طویل بحث ہے جس کا یہ مقام نہیں۔ بلکہ اس کا مقام علم اصول فقہ ہے۔

اور شرح صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۴ میں امام نووی لکھتے ہیں کہ اہل حل وعقد (معتبرین) سے ایک بھی مخالف ہو جائے تو اجماع منعقد نہیں ہو سکتا۔ اور مذہب صحیح ومشہور یہی ہے اور اُسی کے صفحہ ۵۰۴ میں لکھا کہ اجماع بعد اختلاف کے اجماع نہیں رہتا۔

اور منیر اللبیب شرح تہذیب (کتاب شیعہ) صفحہ ۲۵۵ میں ہے کہ اجماع عترت کا حجت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن کے حق میں فرماتا

[۵] اجماع خلافت میں نہ اہل مدینہ کا اجماع ہوا اور جملہ اصحاب النبی کا اور نہ عترت رسول م کا لہذا من کل الوجوہ وہ اجماع باطل ہے۔ چنانچہ آئندہ بیان کیا جائیگا۔ ۱۲ مترجم۔

انما یرید اللہ۔ الآیۃ ولقولہ علیہ السلام انی تارک فیکم الثقلین۔ الحدیث۔

وقال السیوطی فی تفسیرہ الاکلیل استدل بہ (ای بقولہ تعالٰے انما یرید اللہ الآیہ) من قال ان اجماع اھل البیت حجۃ لان الخطأ رجس فیکون منفیا عنہم۔ انتھیٰ۔

وفی تبصرۃ السائل للسید علی اظھر ص۱۸ ناقلاً عن ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص۸۵

اصل ثابت از اصول شریعت اجماع است باز اجماعے کہ متخیل اہل زمان است بمعنے اتفاق جمیع امت مرحومہ بحیث لایشذ منہ فردٌ واحدٌ منہم خیال محال است ہرگز واقع نشدہ مسئلہ نیست ازانچہ او را اجماعیات مے نامند مگر فی الجملہ خلافے دراں نقل کردہ مے شود۔

وفی کتاب الاعلام لابن حجر المکی جلد ۲ صفحہ ۱۴۷۔ انکار الاجماع من اصلہ او حجیتہ او المجمع علیہ الغیر الضروری لایکون کفرا لانہ لایتھم جمیع المسلمین بل ولا بعضھم وانما ینکر اجتماعھم و توافقھم علیٰ شئ۔

وفی شرح المواقف صفحہ ۷۲۷ خرق الاجماع مطلقًا لیس بکفر۔

وفی ازالۃ الخفاء قال عمر لابی بکر اوکل المسلمین سألت وسیأتی انشاء اللہ فی انعقاد خلافۃ ابی بکر

انما یرید اللہ لیذھب۔ الخ (آیت تطہیر) اور رسول صلعم فرماتے ہیں۔ انی تارکم فیکم الثقلین[1] الخ (یعنی اُن کی طہارت کی شہادت اور اُن کی متابعت کا حکم قرآن اور حدیث سے ثابت ہے)۔

اور علامہ سیوطی سنی محدث نے اپنی تفسیر اکلیل میں لکھا ہے کہ جس نے کہا اجماع اہل بیت کا قابل حجت ہوتا ہے اُس نے اسی آیت تطہیر انما یرید الآیہ سے استدلال کیا ہے۔ کیونکہ خطا ایک طرح کی رجس ہے جس کی اہلبیت ع سے بدلیل اس آیت کے نفی کیجاچکی ہے۔ انتہیٰ۔

اور تبصرۃ السائل مؤلفہ سید علی اظہر صاحب (شیعہ) صفحہ ۱۸ میں ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ جلد ۲ صفحہ ۸۵ سے منقول ہے۔ کہ اصول شریعت سے اجماع ایک اصل ثابت ہی۔ مگر جو اجماع متخیل اہل زمان کا بمعنے اتفاق جمیع امت مرحومہ کے ہے اس طرح کہ کوئی فرد بھی اُن میں سے خارج نہو اور ہر ایک کی طرف سے صراحۃً نص اقرار ہو تو اس قسم کا اجماع خیال محال ہے۔ ہرگز نہیں ہوا ایسا کوئی مسئلہ نہیں جس کو اجماعی کہہ سکیں بلکہ ضرور اسمیں اختلاف منقول ہوگا۔

اور کتاب الاعلام مؤلفہ ابن حجر مکی مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۴۷ میں ہے اجماع کا بالکلیہ انکار۔ یا اُس کے حجت ہونے یا کسی امر غیر ضروری متفق علیہ سے انکار کرنا موجب کفر نہیں ہوتا۔ کیونکہ انکار کنندہ جمیع مسلمین کو متہم نہیں کرتا بلکہ بعض کو بھی اتہام نہیں لگاتا صرف اُن کے کسی مسئلہ میں اتفاق اور اجتماع کا انکار کرتا ہے۔

اور شرح مواقف صفحہ ۷۲۷ میں لکھا ہے۔ اجماع کی مخالفت مطلقًا کفر نہیں (اور خود امیر عمر کے قول سے اجماع میں کل افراد کی شمولیت ضروری شرط معلوم ہوتی ہے۔ جیساکہ) ازالۃ الخفاء میں ہے۔ امیر عمر نے حضرت ابی بکر سے کہا کیا تو نے کل مسلمین سے پوچھ لیا ہے؟ الخ اور یہ روایت انعقاد خلافت ابی بکر میں انشاءاللہ بعد

[1] نور الانوار مؤلفہ شیخ احمد مؤلف تفسیر احمدی حنفی مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ مع قمر الاقمار مؤلفہ مولوی عبد الحلیم والد مولوی عبد الحی لکھنوی صفحہ ۲۲۰ میں ہے وقال بعضھم لا اجماع الا لعترتہ صلعم ای نسلہ واھل قرابتہ لانہ علیہ السلام قال انی ترکت فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتہ۔ یعنی بعض علماء نے کہا ہے کہ اجماع بغیر عترت نبی ص اور اُن کی اہل قرابت کے منعقد نہیں ہوسکتا کیونکہ نبی ص فرماتے ہیں میں تمہارے اندر وہ چیز چھوڑے جاتا ہوں اگر تم اُس سے تمسک کروگے تو کبھی گمراہ نہوگے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری میری عترت۔ انتہیٰ۔ اس حدیث پر قمر الاقمار میں حاشیہ پر لکھا ہے وارد ہ

وَفی قول عمر دلالۃ علٰی ان اجماع کل المسلمین ضروری۔

وَفی کشف الاسرار شرح اصول البزدوی جلد ۳ صفحہ ۹۹۴ ذکر بعض الاصولیین ان ھذہ الآیۃ (ویتبع غیر سبیل المومنین) لیست بقاطعۃ فی وجوب متابعۃ الاجماع لاحتمال ان یکون المراد ویتبع غیر سبیل المؤمنین فی متابعۃ النبیؐ اومناصرتہ اوالاقتداء بہ اوفی الایمان بہ لافیما اجمعوا علیہ و مع الاحتمال لا یثبت القطع۔

وَفی التوضیح جلد ۲ صفحہ ۴۸۔ اعلم ان ھذا الاستدلال علی ان الاجماع حجۃ لیس بقوی؛

اقول قد ثبت ھتک حجاب الاجماع فمتٰی لم یثبت الاجماع بالاجماع فکیف یصح و یثبت ما علیہ الاجماع لا سیما الخلافۃ الالٰھیۃ والامامۃ النبویۃ علٰی ان علیًا علیہ السلام لم یشمل الاجماع وقد ثبت ان خلافہ یخرق الاجماع مع ان الاجماع اذا خالف النص متی بقی اثرہ الم تران اجماع الملائکۃ ما افاد حین قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا الآیہ۔

اور یہ قول امیر عمر کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ اجماع میں کل مسلمین کا اتفاق ہونا ضروری ہے؛

اور کشف الاسرار شرح اصول البزدوی جلد ۳ صفحہ ۹۹۴ میں ہے بعض اصولیین نے کہا ہے تحقیق آیت ویتبع غیر سبیل المومنین وجوب متابعت اجماع پر دلالت یقینی نہیں کرتی کیونکہ اس میں یہ احتمال باقی ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جو غیر طریقہ مومنین کی اس طرح متابعت کرے کہ متابعت نبیؐ یا ان کی مدد یا ان کی پیروی یا ان کے ساتھ ایمان لانے میں مومنین کی مخالفت کرے (یعنی دین اسلام کا مخالف ہو) اور جسپر از خود مومنین نے اتفاق اور اجماع کر لیا ہو اُس کی متابعت نہ کرنے سے کوئی شخص اس آیت کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ اور باوجود اس احتمال کے یقین ثابت نہیں ہوتا؛

اور توضیح جلد ۲ صفحہ ۴۸ (اصول فقہ حنفی) میں ہے۔ جاننا چاہئے کہ یہ استدلال اجماع کی حجیت کیلئے قوی نہیں۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں بتحقیق اجماع کا پردہ فاش ہو گیا اور جب خود اجماع بالاجماع ثابت نہ ہوا تو وہ چیز جو اجماع سے ثابت کرنی ہو خصوصًا خلافت الٰہیہ و امامت نبویہ جس میں انسان کو اختیار ہی نہیں کس طرح صحیح ثابت ہو سکتی ہے؟! پھر علاوہ بریں جبکہ علیؑ اس اجماع میں برضا شامل نہیں ہوئے (تو یہ اجماع کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا)۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت علیؑ کا مخالف ہونا اجماع کو توڑ دیتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ اجماع مخالف نص ہے۔ اور جب مخالف نص ہو (تو ایسے اجماع کا مقبول نہ ہونا مسلّم کل ہے) پس اس کا کیا اثر ہو سکتا ہے؟ تو نہیں دیکھتا کہ فرشتوں کا اجماع (باوجودیکہ اُن کو طاہر کہا جاتا ہے) مقابل نص کے جب انہوں نے کہا تھا خدایا تو زمین کے اندر اسکو پیدا کرتا ہے جو فساد کریگا الخ

[1] خلاصہ یہ کہ اوّل اجماع کا دلیل ہونا ثابت نہیں بلکہ اس میں کلام ہے اور بفرض تسلیم حسب مفاد عبارات سابقہ اتفاق کل افراد کا ضروری ہے اور خلافت حضرات ثلاثہ میں ظاہر ہے کہ کل افراد کا اتفاق نہیں ہوا جیسا کہ آئندہ مذکور ہو گا بلکہ خلافت خلفاء اربعہ میں ایسا اجماع نہیں ہوا اور اس دلیل کے اعتبار سے سب خلافتیں باطل ہو جاتی ہیں۔ اور سب کا اتفاق نہیں تو اہل مدینہ کا اتفاق ہو جاتا اور سب افراد کا نہیں تو سب اہل حل وعقد کا اتفاق ہو جاتا۔ مگر کسی طرح نہیں ہوا جیسا کہ عنقریب لکھا جائیگا اور باوجود مطلق اہل حل وعقد کی مخالفت کے عترت نبیؐ کی مخالفت ثابت ہے جن کی طہارت وفضیلت مسلّم ہے۔ اور حالانکہ بحدیث ثقلین انہی کی اطاعت کا حکم ہے۔ چنانچہ سابقًا ثابت ہو چکا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اہل سنت کی قرار دادہ خلافت انہی کے دلائل سے باطل ہے۔ والسلام

وقال عزاسمہ- انی اعلم مالا تعلمون فصارت خلافۃ الخلیفۃ الاوّل بلاحجۃ وان وقع الامن وارتفع الشر للمصلحۃ الوقتیۃ کما قال عمر ولکن اللہ وقی شرھا- کذا فی الصواعق صفحہ ۵-

فصل

فی توضیح کیفیۃ انعقاد خلافۃ الخلفاء الثلاثۃ

اذا تعسر اجماع الکل بل الاکثر والعقدت خلافۃ ابی بکر بالاجماع دون النص ترکوا شرط الکل والاکثر واکتفوا باجماع رجلین اورجل کما فی شرح المواقف ص۳۴۳ اذا ثبت حصول الامامۃ بالاختیار والبیعۃ فاعلم ان ذلک الحصول لا یفتقر الی الاجماع من اھل الحل والعقد اذ لم یقم علیہ (ای علی ھذا الافتقار) دلیل من العقل والسمع بل الواحد والاثنان من اھل الحل والعقد کاف فی ثبوت الامامۃ ووجوب الاتباع للامام علیٰ اھل الاسلام وذلک لعلمنا ان الصحابۃ مع صلابتھم فی الدین اکتفوا فی عقد الامامۃ بذلک کعقد عمر لابی بکر وعقد عبد الرحمٰن بن عوف لعثمان ولم یشترطوا فی عقدھا اجتماع من فی المدینۃ من اھل الحل والعقد فضلاً من اجماع الامۃ من علماء الامصار ومجتھدی اقطارھا ولم ینکر علیہ احد انتھیٰ-

اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے تو خلافت خلیفہ اوّل کی بلا دلیل قائم ہوئی۔ اگرچہ مصلحت وقت کے سبب سے شر و فساد پیدا نہوا۔ اور امن قائم ہو گیا جیسا کہ امیر عمر صاحب نے ظاہر کیا ہے کہ بیعت ابی بکر صاحب کی بلا سوچے سمجھے قائم ہو گئی۔ مگر خدا تعالےٰ نے اس کے شر سے بچا لیا (فساد پیدا نہوا)۔ اسی طرح صواعق صفحہ ۵ میں لکھا ہے۔

فصل

توضیح کیفیت انعقاد خلافت خلفائے ثلاثہ میں

جب اجماع کل بلکہ اکثر افراد کا بھی مشکل نظر آیا اور خلافت حضرت ابی بکر کی بغیر نص کے منعقد ہو گئی تو اہل سنت نے شرط کل یا اکثر کو چھوڑ دیا۔ اور (چونکہ اسکو بہر وجہ صحیح قرار دینا تھا) ایک دو آدمیوں کے اجماع کر لینے پر ہی اکتفا کر لی رجیسا کہ شرح مواقف صفحہ ۳۴۳، میں ہے۔ جب حصول امامت کا اختیار اور بیعت سے ہوا تو حصول امامت اجماع اہل حل و عقد کا محتاج نہیں۔ کیونکہ اس احتیاج کی عقل و سمع سے کوئی دلیل معلوم نہیں ہوئی۔ (جس طرح خلافت انکے خلفا کی قائم ہوتی رہی ہے اسی طرح اپنے قانون کو موم کا ناک بنا کر پھیر لیتے رہے ہیں) بلکہ ایک دو آدمی اہل حل و عقد سے ثبوت امامت کے واسطے کافی ہیں۔ اور سب اہل اسلام پر اس سے اتباع (اس امام کی) واجب ہو جاتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ہمنے معلوم کر لیا ہے جو صحابہ نے باوجود اُن کے دین میں مضبوط ہونے کے عقد امامت میں انہی ایک دو پر اکتفا کر لی ہے۔ جیسا کہ ایک امیر عمر نے حضرت ابی بکر صاحب کی خلافت و امامت کو پختہ کر دیا۔ اور ایک عبد الرحمٰن بن عوف نے ہی امیر عثمان کے واسطے امامت کا حکم جما دیا۔ اور عقد امامت میں صحابہ نے اہل حل و عقد سے اُنکے اجماع کی شرط بھی نہ رکھی جو مدینہ میں موجود تھے۔ چہ جائیکہ جملہ علماء امصار (شہروں)۔۔ یا مجتہدین اطراف کا اجماع ثابت ہوتا اور کسی نے اسپر اعتراض نہ کیا۔ انتہےٰ۔ (اگرچہ انکار صحابہ کا مشہور و معروف ہے جیسا کہ مذکور ہو گا۔ مگر اہل تسنن کو حب خلفا نے شائید فراموش کرا دیا ہو گا)

خلافت ثلاثہ کا ایک شخص یا ایک آدمی سے ہو جانا

ولما قبض رسول الله م واشتغل علیؑ بتجہیزہ وتکفینه وتدفینه واجتمع الناس فی سقیفة بنی ساعدة وسمع الشیخان اجتماعهم فانطلقا یتقاودان (یکدیگر را می کشیدند) حتیٰ اتوهم فتکلم ابوبکر هکذا اخرج احمد بروایة حمید بن عبد الرحمٰن وذکر خطبة ابی بکر کذا فی ازالة الخفاء جلد ۲ ص۲۶ وفی روایة عمر قال ابوبکر الا وقد رضیت لکم احد هذین الرجلین لی (لعمر) ولابی عبیدة بن الجراح ثم قال (عمر) قلت یا معشر الانصار یا معشر المسلمین ان اولی الناس بامر رسول الله م من بعده ثانی اثنین وقال ابوبکر لعمر انت اقویٰ منی کذا فی ازالة الخفاء بروایة البخاری وابن ابی شیبه۔

فی البخاری جلد ۳ صفحہ ۳۶۵ قال ابوبکر فبایعوا عمرا وابا عبیدة بن الجراح فقال عمر بل نبایعك انت فانت سیدنا و احبنا الی رسول الله صلعم

اور جب رسول خدا صلعم نے انتقال فرمایا اور حضرت علیؑ اُن کی تجہیز وتکفین وتدفین میں مشغول ہوئے[1] اور لوگ سقیفۂ[2] بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے۔ شیخین نے لوگوں کا اجتماع سُنا ہر دو صاحبان ایک دوسرے کو کھینچتے ہوئے روانہ ہوئے حتیٰ کہ اُن مجتمعین کے پاس پہونچ گئے۔ اور ابو بکر صاحب نے تقریر شروع کی۔ الخ۔ اسی طرح احمد نے بروایت حمید بن عبد الرحمٰن نقل کیا اور ابی بکر صاحب کا خطبہ بھی اُسنے ذکر کیا ہے۔ بعینہٖ یہ عبارت ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۶ میں ہے۔ اور روایت امیر عمر میں ہے ابو بکر صاحب نے کہا خبردار تحقیق میں تمہارے واسطے دو آدمیوں سے ایک پر راضی ہوں۔ امیر عمر کہتے ہیں کہ ایک میرا نام لیا اور دوسرا ابی عبیدہ بن جراح کا۔ پھر امیر عمر کہتے ہیں مینے کہا اے گروہ انصار اور اے گروہ مسلمین تحقیق بہترین لوگوں کا امر رسول اللہ صلعم کے لئے بعد نبی صلعم کے دوسرا وہ ہے (اشارہ بقصہ غار)۔ اور ابو بکر صاحب نے حضرت عمر سے کہا تو ان کل مجھ سے قوی ہے۔ (اسواسطے آپکو اس عہدہ پر قائم ہونا چاہئے) بعینہٖ اسی طرح ازالۃ الخفاء میں بروایت بخاری وابن ابی شیبہ کے لکھا ہے (اور اسی طرح تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ وتاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۸ میں ہے ہر دو مطبوعہ مصر)۔

بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۶۵ میں ہے کہ ابو بکر صاحب نے اپنی تقریر میں کہا تم لوگ امیر عمر صاحب یا ابا عبیدہ بن جراح کی بیعت کرو حضرت عمر بولے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں آپ ہم لوگوں سے بہتر ہیں اور آپ ہمارے سردار ہو اور رسول اللہ صلعم کے پیارے ہیں۔

[1] حضرت ابوبکر و عمر وفات نبی صلعم کے وقت حاضر جنازہ و دفن کفن نہوئے۔ چنانچہ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۴۰ میں عروہ سے مروی ہے کہا تحقیق ابوبکر و عمر دفن نبی م کے وقت حاضر نہوئے اور وہ دونوں انصار میں موجود رہے۔ کہ نبی م اُن کے آنے سے پہلے دفن ہو چکے۔ نیز تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ میں باسناد ابراہیم سے مروی ہے کہ جب رسول خدا م فوت ہوئے ابو بکر صاحب غائب تھے۔ فجاء بعد ثلاث یعنی تین دن کے بعد آئے ۱۲ مترجم۔

[2] سقیفہ بنی سعدہ میں بیعت کا ہونا بھی ایک دلیل ظاہری بطلان اس خلافت کی ہے۔ کیونکہ وہ مقام عرب کے جھوٹے مشوروں کیلئے مقرر تھا۔ اسی لئے بہتان اور جھوٹے مشورہ کو بھی سقیفہ بولا جاتا ہے۔ اور لغت میں سقیفہ کا معنے پوشیدہ مکان بھی لکھا ہے۔ اور منتخب و غیاث و بہار عجم و لغات فیروزی میں صاف طور پر لکھا ہے کہ سقیفہ وہ محل تھا جہاں عرب کے لوگ مشورہ باطل کیلئے جمع ہوتے تھے۔ لہٰذا مجازاً مشورہ اور سخن بیہودہ کو سقیفہ کہتے ہیں۔ اور بعد تحریر معنی سقیفہ کے بہار عجم مطبوعہ نولکشور ۱۱۹ میں لکھا ہے۔ و جناب سراج المحققین مے فرمائند این ظاہراً اشارت است باحوال صحابہ موافق مذہب امامیہ کہ بعد فوت آنحضرت م در سقیفہ بنی سعدہ ونشستہ با ابوبکر بیعت کردند و بریں تقدیر بمذہب سنیان سوء ادب باشد یعنی ظاہراً اس لفظ سے صحابہ کے احوال کی نسبت اشارہ ملتا ہے کہ بیعت ابوبکر کا مشورہ بھی اسی قسم کا تھا مگر اس طرح مذہب سنیوں کی بے ادبی متصور ہوتی ہے ۱۲ مترجم۔

فاخذ عمر بیدہ فبایعہ وبایعہ الناس

وفی الفتح وفی روایۃ ابن عباس عن عمر فکثر اللغط وارتفعت الاصوات حتی خشینا الاختلاف فقلت ابسط یدک یا ابابکر فبسط یداہ فبایعتہ۔

وفی تاریخ الخلفا ص۸۲ وبرایہ (ای رای عمر) فی ابی بکر کان اول من بایعہ۔

وفی الصواعق ص۶ اخرج النسائی وابو یعلی والحاکم وصححہ عن ابن مسعود قال لما قبض رسول اللہ صلعم قالت الانصار منا امیر ومنکم امیر فاتاھم عمر ابن الخطاب الخ

وفی صفحہ۸۔ ان الانصار کرھوا بیعۃ ابی بکر وقالوا منا امیر ومنکم امیر فدفعہم ابوبکر بخبر الائمۃ من قریش[1] ولا یقدح فی حکایۃ الاجماع تاخر علی والزبیر والعباس وطلحۃ مدۃ الخ ملخصاً۔

وفی صفحہ۶۔ ان علیاً ع والزبیر ومن معھما تخلفوا فی بیت فاطمۃ ع و[2] وتخلفت الانصار عنا باجمعھا فی سقیفۃ بنی ساعدۃ[3]

اور یہ کہکر امیر عمر صاحب نے ابوبکر صاحب کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کرلی پھر دوسرے لوگوں نے بھی بیعت کرنی شروع کردی۔

فتح الباری شرح بخاری میں بروایت ابن عباس امیر عمر سے اس طرح وارد ہوا ہے کہ وہاں شور وغوغا بہت ہوگیا اور آواز بلند ہوئے حتیٰ کہ ہم اختلاف پیدا ہونے سے ڈر گئے۔ اور مینے ابی بکر سے کہا کہ یا ابابکر۔ آپ ہاتھ بڑھائیے ابوبکر صاحب نے اپنا ہاتھ لمبا کیا اور مینے اُس سے بیعت کرلی۔

اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۲ میں ہے۔ صرف اپنی ہی فکر سے امیر عمر نے ابی بکر کی بیعت کرلینے میں سبقت کی (یعنے کسی سے مشورہ نہ لیا)۔

اور صواعق محرقہ صفحہ ۶ میں نسائی وابو یعلے وحاکم نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے۔ اور حاکم نے صحیح بھی کہا کہ ابن مسعود کہتا ہے۔ جب رسول اللہ صلعم فوت ہوئے تو انصار نے کہا ایک ہماری قوم سے امیر ہونا چاہئیے اور ایک تم میں سے بھی ہوجائے تو اُن کے پاس عمر بن خطاب آئے الخ اور اُسی کے ص۸ میں ہے تحقیق انصار نے بیعت ابی بکر سے کراہت کی اور کہنے لگے۔ ایک ہم میں سے اور ایک تم میں سے امیر ہونا چاہئیے۔ تو اُن کو ابوبکر نے اس حدیث سے جواب دیا کہ امام قریش سے ہونا چاہئیے۔ اور حکایت اجماع میں علی ع اور زبیر وعباس وطلحہ کا مدت تک بیعت نہ کرنا کوئی ضرر نہیں دیتا۔ انتہے ملخصاً۔ اور اسی کے صفحہ ۶ میں ہے تحقیق حضرت علی ع اور زبیر اور ان کے ساتھی ابی بکر کی بیعت سے ہٹ کر جناب فاطمہ زہرا ع کے گھر میں بیٹھ گئے اور انصار بھی سب کے سب سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور بیعت نہ کی۔

[1] ھکذا فی شرح المواقف ص۷۳۴ - ۱۲ مترجم
[2] کذا فی عقد الفرید لابن عبد ربہ جلد ۳ ص۶۳ طبع مصر۔ کہ علی ع وعباس وزبیر وسعد بن عبادہ متخلفین سے تھے ۱۲ مترجم
[3] تاریخ کامل جلد ۲ ص۱۲۳ وتاریخ طبری جلد ۳ ص۱۹۸ میں اسیطرح ہے اور نیز لکھا قالت الانصار او بعض الانصار لا نبایع الا علیاً۔ یعنی انصار نے کہا ہم تو حضرت علی ع کے بغیر کسی کی بیعت نہیں کرتے۔ انتہیٰ۔ غور فرمائیے کہ اجماع اور کل مسلمین کی رضامندی حضرت ابی بکر کے لئے اسی کا نام ہے؟ ۱۲
مترجم

وفی البخاری ص٣٨ واجتمعت الانصار الیٰ سعد بن عبادۃ فی سقیفۃ بنی ساعدۃ فقالوا منا امیر ومنکم امیر۔

فی الامامۃ والسیاسۃ ص٦ طبع مصر فلما قبض رسول اللہ ص قال العباس لعلی ابن ابیطالب ابسط یدك ابایعك فیقال عم رسول اللہ ص بایع ابن عم رسول اللہ ص ویبایعك اهل بیتك فان هذا الامر اذا کان لم یُقَل (من الاقالۃ لا من القول) فقال لہ علی ومن یطلب هذا الامر غیرنا

وفی صفحہ ١١ وان بنی هاشم اجتمعت عند بیعۃ الانصار الی علی ابن ابی طالب ومعهم الزبیر ابن العوام وتخلف سعد بن عبادۃ فکان سعد لا یصلی بصلاتهم ولا یجمع بجمعتهم ولا یفیض بافاضتهم ولو یجد علیهم اعوانا لصال بهم ولو یبایعہ احد علی قتالهم لقاتلهم فلم یزل کذلك حتی توفی ابوبکر وولی عمر ابن الخطاب فخرج الی الشام فمات بها ولم یبایع لاحد رحمہ اللہ تع

وحکی ابن عبد البر فی الاستیعاب ان سعدا ابی ان یبایع ابا بکر حتی لقی اللہ

هکذا فی الصواعق ص٦

اور بخاری جلد ٣ صفحہ ٣٨٠ میں ہے۔ کہ انصار سعد بن عبادہ کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور کہنے لگے ایک ہمارے گروہ سے اور ایک تمہارے گروہ سے امیر ہونا چاہیئے۔

اور امامت والسیاست مطبوعہ مصر ص٦ میں ہے۔ جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی حضرت عباس نے حضرت علی ع سے عرض کی کہ آپ ہاتھ بڑھائیں کہ میں آپ سے بیعت کر لوں اور لوگ کہیں کہ رسول اللہ صلعم کے چچا نے۔ چچازاد بھائی رسولؐ سے بیعت کر لی ہے اور آپکے اہل بیت بھی آپ سے بیعت کر لیں کیونکہ ایسا امر مہلت کے قابل نہیں ہوتا۔ لہذا مہلت نہ کرنی چاہیئے تو جناب علی ع نے حضرت عباس سے فرمایا (جلدی کی کیا ضرورت ہے) کیونکہ ہمارے سوا اس کا کون مستحق ہے۔ اور کون لے سکتا ہے اور کون خواہش کریگا۔ اور اسی کے صفحہ ١١ میں ہے کہ بتحقیق بنی ہاشم بیعت انصار کے وقت علی بن ابی طالب کے پاس جمع ہو گئے۔ اور زبیر بن عوام بھی ان کے ساتھ تھا۔ اور سعد بن عبادہ بھی بیعت ابی بکر سے ہٹ رہا۔ اور سعد اُن لوگوں کے ساتھ جو بیعت کرنے کرانے والے تھے۔ نہ نماز پڑھتے اور نہ جمعہ اُن کے ساتھ پڑھتے تھے اور نہ وہ اُن کی نقل و حرکت میں اتفاق کرتے۔ اور اگر اُن پر کوئی مددگار پاتے تو ضرور حملہ کر دیتے۔ اگر کوئی اس سے اُن کے جنگ پر بیعت کرتا تو ضرور سعد اُن سے جنگ بھی کرتے۔ پس سعد فوت ہونے تک مخالفت کی حالت پر رہے۔ اور جب ابوبکر صاحب و امیر عمر والی ہوئے تو حضرت سعد شام کی طرف چلے گئے اور وہاں ہی فوت ہوئے اور کسی سے بیعت نہ کی۔ اللہ تعالیٰ اُسپر رحمت کرے۔

اور ابن عبد البر نے استیعاب میں بیان کیا ہے کہ بتحقیق حضرت سعد نے بیعت ابی بکر سے انکار کیا حتیٰ کہ فوت ہو گئے۔ اسی طرح صواعق محرقہ صفحہ ٦ میں ہے۔

کذا فی تاریخ ابن جریر جلد ٣ صفحہ ٢١٠ ١٢ مترجم۔

[1] تاریخ طبری جلد ٣ صفحہ ١٩٩ میں امیر عمر صاحب سے مروی ہے کہا جب لوگوں نے ابی بکر کی بیعت کر لی تو حضرت علی ع و زبیر نے ابی بکر کی بیعت سے انکار و تخلف کیا اور زبیر نے تلوار کھینچکر کہا کہ میں تلوار کو تب تک میان میں نہ رکھونگا جب تک کہ لوگ حضرت علی ع کی بیعت نہ کریں۔ جب یہ خبر ابوبکر و عمر کو پہونچی امیر عمر نے کہا زبیر کی تلوار پکڑ کر پتھر پر مارو۔ پھر امیر عمر صاحب حضرت علی ع اور زبیر کی طرف سختی سے گیا اور کہا تم دونوں فرمانبرداری و خوشی سے بیعت کر لو ورنہ تم کو ایسی حالت میں بیعت کرنی پڑیگی کہ تم مجبور ہو گے اور مکروہ سمجھو گے۔ تاہم بیعت کر لو گے انتہیٰ ١٢ مترجم

وفی حیوۃ الحیوان جلد ۱ ص۱۸۸ ومما اشتھران سعد بن عبادۃ لما بایعہ الناس ای بایعوا ابا بکر سار الی الشام فنزل حوران واقام بھا حتی مات فی سنۃ خمس عشرۃ (الی ان قال) ووقع فی صحیح مسلم ان سعد اشھد بدرا۔

فی تقریب التھذیب سعد بن عبادۃ بن دلیم بن حارثۃ الانصاری الخزرجی احد النقباء وسید الخزرج واحد الاجواد۔ وفی شرح الفقہ الاکبر لعلی القاری ص۷ ثم الانصار کلھم بایعوا ابا بکر الا سعد بن عبادۃ۔

فی الامامۃ والسیاست والتاریخ الکامل جلد ۲ ص۱۶ ثم بعث الیہ (ای الی سعد) ابو بکر ان اقبل فبایع فقد بایع الناس و بایع قومک فقال اما واللہ حتی ارمیکم بکل سھم فی کنانتی من نبل واخضب منکم سنانی ورمحی واضربکم بسیفی ماملکتہ یدای واقاتلکم بمن معی من اھلی وعشیرتی (الی ان قال) قال عمر لا تدعہ حتی یبایعک فقال لھم قیس بن سعد انہ قد ابی والح ولیس یبایعک حتی

اور حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۱۸۸ میں ہے کہ یہ بات مشہور اور غیر مخفی ہے کہ سعد بن عبادہ لوگوں کے ابی بکر سے بیعت کرلینے کے وقت شام کی طرف چلا گیا[۱] اور (ملک) شام کے حوران شہر میں اقامت اختیار کی یہاں تک کہ وہاں ہی ۱۵ھ میں فوت ہوا۔ (پھر کہا) اور صحیح مسلم میں ہے کہ سعد جنگ بدر میں حاضر تھا۔

تقریب التھذیب میں ہے کہ سعد بن عبادہ بن دلیم بن حارثہ انصاری خزرجی ایک نقیب اور سردار قبیلہ خزرج کا اور سخیوں سے تھا۔ (کذا فی الاستیعاب علی الاصابہ جلد ۲ ص۳۶) اور شرح فقہ اکبر مؤلفہ علی قاری صفحہ ۷ میں ہے۔ پھر سوائے سعد بن عبادہ کے کل انصار نے ابی بکر سے بیعت کرلی۔ وکذا فی الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۰ والاستیعاب علی الاصابہ جلد ۲ ص۴۰)

اور امامت والسیاست اور تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۶۰ میں ہے پھر ابوبکر نے سعد کیطرف کسیکو بھیجا کہ ہمارے پاس آکر بیعت کر جیسا کہ دوسرے لوگوں نے بیعت کی ہے۔ بلکہ تیری قوم نے بھی بیعت کرلی ہے۔ سعد نے کہا خدا کی قسم میں بیعت نہ کرونگا جبتک تمپر اپنے تیردان کے سب تیر نہ چلالوں اور اپنی تلوار و نیزہ کو تمہارے خون سے نہ رنگ لوں۔ اور تم کو اپنی تلوار سے مارونگا جب تک کہ میرے ہاتھ میں رہی۔ اور میں اپنے اہل اور قبیلہ کی معیت سے تمہارے ساتھ جنگ کرونگا۔ (تا کہ کہا) امیر عمر نے کہا یا ابا بکر اسکو ہرگز نہ چھوڑ دو جب تک تم سے بیعت نہ کرے۔ یہ سنکر قیس بن سعد نے کہا کہ تحقیق اوسنے یعنے سعد نے انکار کیا ہے اور سخت انکار کیا وہ بالکل بیعت نہ کرے گا اگرچہ

[۱] غور کا مقام ہے کہ خلافت اولے کو اجماع کی دلیل سے صحیح کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مہاجرین و انصار جس کو منتخب کرلیں اسی میں اللہ تعالی کی رضامندی ہوتی ہے۔ پس دیکھیے کہ انصار نے بیعت ابی بکر کو مکروہ سمجھا اور خصوصًا سعد بن عبادہ انصاری کی ذاتی فضیلت کے علاوہ بقول اہل سنت وہ بدری بہشتی بھی تھا جسنے آخر دم تک بیعت ابی بکر و عمر کی اختیار نکی اور جنگ کیلئے تیار رہا مگر امداد نہ ملی۔ تو یا اسکو بحدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ موت جاہلیت پر کہیں یا خلافت کو صحیح نہ مانیں۔ اور اسکے بیٹے بشیر و قیس کی مستعدی جنگ بھی پیش نظر ہے۔ اور طلحہ و زبیر عشرہ مبشرہ اہل جماعت کے سوا بنی ہاشم بھی خلافت اولی پر معترض تھے تو اس کا نام مشورہ یا اجماع کس طرح ہو سکتا ہے۔ پھر ایک جتھا جوانوں کا ہمراہ لیکر امیر عمر پکڑ پکڑ کر بیعت کراتا پھرا کیا اسی کو رضامندی مومنین کہتے ہیں۔ کہ کسی کو قتل کی دھمکی کسی کو گھر جلانے کی دھمکی دی۔ کیا کوئی ذی عقل اس طرح کے انتخاب و اجماع سے خلافت کا صحیح ہونا قبول کریگا؟ ہرگز نہیں۔ تاریخ کامل میں یہ بھی لکھا ہے کہ سعد نے کہا اگر جن اور آدمی سب تمہارے ساتھ ہوجائیں تب بھی میں مرتے دم تک تمہاری بیعت نہ کرونگا ۱۲ مترجم

یقتل ولیس بمقتول حتیٰ یقتل معہ ولدہٗ واھلبیتہ وعشیرتہ ولن تقتلوھم حتیٰ تقتل الخزرج ولن تقتل الخزرج حتیٰ تقتل الاوس فلا تفسد وا علےٰ انفسکم امرا قد استقام لکم فاترکوہ۔ الخ

وفی کنز العمال بمعناہ جلد ۳ صفحہ ۱۳۴ وزاد فقبل ابوبکر نصیحۃ بشیر ابن سعد۔

فی الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۱۲ واما علی والعباس بن عبد المطلب ومن معھما من بنی ھاشم فانصرفوا الی رحالھم ومعھم الزبیر بن العوام فذھب الیھم عمر فی عصابۃ فیھم اسید بن حضیر وسلمۃ بن اشیم فقالوا انطلقوا فبایعوا ابابکر فابوا فخرج الزبیر[1] بن العوام بالسیف فقال عمر علیکم بالرجل فخذوہ فوثب علیہ سلمۃ بن اشیم فاخذ السیف من یدہ فضرب بہ الجدار وانطلقوا بہ فبایع الخ (ثم قال) ثم ان علیا اُتی بہ الی ابی بکر وھو یقول انا عبد اللہ اخو رسول اللہ فقیل لہ بایع ابابکر فقال انا احق بھذا الامر منکم لا ابایعکم وانتم اولےٰ بالبیعۃ لی اخذتم ھذا الامر من الانصار واحتججتم علیھم بالقرابۃ من النبی ص وتاخذوہ منا اھل البیت غصبًا الستم زعمتم للانصار انکم اولےٰ بھذا الامر منھم لما کان محمدؐ منکم فاعطوکم المقادۃ وسلموا الیکم الامارۃ فاذا

مقتول ہو جائے اور مقتول نہیں ہو سکتا جب تک اُسکے بیٹے اور اہل بیت و قبیلہ اس کا بھی ہمراہ اسکے مقتول نہ ہوں اور ان سب کو تم قتل نہیں کر سکتے جب تک قبیلہ خزرج مقتول نہ ہو اور خزرج مقتول نہیں ہو سکتا جب تک اَوس کا قبیلہ بھی مقتول نہ ہو۔ تو اپنے بنے ہوئے کام کو خراب نہ کرو اور اس سے درگذر کرو۔ الخ۔

اور کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۴ میں یہی مضمون نصیحت کا بشیر بن سعد سے مروی ہے۔ اور زیادہ کیا کہ ابوبکر نے بشیر بن سعد کی نصیحت کو قبول کر لیا۔

امامت والسیاست صفحہ ۱۲ میں ہے۔ لیکن علی و عباس بن عبد المطلب اور جو ان کے ہمراہ بنی ہاشم سے تھے اپنے مسکن کی طرف لوٹ گئے اور زبیر بن عوام بھی ان کے ہمراہ تھا ان کی طرف امیر عمر ایک جماعت کو ہمراہ لیکر گیا جن میں اسید بن حضیر و سلمہ بن اشیم بھی تھے اور انہوں نے متخلفین سے کہا سب چل کر ابی بکر سے بیعت کر لو مگر سب متخلفین موجودین نے انکار کیا۔ اور زبیر بن عوام تلوار لیکر نکلا تو امیر عمر نے کہا اس آدمی کو پکڑو پکڑو چنانچہ سلمہ بن اشیم نے حملہ کر کے زبیر کے ہاتھ سے تلوار لیکر دیوار پر ماری اور زبیر کو پکڑ کر لے گئے اور اس سے بیعت کرالی۔ الخ (پھر کہا ہے) پھر بتحقیق حضرت علیؑ ابی بکر کی طرف لائے گئے حالانکہ حضرت علیؑ فرماتے تھے میں خدا کا بندہ ہوں اور رسولؐ کا بھائی۔ جب اُن کے لئے کہا گیا کہ ابی بکر کی بیعت کر لو تو حضرت علیؑ نے فرمایا اس کام کے لئے میں تم سے بہت زیادہ لائق ہوں۔ اور تم لوگوں کو بہت مناسب ہے کہ میرے ساتھ بیعت کرو۔ تمنے اس امر خلافت کو انصار سے اسطرح لیا کہ تمنے ان پر قرابت نبوی کی حجت قائم کی ہے اور ہم سے تم غصب کر کے لے رہے ہو یعنی ہم اہل بیت سے تم غصب کر کے لیتے ہو۔ کیا تمنے انصار کیلئے یہی گمان نہیں کیا ہی کہ تم انصار سے خلافت میں اس طرح فوق رکھتے ہو کہ محمد صلعم تم سے ہیں تو اُنہوں نے تمہارے ہاتھ لگام دیکر امامت کو تمہارے سپرد کر دیا پس اسوقت

[1] کذا فی التاریخ الکامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ ۱۲ مترجم

احتج عليكم بمثل ما احتججتم على الانصار نحن اولى برسول الله ص حيًّا وميتًا فانصفونا ان كنتم تؤمنون والا فبوءوا بالظلم وانتم تعلمون فقال له عمر انك لست متروكًا حتى تبايع فقال له علی ع احلب[1] حلبا لك شطره واشدد له اليوم يردده عليك غدًا ثم قال والله يا عمر لا اقبل قولك ولا ابايعه فقال له ابو بكر فان لم تبايع فلا اكرهك (ثم قال علی فی جواب ابی عبيدة ابن الجراح) فقال علی ع يا معشر المهاجرين لا تخرجوا سلطان محمد فی العرب من داره وقعر بيته الى داركم وقعور بيوتكم وتدفعون اهله عن مقامه فی الناس وحقه فوالله يا معشر المهاجرين لنحن احق الناس به لانا اهل البيت ونحن احق بهذا الامر منكم ما كان فينا القارى لكتاب الله الفقيه فی دين الله العالم بسنن رسول الله المتطلع لامر الرعية الدافع عنهم الامور السيئة القاسم بينهم بالسوية والله انه لفينا

میں وہی حجت تم پر قائم کرتا ہوں جو تم نے انصار پر قائم کی ہے (یعنی قرابت وغیرہ کی)- اس طرح کہ ہم زندگی اور موت میں رسول اللہ صلعم کے اقرب ہیں- اگر تمہارا مومن ہونیکا سچا دعوٰے ہے تو تم کو ہمارے لئے انصاف کرنا چاہیئے- ورنہ یاد رکھو کہ تم عمداً ظلم کر رہے ہو- پس عمر نے علی علیہ السلام سے کہا بتحقیق تجھکو نہیں چھوڑا جائیگا جب تک کہ تو بیعت نہ کرے گا- تب علی ع نے فرمایا دُودھ لے خوب دودھنا کہ تیرا بھی اس میں حصہ ہے (یعنے خلافت میں تو اس کا شریک ہے) اور اُسکے لئے اس کام کو خوب مضبوط کر کیونکہ پھر کل تیری طرف پھیر دیگا- پھر فرمایا قسم ہے اللہ کی میں تیرا قول قبول نہیں کرتا اور نہ اُس کی بیعت کرتا ہوں- اسپر ابو بکر نے کہا تمہارے بیعت نہ کرنے پر ہم جبر نہیں کرتے- پھر ابی عبیدہ بن جراح کے جواب میں علی ع نے فرمایا کہ اے گروہ مہاجرین سلطنت محمد صلعم کی جو عرب میں ہے اُسکو آنحضرت ص کے گھر سے نکال کر اپنے گھروں کی طرف نہ لیجاؤ- اور رسول صلعم کے اہل بیت کا جو مرتبہ لوگوں میں ہے اُسکو تم مقام حق سے ہٹا رہے ہو- اے گروہ مہاجرین قسم ہے اللہ کی ضرور ہم سب لوگوں سے زیادہ اس امر کے مستحق ہیں کیونکہ ہم اہل بیت ہیں اور ہم ہی تمہاری نسبت سب سے زیادہ مستحق ہیں- کیونکہ جو قاری کتاب اللہ اور فقیہ دین اللہ اور عالم سنت رسول اللہ ص اور خبردار امر رعیت کے اور اُن سے بُرائی کو دفع کرنیوالے اور اُن میں برابر تقسیم کرنیوالے- خدا کی قسم تحقیق وہ سب ہم اہل بیت میں ہیں

[1] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۳ مطبوعہ مصر میں باسناد خود ابن عباس سے ہے کہ عمر نے کہا بتحقیق علی ع و زبیر اور جو ان کے ہمراہ تھے فاطمہ ع کے گھر میں بیعت سے کنارہ کر بیٹھے اور انصار باسرہا یعنے تمام انصار بیعت سے ہٹ رہے تو ہم نے اس طرح کیا (یعنے ابوبکر کو خلیفہ بنا ہی دیا) الخ ۱۲ مترجم-

[2] بالکل صحیح فرمایا- کیونکہ مطابق فقرہ مشہورہ (من ترا حاجی بگویم تو مرا زاہد بگو) کے ابوبکر صاحب امیر عمر کو پسند کرتے رہے کہ نہیں جی آپکو بنانا چاہیئے کیونکہ آپ قوی ہیں- اور امیر عمر صاحب حضرت ابوبکر کو پسند کرتے رہے کہ نہیں جی آپ صاحب غار ہیں آپکے ہوتے ہوئے کس کی مجال ہے- اور محض اپنی فکر سے بیعت کرا لی- مگر اصل اُنکا معاہدہ یہی تھا کہ حتی الوسع خلافت اول لے لیں امیر عمر کے مشورہ کے بغیر کوئی حکم صادر نہو اور بعد وفات ابی بکر کے امیر عمر کو خلافت ملنی چاہیئے- چنانچہ اسی طرح عمل رہا کہ ابی بکر صاحب سوائے کسی خاص موقعہ کے جہاں مصلحت سمجھا کر خاموش کرا دیا ہو ہمیشہ عمر کے زیر اثر رہے اور بعد میں امیر عمر کو خلیفہ بھی بنا گئے- زیر اثر ہونے کا قصہ آگے آئیگا جو اراضی بارانی کاشت کے لئے ابوبکر صاحب بلا اجازت امیر عمر صاحب کے حکم دیکر تو جو زجر ابوبکر صاحب کو امیر عمر سے ملی ہے وہ حاکم محکوم کی طرز سے ہے- اور خلافت عمر کو دیدینا بھی لوگوں کو پہلے سے معلوم تھا جیسا کہ آئیگا کہ ایک قوم نے ابابکر سے کہا ہم تجھ سے نہیں ڈرتے بلکہ اس سے ڈر رہے ہیں جو تمہارے بعد آنیوالا ہے ۱۲ مترجم

فلا تتبعوا الھوی فتضلوا عن سبیل اللہ فتزدادوا من الحق بعدا وقال بشیر بن سعد الانصاری لو کان ھذا الکلام سمعتہ الانصار منک یا علی قبل بیعتھا لابی بکر ما اختلفت علیک (ثم قال) یقول علیؑ افکنت ادع رسول اللہ ص فی اھل بیتہ لم ادفنہ واخرج انازع الناس سلطانہ۔ وکذا ذکرہ الاعثم الکوفی ص۶۲۔

پس اپنے ہوا و حرص کی متابعت نہ کرو ورنہ خدا کے رستے سے گمراہ ہو جاؤ گے اور حق سے دوری میں بڑھ جاؤ گے۔ اس پر بشیر بن سعد انصاری نے کہا۔ یا علیؑ اگر یہ کلام انصار آپ سے پہلے سنتے تو کبھی اور کسی طرف نہ جاتے۔ تیری ہی بیعت کر لیتے اور کوئی اختلاف نہ کرتے۔ (پھر اس گفتگو کے بعد بشیر نے کہا کہ تو گھر کیوں بیٹھ رہا۔ اور پہلے یہ باتیں نہ سنائیں علیؑ نے فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ میں رسول صلعم کو گھر میں بے گور و کفن چھوڑ آتا اور لوگوں کے ساتھ سلطنت کے جھگڑے کے لئے کھڑا ہو جاتا۔ نیز اسی طرح تاریخ اعثم کوفی ص۶۲ میں مذکور ہے۔

لہ جناب علیؑ خلافت ثلاثہ کو غصبی تصور فرماتے تھے جس پر مختلف کلمات امیر المومنینؑ کے مندرجہ کیفیت انعقاد خلافت ثلاثہ پر اظہر من الشمس دلالت کرتے ہیں۔ مگر ایک کلمہ علاوہ اُن کے اور باقی ہے جس کو ناظرین کے پیش کرتا ہوں۔ صحیح مسلم جلد ۲ ص۹۱ میں قول جناب علیؑ کا مروی ہے جو ابوبکر کو مخاطب کرکے فرمایا ولکنک استبددت علینا بالامر وکنا نحن نری لنا حقا لقرابتنا من رسول اللہ ص یعنی تم نے اپنی رائے سے بلا رضامندی ہم اہل بیت رسول ص کے خلافت پر تسلط کر لیا بحالیکہ ہم بوجہ قرابت رسول اللہ صلعم کے اپنا حق جانتے تھے۔ تاریخ الامم والملوک ابن جریر طبری مطبوعہ مصر جلد ۲ ص۴۴۸ میں ہے کہ علیؑ نے ابی بکر سے کہا کنا نری ان لنا فی ھذا الامر حقا فاستبددتم بہ علینا ثم ذکر قرابتہ من رسول اللہ ص وحقھم فلم یزل علیؑ یقول ذلک حتی بکی ابوبکر الخ یعنی ہم اس کام میں اپنا حق سمجھتے تھے اور تم نے ہمارا کام پریشان کرکے ہمارے حقوق پر غلبہ کر لیا پھر قرابت رسول خدا صلعم کا ذکر فرمایا حتیٰ کہ ابوبکر صاحب رونے لگے۔ الخ باقی کتب میں یہ لفظ مختلف حیثیت میں وارد ہوا ہے۔ لیکن کتب حدیث سے صحیح تر کتاب اور کتب تواریخ سے بھی صحیح تر کے حوالہ پر اکتفا کرکے ہم اس کے معنی کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ منتہی الارب اور صراح میں ہے۔ بَدّدَ تبدیدا۔ پریشان کرد آں را تبدّد پریشان گردید۔ استبدبہ بخود کار بآں کار ایستاد۔ متفرد شد بآں ومنہ استبد برأیہ ضلّ وفی حدیث علی کنا نری ان لنا فی ھذا الامر حقا فاستبددتم علینا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو خود رائے ہو کر کسی کام کو متفرد کرے اُسکو محاورہ عرب میں ضلّ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے یعنی گمراہ ہوا اور یہ محض استبد برأیہ اپنے فکر سے متفرد ہوا کا مفاد ہے جب استبد کا صلہ علیٰ سے ہو وہاں یہ مستفاد ہوتا ہے کہ فلاں نے خود پسندی یا خود رائی سے ہمارے اوپر جابرانہ تسلط کیا کیونکہ جس کام میں رضا خاطر مدخول علیٰ کی نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اسکے برخلاف کسی کا خودی سے کام کرنا جبر یا غصب سے موسوم ہوتا ہے۔ دیکھو غیاث اللغات۔ استبداد تنہا بر سر کارے ایستادن ومنع کسے قبول نہ کردن از کشف وکنز۔ یعنے اکیلے کسی کام کو کر لینا اور کسی روکنے والے کی پرواہ نہ کرنی۔ حاصل معنے اس کا یہی ہے کہ جابرانہ کام کر لینا۔ اب ابی بکر صاحب کی استبدادی حکومت کو جبری یا غصبی حکومت نہ کہا جائے تو اور کیا نام رکھا جا سکتا ہے؟ جب کہ خود امیر المومنین علیہ السلام بھی استبدادی حکومت فرما رہے ہیں۔ اور دیگر روایات میں لم تستشرنا ولم ترع لنا حقا کا لفظ بھی آیا ہے یعنی تم نے ہم سے نہ مشورہ لیا اور نہ ہمارے حقوق کی رعایت کی بلکہ ہمارے برخلاف خود رائی سے ہمارے حقوق پر قبضہ کر لیا۔ اسکی تائید و تشریح ایک اور عبارت سے ہوتی ہے۔ جو کتاب مروج الذہب مسعودی مطبوعہ مصر برحاشیہ کامل ج۵ ص۱۸۶ میں لکھی ہے اور مسعودی وہ ہے جس سے صاحب صواعق محرقہ سند لیتا ہے۔ مسعودی لکھتا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے معاویہ کی طرف زجر و توبیخ کا خط لکھا جس کے جواب میں معاویہ نے محمد بن ابی بکر کو لکھا جس کا مفصل ترجمہ ذیل میں لکھا جاتا ہے۔ اور اصل عبارت مخالفین کی تسکین خاطر کے لئے حسب ضرورت یہ ہے۔ کان ابوک وفاروقہ اول من ابتزہ حقہ وخالفہ علی امرہ علی ذلک اتفقا واتسقا ثم انھما دعواہ الی بیعتھما فابطأ عنھما وتلکأ علیھما فھمّا بہ الھموم وارادا بہ العظیم الخ۔

استبداد

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

وفی روضۃ الاحباب جلد ۲ صـ۲۳ بعد از ان انصار مبایعت نمودند الا طائفہ قلیلہ کہ بعضے گفتند کہ ما مبایعت با ہیچکس نکنیم الا بعلی ابن ابی طالب و گویا شیخ فرید الدین عطار از زبان آں جمع گفتہ

ع

ز مشرق تا بمغرب گر امام است
علی و آل و اولادش تمام است

اور روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۲۴۳ میں ہے بعد اس کے انصار نے ابی بکر کی بیعت کر لی مگر تھوڑے طائفہ انصار نے کہا کہ ہم اس سے بیعت نہیں کرتے بلکہ ہم تو حضرت علی ابن ابیطالب سے بیعت کرینگے اور گویا شیخ فرید الدین عطار نے اسی جماعت کی زبان سے ترجمہ کرکے کہا ہے کہ مشرق سے مغرب تک اگر کوئی امام ہے تو وہ جناب علیؑ اور اس کی آل و اولاد سے ہیں دوسرا کوئی نہیں ۔

(بقیہ حاشیہ صـ۲۲۲)

ترجمہ لکھنے سے پہلے میں اس لفظ کی تحقیق معنوی لغت سے لکھتا ہوں کہ پھر خلافت کے غصبی اور ظالمانہ ہونے میں شبہ باقی نہ رہے۔ وہ لفظ ابتزہ حقہ ہے جس کا معنے ہے اُسنے حق امیر المؤمنین علیؑ کا ظالمانہ طریق پر لے لیا۔ دیکھو منتہی الارب۔ ابتز الشئی ربود آں را و گرفت بستم۔ اب ترجمہ مفصل ملاحظہ ہو۔ مروج الذہب مطبوعہ مصر برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ صـ۵ لغایت صفحہ ۸، میں ایک خط مروی ہے جو معاویہ بن ابی سفیان نے محمد بن ابی بکر والی مصر کے جواب میں محمد کی طرف لکھا ہے۔ جسکا ترجمہ بعینہٖ لکھا جاتا ہے۔ یہ کہ اے محمد جو تو فضیلت علیؑ کی جتلاتا ہے یہ ہم اوّل سے جانتے ہیں جب کہ تیرا باپ بھی موجود تھا مگر جب نبی صلعم فوت ہوئے تو تیرا باپ اور عمر فاروق پہلے شخص ہیں جنہوں نے حق علی علیہ السلام کا غصب کرکے ہر دو آپس میں یکجان اور متفق ہوگئے تھے پھر علیؑ کو شیخین کی بیعت کرنے پر دعوت دیگئی۔ جب اُسنے کچھ دیر کی تو دونوں نے علی علیہ السلام کے برخلاف سخت ارادے کیئے تا اینکہ علیؑ نے ان دونوں کی بیعت کرکے خلافت اُن کے سپرد کردی اور وہ دونوں اس حالت میں رہے کہ نہ علیؑ کو اپنے کام میں شریک کرتے اور اپنے راز پر مطلع کرتے تھے حتیٰ کہ دونوں فوت ہوگئے تو تیسرا امیر عثمان قائم ہوا اور وہ اُسی راہ پر چلا جسپر دونوں چلتے تھے۔ پس تو اور تیرا دوست (علیؑ) اُسکو ناپسند کرتے رہے۔ اور اُس کے معائب تلاش کرتے رہے تا اینکہ وہ فوت ہوا (آخر لکھا) کہ اگر ہم ثواب پر ہیں تو پہلا تیرا باپ ثواب پر ہوا اور ہم اسکے شریک ہیں۔ اور اگر ہم غلطی پر ہیں تو اگر تیرا باپ یہ غلطی نہ کرتا ہم بھی علی ابن ابی طالب کی مخالفت نہ کرتے اور خلافت اُسی کے سپرد کر دیتے۔ لیکن جب ہم نے تیرے باپ کو غصب خلافت کا یہ فعل کرتے دیکھا ہم نے بھی اُس کی پیروی اس بات میں کر لی۔ پس اگر الزام و عیب لگاتا ہے تو پہلے اپنے باپ پر لگا یا اس بات کو جانے دو۔ والسلام انتہےٰ۔

اور اس مضمون کی تائید تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۲۳۲ و تاریخ کامل جلد ۳ صـ۱۰۸ طبع مصر میں باسناد موجود ہے۔ مگر حسب بیان ابن حجر مکی کتاب تطہیر الجنان میں حسب قواعد اہل سنت و جماعت کے پردہ ڈال کر دبی زبان سے اقرار کیا اور شرم تحریر سے اتنا لکھا کہ محمد بن ابی بکر جب والی مصر ہوا اُس کے اور معاویہ کے درمیان ایسے مکاتبات جاری ہوئے جن کا بیان کرنا میں پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ اُن میں وہ مضامین ہیں جن کو سنکر اکثر لوگ برداشت نہیں کرینگے یعنی اُن کے اعتقاد میں خلل پیدا ہو جائیگا اسواسطے ہم اُن کو ظاہر نہیں کرتے۔ دوسری عبارت اس کی مؤید وہ ہے جو تاریخ اسماعیل ابی الفدا مطبوعہ مصر جلد ۱ صـ۱۹۹ میں ناقلاً تاریخ قاضی جمال الدین بن واصل سے اور روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر مؤلفہ ابن الشحنہ حنفی مطبوعہ مصر برحاشیہ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صـ۱۳۴ میں درمیان حلم امیر معاویہ کے لکھی ہے۔ کہ وہ ایسا حلیم تھا جس نے ایک عورت ہاشمیہ سے یہ کلام سُنکر نرمی سے جواب دیا جس کا قصہ یہ ہے۔ اروی بنت الحارث بن عبد المطلب معاویہ کے پاس آئی۔ معاویہ نے مرحبا کہا اور سبب آنے کا دریافت کیا اُس بی بی نے کہا تم نے کفران نعمت کیا اور صحبت اپنے چچازاد بھائی کی پرواہ نہ کی اور اپنا وہ نام رکھا جس کا تو مستحق نہیں (خلیفہ) بلکہ دوسرے کا حق لے لیا۔ ہم اہل بیت دین میں عظیم الشان تھے اور دین کے لئے بہت تکالیف ہمنے برداشت کی ہیں حتیٰ کہ نبی صلعم اس حالت میں فوت ہوئے کہ آپکی سعی مقبول اور مراتب بلند ہوئے۔ پھر ہم بنی ہاشم پر تیم اور عدی اور امیہ کے قبائل کو دیکر مسلط ہوئے اور ہمارے حقوق کو ظلم سے لے لیا۔ ہم تم لوگوں کے اندر اس حالت میں ہو گئے جیسے کہ بنی اسرائیل آل فرعون کے اندر وقت بسر کرتے تھے۔ (بقیہ حاشیہ بر صـ۲۲۴)

وبعد ازاں سعد بن عبادہ از روئے تعصب وحمیت تا زندہ بود بیعت نکرد وروایتے ضعیف ہست کہ آخر الامر ازوے باکراہ بیعت گرفتند. نقل ہست کہ روز دیگر سائر اہل مدینہ بیعت نمودند الا علی ع کہ بروایت صحیح تا فاطمہ ع زندہ بود بیعت نکرد چہ خاطر وے غبارے یافتہ بود. واکثر بنی ہاشم با علی ع اتفاق نمودہ بیعت نکردند وجمعے از قریش مثل زبیر وطلحہ وخالد بن سعد بن العاص وگروہے از انصار کہ بعد چند یوم بیعت کردند و فی صفحہ ۲ جلد ۲ ابو بکر علی را در مجمع مہاجرین والانصار خواند. علی ع آمد موجب دریافت کرد عمر فاروق گفت کہ چنانچہ سائر اصحاب با ابو بکر بیعت کردہ اند تو ہم بیعت کنی. علی ع گفت من ہماں سخن

اور بعد اسکے سعد بن عبادہ نے بروئے تعصب وحمائت اپنی زندگی تک بیعت نہ کی اور وہ روایت ضعیف ہے جس کا مذکور ہے کہ آخر الامر سعد سے بالجبر بیعت کرائی گئی تھی منقول ہے کہ دوسرے دن باقی مدینہ کے لوگوں نے بیعت کرلی مگر علی ع نے نہ کی جو بروایت صحیحہ جب تک جناب فاطمہ زندہ رہے انہوں نے بیعت نہ کی کیونکہ اُن کے دل میں رنج پیدا ہوگیا تھا. اور اکثر بنی ہاشم نے حضرت علی ع سے اتفاق کرکے بیعت ابی بکر نہ کی. اور ایک جماعت قریش مثل زبیر وطلحہ وخالد بن سعد بن عاص اور ایک گروہ انصار نے بھی کچھ عرصہ تک بیعت نہ کی۔

اور صفحہ ۲ جلد ۲ کتاب مذکور روضۃ الاحباب مؤلفہ جمال الدین محدث میں ہے. کہ حضرت ابو بکر نے جناب علی ع کو مجمع مہاجرین والانصار میں بلایا. جب علی ع تشریف لائے اور سبب بلانے کا دریافت فرمایا تب عمر فاروق بولے وجہ یہ ہے کہ جس طرح باقی صحابہ نے ابی بکر سے بیعت کرلی ہے تو بھی کرلے علی ع نے فرمایا میں وہی بات تمہیں بطور حجت پیش کرتا ہوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۳)

اور حضرت علی ابن ابیطالب بعد ہمارے نبی صلعم کے بمنزلہ حضرت ہارون علیہ السلام کے منجانب موسیٰ علیہ السلام کے تھے اتنا قصہ سُنکر عمرو بن عاص بولا اے بے عقل بوڑھی کلام بند کر تیری عقل ٹھکانے نہیں. اُس بی بی نے کہا اے زانیہ کے بیٹے تو ہم سے کلام کرتا ہے تیری ماں مشہور زانیہ تھی اور بہت تھوڑی اجرت پر یہ فعل کرتی تھی تیرے واسطے پانچ مدعی قوم قریش سے ظاہر ہوئے ہر ایک تجھے اپنا بیٹا تصور کرتا تھا. جب تیری ماں سے پوچھا گیا اُسنے کہا جس سے اس کی شکل زیادہ مشابہت رکھتی ہے اُسی سے الحاق کردو اور فی الحقیقت یہ پانچوں اُس عرصہ میں میرے ساتھ اس فعل میں برابر آئے تھے. تیری مشابہت عاص سے زیادہ ملتی ہوئی دیکھکر تجھے اُس سے ملحق کیا گیا. یہ سُنکر معاویہ بولا بس جی جانے دو خدا گذری باتوں کو معاف کرو اب آپ کی کیا حاجت ہے؟ بی بی نے کہا دو ہزار دینار کی ضرورت ہے تاکہ اُس سے ایک چشمہ پانی فقرا بنی عبد المطلب کے لئے تیار کراؤں. معاویہ نے دلادیا اور رخصت کیا. انتہیٰ۔

معلوم ہوتا ہے کہ بنی ہاشم کی عالم نساء بھی حقوق بنی ہاشم اور بالخصوص جناب علی ع کے حقوق سے واقف اور ظلم وستم مخالفین سے علم رکھتی تھیں بلکہ حسب موقعہ مخالفین کے روبرو بے دھڑک اظہار کردیتی تھیں. ابو الفداء کے الفاظ قصہ میں فابتن ونا حقنا وولیتم علینا وارد ہے جس کا معنے لکھا گیا ہے. اور قبیلہ تیم سے ابی بکر صاحب تھے اور عدی سے امیر عمر اور امیہ سے امیر عثمان ومعاویہ تھے جن کا اشارہ ہے اور تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۷۱ میں باسناد جناب علی ع سے مروی ہے. فرمایا جب نبی ص فوت ہوئے آپکے بعد اس امر خلافت کے واسطے میں اپنی ذات سے زیادہ مستحق کسی کو نہیں جانتا مگر لوگوں نے ابی بکر کی بیعت کرلی. اور میں نے بھی کرلی جیسے اُنہوں نے کی. پھر ابو بکر ہلاک ہوا اور مجھ سے زیادہ کوئی مستحق اس امر کا نہ تھا مگر لوگوں نے عمر کی بیعت کرلی اور مجھے بھی کرنی پڑی پھر وہ ہلاک ہوا اور مجھ سے زیادہ کوئی مستحق نہ تھا مگر امیر عمر نے میرا چھٹا حصہ رکھا تھا کہ لوگوں نے امیر عثمان کی بیعت کی اور میں نے بھی کی. پھر لوگوں نے عثمان کو قتل کیا اور اپنی خوشی سے بلا اکراہ میری بیعت کی (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اپنے دل سے مشورہ لیکر فیصلہ کیجئے ۱۲ مترجم۔

ے حضرات اہل جماعت فرمایئے چھ ماہ یا کم وبیش کچھ جماعت کے بیعت نہ کرنے سے اس عرصہ میں ابی بکر صاحب کی خلافت پر اجماع ہوا یا نہ؟ یقیناً نہ ہوا پس اتنے عرصہ میں خلافت غصبی اور باطل رہی یا کس طرح اور سعد بن عبادہ انصاری کے عمر بھر بیعت نہ کرنے سے اجماع کی شرط (کہ کوئی ایک بھی اس اتفاق سے خارج نہو تب اجماع صحیح ہوتا ہے) موجود ہے یا مفقود؟ اور مفقود ہے تو خلافت بوجہ عدم نص وفقدان اجماع باطل ہوئی یا نہ۔

کہ شما بر انصار حجت ساختہ اید واین را گرفتید
بر شما حجت مے گردانم راست گوئید کہ بحضرت
رسالت ؐ کہ اقرب بود کیست۔ عمر گفت ترا
نگذاریم تا بیعت نکنی۔ علی فرمود۔ اول این سخن
مرا جواب باصواب بگوئید بعد ازاں از من
بیعت جوئید۔ ابو عبیدہ گفت اے ابو الحسن
تو بواسطہ سبقت در اسلام و فضل و فراست
و قرابت قریبہ با سید انام علیہ السلام سزاوار
حکومتی و خلافتی ولیکن چوں صحابہ بر ابو بکر اجماع
واتفاق نمودہ اند مناسب آنست کہ تو نیز قدم
در دائرہ وفاق داری۔ علی ؑ گفت اے
ابو عبیدہ تو امین این امتی بقول رسول مختار ؐ و
مقتضائے امانت راستیست در گفتار و کردار بہ بینی
کہ حق سبحانہ و تعالیٰ بخاندان نبوت کرامت فرمودہ مبند
آں مباشید کہ بجائے دیگر نقل مے کنید مہبط قرآن و وحی
و مورد امر و نہی و منبع فضل و علم و معدن عقل و حلم مائیم
و بواسطہ این امور خلافت را شائستہ و امامت را سزا ہم مائیم
بشر بن سعد انصاری گفت ای ابو الحسن اگر این داعیہ
کہ تو امروز ظاہر می کنی پیش ازیں معلوم مردم شدے
ہر آئینہ کہ با تو مضائقہ و منازعہ نمی کردند و با تو
بیعت می نمودند۔ لیکن چوں تو در خانہ خود نشستی
و در اختلاط با مردم بستی ایشاں را گماں این
شد کہ تو از خلافت کنارہ مے کنی و دفع اغناء
این امور از خود چارہ می کنی

جو تم نے انصار پر پیش کر کے اس خلافت کو لیلیا ہے سچ کہو
کہ حضرت رسول اللہ ؐ سے زیادہ قریب کون ہے؟ امیر عمر نے
کہا (کیا تقریر شروع کر دی) ہم تجھے کبھی نہ چھوڑینگے جب تک
تم سے بیعت نہ کرا لینگے۔ حضرت علی ؑ نے فرمایا۔ اس میری بات
کا جواب باصواب دیدو اُس کے بعد مجھ سے بیعت کرانے کی
خواہش کرنا۔ ابو عبیدہ بولا کہ اے ابو الحسن آپ بواسطہ سبقت
اسلام اور فضیلت و دانائی اور نہایت قریبی قربت سردار دو جہان ؐ
کے لائق حکومت اور خلافت کے بے شک ہیں لیکن جب صحابہ
نے ابو بکر پر اجماع واتفاق کر لیا ہے مناسب یہی ہے کہ آپ
بھی موافقت کے دائرہ میں آجائیں جناب علی ؑ نے فرمایا اے
ابو عبیدہ تو امین اس امت کا بقول رسول مختار صلعم کے ہے
اور امانت کا مقتضی یہ ہے کہ بات اور کام میں سچ ہونا چاہئے
پس سوچو کہ جو انعام فضیلت کا حق تعالے نے خاندان نبوت کو
بخشا ہے تم اس خیال میں نہ ہو جاؤ کہ اُس کو کسی دوسری جگہ
نقل کر کے لیجاؤ۔ قرآن اور وحی اُترنے کی جگہ اور مورد امر و نہی
کی جگہ اور چشمۂ فضیلت اور علم کا اور معدن عقل و حلم کی ہم اہلبیت
ہیں اور بواسطہ انہی صفات کے خلافت اور امامت کے لائق
ہم ہی ہیں بشر بن سعد انصاری نے کہا۔ اے ابو الحسن اگر یہ
دلائل دعوے جو تو آج پیش کر رہا ہے۔ اس سے پہلے لوگوں کو
معلوم ہو جاتے تو ضروری تھا کہ تیرے ساتھ بیعت کر لینے میں
کوئی مضائقہ نہ سمجھتے اور نہ جھگڑا کرتے۔ بلکہ ضرور آپ سے
بیعت کر لیتے۔ لیکن جب آپ اپنے گھر میں بیٹھ رہے۔ اور لوگوں کی
آمد و رفت کا دروازہ بند کر لیا تو اُن کو گمان ہوا کہ آپ خلافت
سے کنارہ کرتے ہیں۔ اور ان امور کو اپنی ذات سے بوجہ استغنا کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۴) اب نکث بیعت اور قتال پر آمادہ نظر آتے ہیں اسلئے مجھے ضروری ہے کہ اُن سے جنگ کروں۔ انتہے۔ حضرت ابی بکر اور حضرت عمر کی وفات کو جناب علی ؑ نے اپنی اُس کلام میں بعبارت ہلک ہلک تعبیر فرمایا ہے جو آپکے غصہ اور شیخین پر ناراضگی کو ثابت کرتا ہے۔ اور ہر دو کی بُری موت پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ اور ہر سہ خلافتوں میں آپ کا اپنے جیسا کسی کو مستحق خلافت نہ جاننا ہر سہ کے غیر مستحق اور خلافت کے لئے نااہل ہونے پر دال ہے۔ اور باوجود ایک فرد اہل اور مستحق خلافت ہونے کے جب دوسرا نااہل قابض ہو جائے اُسکو ہوشمند اور دیانت کا پابند حقیقی جانشین رسول خدا ؐ کا اور امام حق تسلیم نہیں کر سکتا ۱۲ مترجم۔ ۱؎ یہ ابو عبیدہ وہی ہیں کہ ابو بکر صاحب نے ان کیلئے بھی خوشامد فرمائی تھی کہ یا تو عمر صاحب خلیفہ بن جائیں اور یا ابو عبیدہ بن جراح ہو جائیں۔ اور عمر صاحب نے کہا نہیں جی آپکے ہوتے ہوئے دوسرا کون ہو سکتا ہے۔ تب ابو عبیدہ نے بھی امیر عمر کی تائید کر دی ۱۲ مترجم

اور جو خطبہ حضرت امیر ؑ نے بعد خلافت خود سب سے اول ارشاد فرمایا اسکے الفاظ ہم نے آئندہ صفحہ پر اس کتاب میں لکھے ہیں جو روضۃ الاحباب جلد سوم سے بایں الفاظ الحمد للہ علی احسانہ قد رجع الحق الی مکانہ منقول ہے۔ اور دوسری تقریر اول ... ناسخ التواریخ ... روضۃ الصفا ... ۱۲ مترجم

اکنوں کہ جماعتے مسلمانان کسے دیگر را قبول کردہ اند
و پیشوائی از پئے در می آئی و خود را در طراز دیگر
مینمائی علی ع فرمود اے بشر تو روا میداری کہ
من جسد اطہر و قالب انور سید عالم را غسل [1] ناداده
تجہیز و تکفین [2] وے نہ نمودہ و از دفن وے فراغت
حاصل ناکردہ دم در طلب خلافت و حکومت
زدمی و با مردم در منازعت و خصومت شدمی
ابو بکر صدیق چوں دید کہ کلمات علی ع جملہ محکم و
استوار و ہر یکے ازانہا مقابل صد کلمہ بل ہزار
است از طریق رفق و مدارا آمد و گفت اے
ابوالحسن مرا گمان ایں بود کہ ترا با من درایں امر
مضائقہ نباشد۔ پس علی ع از مجلس برخاست
و متوجہ خانہ خویش گشت۔ انتہی ملخصاً [3]
و فی صفحہ ۴ جلد ۳ گویند اول خطبہ کہ در غایت بلاغت
و فصاحت انشاء فرمودہ ایں بود کہ الحمد للہ علی
احسانہ قد رجع الحق الی مکانہ [4]
و فی شرح العقائد صـ۱۰۸ و بایعہ (ای ابا بکر)
علی ع علی رؤس الاشہاد بعد توقف کان منہ
قال مولٰنا و امامنا امام الامۃ ابو الائمۃ
وصی رسول اللہ م علی ابن ابی طالب
فی دیوانہ صـ۱۰۶ ؎
لنا ما تدعون بغیر حق + اذا میز الصحاح من المراض

دفع کرنے کا چارہ کرتے ہیں۔ جبکہ جماعت مسلمانان نے کسی دوسرے
کو قبول کرلیا ہے تو آپ دروازہ کے پیچھے سے آگے آتے ہیں اور
اپنے آپ کو دوسری طرز میں دکھلاتے ہیں۔ علی ع نے فرمایا کیا
تو اس بات کو روا رکھتا ہے کہ جسد پاک اور قالب نورانی
سردار عالم صلعم کو نہیں غسل دیتا اور نہ اُن کی تجہیز و تکفین کرتا
اور نہ اُن کے دفن سے فراغت حاصل کرتا اور پہلے خلافت و حکومت
کی طلب میں دوڑتا۔ اور لوگوں سے نزاع و خصومت و جھگڑا
شروع کردیتا۔ ابو بکر صدیق نے جب دیکھا کہ کلمات علی ع سب
محکم اور مضبوط ہیں۔ اور ہر ایک کلمہ مقابل سو کلمہ بلکہ ہزار کے ہے
تو اُسنے نرمی اور صلح کی طرز اختیار کی اور کہا کہ اے ابوالحسن
مجھے تو یہ گمان تھا کہ تجھے اس میری خلافت میں کوئی مضائقہ نہوگا [3]
پس علی ع اُٹھکر اپنے گھر کو چلے گئے۔ انتہی ملخصاً۔
اور کتاب مذکور روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۴ میں ہے کہ اپنی
خلافت کے وقت علی ع نے پہلا خطبہ جو نہایت فصاحت و
بلاغت سے فرمایا یہ تھا۔ حمد ہے اللہ تعالیٰ کی اُس کے احسان [4] کی
کہ حق اب اپنے مکان کی طرف لوٹ آیا ہے۔
اور شرح عقائد صـ۱۰۸ میں ہے کہ حضرت علی ع نے بعد اس توقف
کے جو رہا روبرو گواہان ابو بکر سے بیعت کرلی۔ اور ہمارے
اور سب امت کے سردار اور امام اور ائمہ کے باپ اور وصی رسول اللہ
یعنی علی ابن ابی طالب نے اپنے دیوان کے صفحہ ۱۰۶ میں فرمایا ہے۔
اگر صحیح باتوں کو مریض باتوں سے جدا کردیا جائے۔ تو یہ ہمارا
حق ہے جس کا تم ناحق دعوے کررہے ہو۔

[1] حضرت علی ع کے سوائے غسل کی اجازت کسی کو نہ ہونا اور نہ وقوع میں آنا اسلئے تھا کہ پیغمبر یا امام کو بجز امام کے کوئی غسل نہیں دیتا۔ چنانچہ امام جعفر صادق ع سے مروی ہے جسکو شواہد النبوۃ کے مؤلف نے صـ۱۸۱ میں لکھا ہے تو یہ بھی امامت علی ع کی دلیل ہے ۱۲ مترجم
[2] حضرت ابو بکر و عمر کو حضور رسول م کے تجہیز و تکفین و جنازہ کی پرواہ نہ تھی چنانچہ نبی م کی وفات کے بعد تیسرے دن حاضر ہوئے دیکھو کنز العمال جلد ۳ صـ۱۴۰۔ عروہ سے مروی ہے کہ ابو بکر و عمر دفن نبی م کے وقت حاضر نہ تھے وہ دونوں انصار میں تھے اور نبی م اُن کی واپسی سے پہلے دفن ہوچکے تھے۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ۱۲ مترجم۔
[3] روضۃ الاحباب کی عبارت کا ملخص لکھا گیا ہے۔ اور اسجگہ اُس کی اصل مفصل عبارت میں یہ مذکور ہے کہ ابو بکر صاحب نے کہا اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ اسپر اعتراض کرینگے تو میں اس خلافت کو نہ لیتا۔ مگر اب جبکہ مسلمین نے مجھے منظور کرلیا ہے چاہئے کہ آپ بھی اس میں موافقت فرمالیں۔ علی ع نے انکار فرمایا تو ابی بکر کہنے لگے اچھا آپ کو مہلت دیجاتی ہے سوچ لو پھر بیعت کرنی ۱۲ مترجم۔
[4] اس خطبہ میں حضرت علی ع نے اسطرف اشارہ فرمایا ہے کہ خلافت ثلاثہ میں میرا حق مغصوب رہا (بقیہ حاشیہ برصـ۲۲۷)

عرفتم حقنا فجحدتموہ
کما عرف السواد من البیاض
کتاب اللہ شاھدنا علیکم
وقاضینا الالٰہ فنعم قاض
وفی صفحہ ۱۵۴ مخاطبا بشیخ عتیق ابی بکر الصدیق
تعلم ابابکر ولا تک جاھلا
بان علیاً خیر حاف و ناعل
وان رسول اللہ اوصی بحقہ
واکد فیہ قولہ فی الفضائل
ولا تبخسنہ حقہ واردد الوریٰ
الیہ فان اللہ اصدق قائل
وفی نہج البلاغۃ صفحہ ۲۳۷ طبع طہران۔ اما بعد
فان اللہ سبحانہ بعث محمدا ص نذیرا للعالمین
ومھیمنا علی المرسلین فلما مضیٰ علیہ السلام
تنازع المسلمون الامر من بعدہ فواللہ ما کان
یلقی فی روعی ولا یخطر ببالی ان العرب
تزعج ھذا الامر

میرے حق کو تم خوب جانتے ہو اور پھر انکار کرتے ہو۔ حالانکہ ایسا جانتے ہو جیسے سیاہی سفیدی سے جدا معلوم ہوتی ہے۔ کتاب خدا تم پر ہمارا گواہ ہے۔ اور حاکم ہمارا اللہ تعالیٰ ہے جو بہت اچھا حاکم ہے؛

اور صفحہ ۱۵۴ میں شیخ عتیق ابی بکر صدیق سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:۔

سمجھ جا اے ابابکر اور جاہل نہ بن کہ علی ؑ ہر خاص و عام سے بہتر ہے۔

اور یہ کہ رسول اللہ ؐ نے علی ؑ کے حق میں وصیت فرمادی ہوئی ہے اور اپنے حکم کو علی ؑ کے فضائل میں مضبوط و موکد کر دیا ہوا ہے اور علی ؑ کے حق کا نقصان نہ کر اور بندگان خدا کو اسی کی طرف پھیر دے۔ بتحقیق اللہ تعالیٰ بہت سچ کہنے والا ہے۔

اور نہج البلاغۃ صفحہ ۲۳۷ مطبوعہ طہران میں ہے۔ بعد حمد الٰہی کے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ؐ کو جہان والوں کے لئے ڈرانیوالا کر کے اور گواہ صادق باقی پیغمبروں کا بھیجا جب محمد ؐ فوت ہوئے تو مسلمین نے بعد نبی ؐ کے خلافت کا جھگڑا کیا حالانکہ خدا کی قسم میری عقل و فکر میں نہیں آتا تھا اور نہ دل میں کبھی خیال گذرا کہ عرب اس امر خلافت کو اپنے مکان سے نکال کر دوسری جگہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۶) اب خدا نے احسان فرمایا کہ حق اپنی جگہ لوٹ آیا ہے۔ اس کی کچھ تاویلات شائد اہل سنت کریں گے جو لغو ہیں کیونکہ رجوع کا صلہ الی انکے شرم دلانے میں کافی ہے۔ معنے رجوع کے صراح وغیرہ سے دیکھو اور غور کرو ۱۲ مترجم۔

۱؎ نیز خطبہ شقشقیہ مندرجہ نہج البلاغۃ میں پردہ خلافت کو علی ؑ نے اُٹھا کر دکھا دیا ہے کہ حقیقت میں حق علی ؑ کا تھا اور غصب سے ثلاثہ نے اسکو لیا ہے انصاف سے ملاحظہ کیجئے اور اس خطبہ کی توثیق کے لئے کہ واقعی کلام امیر ؑ کی ہے دیکھو حاشیہ ترجمہ نہج البلاغت حال التن مطبوعہ کچھوہ ضلع سارن صفحہ ۳۸ اس میں سبط ابن جوزی کا تذکرہ خواص الامہ میں تمام خطبہ درج کرنا لکھا ہے اور علامہ ابن اثیر نے نہایہ کے ۱۵ مقامات میں اسکو تسلیم کیا اور علامہ محمد بن طاہر نے مجمع البحار میں اور علامہ فیروزآبادی نے قاموس میں اور علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اور امام شوکانی نے اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر میں اور علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اسکو تسلیم کیا ہے۔ نیز ابن ابی الحدید نے اس قول کو رد کیا ہے جس نے شبہ کیا ہے کہ یہ کلام علامہ رضی رح کی ہے ۱۲ مترجم۔

۲؎ دیوان حضرت علی ؑ کا مشہور منسوب بطرف علی ؑ کے ہے جس کو شیعہ سنی ہر دو فریق مانتے چلے آئے ہیں مدارس عربیہ میں پڑھایا جاتا رہا ہے اسکے ترجمے و شروح علماء اہل سنت نے بھی کئے ہیں بعض شروح میں اوسکی توثیق نسبت امیر المؤمنین کی گئی ہے اور کلمات مندرجہ دیوان کی کرامات بھی دیکھی گئی ہیں۔ عبقات حدیث ولایت صفحہ ۲۶۷ میں ہے محمود بن سلیمان کفوی نے طبقات حنفیہ موسومہ بہ کتائب اعلام الاخیار میں لکھا ہے کہ میں نے آخر فاتحہ چھٹے فواتح میبذی شرح دیوان علی ابن ابی طالب میں دیکھا ہے جو حسین ابن مولا معین الدین میبذی نے تالیف کی ہے۔ اور کشف الظنون میں بذکر میبذی لکھا ہے۔ کتاب فواتح شرح دیوان علی ؑ میں ہے جو مولانا حسین بن معین المیبذی نے تالیف کی ہے جو امام شافعی کا دادا ہے نیز کشف الظنون میں ہے کہ دیوان حضرت علی ؑ کا ہے جسکی شرح حسین بن معین ترمذی نے کی ہے متوفی ۸۷۰ھ ۱۲ مترجم

من بعدہ ؐ عن اهل بیته ولا انهم
مُنحّوہ عنی من بعدہ فما راعنی الا
انثیال الناس علی فلان (ابی بکر) یبایعونه
فامسکت یدی حتی رایت راجعة الناس
قد رجعت عن الاسلام یدعون الی
محق دین محمد ؐ فخشیت ان لم انصر الاسلام
واهله ان اری فیه ثلمًا او هدمًا تکون
المصیبة به علیَّ اعظمَ من فوت ولایتکم
التی انما هی متاعُ ایامٍ قلائلَ یزول
السراب او کما یتقشع السحاب فنهضت
فی تلك الاحداث حتی زاح الباطل وزهق
واطمان الدین وتنهنه۔ انتهی

وَانه علیه السلام کان یکرہ
الاختلاف ما لم یجتمع الناس علیه
وینقاد والحکمه کما فی البخاری
جلد ۳ صفحہ ۳۸۷ عن عبیدۃ
عن علی قال اقضوا کما
کنتم تقضون فانی
اکرہ الاختلاف
حتی یکون الناس
جماعة او اموت
کما مات
اصحابی

ے جاوینگے یعنی بعد نبی ؐ کے اہل بیت نبی ؐ سے نکال کر اسکو دیگر قریش کے گھر میں جگہ دینگے اور نہ کبھی یہ گمان تک ہوا تھا کہ بعد نبی ؐ کے خصوصًا مجھ سے دور کر کے کسی دوسرے کو بنا دینگے۔ پس ہمکو اور کسی چیز کا خیال مانع نہ ہوا مگر یہ کہ لوگ ہجوم کر کے فلاں (یعنی ابوبکر) پر ٹوٹ پڑے اور اس کی بیعت کرنے لگے تو مینے اپنے ہاتھ کو روک لیا اسلئے کہ میںنے ایسے آدمیوں کی ایک جماعت کو دیکھا جو بتحقیق اسلام سے پھر گئے ہیں اور دین محمد ؐ کے مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بس میں اس سے ڈر گیا ہوں کہ اگر اب اسلام اور اہل اسلام کی مدد نہ کروں تو میں دیکھتا ہوں کہ اسلام میں رخنہ پڑ جائیگا یا بالکل ویران ہو جائیگا تو اسلام کے مٹجانے کی مصیبت مجھپر اس تمہاری سرداری کے چلے جانے سے بہت سخت ہوتی۔ کیونکہ یہ سرداری بہت تھوڑے دنوں کا سامان ہے جیسے دور سے شور اور صاف چمکیلی زمین پانی معلوم ہوتی ہے اور قریب جا کر دیکھو تو خشک پائی جاتی ہے۔ یا مثل بادل کے ہے جو دکھائی دیکر متفرق ہو کر ہوا صاف ہو جائے حتی کہ میں ان حادثات میں کھڑا ہوا تو جھوٹھ دفع اور معدوم ہو گیا۔ اور دین اسلام اطمینان پکڑ کر مسلمین کے اندر قیام کر گیا۔ انتہی۔
اور بتحقیق علی ؑ جیسا کہ ارتداد کے خوف سے سکوت فرما گئے ایسا ہی اختلاف شریعت کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اور اتنے تک کوئی جدید حکم برخلاف خلفائے ثلاثہ کے اپنے وقت میں شائع نہ فرمایا۔ جب تک کہ سب لوگ حضرت پر متفق نہ ہولیں اور سب فرمانبردار حکم علی ؑ کے نہوں۔ جیسا کہ بخاری مع الفتح جلد ۳ صفحہ ۳۸۷ میں عبیدہ سے مروی ہے کہ علی نے اپنے عہد میں اپنی قاضی کی طرف اُس کے سوال پر کہ اب جدید احکام آپ جاری کرینگے یا نہ۔ لکھا کہ جس طرح پہلے آپ قضا کرتے چلے آئے ہو (فی الحال) اُسی طرح کرتے رہو۔ کیونکہ میں اختلاف اور جھگڑے کو ناپسند کرتا ہوں۔ اس مدت تک (اسی طرح کرتے رہو) کہ سب لوگ ہم پر متفق ہو جائیں اور یا (بصورت دیگر) مثل اپنے باقی گذشتہ ساتھیوں کے فوت ہو جاؤں گا۔ (تو پھر مجبوراً کچھ نہ ہوسکیگا)۔

یعنی شرک و بت پرستی ۱۲

وجہ سکوت حضرت علی ؑ

وفی الفتح قلت وقد وقعت فی روایۃ حماد بن زید اخرجہا ابن المنذر عن علی بن عبد العزیز عن ابی نعیم عنہ وعندہ قال لی عبیدۃ بعث الیّ علیؑ والی شریح فقال انی ابغض الاختلاف فاقضوا کما کنتم تقضون فذکرہ الی قولہ واصحابی قال فقتل علی قبل ان یکون جماعۃ قولہ فانی اکرہ الاختلاف ای الذی یؤدی قال ابن التین یعنی مخالفۃ ابی بکر وعمر وقال غیرہ المراد المخالفۃ التی تؤدی الی النزاع والفتنۃ ویؤیدہ قولہ بعد ذلک حتی یکون الناس جماعۃ وفی روایۃ الکشمیھنی حتی یکون للناس جماعۃ

اور فتح الباری میں بذیل شرح اس روایت کے لکھا ہے کہ روایت حماد بن زید میں اس طرح وارد ہے جس کو ابن المنذر نے علی بن عبد العزیز سے اُس نے ابی نعیم سے اُسنے عبیدہ سے روایت کیا کہتا ہے مجھے عبیدہ نے کہا کہ حضرت علیؑ نے میری اور شریح کی طرف حکم بھیجا اور فرمایا تحقیق میں اختلاف کو بُرا سمجھتا ہوں پس حکم قضا اسی طرح چلاؤ جیسا کہ قضا کرتے چلے آئے ہو۔ پھر اس روایت کو مثل روایت بخاری کے آخر لفظ واصحابی تک ذکر کیا پھر کہا لیکن حضرت علیؑ لوگوں کی جماعت اور متفق ہونے سے پہلے قتل کر دیئے گئے۔ قول علیؑ کا کہ میں اختلاف کو بُرا سمجھتا ہوں مراد اُس سے وہ اختلاف ہے جو جھگڑا اور فساد کی طرف پہونچا دے۔ ابن التین کہتا ہے مراد مخالفت ابی بکر و عمر کی ہے۔ اور دوسروں نے کہا کہ وہ مخالفت مراد ہے جو جھگڑے اور فتنہ و فساد کی طرف پہونچا دے۔ اور اسی معنے کا مؤید حضرت علیؑ کا وہ قول ہے جو اس کے بعد فرمایا حتی کہ لوگ متفق ہو لیں۔ اور روایت کشمیہنی میں ہے۔ حتی کہ لوگوں کے لئے اتفاق کی صورت پیدا ہو لے۔ (حضرت علیؑ نے اپنے نئے احکام اسواسطے جاری نہ فرمائے کہ پہلے ہر طرف سے لڑائی کی آواز آ رہی تھی۔ پھر اگر حضرات ثلاثہ کے سلسلہ مروجہ کو یکلخت تبدیل فرما دیتے تو لوگوں کے دلوں میں چونکہ محبت ثلاثہ کی مرکوز ہو چکی تھی اس کے سبب سے جو لوگ حضرت علیؑ کے مطیع ہوئے تھے اُن میں سے بھی بہت مخالفت کر کے فساد پیدا کر دیتے۔ اسواسطے جنابؑ نے انتظار کی کہ اگر سب مطیع ہو کر اتفاق کر لیں تب مکمل اصلاح کر دیجائے گی۔ اور اگر پہلے موت آگئی تو جو کچھ شعار اسلام سے ہو رہا ہے وہی غنیمت ہے)۔

وفی البخاری جلد ۶ صفحہ ۳۲۴ قال عمر فی الخطبۃ

اور بخاری جلد ۶ صفحہ ۳۶۴ میں امیر عمر کا یہ خطبہ مروی ہے کہ کہا

لہ بحث فدک میں اس حدیث کو بمعہ ایک مثال کے لکھا جائیگا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چند مسائل میں جناب امیر علیہ السلام نے اپنا جدید حکم آزمائشی طور پر ظاہر فرمایا مگر مسلمین نے اظہار ناراضگی کیا تو برائے رفع فساد حضرت امیرؑ خاموش ہو گئے۔ حضرت علیؑ کی کلام سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ احکام میں کچھ تغیر و تبدل فرمانے کا منشاء رکھتے تھے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اختلاف کی ناپسندی کی معذرت یا جماعت ہونے تک کی مہلت بیان کرنے کی انکو کوئی ضرورت نہ تھی۔ مگر جب مصلحت بیان فرما دی تو ثابت ہوا کہ اگرچہ ضرورت اصلاح کی تھی مگر آپنے ظاہر کیا کہ بنا بر مصلحت ایک وقت خاص تک اصلاح نہیں کی جا سکتی ورنہ یہی کافی تھا کہ فرما دیتے جو کچھ شیخین یا ثلاثہ کے عہد میں احکام رائج ہوئے ہیں وہی صحیح ہیں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں، بلکہ قاضیوں کو دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ لیکن جب انکو آثار سے حضرت علیؑ کا منشاء مخالف ثلاثہ کے معلوم ہوا تو اُن کو ضرورت دریافت کی محسوس ہوئی۔ واللہ اعلم ۱۲ مترجم

لہ بخاری کتاب المحاربین باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت ۱۲

ثم انه بلغني ان قائلا منكم يقول والله لو مات عمر بايعت فلانًا فلا يغترن امرء ان يقول انما كانت بيعة ابے بكر فلتةً وتمت الا وانها قد كانت كذلك ولكن الله وقى شرها (ثم قال) وخالف[1] عنا علىٌ والزبير ومن معهما (ثم قال) فكثر اللغط وارتفعت الاصوات حتى فرقت (اى خفت فرق ترسيدن) من الاختلاف فقلت ابسط يدك يا ابا بكر فبسط يده فبايعته.

وفي الفتح قوله كانت كذلك الفلتة[2] الليلة التي يشك فيها هل هي من رجب اوشعبان وهل من المحرم او صفر. قوله وقى الله شرها اى وقاهم ما في العجلة غالبًا من الشر و قال الداؤدي معنے قوله فلتةً انها وقعت من غير مشورة مع جميع من كان ينبغي ان يشاور. وقال ابن حبان معنى قوله كانت فلتة ان ابتداءها كان من غير ملأ كثير. قوله وخالف عنا علي والزبير في روايت مالك ومعمر وان عليًا والزبير ومن كان معهما تخلفوا في بيت فاطمة بنت رسول الله وكذا في رواية سفيان لكن قال العباس بدل الزبير (ثم قال) قال الداؤدي فيما نقله ابن التين عنه حيث اطلق انه لم يكن مع ابے بكر

مجھے اطلاع ملی ہے کہ بتحقیق تم میں سے کوئی یہ کہنے والا ہے خدا کی قسم اگر عمر مر گیا تو ہم فلاں کی بیعت کرینگے۔ مگر کسی کو اسپر غرّہ نہ ہونا چاہیئے کہ اچانک بے سوچے سمجھے ابی بکر صاحب کی بیعت کر لینے سے خلافت قائم ہوگئی تھی (اسی طرح ہم بھی فلاں کو خلیفہ بنا لینگے) خبردار بے شک وہ اسی طرح ہوگئی تھی لیکن خدا نے اُس کو شر سے بچالیا۔ (پھر اسی خطبہ میں امیر عمر نے کہا اور جناب علی اور زبیر اور ان کے ہمراہی اس معاملہ میں ہمارے مخالف ہوگئے (پھر کہا) آواز بلند ہوئے اور شور و غوغا پیدا ہوا اور میں اختلاف ہوجانے سے ڈر گیا اسلئے مینے ابوبکر سے کہا آپ ہاتھ بڑھایئے چنانچہ ابوبکر نے ہاتھ بڑھایا اور مینے اس سے بیعت کرلی۔

اور فتح الباری میں بذیل شرح اسکے لکھا ہے قوله قد كانت كذلك فلتةً کے معنے وہ رات ہے جس میں شک ہو کہ رجب سے ہے یا شعبان کی اور یا محرم کی یا صفر کی۔ اور قوله وقى الله شرها یعنے اُن کو اُس شر سے بچالیا جو غالبًا ایسے کاموں میں جلدی کرنے سے پیدا ہونیکا خطرہ ہوتا ہے۔ اور داؤدی نے معنے قول عمر فلتةً کا یہ کیا ہے کہ بتحقیق بیعت ابی بکر کی بغیر مشورہ جماعت قابل مشورہ کے واقع ہوئی۔ اور ابن حبان نے معنے فلتةً کا کیا ہے کہ بتحقیق ابتداءً اسے بیعت بغیر بڑی جماعت کے قائم کرلی گئی تھی۔ اور قول امیر عمر کا کہ جناب علیؑ و زبیر ہمارے مخالف ہوگئے اور بیعت سے ہٹ رہے۔ اور روایت مالک اور معمر میں اس طرح ہے کہ علی و زبیر اور ان کے ساتھی سب بیعت سے ہٹ کر خانہ پاک جناب فاطمہ زہراؑ میں جاکر پناہ گزین ہوئے۔ اسی طرح سفیان کی روایت میں بھی ہے لیکن اُسنے زبیر کی جگہ عباس کا نام لیا ہے۔ پھر کہا داؤدی نے حسب نقل ابن التین اس طرح لکھا ہے کہ اُسوقت ابوبکر کے ساتھ

بیعت ابی بکر سے مخالفت حضرت علی کی بخاری سے ثابت ہے

حضرت ابی بکر کی بیعت بے سوچے سمجھے ہوئی

[1] تواریخ سے متخلفین کا جو حال لکھا گیا وہ بالکل صحیح ہے۔ بخاری کی یہ روایت بھی اُس کی مؤید ہے گویا اصل مضمون بخاری و مسلم میں موجود ہے اور تفصیل اُس کی دیگر کتب میں مذکور ہوئی ہے۔ چنانچہ تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۲ میں بہ تفصیل مذکور ہے ۱۲ مترجم

[2] شرح نہج البلاغت علامہ ابن ابی الحدید طبع مصر ص ۱۲۷ ج ۱ میں ہے۔ ذكر صاحب الصحاح ان الفلتة الامر الذى يعمل فجاءة من غير تردد ولا تدبر وهكذا كانت بيعة ابى بكر لان الامر لم يكن شورى بين المسلمين وانما وقعت بغتة لم تمحص فيها الآراء ولم يتناظر فيها الرجال وكانت كالشئ المستلب المنتهب. الخ یعنی جوہری نے صحاح میں ذکر کیا ہے کہ فلتةً وہ امر ہوتا ہے جو اچانک بغیر تدبر و تفکر کے کیا جائے۔ اور بیعت ابی بکر کی اسی طرح واقع ہوئی کیونکہ مسلمین کے مشورہ سے منعقد نہوئی تھی بلکہ اچانک ہوگئی۔ جس میں کچھ غور نہ کی گئی تھی اور نہ گفتگو اور نہ انتخاب باضابطہ ہوا بلکہ اس طرح منعقد ہوئی جیسے کوئی چیز غصب کی ہوئی اور چھینی ہوئی ہوتی ہے۔ اور بخاری باب رجم الحبلی من الزنا طبع کرزن پریس صفحہ ۱۰۰ میں فلتة کے

حینئذ من المہاجرین[1] الا عمر و ابو عبیدۃ
فی الصراح فلت فلتہ کار ناگاہ بے اندیشہ
یقال کان الامر فلتۃ ای بلا تدبر[2] و تفکر۔
فی الخصائص للنسائی صفحہ ۲۳ عن ابی ذر
(فی حدیث طویل) قال عمر لرسول اللہ ص
من تعنی قال ما ایاک اعنی ولا صاحبک قال
لمن تعنی قال خاصف النعل وکان علی ع
یخصف النعل الحدیث۔
اقول قد ظہر مما سبق من اعانۃ عمر
لبیعۃ ابی بکر ومن ھذا الحدیث ومن
استخلاف ابی بکر لعمر مع انکار الصحابۃ
علیہ کما سیأتی۔ وبکتابۃ عثمان من
نفسہ لفظ عمر کما سیأتی۔ ان المودۃ
والاخوۃ والموانسۃ والمعاونۃ بین
الشیخین کانت مشہورۃ موکدۃ غیر
مخفیۃ بحیث یجلب کل واحد منہما
المنافع للآخر کنفسہ وامرہما واحد
فی جمیع الامور کما مر من قول
علی ع من الامامۃ والسیاست
وکان عمر اشد و
اقوی علی
ابی بکر و
اظہر عب
علیہ

مہاجرین سے سوا امیر عمر و ابی عبیدہ کے کوئی نہ تھا۔
صراح میں ہے فلت۔ فلتہ۔ کام اچانک بے اندیشہ۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں امر فلتۃ ہوگیا۔ اس کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ بے سوچ سمجھے ہوگیا۔ خصائص نسائی صفحہ ۲۳ میں ابی ذر سے حدیث طویل میں روایت ہے کہ امیر عمر نے رسول اللہ ص سے پوچھا کہ آپ کی اس سے کون آدمی مراد ہے۔ جناب نے فرمایا کہ تو اور تیرا صاحب میری مراد نہیں ہے۔ پھر عمر نے سوال کیا آپ کی کون مراد ہے؟ حضرت نے فرمایا جوتے کو پیوند لگانے والا میری مراد ہے۔ اور حضرت علی ع بفرمان نبوی آنحضرت ص کے نعلین شریفین کو پیوند لگا رہے تھے۔ آخر حدیث تک۔
(قول مؤلف) میں کہتا ہوں تحقیق گذشتہ تقریر سے امیر عمر کا بیعت ابی بکر کے لئے کوشاں رہنا اور اعانت کرنا ثابت ہوا اور اس حدیث مذکورہ سے ہر دو شیخین کا متحد الامر مشہور ہونا ظاہر ہوا (کیونکہ لفظ صاحبک اس پر کافی شاہد ہے) اور استخلاف ابی بکر کا امیر عمر کے لئے باوجود انکار صحابہ کے نیز اس پر دال ہے جیسا کہ مذکور ہوگا۔ اور امیر عثمان کا خود بخود اپنی جانب سے بوقت کتابت وصیت استخلاف کے لفظ عمر کا لکھ لینا بھی اس بات کا گواہ ہے۔ جیسا کہ آئیگا۔ کہ بتحقیق محبت اور برادری اور دوستی اور تاکید دوستی کی اعانت شیخین میں ایسی مشہور و مضبوط تھی جو کسی سے مخفی نہیں تھی۔ اس طرح کہ ہر ایک ان سے دوسرے کیلئے منافع دنیوی مثل اپنی ذات کے کھینچتا تھا اور ہر دو کا امر سب کاموں میں ایک ہی تھا۔ جیسا کہ قول علی ع منقول امامت والسیاست سے گذر چکا ہے۔ اور امیر عمر ابی بکر صاحب پر بہت اثر اور رعب رکھتے تھے۔ اس طرح کہ ابو بکر صاحب اُس سے

[1] فتح الباری کی عبارت سے صاف ثابت ہے کہ مہاجرین سے ابی بکر کی بیعت کے وقت کوئی مشورہ دینے والا یا اس پر اتفاق کرنے والا ابتدا میں نہ تھا اگرچہ بعد میں کسی مصلحت یا خوف سے شامل ہو گئے۔ اور انصار کا حال جملہ کتب سے اظہر من الشمس اور مشہور عام ہے کہ وہ سب مخالف تھے۔ ابتدا میں صرف امیر عمر و ابو عبیدہ ابی بکر صاحب کے حامی تھے۔ اسی واسطے حضرت ابی بکر نے بھی اپنی تقریر میں یہی ظاہر کیا کہ یا امیر عمر کو خلیفہ بنا دو اور یا ابو عبیدہ کو اور وہ دونوں ابو بکر صاحب کے لئے کوشاں ہو گئے پس جو لوگ خلافت ابی بکر کا شوریٰ اور اجماع سے منعقد ہونا ظاہر کرتے ہیں اونکی رائے کا بطلان ثابت ہو گیا۔ ۱۲ مترجم
[2] اس جگہ حدیث بخاری سے امیر عمر کا خلافت ابی بکر کے فلتۃً قائم ہونے کی نسبت اعتراف پڑھیئے۔ اور لغت اور فتح الباری سے معنے فلتۃً کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔ پھر سب کے مشورہ اور اجماع کل اور رضامندی اہل مدینہ سے ابی بکر صاحب کو منتخب کر کے خلیفہ تسلیم کرنے کے اعتقاد سے توبہ کیجئے ۱۲ مترجم۔

بحیث یخاف ابوبکر منه ویقتدی به فی آثاره ـ کما فی کنز العمال جلد ۳ ص ۱۸۹ (مسند عمر) عن عبیدة قال جاء عیینة بن حصین والاقرع بن حابس الی ابی بکر فقال یا خلیفة[1] رسول الله ص ان عندنا ارضا سبخة لیس فیها کلاء ولا منفعة ان رأیت ان تقطعناها لعلنا نحرثها ونزرعها (ولعل الله ان ینفعنا) فاقطعها ایاهما وکتب لهما علیه کتابا واشهد فیه عمر ولیس فی القوم فانطلقا الی عمر لیشهداه فلما سمع عمر ما فی الکتاب تناوله من ایدیهما ثم تفل فیه ومحاه فتذمرا فقالا مقالة سیئة قال عمر ان رسول الله ص کان یتألفکما والاسلام یومئذ ذلیل وان الله قد اعز الاسلام فاذهبا فاجهدا جهدکما لا رعی الله علیکما ان رعیتما فاقبلا الی ابی بکر وهما یتذمران فقالا والله ما ندری انت الخلیفة[2] ام عمر فقال بل هو ولو شاء لکان فجاء عمر مغضبا

ولعل فی ازالۃ منفعۃ

خوف کرتے اور اُس کی پیروی کرتے تھے جیسا کہ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۸۹ میں ہے۔ (مسند عمر) عبیدہ سے روایت ہے۔ کہا عیینہ بن حصین اور اقرع بن حابس ابی بکر کے پاس آئے اور ہر دو نے کہا۔ اے خلیفہ رسول اللہ ص کے تحقیق ہمارے پاس ایک شور زمین خالی پڑی ہے جس میں کوئی گھاس وغیرہ کا نفع نہیں پہونچتا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں اور وہ زمین ہمیں کاشت کیلئے دیدیں تو ہم اُسکو آباد کرینگے۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالے اس سے ہمکو نفع دیگا۔ ابوبکر صاحب نے حسب خواہش اُن کی وہ زمین اُنکو دیدی اور ایک سند بھی لکھدی۔ مگر اُس میں امیر عمر صاحب کی شہادت رکھدی۔ باوجودیکہ امیر عمر اس وقت موجود نہ تھے۔ سائلان امیر عمر کی طرف برائے تحریر شہادت گئے حضرت عمر نے جب اُس مکتوب کو سُنا اُن کے ہاتھ سے سند مذکورہ لیکر اُس پر تھوک دیا اور حکم کو مٹا دیا جسپر سائلاں نہائت غضبناک ہوئے اور امیر عمر کے حق میں بدگوئی شروع کردی سامیر عمر کہنے لگے رسول اللہ ص بحالت کمزوری اسلام تمہارے ساتھ الفت کرتے تھے۔ اب اسلام کو خدا نے عزت دیدی ہے (تمہاری کچھ پرواہ نہیں) چلے جاؤ اور جو تمہارا چارہ ہے کرلو۔ خدا تمہارا کوئی لحاظ نہ کریگا۔ اگرچہ تم اپنے دل میں رعائت کا گمان رکھتے ہو۔ ہر دو یہ سُنکر بڑے جوش وخروش سے حضرت ابی بکر کے پاس آئے اور کہا خدا کی قسم ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ آپ خلیفہ ہیں یا عمر خلیفہ ہیں؟ ابوبکر صاحب نے کہا سچ پوچھو تو وہی ہے۔ اگر چاہتا تو خود ہو جاتا۔ اتنے میں امیر عمر بھی غضبناک ہوکر آگیا

[1] دوسرا قصہ خوف ابی بکر صاحب کا امیر عمر سے اور بطرز ماتحت کے اپنے خیال کو پوشیدہ پورہ کرنا کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۸۹ میں مسند ابی بکر سے بروایت عروہ کے اس طرح مروی ہے۔ عروہ کہتا ہے۔ حضرت ابوبکر نے اپنے داماد زبیر کو ایک جائداد بطور جاگیر کے دیدی اور سند لکھدی جس کا کاتب میں تھا۔ لکھتے وقت امیر عمر آگئے۔ اُن کو دیکھکر ابوبکر صاحب نے وہ سند مکتوبہ مجھ سے لے لی اور اپنے بستر کے نیچے دبالی مگر امیر عمر کچھ آثار سے سمجھ گئے اور (تہذیب سے) کہا کہ شائد آپ کوئی خاص بات کررہے تھے؟ ابوبکر نے کہا ہاں جب امیر عمر باہر چلے گئے ابوبکر صاحب نے اس سند کو نکالا اور میں نے اُس کو تمام کیا خاتمہ تک لکھا۔ اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے ۱۲ مترجم۔

[2] بیہقی ... ثابت بخاری در تاریخ صغیر و محاملی در امالی باسناد مکمل اصابہ فی تمییز الصحابہ مولفہ ابن حجر جلد ۳ ص ۵۵ بذیل ترجمہ عیینہ بن حصین میں مرقوم ہے۔ اور نہایہ ابن اثیر ص ۱۵ بحث لفظ خلف میں ہے۔ وفی حدیث ابی بکر جاءہ اعرابی فقال له انت خلیفة رسول الله ص فقال لا قال فما انت قال انا الخالفة بعده الخلیفة من یقوم مقام الذاهب ویسد مسده فاما الخالفة فهو الذی لا غنی عنده ولا خیر فیه وکذلك الخالف وقیل هو کثیر الخلاف۔ (بقیہ حاشیہ)

فجاء عمر مغضبًا حتیٰ وقف علی ابی بکر فقال اخبرنی عن هذه الارض التی اقطعتها هذین الرجلین ارض هی لک خاصةً ام هی بین المسلمین عامةً قال بل هی بین المسلمین عامة قال فما حملک ان تخص هذین بها دون جماعة المسلمین قال استشرت هؤلاء الذین حولی فاشاروا علیّ بذلک قال فاذا استشرت هؤلاء الذین حولک اوکل المسلمین اوسعت مشورةً ورضًا فقال ابوبکر قد کنت قلت لک انک اقوی علی هذا منی ولکنک غلبتنی[۱]۔ رواه ابن ابی شیبة والبخاری فی تاریخه ویعقوب بن سفیان والبیهقی و ابن عساکر۔

وهکذا فی ازالة الخفا جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ وفیہ فقال ابوبکر لمن حوله من الناس ماترون قالوا فکتب لهما بها کتابا واشهد فیه شهودا وعمر ماکان حاضرا فانطلقا الیه لیشهد فی الکتاب فوجداه قائمًا یهنأ بعیرا (قطران من مالید) فقالا ان خلیفة رسول الله صلعم

اور ابی بکر سے کہا بتاؤ یہ زمین جو تم نے ان دونوں کو دیدی ہے یہ محض تیری ہے یا جملہ مسلمین کی ہے۔ ابوبکر صاحب بولے نہیں صاحب میری نہیں سب مسلمانوں کی ہے۔ امیر عمر نے کہا پھر تجھے کس چیز نے اتنا دلیر کر دیا کہ تم نے بغیر اجازت دیگر مسلمین کے ان کو دیدی ہے۔ ابوبکر کہنے لگے میںنے ان سب حاضرین مجلس سے مشورہ لیا اور انہوں نے مشورہ دیدیا ہے۔ عمر صاحب بولے انہی سے مشورہ لیا ہے یا کل مسلمین سے مشورہ اور رضامندی لے لی ہے؟ ابوبکر صاحب نے کہا میںنے تجھے پہلے کہا تھا کہ اس خلافت پر خود قدم جما لو کیونکہ تم مجھ سے (خلافت) قوی اور زبردست ہو ولیکن تو نے زبردستی مجھے بٹھا دیا[۲] اسکو ابن ابی شیبہ اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور یعقوب بن سفیان اور بیہقی اور ابن عساکر نے روایت کیا (اس روایت سے خلافت ثلاثہ کا چہرہ مکدّر و مغبّر معلوم ہوتا ہے۔ اور اس سے خفیہ سازشوں[ل] کا بخوبی پتہ چلتا ہے)۔

اور اسی طرح ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ میں ہے اور اُس میں یہ الفاظ ہیں۔ ابوبکر صاحب نے اپنے حاشیہ نشینان سے کہا۔ کہو صاحبان تمہاری اس میں کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں تب ابوبکر صاحب نے اُن کو سند لکھدی اور گواہوں کی گواہی اُس میں لکھدی جنمیں امیر عمر کو بھی شامل کر دیا باوجودیکہ امیر عمر وہاں حاضر نہ تھے۔ وہ دونوں حضرت عمر کی طرف اس مکتوب میں دستخط کرانے کے لئے گئے اور انہوں نے امیر عمر کو اسحالت میں پایا کہ وہ اونٹ کو گندھک وغیرہ خارش کا تیل لگا رہے تھے۔ دونوں نے کہا تحقیق خلیفہ رسول اللہ نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۲) یعنی ابوبکر صاحب سے کسی عرابی نے پوچھا کہ آپ رسول اللہ ص کے خلیفہ ہیں؟ ابوبکر صاحب نے کہا نہیں۔ اُسنے کہا پھر آپ کیا ہیں؟ ابوبکر نے کہا میں خالفہ ہوں ۔ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو مستخلف کے قائم مقام اُس کی جگہ پر اُسی کا کام انجام دے اور خالفہ وہ ہوتا ہے جس پر اکتفا نہو سکے اور اُس میں خیر و برکت نہو بلکہ اکثر اُس کے مخالف ہو جس کا خلیفہ بنا ہوا ہے۔ انتہیٰ۔ اُس عبارت میں مخالف کی زبان سے عجیب انصاف ظاہر ہوا ہے۔ بشرطیکہ زمانہ حال کی تاویلات سے بچ جاسکے تو متلاشیان حق کے لئے بہت مفید ہے ۱۲ مترجم۔

[۱] یہ موعودہ روایت ہے جو اجماع کی شرط رضامندی کل افراد کے بیان میں مختصراً لکھی گئی تھی۔ اس روایت کے پڑھنے سے اہل بصیرت پر روشن ہو جائیگا کہ ایک ٹکڑہ زمین کے واسطے جب کل مسلمین کی رضامندی لینی ضروری تھی تو جملہ علاقہ تخت سلطنت رسول خدا ص حضرت ابی بکر کے حوالہ بلا رضامندی جملہ مسلمین بالخصوص بلا رضا بنی ہاشم کے اور خصوصًا بغیر اجازت اہل بیت نبی صلعم کے کس طرح کر دیا گیا اور وہ کس طرح جائز جانشین نبی ص کے احکام دین و دنیا میں قرار دیئے گئے ۱۲ مترجم

[۲] امیر عمر صاحب اپنے لئے اتنی کوشش کر کے خود خلیفہ بنجاتے تو یہ خطرہ تھا کہ لوگ اس کو طمع نفسانی پر حمل کر کے مخالفت پر آمادہ ہو جاتے اسلئے ایسا نمونہ بنا کر دکھایا کہ ظاہر میں دوسرا معلوم ہو اور حقیقت میں خود خلیفہ رہے۔ تو ابوبکر صاحب کی زندگی میں بھی درحقیقت ۱۲ امیر عمر خلیفہ تھے اور بعد اُن کے ظاہرًا و باطنًا وہی رہے اس طرح اُن کی ساری عمر بادشاہی میں بسر ہوئی ۱۲ مترجم

كتب لنا هذا الكتاب وجئناك لتشهد على مافيه فتقرأ ام نقرءه عليك قال اعلى الحال التى تريان ان شئتما فاقرأه وان شئتما فانتظرا حتى افرغ قالا بل نقرءه عليك فلما سمع مافيه اخذه منهما ثم تفل فيه - الخ -

فى البخارى جلد۳ ص۳۶۵ قال ابوبكر - الخ

ولما اعترض حباب بن المنذر على ابى بكر فاجاب ابوبكر بما نقله ابن قتيبة فى الامامة والسياسة ص۱۱ قال ابوبكر امنا تخاف ياحباب قال ليس منك انما ولكن ممن يجئ بعدك قال ابوبكر فاذا كان ذلك كذلك فالامر اليك والى اصحابك ليس لنا عليك طاعة - الخ -

وفى ازالة الخفاء صفحہ ۲۱۲ جلد۱ ان ابابكر حين حضره الموت ارسل الى عمر يستخلفه فقال الناس تستخلف علينا فظاً غليظاً ولو قد ولينا كان افظ و اغلظ فما تقول لربك اذا لقيته وقد استخلفت علينا عمر - الخ

وفى كنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۸ - عن ابن عباس قال قال عمر بن الخطاب انه كان من خبرنا حين توفى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان الانصار خالفونا واجتمعوا باثرهم

فى سقيفة بنى ساعدة
وخالف عنا علىؑ و
الزبير ومن معهما
وذكر تخلف
سعد بن عبادة - الحديث

ہمارے لئے یہ دستاویز لکھدی ہے - اب ہم تیرے پاس تحریر گواہی کے لئے آئے ہیں - تو خود پڑھ لے یا ہم پڑھکر سنادیتے ہیں امیر عمر نے کہا جس حال میں ہوں دیکھ رہے ہو یا تم پڑھ دو اور یا انتظار کرو کہ میں فارغ ہو جاؤں - انہوں نے کہا اچھا ہم تیرے سامنے پڑھکر سنادیتے ہیں - جب امیر عمر نے سُن لیا اُسکو انکے ہاتھوں سے لیلیا - اور اُسپر تھوک دیا - الخ - (مثل روایت کنز العمال آخر قصہ تک بیان کیا)۔

بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۶۵ میں ہے - ابوبکر صاحب نے کہا - الخ (یعنی اصل حدیث اعتراض صحابہ کی دربارہ استخلاف امیر عمر بخاری میں ہے) - اور جب حباب بن منذر نے ابی بکر کی خلافت پر اعتراض کیا - ابوبکر صاحب نے اس طرح جواب دیا جس کو ابن قتیبہ نے الامامت والسیاست صفحہ ۱۱ میں نقل کیا ہے - کہ ابوبکر صاحب نے کہا اے حباب کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو؟ اُسنے کہا نہیں لیکن جو تیرے بعد آنیوالا ہے اُس سے خوف کر رہے ہیں - ابوبکر صاحب نے کہا - جب یہ صورت ہوگی اُسوقت تجھے اور تیرے ہمراہیوں کو اختیار ہوگا - ہماری تمپر کوئی اطاعت نہیں ہوگی - الخ -

اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۲۱۲ میں ہے - جب ابوبکر صاحب کی موت کا وقت قریب آیا - تو اُس نے امیر عمر کی طرف کسی کو بھیجکر بلایا تاکہ اُسکو اپنا خلیفہ اور ولیعہد مقرر کرے - لوگوں نے کہا ہمپر تم ایسے تُند مزاج اور سخت خو آدمی کو خلیفہ بنا رہے ہو جو پہلے ایسا ہے - اور جب تو نے صرف اُسی کو ہمارا سردار بنا دیا ضروری ہے کہ پہلے سے اور زیادہ سخت اور تُند مزاج ہو جائیگا اور جب تو عمر جیسے شخص کو ہمارا سردار بنا کر خدا کے سامنے جائیگا اُسکو کیا جواب دیگا؟ الخ ۔

اور کنز العمال جلد ۳ ص۱۳۸ میں ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب بیان کرتے تھے - کہ جب نبی صؐ فوت ہوئے تو ہماری خبروں سے ایک یہ بھی ہے کہ کل انصار ہمارے مخالف ہو کر سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور حضرت علی عؑ و زبیر اور اُن کے ہمراہی بھی ہمارے مخالف ہو گئے - پھر سعد بن عبادہ کی بیعت ابی بکر سے انکار کرنے کا ذکر کیا - آخر حدیث تک -

رواہ احمد فی مسندہ والبخاری وابوعبید فی الغرائب والبیہقی۔

و فی ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۷ علیؑ وزبیر خارج از بیعت شدند اخرجہ الحاکم۔

و فی صفحہ ۲۹ جلد ۲ زبیر و جمعے از بنی ہاشم در خانہ حضرت فاطمہؑ جمع شدہ درباب نقض خلافت مشورت ہا بکار می بروند۔ فلما بلغ ذٰلک عمر ابن الخطاب خرج حتیٰ دخل علےٰ فاطمۃ فقال (حتیٰ قال) ان امر بھم ان یحرق علیھم البیت فاطمہؑ آنانرا فرمود کہ بروید ولا ترجعوا الیّ لئن عدتم لیحرقن علیکم البیت فانصرفوا عنھا فلم یرجعوا الیھا حتیٰ بایعوا لابی بکر اخرجہ ابن ابی شیبۃ وکذا فی صفحہ ۱۷۹ وقال باسناد صحیح۔

و فی الامامۃ والسیاست ص۱۳ (کیف کانت بیعۃ ابی بکر) قال وان ابا بکر تفقد قوماً تخلفوا عن بیعتہ عند علیٍ فبعث الیھم عمر فجاء فناداھم وھم فی دار علیٍ فابوا ان یخرجوا فدعا بالحطب وقال والذی نفس عمر بیدہ لتخرجن اولا حرقنھا علےٰ من فیھا فقیل لہ یا اباحفص ان فیھا فاطمۃ (علیہا السلام) فقال وان فخرجوا فبایعوا الا علیاً فانہ زعم انہ قال حلفت ان لا اخرج ولا اضع ثوبی علیٰ عاتقی حتیٰ اجمع القرآن فوقفت فاطمۃؑ علےٰ بابھا

اسکو احمد نے اپنے مسند میں اور بخاری نے اپنے صحیح جلد ۴ ص۱۱۱ کتاب الحدود و باب رجم الحبلیٰ من الزنا اذا احصنت میں اور ابوعبید نے غرائب میں اور بیہقی نے روایت کیا۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۷ میں ہے کہ حضرت علی و زبیر بیعت ابی بکر سے خارج ہو گئے جسکو حاکم نے روایت کیا۔

اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۹ میں ہے کہ زبیر اور جماعت بنی ہاشم جناب فاطمۃ الزہراؑ کے گھر میں دربارہ توڑنے خلافت ابی بکر کے مشورے کر رہے تھے۔ جب عمر بن خطاب کو یہ اطلاع ملی تو نکلا اور جناب فاطمہ زہراؑ کے پاس آیا اور کہا مجھے اس سے کوئی مانع نہیں کہ اگر یہ لوگ بیعت میں نہ داخل ہوں تو اُن کے برخلاف یہ حکم دیدونگا کہ ان پر گھر کو بمعہ ان کے جلا دیا جائیگا۔ یہ سنکر فاطمہ زہراؑ نے اُن متخلفین کو حکم دیا۔ کہ جاؤ اور پھر میری طرف لوٹ کر نہ آنا ورنہ تمہارے اوپر یہ اس گھر کو جلا دیگا۔ وہ چلے گئے اور واپس نہ آئے حتیٰ کہ ابی بکر سے بیعت کر لی۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور اسی ازالہ کے ص۱۷۹ میں بھی یہ روایت لکھی ہے اور اس کے بعد کہا کہ اسناد اس کا صحیح ہے۔

اور الامامت والسیاست مطبوعہ مصر ص۱۳ بیان کیفیت بیعت ابی بکر میں ہے۔ کہا بتحقیق ابی بکر نے ایک قوم کو بیعت سے مفقود پایا جو متنفر ہو کر حضرت علیؑ کے پاس بیٹھ گئے تھے۔ ابوبکر صاحب نے اُن کی طرف امیر عمر کو بھیجکر بلایا۔ اور امیر عمر اُن کے پاس گئے جو لوگ حضرت علیؑ کے گھر میں جمع تھے (اُن کو نکلنے اور بیعت کے لئے) پکارا اُنہوں نے نکلنے سے انکار کیا جسپر امیر عمر نے کچھ لکڑی منگائی اور کہا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے ضرور تم باہر نکلو یا میں اس گھر کو بمعہ اون کے جو اسکے اندر ہیں جلا دونگا۔ اُس کو کہا گیا اے اباحفص (عمر) بتحقیق اس میں فاطمہ زہراؑ بھی ہیں۔ اُسنے کہا اگرچہ وہ بھی ہوں (تب بھی جلا دونگا) پس جو اندر تھے وہ بجز حضرت علیؑ کے باہر نکلے اور انہوں نے بیعت کر لی اور حضرت علیؑ باہر نہ آئے اور یہ خیال ظاہر کیا کہ میں نے قسم اُٹھائی ہے کہ اتنے تک باہر نہ نکلوں گا اور چادر کندھوں پر نہ رکھونگا جب تک قرآن کو جمع نہ کر لوں۔ اور جناب فاطمہ زہراؑ دروازہ پر

احراق بیت فاطمہؑ

فقالت لا عهد لی بقوم حضروا اسوء
محضر منکم ترکتم رسول الله جنازة بين
ايدينا وقطعتم امركم بينكم لم تستامرونا
ولم تردوا لنا حقا فاتی عمر ابابکر
فقال له الا تاخذ هذا المتخلف عنك
بالبيعة فقال ابوبکر لقنفذ وهو مولیٰ
له اذهب فادع لنا عليا قال فذهب
الیٰ علي فقال له ما حاجتك فقال يدعوك
خليفة رسول الله ص فقال علی لسريع
ماکذبتم علی رسول الله ص ثم رجع فابلغ
الرسالة فبکیٰ ابوبکر طويلا فقال عمر
الثانية ان لا تمهل هٰذا المتخلف عنك
بالبيعة فقال ابوبکر لقنفذ عد اليه فقل
له امير المومنين يدعوك لتبايع فجاءه
قنفذ فادی ما امر به فرفع علیٰ صوته فقال
سبحان الله لقد ادعیٰ ما ليس له فرجع قنفذ فابلغ
الرسالة فبکیٰ ابوبکر طويلا ثم قام عمر فمشی
معه جماعة حتیٰ اتوا باب فاطمة فدقوا الباب
فلما سمعت اصواتهم نادت باعلیٰ صوتها
يا ابت يا رسول الله ص ماذا لقينا بعدك من
ابن الخطاب وابن ابی قحافة فلما سمع القوم
صوتها وبکائها انصرفوا باکين وكادت قلوبهم
تتصدع واكبادهم تنفطر وبقی عمر و
معه قوم فاخرجوا عليا فمضوا به الیٰ ابی بکر
فقالوا له بایع فقال ان انا لم افعل
فمه (چہ شود) قالوا اذًا والله الذی
لا اله الا هو نضرب عنقك قال
اذًا تقتلون عبد الله
واخا رسوله
صلعم

کھڑے ہوکر فرمانے لگیں ہمارا کوئی عہد اور تعلق اُس قوم سے نہیں رہا جو تم سے بُری طرح ہمارے سامنے حاضر ہوئے۔ تم نے رسول اللہ ص کا جنازہ ہمارے آگے چھوڑ کر امر خلافت و ریاست کو اپنے لئے فیصلہ کر لیا۔ نہ ہم سے مشورہ لیا اور نہ ہمارا حق ہمکو دیا۔ پس امیر عمر ابی بکر صاحب کے پاس آئے اور کہا کہا تو اس متخلف (علی ع) سے بیعت نہیں لیتا؟ حضرت ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ کو بھیجا کہ جا کر حضرت علی ع کو میرے پاس بلا لاؤ۔ جب وہ حضرت علی ع کے پاس گیا۔ آپ نے اُس سے آنیکا سبب پوچھا۔ غلام نے کہا تجھے رسول اللہ کا خلیفہ بلاتا ہے۔ حضرت علی ع نے فرمایا تم لوگوں نے بہت جلد رسول اللہ ص پر یہ افترا کیا ہے۔ غلام واپس گیا اور یہ پیغام پہونچایا۔ ابوبکر یہ سُنکر دیر تک روتے رہے۔ عمر صاحب نے مکرر کہا کہ اس متخلف (علی ع) کو مہلت نہ دیجئے۔ پھر ابوبکر نے قُنفذ کو کہا کہ پھر علی ع کی طرف جا کر کہدو کہ تجھے امیر المومنین اسلئے بلاتا ہے کہ بیعت کر لے۔ جب قُنفذ حضرت علی ع کے پاس پہونچا اور پیغام ما مور بہ سُنایا تو حضرت علی ع بلند آواز سے کہنے لگے سبحان اللہ اس شخص نے وہ دعویٰ کیا ہے جس کا وہ مستحق نہیں۔ قنفذ واپس آیا اور جواب سُنایا تو ابوبکر صاحب پھر رونے لگے اور بہت روئے اسکے بعد امیر عمر کھڑے ہوگئے اور ایک جماعت کو اپنے ساتھ کر لیا حتیٰ کہ دروازہ جناب فاطمہ زہرا ع پر آئے اور دق الباب کیا جب فاطمہ زہرا ع نے اُن کے آواز سُنے تو آپ بلند آواز سے پکارنے لگیں اے بابا اے رسول اللہ ص ہمکو عمر بن خطاب اور ابن ابی قحافہ (ابی بکر) سے کیا کیا مصائب پہونچ رہے ہیں۔ جب قوم حاضرین نے بی بی صاحبہ کی آواز اور رونا سُنا تو اکثر روتے ہوئے واپس ہوگئے اور اتنے روئے کہ اُن کے دل اور جگر غم سے پھٹ جانے کے قریب تھے مگر امیر عمر صاحب معہ کچھ حصہ اپنی جماعت کے جمے رہے اور انہوں نے حضرت علیؑ کو نکالا اور ابی بکر صاحب کی طرف لے گئے اور کہا کہ ابی بکر سے بیعت کر لے۔ حضرت علی ع نے فرمایا اگر نہ کروں تو کیا ہوگا؟ اُنہوں نے کہا۔ خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس صورت میں ہم تیری گردن اُڑا دینگے۔ حضرت علی ع نے فرمایا اس طرح تم ایک بندہ خدا اور رسول خدا کے بھائی کو قتل کرو گے

قال عمر اما عبد الله فنعم واما اخو رسوله فلا وابو بکر ساکت لا یتکلم فقال له عمر الا تأمر فیه بامرك فقال لا اکرهه علی شیٔ ما کانت فاطمة فی جنبه فلحق علیؑ بقبر رسول الله ص یصیح ویبکی وینادی یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی الخ۔

ویؤید قوله ما کانت فاطمة فی جنبه ما قال فی المسلم صفحه ۹۱ جلد ۲ کان لعلیؑ من الناس جهة حیاة فاطمة فلما توفیت استنکر علیؑ وجوه الناس فالتمس مصالحة ابی بکر ومبایعته۔ الخ ففی هذا الحدیث دلالة علی بیعته علی نهج الاضطرار لما خوفوه بالقتل وکانوا امهلوه قبل الی حیاتها۔

فی الامامة والسیاسة صفحه ۱۵ قالت (فاطمة حین اتاها ابو بکر لیرضیها) فانی اشهد الله وملئکته انکما (ابا بکر وعمر) اسخطتمانی وما ارضیتمانی ولئن لقیت النبی صلعم لاشکونکما الیه (الی ان قالت) والله لادعون الله علیك (یا ابا بکر) فی کل صلوة اصلیها۔

و فی کنز العمال جلد ۳ ص ۱۳۵ والامامة والسیاسة ص ۱۹ قال ابو بکر (وقت وفاته) فلیتنی ترکت[2] بیت علیٍّ وانکان اُعلن علی الحرب

امیر عمر نے کہا بندہ خدا تو خیر ہم مانتے ہیں کہ ہے لیکن بھائی رسول خدا ص کا ہم نہیں مانتے۔ ابو بکر اس مکالمہ کی حالت میں خاموش بیٹھا رہا اور کوئی کلام نہ کی۔ عمر صاحب نے اوسکو کہا تو اس کے حق میں کیوں اپنا حکم نہیں دیتا ابو بکر نے کہا میں اسکو کسی چیز پر مجبور نہیں کرتا جب تک فاطمہ زہرا ع ان کے پاس ہے، پس علیؑ قبر رسول اللہ ص سے لاحق ہوئے چیختے اور روتے ہوئے آواز دیتے تھے کہ اے میرے بھائی بتحقیق قوم نے مجھے کمزور بنا دیا اور قریب ہے کہ ہمکو قتل کردیں۔ الخ۔

قول ابی بکر کا کہ جب تک فاطمہ زہرا ع علیؑ کے پاس ہے اس کا مؤید وہ ہے جو مسلم جلد ۲ ص ۹۱ میں لکھا ہے کہ علیؑ کی قدر ومنزلت لوگوں کی نگاہ میں زندگی فاطمہ زہرا ع کے وقت تھی، جب بیوی صاحبہ فوت گئیں تو علیؑ نے لوگوں کے چہرے متغیر ہوئے دیکھے یعنے وہ قدر ومنزلت کو کم کرنے لگے، تب علیؑ ابو بکر سے صلح کے خواہشمند ہوئے اور بیعت کرنی چاہی۔ پس اس حدیث میں اشارہ ہے علیؑ کے مضطر اور لاچار ہوکر بیعت کرنے پر کہ وعدہ ما کانت فاطمة فی جنبه کا گذر گیا ہے، اور لوگوں نے روگردانی کرلی ہے شائد اب نضرب عنقک کو عمل میں لائیں تو کچھ بعید نہیں ہے) کیونکہ انہوں نے تخویف قتل تو پہلے دی تھی، اور ان کو مہلت صرف زندگی فاطمہ زہرا تک دیگئی تھی۔

اور الامامت والسیاست ص ۱۵ میں ہے۔ کہ جب ابو بکر صاحب جناب زہرا کے پاس راضی کرنے کے لئے آئے، زہرا نے فرمایا تحقیق میں اللہ تعالیٰ اور اُسکے فرشتوں کو گواہ رکھتی ہوں کہ تحقیق تم دونوں (ابو بکر وعمر) نے مجھے ناراض اور غضبناک کیا اور مجھے راضی نہ کیا اور جب نبی ص سے جاملوں گی تو تم دونوں کی حضرت ص کے پاس شکایت کرونگی۔ تا اینکہ فرمایا، قسم اللہ تعالیٰ کی میں تجھپر اے ابا بکر ہر نماز میں جو پڑھتی ہوں بددعا کرتی ہوں۔

اور کنز العمال جلد ۳ ص ۱۳۵ اور الامامت والسیاست ص ۱۹ میں ہے کہ ابو بکر صاحب نے اپنی وفات کے وقت کہا مجھے افسوس ہے کہ علی کے گھر کو میں چھوڑ[2] دیتا اگرچہ میرے ساتھ جنگ کا اعلان

[1] کذا فی مروج الذہب برحاشیہ کامل جلد ۵ ص ۱۰۴۔ نیز زیادہ کیا کہ اس خلافت کو میں نہ لیتا اور عمر یا ابو عبیدہ کے گلے میں ڈالتا ۱۲ مترجم

[2] عبارت مندرجہ متن الامامت والسیاست کی ہے اور عبارت کنز العمال بروایت ابی عبید وعقیلی وخیثمہ وطبرانی وابن عساکر۔

وفی مروج الذھب للمسعودی جلد اول
صفحہ ۲۸۸ لما بویع ابوبکر فی یوم السقیفۃ و
جددت البیعۃ لہ یوم الثلاثاء علی العامۃ
خرج علی فقال افسدت علینا امورنا
ولم تستشر ولم ترع لنا حقا فقال ابوبکر
بلٰی ولکن خشیت الفتنۃ (ثم قال) ولم یبایعہ
احد من بنی ھاشم حتی ماتت فاطمۃ ع
(ثم قال) وقد تنوزع فی بیعۃ علی ابن ابیطالب
ایاہ فمنھم من قال بایعہ بعد موت فاطمۃ
بعشرۃ ایام وذلک بعد وفات رسول اللہ
بنیف وسبعین یوما وقیل بثلاثۃ اشھر
وقیل ستۃ اشھر وقیل غیر ذلک -
فی اعلان الھدیٰ فی رد اسرار الھدیٰ ے
صفحہ ۳۶۷ فی مناقب الخوارزمی ومناقب
ابن مردویہ بسند ھما الی ابی الطفیل
عامر بن واثلۃ قال کنت علی الباب
یوم الشوریٰ فارتفعت الاصوات
بینھم فسمعت علیا یقول بایع الناس
ابا بکر وانا اولیٰ بالامر واحق منہ
فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس
کفارا یضرب بعضھم اعناق بعض بالسیف
ثم بایع ابو بکر لعمر وانا واللہ اولیٰ
بالامر منہ فسمعت واطعت مخافۃ ان
یرجع الناس کفارا ثم انتم تریدون
ان تبایعوا عثمان اذا لا اسمع ولا اطیع
ثم قال انشدکم اللہ - الخ -
وکذا فی کنز العمال بروایۃ
العقیلی جلد ۳ صفحہ ۱۵۵ وزاد

اور مروج الذہب[ف] مسعودی جلد اول صفحہ ۲۸۸ میں ہے، جب ابوبکر صاحب کی بیعت سقیفہ کے دن ہوئی۔ پھر تجدید بیعت منگل کے روز عوام سے ہوئی تو حضرت علی ع باہر تشریف لائے اور فرمایا ہمارے کاموں کو تم نے بگاڑ دیا ہے اور تم نے ہم سے مشورہ بھی نہیں لیا۔ اور ہمارے حق کی رعایت بھی نہ کی۔ ابوبکر صاحب نے کہا ہاں۔ لیکن میں فتنہ سے ڈر گیا ہوں۔ (پھر کہا) بنی ہاشم سے کسی نے ابوبکر سے بیعت نہ کی حتیٰ کہ جناب فاطمہ ع فوت ہوگئیں (پھر کہا) بتحقیق بیعت علی بن ابیطالب جو ابوبکر سے ہوئی اُس میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے۔ کہ حضرت علی ع نے ابی بکر صاحب سے بعد موت جناب فاطمہ ع کے دس دن گذرنے پر بیعت کی۔ اور یہ وفات رسول اللہ صلعم کے بعد کچھ زیادہ ستر دن گذرنے پر ہوئی۔ اور بعض کے نزدیک تین ماہ گذرنے کے بعد اور بعض کے نزدیک چھ ماہ کے بعد۔ اور بعض کے نزدیک اور کچھ کم مدت کے بعد ہوئی۔

اعلان الھدیٰ رد اسرار الھدیٰ صفحہ ۳۶۷ میں ہے بمناقب خوارزمی و مناقب ابن مردویہ میں ان کی اسناد سے بروایت ابی الطفیل عامر بن واثلہ کہ کہا میں مشورے کے دن دروازہ پر تھا۔ لوگوں کے اندر آواز بلند ہوئے۔ میں نے حضرت علی ع سے سنا کہ فرماتے تھے۔ لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کر لی ہے، حالانکہ میں اُس کی نسبت امر خلافت کے لئے زیادہ مستحق تھا پس میں نے سنا اور مان لیا اس ڈر سے کہ لوگ کفر کی طرف نہ لوٹ جائیں اور ایک دوسرے کو تلوار سے نہ ماردیں۔ پھر ابوبکر نے عمر کی بیعت لی اور قسم بخدا میں اُس سے زیادہ مستحق تھا تو بھی میں نے اس ڈر سے سنا اور مان لیا کہ لوگ کفر کی طرف رجوع نہ کر جائیں۔ پھر اب تم ارادہ رکھتے ہو کہ امیر عثمان سے بیعت کریں۔ اب میں تمہاری بات نہیں سنتا اور فرمانبرداری نہیں کرتا۔ پھر فرمایا میں قسم دیکر تم سے پوچھتا ہوں۔ الخ۔ (فضائل مخصوصہ خود بیان فرمائے)۔

کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۵۵ میں بھی اسی طرح ہے۔ اور زیادہ ہے

ف مروج الذہب برحاشیہ تاریخ کامل طبع مصر جلد ۵ صفحہ ۱۱ میں بھی یہی عبارت ہے ۱۲ مترجم۔

من قول علی ؑ انه قال وایم الله لو اشاء ان اتکلم لتکلم بکلام لا یستطیع عربیهم ولا عجمیهم ولا المعاهد منهم ولا المشرك رد خصلة منها لفعلت ثم بین حقوقه وفضائله۔

وفی التاریخ الکامل جلد ۲ صفحہ ۱۵۷ فبایع (ای ابابکر) عمر وبایعه الناس فقالت الانصار او بعض الانصار لا نبایع الا علیاً قال وتخلف علی وبنو هاشم والزبیر وطلحة للبیعة وقال الزبیر لا اغمد سیفاً حتی یبایع علیؑ فقال عمر خذوا سیفه واضربوا به الحجر ثم اتاهم عمر فاخذهم للبیعة (ثم قال) والصحیح ان امیر المؤمنین ما بایع[1] الا بعد ستة اشهر۔ وفی صفحہ ۱۶۰ جلد ۲ وصفحہ ۱۲۶ قال الزهری بقی علیؑ وبنو هاشم والزبیر ستة اشهر لم یبایعوا ابابکر حتی ماتت فاطمة ؑ فبایعوه۔ وهکذا فی تاریخ الطبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۲۔

وفی ازالة الخفاء صفحہ ۲۷ جلد ۲ چوں روز دیگر بیعت عامہ منعقد شد سادات اہل بیت تخلف نمودند واین اشکال دیگر بہم رسید وفی صفحہ ۲۹ جلد ۲ در ہمیں ایام مشکلی دیگر کہ فوق جمیع مشکلات تواں شمرد پیش آمد وآں این بود کہ زبیر وجمعی از بنی ہاشم در خانہ حضرت فاطمہ زہرا جمع شدہ در باب نقض خلافت مشورہا بکار می بردند حضرت شیخین آنرا بتدبیرے کہ

کہ حضرت علی ؑ نے فرمایا قسم بخدا اگر میں چاہوں تو ایسی کلام کروں کہ کوئی عربی وعجمی اور ذمی ان میں سے یا مشرک ان سے ایک خصلت کے رد کرنے کی جرأت نہ کر سکے تو میں ایسا کر سکتا ہوں پھر اپنے چند فضائل بیان کئے۔ الخ۔

اور تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۵۷ میں ہے۔ پس جب عمر نے ابوبکر سے بیعت کی اور لوگوں نے بھی بیعت کر لی تو جملہ انصار یا بعض انصار نے کہا کہ ہم سوائے حضرت علی ؑ کے کسی دوسرے سے بیعت نہیں کرتے۔ راوی نے کہا ہے کہ حضرت علی ؑ اور بنی ہاشم اور زبیر وطلحہ بیعت ابوبکر سے ہٹ رہے۔ اور زبیر نے کہا میں اپنی تلوار کو بند نہ کروں گا جب تک کہ جناب علی ؑ کی بیعت نہ کی جائے تو امیر عمر نے کہا اس کی تلوار پکڑ لو اور اسکو پتھر پر مارو پھر امیر عمر انکے پاس آیا اور ان کو بیعت کے لئے پکڑا۔ (پھر کہا) صحیح یہ ہے کہ امیر المؤمنین علی ؑ نے چھ ماہ کے بعد ابی بکر سے بیعت کی۔ اور اسی کے صفحہ ۱۶۰ وصفحہ ۱۲۶ جلد ۲ میں ہے زہری نے کہا کہ حضرت علی ؑ اور بنی ہاشم اور زبیر نے چھ ماہ تک بیعت ابی بکر سے نہ کی تھی حتی کہ جناب فاطمہ زہرا ؑ فوت ہوئیں۔ تب باقیماندگان نے بھی بیعت کر لی۔ اسی طرح تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۲ میں بھی ہے۔

اور ازالۃ الخفاء صفحہ ۲۷ جلد ۲ میں ہے۔ جب دوسرے دن عام بیعت منعقد ہوئی تو سادات اہل بیت اسمیں شامل نہوئے اور یہ دوسری مشکل پیدا ہو گئی تھی اور صفحہ ۲۹ جلد ۲ میں ہے کہ ان ایام میں دوسری مشکل پیش آئی جو سب سے بڑی مشکل سمجھنی چاہئے اور وہ یہ تھی کہ زبیر اور جماعت بنی ہاشم حضرت فاطمہ زہرا کے گھر میں جمع ہو کر خلافت ابوبکر کے توڑنے کے بارہ میں مشورے کرتے تھے مگر حضرات شیخین نے مناسب تدبیر سے وہ مجمع منتشر کر دیا۔ انتہی

متخلفین عن بیعت کا بیان

[1] تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ طبع مصر میں اسی طرح ہے۔ اور روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر مولفہ علامہ ابن شحنہ حنفی مطبوعہ مصر برحاشیہ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۲ میں ہے (ترجمہ) امیر عمر نے ابی بکر سے بیعت کر لی اور دوسرے لوگ بھی بیعت میں شامل ہو گئے۔ مگر جماعت بنی ہاشم وزبیر وعتبہ بن ابی لہب وخالد بن سعید بن عاص ومقداد بن اسود وسلمان فارسی وابوذر وعمار بن یاسر وبراء بن عازب وابی بن کعب نے بیعت نہ کی۔ اور وہ سب جناب علی ؑ کی بیعت کے خواہشمند ہوئے۔ اور اسی طرح ابوسفیان بن حرب بھی ابوبکر سے منحرف ہو گیا۔ الخ اور مروج الذہب مسعودی برحاشیہ کامل جلد ۵ صفحہ ۱۰۳ میں ہے جب تک جناب فاطمہ زہرا زندہ رہیں تب تک بنی ہاشم سے کسی نے ابوبکر کی بیعت نہ کی۔ ۱۲ مترجم

قال السید فی رسالۃ الزہراء صفحہ ۱۴۲

قال ابن عبد ربہ فی کتاب العقد الذین تخلفوا عن بیعۃ ابی بکر علیؑ والعباس والزبیر وسعد بن عبادۃ۔ فاما علیؑ والعباس فقعدا فی بیت فاطمۃ حتی بعث ابو بکر عمر بن الخطاب لیخرجہما من بیت فاطمۃؑ۔ وفی ص۱۲۷ عن ابی الفداء فی تاریخہ وامثال الناس یبایعون (ابابکر) خلا جماعۃ من بنی ہاشم والزبیر وعتبۃ بن ابی لہب وخالد بن سعید ابن العاص والمقداد وسلمان الفارسی واباذر وعمار بن یاسر والبراء بن عازب وابی بن کعب ومالوا مع علی ابن ابیطالب وکذلک تخلف عن بیعۃ ابی بکر ابو سفیان من بنی امیۃ ثم ان ابابکر بعث عمر ابن الخطاب الی علی ومن معہ لیخرجہم من بیت فاطمۃ الزہراءؑ فقال ان ابوا علیک فقاتلہم فاقبل عمر بشیٔ من نار علی ان یضرم الدار فلقیتہ فاطمۃؑ وقالت

اور سید اولاد حیدر صاحب نے رسالہ الزہرا ص۱۴۲ میں لکھا ہے کہ ابن عبدربہ نے کتاب العقد میں کہا ہے کہ جو لوگ بیعت ابی بکر سے ہٹ رہے تھے اُن میں حضرت علیؑ اور عباس و زبیر و سعد بن عبادہ ہیں، چنانچہ علیؑ اور عباس جناب زہراؑ کے گھر میں بیٹھ گئے تا اینکہ ابوبکر نے عمر کو بھیجا کہ جاکر دونوں کو حضرت فاطمہؑ کے گھر سے نکال دے۔ اور اسی کے ص۱۲۷ میں تاریخ ابو الفداء سے نقل کیا کہ اکثر لوگ ابوبکر کی بیعت کر رہے تھے سوا جماعت بنی ہاشم کے، اور زبیر و عتبہ بن ابی لہب اور خالد بن سعید بن عاص اور مقداد و سلمان فارسی و ابی ذر و عمار بن یاسر اور براء بن عازب و ابی بن کعب کے۔ کیونکہ یہ سب علی بن ابیطالب کی طرف میلان رکھتے تھے۔ اور اسی طرح بیعت ابوبکر سے ابو سفیان منجملہ بنی امیہ کے ہٹ رہا۔ پھر بتحقیق ابوبکر نے عمر خطاب کو علیؑ کی طرف بھیجا تاکہ اوسکو اور اُسکے ہمراہیوں کو حضرت زہراؑ کے گھر سے نکالدے۔ اور کہا اگر وہ انکار کریں تو اُن سے جنگ کرو۔ پس عمر کچھ آگ اس خیال پر لیکر روانہ ہوا کہ گھر کو جلادے۔ جب جناب فاطمہؑ سامنے آئیں اور فرمایا۔ اے ابن خطاب کیا کرتا ہے۔ کیا تو اسلئے آیا ہے کہ ہمارا گھر جلادے؟ عمر نے کہا ہاں

ذکر احراق عمر بیت فاطمۃ صلوات اللہ علیہا

یا اسفی ان النبیؐ قد اکد بالتمسک بالثقلین وقال لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ولقد احرق الخلیفۃ الثانی ثانی الثقلین واحرق الخلیفۃ الثالث اول الثقلین فما اعظم ادبہما وما اجل قدرہما وما قدروا اللہ حق قدرہ والا نکار انکار المتواترات لانہ قد روی ھذا بطرق کثیرۃ واسانید شہیرۃ وفی کتب لاتعد ولا تحصیٰ۔

فی کنز العمال جلد۳ ص۱۳۹ عن اسلم انہ حین بویع لابی بکر بعد رسول اللہؐ کان علیؑ والزبیر

جناب فاطمہؑ کے گھر کو جلانے کا بیان

ہائے افسوس کہ بتحقیق نبیؐ نے تمسک بالثقلین کے لئے تاکید مزید فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہونے تک ایکدوسرے سے ہرگز جدا نہونگے۔ اور بتحقیق خلیفہ ثانی (حضرت عمر) نے دوسرے ثقل (اہل بیتؑ) کو جلایا اور خلیفہ ثالث (امیر عثمان) نے ثقل اول (قرآن کریم) کو جلادیا پس دونوں نے کیسی ثقلین کی تعظیم سمجھی اور کیا ادب نگاہ رکھا اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کا حق قدر سمجھنے کا نہ سمجھا۔ اور انکار ان واقعات سے انکار متواترات کا لازم آتا ہے کیونکہ یہ واقعہ طرق کثیرہ اور اسانید مشہورہ سے مروی ہے اور بے شمار کتب میں مرقوم ہے کنز العمال جلد ۳ ص۱۲۹ میں اسلم سے روایت ہے جب بعد رسول اللہ کے ابوبکر صاحب کی بیعت کی گئی تب حضرت علیؑ و زبیر جناب

احراق بیت فاطمہؑ کی تفصیل

۱؎ سیرۃ ابن ہشام ... روض الانف طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۲۴۸ میں ہے کہ علی ابن ابی طالب و زبیر بن عوام و طلحہ بن عبید اللہ فاطمہ الزہرا کے گھر میں بیٹھ گئے اور انہوں نے بیعت ابو بکر سے پرہیز کی ۱۲ مترجم

۲؎ شرح مقاصد تفتازانی ص۲۸۱ میں ہے کہ علی و زبیر و مقداد و سلمان و ابو ذر بیعت ابی بکر سے ہٹ رہے ۱۲ مترجم۔

یدخلون علی فاطمة ع بنت رسول الله ص
ویشاورونها ویرتجعون فی امرهم فلما
بلغ ذلك عمر ابن الخطاب خرج حتی دخل
علی فاطمة ع فقال یا بنت رسول الله ص
ما من الخلق احب الیّ من ابیك وما من
احد احب الینا بعد ابیك منك وایم الله
ماذاك بمانعی ان اجتمع هؤلاء النفر عندك
ان امرتهم ان یحرق علیهم الباب فلما
خرج عمر جاؤها قالت تعلمون ان عمر قد
جاءنی وقد حلف بالله لئن عدتم لیحرقن
علیکم البیت وایم الله لیمضین لما حلف
علیه فانصرفوا راشدین فرأوا رأیکم
(امر من الرویة [illegible] مؤلف ۱۲)
ولا ترجعوا الیّ فانصرفوا عنها ولم یرجعوا
الیها حتی بایعوا لابی بکر رواه ابن ابی شیبة
وهکذا فی ازالة الخفاء صفحہ ۲۹ جلد ۲۔
وفی ازالة الخفاء جلد ۲ ص ۱۷۹ ابوبکر عن
اسلم باسناد صحیح علی شرط الشیخین انه
حین بویع ـ الحدیث کما مر ـ قوله علی شرط
الشیخین ای صحته علی شرط صحة الشیخین
لا انه مذکور فی الصحیحین فتدبر ـ
قال الامام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری
المتوفی سنہ ۳۱۰ھ فی تاریخ الامم والملوك
طبع مصر ص ۱۹۸ ج ۳ حدثنا ابن حمید ثنا
جریر عن مغیرة عن زیاد بن کلیب
قال اتی عمر ابن الخطاب منزل علیؑ و
فیه طلحة والزبیر ورجال من المهاجرین
فقال والله لاحرقن علیکم او لتخرجن
الی البیعة فخرج علیه الزبیر[1] ـ الخ

فاطمہ دختر پاک رسول اللہ کے پاس گئے۔ اور بی بی صاحبہ سے
مشورہ کرتے تھے اور مکرر سہ کرر اس کام میں غور کرتے تھے۔
جب یہ بات عمر بن خطاب کو پہونچی وہ چل پڑا حتی کہ جناب فاطمہ زہراؑ
کے پاس پہونچا اور کہا کہ اے دختر نبی ص خلقت سے تیرے باپ
کے برابر مجھے کوئی پیارا نہیں اور بعد نبی ص کے کوئی تجھ سے بھی زیادہ
پیارا نہیں مگر خدا کی قسم یہ باتیں مجھے اس سے نہیں روکتیں کہ جو لوگ
تیرے پاس جمع ہو گئے ہیں اُن کے لئے میں حکم دوں کہ دروازہ
سے آگ لگا کر اُن پر گھر کو جلا دیا جائے۔ جب امیر عمر کے نکلنے پر
وہ لوگ بی بی صاحبہ کے پاس آئے۔ بی بی صاحبہ نے فرمایا۔ کہ
تم جانتے ہو بتحقیق عمر نے میرے پاس آکر قسم اُٹھائی ہے کہ اگر تم
اس گھر میں رجوع کرو۔ تمہارے اوپر گھر کو جلا دیگا۔ اور خدا کی قسم
کہ جسپر اُسنے قسم کھائی ہے وہ کر کے رہیگا۔ پس سیدھے چلے جاؤ
اور اپنے فکر کے مطابق عمل کرو اور میری طرف لوٹ کر نہ آنا۔
یہ سُنکر سب چلے گئے اور بی بی صاحبہ کے گھر واپس نہ آئے حتی کہ
اُنھوں نے ابوبکر سے بیعت کر لی۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت
کیا۔ اور اسی طرح بعینہ ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص ۲۹ میں بھی ہے۔
اور ازالۃ الخفاء صفحہ ۱۷۹ جلد ۲ میں بھی اسی روایت کو اس طرح
لکھا ہے۔ کہ ابوبکر بن ابی شیبہ اسلم سے باسناد صحیح شرط شیخین
پر روایت کرتا ہے یعنی صحت اسکی شرط صحت شیخین پر ہے
نہ یہ کہ وہ بخاری و مسلم میں مذکور ہے۔ پس فکر کر اور سمجھ لے۔
ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی سنہ ۳۱۰ھ نے تاریخ الامم والملوک
طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۱۹۸ میں لکھا ہے۔ ہمکو حدیث بیان کی
ابن حمید نے اُسکو جریر نے اُسنے مغیرہ سے سُنا اس نے زیاد
بن کلیب سے اُسنے کہا عمر بن خطاب علی ع کے مکان پر آئے
اور اُسکے اندر طلحہ و زبیر اور کچھ آدمی مہاجرین کے تھے۔ پس امیر
عمر نے کہا اللہ تعالی کی قسم ہے ضرور تم پر گھر جلا دونگا یا تم
بیعت کیلئے نکل آؤ۔ تب زبیر نکلا۔ الخ۔

[1] تتمہ اس عبارت کا تاریخ طبری میں اس طرح مرقوم ہے۔ کہ زبیر تلوار لیکر نکلا مگر لغزش کھا کر گر پڑا۔ جب عمر کے ساتھیوں نے
حملہ کر کے اُس کو پکڑ لیا۔ ۱۲ مترجم۔

وفی عقد[1] الفرید ج ۲ ص ۱۷۶ طبع مصر، وفی
تاریخ المختصر فی اخبار البشر المسمیٰ بتاریخ
ابی الفداء ج ۱ ص ۱۵۶/۱۶۴ حتیٰ بعث الیہم
ابو بکر عمر ابن الخطاب فاقبل بقبس[2] من
نار علی ان یضرم[3] علیہم الدار وقد ذکر
فی التاریخ الکامل ج ۱۱ ص ۱۱۳ والامامۃ والسیاسۃ
ج ۱ ص ۲۰ ومروج الذہب ج ۹ ص ۱۵۹ والاستیعاب
علی الاصابہ ج ۲ ص ۲۵۵ وتاریخ الخمیس ج ۲ ص ۱۶۹
قال السید فی رسالۃ الزہرا ص ۱۳ قال العلامۃ
ابن خرابۃ فی کتابہ الغرر قال زید بن
اسلم کنت ممن حمل الحطب مع عمر الی
باب فاطمۃ قال وفی البیت علیؑ وفاطمۃ والحسن
والحسین وجماعۃ من اصحاب النبیؐ۔ قال
العلامۃ البلاذری باسنادہ فجاء عمر ومعہ قبس
وان شئت مزید توضیح فارجع الی رسالتی النار
الموقدۃ والنار الحاطمہ تجدہما کافیۃ۔ واما
تشیید المطاعن فہو مجلد ضخیم وفیہ نفع عظیم
لمن اراد التحقیق فلیرجع الیہ۔

اور عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۱۷۶ طبع مصر میں۔ نیز تاریخ المختصر فی اخبار البشر
مسمیٰ بہ تاریخ ابو الفداء ج ۱ ص ۱۵۶/۱۶۴ میں ہے۔ حتی کہ ان کی طرف
ابو بکر نے عمر بن خطاب کو بھیجا اور وہ کچھ آگ اس خیال پر لے گیا
کہ گھر کو ان پر جلا دے۔ الخ اور یہی روایت تاریخ کامل ج ۱۱
ص ۱۱۳ اور امامۃ والسیاسۃ جلد ا ص ۲۰ اور مروج الذہب برکامل
ج ۹ ص ۱۵۹ اور استیعاب علی الاصابہ ج ۲ ص ۲۵۵ میں اسلم سے اور
تاریخ خمیس ج ۲ ص ۱۶۹ میں لکھی ہے۔
اور سید اولاد حیدر صاحب نے رسالہ زہرا ص ۱۳ میں لکھا ہے
علامہ ابن خرابہ نے اپنی کتاب الغرر میں کہا ہے کہ زید بن اسلم
نے کہا میں بھی اُن لوگوں میں تھا جنہوں نے امیر عمر کے ساتھ
دروازہ زہراؑ پر لکڑی جمع کی تھی۔ اور اُس گھر اطہر میں علیؑ
و فاطمہ و حسن و حسین اور ایک جماعت اصحاب نبیؐ سے تھی۔
اور علامہ بلاذری نے اپنے اسناد سے کہا۔ پس آیا عمر اور اُسکے
ساتھ کچھ آگ بھی تھی۔ اگر اِس کی زیادہ توضیح مطلوب ہو
تو رسالہ النار الموقدہ والنار الحاطمہ دیکھو۔ ان دونوں کو
اس باب میں کافی پاؤ گے۔ اور تشیید المطاعن مجلدات
ضخیمہ میں تالیف ہو چکی ہے جس میں طالب تحقیق کے لئے
نفع عظیم ہے۔ جو چاہے دیکھ لے۔

[1] عقد الفرید طبع مصر ج ۳ ص ۶۳ میں یہ عبارت میری چشمدید ہے۔ فاما علی والعباس والزبیر فقعدوا فی بیت فاطمۃ حتی بعث (ابوبکر) الیہم عمر بن الخطاب لیخرجہم من بیت فاطمۃ وقال ان ابوا فقاتلہم فاقبل بقبس من نار علی ان یضرم علیہم الدار فلقیتہ فاطمۃ فقالت یا ابن الخطاب اجئت لتحرق دارنا قال نعم او تدخلوا فی ما دخلت فیہ الامۃ۔ الخ (ترجمہ اس کا گذر چکا ہے) اور الامامۃ والسیاسۃ میں لکڑی دروازہ پر جمع کرنیکا ذکر بھی ہے۔ مگر متن کتاب میں بنظر اختصار اصل عبارت اُسکی نہیں لکھی گئی۔ اور العقد الفرید کے اختلاف جلد و صفحہ کی غلطی نہیں ہے۔ بلکہ دو دفعہ کے طبع مصر سے اختلاف نمبر جلد و صفحہ کا آگیا ہے۔ ۱۲ منہ مترجم

[2] کذا فی شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ا ص ۱۳۰/۱۳۴ ایضاً جلد ۲ ص ۱۹ بزیادۃ تفصیل ۱۲ مترجم

[3] روضۃ المناظر میں علامہ ابن شحنہ حنفی نے واقعہ احراق کو اس عبارت سے لکھا ہے۔ ثم ان عمر جاء الی بیت علی لیحرقہ علی من فیہ فلقیتہ فاطمۃ فقال ادخلوا فیما دخلت فیہ الامۃ۔ اگرچہ الفاظ تھوڑے فرق سے وارد ہیں مگر مآل و مقصود سب کا ایک ہے۔ جو مضمون الامامۃ والسیاسۃ کا مؤید ہے اور اس سے ملتا جلتا ہے ۱۲ مترجم۔
(نوٹ) واقعہ احراق بیت فاطمہؑ تواریخ انگریزی سے کتب ذیل میں بھی مرقوم ہے۔ سکسرز اوف محمد واشنگٹن اروِنگ مطبوعہ لنڈن ص ۷ ڈیون پورٹ کے اردو ترجمہ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۳ ۔ مسٹر گبن کی مشہور کتاب ڈیکلائن اینڈ فال دی رومن امپائر (زوال سلطنت روم) مطبوعہ فریڈرک وارن اینڈ کمپنی لنڈن جلد سوم ص ۵۱۹ ۔ اوکلی کی ہسٹری اوف دی سیراسنز (تاریخ اسلام) مطبوعہ جارج بل اینڈ سنز لنڈن ص ۸۳ ابو الفرج ملطی نصرانی متوفی سنہ ۶۸۴ھ کی عربی تاریخ مختصر الدول ۱۲ مترجم۔ ۷ (مروج الذہب برکامل ج ۶ ص ۱۵۹) جب عبد اللہ بن زبیر کے بنی ہاشم سے محمد بن حنفیہ کو قید کرنے اور لکڑیاں اسکو جلانے کے لئے جمع کرنے کا ذکر آتا تھا تو عروہ بن زبیر عبد اللہ کا بھائی کہتا تھا صرف انکا دھمکانا مطلوب تھا جو

قال السیوطی فی الدر اخرج ابن مردویہ عن انس بن مالك و بریدۃ قال قرأ رسول الله صلعم ھٰذہ الآیۃ۔ فی بیوت اذن الله ان ترفع فقام الیہ رجل فقال ای بیوت ھٰذہ یارسول اللہؐ قال بیوت الانبیاء فقام الیہ ابوبکر فقال یارسول الله ھٰذا البیت بیت علیؑ وفاطمۃؑ قال نعم من افاضلھا۔ وھٰکذا رواہ الثعلبی۔

اور سیوطی نے درمنثور میں لکھا ہے ابن مردویہ نے انس بن مالک اور بریدہ سے روایت کی ہے۔ کہا رسول اللہ صلعم نے اس آیت کو پڑھا (فی بیوت اذن اللہ) یعنے ایسے گھر جن کیلئے اللہ تعالےٰ نے اذن دیا ہے کہ بلند کئے جائیں۔ تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا۔ یارسول اللہؐ وہ کونسے گھر ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا پیغمبروں کے گھر ہیں۔ پھر ابوبکر نے کھڑے ہو کر کہا یہ گھر تو گھر علیؑ و فاطمہؑ کا ہے۔ رسول پاکؐ نے فرمایا۔ ہاں یہ سب گھروں سے افضل ہے۔ اسی طرح اسکو ثعلبی نے بھی روایت کیا ہے۔

فی کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۵ قال ابوبکر فی مرض موتہ فاما التی فعلتھا وددت انی لم افعلھا وددت انی لم اکن اکشف بیت فاطمۃ وترکتہ وان اغلق علی الحرب[1] و وددت انی یوم سقیفۃ بنی ساعدۃ کنت قذفت الامر فی عنق احد الرجلین ابی عبیدۃ بن الجراح او عمر فکان امیرا وکنت وزیرًا۔ الخ رواہ ابو عبید فی کتاب الاموال وخیثمہ بن سلیمان الطرابلسی فی فضائل الصحابۃ والطبرانی وابن عساکر وسعید بن منصور وقال انہ حدیث حسن۔

کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۵ میں ہے۔ ابوبکر نے اپنی مرض موت میں کہا لیکن جو کچھ میں کرچکا ہوں۔ اور پسند کرتا ہوں کہ میں اُسے نہ کرتا یہ ہے کہ فاطمہ کے گھر کو نہ کھولتا۔ اور اُسکو چھوڑ دیتا اگرچہ میں جنگ پر مجبور کیا جاتا۔ اور دوست رکھتا ہوں کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے دن میں اس امر خلافت کو دو شخصوں سے یعنے ابی عبیدہ بن جراح یا عمر ایک کے گلے میں ڈال دیتا۔ وہ امیر ہوتا اور میں وزیر ہوتا۔ الخ۔ اسکو ابو عبید نے کتاب الاموال میں اور خیثمہ بن سلیمان طرابلسی نے فضائل صحابہ میں اور طبرانی وابن عساکر وسعید بن منصور نے روایت کیا۔ اور حدیث کو حسن کہا ہے۔

واما استدلال اھل السنۃ بامامۃ ابی بکر

استدلال اہلسنت کا امامت ابوبکر سے نماز میں

واما استدلال اھل السنۃ والجماعۃ بامامۃ ابی بکر فی الصلوٰۃ یوم مرض النبیؐ بامرہؐ فلیس بسدید لوجوہ۔ منھا ان ھذ الحدیث فی کتبھم فلا حجۃ علی الخصم۔ ومنھا ان ھٰذا الحدیث انکان حجۃ ونصًا للخلافۃ لاحتج بہ ابوبکر علی المنازعین والمتخلفین

اور استدلال اہل سنت وجماعت کا نماز میں امامت ابوبکر سے جو مرض نبی میں بامر نبی ہوئی بچند وجوہ صحیح نہیں ہے۔ ایک اُن سے یہ ہے کہ یہ حدیث صرف کتب اہل سنت میں ہے شیعہ کی مسلّم نہیں۔ لہذا خصم پر حجت نہیں ہوسکتی۔ اور دوسری یہ کہ اگر یہ حدیث حجت اور نص ہوتی تو خلافت کے وقت حضرت ابوبکر تنازع کرنے والوں پر اور بیعت سے ہٹ رہنے والوں پر

[1] اسی طرح عقد الفرید طبع مصر جلد ۳ ص ۶۸ میں ہے۔ نیز شرح نہج البلاغۃ مؤلفہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر ص ۱۹/۲۰ ج ۲ میں باسناد ابوبکر جوہری مروی ہے کہ ابوبکر نے کہا لیتنی لم اکشف بیت فاطمۃ ولو اغلق علی الحرب۔ ۱۲
مترجم

ولم یثبت احتجاجه به ولا من انصاره و
اعوانه ومنها ان الحدیث مضطرب[1] اشد
اضطراب لانه جاء فی مقام ان النبی صلعم
کان اماما وابو بکر کان مقتدیا بالنبی ص و
هذا هو الصحیح عندهم ان صح کما قاله
النووی فی شرح المسلم ص۱۷۷ ج۱ واحتجوا
بان النبی صلعم صلّی فی مرض وفاته بعد
هذا قاعدا وابو بکر والناس خلفه قیاما
وانکان بعض العلماء زعم ان ابا بکر کان
هو الامام والنبی ص مقتد به لکن الصواب
ان النبی علیه السلام کان هو الامام[2] و
قد ذکره مسلم بعد هذا الباب صریحا۔ انتهیٰ
وجاء فی مکان آخر ان النبی ص والناس کانوا
مقتدین وان ابا بکر کان اماما لهم والقول
بالتعدد فلم یثبت علیٰ ان النبی ص کان
مریضا مغشیا علیه وقد غلبه الوجع عندهم
فکیف امر بالامامة وکیف یکون هذا الحکم
فی هذه الحالة حجة ولم یمکن
النبی صلعم یکتب لغلبة
الوجع عندهم

اس سے حجت قایم کرتے مگر حجت پکڑنا ثابت نہیں ہوا۔ اور نہ اُس کے یاروں اور مددگاروں نے اس سے حجت پکڑی تھی۔ اور تیسری یہ کہ یہ حدیث مضطرب باضطراب شدید ہے۔ کیونکہ بعض جگہ آیا ہے کہ نبی ص امام تھے اور ابوبکر نبی ص کا مقتدی تھا اور علماء اہل سنت کے نزدیک یہی روایت صحیح ہے بشرطیکہ واقع صحیح ہو جیساکہ نووی نے شرح صحیح مسلم جلد اول ص۱۷۷ میں کہا ہے۔ انہوں نے اس سے حجت پکڑی ہے کہ نبی علیہ السلام نے مرض الوفات میں بعد اسکے بیٹھے ہوئے نماز پڑھی۔ اور ابوبکر معہ دیگر لوگوں کے نبی ص کے پیچھے کھڑے تھے۔ اور اگرچہ بعض علماء نے زعم کیا ہے کہ ابوبکر امام تھا اور نبی ص اوس کے مقتدی تھے۔ لیکن صواب اور صحیح یہ ہے کہ نبی ص امام تھے۔ اور بتحقیق مسلم نے بعد اس باب کے اسبات کو صریح بیان کیا ہے۔ انتہیٰ۔ اور دوسری جگہ آیا ہے کہ نبی ص اور دوسرے لوگ ابوبکر کے مقتدی تھے۔ اور بہت دفعہ یہ واقعہ ہونا کہ کبھی ابوبکر امام ہوا اور کبھی مقتدی ہو ثابت نہیں ہے۔ علاوہ اسکے بتحقیق جب نبی علیہ السلام بقول امیر عمر ایسے مریض تھے کہ اُنپر غشی طاری تھی۔ اور انہی اہل سنت کے نزدیک درد کے غلبہ سے نعوذ باللہ بیجا کلمات اُن سے نکل رہے تھے۔ پس امر امامت ابی بکر کا کیسے زبان پاک سے صحیح صادر ہوگیا۔ اور ایسی حالت میں بقول انکے یہ حکم کیسے قابل حجت ہو سکتا ہے؟ کیونکہ درد کے غلبہ سے

[1] تاریخ طبری جلد ۳ ص۱۹۵ مطبوعہ مصر میں مذکور ہے کہ رسول ص نے حضرت علی ع کو نماز پڑھانے کے لئے طلب فرمایا تو حضرت عائشہ نے کہا اگر ابوبکر کو بلاتا تو کیا حرج ہے۔ حفصہ نے کہا اگر عمر کو بلائے تو اچھا ہے۔ تب تینوں کو بلاکر رخصت کر دیا۔ آخر پھر ابوبکر کو نماز کا حکم دیا۔ میں کہتا ہوں کہ درحقیقت یہ حکم ابوبکر کو نماز پڑھانیکا بی بی عائشہ نے دیا اور لوگوں میں مشہور کیا کہ اندرون پردہ سے سرور عالم نے اسی طرح حکم دیا ہے اور یہ کچھ بعید نہیں۔ کیونکہ بی بی صاحبہ کو ادنیٰ مصلحت یعنی اپنی سوتن (سوکن) کے برخلاف نبی ص کو نفرت دلانے کی غرض سے بر خلاف واقعہ آنحضرت پر بدبوئے مغافیر کو ظاہر کردینے کی جرأت ہوگئی ہتی جس کا قصہ سورت تحریم میں موجود ہے۔ اور برخلاف حکم قرآن کریم کے موضوع حدیث لا نورث کی بپاس خاطر اپنے والد ابوبکر کے دلیرانہ تائید کردی اور برخلاف حکم الٰہی قرن فی بیوتکن کے جنگ جمل میں سپاہ سالار ہوکر سردار باغیوں کی بنکر امیر المومنین علی ع سے جنگ چھیڑ دی تو آپکا امامت کے واقعہ میں جو ان کے والد بزرگوار کے واسطے بہت مفید تھا بنابر مصلحت خلاف واقعہ بیان کردینا کوئی جائے تعجب نہیں ہے۔ واللہ اعلم ۱۲ مترجم۔

[2] روض الانف شرح سیرۃ نبویہ ابن ہشام جلد ۲ ص۳۶۹ میں ہے کہ ابوبکر کا امام ہونا اور رسول اللہ ص کا مقتدی ہونا بطریق مرسل وارد ہے مگر معروف و مشہور صحاح میں یہ روایت ہے کہ نبی ص امام تھے اور ابوبکر مقتدی تھا۔ تعجب ہے کہ نبی ص کا جنازہ بقول اہل تسنن فرداً فرداً پڑھا گیا ہے اور وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ نبی ص بحالت حیات و ممات امام تھے۔ کوئی اُن کے سامنے بحالت میت

ومن ثمّ منع عمر ما سئل النبی م عنھم بقولہ ایتونی ؎

وفی نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۹ وقد اختلف فی ذلک (ای فی امامۃ الصلوٰۃ فی مرض النبی م لابی بکر) اختلافاً شدیداً کما قال الحافظ ففی روایۃ لابی داؤد ان رسول اللہ م کان المقدم بین یدے ابی بکر وفی روایۃ لابن خزیمۃ فی صحیحہ عن عائشۃ انھا قالت من الناس من یقول کان ابوبکر المتقدم بین یدی رسول اللہ ومنھم من یقول کان النبی م المقدم (الے ان قال فی الفتح) تضافرت الروایات عن عائشۃ بالجزم بما یدل علے ان النبی کان ھو الامام فی تلک الصلوٰۃ ثم قال بعد ان ذکر الاختلاف فمن العلماء من سلک الترجیح فقدم الروایۃ التی فیھا انہ کان اماماً ومنھم من سلک الجمع فحمل القصۃ علے التعدد ؎

علے وقد صرح ان التعدد لم یثبت ۱۲ مؤلف

والظاھر من روایۃ الباب المتفق علیھا ان النبی م کان اماماً وابوبکر کان موتماً ویؤید ذلک روایۃ مسلم الخ وفی المیزان الکبریٰ للشعرانی ج ۱ ص ۱۶۹ ویؤید الامام مالکاً فی ذلک اختلاف الصحابۃ فی صلوٰۃ رسول اللہ خلف ابی بکر فان طائفۃ من الصحابۃ

حکم کتابت وغیرہ کے قابل نہ تھے۔ اسی واسطے عمر صاحب نے جب رسول اللہ صلعم نے اون سے قرطاس (کاغذ) طلب فرمایا تعمیل نہ ہونے دی۔

اور نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۹ میں ہے۔ اس میں یعنی روایت امامت صلوٰۃ ابی بکر میں بوقت مرض نبی علیہ السلام کے سخت اختلاف ہے جیساکہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے۔ پس روایت ابی داؤد میں ہے کہ تحقیق رسول اللہ م ابی بکر کے پیش نماز تھے۔ اور روایت ابن خزیمہ جو اُسکی صحیح میں ہے۔ بی بی عائشہ سے اس طرح مروی ہے کہ تحقیق وہ کہتی تھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابوبکر صاحب پیش نماز رسول اللہ م کا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نبی ص امام تھے۔ تا اینکہ فتح الباری میں کہا بہت تقویت یافتہ ہیں وہ روایات جو بی بی عائشہ سے بالیقین اس طرح مروی ہیں کہ نبی علیہ السلام اس نماز میں امام تھے۔ پھر بعد ذکر اختلاف کے لکھا ہے پس علماء ترجیح کے طریق میں اس روایت کو مقدم سمجھتے ہیں کہ وہ امام تھا۔ اور بعض احادیث کی جمع یوں کرتے ہیں کہ چند دفعہ یہ واقعہ ہوا اور ظاہر روایت باب سے جو روایت متفق علیہ ہے یہ ہے کہ نبی م امام تھے اور ابوبکر مقتدی۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو مسلم نے روایت کی ہے۔ الخ۔ انتہی من النیل ناقلاً عن الفتح ؎

اور میزان شعرانی ج ۱ ص ۱۶۹ میں ہے۔ ابی بکر کے پیچھے رسول اللہ م کے نماز پڑھنے میں جو صحابہ کا اختلاف ہے وہ امام مالک کی اس بات کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ بتحقیق ایک جماعت صحابہ کی

ے فتح الباری مطبوعہ دہلی جلد اول جزء ثالث ص ۳۷۲ میں ہے اسپر تعقب کیا گیا ہے اس سے کہ ابوبکر تکبیر پہونچانیوالا تھا جیساکہ باب من اسمع التکبیر کی دوسری روائت اعمش میں مذکور ہوگا۔ اسی طرح اسکو مسلم نے ذکر کیا ہے اور اس طرح پس معنی اقتدا کے یہ ہیں کہ اقتدا لوگوں کی آواز ابی بکر سے تھی نہ ذات ابی بکر سے۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی م بیٹھے تھے اور ابوبکر کھڑا تھا۔ پس بعض افعال نبی م کے مقتدیوں پر مخفی ہوتے تھے۔ جو قریب کھڑا ہوتا ظاہر کرتا تھا تو گویا ابوبکر لوگوں کے حق میں امام کا کام دے رہا تھا۔ پھر ص ۳۸۲ میں کہا ہے مانع امامت ابی بکر نے اس سے حجت پکڑی ہے کہ رسول علیہ السلام کے آگے ہونا واسطے منع فرمانے اللہ تعالیٰ کے بقول لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ کے جائز و صحیح نہیں ہوسکتا اور اسواسطے کہ بقول نبی م کے امام (پیش نماز) شفیع ہوتا ہے۔ اور نبی م کا کوئی آدمی شفیع نہیں ہوسکتا۔ انتہی ابن حجر نے اس کے بعد روایت موضوعہ عبدالرحمن بن عوف کے پیچھے حضرت م کے نماز پڑھنے کی لکھی ہے جس کو اپنے زعم میں برخلاف قرآن کے صحیح سمجھا حالانکہ ظاہر قرآن کے مخالف کوئی مومن تسلیم نہیں کرسکتا۔ ۱۲ مترجم۔ ے (یہ حاشیہ برص ۲۴۶ ملاحظہ کریں)

کانت تقول ان رسول اللہ ص کان اماماً۔الخ
ومن البدیهیات ان مطلق الاجماع[1] لیس
بدلیل الصحۃ للخلافۃ ولا بمستلزم لنفی
الضلالۃ والا فقد اجمع اکثر الناس علیٰ قتل
عثمان واجمع بعضهم علیٰ قتل علیؑ واکثرهم
علیٰ قتل حسینؑ ولیس بقائل ان عمر فی انعقاد
بیعۃ ابی بکر وان عبد الرحمٰن بن عوف فی
انعقاد بیعۃ عثمان کانا معصومین صائبین
فی الفکر وان سائر الصحابۃ المدعیین و
المنکرین کانوا علی الخطاء مع ان کثیراً من
کبراء الصحابۃ وکملائهم وزهادهم کعلیؑ
ومن معہ وسعد وغیرهم کانوا ساخطین کارهین
علیٰ ذٰلک حتیٰ ماتوا وقد سلم ان خروج علیؑ
عن الاجماع مبطل للاجماع کما ذکر من قبل۔
واما استدلالهم بکتاب علیؑ[2] الی معاویۃ انہ
بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر وعمر وعثمان
علیٰ ما بایعوهم علیہ۔ الخ کما فی نهج البلاغۃ
ص۱۸۹ طبع ایران وما شابہ ذٰلک فلیس بمفید
لانہ علیہ السلام قال هٰذا علیٰ زعمهم

یہ کہتی ہے کہ رسول اللہ ص ہی امام تھے۔ اور بدیہیات سے ہے
کہ مطلق اجماع دلیل صحت خلافت کی جو مستلزم نفی ضلالت
ہو نہیں ہو سکتا۔ ورنہ تو اکثر لوگ صحابہ سے قتل عثمان پر اجماع
کر گئے تھے۔ اور بعض لوگ قتل علیؑ پر اتفاق کر گئے اور بہت
لوگ قتل امام حسینؑ پر متفق ہوئے۔ حالانکہ ان کے اس اجماع
کو صحیح تسلیم نہیں کیا گیا۔ اور کوئی بھی قائل نہیں کہ امیر عمر بیعت
ابی بکر کے منعقد کرنے میں۔ اور عبد الرحمٰن بن عوف بیعت امیر
عثمان کی منعقد کرنے میں معصوم اور صائب فی الفکر تھے
اور دیگر صحابہ مدعیان خلافت یا منکرین خلافت ابی بکر خطا پر
تھے۔ باوجودیکہ بہت بڑے صحابہ کامل وزاہد مثل علیؑ اور
ان کے ہمراہیوں اور سعد بن عبادہ وغیرہ کے غضبناک تھے
اور خلافت ابو بکر کو ناجائز سمجھتے تھے حتیٰ کہ مرتے دم تک
ان کا یہی حال رہا اور یہ قول بھی مسلّم مذکور ہو چکا ہے کہ علیؑ کا
اجماع سے خارج رہنا اجماع کو باطل کرتا ہے؛
اور جو خط علیؑ سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ معاویہ کی طرف
اُنہوں نے لکھا کہ تحقیق میری بیعت اُن لوگوں نے اسی طریق
پر کر لی ہے جنہوں نے ابو بکر و عمر و عثمان سے کر لی تھی جیسا کہ
نہج البلاغت صفحہ ۱۸۹ طبع ایران میں ہے۔ یا مشابہ اس کے کوئی
استدلال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ علیؑ نے مخالفین کے زعم کے مطابق

(حاشیہ متعلق ص۲۴۵) جب اس قدر حدیث اماماً صغریٰ کی مضطرب اور مختلف فیہ ہے تو اس سے امامت کبریٰ ابی بکر پر دلیل پکڑنا
خلاف عقل ہے ۱۲ مترجم۔

[1] اور بیان کیفیت انعقاد خلافت ابی بکر سے ثابت وظاہر ہے کہ کوئی اجماع نہیں ہوا۔ صرف امیر عمر کی کارپردازی ہے۔ اور جو اجماع
سکوتی ہوا ہر یہ اجماع صحیح کسلم بقوانین اصول نہیں ہے۔ جیسا کہ قول نودی و نور الانوار سے لکھا جا چکا ہے کہ جب تک کل افراد کا اجماع
نہ ہو تو قابل حجت نہیں ہو سکتا۔ ۱۲ مترجم۔

[2] نیز بعض لوگ استدلال کرتے ہیں اس سفارت حضرت علیؑ سے جو مسلمین کی طرف سے انہوں نے امیر عثمان کو پہنچائی۔ اور نہج البلاغت
میں مذکور ہے کہ تو کیا نہیں جانتا جو میں سمجھاؤں۔ تم نے رسول ص کی صحبت میں سب کچھ سنا سو یہ استدلال بھی غلط ہے کیونکہ بعض الفاظ
اس میں معتقدین عثمان عام مسلمین کی طرف سے حضرت علی نے بیان فرمائے نہ اعتقاداً جیسا کہ سفیر کا کام پیغام پہنچانا ہوتا ہے
اور بعض الفاظ حکمت آمیز مصلحت وقت پر نصیحت کی بنا پر فرمائے۔ زیادہ قابل تشریح ایک کلام ہے جس کو میں علامہ ابن
ابی الحدید سنی کی شرح سے لکھتا ہوں تاکہ شبہ معنیٰ کا جاتا رہے۔ شرح نہج البلاغۃ ص۴۸۲ جلد ۲ طبع مصر میں علامہ مذکور لکھتا
ہے۔ قولہ (ما اعرف شیئاً تجہلہ) (ش) واقسم علیٰ ذٰلک انہ لا یعلم ماذا یقول لہ لانہ لا یعرف امراً یجہلہ
ای من هذہ الاحداث خاصۃً وهٰذا حق لان علیاً لم یکن یعلم منها ما یجہلہ عثمان۔ یعنے میں کوئی ایسی چیز نہیں
جانتا جو تجھے معلوم نہ ہو۔ ان بدعات سے جو تو نے نکالی ہیں کیونکہ تم نے باوجود ان کے علم ناجائز بدعات ہونے کے عمداً عمل میں لائی ہیں
پس میں تجھے کیا بتاؤں یہ بالخصوص علم بدعات کے واسطے فرمایا نہ یہ کہ کمال علم علی سے مطلقاً امیر عثمان کا علم مساوی تھا چنانچہ خود شارح

معاویہ کے نام حضرت امیرؑ کے خط کا جواب

كما هو داب الجواب فى مقابلة الخصم مسلمات
الخصم لا بما عنده عليه السلام كما هو ظاهر
كالشمس فى نصف النهار من احاديث ائمتنا
كلهم فى مواضع كثيرة وعدم محاربته عليه السلام
بالثلاثة فى زمن خلافتهم لانه عليه السلام
كره الاختلاف فى الدين متىٰ ما اظهر الاسلام
ولم يرتدوا عنه كما روى فى روضة الكافى
من فروعه ص ۱۵۹/۱۶۰ ج ۳ - اول من بايعه (اى
ابا بكر) ابليس لعنه الله وكان احب
الى امير المؤمنين ان يقرهم على
ما صنعوا يعنى لا اله الا الله محمد رسول
الله من ان يرتدوا عن جميع الاسلام
فلذلك كتم على امره وبايع مكرهًا
حيث لم يجد اعوانًا۔
وفى صفحہ ۱۴۲ فى خطبة امير المؤمنين
وزعموا ان من اختاروا
من ال ابى قحافة
اولى بمقام رسول
الله ممن اختاره
الرسول لمقامه
وفى ص ۱۲۷
قلت لابى جعفر عليه السلام

خط لکھا تھا جیسا کہ طریقہ جواب کا مقابلہ خصم میں ہوتا ہے کہ جو مسلمات خصم ہوں انسے جواب دیا جاتا ہے خواہ خود مجیب نہ مانتا ہو یہ نہیں کہ اپنا عندیہ علی ع نے بیان فرمایا ہو جیسا کہ ہمارے تمام ائمہ کی احادیث سے بہت مقامات میں مثل سورج کے ظاہر ہے (اور بعض احادیث مفسر بعض کی ہوتی ہیں) اور علی ع نے خلفائے ثلاثہ سے اسلئے جنگ نہیں کی کہ اختلاف کرنا اور فساد دین میں ناپسند کرتے تھے۔ جب تک کہ لوگ اسلام کو ظاہر کریں اور مرتد محض نہ ہو جائیں۔ یہ نہیں کہ ان کی خلافت کو حق سمجھا تھا جیسا کہ خلافت ابی بکر کی حقیقت پر یہ روایت روشنی ڈالتی ہے۔ جو روضہ کافی جلد ۳ فروع کافی صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۰ میں صادق علیہ السلام سے ہے۔ کہ اول جس نے ابو بکر سے بیعت کی تھی وہ ابلیس تھا۔ خدا اسپر لعنت کرے اور امیر المومنین کو یہ پسند تھا کہ ان کو اس اقرار پر رہنے دیں جو کہتے ہیں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے نہیں ہے۔ اور محمد رسول اللہ ہے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ کلی اسلام سے مرتد ہو جائیں۔ لہذا اپنے کام کو مخفی رکھا اور مجبور ہو کر بیعت کر لی۔ اسلئے کہ ظاہری مددگار مقابلہ میں نہ پائے۔
اور اسی روضہ کے ص ۱۴۲ میں امیر المومنین کے خطبہ میں ہے اور لوگوں نے گمان کیا ہے کہ جسکو انہوں نے اولاد ابی قحافہ سے پسند کیا ہے وہ جانشین رسول اللہ ص کا بہتر ہے اس سے جس کو رسول اللہ نے اپنی جانشینی کے لئے پسند کیا ہے۔ اور صفحہ ۱۲۷ میں ہے
راوی کہتا ہے کہ باقر علیہ السلام

ك فى نهج البلاغة ص ۲۶۱ باب المختار من حكم امير المومنين ر وقال عليه السلام واعجباه اتكون الخلافة بالصحابة ولا تكون بالصحابة والقرابة وروى له شعر فى هذا المعنى ؎ فان كنت بالشورىٰ ملكت امورهم + فكيف بهذا والمشيرون غيّبٌ + وان كنت بالقربىٰ حججت خصيمهم + فغيرك اولىٰ بالنبى واقرب + وفى صفحہ ۱۳ من كلام له عليه السلام - فوالله مازلت مدفوعًا عن حقى مستاثرا علىّ منذ قبض الله نبيه صلعم حتى يوم الناس هذا - (ترجمہ) نہج البلاغۃ میں امیر المؤمنین ع سے ہے فرمایا عجب ہے کہ خلافت صحابیت سے ہوسکتی ہے۔ اور صحابیت اور قرابت سے نہیں ہوسکتی۔ اور اسبارہ میں شعر علی ع کے مروی ہیں۔ اگر تو شوریٰ سے مالک امور لوگوں کا ہوگیا ہے پس کیسے ہوسکتا ہے جبکہ مشورہ دینے والے غائب ہوں۔ اور اگر تونے قرابت کے ذریعہ خصم پر حجت پکڑی ہے۔ پس بغیر تیرے دوسرا تجھ سے زیادہ قریب اقرب بہ نبی ع موجود ہے۔ نیز اسی میں علی ع کی کلام سے ہے پس اللہ تعالیٰ کی قسم ہے ہمیشہ مجھے حق سے دھکیلا گیا ہے اور دوسروں کو مجھ پر پسند کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے جب سے اپنے نبی ص کو قبض کیا ہے آج کے دن تک لوگ یہی کرتے رہے انتہیٰ اس عبارت سے علی ع کا اپنے استحقاق خلافت کو ہر سہ خلفاء کے وقت ظاہر کرنا اور ان کو غاصب تصور فرمانا ثابت ہوتا ہے ۱۲ مترجم

ان العامة یزعمون ان بیعة ابی بکر حیث اجتمع الناس کانت رضاءً للہ عز ذکرہ وماکان اللہ لیفتن امة محمد من بعدہ فقال ابوجعفر اوما یقرؤن کتاب اللہ اولیس اللہ یقول افأن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم-الایة- قال فقلت لہ انھم یفسرون علی وجہ اٰخر فقال اولیس قد اخبر اللہ عج عن الذین من قبلھم من الامم انھم قد اختلفوا من بعد ما جاءتھم البینات ولکن اختلفوا فمنھم من اٰمن ومنھم من کفر انتھی۔

فی الحجة البالغة ص۳۳۶ ثم ان استولی من لم یجمع الشروط لا ینبغی ان یبادر الی المخالفة لان خلعہ لا یتصور غالبًا الا بحروب ومضایقات وفیھا من المفسدة اشد مما یرجی من المصلحة وسئل رسول اللہ صلعم عنھم فقیل افلا ننابذھم قال لا ما اقاموا فیکم الصلوٰة وقال الا ان تروا کفرًا بواحًا ظاہرًا عندکم من اللہ فیہ برھان انتھی ۔ والحدیث متفق علیہ کما فی المشکوٰة ص۳۱۱ کتاب الامارة والقضاء۔ ورواہ مسلم ایضًا۔

کو کہا عوام گمان کرتے ہیں کہ بیعت ابی بکر کی جبکہ لوگ اتفاق کر گئے تھے خدا تعالیٰ کی پسندیدہ ہوگئی تھی اور خدا پاک امت محمدی کو فتنہ میں نہیں ڈالتا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کیا کتاب خدا کو نہیں پڑھتے۔ آیا اللہ تعالےٰ نہیں فرماتا۔ اگر نبی ص فوت ہوجائے یا قتل کیا جائے تو اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤگے الخ۔ راوی نے کہا میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ تحقیق وہ لوگ اس کی تفسیر اور طریقہ پر کرتے ہیں پس فرمایا۔ آیا اللہ تعالیٰ نے خبر نہیں دی جو پہلے گذر چکے ہیں اگلی امتوں سے تحقیق انہوں نے ظاہر دلائل پہونچ جانے کے بعد اختلاف پیدا کر دیا۔ الخ اور فرمایا۔ لیکن انہوں نے اختلاف کیا پس بعض نے کفر کیا اور بعض ایمان لائے۔ انتہیٰ۔

اور حجۃ اللہ البالغہ مؤلفہ شاہ ولی اللہ دہلوی ص۳۳۶ میں ہے پھر جب غلبہ حاصل کرے وہ شخص جو شروط خلافت کو کما حقہ اپنے اندر نہیں رکھتا تو یہ لائق نہیں کہ اس کی مخالفت میں جلدی کیجائے۔ کیونکہ خلع اس کی خلافت کا سوائے اسکے متصور نہیں کہ اس سے جنگ کئے جائیں یا اسکے احکام کی مخالفت کیجائے اور اس میں زیادہ اور سخت فساد ہے اس مصلحت سے جس کی مخالفت کی حالت میں امید ہے اور رسول اللہ صلعم سے ایسے خلفا کی نسبت سوال کیا گیا کہ کیا ہم ان سے خلع خلافت کرکے مخالفت نہ کریں فرمایا نبی ص نے نہیں جب تک تمہارے اندر نماز کو قائم رکھتے ہوں۔ اور فرمایا مگر یہ کہ تم ان سے ظاہر اور خالص کفر کو دیکھو تو پھر تمہارے پاس خدا سے دلیل خلاف کرنے کی کافی ہے۔ انتہیٰ۔ اور یہ حدیث متفق علیہ ہے جیسا کہ مشکوٰۃ ص۳۱۱ کتاب الامارت والقضاء میں ہے اور مسلم نے بھی الگ روایت کیا ہے (تو سکوت حضرت علی ع کا اسی قسم سے ہے)۔

نتائج ھذا الفصل

(۱) وقوع خلافة ابی بکر بالاجماع لا بالنص۔

(۲) اجماع رجلٍ او رجلین لا اجماع الکل۔

نتائج اس فصل کے

(۱) خلافت ابی بکر کا وقوع اجماع سے ہے نص سے نہیں۔

(۲) اجماع ایک دو آدمیوں کا ہے۔ کل کا نہیں۔

(۳) بطلان الاجماع وخروج علیؑ عن الاجماع مبطل للاجماع۔

(۴) خرق الاجماع لیس بکفر عندھم۔

(۵) انعقاد خلافۃ ابی بکر کان بعقد عمر وحدہ۔

(۶) انکار الانصار عن بیعۃ ابی بکر۔

(۷) تخلف بعض الصحابۃ من اھل بدر عن بیعۃ ابی بکر حتی الممات۔

(۸) عدم احتجاج ابی بکر وانصارہ بنص امامتہ فی الصلوٰۃ۔

(۹) احتجاج علیؑ باستحقاقہ وعجز الصحابۃ عن جوابہ۔

(۱۰) تشدد عمر علی علیؑ للبیعۃ وعدم بیعتہ حیاۃ فاطمۃؑ ثم بعدھا بایعہ مضطرًا۔

(۱۱) تخویف عمر باحراق بیت فاطمۃؑ۔

(۱۲) سخط البتول علی الشیخین حتی الممات۔

(۱۳) قول علیؑ بالخلفاء کذبتم علی رسول اللہ بقولکم لانفسکم امیر المؤمنین وخلیفۃ رسول اللہؐ

(۱۴) قول علیؑ للصحابۃ کنت مشغولا بغسل النبیؐ وتجہیزہ وتکفینہ وتدفینہ فھل یستحسن لی ان اترکہ وخاصمت للبیعۃ۔

(۱۵) توقف علیؑ للبیعۃ ووجہ سکوت علیؑ وامتناعہ عن المحاربۃ۔

(۳) بطلان اجماع کا۔ اجماع سے حضرت علیؑ کا خروج اجماع کے بطلان کی دلیل ہے۔

(۴) اہل سنت کے نزدیک اجماع کا خرق کفر نہیں۔

(۵) ابی بکر کی خلافت کا انعقاد اکیلے امیر عمر صاحب کی رائے سے ہوا۔ اتفاق رائے صحابہ سے نہیں ہوا۔

(۶) بیعت ابی بکر سے انصار کا انکار۔

(۷) بیعت ابی بکر سے بعض صحابہ کا جو اہل بدر سے تھے۔ آخر دم تک منکر رہنا۔

(۸) ابو بکر اور اُن کے مددگاروں کا امامت فی الصلوٰۃ کی نص سے حجت نہ پکڑنا۔

(۹) اپنے استحقاق پر علیؑ کا حجت پکڑنا۔ اور صحابہ کا جواب سے عاجز ہونا۔

(۱۰) علیؑ پر بیعت ابو بکر کے لئے امیر عمر کا تشدد کرنا اور زندگی جناب فاطمہؑ تک حضرت علیؑ کا بیعت نہ کرنا۔ بعد ازاں لاچار اور مضطر ہو کر بیعت کرنا۔

(۱۱) بی بی زہراؑ کے گھر جلانے کے واسطے امیر عمر کا دھمکی دینا۔

(۱۲) جناب زہراؑ کا شیخین پر مرتے دم تک غضبناک رہنا۔

(۱۳) حضرت علیؑ کا یہ فرمانا کہ تمہارا اپنے تئیں امیر المومنین اور خلیفہ رسول اللہؐ کہنا نبیؐ پر جھوٹ باندھنا ہے۔

(۱۴) علیؑ کا صحابہ کے لئے یہ کہنا کہ میں غسل وکفن ودفن نبیؐ میں مشغول رہا جو سب کاموں سے مقدم اور ضروری تھا۔ پس میرے لئے کب مناسب تھا کہ ایسے ضروری کام کو چھوڑ کر بیعت کے لئے آ کر جھگڑا کرتا۔

(۱۵) توقف علیؑ کا بیعت سے اور اُنکا سکوت اور جنگ سے بچاؤ کرنے کی وجہ۔

له شرح نہج البلاغت علامہ ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۳۹۵ میں تحت کلام امیر المومنین علیؑ کے بجواب معاویہ لکھا ہے جو اعتراض رکھا ہے اقاد کما یقاد الجمل المخشوش یعنی بیعت ثلاثہ کے لئے اونٹ کی طرح مہار ڈال کر کھینچا گیا ہوں۔ تو یہ اعتراض کچھ نہیں کیونکہ مظلوم پر عیب نہیں لگایا جاتا۔ اس کی شرح میں ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ یہ ثابت مروی کلام امیر المومنین علیؑ کی ہے۔ پھر کہا میں نے نقیب ابی جعفر یحییٰ بن ابی زید سے پوچھا کہ علیؑ کا کیا اعتقاد تھا۔ اُس نے کہا لکھ، میں نے اسی کلام کو لکھا۔ پھر کہا اس نے رحمہ اللہ تعالےٰ کہ معاویہ کی چال تھی کہ علیؑ سے تحریک کر کے اُن کے دل کا حال ظاہر کرانا چاہتا تھا کہ جو حضرت علیؑ کا اعتقاد ابی بکر و عمر کے حق میں غصب حق کا ہے یہ علیؑ کی کلام سے ظاہر ہو جائے اس غرض کے لئے ہمیشہ مکر کرتا تھا خط و کتابت کے ذریعہ تحریک و اشتعال کرتا تھا کہ کسی طرح اُن کی کلام سے اُن کا ما فی الضمیر ظاہر ہو اور پھر اسکو شامی لوگوں کے سامنے پیش کر کے اُن لوگوں کو

(۱۶) قول عمر کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ	(۱۶) امیر عمر کا یہ کہنا کہ بیعت ابی بکر کی اچانک بے سوچے سمجھے ہوگئی۔
(۱۷) اتحاد ابی بکر و عمر فی جمیع الامور۔	(۱۷) ابوبکر و عمر کا سب کاموں میں یکجان دو قالب ہونا۔
(۱۸) رعب عمر علی ابی بکر۔	(۱۸) ابوبکر پر امیر عمر کا رعب۔ تنہا اور وہ اسکے زیر اثر تھا۔
(۱۹) قول ابی بکر ان عمر خلیفۃ وقد غلبنی	(۱۹) ابوبکر کا یہ کہنا کہ امیر عمر نے مجھپر خلیفہ بنانے میں زبردستی کی ہے۔ ورنہ فی الحقیقت وہی خلیفہ ہے۔
(۲۰) محو عمر سند ابی بکر۔	(۲۰) ابوبکر نے جو اراضی کی سند تحریر کی تھی امیر عمر کا اُسے مٹانا۔
(۲۱) تفل عمر علی سند ابی بکر۔	(۲۱) ابوبکر کی سند کو امیر عمر کا تھوک کر مٹا دینا امیر عمر کے اصل بادشاہ ہونے کی دلیل ہے۔
(۲۲) انکار الصحابۃ عند ابی بکر عنہ موتہ۔	(۲۲) خلافت عمر پر ابوبکر کے سامنے صحابہ کا انکار۔
(۲۳) تاسف ابی بکر علی خلافتہ۔[1]	(۲۳) ابی بکر کا اپنی خلافت پر افسوس کرنا۔ (اگرچہ صرف زبانی کیونکہ استخلاف عمر میں اپنے اعتقاد اور محبت کو امیر عمر کے لئے بدستور ظاہر کیا)
(۲۴) جدال لعمر و زبیر للبیعۃ۔	(۲۴) بیعت کیلئے عمر و زبیر کا مجادلہ کرنا۔
(۲۵) امامۃ ابی بکر فی الصلوٰۃ للنبیؐ لیست	(۲۵) نماز میں ابوبکر کی امامت نبی صلعم کے آگے ثابت نہیں
فاذا رأیت حال اکبر ادلتہم و اولہا ای الاجماع	جب تو نے ان کی بڑی دلیل اور اول ادلہ کا یعنے اجماع کا حال دیکھ لیا ہے تو اب ان کی دوسری دلیل صحت خلافت کو دیکھ
فانظر الی ثانیہا وھو وصیۃ السلف للخلف وھو نص واجب العمل عندھم لکنا قد اثبتنا	اور وہ وصیت پہلے کی پچھلے کے لئے ہے۔ جو اہل سنت کے نزدیک گویا نص واجب العمل ہے۔ لیکن جب ہمنے ثابت کر دیا ہے

حاشیہ (درمیانی): استخلاف عمر — ابی بکر

حاشیہ (بیرونی): الثانی وصیۃ الاول للثانی — حضرت علیؑ کے استحقاق پر تعجب کا اظہار

[1] استقصاء الافحام جلد اول ص ۶۱۹/۶۲۵ میں ہے کہ محاضرات راغب اصفہانی میں ہے جس کی مدح سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں کر کے کتاب محاضرات کا بھی ذکر کیا ہے۔ راغب اصفہانی نے محاضرات میں لکھا ہے۔ ابن عباس کہتا ہے کہ میں عمر بن خطاب کے ساتھ سیر کر رہا تھا امیر عمر نے کہا خدا کی قسم تمہارے درمیان حضرت علیؑ مجھ سے خلافت کا زیادہ مستحق تھا بلکہ ابوبکر سے بھی زیادہ مستحق تھا۔ میں نے کہا پھر تم دونوں نے کیوں حملہ کر کے غصب کر لی۔ تو امیر عمر نے کہا ہمنے عداوت سے نہیں لی۔ بلکہ ہم اس سے ڈر گئے ہیں کہ اکثر لوگ عرب اُن کے دشمن ہیں نہ اسپر اتفاق کرینگے اور نہ جمع ہونگے۔ اور نیز حضرت علیؑ کم سن ہے کام نہ کر سکیگا۔ ابن عباس نے کہا تو اور تیرا یار حقیر سمجھ رہا ہے ورنہ رسول کریمؐ تو قریش میں سردار مقرر کر کے بھیجتے تھے اور اسوقت اسکو کوئی حقیر نہیں سمجھتا تھا۔ نیز اس مضمون کو نظم درر السمطین محمد بن یوسف زرندی سے نقل کیا۔ اور زیادہ کیا ابن عباس نے کہا بغض قریش کا کچھ نہیں کر سکتا جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا ہے اور کم سنی کا تو ذکر کرتا ہے تمہیں معلوم ہے کہ سورہ براءۃ اتری اور ابوبکر کو دیگئی۔ تب اللہ تعالیٰ نے امر فرمایا کہ اسکو وہ آدمی پہونچائے جو نبیؐ سے ہو تب علیؑ کو روانہ کیا گیا کیا اللہ تعالیٰ نے اسوقت صغر سنی کا لحاظ نہ کیا؟ تب عمر نے کہا چپ کر اور اس بات کو چھپا رکھ۔ انتہیٰ ۱۲۔

مترجم

ان خلافۃ الخلیفۃ الاول ماکانت بنیابۃ النبیؐ وماھو بخلیفۃ بل کان ملکا اجماعیًا بتدبیر عمر وماکان منصوصًا من اللہ ورسولہ والا لم یحتج الی الاجماع وما کان مجمعا علیہ من الامۃ کماذکر فبناء الفاسد فاسد۔

فی الصواعق المحرقۃ ص۱۰۵ اخرج الدارقطنی ان الحسنؑ جاء الی ابی بکر وھو علی ممبر رسول اللہ صلعم فقال انزل عن ممبر ابی فقال صدقت واللہ انہ لمجلس ابیک ثم اخذہ واجلسہ فی حجرہ وبکیٰ۔ ولھکذا رواہ ابونعیم۔ کذا فی کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۵

ووقع من الحسینؑ مع عمر نحو ذلک فقال لہ عمر ابیک لا ممبر ابی۔ وکذا فی تاریخ الخلفاء ص۹۷ وزاد اسنادہ صحیح۔

وکذا فی ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص۸۰ وزاد فقال عمر لم یکن لابی ممبر

کہ خلیفہ اول کی خلافت نبیؐ کی نیابت نہیں ہے اور نہ وہ خلیفہ نبوی ہے بلکہ امیر عمر کی تدبیر سے اجماعی بادشاہ ہے اور منصوص من اللہ ورسولہ نہیں تھا ورنہ حاجت اجماع کی بھی نہ ہوتی اور اگر اجماع سے کہا جائے تو اجماع صحیح امت کا اس پر نہیں ہوا۔ جیساکہ گذرا ہے۔

اگر امیر عمر کو اس کے استخلاف سے خلیفہ مانا جائے تو بناء فاسد بر فاسد ہے۔ صواعق محرقہ طبع مصر ص۱۰۵ میں ہے۔ دارقطنی نے روایت کی تحقیق امام حسنؑ ابوبکر کی طرف آئے جبکہ وہ ممبر نبوی پر بیٹھا تھا۔ تو امام حسنؑ نے فرمایا۔ میرے باپ کے ممبر سے اتر جا۔ ابوبکر صاحب نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ خدا کی قسم یہ تیرے باپ کا مقام ہے۔ پھر ابوبکر نے امام حسنؑ کو لیکر اپنی گود بٹھلایا اور رویا۔ اسی طرح روایت کیا اسکو ابونعیم نے جیسا کہ کنز العمال جلد ۷ ص۱۰۵ میں ہے۔ (واسعاف الراغبین ص۱۲۲)

اور امام حسینؑ سے بھی اسی طرح عمر صاحب کے ساتھ ثابت ہے تب امیر عمر نے کہا واقعی تیرے باپ کا ممبر ہے میرے باپ کا نہیں ہے۔ اور اسی طرح تاریخ الخلفاء ص۹۷ میں ہے۔ اور زیادہ کیا کہ اس کا اسناد صحیح ہے۔

اور ازالۃ الخفاء ج۲ ص۸۰ میں اسی طرح ہے۔ اور زیادہ کیا کہ امیر عمر نے کہا میرے باپ کا ممبر تو کوئی نہیں ہے۔

(نوٹ) میزان الاعتدال طبع مصر حرف المیم میں حدیث ابوبکر وعمر سیدا کہول اہل الجنۃ کو بوجہ محمد کثیر راوی کے ضعیف لکھا ہے ۱۲ مترجم

اسکی مفصل روایت میں ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اپنے باپ کے ممبر پر جا یہ تو میرے باپ کا ممبر ہے تو اس سے اتر جا۔ امیر عمر نے کہا میرے باپ کا تو کوئی ممبر نہیں ہے۔ اور ہر دو واقعہ ابی بکر وعمر میں علیؑ نے فرمایا کہ میں نے ان (حسنین) کو یہ بات نہیں سکھلائی شیخین نے کہا ہاں ہم تمہارے ذمہ نہیں لگاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسنین شریفین خلافت شیخین کو ناحق تصور فرماتے تھے اور جو شان نبوت وامامت کو جانتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ زمانہ طفولیت سے ہی نبی اور امام معصوم کے حرکات وسکنات اقوال و افعال خلاف رضاء خدا کے لغو یا کھیل سے نہیں ہوتے اور بڑے بھائی کا بڑے شیخ کو اور چھوٹے بھائی کا چھوٹے شیخ کو (بزمانہ خلافت) حکم دینا کہ ہمارے باپ کا مقام ہے۔ تو اپنے باپ کی جگہ تلاش کر اور عمر نے کہا ہمارے باپ کا کوئی ممبر نہیں واقعی تیرے باپ کا ممبر ہے بیجا اور بے معنے گفتگو نہیں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ مفہوم گفتگو سے خلافت کا صریح بطلان ہو رہا تھا تو حضرت علیؑ نے برائے دفع مظنہ فساد وتنازع کے ہر دو مقام پر اپنی جانب سے بریت ظاہر فرمائی کہ یہ نہ سمجھو کہ میں نے ان کو اب سکھلا کر بھیجا ہی تاکہ تم سمجھکر دست بردار ہو جاؤ اور میرا حق واپس کرو کیونکہ میں تو پہلے حجت پوری کر چکا ہوں۔ یہ حسنین شریفین اپنی طرف سے حجت پوری کر رہے ہیں اگر کوئی متعصب ہے کہ مراد حسنین کی ممبر نبوی سے یہ تھی کہ ہمارے باپ محمدؐ کا ممبر ہے اس سے اتر جاؤ اور محض محبت محمدی کا نتیجہ تھا۔ تو ذرا انصاف فرمائیے کہ پھر شیخین نے حضرت علیؑ کو جواب میں کیوں کہا کہ ہم اس کی تہمت تم پر نہیں لگاتے۔ اتہام کے لفظ کو صواعق محرقہ سے بغور پڑھیے۔ حضرت علیؑ کو کیا فکر پیدا ہوئی کہ اس کلام سے نعوذ باللہ غلط معنے تصور کر کے فرما دیا میں نے ان کو تعلیم نہیں دی از خود کہتے ہیں۔ (بقیہ حاشیہ بر ص۲۵۲ دیکھو)

فی شرح المواقف صفحہ ۷۳۲ - وانہا (الامامۃ) تثبت بالنص من الرسول ومن الامام السابق بالاجماع - و فی شرح العقائد ص ۱۰۸ ثم ان ابا بکر لما یئس من حیاتہ دعا عثمان واملیٰ علیہ کتاب عہدہ لعمر فلما کتب ختم الصحیفۃ واخرجہا الی الناس فامرہم ان یبایعوا لمن فی الصحیفۃ فبایعوا حتی مرت بعلیؑ فقال بایعنا لمن فیہا وان کان عمر - و فی الحاشیۃ للعصام وجہ قول علیؑ وان کان عمر انہ اراد وان کان البیعۃ صعبۃ[1] -

و فی تاریخ الخمیس ص ۲۴۱ بایعت لمن فیہا وان کان عمر - وکذا فی روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۲۳ -

و فی الامامۃ والسیاسۃ ص ۲۰ جلد ۱

فخرج عمر بالکتاب فقال لہ

رجل ما فی الکتاب یا اباحفص

قال لا ادری ولکنی

اول من سمع

واطاع

شرح مواقف ص ۷۳۲ میں ہے - کہ تحقیق امامت نص رسولؐ سے اور نص امام سابق سے ثابت ہوتی ہے - یہ امر باجماع ثابت ہے - اور شرح عقائد ص ۱۰۸ میں ہے - جب ابوبکر صاحب اپنی حیات سے مایوس ہوئے تو امیر عثمان کو بلایا اور اپنا عہد امیر عمر کے لئے لکھوایا - جب لکھا گیا تو صحیفہ پر مہر لگائی اور اسکو لوگوں کی طرف روانہ کیا اور اُن کو امر کیا کہ اس کی بیعت کرلیں جس کا نام صحیفہ میں ہے - پس لوگوں نے بیعت کرلی - حتیٰ کہ وہ صحیفہ حضرت علیؑ کے پاس گذرا تو حضرت علیؑ نے فرمایا ہمنے اسکے ساتھ بیعت کرلی جو اس صحیفہ میں ہے - اگرچہ عمر جیسا شخص بھی ہو - اور حاشیہ شرح عقائد میں ملا عصام نے لکھا ہے - قول علیؑ (اگرچہ عمر بھی ہو) کی یہ وجہ ہے - کہ حضرت علیؑ نے ارادہ کیا اگرچہ بیعت اس کی مشکل ہے - تب بھی ہم سکوت کرتے ہیں -

اور تاریخ الخمیس ص ۲۴۱ میں ہے - حضرت علیؑ نے کہا میںنے بیعت کی جو اس صحیفہ میں ہے اگرچہ عمر بھی ہو - اسی طرح روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۲۳ میں ہے -

اور الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص ۲۰ میں ہے - امیر عمر وہ صحیفہ لیکر نکلا تو اسکو ایک شخص نے کہا - اے اباحفص (کنیت امیر عمر) اس کتاب میں کیا ہے؟ امیر عمر نے کہا میں نہیں جانتا کہ کیا لکھا ہے - لیکن میں پہلا ماننے والا اور اطاعت اس حکم کی کرنیوالا ہوں

(بقیہ حاشیہ ص ۲۵۱) اور شیخین نے بھی یہ نہ کہا کہ اس میں کیا حرج ہے - یہ تو سچ کہتے ہیں کہ ممبر ان کے جد امجد حضرت محمدؐ کا ہے - اور اسجات کو حضرت علیؑ کے سکھلانے پر فرماتے تب بھی کوئی مضائقہ کسی کو معلوم نہ ہوتا - خلفاء کی اس میں کیا کسر شان تھی جس سے معافی طلب کرنے کی ضرورت تھی - اور کنز العمال جلد ۷ ص ۱۰۵ میں امام حسینؑ سے بروایت ابن سعد و ابن راہویہ وخطیب کے مروی ہے - فرماتے ہیں میں امیر عمر کے پاس ممبر پر گیا اور اس کو کہا میرے باپ کے ممبر سے اتر جا - اُسنے کہا میرے باپ کا کوئی ممبر نہیں اور مجھو اپنے ساتھ بٹھالیا - پھر جب اپنے مکان پر گیا تو مجھ سے پوچھنے لگا کہ یہ بات جو آپنے فرمائی آپ کو کس نے سکھلائی ہے میںنے کہا کسی نے نہیں سکھلائی - الخ غور کیجئے اگر یہ بات قابل التفات نہیں تھی تو اس قدر اہتمام علیحدگی میں پوچھنے کا کیوں کیا کس کا خطرہ تھا؟ صاف ثابت ہے کہ اسکو حضرت علیؑ سے فکر تھی ور حضرت علیؑ نے دفع شر کے لئے پہلے ہی سمجھا دیا کہ میںنے نہیں کہا مگر امامین ہمامین حسنین شریفین کی زبانی استحقاق ممبر نبوی حضرت مرتضیٰ کا ثابت ہوا اور شیخین کا تصرف بیجا ظاہر ہوا ۱۲ مترجم

[1] اس حاشیہ میں بعد اسکے لکھا ہے کہ غرض یہ ہے - حضرت علیؑ نے فرمایا - اگرچہ بیعت عمر کی مشکل ہے بوجہ اُسکی صلابت اور سختی اور تند مزاجی کے - اور صلابت سے مراد صلابت دین کی لکھی ہے یعنے دین میں سخت ہے کہ کسی کی پرواہ اور رعایت نہیں کرتا - پس میں کہتا ہوں کہ یہ کیسا فضول جواب ہے - کیونکہ حضرت علیؑ کو خلیفہ دین میں خام اور کار دین میں سست اور شریعت کی پرواہ نہ کرنے والا اور لوگوں کی رعایت کرنیوالا درکار تھا؟ اور دیانتدار سے گھبرائے؟ (بقیہ حاشیہ بر ص ۲۵۳)

ہ اس تاویل پر یہ معنے ہوگا کہ

قال ولکنی واللہ ادری مافیہ امرتہ
عام اوّلٍ و امّرک العام۔ وفی صفحہ ۱۱
فقال لہ (العمر) علیؓ احلب حلبًا لک
شطرہ وشُد لہ الیوم یردہ علیک
غدًا۔ وفی صفحہ ۱۹۔ استخلف عمر
فقالوا (القائل طلحۃ وغیرہ) نراک استخلفت
علینا عمر وقد عرفتہ وعلمت بوائقہ[۲]
فینا وانت بین اظہرنا فکیف اذا ولیت
عنا وانت لاقٍ اللہ فسائلک فما انت
قائل۔ وفی صفحہ ۲۰۔ قال اھل الشام
(وقت خبر مرض ابی بکر) فاکان عمر ھو الوالی
فلیس لنا بصاحب وانا نری خلعہ۔
وفی ازالۃ الخفاء ص۳۱۲ تستخلف
علینا فظًا غلیظًا وقد مرّ۔
وفی الامامۃ والسیاسۃ قال
ابوبکر لحباب امنا تخاف یا حباب
قال لا ولکن ممن یجیئی بعدک
وفی کنز العمال جلد ۳
صفحہ ۱۴۶ عن عائشۃ
قالت لمّا حضر
ابوبکر الوفاۃ
استخلف
عمر

جو کچھ بھی ہے۔ اُس شخص نے کہا ولیکن اللہ کی قسم ہے کہ میں جانتا ہوں یہ کہ تو نے اُسکو اگلے سال سردار بنایا تھا اور اُسنے تمہیں آج سردار بنایا ہے۔ اور اسی کتاب کے ص۱۱ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے امیر عمر[۱] کو فرمایا وہ لے خلافت کو خوب دوہنا کہ تیرا بھی اس میں حصہ ہے۔ اور آج محکم کر اُس کے لئے خلافت کو تاکہ وہ کل تیری طرف پھیر دیگا۔ اور اُسی کتاب کے ص۱۹ میں ہے۔ ابوبکر نے عمر کو خلیفہ بنایا تو لوگوں نے کہا ہمنے معلوم کیا ہے کہ تو نے عمر کو ہم پر خلیفہ بنایا ہے۔ اور تو اُس کے افعال کو جانتا ہے۔ جب کہ تو ہمارے اندر موجود تھا کہ وہ کیسا ہے۔ پس تیرے بعد جب یہ خود مختار ہو گیا تو معلوم نہیں کیا کچھ کریگا۔ اور تو خدا کے پاس جانیوالا ہے پس وہ اسبارہ میں تجھ سے پوچھیگا اُس وقت تو کیا جواب دیگا؟۔ اور اسی کتاب کے ص۲۰ میں ہے۔ اہل شام نے ابی بکر کے مریض ہونے کے وقت کہا کہ اگر امیر عمر والی بنایا گیا تو نہ وہ ہمارا سردار ہے اور نہ اُس سے ہمارا عہد ہے بلکہ ہم عہد توڑ دیں گے۔ اور ازالۃ الخفا ص۳۱۲ میں ہے (صحابہ نے ابوبکر پر اعتراض کیا) تو ہمارے اوپر سخت و تند مزاج کو (یعنی عمر) خلیفہ بناتا ہے؟ اور یہ گذر چکا ہے۔

اور الامامۃ والسیاسۃ ص۱۱ میں ہے کہ ابوبکر نے حباب کو کہا۔ کیا ہم سے تو ڈرتا ہے کہ میری خلافت پر کراہت ظاہر کر رہا ہے؟ حباب نے کہا نہیں تجھ سے نہیں ڈرتا۔ لیکن جو تیرے بعد[۳] آنیوالا معلوم ہوتا ہے۔ اُس سے ڈرتا ہوں۔ کنز العمال جلد ۳ ص۱۴۶ میں بی بی عائشہ سے روایت ہے ابوبکر صاحب جب قریب الوفات ہوا تو امیر عمر کو خلیفہ بنایا

(بقیہ حاشیہ ص۲۵۲) اور فرمایا اگرچہ دین کا بخشہ ہی ہو جائے تب بھی ہم منظور کرتے ہیں۔ ورنہ مطلوب تو خلیفہ دین کا کچاّ ہی تھا۔ افسوس ہے ایسی کج فہمی پر جو تعصب کی مرض کا نتیجہ ہے ۱۲ مترجم

[۱] بوقت انعقاد خلافت ابی بکر کے فرمایا جیسا کہ گذرا ہے۔ ۱۲ مترجم

[۲] کذا بعینہ فی التاریخ الکامل جلد ۲ ص۱۶۳ و تاریخ الامم والملوک لابن جریر الطبری جلد ۴ ص۵۴ ۱۲ مترجم

[۳] اس سے معلوم ہوا کہ سب لوگ ابتدائے خلافت ابی بکر سے ہی معلوم کر گئے تھے کہ امیر عمر نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا ہے اور پھر ابوبکر عمر کو خلیفہ بنائیگا ۱۲

مترجم

فدخل علیہ علیؑ وطلحۃ فقالا من استخلفت قال عمر قالا فماذا انت قائل لربك رواہ ابن سعد وفی روایۃ وزاد غداً اوقد استخلفت ابن الخطاب۔

وفی منہاج السنۃ ج ا ص۱۴۲ واما عمر فان ابا بکر عہد الیہ وبایعہ المسلمون بعد موت ابی بکر۔

وفی شرح المواقف ص۷۴۲ وذلك لانہ (ابوبکر) دعی فی مرضہ عثمان بن عفان وامرہ ان اکتب ھذا ما عھد ابوبکر بن ابی قحافۃ اٰخر عھدہ من الدنیا (حتی قال) استخلفت علیکم عمر ابن الخطاب۔

وفی ازالۃ الخفاج ا ص۲۲ قال عمر واللہ ما ادری اخلیفۃ انا ام ملك۔ وکذا فی تاریخ الخلفاء ص۹۵

فھذا حال الوصیۃ فی حقہ واستخلافہ وانکار الصحابۃ علیہ وکونہ فظاغلیظا وقد قال اللہ عز اسمہ ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولك وسائر حالاتہ من ایمانہ وعلمہ وشجاعتہ واطاعتہ اللہ ورسولہ وایذائہ اھل بیت النبیؐ سیاتی انشاء

پس حضرت علیؑ وطلحہ اسکے پاس گئے اور دونوں نے کہا کسکو خلیفہ بنایا؟ کہا عمر کو۔ دونوں نے کہا پھر تو اپنے رب کو کیا جواب دیگا؟ اسکو ابن سعد نے روایت کیا اور دوسری روایت اسی مضمون کی ہے جس میں زیادہ کیا کہ کل اپنے رب کو کیا جواب دیگا جب تونے ابن خطاب جیسے کو خلیفہ بنادیا ہے؟ اور منہاج السنۃ لابن تیمیہ ج ا ص۱۴۲ میں ہے اور عمر پس ابوبکر نے اسکو اپنا ولیعہد بنایا تھا اور مسلمین نے ابی بکر کی موت کے بعد بیعت کرلی۔

اور شرح مواقف ص۷۴۲ میں ہے۔ اور یہ اسلیئے ہے کہ ابوبکر نے اپنی مرض الموت میں حضرت عثمان بن عفان کو بلایا اور حکم دیا اسکو کہ لکھدے۔ یہ وہ عہدنامہ ہے جو ابوبکر بن ابی قحافہ نے دنیا سے جاتے وقت آخری عہد کیا (تا اینکہ) میںنے تم پر عمر بن خطاب کو خلیفہ بنادیا ہے۔

اور ازالۃ الخفاء ج ا ص۲۲ میں ہے۔ امیر عمر نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم میں نہیں جانتا کہ میں خلیفہ ہوں یا صرف[ل] بادشاہ ہوں۔ اور اسی طرح تاریخ الخلفاء ص۹۵ مطبوعہ محمدی لاہور میں ہے۔

پس یہ اس وصیت کا حال ہے جو امیر عمر کے حق میں ہوئی اور وہ خلیفہ ہوا اور صحابہ نے اسپر انکار ظاہر فرمایا اور اس کی تیزی وتندمزاجی کو بھی ظاہر کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اگر تو تندمزاج سخت دل ہوتا تو تیرے قرب وجوار سے لوگ دور ہوجاتے (تو خلیفہ نبیؐ چونکہ متصف بصفات نبی ہونا تھا لہذا علاوہ دیگر صفات کے اس صفت سے بھی امیر عمر غیر مستحق خلافت ہے) اور باقی حالات امیر عمر کے ایمان وعلم وشجاعت واطاعت اللہ تعالےٰ ورسولؐ کی کیفیت اور اس کا ایذا دینا اہل بیت نبیؐ کو آگے آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت عمر کو خود شک ہے کہ وہ خلیفہ ہیں یا بادشاہ

[ل] خود جس کو یہ معلوم نہیں یا یقین نہیں کہ میں خلیفہ نبی کا ہوں اسکو دوسرے لوگ خلیفہ نبیؐ نہ مانیں تو اسپر اہل سنت والجماعت ناراض کیوں ہوتے ہیں۔ دوسری روایت تاریخ الخلفاء میں ہے حضرت سلمان سے امیر عمر نے پوچھا۔ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ؟ سلمان نے کہا اگر تو نے ایک درہم ناحق اپنے تصرف میں لیا تو تم بادشاہ ہو پس اس قانون کو اپنی ذات سے مطابقت دے لو یعنی تم ایک درہم کی جگہ کروڑوں حقوق ضبط کر چکے ہو۔ پس سمجھ سکتے ہو کہ تم کون ہو ۱۲ مترجم۔

والثالث الشوریٰ

ہو ما انعقدت بہ خلافۃ عثمان وھذا مما لم یوجد کالاجماع لابی بکر دون عمر الا من عبد الرحمٰن بن عوف۔

فی شرح العقائد صفحہ ۱۱۳ ولھذا جعل عمر الامامۃ شوریٰ بین ستۃ مع القطع بان بعضہم افضل من بعض۔

وفی شرح المواقف صفحہ ۴۰۷ فان عمر لم ینص علی احد بل جعل الامامۃ شوریٰ بین ستۃ۔ ۳

وفی تاریخ الخلفا صفحہ ۹۱ (قال عمر) وقد جعلتہا (الخلافۃ) شوریٰ فی عثمان وعلیؑ وطلحۃ والزبیر وعبد الرحمٰن بن عوف وسعد وامر صہیبًا ان یصلی بالناس واجل الستۃ ثلاثًا اخرجہ الحاکم وھکذا فی الصواعق صفحہ ۶۳

فی تاریخ الخلفا صفحہ ۱۰۴ ولما جلس عبد الرحمٰن للمبایعۃ حمد اللہ واثنیٰ علیہ وقال فی کلامہ انی رأیت الناس یابون الا عثمان۔ وفی روایۃ اما بعد یا علیؑ فانی قد نظرت فی الناس فلم ارھم یعدلون بعثمان فلا تجعلنی علی نفسک سبیلاً ثم اخذ بید عثمان فقال نبایعک علی سنۃ اللہ وسنۃ رسولہ وسنۃ الخلیفتین بعدہ فبایعہ عبد الرحمٰن وبایعہ المہاجرون والانصار

اور تیسری دلیل اہل سنت کے نزدیک حقیت خلافت کی شوریٰ ہے

وہ یہ ہے جس سے امیر عثمان کی خلافت منعقد ہوئی اور یہ بھی اجماع مذکور کی مثل جو واسطے ابوبکر کے عمر کے سوا نہ تھا مکمل نہ پایا گیا۔ کیونکہ شوریٰ کا دارومدار عبد الرحمٰن بن عوف کے سوا کسی پر نہ تھا۔

شرح عقائد ص۱۱۳ میں ہے اسی واسطے امیر عمر نے امامت کو چھ اشخاص کے درمیان رکھ دیا تھا۔ باوجود یقین رکھنے کے کہ اُن میں بعض سے بعض افضل ہیں یعنی امام کے افضل ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ امیر عمر صاحب جانتا تھا کہ فلاں افضل ہے مگر اُس کی پروا نہ کی۔ اور چھ اشخاص میں خلافت مشورۃً رکھدی کہ ان سے کوئی خلیفہ بنجائے۔

اور شرح مواقف ص۴۰۷ میں ہے بتحقیق عمر نے ایک کسی کے بارہ میں ظاہر حکم نہ دیا بلکہ امامت کو چھ آدمیوں کے مشورہ پر رکھ دیا۔

اور شرح عقائد ص۱۰۱ میں ہے۔ پھر امیر عمر صاحب شہید کیا گیا اور خلافت کو چھ اشخاص کے شوریٰ پر چھوڑ گیا۔

اور تاریخ الخلفاء ص۹۱ میں ہے۔ امیر عمر نے کہا میں نے مشورہ خلافت کو عثمان وعلی وطلحہ وزبیر وعبد الرحمٰن بن عوف وسعد کے درمیان رکھ دیا ہے۔ اور صہیب کو حکم دیا کہ لوگوں کو باجماعت نماز پڑھائے اور چھ اشخاص کو تین دن تک فیصلہ کر لینے کی مہلت دی اسکو حاکم نے روایت کیا۔ اور اسی طرح صواعق محرقہ ص۹۳ میں بھی ہے۔ اور تاریخ الخلفاء کے ص۱۰۴ پر ہے کہ جس وقت عبد الرحمٰن بن عوف بیعت لینے کے لئے بیٹھا تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثنا کی اور کہا تحقیق میں نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ سوا امیر عثمان کے کسی دوسرے سے بیعت کرنے کا انکار کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے۔ یا علیؑ میں نے لوگوں کو دیکھ لیا ہے کہ عثمان کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ تو آپ کے واسطے میں کوئی سبیل وطریقہ نہیں بنا سکتا۔ پھر عثمان کا ہاتھ پکڑا اور کہا ہم بعد رسول مقبول صلعم کے سنت اللہ وسنت رسول وسنت خلیفہ اول وثانی پر تیری بیعت کرتے ہیں۔ پس عبد الرحمٰن بن عوف ومہاجرین وانصار نے بیعت

ف الثالث الشوریٰ

۳ وفی شرح العقائد ص۱۰۱ ثم استشہد عمر وترک الخلافۃ شوریٰ بین ستۃ

وفی مسند احمد عن ابی وائل قال قلت لعبد الرحمٰن بن عوف کیف بایعتم عثمان وترکتم علیًا فقال ماذنبی قد بدأت بعلیؑ فقلت ابایعک علی کتاب اللہ و سنۃ رسولہ وسیرۃ ابی بکر وعمر فقال فیما استطعت ثم عرضت ذٰلک علی عثمان فقال نعم۔ انتھیٰ۔

وھٰکذا فی الصواعق المحرقہ ص۶۳ و روضۃ الاحباب ص۱۲۹ جلد۲ والامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۲۵ و فتح الباری شرح البخاری جلد ۶ صفحہ ۲۲۱۔

وفی شرح فقہ الاکبر للملا علی القاری صفحہ ۸۰ فاخذ عبد الرحمٰن بید علیؑ وقال اولیک ان تحکم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ وسیرۃ الشیخین فقال علیؑ احکم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ واجتھد رأی ثم قال لعثمان مثل ذٰلک فاجابہ وعرض علیھما ثلاث مراۃ وکان علی یجیب بجواب الاول وعثمان یجیبہ الی ما یدعوہ ثم بایع عثمان فبایعہ الناس۔

وفی ازالۃ الخفا صفحہ ۳۱۳ جلد۱

قال عبد الرحمٰن افتجعلونہ

الیّ واللہ علیّ لا آلو

عن افضلکم قالا

نعم فلما اخذ

المیثاق قال

ارفع یدک

یا عثمان

فبایعہ۔ وھٰکذا فی الصواعق المحرقہ ص۶۳

اور مسند احمد میں ابی وائل سے ہے۔ کہ مینے عبد الرحمٰن بن عوف کو کہا تم نے کس طرح حضرت عثمان سے بیعت کرلی اور حضرت علیؑ جیسے شخص کو چھوڑ دیا۔ تو عبد الرحمٰن نے کہا یہ میرا گناہ نہیں ہے۔ میں تو پہلے علیؑ سے شروع ہوا تھا۔ اور مینے کہا ہم تیری بیعت کتاب اللہ و سنت رسولؐ اور سیرت ابوبکر وعمر پر کرتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا سیرت ابی بکر و عمر پر حتی الوسع چلونگا نہ من کل الوجوہ۔ جیساکہ دیگر روایات میں مفصل ہے۔ پھر مینے یہی سوال امیر عثمان کے سامنے پیش کیا تو اُس نے کہا ہاں۔ بالکل اسی طرح کرونگا۔ انتہیٰ۔ (مگر خلافت حاصل کرنے کے بعد حضرت عثمان نہ تو کتاب اللہ و نہ سنت رسول اللہ و نہ سیرت شیخین کے پابند رہے)۔

اسی طرح صواعق محرقہ ص۶۳ و روضۃ الاحباب جلد۲ ص۱۲۹ والامامۃ والسیاسۃ ص۲۵ و فتح الباری شرح بخاری جلد۶ ص۲۲۱ میں ہے۔

اور شرح فقہ اکبر مؤلفہ علی قاری حنفی کے ص۸۰ میں ہے۔ عبد الرحمٰن بن عوف نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور کہا میں تجھے والی بناتا ہوں اس شرط پر کہ تو کتاب اللہ و سنت رسولؐ و سیرت شیخین (ابی بکر و عمر) پر حکم کرے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر حکم کرونگا۔ پھر اپنے اجتہاد کے مطابق حکم دونگا۔ پھر عبد الرحمٰن نے عثمان کو اُسی طرح کہا تو عثمان نے اس شرط کو قبول کرلیا۔ تین مرتبہ اس سوال کو دونوں پر مکرر پیش کرتا رہا۔ تو حضرت علیؑ پہلی طرح جواب دیتے رہے۔ اور عبد الرحمٰن کی باتیں امیر عثمان مانتا رہا۔ تب عبد الرحمٰن نے عثمان کی بیعت کرلی۔ اور دوسرے لوگوں نے بھی امیر عثمان کی بیعت کرلی۔

اور ازالۃ الخفا ص۳۱۳ ج۱ میں ہے۔ عبد الرحمٰن نے کہا۔ آیا اس کام خلافت کو میرے سپرد کرتے ہو تو اللہ کی قسم ہے میں افضل کا نقصان نہ کرونگا اور جسے لائق سمجھونگا اُسی کو دونگا۔ حضرت علیؑ و عثمان نے کہا ہاں منظور ہے۔ جب اُس نے دونوں سے پختہ وعدہ لے لیا۔ تو کہا۔ اے عثمان اپنا ہاتھ اُٹھا۔ اور اُس کی بیعت کرلی۔ اسی طرح صواعق محرقہ ص۶۳ میں ہے

وفی الامامۃ والسیاسۃ ص۲۵ ثم اخذ بید علیؑ فقال لہ ابایعک علیٰ شرط عمر ان لا تحمل احدًا من بنی ہاشم علیٰ رقاب الناس فقال علیؑ عند ذٰلک مالک ولہٰذا اذا جعلتہا فی عنقی فان علیّ الاجتہاد فی بنی ہاشم اوغیرہم قال عبدالرحمٰن لاواللہ حتی تعطینی ہٰذا الشرط قال علیؑ لا واللہ لا اعطیکہ ابدًا فترکہ فقاموا من عندہ ۔ الخ

وفی ص۲۳ جلد ۱ (تولیۃ عمر شوریٰ بین ستۃ) فقالوا قل فینا یا امیر المؤمنین مقالۃً نستدل فیہا برأیک ونقتدی بہ فقال واللہ مایمنعنی ان استخلفک یاسعد الا شدتک وغلظتک مع انک رجلُ حرب ومایمنعنی منک یاعبدالرحمٰن الا انک فرعون ہٰذہ الامۃ ومایمنعنی منک یا زبیر الا انک مؤمن الرضیٰ کافر الغضب ۔ ومایمنعنی من طلحۃ الا نخوتہ وکبرہ ۔ ولو ولیہا وضع خاتمہ فی اصبع امرأتہ ومایمنعنی منک یاعثمان الا عصبیتک وحبک قومک ومایمنعنی منک یاعلیؑ الا حرصک[2] علیہا وانک احری القوم ان ولیتہا

اور امامۃ والسیاسۃ ص۲۵ میں ہے پھر علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور عبدالرحمٰن نے علیؑ کو کہا تیرے ساتھ میں عمر کی شرط پر بیعت کرونگا کہ تو کسی بنی ہاشم کو لوگوں کی گردنوں پر نہ چڑھائے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ایسی حالت میں کہ مجھے خلیفہ بنادے تو پھر تمہیں اس سے کیا غرض ہے کیونکہ پھر میں اجتہاد سے معلوم کرونگا خواہ بنی ہاشم سے مستحق امارت ملیگا تو اسے دونگا اور دوسروں سے ملا تو اسکو بناؤنگا ۔ عبدالرحمٰن نے کہا نہیں قسم ہے اللہ کی تجھے نہ دونگا جب تک تو مجھے اس شرط کا اقرار نہ دیگا ۔ حضرت علیؑ نے کہا نہیں یہ پابندی تمہاری تو میں کبھی نہ کرونگا[1] پس عبدالرحمٰن نے جناب علیؑ کو چھوڑدیا اور دوسرے لوگ بھی جو پاس بیٹھے تھے اٹھ گئے ۔ الخ۔

اور ج ۱ ص۲۳ (بیان استخلاف عمر شوریٰ چھ کس کے طریق میں) انہوں نے کہا یا امیرالمومنین (عمر) ایسی بات کہہ کر اس سے تیری رائے ہم معلوم کریں اور اس کی اقتداء کریں ۔ امیر عمر نے کہا قسم ہے اللہ کی مجھے کوئی چیز مانع نہیں اے سعد کہ میں تمہیں خلیفہ بنادیتا مگر تیری سختی اور بدمزاجی ڈراتی ہے اور نیز تو جنگجو شخص ہے اور تیرے واسطے اے عبدالرحمٰن کوئی مانع بجز اسکے نہیں کہ تو اس امت کا فرعون ہے ؛ (شاید یہ الفاظ رسول صؐ نے عبدالرحمٰن کے حق میں فرمائے ہوئے تھے جیسا کہ سیاق سے ظاہر ہے) ۔ اور تیرے واسطے ای زبیر سوائے اسکے کوئی مانع نہیں کہ تو رضامندی میں مومن اور ناراضگی میں کافر ہوتا ہے ۔ اور تیرے واسطے ای طلحہ کوئی مانع نہیں سوائے تیرے فخر اور تکبر کے ۔ اگر خلافت کا مالک ہو جائے تو مہر اپنی زوجہ کی انگلی میں دیدیگا ۔ یعنی جو وہ کریگی تو اسی کو عمل میں لائیگا ۔ اور اے عثمان تیرے واسطے مجھے اور کوئی مانع نہیں سوائے تیری محبت وحمایت قومی کے جو بہت کرتا ہے ۔ اور اے علیؑ تیرے واسطے کوئی مانع سوائے اسکے نہیں کہ تو اس کا بہت حرص رکھتا ہے ۔ اور تحقیق تو اگر والی ہو جائے تو واقعی تو قوم سے لائق تر ہے

نا انگشتری

[2] افسوس ہے کہ حق طلبی کا نام حرص رکھا ہے ۱۲ (مؤلف)

[1] حضرت علیؑ کا اظہار دعویٰ حقوق خلافت اس سے ظاہر ہے نیز عمر نے تسلیم کیا ہے کہ علیؑ مستحق زیادہ ہے ۱۲ مترجم۔

ان تقیم علی الحق المبین والصراط المستقیم
وفی ص۱۳ (ما کتب علیؑ الی اهل العراق
فی بیعة عثمان) ثم قالوا الی هلم فبایع
عثمان والا جاهدناك فبایعنا مستکرها
وصبرت محتسبا وقال قائلهم انك یا
ابن ابی طالب علی الامر لحریص قلت لهم
انتم احرص مالانا اذا طلبت میراث ابن
ابی وحقه وانتم دخلتم بینی وبینه وتضربون
وجهی دونه اللهم انی استعین بك
علی قریش فانهم قطعوا رحمی وصغروا
عظیم منزلتی وفضلی واجتمعوا علی منازعتی
حقا کنت اولی به منهم - الخ
وفی البخاری ج۶ ص۶۲۳ فقال (عبدالرحمن)
ابایعك علی سنة الله - الخ
وفی الفتح واخرج الذهلی فی الزهریات
وابن عساکر فی ترجمة عثمان من طریقه
ثم من روایة عمران بن عبدالعزیز
عن المسور قال کنت اعلم الناس بامر
الشوری لانی کنت رسول عبدالرحمن
بن عوف فذکر قال علیؑ لا ولکن علی
طاقتی فاعادها ثلاثا فقام عبدالرحمن
واعتم ولبس السیف فدخل المسجد
ثم رقی المنبر ثم اشار الی عثمان
فبایعه -
وفی حیوة الحیوان ص۳۱۳ ج۱ - وذکر ابن
خلکان وغیره ان عمر ما طعن اختار
من الصحابة ستة نفر وهم المتقدم ذکرهم
وساق القصة وقال ونقل ان العباس
بن عبدالمطلب قال لعلیؑ یا ابن اخی لا تدخل
نفسك فی الشوری مع القوم فانی اخاف

کہ حق پر قائم رہیگا - اور صراط مستقیم پر چلیگا - اور ص۱۳ اسی
امامۃ والسیاسۃ پر ہے - جو خط حضرت علیؑ نے اہل عراق کی طرف بیعت
عثمان کے حال میں لکھا تھا وہ یہ تھا "پھر لوگوں نے مجھے کہا -
اب آجا اور عثمان کی بیعت کرلے ورنہ تجھ سے جنگ کریں گے -
پس ہمنے مجبور ہو کر بیعت کرلی اور بغرض ثواب صبر کیا اور
اُن سے کہنے والے نے کہا کہ اے ابن ابی طالب امر خلافت پر
تو بڑا حرص رکھتا ہے - تو مینے کہا کہ نہیں - بلکہ تم اس کا بڑا حرص
کرتے ہو - کیونکہ مینے اس وقت اپنے چچا زاد بھائی کا میراث
طلب کیا ہے جو وہ میرا حق ہے اور تم جو ہو تو میرے اور نبیؐ کے
درمیان ناحق داخل ہوگئے ہو اور اُس سے مجھے محروم کرتے ہو -
خدایا میں تجھ سے قریش پر مدد لیتا ہوں پس تحقیق انہوں نے مجھ سے
قطع رحمی کی ہے اور میری قدر و عظمت و فضیلت کم بنا رکھی ہے
اور میرے ساتھ جھگڑا کرنے کے لئے متفق ہوگئے ہیں کہ میرے
حق میں دخل دیں حالانکہ میں ان سے زیادہ حقدار اس حق کا ہوں الخ
اور بخاری جلد ۶ ص۶۲۲ میں ہے - پس عبدالرحمن نے کہا میں تیری
(عثمان) بیعت کرتا ہوں سنت اللہ وغیرہ پر (مثل عبارات سابقہ)
اور فتح الباری میں ہے کہ ذہلی نے زہریات میں اور ابن عساکر نے
ترجمہ عثمان میں اپنے اسناد سے پھر روایت عمران بن عبدالعزیز
سے بروایت مسور کے نقل کیا - اُس نے کہا ہے کہ شوریٰ کا علم مجھے سب سے
زیادہ ہے - کیونکہ میں عبدالرحمن بن عوف کے بلانے یا گفتگو کرنیکا
اُسوقت وکیل تھا - پس اُس نے ذکر کیا کہ علیؑ نے کہا - اے عبدالرحمن
ہمیں تیری یہ شرط منظور نہیں ولیکن حتی الوسع کوشش کرونگا -
اُس نے تین مرتبہ مکرر سہ کرر ان شرائط کو کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا -
اور دستار باندھ کر تلوار پہن لی اور مسجد میں داخل ہو کر ممبر پر چڑھا
اور امیر عثمان کی طرف اشارہ کیا اور اس کی بیعت کرلی -
اور حیوۃ الحیوان ج۱ ص۳۱۳ میں ہے - ابن خلکان وغیرہ نے لکھا ہے
کہ جب امیر عمر کو نیزہ مارا گیا اُسنے صحابہ سے چھ اشخاص کو پسند کیا
اور وہ وہی ہیں جن کا ذکر گذرا ہے - اور قصہ کو بیان کیا اور کہا
منقول ہے کہ عباس بن عبدالمطلب نے حضرت علیؑ کو کہا اے
بھتیجے تو اپنے تئیں قوم کے شوریٰ میں داخل نہ کر کیونکہ مجھ کو ڈر ہے

ان یخرجوك منها فتبقی وصمۃ فیك
وهکذا فی التاریخ الکامل وغیرہ
وفی البخاری صفحہ ۲۲ ج ۶ فقال (ای
عبد الرحمن لعثمان) ابایعك علی
سنۃ الله ورسوله والخلیفتین من
بعده فبایعه عبد الرحمن وبایعه
الناس المهاجرون والانصار۔ الخ وقد
مر من فتح الباری شرح هذا الحدیث
وفیه ما حاصله ان عبد الرحمن جمع
صنادید العرب وامراءه۔ وفی الفتح قوله
امراءه ای عمرو بن العاص ومعاویه وابو موسی
الاشعری وامثالهم۔ وفی شرح فقه الاکبر لعلی
القاری ص۸۳ فابی علیؑ ان یقلدهما ای
الشیخین ورضی عثمان۔ الخ۔
وفی حیوۃ الحیوان ج۱ ص۳۱۳ قوله وساق القصۃ
وهو هذا اقام المسور بن مخرمه وثلاثین
نفسا من الانصار وقال ان اتفقوا علی واحد
الی ثلاثۃ ایام والا فاضربوا رقاب الکل
فلا خیر للمسلمین فیهم وان افترقوا فرقتین
فالفرقۃ التی فیها عبد الرحمن بن عوف
واوصی ان یصلی صهیب بالناس ثلاثۃ ایام
فاخرج عبد الرحمن بن عوف نفسه من الشوری

کہ تجھے اس خلافت سے نکال دینگے اور تیرے اندر اس رنج سے شگاف باقی رہیگا۔ نیز اسی طرح تاریخ کامل وغیرہ میں ہے۔
اور صحیح بخاری مع الفتح طبع دہلی صفحہ ۲۲ ج ۶ میں ہے۔ پس عبد الرحمن نے امیر عثمان کو کہا میں تجھ سے سنت اللہ وسنت رسول وسنت ہر خلیفہ بعد رسول پر بیعت کرتا ہوں۔ پس عبد الرحمن نے پھر مہاجرین وانصار نے اس کی بیعت کر لی۔ الخ
اور فتح الباری سے اس حدیث کی شرح لکھی گئی ہے۔ اور بخاری کے صفحہ مذکور میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبد الرحمن نے امراء عرب کو بلا کر جمع کر کے اپنے ساتھ مشورہ میں رکھا تھا۔ اور فتح الباری میں قولہ امراء کے تحت میں لکھا ہے۔ یعنی عمرو بن عاص ومعاویہ وابو موسیٰ اشعری اور امثال ان کے۔
اور شرح فقہ اکبر طبع محمدی لاہور ص۸۳ میں ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے اس سے انکار کیا کہ وہ شیخین کی تقلید کریں۔ اور عثمان اس بات پر راضی ہو گیا۔
اور حیوۃ الحیوان جلد ۱ ص۳۱۳ میں ہے۔ قول ابن خلکان کہ قصہ بیان کیا یعنی امیر عمر نے مسور بن مخرمہ اور تیس آدمی انصار سے مقرر کئے اور کہا اگر ایک پر تین دن کے اندر اتفاق کر جائیں تو خیر ورنہ سب کو قتل کرو۔ کہ مسلمانوں کی بہتری ان میں نہیں ہے کہ دو فرقہ ہو جائیں اور جس فرقہ کے اندر عبد الرحمن بن عوف ہو اس کی حمایت کرو اور وصیت کی کہ صہیب تین دن تک لوگوں کو نماز پڑھائے۔ پس عبد الرحمن بن عوف نے اپنے آپ کو شوریٰ سے نکالا اور عثمان کو پسند کیا اور لوگوں نے اس کی بیعت کر لی۔ الخ

ف۱ مذکورین جیسے اشخاص عبد الرحمن نے بخیال جمع کئے تھے جو سب دشمن جناب علیؑ کے تھے۔ تاکہ مشورہ کا نام بنائے اور مجمع کی ہیبت دکھا کر اپنی مرضی کے مطابق کام کرے ۱۲ مترجم۔
ف۲ بعض علماء فرقہ سنیہ کے جواب دیتے ہیں کہ حضرت علیؑ شیخین کی سیرت پر معترض نہ تھے مگر مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید جائز نہیں ہے اسلئے انہوں نے اتباع سیرت شیخین سے انکار کیا۔ اگرچہ یہ جواب فی نفسہ ایسا کمزور ہے کہ کسی جواب الجواب کی ضرورت نہیں۔ مگر مزید تشفی کے واسطے اتنا یاد رکھیں کہ شیخین کی سیرت واجب الاتباع تھی یا نہ؟ اگر نہ تھی تو حدیث موضوع اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر کا کیا معنے ہوگا اور اگر اپنے عہد میں حضرت علیؑ چونکہ خود واجب الاتباع ہو جاتے اسواسطے متابعت ضروری نہ تھی تو امیر عثمان اپنے عہد میں کیا واجب الاتباع نہ تھے؟ اگر نہ تھے تو انکا امام ہونا چہ معنی دارد اور اگر مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرتا اور اسی واسطے جناب علیؑ نے انکار فرمایا تھا تو امیر عثمان کے تقلید بلا تامل تسلیم کر لینے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ درجہ اجتہاد کو نہیں پہونچے ہوئے تھے۔ اور بایں صورت وہ امام ابو حنیفہ وامام محمد وامام مالک وغیرہ سے کم درجہ کا علم رکھتے تھے۔ پس نیابت نبوی وخلافت مصطفوی کا پیراہن انہوں نے کس شیخی پر زیب تن فرمایا تھا بلکہ خود مقلد تھے اور پھر ساری امت کے پیشوا اور قائم مقام رسول خدا بنے تھے۔ ذرا تعصب کی پٹی کھول کر گہری نظر

ف۳ (یہ حاشیہ صفحہ ۲۶۰ پر ملاحظہ ہو)

(حاشیہ متعلق صفحہ ۲۵۹)

کیفیت انعقاد خلافت امیر عثمان پر ایک نظر

قولہ فالفرقۃ التی فیہا عبد الرحمٰن بن عوف۔ خلافت اولیٰ وثانیہ کا حیلہ بہانہ تو معلوم ہو چکا ہے۔ مگر خلافت ثالثہ میں جس کو بظاہر ایمانداری پر مبنی دکھایا گیا ہے اس میں جو حیلہ سازی و فریب بازی ہوئی ہے اس کی تفصیل تاریخ طبری وکامل سے لکھی جاتی ہے تاکہ جوئیندہ حق کے لئے واضح ہو جائے کہ ہر دفعہ ہر لحظہ بعد وفات رسول ؐ کے یہ کوشش ہوتی رہی ہے کہ حضرت علیؑ وسائر اہل بیتؑ کو ظاہری خلافت سے محروم رکھا جائے ورنہ ہر مسلمان کہلانیوالا انہی کی طرف رجوع کرے گا دوسرے کسی کو کوئی پوچھے گا ہی نہیں۔ دیکھئے عمر بن خطاب نے ظاہر میں تو شوریٰ نام رکھا کہ ان میں سے جس کو چاہو بنالو مگر تدبیر وہ کی کہ حضرت علیؑ کو خلافت نہ ملے۔ باوجودیکہ تسلیم کیا کہ اگر اس کو بنایا گیا تو صراط مستقیم پر چلائیگا۔ تاہم یہ حکم دیا کہ جس طرف عبد الرحمٰن بن عوف قریبی امیر عثمان کا ہو آخری فیصلہ اسکے مطابق کرنا۔ چنانچہ اس قصہ کو ترجمہ ہر دو کتب مذکورہ سے لکھا جاتا ہے اور تائید میں دوسری کتب کا ترجمہ بھی اضافہ کیا جاتا ہے تاکہ طالب بصیرت کو بضرورت کسی دوسری کتاب دیکھنے کی نوبت ہے۔ تراجم کتب اصل عبارت کو بچشم خود دیکھ کر لکھے ہیں کسیکو غلطی اور تحریف کا اندیشہ نہ ہونا چاہئے۔

تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۲۶ مطبوعہ مصر مؤلفہ علامہ ابن الاثیر۔ وتاریخ الامم والملوک مؤلفہ امام حافظ ابن جریر طبری مطبوعہ مصر جلدہ صفحہ ۳۴ لغایت صفحہ ۳۷ میں مروی ہے کہ امیر عمر نے صہیب کو تین دن کے لئے امامت نماز کا حکم دیا اور کہا کہ تین دن تک اس شوریٰ کا فیصلہ کر لینا اور **عبد اللہ بن عمر** (فرزند امیر عمر) **کو ثالث بنانے کا اشارہ کر کے** پھر کہا اگر اس پر راضی نہ ہوں تو تم اس طرف ہو جانا جس جانب عبد الرحمٰن بن عوف ہو اور باقی مخالفین کو بصورت ان کے نہ تسلیم کرنے کے قتل کر دینا۔ جب جناب علیؑ نے یہ ماجرا دیکھا اور سنا بنی ہاشم کے پاس تشریف لیگئے۔ انہوں نے اس قصہ کی کیفیت دریافت کی۔ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ امارت آپ لوگوں کو نہیں ملتی ہے۔ یعنی بنی ہاشم کو نہیں ملتی۔ پھر حضرت عباس نے بالخصوص دریافت کیا۔ تب امیر المومنین علیؑ نے فرمایا میرے مقابلہ پہ عثمان کو کھڑا کیا گیا ہے اور امیر عمر نے کہا ہے کہ اول (شش اصحاب شوریٰ سے) جس طرف اکثر ہوں اوس پر فیصلہ کریں اور اگر دو ایک کو اور دو ایک کو یعنی برابر ہوں تو تم لوگ ان کے ساتھ ہو جانا جس طرف عبد الرحمٰن بن عوف ہو پس سعد بن ابی وقاص اپنے چچا زاد بھائی امیر عثمان کی مخالفت نہیں کریگا اور عبد الرحمٰن ہمشیرہ عثمان کا خاوند بھی ہرگز مخالفت اوس کی نہیں کرتا اسواسطے یقیناً وہ امیر عثمان کو مقرر کرنا چاہتے ہیں اور امام بنائینگے۔ پس بایں صورت اگر دو دوسرے میری موافقت کریں تب بھی وہ مجھے نفع نہیں پہونچا سکتے کیونکہ فیصلہ عبد الرحمٰن پر ہونا ہے جس طرف وہ ہو اور وہ عثمان کی طرف ہوا۔ حضرت عباس نے کہا کہ آپ میرے کہنے پر تو چلتے نہیں ورنہ آپ ایسے شوریٰ میں ہرگز داخل نہ ہوں۔ اگر حضرت علیؑ محض حجت پوری کرنے کی غرض سے کہ جو فریب اور دھوکا میرے ساتھ کر رہے ہیں اسکے عمل پیرا ہو کر اپنی مکمل سزا کے مستحق ہو جائیں۔ داخل شوریٰ ہوئے) اور ان کو کہدو کہ ہمارا حق ہے دیدو تو بہتر ورنہ تمہارے شوریٰ میں داخل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں اور اس گروہ سے پرہیز کرنی چاہئے جو ہم لوگوں (بنی ہاشم) سے امر خلافت کو ہمیشہ دفع کرتے رہتے ہیں اور غیروں کو کھڑا کر دیتے ہیں۔ اب بھی ایسے شخص کو مقرر کرینگے جس سے خیر کی امید نہیں۔ (پھر کہا) عبد الرحمٰن نے کہا شوریٰ میں اگر آپ صاحبان ہمیں منصف ومختار کر دیں تو جس کو میں افضل اور اس کام کے واسطے بہترین اور لائق خیال کرونگا اسی کو مقرر کرونگا۔ امیر عثمان نے کہا میں سب سے اول اس بات پر رضامند ہوں پھر دوسری قوم نے بھی (امیر عمر کے قانون طرفداری عبد الرحمٰن کو مدنظر رکھتے ہوئے) کہا اچھا ہم لوگ بھی اس پر راضی ہیں۔ مگر جناب امیر المومنین علیہ السلام نے سکوت فرمایا۔ عبد الرحمٰن کہنے لگا یا ابا الحسن آپکی اس میں کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا میں اسکو اس شرط پر مان جاؤنگا کہ تم مجھے مضبوط عہد دو کہ تو حق پر فیصلہ کریگا۔ اور اپنی ہوا وحرص کو دخل نہ دیگا۔ اور اپنی قرابت کی حمیت نہ کرے گا۔ یہ سنکر عبد الرحمٰن نے حلفیہ عہد حضرت علیؑ کو دیا اور سب کی طرف سے مختار وحکم مقرر ہوا۔ پھر عبد الرحمٰن ہر ایک سے سرگوشی کرنے لگا۔ جب حضرت علیؑ سے سرگوشی کی تو ایسی مداہنت کی کہ حضرت علیؑ کو بظاہر کوئی شک نہ رہا کہ خلافت آپکو ہی ملیگی۔ پھر امیر عثمان سے مشورہ کیا۔ اور جب فیصلہ کا وقت آیا اور اجلاس عام میں لوگوں سے مشورہ لیا اس وقت حضرت عمار بن یاسرؓ نے کہا۔ اگر تیرا ارادہ ہے کہ مسلمین کی جماعت میں اختلاف وتفرقہ نہ ہو تو حضرت علیؑ سے بیعت کر لو۔

(بقیہ حاشیہ برصفحہ ۲۶۱)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

پھر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بولے۔ کہ عمار نے سچ کہا اور اسی طرح کرنا چاہیئے۔ یہ سنتے ہی ابن ابی سرح بول اُٹھا نہیں صاحب عثمان سے بیعت ہونی چاہیئے۔ حضرت عمار رض کہنے لگے ارے تو مسلمانوں کی مصلحت کو کب سمجھ سکتا ہے، اور کب تو نے اسلام کی بھلائی کا ارادہ کیا اور مصلحت کا کلمہ کب تیرے منہ سے نکلا؟ اس پر بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان کشمکش اور ترش کلامی شروع ہوگئی تو حضرت عمار صاحب نے کہا اے لوگو اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنے نبی ص اور دین اسلام سے عزت دی ہے۔ پس آنحضرت صلعم پیغمبر خدا کے اہل بیت سے جن کو آپ لوگ جانتے ہیں امر خلافت کو پھیر کر کیوں کسی دوسرے کو دینا چاہتے ہو؟ اتنے میں ایک بنی مخزوم کا آدمی بولا۔ کہا اے ابن سمیہ (عمار) تجھے کیا مقدور کہ قریش کی امامت میں دخل دیتا ہے۔ پس سعد بن ابی وقاص چچا زاد بھائی عثمان کا بولا اور کہا اے عبد الرحمٰن یہ لوگ کام بگاڑ دینگے۔ تو جلدی سے کام کو سرانجام کرکے فارغ ہو جا۔ مبادا لوگ فتنہ پیدا کردیں۔ تب عبد الرحمٰن نے حضرت علی ع سے کہا اگر میں آپ کو خلیفہ بنا دوں تو آپ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور سیرت شیخین (ہر دو خلیفہ سابقین) پر عمل کرینگے۔ (اور لفظ طبری کا یہ ہے کہ فعل ابی بکر و عمر کے مطابق عمل کرنا ہوگا) حضرت علی ع نے فرمایا کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر ضرور عمل کرونگا مگر فعل ابی بکر و عمر کے مطابق (اللھم لا ولکن علی جہدی و طاقتی) نہیں ہوسکتا البتہ حتی الوسع خیال رکھونگا۔ پھر عبد الرحمٰن نے حضرت عثمان کو یہی کلمات سنائے۔ اُنہوں نے فوراً منظور کرلیا۔ اور عبد الرحمٰن نے مسجد کی چھت کی طرف دھیان کیا۔ اور عبد الرحمٰن کا ہاتھ امیر عثمان کے ہاتھ میں تھا (یعنی اوپر کو دیکھا اور بلا توقف اپنا ہاتھ حضرت عثمان کے ہاتھ میں دیدیا۔ اس طرح کہ گویا پہلے سے اُس کا ہاتھ امیر عثمان کے ہاتھ میں تھا) پھر کہا یا اللہ سُن اور گواہ ہو کہ جو عہد میرے ذمہ تھا وہ مینے امیر عثمان کی گردن میں ڈال دیا ہے۔ اور اُس سے بیعت کرلی۔

حضرت علی ع نے فرمایا کہ تمنے رشتہ کی پاسداری کی ہے۔ مگر یہ کوئی پہلا دن نہیں کہ تم لوگ ایکدوسرے کی مدد کرکے سازشوں اور منصوبہ بازی سے ہمپر غلبہ کررہے ہو۔ (یعنی وفات رسول مقبول سے لیکر اسی طرح کرتے آئے ہو) اور فرمایا لیس ھذا اول یوم تظاھرتم علینا فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون۔ یعنی میں اس تمہاری کارروائی پر اچھا صبر کرتا ہوں اور اسپر خدا سے مدد چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم اے عبد الرحمٰن تم نے حضرت عثمان کو اسلئے سردار بنایا ہے کہ کل اس امر کو تیری طرف پھیر دے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ (کل یوم ھو فی شأن) ہر دن میں کوئی جدید حال پیدا کردیتا ہے (یعنی تجھے یہ خلافت نہیں ملے گی) یہ سُنکر عبد الرحمٰن (غصہ سے) کہنے لگا۔ یا علی ع تو اپنے نفس پر ان باتوں سے ہمیں حجت اور راہ نہ دے۔ (یعنی اپنے لئے ہمیں سلوک قانونی کا موقعہ نہ دے کیونکہ اگر ایسی باتیں کریگا تو ہم امیر عمر کے فرمان کی تعمیل کریں گے۔ اُنہوں نے کہا تھا جو فیصلہ عبد الرحمٰن کی مخالفت کرے اُسے قتل کردیا جائے) پس حضرت علی ع اس حالت میں اُس مجلس سے نکلے کہ فرماتے تھے (سیبلغ الکتاب اجلہ) امر مقدر اپنا وقت پورا کریگا۔ اور حضرت مقداد نے کہا اے عبد الرحمٰن خدا کی قسم تو نے اُس شخص کو چھوڑ دیا جو عدل اور حق پر فیصلہ کرنے والوں سے ہے۔ کوئی اہل بیت رسول خدا ص کے برابر نہیں۔ مجھے تعجب ہے جو سب سے بڑا قضا کا ماہر یعنی اقضٰی اور سب سے زیادہ عالم اعلم ہے اُس کو قریش نے چھوڑ دیا ہے، نہایت افسوس ہے خدا کی قسم اگر ہمیں مددگار ملتے تو میں تم لوگوں کی خبر لیتا۔ یہ سُنکر عبد الرحمٰن کہنے لگا اے مقداد خدا سے ڈر مجھے خوف ہے کہ (تیری ان باتوں پر) تیری اوپر فتنہ نہ کھڑا ہو جائے (یعنے ہماری حامی سپاہ تجھ پر ٹوٹ پڑے گی اور تجھے ہلاک کردیں گے) ایک شخص نے مقداد سے کہا خدا تجھے رحمت کرے یہ اوصاف جو تم نے بیان کئے کس کے ہیں؟ مقداد نے جواب دیا کہ جناب حضرت علی ع ابن ابی طالب کے واسطے کہہ رہا ہوں۔ پھر علی ع نے فرمایا لوگ قریش کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ کیا کررہے ہیں۔ اور قریش آپس میں دیکھ رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اگر تم پر بنی ہاشم سردار ہوگئے تو پھر ان میں سے کبھی ریاست باہر نہ نکلے گی (کیونکہ بحیثیت نام مسلمانی کچھ نہ کچھ پہلے بھی لوگوں کو خاندان رسول ص کی عزت معلوم تھی اور بحالت ریاست لوگوں کا مستقل رجوع انہی کی طرف ہوجاتا اور نسلاً بعد نسل یہی سلسلہ جاری رہتا) اور بغیر بنی ہاشم کے اگر دوسروں میں رہی تو تم لوگوں کے اندر دست بدست پھرتی رہے گی۔ کبھی کسی قبیلہ میں اور کبھی کسی میں دَور کرتی رہے گی (یعنے اس سے سب باری باری فائدہ اٹھائینگے) انتہٰے ملخصاً۔

مضمون بالا تاریخ کامل اور تاریخ طبری سے ترجمہ کرکے لکھا گیا ہے اور بعینہٖ اسی طرح تاریخ ابو الفدا مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۶ و عقد الفرید مؤلفہ علامہ ابن عبد ربہ مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۷۵ و روضۃ الصفا مطبوعہ نول کشور جلد ۲ صفحہ ۲۵۴

(بقیہ برصفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

وشرح مقاصد تفتازانی صفحہ ۲۹۶ وشرح نہج البلاغہ مولفہ ابن ابی الحدید جلد ۳ صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ مصر میں ہے۔ اور شرح نہج البلاغہ میں بروایت عوانہ از اسماعیل بن ابی خالد از شعبی کتاب الشوریٰ ومقتل عثمان میں اور بروایت ابی بکر احمد بن عبد العزیز جوہری زیادات سقیفہ میں ہے۔ اور اس میں اتنا زیادہ لکھا ہے کہ جناب علی ع پریشان حال اور آزردہ خاطر اُٹھے اور فرمایا لیس ھذا باول یوم تظاھرتم علینا من دفعنا عن حقنا والاستئثار علینا یعنی یہ کوئی پہلا دن نہیں کہ تم سازشیں اور منصوبے کر کے ہمارے حق پر غلبہ کیا، اور ہمیں محروم کر دیا اور دوسروں کو منتخب کر لیا۔ انتہےٰ۔ باقی عبارت اس کی مثل کامل وطبری کے ہے۔ صرف لفظ من دفعنا عن حقنا والاستئثار علینا زیادہ روایت کیا۔ بباعث اس کے زیادہ مشرح ہونے کے ہمنے اس سے بعینہٖ الفاظ نقل کر دیئے ہیں۔

اور معنے تظاھرتم کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن کریم میں سورۃ تحریم کے اندر یہ لفظ وارد ہوا ہے وان تظاھرا علیہ فان اللہ ھو مولاہ۔ الخ جس کا ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب نے اس طرح لکھا ہے۔ اور اگر پیغمبر کے خلاف میں سازشیں کروگی تو اُن کا حامی مددگار اللہ اور جبرئیل اور نیک مسلمان ہیں۔ الخ علی ہذا القیاس حضرت علی ع کی کلام میں یہ لفظ مطابق مورد قرآن کے وارد ہوا ہے۔ جس کا معنے یہ ہے۔ یہ پہلا دن نہیں جس میں تم نے ہمارے بر خلاف سازشیں کر کے منصوبے باندہے اور ہمارا حق غصب کر کے ہمیں محروم کر دیا۔ قرآن کے اس کلمہ کی تفصیل میں مفسرین نے اس طرح لکھا ہے تعاونا علیہ بما یسوءہ او بالایذاء یعنے اگر تم دونوں (عائشہ وغیرہ) ایک دوسری کی مدد کر کے آنحضرت م کو ایذا پہونچاؤ اور وہ کرو جو نبی م کو ناگوار گذرے۔ الخ دیکھو تفسیر بیضاوی وکشاف وکبیر وسراج المنیر۔ اور منتہی الارب فی لغات العرب میں ہے۔ ظاہر بہ علیہ چیرہ گردید بروے۔ اور غیاث میں ہے۔ استبداد باہم پشتی دادن ومددگاری کردن۔ اور منتخب اللغات میں ہے تظافر وتظاہر بیکدیگر را یاری دادن وہم پشت شدن۔ لغات فیروزی میں ہے۔ استبداد ہٹ کرنا۔ اصرار کرنا۔ ضد کرنی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت ثلاثہ کی استبدادی تھی۔ استبداد کا لفظ بھی حضرت علی ع اور تاریخ کبیر طبری جلد ۵ صفحہ ۴۱ میں ہے۔ کہ حضرت علی ع نے آخر بیعت کی اور فرمایا مکر اور فریب ہوا ہے۔ اور شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ ۶۳ میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ طلحہ عثمان کی طرف مائل اور علی ع سے منحرف تھا اسلئے کہ وہ تیمی اور چچا زاد بھائی ابی بکر صاحب کا تھا۔ اور بنی ہاشم کو بنی تیم سے بوجہ غصب خلافت کے غصہ تھا۔ اور اسی طرح بنی تیم کو بنی ہاشم سے بالمقابل غصہ رہتا تھا جیسا کہ عرب کا دستور تھا۔ اور تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۲۸ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ عبد الرحمن بن عوف ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط کا خاوند تھا اور وہ امیر عثمان کی ماں کی جانب سے بہن تھی۔ انتہےٰ۔ اس رشتہ کی پاسداری عبد الرحمن کو منظور تھی جو عمل میں لائی۔ اور امیر عمر صاحب کی دور اندیشی بھی قابل قدر ہے کہ سعد بن ابی وقاص چچا زاد بھائی امیر عثمان کو اور عبد الرحمن بن عوف بہنوئی حضرت عثمان کو شوریٰ کا ممبر قرار دیا۔ کہ یہ دونوں اس کے حق میں رہیں گے۔ اور طلحہ کا حضرت علی ع سے انحراف معلوم تھا کہ یہ بھی غالباً حضرت علی ع کی رائے نہ دیگا۔ پھر مزید اہتمام کے طور پر حکم دیا کہ اگر دو ایک طرف اور دو دوسری طرف ہوں تو جس طرف عبد الرحمن بن عوف ہو فیصلہ اُسی کے حق میں ہوگا اور اُس کے مخالف کو قتل کر دینا۔ یہ حکم اس بنا پر تھا کہ امیر عثمان کے بغیر کسی کو خلیفہ بنانے کی گنجائش نہ رہے۔

مضمون بالا کتب مذکورہ بالا میں سے مینے بچشم خود دیکھکر لکھا ہے۔ جو چاہے اصل کتب سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ صرف بعض کتب مذکورہ میں کسی قدر اختصار سے یہ قصہ لکھا ہے۔ اور بعض میں کچھ مفصل۔ لیکن بہرحال سب کی عبارات مترادف ہیں۔ اور روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ میں باقی قصہ مثل کامل وغیرہ کتب کے صرف ادنیٰ تغیر سے لکھا ہے۔ اور عمرو بن عاص کا دخل ومکر دربارہ اس خلافت کے بہ نسبت دوسری کتب کے بتصریح مزید لکھا ہے۔ اور حضرت علی ع کا مجلس عام میں اپنے فضائل اور استحقاق بیان کرنا بھی بتفصیل مرقوم ہے۔

جب یہ ثابت ہوا کہ امیر عثمان کی خلافت کا انعقاد باعانت معاندین آل رسول م کے ہوا اور محض عبد الرحمن نے بحمیت قومی اور پاسداری رشتہ داری کے اسکو انجام دیا۔ نہ کہ اصحاب حل وعقد کے مشورہ سے انعقاد ہوا تو اہل سنت نے قانون پیدا کر لیا کہ امامت کو کسی کے لئے ایک یا دو آدمی بھی منعقد کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ شرح مواقف مطبوعہ نول کشور صفحہ ۷۳۳ میں ہے اکتفوا فی عقد الامامۃ بذلک من الواحد والاثنین کعقد عمر لابی بکر (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

فی البخاری جلد ۶ ص ۶۲۱ قال المسور طرقنی
عبد الرحمٰن بعد ھجع من اللیل فضرب
الباب حتیٰ استیقظت فقال اراك نائمًا
فواللہ ما اکتحلت ھذہ الثلاث بکثیر
نوم انطلق فادع الزبیر و سعدا فدعوتھما
فشاورھما ثم دعانی فقال ادع لی علیاً
فدعوتہ فناجاہ حتی ابھار اللیل
(ای انتصف) ثم قام علی ع من عندہ
وھو علی طمع وقد کان عبد الرحمٰن
یخشی من علی ع شیئًا ثم قال ادع لی
عثمان۔ الخ۔ وفی الفتح والذی یظھر لی
انہ خاف ان بایع لغیرہ الا یطاوعہ
والی ذلك الاشارۃ بقولہ فیما بعد
فلا تجعل علی نفسك سبیلاً ووقع
فی روایہ سعید
بن عامر
فاصبحنا

صحیح بخاری جلد ۶ ص ۶۲۱ میں ہے۔ مسور کہتا ہے کچھ حصہ رات
کے گذرنے پر عبد الرحمٰن نے دروازہ کھٹکایا اور مجھے جگایا۔
میں بیدار ہوا۔ اُسنے کہا میں تجھے سویا ہُوا دیکھتا ہوں اور قسم
ہے اللہ کی ان تین راتوں میں کچھ ایسی بہت نیند میری آنکھوں
میں نہیں آئی۔ پس جاکر زبیر اور سعد کو بلا لاؤ۔ میںنے دونوں
کو بلایا اسنے ہر دو سے مشورہ کیا پھر مجھے بلایا اور کہا اب
حضرت علی ع کو میرے پاس بلا لاؤ۔ میںنے حضرت علی ع کو بلایا
اور اُن سے اُس نے سرگوشی میں باتیں کیں۔ یہاں تک کہ
آدھی رات ہوگئی۔ پھر حضرت علی ع عبد الرحمٰن کی جگہ سے اُٹھ
بحالیکہ وہ اس امید پر تھے کہ اُنہیں خلافت ملتی ہے۔ اور
عبد الرحمٰن بھی علی علیہ السلام سے ہی کچھ ڈر رکھتا تھا۔ پھر مجھے
کہا کہ اب میرے پاس امیر عثمان کو بلا لے آؤ۔ الخ۔ فتح الباری
میں تحت شرح اسکے لکھا ہے اور جو کچھ مجھے اس سے ظاہر
ہوتا ہے یہ ہے کہ اگر عبد الرحمٰن کسی اور سے بیعت کرلے تو
شائد علی ع اطاعت نہ کرے (یہ مراد خوف عبد الرحمٰن کی ہے)
اور اسی طرف بعد میں اشارہ ہے قول عبد الرحمٰن مندرجہ
صحیح بخاری میں۔ کہ یا علی آپکے واسطے میری طرف سے کوئی
سبیل خلافت کی نہ سمجھئے (یعنے مجبور ہوں کہ حضرت عثمان
کے بغیر لوگ کسی کو پسند نہیں کرتے۔ لہٰذا معاف رکھئے گا) یہ آخر فیصلہ
کیوقت کہا اور روایت سعید بن عامر میں ہے کہ جتنے مشورے ہوئے

(بقاحاشیہ صفحہ گذشتہ) وعقد عبد الرحمٰن لعثمان ولم یشترطوا اجتماع من فی المدینۃ من اھل الحل والعقد فضلاً من اجماع الامۃ۔ الخ یعنے صحابہ نے انعقاد امامت میں ایکدو پر اکتفا کی ہے جیساکہ امیر عمر نے ابی بکر صاحب کی امامت کے لئے اور عبد الرحمٰن کے امیر عثمان کیلئے امامت منعقد کرنے میں انہوں نے اکتفا کی۔ اور معتبرین مدینہ کے اتفاق کرنے کی بھی پرواہ نہ کی۔ چہ جائیکہ اجماع امت کی ضرورت سمجھتے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ خلافتیں امت کے اجماع سے منعقد نہیں ہوئیں۔ اور کلمہ تظاھر تم علینا جو اوپر حضرت علی ع کی کلام سے لکھا گیا ہے۔ اُس کا معنے باعتبار کتب لغت کے یہ ہے کہ تم نے ایک دوسرے کی امداد کرکے اور مکر کرکے ہمارا حق ضائع کیا۔ اور ظلم کے معنے یہی ہیں وضع الشیٔ فی غیر محلہ تو جب ایک کا حق دوسرے کو دیا جائے یہی بے محل رکھنا اور ظلم ہے جس کو حضرت علی ع ظاہر فرما رہے ہیں۔ اور کلمہ فصبر جمیل سے ظاہر ہے کہ حضرت علی ع خلافت خلفاء ثلاثہ کو مصیبت و ظلم سمجھتے تھے۔ کیونکہ بجز مصیبت کے صبر کا لفظ غیر موزون اور بیجا ہوتا ہے۔ جو مشہور فصیح بلیغ معدن علوم ظاہریہ و باطنیہ حضرت علی ع سے بعید ہے کہ بیجا استعمال کریں۔

پس اس مضمون کو پڑھکر حضرت علی علیہ السلام کے بجوشی خلفاء ثلاثہ کو خلافت پر بٹھانے اور برضاء خاطر ان کی بیعت کرنے کے قائلین کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ وما علینا الا البلاغ۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ ۱۲ مترجم۔

سے ظلم کے معنے لغت میں بڑھانے اور کم کرنے کے آتے ہیں۔ یعنی ہر دو صورت کمی بیشی میں ظلم بولا جاتا ہے ۱۲ مؤلف

فقالت عائشۃ قد واللہ قلت وقال الناس واٰخر قولی خیر من اولہ فقال عبید عذر واللہ ضعیف یا ام المومنین وھکذا فی روضۃ الاحباب صفحہ ۸ جلد ۳ وفیہ اقتلوا نعثلاً فانہ قد کفر وقتل اللہ نعثلاً ولعن اللہ نعثلاً۔

(اقول) لاحاجۃ لنا الی ان نکشف حالۃ شوریٰ فوق ھذا الا انا قد اثبتنا ان صنادید العرب یعنی معاویۃ بن ابی سفیان وعمرو بن العاص واباموسی الاشعری قد اجتمعوا وشاوروا ولیس معھم احد من بنی ھاشم فکفی الشوریٰ بھم وصارت الخلافۃ لعثمان

والرابع عندھم التسلط والغلبۃ

وھو لیس بدلیل الحق نعم لا بد من ھذہ الاربعۃ للسلطنۃ وھی غایۃ عند اھل السنۃ فقط لان الملک لمن غلب والماء لمن طلب وخلافۃ النبوۃ والامامۃ وطریق الحق وتعلیم الدین والتقرب الی اللہ سبحانہ لا تحصل بالتسلط المحض بل لہا شرائط اخری۔ فی حجۃ اللہ البالغہ لولی اللہ الدھلوی ص ۳۳۵/۳۳۶ وینعقد الخلافۃ بوجوہ بیعۃ اھل الحل والعقد من العلماء والرؤساء وامراء الاجناد ممن یکون لہ رأی ونصیحۃ للمسلمین کما انعقدت خلافۃ ابی بکر وبان یوصی الخلیفۃ الناس بہ کما انعقدت خلافۃ عمر او یجعل شوریٰ بین قوم کما کان عند انعقاد خلافۃ عثمان بل علی ایضا او استیلاء رجل جامع للشروط علی الناس وتسلطہ علیھم کسائر الخلفاء بعد خلافۃ النبوۃ

عائشہ نے کہا خدا کی قسم میں نے کہا تھا اور لوگوں نے بھی کہا تھا اور آخری میرا آج کا قول پہلے سے اچھا ہے۔ عبید نے کہا خدا کی قسم اے ام المومنین یہ ضعیف غدر ہے۔

اور روضۃ الاحباب کے جلد ۳ ص ۸ میں اسی طرح ہے اور اس میں ہے کہ نعثل کو قتل کرو اور خدا تعالیٰ نعثل کو قتل کرے اور نعثل کو لعنت کرے (یہ کلام بی بی عائشہ کا ہے)۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ ہمیں اس سے زیادہ شوریٰ کی حالت بیان کرنے کی حاجت نہیں، کیونکہ ہمنے ثابت کر دیا ہے کہ امراء عرب کے معاویہ بن ابی سفیان و عمرو بن عاص و ابو موسیٰ اشعری جمع ہوگئے اور مشورہ کیا۔ اور بنی ہاشم سے کسی کو اس خاص مشورہ میں شامل نہ کیا اور وہی مخالفین شوریٰ میں مکتفی ہوئے۔ یا بلفظ دیگر امیر عثمان کو اکیلے عبدالرحمن کے مشورہ سے خلافت مل گئی۔

اور چوتھی دلیل اہلسنت کے نزدیک حقیت خلافت کی تسلط اور غلبہ ہے اور وہ کوئی دلیل حقیت کی نہیں ہے ہاں ہر چہار امور سلطنت کے لئے ضروری ہوتے ہیں اور وہی اصل غرض اور مقصود محض اہل سنت کے نزدیک ہے۔ کیونکہ مشہور و مسلّم ہے کہ ملک اس کا ہے جو غالب ہو جائے اور پانی وہ لے جس کو خواہش ہو۔ اور خلافت نبوت راہ حق پر چلنا دین کی تعلیم دینا۔ تقرب الی اللہ حاصل کرنا۔ یہ سب صفات محض تسلط اور غلبہ سے حاصل نہیں ہوتیں بلکہ ان کے لئے اور شرائط ہیں۔ اس کا ثبوت کہ اہل سنت کے نزدیک یہی چار دلائل خلافت کے حق ہونے کی ہیں کہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے ص ۳۳۵/۳۳۶ میں لکھا ہے۔ اور خلافت چند وجوہ منعقد ہوتی ہے ایک تو اہل حل و عقد کی بیعت سے یعنی علماء و رؤساء اور جرنیلوں سے جن کو رائے دینے اور نصیحت مسلمین کا حق حاصل ہو۔ جیسے ابی بکر کی خلافت منعقد ہوئی دوسرا یہ کہ خلیفہ کسی کے لئے لوگوں کو وصیت کر جائے جیسے امیر عمر کی خلافت منعقد ہوئی۔ تیسرا شوریٰ یعنی مشورہ قومی جیسے عثمان کی خلافت منعقد ہوئی۔ بلکہ حضرت علیؑ کی خلافت میں بھی اسی طرح ہوا۔ چوتھا لوگوں پر غلبہ کسی شخص کا جو جامع شرائط ہو اور اس کا تسلط کر لینا ان پر۔ جیسا کہ باقی خلفاء کا خلفاء اربعہ کے بعد

بی بی عائشہ کی بددعا عثمان کے حق میں

الرابع الغلبۃ

ثم ان استولی من لم یجمع الشروط لا ینبغی ان یبادر الی المخالفۃ۔ انتھی۔

وفی منھاج السنۃ جلد ۱ ص ۱۴۲ بل الامامۃ عندھم (ای اھل السنۃ) تثبت بموافقۃ اھل الشوکۃ الذین یحصل بطاعتھم لہ مقصود الامامۃ فان المقصود من الامامۃ انما یحصل بالقدرۃ والسلطان فاذا بویع بیعۃً حصلت بھما القدرۃ و السلطان صار اماماً فالامامۃ ملک و سلطان۔ وفی ص ۱۴۲ ومن غلبھم بالسیف حتی صار خلیفۃ۔ الخ

وفی مجمع البحار علی حاشیۃ الترمذی جلد ۱ ص ۲۶۲ طبع مجتبائی دھلی۔ قیل شرطہ (ای شرط الامیر) الاسلام والحرّیۃ والقرشیۃ وسلامۃ الاعضاء قلت نعم لو العقد باھل العقد والحل اما من استولی بالغلبۃ تحرم مخالفتہ و تنفذ احکامہ ولو عبداً او فاسقاً مسلماً انتھی۔

قال النووی فی شرح المسلم جلد ۱ ص ۲۳۱ فان قیل کیف یکون العبد اماماً وشرط الامام ان یکون حراً قرشیاً سلیم الاطراف فالجواب من وجھین احدھما ان ھذہ الشروط وغیرھا انما تشترط فیمن تعقد لہ الامامۃ باختیار اھل الحل والعقد واما من قھر الناس لشوکتہ وقوۃ بأسہ واعوانہ واستولے علیھم وانتصب اماماً فان احکامہ تنفذ وتجب طاعتہ وتحرم مخالفتہ فی غیر معصیۃ عبداً کان او حراً وفاسقاً بشرط ان یکون مسلماً الخ

پھر اگر ایسا شخص بھی غلبہ حاصل کر لے جس میں کل شروط موجود نہ ہوں تو اُس کی اطاعت بھی کرنی چاہیئے اور مخالفت نہ کرنی چاہیئے انتہےٰ۔

اور منہاج السنۃ جلد ۱ ص ۱۴۲ میں ہے۔ اہل سنت کے نزدیک امامت اہل رعب کی موافقت سے ثابت ہوتی ہے اور کوئی آدمی امام نہیں ہو سکتا جب تک اہل رعب لوگ اُس کے موافق نہ ہوں جن کے مطیع ہونے سے مقصود امامت پورا ہو سکے۔ کیونکہ مقصود امامت بجز سلطنت و قدرت کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس جب بیعت کرنے سے تسلط حاصل ہو جائے وہ امام ہو جاتا ہے۔ تو امامت بادشاہی اور سلطنت ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۲ میں ہے۔ اور جو ان لوگوں پر تلوار کے ساتھ غالب ہو جائے اور خلیفہ بنجائے۔ الخ (تو وہ بھی خلیفہ برحق ہو جاتا ہے)۔

اور مجمع البحار سے حاشیہ سنن ترمذی مطبوعہ مجتبائی دہلی جلد ۱ ص ۲۶۲ میں لکھا ہے۔ کہا گیا ہے کہ امیر کی شرط اسلام اور حریت اور قرشیت اور سلامت اعضا کی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ ہاں درست ہے، مگر یہ اس حالت میں ہے کہ اہل حل و عقد سے امارت منعقد ہو لیکن جب کوئی تسلط اور غلبہ سے امیر اور والی ہو جائے۔ تو (کسی طرح کا ہو) مخالفت اُس کی حرام ہے۔ اور احکام اُس کے نافذ ہوتے ہیں اگرچہ غلام یا مسلم فاسق بھی ہو۔ انتہےٰ۔

اور نووی نے شرح مسلم جلد ۱ ص ۲۳۱ میں لکھا ہے۔ اگر سوال کیا جائے کہ غلام کس طرح امام ہو سکتا ہے حالانکہ امام کے لئے یہ شرط ہے کہ حُر۔ قریشی۔ اور سلیم الاعضاء ہو۔ پس اس کا جواب دو وجہ سے دیا جاتا ہے۔ ایک یہ کہ جملہ شرائط صرف اُس جگہ ملحوظ ہوتی ہیں جہاں اختیار اہل حل و عقد سے امام کی امامت منعقد ہو لیکن وہ امام جو اپنے رعب و شوکت و قوت بازو اور لشکر سے قہراً لوگوں پر غالب ہو کر امام قائم ہو جائے۔ تحقیق اس کے احکام نافذ ہوتے ہیں اور وہ واجب الاطاعت ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی مخالفت حرام ہے۔ البتہ وہ کسی گناہ کا امر کرے تو اس میں پہلو تہی کرنی چاہیئے گو وہ امام غلام یا حر یا بد معاش بھی ہو صرف شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو۔ الخ

وفی شرح المقاصد للتفتازانی۔ الثالث القهر والاستیلاء فاذا مات الامام وتصدی للامامة من یستجمع شرائطها من غیر بیعة واستخلاف وقهر الناس شوکته انعقدت الخلافة له وکذا ان کان فاسقاً او جاهلاً علی الاظهر۔

اور شرح مقاصد تفتازانی میں ہے۔ تیسری دلیل قہر اور غلبہ ہے پس جب امام مرجائے اور امامت کے درپے وہ شخص ہوجائے جو جامع شرائط ہو لیکن بیعت اہل حل وعقد یا استخلاف کے سوا اپنے رعب ودبدبہ سے قہراً لوگوں پر غلبہ وتسلط حاصل کرلے تو اُس کی خلافت منعقد ہوجاتی ہے۔ اور اسی طرح اگر وہ فاسق یا جاہل ہو تو نیز قول اظہر پر اُس کی خلافت منعقد ہوجاتی ہے۔

وفی مفاتیح المطالب فی خلافة علی ابن ابیطالب ص۱۰۲ اذا ثبت الامامة بالقهر والغلبة[۱] ثم جاء اٰخر فقهره انعزل وصار القاهر اماماً۔ الخ

اور مفاتیح المطالب فی خلافت علی بن ابیطالب ص۱۰۲ میں ہے۔ اگر امامت قہر اور غلبہ سے ثابت ہو پھر کوئی دوسرا اس پر اگر غالب ہوجائے تو سابق مقہور معزول ہوجائیگا۔ اور قاہر (غالب) امام ہوجائیگا۔

اولم یتفکروا اذا کان الحق بالغلبة[۲] فاذا غلبت الکفرة فهل کان الحق معهم واذا کان الاحمق الجاهل المتمرد غالباً علی العالم المتعبد ایکون هو القائم مقام النبی م وخلیفة دین وامام شریعة فهذه هی النتیجة الباطلة الفاسدة من غلط تقنّنهم للامور السیاسیة وعدم استلزامهم لامام الحق واجب الاقتداء شرط کونه ذا العصمة عن الخطاء ومن ثم تحیرت عقولهم وبهتت فهومهم فی خلیفتهم یزید؟

تعجب ہے کہ اہل تسنن فکر نہیں کرتے۔ کہ اگر حق محض غلبہ سے حاصل ہوجاتا ہے تو کفار قہر واستیلاء (غلبہ) کے باعث کیا اہل حق ہوجاتے ہیں؟ اور اگر احمق جاہل۔ سرکش کسی عالم عابد پر غالب ہوجائے وہی قائم مقام نبی م۔ اور خلیفہ دین نبی م۔ اور امام شریعت مصطفوی کا ہوجاتا ہے!۔ پس یہ نتیجہ باطلہ فاسدہ اہل سنت کی غلط قانون سازی کا ہے۔ جو امور سیاست کے لئے انہوں نے قائم کیا۔ اور امام حق معصوم عن الخطاء واجب الاتباع کی ضرورت نہ سمجھی۔ اور اسی واسطے عقل اور فہم اُن کے یزید اور معاویہ کے بارہ میں جو ان کا مسلّم خلیفہ ہے حیران رہگئے ہیں کیونکہ دوسرے خلفاء میں تو ایک ایک دلیل حقیت کے لئے پائی گئی

[۱] مولف مفاتیح نے شرح مقاصد سے یہ عبارت بھی نقل کی ہے۔ ۱۲ مترجم۔

[۲] اس شرط تسلط میں پھر عقول اہل جماعت کے متزلزل ہوئے ہیں اور بعض سے کلمہ حق ظاہر ہوگیا ہے۔ چنانکہ جلد اول منہج ثانی ص۲۰ کتاب استقصاء الافحام میں ابو شکور سلمی حنفی سے نقل کیا گیا ہے کہ اُس نے تمہید فی بیان التوحید میں کہا ہے یہ قول غلط ہے کہ جب امام کو غلبہ حاصل نہو اور اُس کی کوئی اطاعت نہ کرے تو امام نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ امام کی اطاعت فرض ہے۔ اور اگر لوگوں کی سرکشی سے امام کو غلبہ حاصل نہ ہو تو یہ امر امام کو امامت سے معزول بھی نہیں کرسکتا۔ اور امت کی نافرمانی امامت کی مضر نہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ نبی علیہ السلام اول اسلام میں باوجود نبی ہونے کے مطاع نہیں تھے یعنی لوگ ان کی متابعت نہیں کرتے تھے۔ اور نہ کفار واعداء پر رسول م کو قہر وغلبہ حاصل تھا۔ تاہم اسبات سے نبوت نبوی میں کچھ نقص نہیں آیا تھا اور نہ وہ نبوت سے اسکے باعث معزول ہوئے۔ تو امام بھی چونکہ خلیفہ نبی ہے۔ اگر جمیع مسلمین فرمانبردار اُس کے نہوں تو یہ امر امامت کو معزول نہیں کرتا۔ اگرچہ سب لوگ معاذ اللہ مرتد ہوجائیں۔ تب بھی امام معزول نہیں ہوتا۔ بلکہ نافرمانی کا گناہ مخالفین پر ہوگا جیسا علی علیہ السلام جمیع مسلمین کے مطاع نہیں ہوئے تھے اور امام تھے۔ انتہے۔ ابو شکور سلمی نے تو اس تقریر میں حضرت علی م کی مثال اس طرح لکھی ہے کہ خلافت رابعہ کے زمانہ میں باوجود مخالفت معاویہ وغیرہ جماعۃ کثیرہ کے جناب علی ع بدستور امام وخلیفہ نبی م رہے اگرچہ غلبہ تام ان کو حاصل نہوا۔ اور میں کہتاہوں بلکہ جناب علی ع علی ہذا القیاس امام حق بعد النبی م مقرر رہے اگرچہ اکثر بلکہ کل سوا چند افراد معدودین کے مخالف ہے۔ مگر یہ اونکی مخالفت امامت کو مضر نہیں تھی بلکہ مخالفین کو مضر تھی ۱۲ مترجم۔

لاجتماع الشروط الاربعة المذکورة فیه معًا دون غیره - ای الاجماع[1] من المسلمین کابن عمر و غیرهم من اهل المدینة والوصیة[2] من معاویة ابیه له لانه سعیٰ له فی حیاتهٖ بالحیل من تالیف القلوب باحسن المطاعم واعطاء الدنانیر والدراهم والترغیب الترهیب والترعیب کامر والشوریٰ[3] له - والتسلط[4] والقهر والجبر والظلم منه علیٰ عترة النبی ص و غیرهم فاذا اجتمعت الاربعة فیه فهو بحسب قواعدهم الموسسة منهم کان اولیٰ واحق بالخلافة من سیدنا السید السبط الحسین علیه وعلیٰ اٰبائه وابنائه الصلوٰة والسلام - کما قال السیوطی فی تاریخ الخلفاء ص۶ ثم اجتمعوا علیٰ ولده یزید ولم ینتظم للحسین امر الخ ولعل من اجل ذٰلك افتیٰ بعض علمائهم ان الحسین قد بغی علیٰ خلیفتهٖ فجاز قتله نعوذ باللہ من ذٰلك کما فی نیل الاوطار جلد ۷ ص۸۴ لقد افرط بعض اهل العلم کالکرامیة ومن وافقهم فی الجمود علیٰ احادیث الباب حتیٰ حکموا بان الحسین السبط رضی اللہ عنه وارضاه (علیه الصلوٰة والسلام) باغٍ علی الخمیر السکیر الهاتك لحرم الشریعة المطهرة یزید بن معاویه (لعنه اللہ علیه) فیاللہ العجب من مقالات تقشعر

اور یزید میں ہر چہار ادلہ حقیت خلافت موجود ہیں یعنی اجماع[1] مسلمین مثل ابن عمر و غیرہ اہل مدینہ کا ہونا - اور معاویہ خلیفہ سابق باپ یزید کی وصیت[2] اپنے بیٹے یزید کے واسطے ہونی - کیونکہ اس نے بڑی کوششیں اور حیلے اپنی زندگی بھر میں کئے تھے - جو علاوہ استخلاف کے بدنی و مالی امداد تھی یعنی مختلف رنگا رنگ کے کھانے کھلا کر دراہم و دینار خرچ کرکے ترغیب دینی اور تالیف القلوب کرنی - اور بعض موقعہ پر شان و شوکت دکھا کر زیر رعب کرنا جیسا کہ معاویہ کے حال میں گذر چکا ہے - اور نیز معاویہ نے اپنے سب معتبرین اہل رائے سے مشورہ[3] بھی کر لیا تھا - اور تسلط[4] و قہر و جبر و ظلم اس کا رعایا پر خصوصًا خاندان نبوت پر بھی بتواتر ثابت ہے - پس جبکہ ہر چہار دلائل یزید میں مجتمع ہیں تو وہ مطابق قاعدہ بنا کردہ اہل سنت کے سب سے زیادہ خلافت کے لئے مستحق تھا چنانچہ اپنے وقت میں ہر چہار ادلہ مذکورہ حضرت سبط النبی جگر گوشۂ علی امام حسین ؑ سے بھی بقواعد مذکورہ احق بالخلافت تھا - جیسا کہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص۶ میں کہا ہے - پھر سب لوگ معاویہ کے بیٹے یزید پر متفق ہوئے - اور امر خلافت کا امام حسین ؑ کے لئے انتظام نہوا - الخ اور شاید اسی واسطے بعض علمائے اہل سنت نے فتویٰ دیا تھا کہ امام حسین ؑ بتحقیق باغی ہو گئے تھے اور (معاذ اللہ) ان کا قتل جائز تھا جیسا کہ نیل الاوطار جلد ۷ ص۸۴ میں ہے - بتحقیق بعض علماء مثل کرامیہ اور موافقین ان کے نے افراط کیا ہے جو احادیث باب میں جمے ہوئے ہیں اور انہوں نے حکم دیا ہے کہ بتحقیق امام حسین سبط نبی یزید بن معاویہ جو کہ بدمست شرابی ہاتک حرمت شریعت مطہرہ کا تھا (لعنۃ اللہ علیہ) مخالفت کرکے باغی ہوئے - پس بڑا تعجب ایسی باتوں سے ہے جن کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں - اور بڑے پتھر ایسی زہر سے پھٹتے ہیں - انتہٰی -

فائدہ بعض علمائے اہلسنت کے نزدیک امام حسین باغی تھے

---

[1] اجماع کی کافی دلیل یہ ہے جو فتح الباری سے نقل ہو چکی ہے کہ ابن عمر نے حضرت علی ؑ کی بیعت اسلئے نہیں کی تھی کہ ان پر کافی اجماع نہیں ہوا تھا - پھر معاویہ سے بیعت کی کیونکہ اس پر مکمل اجماع ہوا - ابن حجر لکھتا ہے کہ وجہ اس کی یہی ہے کہ ابن عمر کے مذہب میں مکمل اجماع کے بغیر بیعت ضروری نہیں ہوتی - تو یقین سے ثابت ہوا کہ ص چنانچہ بخاری سے ذکر ہو چکا ہے کہ ابن عمر نے مدینہ میں خطبہ پڑھ کر لوگوں کو یہی ہدایت کی کہ یزید کی بیعت نہ توڑو اور خود بھی بیعت کی تو وہ بغیر اجماع مکمل کے کیسے بیعت کرتا تھا - اور امام حسین ؑ کا بیعت نہ کرنا اسی طرح مخل نہیں سمجھتے جیسا کہ ابوبکر صاحب کی خلافت میں حضرت علی ؑ کے عرصہ تک یا سعد بن عبادہ کے عمر بھر تک بیعت نہ کرنے کو مخل نہیں جانتے ۱۲ مترجم -

وقد ذکر فی شرح فقہ الاکبر ص۸۷ بغاوۃ الحسین ع۔ وذکر السید فی الذبح العظیم ص۶۰۶ ان ابا بکر ابن العربی المالکی (علیہ ماعلیہ) قال ان یزید کان علی الصواب وان الحسین اخطأ بالخروج علیہ ورده ابن الجوزی فی کتابہ سر المصون الخ

واما القدماء من المسلمین فکانوا علی اصناف فمنہم من سکت عن بیان فضائل عترۃ النبی ص خوفاً فسلم ونجی عن شدائد الاعداء واخفی محبتہم فی قلبہ کالشافعی ومنہم من صرح او اشار الی فضائلہم وتحمل من المکارہ والمصائب کالامام النسائی وعزل کثیر وعزر وضرب وقُتل وحُبس ونُفی ودُفن حیاً ورُفض وشُیع وکُفر ولم یُروعن بعضہم شیئ وان رُوی فقد قیل انہ یتشیع مع انہ ثقۃ ثبت ضبط وما ہذا الا تنقیص عترۃ النبی ص وتحقیرہم وقد اخرجوا الاحادیث من الخوارج حتیٰ فی الصحیحین فضلاً عما فی المسانید والسنن وغیرہا فحینئذ تحیرت العقلاء حتیٰ لم یمیزوا بین الصدق والکذب والحق والباطل والباعث علی ہذا التقلید المحض الذی من شانہ العمی وہو زعمہم الراسخ بل قالوا انا وجدنا علیہ اٰباءنا الی التوارث من الاٰباء والاجداد کما فی منہج الوصول الی احادیث الرسول للسید الصدیق ص۱۵۳

شرح فقہ اکبر ص۸۷ میں بھی قول بعض علماء کا (جن کو خارجی کہنا چاہئے) لکھا ہے کہ امام حسین ع باغی ہیں (معاذ اللہ) اور سید اولاد حیدر صاحب نے ذبح عظیم کے صفحہ ۶۰۶ میں ذکر کیا ہے۔ کہ ابو بکر بن العربی مالکی علیہ ما علیہ نے کہا ہے کہ یزید صواب پر تھا اور امام حسین ع نے خطا کی جو یزید پر خروج کیا (نعوذ باللہ من ذلک)۔

اور ابن الجوزی نے اس قول کو اپنی کتاب سر المصون میں رد کیا ہے۔ الخ ولیکن قدماء مسلمین سے کئی اقسام کے ہوئے ہیں بعض تو وہ ہیں جو عترت نبی ص کے فضائل بیانی سے سکوت کر کے شدائد اعدا سے سلامت اور نجات میں رہے۔ اور محبت اہل بیت کو اپنے دل میں مخفی رکھا۔ جیسا کہ امام شافعی نے کیا[1] اور بعض ان سے وہ ہیں جنہوں نے فضائل اہلبیت کی نسبت صراحتہً یا اشارۃً کچھ بیان کیا اور تکالیف ومصائب کی برداشت کی جیسا امام نسائی نے کیا۔ اور بعض کو عہدہ سے معزول کیا گیا یا تعزیر لگائی گئی یا پیٹا گیا یا قتل کیا گیا یا قید کیا گیا یا جلا وطنی کی سزا دی گئی یا زندہ دفن کیا گیا یا رافضی کا خطاب دیا گیا یا شیعہ نام رکھا گیا۔ اور کفر کا فتوٰی دیا گیا۔ اور بعض سے کوئی روایت نہ کی گئی۔ اور اگر کی گئی تو کہا گیا کہ یہ ثقہ ہے معتبر ہے لیکن تشیع رکھتا تھا۔ اس طرح کے اعتراض سے عترت نبی ص کی تحقیر وتنقیص نہیں تو اور کیا ہے؟ کیونکہ محدثین نے خوارج سے احادیث روایت کی ہیں حتیٰ کہ صحیحین یعنے بخاری ومسلم میں بھی علاوہ کتب مسانید وسنن وغیرہ کے ایسی روایات موجود ہیں۔ پس ایسی روایات کے خلط ملط ہو جانے سے ان کے عقلاء حیران ہو گئے ہیں تا اینکہ صدق وکذب کے درمیان اور حق وباطل کے اندر تمیز نہیں کر سکتے۔ اور اس کا سبب تقلید محض ہے۔ جس کے شان سے اندھاپن ہے۔ اور وہ ان کا زعم راسخ ہے بلکہ کہا انہوں نے تحقیق ہمنے اسی مذہب پر اپنے آبا واجداد کو پایا۔ اور اسی پر قائم رہینگے۔ یعنی ان کا زعم موروثی ہے جو آباء واجداد سے ان کے دلوں میں مرکوز ہو چکا ہے جیسا کہ منہج الوصول مؤلفہ سید صدیق حسن خان کے ص۱۵۳ میں ہے

[1] امام شافعی نے تقیہ کیا کہ سلطنت خوارج میں وہ فضائل عترۃ طاہرہ کو چھپائے رکھا اور ظاہر نہ کر سکا۔ صواعق محرقہ ۱۲ صابر

ولیکن قومیکہ عارف بسنت نبودہ این شیوہ
برگزیدند و قرون متطاولہ دراں گذشت وعوام
و اسلاف خود را براں طریقہ مستمر یافتہ دانستند
کہ دین ہمین است بس بس ولنعم ما قیل ع
ہر کفر کہ کہنہ شد مسلمانی شد
وفی نیل الاوطار صہ ۳۵۵ ج ۱ وفی البدر المنیر
لذلک قیل لم نر الصالحین فی شئی اکذب
منہم فی الحدیث وتہذیب المحدثین
کالشیخین وابی داؤد وغیرہم من سبع
مائۃ الف حدیث او خمس مائۃ الف
حدیث حتی صح عن البخاری انہ لخلص
صحیحہ من ستۃ مائۃ الاف حدیث) ونحوہا
ینادی باعلی صوت علی وضع الاحادیث
ولیس عند احدہم علم محقق یتمیز بہ
الصحیح عن غیرہ بل غایۃ امرہم ما عندہم
لانا اذا وجدنا حدیثا صحیحًا عند احدہم
فہو ضعیف عند الاخر او موضوع عند
بعض اخر کما سیاتی انشاء اللہ تعالٰے۔
قال ابوداؤد ولیس فی اہل الاہواء اصح حدیثًا
من حدیث الخوارج وفی البخاری وغیرہ مالا یحصلے
من المبتدعین وکفاک انموذجًا ما روی البخاری
الذی ہو اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری من عمران
بن حطان الخارجی المادح لقاتل امیر المؤمنین والذی ہو
داعی الی الخروج کذا قال السید الصدیق فی الحطہ فی
بیان الاحادیث الصحاح الستہ وہدایۃ السائل صہ ۵۰۵
ومنہج الوصول صہ ۱۱۹/۱۲۱ بقول القرافی۔ وفی تقریب التہذیب
للعسقلانی صہ ۲۸۹ عمران بن حطان بکسر الحاء وتشدید الطاء
المہملتین السدوسی صدوق الا انہ کان علی مذہب
الخوارج من الثالثۃ مات سنۃ اربع وثمانین وقال
ابوفتح فی الحاشیۃ لہ فی صحیح امام الائمۃ فرد حدیث

ولیکن وہ قوم جو عارف سنت نبوی کی نہیں ہوئی۔ اور اپنا طریقہ مروجہ منتخب کر لیا ہے اور عرصہ طویل اسی پر گذر گیا اور اکثر عوام لوگ اپنے بزرگوں کو اسی طریقہ پر ہمیشہ سے عامل جانتے رہے تو انہوں نے سمجھا کہ دین حق بس یہی ہے (اس کے خلاف سب ناحق ہے) اور بہت اچھا کہا گیا ہے۔ کہ جو کفر پرانا ہو گیا ہو وہ مسلمانی ہو جاتی ہے

اور نیل الاوطار جلد ۱ صہ ۳۵۵ میں البدر المنیر سے منقول ہے کہ اسی لئے کہا گیا ہے۔ ہم صالحین لوگوں کو اتنا جھوٹا کسی بات میں نہیں دیکھتے جتنا کہ وہ حدیث میں جھوٹے ہوتے ہیں۔ انتہی۔ اور چھان بین محدثین کی شیخین وابی داؤد وغیرہ کی مانند سات لاکھ یا پانچ لاکھ احادیث سے جیسا کہ بخاری سے مروی ہے کہ اسنے اپنی صحیح کو چھ لاکھ احادیث سے ملخص کیا۔ اور اسکی مثل بلند آواز سے احادیث کی بناوٹ پر پکار رہی ہے۔ اور کوئی نشان اہل سنت کے نزدیک نہیں جس کے ساتھ صحیح کو غیر صحیح سے جدا کریں بلکہ غایت الامر اور بڑا مقصود اُن کے خیال میں اپنا عندیہ قول کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ ہم جس وقت ایک حدیث کو ان میں سے کسی کے نزدیک صحیح دیکھیں تو دوسرے اُس کو ضعیف یا موضوع کہتے ہیں۔ جیسا کہ اصول حدیث میں انشاء اللہ بیان کیا جائیگا۔ ابوداؤد نے کہا ہے۔ اہل بدعت میں خوارج کے برابر کوئی صحیح حدیث بیان نہیں کرتا۔ اور بخاری وغیرہ میں بے شمار اہل بدعت سے روایات لی گئی ہیں۔ اور نمونہ کے طور پر یہ کہنے کے لئے کافی ہے وہ جو بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری میں عمران بن حطان خارجی امیر المومنین کے قاتل کے مدح کرنیوالے سے روایت لی گئی ہے۔ اور وہ شخص داعی الی بدعۃ الخروج تھا۔ جیسا کہ سید صدیق نے حطہ فی بیان احادیث صحاح ستہ اور ہدایۃ السائل صہ ۵۰۵ اور منہج الوصول صہ ۱۱۹/۱۲۱ میں قرافی کے قول سے لکھا ہے۔

اور تقریب التہذیب عسقلانی کے صہ ۲۸۹ میں ہے۔ عمران بن حطان بکسرہ حا وتشدید طا مہملتین کے سدوسی سچا شخص ہے۔ صرف یہ ہے کہ مذہب خوارج پر تھا۔ تیسرے طبقہ سے ہے۔ سنہ ۸۴ھ میں فوت ہوا اور ابوفتح نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس عمران سے ایک حدیث کتاب صحیح امام الائمہ یعنی صحیح بخاری میں بھی ہے (واہ رے بخاری تیری عجب ایمانداری ہے) پھر بھی شان کتاب اصح الکتب بعد کتاب الباری ہے۔

جو کفر پرانا ہو جائے وہ مسلمانی ہو جاتی ہے

صحیح بخاری میں خوارج سے روایت

وفی حیٰوۃ الحیوان جلد ۱ ص ۲۲۳ ذکر ابن الجوزی فی الاذکیاء وغیرہ ان عمران بن حطان ھٰذا کان احد الخوارج وھو القائل بمدح عبد الرحمٰن بن ملجم لعنھم اللہ علیٰ قتل علی ابن ابیطالب ؎

یا ضربۃً من تقیٍ ما اراد بھا
الا لیبلغ من ذی العرش رضوانا

فبلغت القاضی ابا الطیب الطبری ھذہ الابیات فقال مجیبًا لہ ؎

انی لابرء مما انت قائلہ
فی ابن ملجم الملعون بھتانا

انی لاذکرہ یومًا فالعنہ
دینًا والعن عمران بن حطانا

علیک ثم علیہ الدھر متصلاً
ملاعن اللہ اسرارًا واعلانا

فانتم من کلاب النار جاء لنا
نص الشریعۃ برھانًا وتبیانا

اشار ابو الطیب الیٰ قولہ علیہ السلام الخوارج کلاب النار انتہیٰ۔

ومن البین ان اجتماع الضدین من المحالات فاذا کانت السلطنۃ والغلبۃ لمخالفی عترت الرسول فمن ذ الذی یروی عنھم او فیھم بل فعلوا بھم ما فعلوا قولاً وفعلاً کما مر من غیر مرۃ

فصل فی بیان اثنا عشر خلیفۃً

اعلم انہ اسس اھل الجماعۃ وقد غلطوا فیہ بان شرطوا للخلفاء شروطًا اخترعوھا من عند انفسھم لحمایتھم لھم وان کانت مخالفۃً لاصول الدین القویم والصراط المستقیم من من عدم شرط العصمۃ والافضلیۃ وغیرھما ومنشأ غلطھم رفع الاعتراض من خلفاء بنی امیۃ

اور حیٰوۃ الحیوان جلد اول ص ۲۲۳ میں ہے۔ اور ابن جوزی نے اذکیا وغیرہ میں ذکر کیا کہ تحقیق عمران بن حطان ایک صاحب خوارج سے تھا۔ اور وہی عبد الرحمٰن بن ملجم لعنہما اللہ کی قتل علی بن ابی طالب پر مدح کرتا ہے۔ اس طرح پرہیزگاری کی کیا ضرب چلی ہے جس کا کوئی ارادہ سوا اسکے نہ تھا کہ صاحب عرش یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرے۔ جب یہ ابیات قاضی ابو الطیب طبری کو پہونچے تو اُس نے اس کے جواب میں کہا۔ تحقیق میں بیزار ہوں اُس سے جو تو ابن ملجم ملعون کی مدح میں بہتان کے طریقہ پر کہہ رہا ہے۔ تحقیق میں اُسکو جس دن یاد کروں تو عبادت سمجھکر لعنت کرتا ہوں۔ اور اُسپر اور تجھپر ہمیشہ لگاتار اللہ کی لعنتیں ظاہرًا و باطنًا ہوں۔ کیونکہ تم دوزخ کے کُتے ہو۔ اور ہمارے لئے نص شریعت کی اسبارہ میں بیّن دلیل ہے۔ اس سے اشارہ کیا ہے، ابو الطیب نے نبی صلعم کے قول کی طرف کہ خوارج دوزخ کے کُتے ہیں۔ انتہیٰ۔

(حاشیہ:) بعض علماء اہل سنت کے نزدیک بعض پر لعنت عبادت ہے

اور ظاہر ہے کہ اجتماع ضدین محالات سے ہے۔ پس جب سلطنت اور غلبہ مخالفین و دشمنان عترت رسول کے ہاتھ میں رہا پس عترت نبی سے یا اُن کے حق میں کون روایت کرتا۔ بلکہ ان بادشاہوں نے اہل بیت کے ساتھ قولاً و فعلاً ہر طرح سے کیا جو کچھ کیا۔ جیسا کہ چند مرتبہ ذکر ہوا ہے۔

فصل

بارہ خلفاء کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ اہل جماعۃ نے خلفاء کے واسطے غلط بنیاد رکھی ہے اور اُن کی حمایت کیلئے اپنی طرف سے بناوٹی شرائط بنالی ہیں۔ اگرچہ وہ دین محکم کے اصول اور صراط مستقیم کے برخلاف ہیں جیسا کہ عصمت و افضلیت کو شرط نہ رکھا۔

اور منشاء اُن کی غلطی کا محض رفع اعتراض خلفاء بنی امیہ وغیرہ سے ہے

فانهم كانوا فاسقين شاربي الخمر هاتكين لحرمات الله تعالیٰ ظالمين علی خلق الله وعترة رسول الله وشيعتهم فخبطوا و تحيروا في تأويل حديث لا يزال الدين قائماً حتیٰ تقوم الساعة ويكون عليهم اثنا عشر خليفة[1] رواه مسلم واخرج الشيخان وغيرهما بمعناه ولهٰذ الحديث طرق والفاظ كما في الصواعق المحرقة ص۱۱ و تاريخ الخلفاء ص۷ وعدوا خلفاء بني امية مع كونهم غير اهل للخلافة لفسقهم وظلمهم بالاتفاق من اثني عشر المبشرين وهو مخالف مخالفة صريحة لمفهوم الحديث لان مقتضی الحديث ان الخلفاء هم الذين ينصرون الدين ويقيمونه حتیٰ يتقوی بهم الدين والحال انهم ضيعوا احكام الشرع ونقضوا حدوده وخالفوا الثقلين الذين وصی بتمسكهما واكد اشد التوكيد كما عد السيوطي والقاري والتفتازاني والعسقلاني وغيرهم كما قال في تاريخ الخلفاء ص۷ وايضاح ذٰلك ان المراد بالاجتماع انقيادهم لبيعته والذي وقع ان الناس قد اجتمعوا علی ابي بكر ثم عمر ثم عثمان ثم علی المرتضیٰ

کیونکہ اُن میں فاسقین شراب خوار۔ خدا کے محرمات کی حدود توڑنے والے۔ خلق اللہ پر عموماً اور عترۃ النبی پر خصوصاً ظلم کرنے والے۔ اور شیعان اہل بیت کو ستانے والے تھے۔ پس وہ پریشان خیال اور حیران و سرگردان اس حدیث کی تاویل میں ہوئے۔ جس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ کہ دین قیامت کے دن تک قائم رہے گا۔ جبتک اُن پر بارہ خلیفہ ہونگے۔ بلکہ بخاری و مسلم وغیرہ نے اسی مضمون کی روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کے کئی اور طریقے و الفاظ بھی ہیں۔ جیسا کہ صواعق محرقہ کے صفحہ ۱۱۔ اور تاریخ الخلفاء کے ص۷ میں ہے۔ پس ان بارہ میں اہل جماعت نے خلفاء بنی امیہ کو باوجود انکے خلافت کیلئے غیر مستحق ہونے کے اور بالاتفاق ان کے فسق و ظلم کے بارہ[12] مبشرین سے شمار کیا اور یہ مفہوم ان کا مفہوم حدیث کے صریح مخالف ہے۔ کیونکہ مقتضیٰ حدیث کا یہ ہے کہ وہ خلفاء دین کی مدد کرینگے اور دین کو قائم رکھیں گے۔ اور دین ان سے قوت پکڑیگا۔ اور اہل سنت کے خلفاء کا حال یہ ہے کہ انہوں نے حدود شرعیہ کو ضائع کیا اور ثقلین کی مخالفت کی وہ ثقلین جن کے تمسک کے لئے اشد تاکید سے وصیت کی گئی تھی۔ اس طرح بارہ[12] خلفاء کو سیوطی و ملا علی قاری و علامہ تفتازانی و حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے شمار کیا ہے۔ جیسا کہ تاریخ الخلفاء کے ص۷ میں ہے جس کی تشریح یہ ہے۔ تحقیق اس اجتماع سے خلیفہ کی بیعت کے واسطے لوگوں کی فرمانبرداری مراد ہے۔ اور وہ اجتماع اس طرح واقع ہوا ہے کہ تحقیق لوگ حضرت ابوبکر پھر عمر پھر عثمان پھر حضرت

[1] ائمہ اثنا عشر سے اہل ایمان کے لئے احادیث میں بشارت وارد ہوئی ہے جو عند الفریقین مسلّم ہے۔ مگر اہل سنت نے اصلی ائمہ معصومین کو چھوڑ کر دوسرے بارہ[12] کی تعداد پوری کرنے میں متعصبانہ خبط حواس کے باعث سے دھوکہ کھایا ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ انهم في كل واد يهيمون وہ ہر جنگل میں حیران پھرتے ہیں۔ اور اس غلط فہمی کا سبب عدم امتیاز سلطنت و امامت کا ہے کیونکہ اُنہوں نے اصل مقصود محض انتظام سلطنت کو سمجھا ہے اور وہ سراسر غلط ہے انبیاء کا حال دیکھیں تو سوا چند معدودے کے باقی سب اگرچہ پیغمبر اور ائمہ و پیشوا دین اور سردار مومنین ہوئے۔ لیکن سلطنت دنیاوی مخالفین کے ہاتھ میں رہی۔ جیسا کہ نمرود و فرعون بادشاہ دنیا کے تھے اور حضرت ابراہیم و موسیٰ پیغمبر تھے معلوم ہوا کہ دین میں پیشوا ہونیکے لئے سلطنت ظاہری کا حاصل کرنا کوئی ضروری شرط نہیں علیٰ ہذا القیاس ہمارے ائمہ اثنا عشر کا حال ہے اور بمطابق اس آیت کے ہے جو فرمایا اللہ تعالیٰ نے ونريد ان نمن على الذين استضعفوا في الارض ونجعلهم ائمة ونجعلهم الوارثين یعنی ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ اُن لوگوں پر احسان کریں جنکو زمین کے اندر ضعیف اور کمزور خیال کیا جاتا ہے۔ اور ہم اُنہی کو پیشوا بنائیں اور اُنہی کو وارث بنائیں چنانچہ امامت کا وعدہ پورا ہو چکا اور وراثت سے مراد اگر وراثت علم ہو تو مل چکی اور اگر زمین کی وراثت کا وعدہ ہو تو مطابق آیت ليظهره على الدين كله کے یعنے اس دین کو سب دینوں پر کلی غلبہ حاصل ہوگا بوقت ظہور صاحب العصر والزمان پورا ہوگا ۱۲ مترجم

[2] (یہ حاشیہ ص۲۷۴ پر ملاحظہ ہو)

الیٰ ان وقع امر الحکمین فی صفین فتسمّٰی معاویۃ یومئذٍ بالخلافۃ (نامزد ہوا خلیفہ ہونے کیلئے) ثم اجتمع الناس علیٰ معاویۃ عند مصالحۃ الحسن ؑ ثم اجتمعوا علیٰ ولدہٖ یزید (علیہ اللعنۃ) ولم ینتظم للحسین ؑ امر بل قتل قبل ذٰلک ثم اجتمعوا علیٰ عبد الملک بن مروان بعد قتل ابن زبیر ثم اجتمعوا علیٰ اولادہ الاربعۃ الولید ثم سلیمان ثم یزید ثم ھشام وتخلل بین سلیمان ویزید عمر بن عبد العزیز فھؤلاء سبعۃ بعد الخلفاء الراشدین۔ والثانی عشر ھو الولید بن یزید بن عبد الملک اجتمع الناس علیہ لما مات عمہ ھشام وھکذا فی الصواعق المحرقۃ ص۱۱۲ وقال القاری فی شرح الفقہ الاکبر ص۹۴ وکان الامر کما قال النبی ؐ فالاثنا عشر ھم الخلفاء الراشدون والاربعۃ و معاویۃ وابنہ یزید وعبد الملک بن مروان و اولادہ الاربعۃ یزید وسلیمان وھشام وولید وبینھم عمر بن عبد العزیز۔ الخ واتصال زمان الخلفاء واحد بعد واحد اوضح و اظھر من ھٰذا الحدیث وھو احق بالقبول کما صرّح بہ علماء اھل السنۃ کما ذکرنا۔

تا کہ امر حکمین کا صفین میں واقع ہوا۔ اور اُس دن سے معاویہ نے اپنا نام خلیفہ مشہور کرایا۔ پھر لوگ معاویہ پر بوقت مصالحت امام حسن ؑ کے جمع ہوئے۔ پھر معاویہ کے بیٹے یزید پر جمع ہوئے اور امام حسین ؑ کے لئے خلافت کا امر منتظم نہ ہوا بلکہ اس سے پہلے قتل ہو گئے۔ پھر عبد الملک بن مروان پر بعد از قتل ابن زبیر کے جمع ہوئے۔ پھر عبد الملک کے چار بیٹوں پیچھے بعد از دیگرے پر یعنی ولید۔ پھر سلیمان۔ پھر یزید۔ پھر ہشام پر جمع ہوئے اور سلیمان و یزید کے درمیان عمر بن عبد العزیز ہوا۔ پس بعد خلفائے راشدین کے یہ سات حضرات ہیں۔ اور بارہواں ولید بن یزید بن عبد الملک جب اس کا چچا ہشام مر گیا تو لوگ اُس پر جمع ہوئے۔ اور اسی طرح صواعق محرقہ ص۱۱۲ میں ہے۔ اور علی قاری نے شرح فقہ اکبر کے ص۹۴ میں لکھا ہے کہ امر اُسی طرح ہوا جیسا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا پس بارہ[۱] اس طرح کہ چہار خلفاء راشدین ہیں اور معاویہ اور اُس کا بیٹا یزید اور عبد الملک بن مروان اور چار اُس کی اولاد سے۔ یزید و سلیمان و ہشام و ولید اور اُن کے درمیان عمر بن عبد العزیز بھی ہو گذرا تھا۔ الخ

اور اتصال زمانہ خلفاء کا ایک دوسرے کے بعد مقتضی حدیث سے بہت واضح اور ظاہر ہے۔ اور وہی بہت لائق قبولیت کے ہے۔ جیسا کہ اہل سنت کے علماء نے تصریح کی ہے اور ابھی ذکر ہوا ہے۔

(حاشیہ متعلق ص۲۷۳) شرح فقہ اکبر مطبوعہ گلزار محمدی لاہور ص۷۹ میں صحیحین کے اسناد سے بروایت جابر بن سمرہ مرفوعاً مروی ہے لا یزال امر الناس (خلافت) ماضیاً (باقیاً) ما ولیھم (والی شوند) اثنا عشر رجلاً (اماماً) وفی لفظ لا یزال الامر عزیزاً الی اثنا عشر خلیفۃ۔ اور صواعق محرقہ کے ص۱۱۲ میں صحیح مسلم کی روایت سے لا یزال الاسلام عزیزاً منیعاً اور ابو داؤد کی روایت سے لا یزال ھٰذا الدین قائماً اور صحیح مسلم مع شرح نووی کے جلد ۲ ص۱۱۹ میں ھٰذا الامر و امر الناس وھٰذا الدین ولا یزال الاسلام سب الفاظ سے یہ حدیث مروی ہے۔ اور مشکوٰۃ ص۵۲۲ کتاب الفتن باب مناقب قریش میں ہے لا یزال الاسلام عزیزاً الی اثنا عشر خلیفۃ وفی روایۃ م

[۱] شرح فقہ اکبر مطبوعہ ہند و پریس بہاری لعل ص۱۷۳ اور شرح عقائد طبع نول کشور ص۱۱۱ میں اس طرح دونوں لکھتے ہیں لا کما زعمت الشیعۃ خصوصاً الامامیۃ منھم ان امام الحق بعد رسول اللہ علیؑ ثم ابنہ الحسنؑ ثم اخوہ الحسینؑ ثم ابنہ علی زین العابدینؑ ثم ابنہ محمد الباقرؑ ثم ابنہ جعفر الصادقؑ ثم ابنہ موسیٰ الکاظمؑ ثم ابنہ علی الرضاؑ ثم ابنہ محمد التقیؑ ثم ابنہ علی النقیؑ ثم ابنہ الحسن العسکریؑ ثم ابنہ محمد القائم المنتظر المھدیؑ (صلوات اللہ وسلامہ علیھم اجمعین) فی عقائدھم۔ (خلاصہ ترجمہ) ہمارا اہل جماعۃ کا یہ مذہب نہیں جو شیعہ امامیہ کا زعم ہے کہ بعد رسول اکرم صلعم کے امام حق کے علی علیہ السلام ہیں حضرت امام مہدی علیہ السلام منتظر تک ہیں۔ بس انہی شیعہ کے عقائد میں ائمہ مذکورین بہ ترتیب مذکورہ ہیں اور اسی طرح شرح مقاصد

(بقیہ حاشیہ بر ص۲۷۵ دیکھیں)

سنیوں کے بارہ اماموں کے نام

م لا یزال امر الناس ماضیا (حاشیہ) علی الاستقامۃ وفی روایۃ لا یزال الدین قائماً متفق علیہ ۱۲ مترجم۔

ولکن عندھم ایضًا یتم تعداد الخلفاء الی قیام الساعۃ وان کان بلا انقطاع لکن ذکروہ بصیغۃ التمریض ای قیل وھذا امر لاریب فیہ ای فی ضعفہ وتنفر قائلوہ عن الظلمۃ و الفجرۃ والفساق لکنھم اولوا الحدیث بخلاف مقتضاہ الصحیح اعنی الاتصال و ایضًا عدوا منھم من لیس باھلھا ومن اجل ذٰلک قال النبی ع اخاف علی امتی الائمۃ المضلین رواہ ابوداؤد والترمذی کذا فی المشکوٰۃ کتاب الفتن ج۲ ص۴۵۵ ۔

فالتاویل الصحیح ان الخلفاء و الائمۃ الاثنا عشر ھم من اھل البیت علیھم السلام وقد اتصل زمانھم وختمت مدۃ ثلاثین علٰی علی ع وخلافۃ من بعدہ فی ذریتہ الطاھرۃ بوصیتہ علیہ السلام

مگر اُن کے نزدیک بھی خلفاء کا شمار قیامت تک تمام ہوتا ہے۔ اگرچہ درمیان سے سلسلہ منقطع بھی ہو جائے۔ لیکن اس سلسلہ کو اُنہوں نے صیغہ تمریض و تضعیف سے ذکر کیا ہے۔ یعنی لفظ قیل سے اور اسمیں واقعی کوئی شک نہیں کہ خلافت کے انقطاع کا قول ضعیف ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کے قائلین نے خلفائے ظالمین وفاسقین سے متنفر ہو کر یہ انقطاع کا حیلہ تلاش کیا ہے۔ لیکن یہ حدیث کی تاویل اُنہوں نے برخلاف مقتضٰی و مفہوم صحیح کے کی ہے۔ کیونکہ سیاق حدیث سے اتصال ثابت ہوتا ہے۔ اور نیز اُنہوں نے اس دوسرے سلسلہ میں بھی اُن اشخاص کو شمار کیا ہے جو خلافت کے مستحق نہیں ہیں۔ اور اسی سبب سے نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں اپنی امت پر گمراہ کرنیوالے ائمہ یعنے پیشواؤں سے ڈرتا ہوں۔ ابوداؤد و ترمذی نے اسکو روایت کیا ہے۔ جیساکہ مشکوٰۃ کتاب الفتن جلد۲ ص۴۵۵ میں ہے۔

پس صحیح تاویل حدیث کی یہ ہے کہ خلفاء اور بارہ ۱۲ امام وہ اہل بیت ع سے ہیں اور ان کا زمانہ متصل رہا۔ اور تیس ۳۰ سال کی مدت حضرت علی ع پر ختم ہوئی۔ اور بعد اس کے اُنکی ذریت طاہرہ میں

(بقیہ حاشیہ ص۲۷۴) تفتازانی مطبوعہ مطبع حاجی محرم آفندی بعہد سلطان غازی عبدالحمید خان ص۲۹۷ میں بعینہ ان الفاظ سے ہے۔ واما الشیعۃ فیزعمون ان الامام بعد النبی ص علی کرم اللہ وجھہ (علیہ السلام) ثم الحسن ع ثم الحسین ع ثم علی زین العابدین تاکہ محمد منتظر مہدی کو شمار کیا۔ پھر شرح میں لکھا ہے۔ یعنی ان الامامیۃ یزعمون ان الامام الحق بعد رسول اللہ علی ع ثم ابنہ الحسن ع ثم اخوہ الحسین ع الخ (جیساکہ شرح عقائد میں ہے) اور چند علماء اہل سنت نے بارہ خلیفہ معصومین کی عظمت شان و وفور علم کو تسلیم کیا ہے۔ اور تعداد مطابق مذہب شیعہ کے بیان کی ہے۔ مگر پھر بھی حدیث کی بشارت اپنی زعمی مقرر کردہ سلاطین بارہ کے حق میں بیان کرتے ہیں۔ جیساکہ ایک متعصب سُنی مشہور و معروف علامہ ابن حجر مکی مؤلف صواعق محرقہ ص۱۲۴ تک سب کو علی الترتیب شمار کر کے اُن کے فضائل و معجزات و کرامات اور وراثت علم پدری ہر ایک کا ذکر کیا اور آخر میں بعد ذکر امام حسن عسکری علیہ السلام کے لکھا ہے کہ بجز اپنے بیٹے ابی القاسم محمد الحجت کے کوئی اولاد نرینہ اُنہوں نے نہیں چھوڑی اور یہ محمد الحجۃ وہ ہیں جن کی عمر بوقت وفات امام عسکری علیہ السلام کے پانچ سال تھی اور اُسی سنہ میں اللہ تعالیٰ نے اُن کو حکمت و علم عطا فرمایا۔ اور اُنکا نام قائم منتظر بھی ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ وہ شہر سے باہر نکل کر غائب ہوگئے پھر معلوم نہ ہوا کہ کدھر گئے۔ اور وفات امام عسکری علیہ السلام کی مقام سر من رای میں ہوئی اور وجود جناب صاحب العصر والزمان فی زماننا کے دلائل بیان کرنے میں چونکہ طوالت درکار ہے اور یہ کتاب اس قدر طوالت کی متحمل نہیں لہٰذا اتنا اشارہ کر دیا جاتا ہے کہ اسبارہ میں مستقل کتب تصنیف ہو چکی ہیں اُن کا ملاحظہ کیا جائے۔ جیساکہ منصف طالب تحقیق کے لئے الصراط السوی فی احوال المہدی مؤلفہ زبدۃ الاماثل و عمدۃ الافاضل مولوی سید محمد سبطین صاحب طال بقاءہ ایڈیٹر رسالہ البرہان لاہور اور دلیل العرفان فی احوال صاحب العصر والزمان مؤلفہ عمدۃ المناظرین و زبدۃ المتکلمین مولوی صاحب مرزا احمد علی صاحب امرتسری ثم الاہوری اس مسئلہ میں نہایت مفید کتابیں ہیں۔ اور منجملہ ادلۂ مثبتہ وجود صاحب الامر فی زماننا کے آیت ویوم نبعث فی کل امۃ شھیدًا علیھم من انفسھم۔ الخ ہے۔

(بقیہ حاشیہ بر ص۲۷۶)

ومذهب كلهم مذهب واحد كما قال الملا معين فی دراساة اللبيب ص۳۳ و للكل قدوة حسنة فی ذلك بالائمة اثنی عشر من اهل البيت وتابعيهم حيث كانوا لا يرون القياس وثبت ذلك عن بعضهم برواية الثقة العدل الشيخ قطب الدين عبد الوهاب الشعرانی فی اللواقح حيث روی عن الامام ابی جعفر الصادق ع انه قال لابی حنيفة بلغنی انك تقيس لا تقس فان اول من قاس ابليس ومذهب بعضهم مذهب الكل كما لا يخفی علی من احاط ببعض خصائص احوالهم۔ انتهٰی۔

خلافت اُن کی وصیت سے قائم رہی اور مذہب ان ائمہ سب کا ایک ہی تھا۔ جیساکہ ملا معین نے دراساۃ اللبیب ص۳۳ میں لکھاہے سب کے لئے اس میں ائمہ اثنا عشر اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ اور اُن کے تابعین کے ساتھ پیروی کرنی بہتر ہے کیونکہ وہ قیاس کے معتقد نہیں ہیں اور بعض علماء سے بروایت ثقہ اور عادل شیخ قطب الدین عبد الوہاب شعرانی کی کتاب لواقح میں ثابت ہے جس جگہ امام صادق ع سے روایت کرتاہے کہ آپنے ابوحنیفہ کو فرمایا مجھے خبر پہونچی ہے کہ تو دین میں قیاس کرتاہے قیاس نہ کیا کر جسنے پہلے قیاس کیا وہ شیطان تھا۔ اور بعض کا مذہب اہل بیت میں سے کل کا مذہب ہوتا ہے جیساکہ جسنے بعض خصائص واحوال اُن سے احاطہ کیاہے اُسپر مخفی نہیں ہے۔ انتہٰی۔

وقال فی مقام اٰخر ص۲۴۹ ومن يحمل جواز الجمع فی الحضر علی ادنی حاجة واتخذه مذهبا من غير عذر راسا الا الامام الحق الصديق الصادق عليه السلام ومذهب واحد منهم مذهب باقيهم كما قال ابوه محمد الباقر ع علی ما نقله ابن الهمام فی فتح القدير (شرح الهدايه) لما سئل فی مسئلة هل يوافقه فيه علی ابن ابيطالب ع قال لا يصدر عن اهل بيته الا عن رأيه۔ انتهٰی

اور دوسری جگہ اسی کتاب کے ص۲۴۹ میں کہاہے اور جو حمل کرتاہے جواز جمع بین الصلوٰتین کو گھر میں ادنےٰ حاجت پر اور اُس کو بلا عذر مذہب بنایا ہے وہ امام حق بڑا سچا جعفر صادق ع ہے۔ اور ایک کا مذہب اُن میں سے باقی سب کا مذہب ہوتاہے۔ جیساکہ صادق ع کے باپ امام محمد باقر نے فرمایا ہے۔ جس کو ابن الہمام نے فتح القدیر میں نقل کیاہے۔ کہ جب کسی مسئلہ میں امام باقر سے سوال کیاگیا کہ اس میں علی بن ابیطالب بھی آپ کے موافق ہیں؟ تو فرمایا کہ اہل بیت ع سے کوئی بات ظاہر نہیں ہوتی مگر وہ جناب علی ع کے مذہب پسندیدہ اور فکر عالی

(بقیہ حاشیہ ص۲۷۵) چنانچہ تفسیر کبیر کے جلد ۵ ص۵۰۶ مطبوعہ مصر میں مفصل مذکور ہے کہ ہر زمانہ میں بعد زمانہ رسول ص کے ایک شہید کی ضرورت ہے۔ کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں رہ سکتا اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ معصوم ہو ورنہ اسی زمانہ میں اُسکو لئے ایک اور شہید (گواہ) کی ضرورت ہوگی۔ پھر وہ غیر معصوم ہو تو اُس کے لئے ایک اور کی الی غیر النہایہ ضرورت ہوگی جس سے تسلسل لازم آتاہے۔ انتہیٰ۔ اور منجملہ اُن ادلہ کے آیت ما کان الله ليعذبهم وانت فيهم ہے۔ صواعق ص۹۱ میں بذیل اس آیت کے ابن حجر لکھتاہے کہ انہوں نے اس کی طرف اشارہ فرمادیا ہے کہ یہ معنیٰ امان ہونیکا اہل زمین کے لئے رسول خدا صلعم کے اہل بیت میں موجود ہے۔ پس جیسے رسول اللہ ص اپنے زمانہ میں امان تھے بعدہٗ ایسے ہی اہل بیت ع اہل زمین کے لئے عذاب سے باعث امان ہیں۔ اور روایت احمد بن حنبل سے لکھا کہ میرے اہل بیت زمین کے اندر نہ رہے تو زمین والی بھی نہ رہیں گے۔ نیز حاکم کی شرط شیخین پر صحیح از مثل اسکے بیان کی۔ پھر لکھا کہ چند طرق سے جو بعض بعض سے تقویت یافتہ ہیں مروی ہے کہ رسول ص نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح ع کی ہے۔ جو اسپر سوار ہوا اوسنے نجات پائی۔ اور روایت مسلم میں زیادہ کیاہے کہ جو اسپر سوار نہ ہوا وہ غرق ہوا۔ پھر بیان کیاکہ اس سے شاید اہل بیت کے علماء مراد ہیں کیونکہ مثل ستاروں کے ان سے راہ ہدایت حاصل کیا جاتاہے۔ جن کے وہ باعث امان ہوتے ہیں انتہیٰ اور اس میں شک نہیں کہ سب سے بڑے اور سب سے علماء اہل بیت ع کے ائمہ دوازدہ ہیں۔ (بقیہ برصفحہ ۲۷۷)

ائمہ اہل بیت کا مذہب ایک ہے

امام صادق ع کا ابوحنیفہ کو قیاس سے روکنا

جمع بین الصلوٰتین

ع فی المجمع - المجلد حسن ابن سیرین قال اول من قاس ابلیس ۱۲ مترجم

کذا فی الاصلاح جلد ۱۴ نمبر ۵-۶-
ولا شك ان قیام الدین وعزۃ امرہ قام باھل البیت ع وھو مراد النبی ص کما یدل علیہ قولہ علیہ السلام لا یزال الدین قائماً الخ ولم یقل لا یزال الدنیا او السلطنۃ او السیاسۃ او انتظام المملکۃ وما قام مقام ھذا ولعل اھل الجماعۃ توھموا منہ ھذا بحیث شرطوا اجتماع الناس علیہ وان کان ممن لا خلاق لہ فی الدین کما لا یخفی من حال یزید والولید و غیرھما۔

وبما قلنا یندفع التعارض الناشی بین الحدیث المذکور وبین الحدیث المشھور علی السنتھم ان صح الخلافۃ ثلاثون سنۃ الحدیث۔ رواہ احمد والترمذی وحسنہ ورواہ الحاکم وابو داؤد عن سفینۃ مرفوعاً کذا ذکرہ فی المشکوۃ ج ۲ ص ۴۵۵ بان یراد منہ الخلافۃ النبویۃ المتصلۃ بعد النبی ص کانت لعلی ع ثم لذریتہ الطاھرۃ بوصیۃ من سلف لمن خلف متصلاً الی القائم المنتظر ع عجل اللہ فرجہ ورزقنا زیارتہ وشفاعتہ

اسی طرح رسالہ اصلاح کھجوہ جلد ۱۴ نمبر ۵-۶ میں ہے۔
اور اس میں شک نہیں کہ قیام دین اور ثبات عزت امر دین اہل بیت ع کے ساتھ قائم ہے۔ اور نبی صلعم کی حدیث مذکورہ سے یہی مراد ہے۔ جیسا کہ اسپر قول نبی صلعم کا کہ ہمیشہ دین قائم رہیگا جب تک تم پر بارہ[۱۲] خلفاء رہینگے۔ دلالت کرتا ہے یہ نہیں فرمایا کہ دنیا اور سلطنت و سیاست یا انتظام مملکت یا مثل اس کے (بارہ[۱۲] خلفاء تک) قائم و دائم رہیگا (انتظام سلطنت ہمیشہ کسی نہ کسی کے حق میں قائم ہے اس میں بارہ بادشاہوں کی کیا خصوصیت ہے؟) اور شائد اہل جماعۃ کو مفہوم اس حدیث سے بادشاہی کے ہی مراد ہونے کا وہم گذرا ہے جس سبب سے لوگوں کے کسی شخص پر اتفاق کر لینے سے امام بنا لیتے ہیں۔ اگرچہ اُس شخص میں دین کی کوئی خصلت نہو۔ جیسا کہ حال یزید و ولید وغیرہ سے مخفی نہیں ہے۔

اور اسی ہمارے بیان کردہ مضمون سے وہ تعارض دفع ہو جاتا ہے جو درمیان حدیث مذکور (بارہ[۱۲] خلفا) اور اُن کی حدیث مشہور کے بشرط صحت اُسکے پیدا ہوتا ہے۔ کہ خلافت نبوۃ تیس سال تک رہے گی۔ آخر حدیث تک۔ جسکو احمد و ترمذی نے روایت کیا اور حسن کہا۔ اور حاکم و ابو داؤد نے بھی سفینہ سے مرفوعاً روایت کیا جو مشکوۃ جلد ۲ ص ۴۵۵ میں مذکور ہے۔ اور ان کی تطبیق اس طرح ہے کہ اس سے خلافت نبویہ بلا فصل بعد النبی ص جو علی ع کو حاصل رہی مراد لی جائے۔ پھر بارہ خلفاء کے باقی گیارہ[۱۱] جناب حضرت علی ع کی اولاد سے بوصیت سابق برائے لاحق متصل زمانہ میں یکے بعد دیگرے تا زمانہ قائم منتظر علیہ السلام عجل اللہ فرجہ ورزقنا زیارتہ وشفاعتہ کے مراد ہوں۔

(بقیہ حاشیہ) اور یہی باعث امان اہل زمین ہیں۔ اگر ان سے کوئی آج موجود نہ ہوتا تو مطابق حدیث مسند احمد کے باشندگان زمین ہلاک ہو جاتے۔ اور فائدہ حالت غیبت میں مثل فائدہ سورج کے بحالت ابر میں آجانے کے ہے جو اگرچہ نظر نہیں آتا مگر روشنی کا فائدہ حسب ضرورت پہونچا دیتا ہے۔ ۱۲ مترجم

[۱] یہ خلافت قریباً تیس سال تک زندگی علی علیہ السلام میں قائم رہی جس کو خلافت بعد النبی ص کہا گیا (بوجہ اُس سے متصل ہونے زمانہ نبی صلعم کے) یعنی بلا فصل بعد نبی صلعم کے وہ خلیفہ رہے اور دیگر ائمہ کی خلافت بافصل ہوئی (یعنی زمانہ نبوی سے) وہ حدیث اثنا عشر خلیفۃً میں بیان کی گئی بلکہ اس میں مجموعی صورت پر خلافت بلا فصل یا با فصل کو خلفاء رسول و ائمہ ہدیٰ و محافظین اسلام و ہادیان دین متین کیلئے بشارت دیگئی ہے جو بغیر ائمہ اہل بیت ع کے یہ پیشین گوئی کسی دوسرے پر صادق نہیں آتی ۱۲ مترجم

واعترف بتعارض الحديثين النووى ناقلاً عن القاضى عياض قد جاء فى الحديث الآخر الخلافة بعدى ثلاثون سنة ثم يكون ملكاً وهذا المخالف لحديث اثنى عشر خليفةً فانه لم يكن فى ثلاثين سنة الا الخلفاء الراشدون الاربعة والاشهر اللتى بويع فيها الحسن بن على۔ انتهى ما فى شرح المسلم ج۲ ص۱۱۹ فان انحصرت الخلافة الحقة فى ثلاثين سنةً يلزم بطلان خلافة ما وراء الاربعة ولم يستقم معنى قيام الدين باثنى عشر الى قيام الساعة وان اريدت الخلافة المطلقة فيزيدون على اثنى عشر كما لا يخفى على من له بصيرة وهذا من افادات تاج الاذكياء رئيس الفضلاء علامة الدهر فهامة العصر مؤيد الشرع القويم محى الصراط المستقيم العلامة الشيخ عبد العلى الهروى الطهرانى قدس سره۔

ويؤيد ما قلنا فى توفيق الحديثين حديث حذيفة الذى رواه الشيخان قال كان الناس يسئلون رسول الله عن الخير وكنت اسئله عن الشر مخافة ان يدركنى قال قلت يا رسول الله انا كنا فى جاهلية وشر فجاء نا الله بهذا الخير فهل بعد هذا الخير من شر قال نعم قلت وهل بعد ذلك الشر من خير قال نعم وفيه دخن

اور ہر دو حدیث مذکورہ کے تعارض کا نووی شرح مسلم میں قاضی عیاض مالکی سے ناقلاً بھی قائل ہے چنانچہ لکھا ہے کہ جو دوسری حدیث میں آیا ہے میرے بعد[1] خلافت تیس سال ہوگی پھر ملک ہوگا اور یہ مخالف ہے حدیث اثنا عشر خلیفۃً کے کیونکہ تیس سال میں تو صرف خلفاء راشدین ہوئے ہیں بمع اُن مہینوں کے جن میں امام حسن بن علیؑ کی بیعت ہوئی۔ انتہے ما فی شرح المسلم ج۲ ص۱۱۹

پس اگر خلافت حقہ تیس[30] سال میں منحصر ہو تو سوائے خلفائے اربعہ کے خلافت کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔ اور معنی استحکام دین کا بارہ[12] خلیفوں کے ساتھ قیامت تک درست نہیں ہوسکتا۔ اور اگر بارہ[12] خلفاء کی حدیث سے خلافت مطلق مراد ہے تو تعداد خلفاء کی بارہ سے بڑھ جاتی ہے۔ جیسا کہ اہل بصیرت پر مخفی نہیں اور یہ مضمون افادات سرتاج اذکیا رئیس فضلا مؤید شریعت مطہرہ صراط مستقیم کے زندہ کرنیوالے جناب سرکار علامہ شیخ عبد العلی صاحب ہروی طہرانی قدس سرہ واعلے اللہ مقامہ سے ہے۔

اور مؤید تطبیق مذکور کی حدیث حذیفہ کی ہے جو بخاری و مسلم میں ہے۔ کہ حذیفہ نے کہا لوگ تو رسول علیہ السلام سے خیر کی نسبت سوال کرتے تھے اور میں شر کی نسبت سوال کرتا تھا اس خوف سے کہ مبادا مجھے پائے۔ کہتا ہے۔ مینے عرض کی یا رسول اللہ ہم زمانہ جاہلیت و شر میں تھے پس اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ خیر پہونچائی جو حضور انور تشریف لائے اور ہم فیض یاب ہوئے۔ پس کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہوگی؟ فرمایا ہاں۔ مینے عرض کیا۔ کیا اس شر کے بعد بھی کوئی خیر ہوگی؟ فرمایا ہاں۔ مگر اس میں کدورت رہے گی۔

[1] قولہ میرے بعد کی خلافت۔ لفظ بعدی جو الفاظ اس حدیث میں بقول نووی و قاضی عیاض کے وارد ہے اور بعض الفاظ بعض کے مفسر ہوتے ہیں تو دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس سے اشارہ فرمایا کہ خلافت متصلہ جو میرے بعد ہی شروع ہوگی وہ قریباً تیس سال تک ہوگی۔ اور ویسے کل خلفاء جن کے باعث دین قوی اور تا قیامت قائم رہے گا سب بارہ ہونگے اس طرح جملہ احادیث جن میں تیس سال خلافت کا ذکر آیا ہے اور وہ جن میں بارہ خلفاء کا ذکر ہے اور حدیث حذیفہ جس میں خیر و شر کا سوال مذکور ہے متفق المعنیٰ ہوجاتی ہیں۔ ورنہ ایک کا مضمون بھی صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ جملہ سلاطین جنکو خلفا کہا گیا ہے وہ سینکڑوں تک پہونچتے ہیں۔ اور جن سے دین کو بجائے تقویت پہونچنے کے نقصان پہونچا وہ بھی خلفا سے شمار کئے جاتے ہیں اور خلفا کا زمانہ بھی تیس سال سے متجاوز ہوگیا ہے ۱۲ مترجم

(فی المرقاۃ دخن ای کدورۃ الی سواد و المراد ان لا یکون خیرًا صفوا بحتًا بل یکون مشوبًا بکدرۃ وظلمۃ) قلت وما دخنہ قال قوم یستنون بغیر سنتی ویھدون بغیر ھدیی تعرف منہ وتنکر قلت فھل بعد ذٰلک الخیر من شر قال نعم الحدیث۔ وفی روایۃ لمسلم ج۲ ص۱۲۷ قال یکون بعدی ائمۃ لا یھتدون بھدای ولا یستنون بسنتی وسیکون منھم رجال قلوبھم قلوب الشیاطین۔ فی جثمان (جسد) انس قال حذیفۃ قلت کیف اصنع یا رسول اللہ ان ادرکت ذٰلک قال تسمع وتطیع الامیر وان ضرب ظھرک واخذ مالک فاسمع واطع کذا فی المشکوٰۃ کتاب الفتن ص $\frac{۴۵۳}{۴۵۴}$ ج۲۔

اقول قولہ انا کنا فی جاھلیۃ وشر اراد بہ زمان قبل البعثۃ قولہ فجاءنا اللہ بھذا الخیر اراد بہ زمان النبی ص قولہ فھل بعد ھٰذا الخیر من شر اراد بہ زمن الثلاثۃ وما وقع فیہ لیس بمخفی۔ قولہ وھل بعد ذٰلک الشر من خیر اراد بہ زمان علی ع واراد من قولہ وفیہ دخن معاویۃ ومن معہ قولہ فھل بعد ھذا الخیر من شر[1] اراد بہ زمان یزید ومن بعدہ۔ واللہ اعلم۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے دخن سے مراد کدورت مائل بسیاہی ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ خیر صافی خالص نہوگی بلکہ سیاہی و اندھیرے سے ملی ہوئی ہوگی) حذیفہ کہتا ہے میں نے عرض کی دخن یعنے کدورت کیا ہے؟ حضرت ص نے فرمایا اس زمانہ کے اندر کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو میری سنت کے مطابق اور میرے ہدایت کے رستہ پر نہ چلیں گے تجھے اُن کے وہ افعال جو خلاف سنت ہوں ناپسند ہونگے۔ میں نے عرض کی اس خیر کے بعد پھر کچھ شر آئے گی؟ فرمایا ہاں۔ آخر حدیث تک پڑھ لے۔ اور مسلم میں روایت ہے فرمایا میرے بعد ایسے امام بھی ہونگے جو میرے طریقہ اور سنت پر نہ چلیں گے۔ اور کچھ آدمی اُن سے ایسے ہوں گے جن کے دل مثل شیطان کے ہونگے جو انسان کے جسم میں رکھے گئے ہیں۔ حذیفہ نے کہا میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں اسوقت کس طرح کروں؟ اگر میرا اتفاق پڑ جائے۔ آنحضرت ص نے فرمایا سنکر اطاعت کر لینی اگرچہ تجھے مار پیٹ کریں یا تیرا مال ضبط کر لیں تاہم سن لے اور اطاعت کر لے۔ اسی طرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص $\frac{۴۵۳}{۴۵۴}$ کتاب الفتن میں ہے۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ حذیفہ کا یہ کہنا کہ ہم جاہلیت اور شر میں تھے اس سے زمانہ قبل بعثت کا ارادہ کیا اور اُس کا قول کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو یہ خیر دی اس سے مراد زمانہ نبوی ہے۔ اور اس کا قول کہ کیا اس خیر کے بعد شر ہے۔ اس سے مراد خلفاء ثلاثہ کا زمانہ ہے اور جو حالات اُس میں ہوئے وہ پوشیدہ نہیں ہیں۔ اور اس شر کے بعد پھر خیر سے مراد علی ع کا زمانہ ہے۔ اور اُس میں دخن یعنی کدورت سے شرارت و طغیان معاویہ مع تابعین اُسکے مراد ہے۔ پھر اسکے بعد شر کا پیدا ہونا فساد یزید وغیرہ کا زمانہ شروع ہونا مراد ہے واللہ اعلم۔

فاسقین ظالمین جیسے اماموں کی اطاعت اور سکوت

[1] پھر اس شر کے بعد عرصہ طویل تک شر رہکر خیر کا ہونا تھا جسے زمانہ ظہور امام زمان علیہ السلام کا مراد ہے۔ ہنذا اس کے ذکر سے سکوت رہا اور خلافت شیخین کو زمانہ شر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تسلی کے واسطے دیکھو عینی شرح بخاری موسوم بعمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۳۴۳
منہ مترجم

واعترف بما قلنا بعض محققی اهل الجماعة ایضاً کما فی شرح العقائد[1] للتفتازانی فمعاویة ومن بعده لایکونون خلفاء بل ملوکاً وامراء - فی الخصائص للسیوطی جلد ۲ ص ۱۱۶ اخرج البیهقی عن ابی بکرة مرفوعاً خلافة نبوة ثلاثون عاماً ثم یؤتی الله الملك من یشاء فقال معاویة قد رضینا بالملك فقد ظهر ان معاویة ملك وهو الحق ولیس بخلیفة[2] کما اقر هو بنفسه وعدّه بعضهم فهو من خبط حواسهم وعقولهم فی تاویل هذا الحدیث المذکور۔

وفی بغیة الرائد للسید الصدیق شهادت علیؑ برسر سال سی ام از وفات رسول خدا م بوده پس معاویه وآنکه بعد او ست خلفاء نباشند بلکه ملوک وامراء بودند۔

اور ہمارے مضمون مذکورہ کا بعض محققین اہل جماعت نے بھی اعتراف کیا ہے۔ جیسا کہ شرح عقائد تفتازانی میں ہے کہ معاویہ یا اُس کے بعد بادشاہان اور امراء ہیں خلفاء نہیں ہیں۔ اور خصائص سیوطی جلد ۲ ص ۱۱۶ میں ہے: بیہقی نے ابی بکرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ خلافت نبوۃ تیس سال تک ہوگی، پھر ملک اللہ تعالیٰ کا ہے جس کو چاہے اُسے دیدے گا۔ معاویہ نے کہا ہم اسی ملک پر خوش ہیں (خواہ خلافت نبوۃ نہ ہی ملے) اس سے ظاہر ہوا کہ معاویہ بادشاہ تھا۔ خلیفہ نہ تھا جیسا کہ وہ خود اقرار کر رہا ہے۔ اور جو بعض اہل علم بلکہ جملہ اہل سنۃ حدیث اثنا عشر کی تاویل میں معاویہ کو خلیفہ شمار کرتے ہیں تو یہ اُن کے خبط عقل و اختلاط حواس کا سبب ہے۔

اور بغیۃ الرائد مؤلفہ سید صدیق مؤلف تفسیر فتح البیان میں ہے کہ شہادت علیؑ کی وفات رسول خدا م سے تیسویں سال کے اختتام کے قریب ہوئی ہے۔ پس معاویہ یا بعد اُسکے خلفاء نہیں ہونگے بلکہ بادشاہان اور امراء تصور ہونگے۔

[1] شرح عقائد ص ۱۰۹ میں یہ عبارت لکھی ہے اور یہ بھی لکھا کہ خلافت تیس سال ہوگی۔ پھر کہا وھذا امشکل یعنے یہ مشکل ہے۔ الخ مگر حسن اعتقاد حضرات حنفیہ پر قربان جائیے جو معاویہ کو امام حق تصور کرتے ہیں، چنانچہ شرح فقہ اکبر مطبوعہ محمدی پریس لاہور ص ۸۳ میں لکھا ہے۔ پہلا بادشاہ ملوک مسلمین سے معاویہ ہے۔ الکنه انما صار اماماً حقاً لما فوّض الیه حسنؑ بن علیؑ الخلافة۔ الخ یعنے بادشاہت سے نکل کر بوقت صلح امام حسن ع کے معاویہ صاحب یقیناً امام برحق ہو گئے تھے۔ اور ہم پہلے حاشیہ میں شرح فقہ اکبر سے لکھا جا چکا ہے کہ حدیث اثنا عشر خلیفۃ سے مراد بارہ امام ہیں جیسا کہ اصل کتاب شرح فقہ اکبر میں بذیل لفظ خلیفۃ کے بین السطور اماماً لکھا ہے۔ تو بارہ امام سنیوں کے نزدیک یقیناً یہی ہیں جو درج کتاب ہذا ہیں یعنی خلفاء اربعہ اور معاویہ و یزید و عبد الملک اور چار اُسکی اولاد سے اور بارھواں ولید مشہور شرابی ہے۔ اور اگرچہ اعتراضات کے بچاؤ سے ہمارے ائمہ کو سُنی صاحبان زبانی طور پر امام کہتے ہیں لیکن اعتقاد اور اُن کے عمل میں اُنکے امام یہ ہیں جن کو سنیوں کے پیشوا اور مستند علماء بالتحقیق تاویل حدیث بارہ خلفاء میں لکھ چکے ہیں۔

اور شرح مقاصد ص ۳۰۵ میں بذیل بیان بغاوت معاویہ کے لکھا ہے ولیسو کفاراً ولا فسقة ولا ظلمة لما لهم من التاویل وان کان باطلاً فغایة الامر انهم اخطاؤا فی الاجتهاد وذلك لایوجب التفسیق فضلاً عن التکفیر یعنی معاویہ وغیرہ باغیان نہ کافر ہیں اور نہ فاسق و ظالم کیونکہ اُن کے پاس تاویل ہے جس سے انہوں نے بغاوت کی اگرچہ وہ تاویل جھوٹی بھی ہے۔ مگر غایۃ الامر انہوں نے اجتہاد میں خطا کی جس سے وہ فاسق بھی نہیں ہوتے چہ جائیکہ اُن کو کافر کہا جائے۔ انتہے اور اسی کتاب کے صفحہ مذکورہ میں لکھا ہے کہ مذہب اہل سنت میں معاویہ باغی اور فاسق نہیں ہے۔ اب غور کا مقام یہ ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا مجرم نہیں ملتا جس کے پاس ارتکاب جرم کے لئے کوئی تاویل نہ ہو۔ پس باعتبار مذہب اہل سنت کے اسکو مجتہد قرار دیکر ارتکاب جرم کے لئے مختار و مجاز سمجھنا چاہئے بلکہ اُس پر مستحق ایک اجر کا ہوگا۔ ۱۲ مترجم

[2] روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۹ مطبوعہ نولکشور میں ہے کہ محمد حنفیہ نے جب دعوائے امامت کیا۔ امام زین العابدین ع نے فرمایا جس کے لئے حجر اسود گواہی دے وہ خلیفہ حق اور امام صادق ہے۔ چنانچہ محمد حنفیہ نے حجر اسود سے پوچھا مگر کوئی جواب نہ ملا پھر امام زین العابدین ع نے فرمایا اے حجر اسود بزبان فصیح بیان کر کہ وصی و امام بعد امیر المؤمنین حسین ع کے کون ہے (بقیہ حاشیہ ۲۸۱)

وفی شواہد النبوۃ ص۱۸۱ از جعفر بن محمد کہ پدر من وصیت کرد کہ چوں من بمیرم تو مرا دفن کن وغسل دہ زیرا کہ امام را جز امام نہ شوید۔ وفی ص۱۰۲ امیر المؤمنین گوید کہ رسول وصیت کرد کہ بغسل وے من قیام نمائم وسبب زیادتی فہم ایں بود کہ آب جمع شدہ بمو منع چشم رسول صلعم رابعد غسل دادن علی ع نوشید۔ کذا قال الشیخ الدہلوی فی ماثبت بالسنۃ۔ ص۵۳/۵۴۔

شواہد النبوۃ ص۱۸۱ میں ہے جعفر بن محمد ع سے مروی ہے کہا مجھے میرے باپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میں وفات پاؤں تو تم ہی مجھے دفن کریں اور غسل دیں۔ کیونکہ امام کو بجز امام کے کوئی غسل نہیں دے سکتا۔ اور ص۱۰۲ میں ہے امیر المومنین علی ع فرماتے ہیں کہ رسول ص نے وصیت فرمائی تھی کہ میں ان کو غسل دوں اور سبب زیادتی فہم علی ع کا بھی یہ تھا کہ جو پانی مقام چشم مبارک رسول ص میں جمع ہوا تھا غسل دینے کے بعد اسکو علی ع نے پی لیا تھا۔ اسی طرح شیخ عبد الحق رحمہ اللہ دہلوی نے اپنی کتاب ماثبت بالسنۃ ص۵۳/۵۴ میں لکھا ہے۔ (اور شفا قاضی عیاض سے اسی کتاب ماثبت میں لکھا ہے کہ حضرت علی ع کو ترتیب غسل نبی صلعم میں ہاتف کی ندا آتی تھی کہ ایسا ایسا کرنا چاہیئے۔ اور شواہد کی عبارت سابقہ سے ثابت ہوا کہ وفات رسول اللہ ص کے وقت بجز حضرت علی ع کے اور کوئی امام نہ تھا جس کے سپرد غسل نبوی کا کام ہوتا۔ اور حضرات ثلاثہ سے کوئی اس منزلت پر نہ پہونچا)۔

وفی الخصائص للسیوطی جلد۲ ص۲۷۶۔ اخرج ابن سعد والبزار والبیہقی عن علی ع قال اوصی رسول اللہ ص ان لا یغسلہ احد غیری۔ الحدیث۔ واخرج ابوداؤد والحاکم وصححہ وغیرہما غسل علی ع ایاہ۔ انتہیٰ۔

اور خصائص سیوطی جلد۲ ص۲۷۶ میں ہے۔ کہ ابن سعد وبزار وبیہقی نے روایت کیا حضرت علی ع فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ص نے وصیت فرمائی تھی کہ اُن کو میرے سوا کوئی دوسرا غسل نہ دے آخر حدیث تک۔

اور ابوداؤد وحاکم نے صحیح کہکر اور دوسروں نے بھی روایت کیا کہ جناب رسول خدا ص کو حضرت علی ع نے ہی غسل دیا۔ انتہیٰ من الخصائص۔

(بقیہ حاشیہ ص۲۸۰) تو حجر اسود حرکت میں آیا اور گواہی دی کہ امام ووصی حضرت زین العابدین ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت نبوی کی بوصیت سابق بحق لاحق جو امامت خلق ہے وہ بدستور اہل بیت میں چلی آئی ہے۔ اگرچہ ظاہری سلطنت کسی اور کے پاس رہی ہو۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ امام زین العابدین کے وقت میں ظاہری خلافت وسلطنت یزید بن معاویہ ومعاویہ بن یزید ومروان وغیرہ کی ہوئی ہو۔ تو پھر جھگڑا خلافت محمد حنفیہ اور امام زین العابدین کا کیسا تھا اور حجر اسود نے کیسی شہادت دی؟ بالضرور ظاہر ہوا کہ یہ خلافت نبوی ونیابت امامت دین کی تھی اور بادشاہان ظاہری بادشاہی کو خلافت نام رکھکر لیتے رہے ۱۲ مترجم

[1] روضۃ الصفا جلد۳ ص۱۱ میں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی صفت میں لکھا ہے کہ کتاب جفر جامع اُن کے پاس تھی اور امام نے فرمایا سلونی قبل ان تفقدونی فانہ لا یحدثکم احد بعدی بمثل حدیثی یعنے فرمایا مجھ سے پوچھ لو میرے فوت ہونے سے پہلے ورنہ میرے بعد ایسی احادیث تمکو کوئی بیان نہ کریگا ۱۲ مترجم

وھذا مما لا شك فيه ان امير المؤمنين عليًا صلوات الله وسلامه عليه وعلى ابنائه الطاهرين غسل النبي م وكفنه ودفنه ولم يشاركه احد في هذا الامر من الخلفاء الثلاثة - وفي شواهد النبوة ص۱۵۹ امير المؤمنين[1] علی ع امام اول ہست از ائمہ اثنا عشر وفي ص۱۷۱ امير المؤمنين حسن ع ولی امام دوم است از ائمہ اثنا عشر وفي ص۱۷۳ امام حسین ع وھکذا عد كل واحد منهم الى ص۲۱۲ وذكر غيبة الصغرىٰ والكبرىٰ لصاحب الامر والزمان[2] -

اور یہ بلا شک ہے کہ نبی علیہ السلام کو غسل وکفن ودفن علی ع نے دیا اور اس کام میں خلفاء ثلاثہ سے کوئی اُن کا شریک نہیں ہوا۔ اور شواہد النبوۃ کے ص۱۵۹ میں ہے - امیر المؤمنین علی ع بارہ اماموں سے پہلے امام ہیں۔ اور ص۱۷۱ میں ہے امیر المؤمنین حسنؑ ولی بارہ اماموں سے دوسرے امام ہیں۔ اور ص۱۷۳ میں ہے کہ امام حسین ع تیسرے امام بارہ اماموں سے ہیں۔ اور اسی طرح سب ائمہ اثنا عشر کو شمار کیا۔ تا اینکہ ص۲۱۲ میں غیبت صغریٰ وکبریٰ صاحب العصر والزمان کا ذکر کیا۔

وقال وحيد الزمان في ترجمة سنن ابن ماجة ص۲۹۲ ج ۱ - ہم تو اُدھر جائینگے جدھر ہمارے سردار گئے ہیں۔ یعنی حضرت رسول کریم م اور آپ کے بعد امیر المؤمنین حضرت علی ع اور بعد امام حسن ع امام حسین ع اور ان کے بعد ائمہ اہل بیت علیہم السلام الخ هذا هو الحق وماذا بعد الحق الا الضلال والاكثر للحق كارهون وغير هذا غاية الاشكال ونهاية المحال ؎

اور علامہ وحید الزمان صاحب مترجم صحاح ستہ نے ترجمہ سنن ابن ماجہ کے جلد ا ص۲۹۲ میں لکھا ہے۔ ہم تو اُدہر جائینگے جدھر ہمارے سردار گئے ہیں۔ یعنی حضرت رسول کریمؐ اور آپکے بعد امیر المؤمنین حضرت علیؑ اور بعد امام حسن ع امام حسین ع اور ان کے بعد ائمہ اہل بیت ع الخ۔ یہی حق ہے۔ اور اکثر لوگ حق سے کراہت کرتے ہیں، اور بجز اسکے امر محال ومشکل ہے۔

[1] فتاویٰ عزیزی مؤلفہ شاہ عبد العزیز دہلوی ص۶ میں لکھا ہے۔ کہ مختار بعض ائمہ فن شریف حدیث کا مثل تورپشتی وقاضی عیاض اور ان کے متبعین مثل شیخ عبد الحق وغیرہ بزرگان قدس اللہ اسرارہم کا اور میلان امام نووی کا شرح مسلم میں بھی اسی طرف ہے۔ کہ خلفاء اثنا عشر سے مراد عادلین مروجین دین متین قائم رکھنے والے اور نافذ کرنے والے احکام شریعت غرا کے والی خلافت نبوۃ کے بالاستحقاق والاتفاق نہ بسبیل تغلب وشقاق کے ہیں۔ پھر کہا کہ احادیث بھی اس بات کی مؤید ہیں کہ دین ان سے قائم ہوگا۔ اور اسلام ان سے عزیز رہے گا۔ وغیرہ۔ پھر ص۸ میں کہا کہ اکثر شیعہ یہ سب صفات ائمہ اطہار پر منطبق کرتے ہیں۔ تو اسی نظر سے ہمارے نزدیک وہ گمراہ نہیں سمجھے جاوینگے۔ انتہیٰ۔ نیز مولوی وحید الزمان نے بعض مقامات میں نام لیکر دوازدہ معصومین کو ائمہ خود مانا ہے۔ اور سید صدیق مؤلف فتح البیان نے رسالہ تشریف البشر بذکر الائمۃ الاثنا عشر میں اور کمال الدین ابن طلحہ شافعی نے مطالب السئول میں اور نور الدین ابن صباغ مالکی نے اصول المہمہ میں اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الائمہ میں اسیطرح صراحتًا واشارۃً بیان کیا ہے ۱۲ مترجم

[2] استقصاء الافحام جلد اول ص۱۰۱ میں روضۃ الاحباب سے، امام دوازدہم کی ولادت وغیبت مطابق مذہب اثنا عشری کے لکھی ہے۔ نیز روضۃ المناظر ابن شحنہ حنفی طبع مصر برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۱۱ ص۱۷۹ میں ولادت قائم آل محمد ۲۵۵ھ میں لکھی ہے اس طرح۔ وولد لهذا الحسن ولده المنتظر ثاني عشرهم ويقال له المهدي والقائم والحجة محمد ولد في سنة خمس وخمسين ومائتين۔ الخ اور دلائل وجود امام زمان وغیبت صغریٰ وکبریٰ اور اسپر سوال وجواب وتفصیل تمام کتب مستقلہ اس باب میں مرقوم ہیں۔ جو حضرات مزید تفصیل کے شائق ہوں وہ دلیل العرفان فی جواب تنبیہ الاذہان مؤلفہ رئیس المناظرین مرزا مولوی احمد علی صاحب امرتسری ثم الاہوری یا صراط سوی فی احوال المہدی مؤلفہ مولوی سید محمد سبطین صاحب اور در مقصود در احوال مہدی موعود مؤلفہ سید اولاد حیدر صاحب بالقابہ وغیرہ کتب کا مطالعہ کریں ۱۲ مترجم

(حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ کریں)

(حاشیہ متعلق صفحہ ۲۸۳)

ائمہ دوازدہ کے پیروی کنندگان کو یہ فخر ہونا چاہیئے کہ دنیا و آخرت میں اُن کو شیعہ اثنا عشری کے خطاب سے پکارا جاتا یقینی ہے اور ضرور ہے کہ خادمان آل محمدؐ اور گیرندگان دامن ائمہ اطہار کی شفاعت بھی قیامت کے دن حضرات معصومین فرماکر دریائے رحمت الٰہی کو جوش میں لائینگے۔ اور مقلدین دیگر حضرات کے مقام پشیمانی و سرگردانی میں غم کھائینگے۔ کیونکہ اُن کے پیشوا خود غرق دریا عصیان و حرمان میں ہوکر موافق قول الٰہی اذ تبرء الذین اتبعوا من الذین اتبعوا کے اپنے مقلدین سے بیزار ہونگے۔ حالانکہ مطابق آیت اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ کے لوگوں نے دنیا میں اُن کو پیشوا بمنزلہ رب کے بنا رکھا تھا۔ جیسا کہ تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۳۰ میں باسانید صحیحہ کثیرہ بذیل آیت مذکورہ کے لکھا ہے۔ بالاتفاق نبیؐ سے مروی ہے کہ وہ لوگ اپنے علماء و زاہدین کے ایسے پیرو تھے کہ جو کچھ وہ حرام و حلال وغیرہ میں حکم دیتے اُسی پر عمل کرتے تھے۔ نہ یہ کہ اُن کی عبادت سجدہ وغیرہ سے کرتے تھے بلکہ فقط شرک فی الاطاعت کرتے تھے تو ایسے لوگوں کو اُن کے پیشواؤں کے نام سے ہی قیامت کے دن پکارا جائیگا۔ دلیل اُس کی آیت یوم ندعوا کل اناس بامامھم پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل ہے۔ یعنی یاد کر اے رسول اس دن کو جب کہ ہم ہر گروہ کو اُس کے پیشوا کے نام سے پکارینگے مثلاً شافعی، مالکی، حنبلی، حنفی، مرزائی، شیعہ اثنا عشری وغیرہ۔ تفسیر آیت کے لئے دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۹۴ باسناد ابن ابی شیبہ وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ کے ابن عباس سے مروی ہے۔ فرمایا۔ یوم ندعوا الخ سے مراد یہ ہے کہ اپنے امام کے نام سے بلائیں گے خواہ امام ہدایت ہو خواہ امام ضلالت ہو۔ اور باسناد ابن مردویہ کے (د سکت علیہ السیوطی) علیؑ سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ نے معنے اس کا یہ ہے کہ ہر قوم کو اُن کے امام زمانہ اور کتاب خدا اور طریق نبی کے ساتھ بلایا جائیگا۔ انتہے۔ معلوم ہوا کہ تین صفات سے پکارا جائیگا۔ ایک تو ہر بشر کے وقت میں ایک نہ ایک امام اُس زمانہ کا ہوگا۔ اس کے نام سے پکارا جائیگا۔ دوسرا اُس وقت کی کتاب خدا کے نام سے۔ اور تیسرا اُس وقت کے نبی کے نام پر بلایا جائیگا۔ تو یہ غلط ہے۔ جو امام سے مراد صرف رسول لیتے ہیں اور بس۔ کیونکہ خدا کے بندے کہلاکر اسی کو رب سمجھکر جب پیروی احبار و رہبان کی کرکے زیر وعید اتخذوا احبارھم کے آگئے ہیں۔ تو جو رسول کی امت کہلاکر اطاعت اُس کی چھوڑتے ہیں اور غیر کی اطاعت کرتے ہیں وہ بلاشک رسول کے مقلد نہیں ہیں اور نہ رسول اُن کے پیشوا ہوں گے۔ وہ اپنے پیشواؤں کے نام سے پکارے جائینگے۔

مزید ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر ترجمان القرآن صفحہ ۱۴۱ بحوالہ فتح البیان حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ مراد امام سے امام عصر ہے اہل ہر عصر ہمراہ اپنے امام کے بلائے جائینگے جس کے امر و نہی پر چلتے تھے۔ اسی طرح فتح البیان کے جلد ۵ صفحہ ۳۴۷ میں ہے۔ اور زیادہ کیا۔ کہ قرطبی نے کہا ہے۔ سب کو اُن کے مذاہب سے بلایا جائیگا۔ اس طرح کہ دنیا میں جس کی تقلید اور پیروی کرتے تھے اُنہی کے نام سے پکارا جائیگا۔ کہا جائیگا یا حنفی، یا شافعی، الخ۔ اسی طرح بعینہ تفسیر حسینی میں زیر آیت یوم ندعوا کے ہے۔ اور تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۱۷۳ طبع مصر میں ابن عباس سے مروی ہے، کہ اس آیت کا معنے یہ ہے کہ ہر ایک کو اُس کے امام کے نام پر بلایا جائیگا جس کا دنیا میں پیرو رہا ہو۔ خواہ امام ہدایت پر چلانیوالا ہو خواہ گمراہی پر۔ اسلئے کہ ہر قوم اپنے افعال خیر و شر میں ایک پیشوا کے پیچھے ہوتی ہے۔ انتہے۔

اور تفسیر ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ ۹۱ میں ہے۔ واولی ھذہ الاقوال عندنا بالصواب قول من قال معنیٰ ذٰلک یوم ندعوا کل اناس بامامھم الذی کانوا یقتدون بہ۔ الخ (ترجمہ) سب سے بہتر اور صحیح اُس کا قول ہے جس نے اس آیت کا یہ معنے کیا ہے، سب کو اُن کے امام کے ساتھ بلائینگے جس کی وہ پیروی کرتے ہوں گے۔ یعنی دنیا میں اُس کی اقتدا کرتے ہوں گے، کیونکہ عرب لفظ امام کو اغلب طور پر اُس کے لئے استعمال کرتے ہیں جس کے ساتھ وہ اقتدا کرتے اور دنیا میں اُسکی پیروی کرتے ہوں۔ اور معانی کلام الٰہی کی توجیہ مشہور تر استعمال کے لحاظ سے اولیٰ ہوتی ہے جب تک اُس مشہور اصطلاح کے مخالف کوئی مسلّم دلیل ثابت نہو۔ انتہے۔

اور تفسیر سراج المنیر ج ۲ صفحہ ۳۲۱ طبع نولکشور میں ہے کل من ائتم بہ قوم کانوا علیٰ ھدی او ضلالۃ (ثم قال ونقل الحدیث المرفوع) ثم ینادی الاتباع یا اتباع فرعون واتباع فلان وفلان من رؤساء الضلال۔ الخ یعنی امام سے مراد وہ ہے جس کی قوم پیروی کرے ہدایت پر ہوں یا گمراہی پر پھر حدیث مرفوع نقل کی کہ رسولؐ نے فرمایا (بقیہ حاشیہ

(حاشیہ بقایا صفحہ ۲۸۳)

پھر پیروی کرنے والوں کو قیامت کے دن پکارا جائیگا۔ اے مقلدین فرعون۔ اے پیروان فلان و فلان سرداران گمراہی کے نام سے بھی بلایا جائیگا۔ الخ۔

اور تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۲۲ میں بعینہ مثل سراج المنیر کے لکھا ہے۔ پس تفاسیر آیت مذکورہ اور ظاہر معنے آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ امام سے مراد عام ہے۔ امام ہدایت ہو یا امام ضلالت۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ائمۃ یھدون بامرنا واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوٰۃ۔ الآیہ پ ۱۷ وجعلناھم ائمۃ یدعون الی النار۔ الآیہ پ ۲۰۔ (ترجمہ) ہمنے اُن کو ایسا امام بنایا کہ ہمارے امر کی ساتھ ہدایت کرتے ہیں۔ اور فعل خیرات کی اُن کی طرف ہم نے وحی بھی کی ہے۔ الخ اور ہمنے اُن کو امام کیا ہے کہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔ الخ۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن جو لوگ امام ضلالت کے پیرو ہوں گے۔ وہ اُن کے نام سے بلائے جائیں گے۔ اور ایسے لوگ عذاب کو دیکھکر پچھتائینگے مگر اسوقت پچھتانا کیا فائدہ دیگا جیسے آیت یوم یعض الظالم علی یدیہ یقول یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا۔ یا ویلتا لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا۔ یعنی اُس دن کو یاد کر اے رسول جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹیگا اور حسرت کرتے ہی کہیگا افسوس ہے کہ میں رسول اللہ کے راہ پر چلتا اور اُس کی پیروی کرتا۔ ہائے افسوس میں فلاں آدمی کو دوست نہ رکھتا اور اُس کی پیروی نہ کرتا۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کوئی رسول کے برخلاف چلے اُس کی دوستی منع ہے بلکہ اُس سے بیزار رہنا چاہیئے۔ اور حکم نبوی کی اطاعت کرنی چاہیئے اور بعد رسول کے بحکم رسول ص جانشین رسول ص حضرت علی ع امام حق ہیں اور بعد ازاں اُن کی نص سے جو مثل نص نبوی کے ہے باقی ائمہ اطہار واجب الاطاعت ہیں۔ جو اُن کے حکم پر عمل نہ کرے گا اور اپنا نیا مذہب اختراع کریگا اور اپنے مقرر کردہ پیشواؤں کی پیروی کرنے اور کرانیکا التزام واہتمام کرے وہ آیت مذکورہ کے وعید میں آجائیگا۔ اسیواسطے آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن رسول فرمائیگا یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا۔ یعنی اے میرے رب میری قوم نے قرآن کو بیکار چھوڑ دیا۔ یعنی اس طرح کہ قرآن کو اہل بیت سے جو قیامت تک جدا نہ ہونے والے تھے جدا کرکے اُس کی تفسیر بالرائے کرتے رہے۔ اور ائمہ ہدیٰ سے جو دین کے استاد تھے قرآن نہ سیکھا۔ اور آیت یوم یعض الظالم میں جو لفظ ظلم وارد ہے جس کا معنے وضع الشئی فی غیر محلہ ہے یعنی شئے کو اپنے مقام پر نہ رکھنا اس سے مراد یہ ہے کہ امامت کو بعض لوگوں نے بے محل مخالف حکم ومنشاء رسول کے رکھا۔ یعنی جو بحکم ائمۃ یھدون بامرنا کے امر خدا سے ائمہ مقرر تھے اور اُسکے فرمان کے مطابق نہ اپنے قیاس سے تعلیم دیتے تھے۔ اُن کو امام نہ سمجھا بلکہ امامت کو غیر مستحقوں کے حوالہ کردیا۔ وہ بھی افسوس کرینگے کہ ہائے ہم ان جھوٹے اماموں کو دوست نہ رکھتے

(حاشیہ: قیامت میں افسوس کرینگے فلاں کو دوست نہ رکھتا)

ہر زمانہ میں امام کا وجود ضروری ہے

بعض معاصرین کا خیال ہے کہ بعد وفات نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ نبی وامام کی چند سال تک ضرورت تھی کہ اسلام کی تعلیم شائع ہو جائے اس کے بعد ضرورت نہیں۔ مگر یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کیونکہ جو ضرورت پہلے تھی وہ قیامت تک باقی ہے اس طرح کہ یا تو قرآن و احادیث کے ہوتے ہوئے بعد نبی ص کے کسی ایسے وجود کی ضرورت نہیں جو جملہ افراد سے اعلم ہو اور بوقت اختلاف تاویل و تفسیر قرآن اور اختلاف احادیث و روایات کے اُس کی طرف رجوع کیا جائے اور اُس کا فیصلہ سب پر حجت اور واجب الاطاعت ہو اور سیاسی انتظام کی استعداد بھی رکھتا ہو۔ اور یا ضرورت ہے۔ اگر ہے تو قیامت تک نئے نئے خیالات کے پیدا ہونے والے بنی نوع انسان کے لئے ہمیشہ وہ ضرورت باقی ہے۔ چنانچہ بوقت وفات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کے بہ قول اہل سنن انعقاد خلافت کو غسل و کفن آنحضرت صلعم سے اہم ترین سمجھا گیا۔ اور بعد میں بھی ہمیشہ اس ضرورت کے سنی علماء اقرار کرتے ہیں جس طرح کہ اسی کتاب کے شروع بیان ضرورت امام میں ہم لکھ چکے ہیں۔ اور اگر ہمیشہ ضرورت باقی ہے تو محض انتظام ملکی کیلئے اگر خلیفہ کی ضرورت ہے تب عیسائیوں کی سلطنت میں سب سے اعلیٰ انتظام موجود ہے لہذا جو بادشاہ بلفظ دیگر خلیفہ آجکل لنڈن میں موجود ہے خلیفہ ہمیشہ یہی یا اسی کی مثل ہونا چاہیئے۔ مگر نائب نبی ص اور دین کا حامی ومعاون جس سے دین قوت پکڑے اور جو حدیث اثنا عشر خلیفہ سے ثابت ہوتا ہے اس کا مصداق ایسا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ وہ ضرورت وغایت وغرض اس سے پوری ہو سکتی ہے۔ پس لازمی طور پر تسلیم کرنا پڑیگا کہ ہمیشہ ایسے وجود کی ضرورت ہے

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۲۸۵)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

جس سے اغراض دینیہ مذکورہ پوری ہوسکیں اور غور کرنے سے بجز خاندان نبوۃ یعنی ذریت طیبہ جناب زہرا علیہا السلام کے دوسرا کوئی صفات کاملہ نبویہ سے متصف جو شرعی امور کی تعلیم میں کسی کا محتاج نہو بلکہ جو اس کے اعلم ہونے کے سبب اس کے محتاج ہوں وہ کسی سوال کے جواب میں عاجز نہو ایسا نہیں مل سکتا۔ نیز اگر چند سال تک خلافت کی ضرورت تھی تو بارہ خلفاء کی حدیث ارشاد فرمانے کی آنحضرت صلعم کو کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور اگر بقول اہل سنن بارہ خلفاء سے وہی مراد ہوں جن میں یزید و ولید داخل ہیں تو ان سے بجائے تقویت دین کے تضییع دین صادر ہوئی اور ان کا زمانہ سلطنت ختم ہوچکا مگر ضرورت خلیفہ کی بدستور باقی ہے۔ اور تمام روئے زمین کی سلطنت نہ ان کے عہد میں ان کو حاصل تھی اور نہ کسی کو آج حاصل ہے اور ویسے کسی حصہ زمین کی سلطنت کسی سلمان کے ہاتھ میں ہونے کا نام اگر خلافت ہے تو وہ پہلے بھی سیکڑوں ہوئے اور اب بھی چند موجود ہیں۔ مگر باعتبار اغراض دینیہ کے یہ سراسر غلط ہے۔

اور علامہ ابن حجر کا بیان صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص۹۰ میں ہمارے مدعا کا موید ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حدیث ثقلین میں جو حکم اہل بیت ع کے ساتھ تمسک کا وارد ہے اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اہل بیت نبوی سے ہر زمانہ میں قیامت تک ایک نہ ایک قابل تمسک فرد موجود رہیگا جیسا کہ کتاب اللہ موجود ہے۔ اور اسی واسطے ان کو آنحضرت ص اہل زمین کے لئے باعث امان فرماتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں سب سے کافی دلیل دوسری حدیث ہے جس میں نبی ص نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت میں ہمیشہ عادلین میرے اہل بیت سے موجود رہیں گے جو اس دین کو گمراہ لوگوں کی تحریف اور تاویل جاہلین اور جھوٹے لوگوں سے بچا کر راہ حق کی ہدایت کرتے رہیں گے۔ خبردار تمہارے پیشوا تم کو خدا کے سامنے اپنے ساتھ لیجانے والے ہیں سلئے سوچ لو کہ کیسے شخص کو پیشوا بنا رہے ہو (اس جگہ آیت یوم ندعوا کل اناس بامامھم کا مضمون بھی ملحوظ رکھئے) دیکھو صواعق محرقہ ص۹۰ حدیث فی کل خلف من امتی عدول من اہل بیتی ینفون عن ھذا الدین تحریف الضالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین الا وان ائمتکم وفدکم الی اللہ عزوجل فانظروا من توفدون انتھی۔ انصاف سے فرمائیے کہ عادلین اہل بیت نبوی سے ائمہ دوازدہ کے برابر کوئی اور مل سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہذا انہی کو پیشوا بنا کر انہی کے اقوال و اعمال پر عمل کرنے سے بالاتفاق نجات کی امید ہوسکتی ہے۔ بلکہ متیقن ہے۔ اور اہل بیت کی تشریح ہم ابتداء کتاب میں لکھ چکے ہیں۔ مگر اسجگہ ذریت طاہرہ جناب فاطمہ زہراء ع کی اہل بیت نبی ص اور اولاد رسول ص ہونے کی تائید میں اتنا لکھنا مناسب خیال کرتے ہیں، جو صواعق ص۹۲ میں درج ہے۔ اس میں بروایت ابو یعلی وطبرانی مرقوم ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہر ماں کی اولاد اپنے ماں باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ الا ولد فاطمۃ فانا ولیھم وانا عصبتھم ولہ طرق یقوی بعضھا بعضاً۔ مگر اولاد جناب فاطمہ ع جن کا ولی اور باپ میں ہوں۔ اس حدیث کے بہت اسناد ہیں بعض ان کے بعض کے مقوی ہیں۔ پھر کہا یہ حدیث کثرت طرق سے حسن کے درجہ تک پہونچ جاتی ہے۔ نیز ص۹۲ وص۱۱۲ میں ان الفاظ سے وارد ہے ماخلا ولد فاطمۃ فانی انا ابوھم وعصبتھم۔ نیز یہ روایت کنز العمال جلد ۶ ص۲۱۶ میں بروایت حاکم و ابن عساکر لکھی ہے۔ اور صواعق ص۹۷ میں ظہور امام مہدی علیہ السلام کے لئے باسناد مسلم و ابی داؤد و نسائی و ابن ماجہ و بیہقی وغیرہ مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا المھدی من عترتی من ولد فاطمۃ یعنی فرمایا امام مہدی علیہ السلام میری عترۃ اولاد فاطمہ ع سے ہونگے۔ دوسری روایت ہے ان فاطمۃ احصنت فرجھا فحرمھا اللہ وذریتھا علی النار یعنے حضرت فاطمہ ع کو اور آپ کی اولاد (مومنین) کو اللہ تعالیٰ نے آگ دوزخ پر حرام کردیا ہے۔

اور ارجح المطالب ایڈیشن اول ص۴۲۱ میں حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے کہا میں نبی ص کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت امام حسین ع آنحضرت ص کی ران مبارک پر بیٹھے ہوئے تھے اور آنحضرت صلعم امام ع کے دہن مبارک پر بوسہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے انت سید وانت امام ابن امام وانت حجۃ ابن حجۃ ابو حجج تسعۃ تاسعھم قائمھم۔ اخرجہ السید علی الھمدانی فی مودۃ القربیٰ واخطب خوارزم فی المناقب۔ یعنے رسول خدا صلعم امام حسین ع کو فرماتے تھے تو سردار اور امام۔ امام کا بیٹا اور حجت خدا و حجت خدا کا بیٹا۔ اور خدا کی نو حجتوں کا باپ ہے۔ نواں قائم آل محمد ع ہے

اور مفاتیح المطالب ص۲۷ میں علامہ ابراہیم بن محمد الحموینی کی کتاب درر السمطین فی فضائل الحسنین سے منقول ہے کہ جناب امیر المومنین علی ع مسجد نبوی میں ایک دن صحابہ کو فتح دیکر پوچھنے لگے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

اولاد بتول کی اولاد رسول ہونا ثابت ہے

الباب الرابع

فی بیان موازنۃ اوصاف الخلفاء الثلاثۃ من الایمان والعلم والشجاعۃ بامیر المؤمنین علی علیہ السلام

فصل

فی ایمان امیر المؤمنین علیؑ بالنبی صلعم ومعیتہ معہ ولزومہ معہ ابداً

اعلم انہ اول من امن بہ م علی الاصح قال اللہ تعالیٰ والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار الایہ سورۃ توبہ فی ارجح المطالب صـ۸۳ عن ابن عباس قال سبق یوشع بن نون الی موسیؑ وسبق صاحب الیاسین الی عیسیؑ وسبق علی بن ابیطالب الی محمد بن عبد اللہ صلعم اخرجہ الضحاک و الطبرانی وابن مردویہ۔

چوتھا باب

موازنہ اوصاف ایمان و علم و شجاعت امیر المؤمنین علیؑ اور خلفائے ثلاثہ کے بیان میں

فصل

ایمان امیر المومنین حضرت علیؑ اور اُنکے خلوص و معیت و دائمی لزوم با آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ بموجب صحیح و اصح روایت کے حضرت علیؑ نبی صلعم کے ساتھ سب سے پہلے ایمان لائے اور سب سے اوّل نبوۃ کی تصدیق فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مہاجرین و انصار سے جو ایمان میں پہلے سبقت لیجانیوالے ہیں۔ آخر تک (سورۃ توبہ) ارجح المطالب صـ۸۳ میں ابن عباس سے روایت ہے کہا یوشع بن نون نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کی اور صاحب الیاسین نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اور علی بن ابیطالب نے حضرت محمد بن عبد اللہ صلعم کی طرف سبقت کی۔ اسکو ضحاک اور طبرانی وابن مردویہ نے روایت کیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۵)

اولی الامر سے مراد کون ہیں

کیا تم جانتے ہو کہ اولی الامر سے کون مراد ہیں؟ اور انما ولیکم اللہ کس کے حق میں اُتری ہے۔ اُنکے حق میں ظاہر فرماکر پھر فرمایا۔ مجھے رسول خدا نے غدیر خم کے دن امام مقرر فرمایا اور نبی م کا خطبہ غدیر والا آپنے سنایا جس میں یہ بھی تھا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا علیؑ اخی ووزیری ووارثی ووصیی وخلیفتی فی امتی وولی کل مؤمن من بعدی ثم ابنی الحسن ثم الحسین ثم تسعۃ من ولد ابنی الحسین واحداً بعد واحدٍ القراٰن معہم لا یفارقونہ ولا یفارقہم حتی یردا علی الحوض۔ یعنی حضرت علیؑ کے حق میں نبی م نے فرمایا یہ میرا بھائی اور وزیر اور وارث اور وصی و خلیفہ میری امت میں ہے اور ہر مومن کا سردار میرے بعد ہے۔ پھر میرا بیٹا حسنؑ پھر حسینؑ پھر میرے بیٹے حسینؑ کی اولاد سے نو ہیں جو یکے بعد دیگرے ہوں گے قرآن اُن کے ساتھ وہ قرآن کے ساتھ۔ ایکدوسرے سے جدا نہیں ہونگے تا اینکہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔

اور شیعہ کی کتاب اصول کافی صـ۱۷۶ میں حضرت امام صادق سے بذیل تفسیر اولی الامر کے مروی ہے۔ کہ رسول م نے اہلبیتؑ سے حضرت علیؑ کو مقرر فرمایا۔ پھر ہر ایک امام کے حق میں یکے بعد از دیگرے نصوص بیان فرمائیں۔

اور غیبت امام آخر الزمانؑ کے فوائد اور مصالح اور طول عمر کی نسبت شبہات اور اُنکے جوابات کتب مستقلہ اس مسئلہ میں مفصل مرقوم ہیں اور مجملاً طول عمر و حصول فوائد وجود باجود آنحضرت کیلئے مثال حضرت عیسیٰؑ اور خضرؑ والیاسؑ کی پیش کیجاتی ہے ۱۲ مترجم

وفیہ ص۸۳ عن مجاهد عن ابن عباس قال نزلت هذه الآیة اقیموا الصلوٰة واتوا الزکوٰة وارکعوا (الآیہ) فی رسول الله صلعم وعلیؑ خاصة وهما اوّل من صلّی ورکع اخرجه الطبرانی فی الخصائص والحافظ ابو نعیم وابن المغازلی فی المناقب وسبط ابن الجوزی فی تذکرة خواص الامة۔ انتهٰی۔

وفی الصواعق المحرقه ص۷۲ طبع مصر الفصل الاوّل فی اسلامه (ای علیؑ) وهجرته وغیرهما اسلم وهو ابن عشر سنین وقیل تسع وقیل ثمان وقیل دون ذٰلك قدیمًا بل قال ابن عباس وانس وزید بن ارقم وسلمان الفارسی وجماعة انه اوّل من اسلم ونقل بعضهم الاجماع علیه ونقل ابو یعلٰی عنه قال بعث رسول الله یوم الاثنین واسلمت یوم الثلاثاء۔

وفی تاریخ الخلفاء ص۱۱۳ هٰکذا۔

وفی ارجح المطالب ص۲۴۷-۲۴۸ عن سلمان الفارسی قال سمعت رسول الله صلعم یقول اوّل الناس من هذه الامة ورودًا علی الحوض اوّلها اسلامًا علی ابن ابی طالب اخرجه ابن عبد البر فی الاستیعاب وعنه وعن ابی ذر الغفاری قالا اخذ رسول الله صلعم بید علیؑ فقال ان هذا اوّل من اٰمن بی وهٰذا الفاروق لهذه الامة

اور اسی ارجح ص۸۳ میں ہے۔ مجاہد ابن عباس سے روایت کرتا ہے کہا آیت اقیموا الصلوٰۃ رسول اللہ اور علیؑ کے حق میں پہلے بالخصوص نازل ہوئی۔ اور وہی دونوں اول نماز پڑھنے والے اور رکوع کرنے والے تھے۔ اسکو طبرانی نے خصائص میں اور حافظ ابو نعیم و ابن مغازلی نے مناقب میں اور سبط ابن الجوزی نے تذکرہ خواص الامہ میں روایت کیا۔ انتہیٰ۔

اور صواعق محرقہ کے ص۷۲ میں ہے پہلی فصل اسلام علیؑ اور آپکی ہجرت میں۔ آپ بعمر دس سال اور بقولے ۹ سال اور بقولے ۸ سال تھے جب اسلام لائے اور بعض نے اس سے بھی پہلے قدیمی ایمان اُنکا ثابت کیا ہے۔ بلکہ ابن عباس و انس و زید بن ارقم و سلمان فارسی اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ تحقیق جو سب سے پہلے اسلام لایا وہی حضرت علیؑ ہیں۔ اور بعض نے اسپر اجماع کا ہونا نقل کیا ہے۔ اور ابو یعلٰے حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا دوشنبہ کے دن رسول خداؐ مبعوث ہوئے اور سہ شنبہ کے دن میں اسلام لایا۔ (استیعاب[1] ترجمہ حضرت علیؑ میں بھی اسی طرح ہے)۔ انتہیٰ۔

اور تاریخ الخلفاء ص۱۱۳ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

اور ارجح المطالب ص۲۴۷-۲۴۸ میں حضرت سلمان فارسی رضؓ سے روایت ہے۔ کہا مینے رسول اللہؐ سے سنا آپ فرماتے تھے میری امت کے لوگوں میں سے سب سے پہلے حوض پر وارد ہونیوالا وہ ہے جو سب سے پہلے اسلام لایا۔ اور وہ علی ابن ابی طالبؑ ہے۔ اس کو ابن عبد البر نے استیعاب میں روایت کیا۔ اور نیز سلمان فارسی رضؓ اور ابی ذر غفاری رضؓ سے مروی ہے۔ دونوں کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا یہ اوّل شخص ہے جو میرے ساتھ ایمان لایا۔ اور یہ فاروق ہے

[1] استیعاب مطبوعہ مصر برحاشیہ اصابہ جلد۳ ص۲۹ میں علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں (ولاشك ان علیًا عندنا اولهما (علی والابوبکر میں سے) اسلامًا۔ یعنی بلاشک ہمارے نزدیک حضرت علی ابو بکر صاحب سے پہلے اسلام لائے۔ اور اصابہ ابن حجر ترجمہ عبد اللہ بن اسعد جلد۲ ص۲۷۴ مطبوعہ مصر میں بروایت ابن ابی شیبہ و بزار و ابن السکن و حاکم عبد اللہ بن اسعد بن زرارہ سے مروی ہے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس گیا تو میری طرف یہ وحی آئی کہ علیؑ امام المتقین ہے۔ اسی طرح ابن

علیؑ امام المتقین ہے

وھذا یعسوب المؤمنین وھذا اوّل من یصافحنی یوم القیامۃ وھذا الصدیق الاکبر اخرجہ الطبری والدیلمی۔

وعن ابی ذر رض قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول لعلیؑ انت اول من اٰمن بی وصدق اخرجہ الحاکم۔

وعن زید بن ارقم قال اوّل من اسلم علی ابن ابیطالب اخرجہ احمد والترمذی وصححہ۔

وعن ابن عمر وانس وجابر قالوا بعث رسول اللہ صلعم یوم الاثنین واسلم علیؑ یوم الثلاثاء اخرجہ البغوی والترمذی والطبرانی۔ انتھٰی۔

وفی السراج المبین فی تاریخ امیر المؤمنین للسید اولاد حید ر ص ۴۳۶/۴۳۷ عن ابن عباس فی قولہ تعالٰے من یطع اللہ والرسول قال علیؑ یا رسول اللہ ھل نقدر ان نزورک فی الجنۃ کما زرناک قال رسول اللہ ان لکل نبی رفیقًا اوّل من اسلم من امتہ فنزلت ھٰذہ الاٰیۃ اولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین الاٰیۃ۔ فدعا رسول اللہ صلعم علیًا فقال ان اللہ قد انزل بیان ما سألت فجعلک رفیقی لانک اوّل من اسلم وانت الصدیق الاکبر

تفسیر ابن الحجام

اور افسر مؤمنین کا ہے اور یہ سب سے اوّل قیامت کے دن میرے ساتھ مصافحہ کرے گا اور یہ صدیق اکبر ہے اسکو طبری اور دیلمی نے روایت کیا۔

اور حضرت ابی ذر رض سے مروی ہے کہا میںنے رسول اللہ صلعم سے سُنا کہ علیؑ سے فرماتے تھے تو اوّل ہے وہ جو میرے ساتھ ایمان لایا اور میری تصدیق کی۔ اسکو حاکم نے روایت کیا۔

اور زید بن ارقم رض سے مروی ہے کہا جو اوّل اسلام لایا وہ علی بن ابی طالب ہے۔ اس کو احمد و ترمذی نے روایت کیا اور کہا صحیح ہے۔

اور ابن عمر و انس و جابر سے مروی ہے کہا رسول اللہ صلعم دوشنبہ کے دن مبعوث ہوئے اور حضرت علیؑ سہ شنبہ کے دن اسلام لائے۔ اسکو بغوی اور ترمذی و طبرانی نے روایت کیا۔ انتہٰی من الارجح۔

اور سراج المبین فی تاریخ امیر المؤمنین مؤلفہ سید اولاد حیدر صاحب ص ۴۳۶/۴۳۷ میں ہے۔ ابن عباس قولہ تعالیٰ من یطع اللہ والرسول کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ ص کیا ہم آپ کی زیارت جیسے یہاں کرتے ہیں بہشت میں بھی ہمیں میسر ہوگی؟ آپ نے فرمایا ہر نبی کا کوئی رفیق ہوتا ہے جو سب سے پہلے اُس اُمت میں اسلام لاتا ہے پس یہ آیت اتری اولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم الآیہ۔ یعنے وہ مؤمنین اُن کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے جو نبی اور صدیق ہیں۔ الخ۔ تو رسول اللہ ص نے حضرت علیؑ کو بلایا اور فرمایا بتحقیق اللہ تعالیٰ نے تیرے اس سوال کے جواب میں یہ آیت اتاری اور تجھے میرا رفیق بنایا ہے۔ کیونکہ تو اوّل شخص ہے جو اسلام لایا اور تو ہی صدیق اکبر ہے۔ یہ تفسیر ابن الحجام سے منقول ہوا ہے۔

علیؑ صدیق اکبر ہے[1]

[1] میزان الاعتدال مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۱۱ ترجمہ عباد بن عبد اللہ اسدی میں علیؑ سے روایت ہے فرمایا انا عبد اللہ واخو رسول اللہ وانا الصدیق الاکبر وما قالہا قبلی ولا یقولہا بعدی الا کاذب مفتر ولقد اسلمت وصلیت قبل الناس بسبع سنین۔ یعنے علیؑ نے فرمایا میں خدا کا بندہ اور رسول اللہ صلعم کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں اس کلمہ کو میرے سوا کسی نے مجھ سے پہلے یا پیچھے نہیں کہا مگر اُسنے جو جھوٹا اور مفتری ہے میںنے سب لوگوں سے سات سال پہلے نماز پڑھی ہے۔ انتہیٰ۔ اس کے بعد علامہ ذہبی لکھتا ہے کہ عباد کو ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے ۱۲ مترجم

وعن مجاهد فی قوله تعالٰے والذی جاءَ بالصدق رسول الله صلعم وصدق به علیؑ اخرجه ابن عساکر والحافظ ابونعیم فی الحلیة والفقیه ابن المغازلی فی المناقب واخرجه ابن مردویه والسیوطی فی الدر عن ابی هریرة۔ وفی الخصائص للنسائی ص۱۹ کان (علیؑ) اول من اسلم من الناس بعد خدیجة۔ وفیه ص۳-۴ عن زید بن ارقم بثلاثة اسانید مثله۔ وفیه ص۳ عن سلمة بن کهیل قال سمعت حبة العرنی قال سمعت علیاً یقول انا اول من صلّٰی مع رسول الله صلعم۔ وفی التفسیر البیضاوی تحت قوله تعالٰے واذ قلنا للملائکة اسجدوا لآدم۔ الآیة۔ قال حسان؎

الیس اول من صلّٰے لقبلتکم
واعرف الناس بالقرآن والسنن

قال الملا عصام علی حاشیة البیضاوی قوله الیس الخ قاله فی شان امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب۔

وفی روضة الاحباب جلد۲ ص۵ عن خزیمة بن ثابت انه قرأ؎

ماکنت احسب هٰذا الامر منصرفاً
عن هاشم ثم منها عن ابی حسن
الیس اول من صلّٰی لقبلتکم
واعلم الناس بالفرقان والسنن

واز امیر المؤمنین علی بیتے مروی ست کہ دلالت برایں مدعا دارد؎

سبقتکم الی الاسلام طرًّا
غلامًا ما بلغت اوان حلمی

لہ (یہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ کریں)

اور مجاہد سے قولہ تعالٰے والذی جاء بالصدق وصدق بہ کی تفسیر میں مروی ہے کہ جو سچ لایا وہ رسول اللہ صلعم ہیں اور جس نے آپ کی تصدیق کی وہ علیؑ ہیں۔ اسکو ابن عساکر و حافظ ابونعیم نے حلیہ میں اور فقیہ مغازلی نے مناقب میں اور ابن مردویہ نے اور سیوطی نے درمنثور میں ابی ہریرہ سے روایت کیا۔ اور خصائص نسائی ص۱۹ میں ہے۔ حضرت علیؑ بی بی خدیجہؑ کے بعد سب لوگوں سے پہلے اسلام لانیوالے ہیں۔ نیز اسی کی صفحہ ۳-۴ میں زید بن ارقم سے تین اسنادوں کے ساتھ مثل اسکی مروی ہے۔ اور اسی کے ص۳ میں سلمہ بن کہیل سے روایت ہے۔ وہ حبہ عرنی سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے میںنے علیؑ سے سُنا فرماتے تھے جس نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ سب سے اول نماز پڑہی وہ مَیں ہوں۔

اور تفسیر بیضاوی میں بذیل قولہ تعالٰے واذ قلنا للملائکة اسجدوا لآدم (الآیة) کے لکھا ہے۔ حسان شاعر کہتے تھے کیا یہ علیؑ وہ شخص نہیں جسنے تمہارے قبلہ کی طرف سب سے اول نماز پڑہی اور یہ تمام لوگوں سے قرآن اور سنت نبیؐ کا زیادہ عارف ہے۔ ملا عصام حاشیہ بیضاوی پر لکھتا ہے۔ قول اُس کا یہ وہ شخص نہیں؟ اسکو حسان نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی شان میں کہا ہے۔

اور روضة الاحباب جلد۲ ص۵ میں خزیمہ بن ثابت سے مروی ہے اوسنے یہ اشعار پڑہے۔ مجھے ہرگز گمان نہ تھا کہ امر خلافت بنی ہاشم سے۔ پھر ابوالحسن علیؑ سے پھیر لیا جائیگا۔

کیا وہ سب سے پہلا شخص نہیں جسنے قبلہ مسلمانوں کی طرف نماز پڑہی۔ کیا یہ سب سے زیادہ عالم وماہر قرآن و سنت کا نہیں۔ (جب ایسا ہے تو اس کے سوا دوسروں کا خلیفہ بنانا کیسے روا ہو سکتا ہے)۔ اور امیر المومنین علیؑ سے یہ بیت مروی ہے جو اسی مدعا سبقت اسلام پر دلالت کرتا ہے۔ کہ تم سب سے پہلے میںنے بحالت لڑکپن جبکہ میں نابالغ تھا اسلام کی طرف سبقت کی۔

(ثم قال) وصحیح نزد محققان اہل سیر و تواریخ آنست
کہ اوّل خدیجہ کبرٰے بعد از وے علی مرتضیٰ۔ الخ
وقال فی المجلد الاول ص۸۳ اوّل من آمن
خدیجۃ و در آخر ہماں روز علی بن ابی طالب
چنانچہ ازاں بہ ثبوت پیوستہ کہ فرمود صلیت مع
النبی صلعم قبل الناس سبعًا۔ الخ
قال امیر المومنین فی دیوانہ ع
صدقتہ وجمیع الناس فی الظُلَم
من الضلالۃ والاشراک والنکد
وقال علیہ السلام فی نہج البلاغۃ ص۳۴۲
فانی ولدت علی الفطرۃ وسبقت الے
الایمان والہجرۃ۔
وفی ص۳۹ فی ذم اہل العراق۔ ولقد بلغنی
انکم تقولون علیّ یکذب قاتلکم اللہ فعلیٰ
من اکذب أعلی اللہ فانا اول من آمن بہ
ام علی نبیہ فانا اول من صدقہ۔ کلا۔
وفی التاریخ الکامل لابن الاثیر جلد ۲ ص۲۵
اختلف العلماء فی اول من اسلم مع
الاتفاق علی ان خدیجۃ اول خلق اللہ
اسلامًا فقال قوم اول
ذکرٍ امن علیؑ

(پھر کہا) اور محققین اہل سیر و تواریخ کے نزدیک صحیح یہ ہے
کہ اوّل خدیجہ کبرٰے ایمان لائے بعد ان کے علی مرتضیٰ ع الخ
اور اسی روضۃ الاحباب ج ۱ ص۸۳ میں ہے اوّل خدیجہ کبرٰی
ایمان لائیں پھر پچھلے پہر اسی دن میں علی ابن ابیطالب ایمان
لائے۔ چنانچہ علی ع سے پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ انہوں نے
فرمایا نماز پڑھی مینے نبی ص کے ساتھ دوسرے لوگوں سے پہلے
سات (سال یا ماہ یا دن) الخ۔
اور امیر المؤمنین ع نے اپنے دیوان میں فرمایا کہ مینے تصدیق
کی نبی صلعم کی حالانکہ اوسوقت لوگ گمراہی و جہالت کے
اندھیرے میں اور شرک میں مبتلا تھے۔
اور نہج البلاغۃ ص۳۴۲ میں ہے، فرمایا پس تحقیق میں فطرۃ اسلام
پر پیدا ہوا ہوں اور ایمان و ہجرت کی طرف مینے سبقت
کی ہے۔
اور ص۳۹ میں اہل عراق کی مذمت میں فرمایا۔ مجھے پہنچا ہے
کہ تم کہتے ہو علی ع جھوٹ بولتا ہے۔ خدا تمہیں ہلاک کرے کس پر
میں جھوٹ بولتا ہوں؟ کیا اللہ تعالیٰ پر جس کے ساتھ سب سے پہلے
میں ہی ایمان لایا اور کیا نبی ص پر جسکی مینے سب سے پہلے
تصدیق کی ہے؟ جو تم کہہ رہے ہو یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔
اور تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ ص۲۵ میں ہے۔ اس میں علماء نے
اختلاف کیا ہے کہ اوّل کون اسلام لایا ہے۔ باوجودیکہ سب
متفق ہیں کہ خلقت خدا سے اوّل جناب خدیجہ اسلام لائیں
پس ایک جماعت نے کہا ہے کہ مَردوں سے اوّل حضرت علیؑ

(حاشیہ متعلق ص۲۸۹) مواہب لدنیہ قسطلانی مطبوعہ مصر جلد ۱ ص۲۴۲ میں ہے کہ معاویہ نے حضرت علی ع کی طرف اپنے فضائل لکھے اور اس میں یہ ظاہر کیا کہ میں رسول اللہ صلعم کا صہر (سالا) ہوں اور نبی صلعم کا کاتب رہا ہوں، حضرت علی ع نے اُس کے جواب میں فرمایا میں ایک دو شعر پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور لکھا محمد النبی اخی وصہری + وحمزۃ سید الشہداء عمی + سبقتکم الے الاسلام طُرًا + غلامًا ما بلغت اوان حلمی۔ جب معاویہ نے اس خط کو پڑھا اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس کو چاک کردے ورنہ اہل شام دیکھ لیں تو حضرت علی ع کی طرف میلان کرلینگے۔ بیہقی کہتا ہے کہ ہر مومن پر واجب ہے کہ ان اشعار کو مفاخر علی ع میں یاد رکھے۔
ص۱ استیعاب جلد ۳ ص۳۲ میں انس بن مالک و زید بن ارقم و علی ع سے باسانید مروی ہے کہ علی ع نے سب سے اوّل نبی ص کے ساتھ نماز ادا کی ۱۲ مترجم۔
ص۲ مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی مطبوعہ مصر جلد ۱ ص۲۴۲ میں ہے وقال ابن عبد البر وممن ذھب الیٰ ان علیًا اول من اسلم من الرجال سلمان الفارسی وابوذر جندب بن جنادۃ الغفاری احد السابقین روی الطبرانی عنہما قالا اخذ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بید علیٍ فقال ان ھذا اول من آمن بی (بقیہ حاشیہ بر ص۲۹۱)

روی عن علیؑ انہ قال انا عبداللہ واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کاذب مفتر صلیت مع رسول اللہ صلعم قبل الناس بسبع سنین۔ وقال ابن عباس اوّل من صلّی علیؑ۔ وقال جابر ابن عبداللہ بعث النبیؐ یوم الاثنین و صلّی علیؑ یوم الثلاثاء و قال زید بن ارقم اوّل من اسلم مع النبیؐ علیؑ وقال عفیف الکندی کنت امرأً تاجرًا (الی ان قال) وایم اللہ ما اعلم علی ظہر الارض احدًا علی ھذا الدین الا ھؤلاء الثلاثۃ (ای محمدؐ وعلیؑ وخدیجہؓ) وقال محمد بن المنذر وربیعۃ ابن ابی عبدالرحمٰن وابو حاتم المدانی والکلبی اوّل من اسلم علیؑ وقال الکلبی کان عمرہ تسع سنین وقیل احدی عشرۃ سنۃ وقال ابن اسحاق اوّل من اسلم علیؑ وعمرہ احدی عشرۃ سنۃً (ثم قال) وکان النبی صلعم اذا اراد الصلٰوۃ انطلق ھو وعلیؑ الی بعض الشعاب بمکۃ فیصلیان ویعودان انتھٰی۔

اما الحدیث الذی مر عن علیؑ انہ قال انا عبداللہ۔ الخ فقال الشوکانی فی الفوائد المجموعۃ ص۱۱۶ فیہ عباد بن عبداللہ الاسدی ضعیف الحدیث وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقد اخرجہ الحاکم فی المستدرک وقال صحیح علی شرط الشیخین۔ انتھٰی ملخصًا۔

جیساکہ حضرت علیؑ سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ اور رسول اللہ کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں میرے سوا جو یہ بات کہیگا وہ جھوٹا مفتری ہوگا۔ مینے رسول اللہ صلعم کے ساتھ سات سال لوگوں سے پہلے نماز پڑہی۔ اور ابن عباس کہتے ہیں سب سے پہلے حضرت علیؑ نے نماز پڑہی اور جابر بن عبداللہ نے کہا نبی صلعم سوموار کے دن مبعوث ہوئے اور علیؑ نے منگل کے دن نماز پڑہی اور زید بن ارقم کہتا ہے۔ نبیؐ کے ساتھ حضرت علیؑ سب سے پہلے اسلام لائے۔ اور عفیف کندی کہتا ہے میں سوداگر آدمی تھا (تا کہ کہا) قسم بخدا میں زمین کی پشت پر سوائے ان تینوں (محمدؐ و علیؑ و خدیجہؓ) کے اس دین (اسلام) پر کسی کو نہیں جانتا تھا۔ اور محمد بن منذر و ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن و ابو حاتم مدنی و کلبی کہتے ہیں سب سے اوّل اسلام لانے والے حضرت علیؑ ہیں۔ اور کلبی کہتا ہے کہ آپ کی عمر اُس وقت ۹ سال کی تھی۔ اور بعض کے نزدیک گیارہ سال تھی۔ ابن اسحاق کہتا ہے۔ حضرت علیؑ اوّل اسلام لائے اور اُس وقت اُن کی عمر ۱۱ سال تھی (پھر کہا) نبی صلعم جس وقت نماز کا ارادہ فرماتے تھے ہمراہی حضرت علیؑ بعض شعاب مکّہ کی طرف جاکر دونوں ملکر نماز پڑہکر واپس آجاتے تھے۔ انتہےٰ من الکامل۔

اور وہ حدیث جو حضرت علیؑ سے پہلے گذر چکی ہے کہ میں بندہ اللہ کا اور۔ الخ اس کی نسبت شوکانی فوائد مجموعہ ص۱۱۶ میں لکھتے ہیں کہ اس کے اسناد میں عباد بن عبداللہ اسدی ضعیف الحدیث ہے۔ مگر اس کو ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ اور حاکم نے اس حدیث کو مستدرک میں ذکر کیا اور کہا شرط شیخین پر یہ صحیح ہے۔ انتہےٰ ملخصًا۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۹۰) وخباب البدری احد السباق وجابر بن عبداللہ الانصاری وابو سعید الخدری وزید بن ارقم والروایات عن ھؤلاء بکونہ اوّل من اسلم عند الطبرانی باسانیدہ ورواہ اعنی الطبرانی بسند صحیح عن ابن عباس موقوفًا۔ وھو قول ابن شہاب وقتادۃ وغیرھم۔ ای غیر سلمان۔ کابی ایوب ویعلی ابن مرۃ وعفیف الکندی وخزیمۃ بن ثابت وانس کما اسند عنہم الطبرانی انتہےٰ۔ یعنی مذکورین اسی کے قائل ہیں کہ حضرت علیؑ سب سے پہلے اسلام لائے۔ اور استیعاب مطبوعہ بر اصابہ طبع مصر جلد ۳ ص۲۷ میں علاوہ ان مذکورین کے حضرت مقداد کو بھی انہی میں شمار کیا گیا ہے۔ اور ص۲۹ میں لکھا ہے کہ اوّل خدیجہؓ اور ان کی بعد حضرت علیؑ ایمان لائے اور اسپر علماء کا اجماع ہے۔ مترجم

وَفی الخصائص للنسائی ص ۶۳ باسنادہ عن خالد بن قثم قال ان علیًا کان اولنا بہ (ای برسول اللہ) لحوقًا واشدنا بہ لزوقًا۔ قولہ قثم وھو ابن عباس کذا فی الخصائص فی روایۃ اخریٰ۔

وَفی التقریب خالد بن قثم بن العباس اخرج لہ النسائی فی خصائص علیؑ کلامًا۔ الخ

وَفی الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر لعبد الوھاب الشعرانی طبع مصر جلد ۱ ص ۱۰۶ وکان علی ابن ابیطالب یقول انی لا ذکر العھد الذی عھدہ[1] الیّ ربی واعرف من کان عن یمینی ومن کان عن شمالی وھکذا فی فتح البیان جلد ۳ ص ۴۰۹۔

وقال الحافظ ابن الحجر العسقلانی فی تقریب التھذیب ص ۲۴۲ علی ابن ابیطالب من السابقین الاولین المرجح انہ اوّل من اسلم۔ وقال فی الفتح جلد ۳ ص ۳۸۵ ولد (علیؑ) قبل البعثۃ بعشر سنین علی الراجح وکان قد ربّاہ النبی صلعم من صغرہ لقصۃ مذکورۃ فی السیرۃ النبویۃ فلازمہ من صغرہ فلم یفارقہ الیٰ ان مات وھکذا فی الشرف المؤبد لآل محمد لیوسف بن اسماعیل النبھانی ص ۵۷ طبع مصر۔

وَفی کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۲ روی ابن عساکر عن عبیدۃ کتب علیؑ الیٰ معاویۃ

اور خصائص نسائی ص ۶۳ میں اُس کی اسناد سے خالد بن قثم روایت کرتا ہے۔ کہا ہم میں سے نبی صلعم کے ساتھ سب سے اوّل لحوق و لزوم و ارتباط میں حضرت علیؑ تھے قولہ قثم وہ عباس کا بیٹا ہے۔ اسی طرح خصائص کی ایک دوسری روایت میں بھی وارد ہے۔

اور تقریب التہذیب میں لکھا ہے۔ خالد بن قثم بن عباس وہ ہے جس سے نسائی نے خصائص علی میں حدیث روایت کی ہے۔ الخ

اور یواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر مؤلفہ عبد الوہاب شعرانی مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۱۰۶ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت علی بن ابی طالب فرماتے تھے مجھے وہ عہد یاد ہے جو میرا اپنے رب سے ازل میں ہو چکا ہے۔ اور مجھے اُسوقت کے وہ لوگ معلوم ہیں جو میرے دائیں بائیں تھے۔ اور اسی طرح تفسیر فتح البیان جلد ۳ ص ۴۰۹ میں ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب ص ۲۴۲ میں لکھتے ہیں کہ علی ابن ابی طالب سابقین اولین سے ہیں اور مرجح اور قوی قول یہی ہے۔ کہ وہی سب سے پہلے اسلام لائے۔ اور اُسنے فتح الباری جلد ۳ ص ۳۸۵ مطبوعہ دہلی میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ بعثت نبیؐ سے دس سال پہلے بقول راجح پیدا ہوئے اور لڑکپن سے ہی اُن کی تربیت نبی صلعم نے فرمائی چنانچہ سیرۃ نبویہ میں یہ قصہ مذکور ہے۔ اور زمانہ طفولیت سے حضرت علیؑ ملازمت نبی صلعم میں رہے اور تا وفات اُن سے کسی وقت جدا نہوئے۔ اور اسی طرح الشرف المؤبد لآل محمدؐ مؤلفہ یوسف بن اسماعیل نبہانی ص ۵۷ مطبوعہ مصر میں ہے۔

اور کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۲ میں ہے۔ ابن عساکر عبیدہ سے روایت کرتا ہے کہ حضرت علیؑ نے معاویہ کی طرف ایک خط میں لکھا

[1] شرح فقہ اکبر علی قاری مطبوعہ گلزار محمدی لاہور ص ۱۵۶ میں لکھا ہے۔ قول علیؑ کرم اللہ وجہہ لو کشف الغطاء ما ازددت یقینًا فمحمول علیٰ اصل الیقین یعنی حضرت علیؑ کا قول اگر پردہ اُٹھا دیا جائے جو اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان ہے تو بھی میرا یقین کچھ بڑھیگا نہیں کیونکہ مجھے درجہ ایمان میں وہ کمال حاصل ہے جو عین الیقین اور چشم دید متصور ہے کوئی درجہ باقی نہیں کہ بعد رفع حجاب کے اُس درجے تک بڑھے۔ اور تدریب سیوطی ص ۲۰۹ بروایت طبرانی فی الکبیر منقول ہے کہ نبیؐ سوموار کے دن نماز پڑھی اور علیؑ نے منگل کے دن پڑھی ۱۲ مترجم۔

ھ سبقتکم الی الاسلام طرا
صغیرا ما بلغت اوان حلمی

(۲) فی مقدمۃ مسند الامام ابی حنیفۃ لابی الحسن
محمد حسن المقدمۃ الموسومۃ بتنسیق النظام
فی مسند الامام ص۳۲ وقال القاری فی المرقاۃ
وھو (علی) اول من اسلم من الذکور فی اکثر
الاقوال وکذا ادوی ابو حنیفۃ عن ابی حیۃ
ورجحہ ابن حجر۔

وقال السید اولاد حیدر فی سراج المبین
ص۲۹۹ ھ

سبقتکم الی الاسلام طرا
مقرا بالنبی فی بطن امی
وصلیت الصلوۃ وکنت طفلا
صغیرا ما بلغت اوان حلمی

(۳) من قولہؑ فی نھج البلاغۃ فانی ولدت
علی الفطرۃ۔ وفی تائیدہ شھادۃ ولادۃ
عیسی کاف قال اللہ تعالی (حکایۃ) اتانی
الکتاب وجعلنی نبیا (الآیۃ) وفی التفاسیر
انہ عیسیؑ حفظ التورٰیۃ فی بطن امہ و
حفظ الانجیل اذا خرج منہ۔ وقد ثبت
ان الائمۃ نائبوا النبیؐ ولیسوا کسائر الناس
وفی تاریخ الطبری جلد۲ ص۲۱۱ قال اول
من صلی علی بعث النبیؐ یوم الاثنین وصلی
علیؑ یوم الثلاثاء عن زید بن ارقم قال
اول من اسلم علی ابن ابیطالب قال
سمعت علیا یقول انا عبد اللہ واخو رسولہ
وانا الصدیق الاکبر لا یقولھا بعدی
الا کاذب مفتر صلیت مع
رسول اللہ صلعم قبل
الناس بسبع سنین

میںنے تم سب لوگوں سے اسلام میں سبقت کی ہے جبکہ میں بزمانۂ طفولیت نابالغ تھا۔

اور مقدمہ مسند امام ابی حنیفہ مؤلفہ ابی الحسن محمد حسن صفحہ ۳۲ میں ہے جس کا نام تنسیق النظام فی مسند الامام ہے۔ لکھا کہ علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں کہتا ہے کہ علیؑ اکثر اقوال کے لحاظ سے مردوں میں سے سب سے اول اسلام لائے جیسا کہ ابو حنیفہ نے ابی حیہ سے روایت کیا۔ اور ابن حجر نے بھی اسیکو ترجیح دی ہے۔

اور سید اولاد حیدر صاحب (شیعہ) سراج المبین جلد۱ ص۲۹۹ میں حضرت علیؑ کے اشعار اس طرح نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا میں تم سب سے سابق بالایمان ہوں۔ اس طرح کہ اپنے بطن مادر سے ہی نبوۃ نبیؐ کا اقرار کر کے پیدا ہوا ہوں۔ اور طفولیت کے زمانہ میں جب میں بالغ بھی نہیں تھا۔ میںنے نماز پڑھی۔ انتہی۔

اور نہج البلاغۃ سے پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا میں فطرۃ اسلام پر پیدا ہوا ہوں۔ اور اس کی تائید میں شہادت حین ولادت عیسیٰؑ کی گواہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ حکایۃً فرماتا ہے کہ عیسیٰؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا ہے۔ اور اس کی تفاسیر میں مرقوم ہے بتحقیق عیسیٰؑ نے توریت کو بطن مادر میں یاد کیا اور انجیل کو پیدا ہونے کے وقت یاد کر لیا۔ اور ثابت ہو چکا ہے کہ ائمہ نائب نبیؐ متصف بصفات نبیؐ ہوتے ہیں۔ عام لوگوں جیسے نہیں ہوتے۔

اور تاریخ طبری جلد۲ ص۲۱۱ میں لکھا ہے جس نے اول نماز پڑھی وہ حضرت علیؑ ہیں۔ رسولؐ سوموار کو مبعوث ہوئے اور حضرت علیؑ نے منگل کے دن نماز پڑھی۔ زید بن ارقم سے مروی ہے۔ سب سے اول حضرت علی اسلام لائے اور کہا میںنے علیؑ سے سنا فرماتے تھے میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسولؐ کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں۔ میرے سوا جو یہ بات کہیگا وہ جھوٹا اور مفتری ہے میںنے رسول اللہؐ کے ساتھ سات سال سب سے اول

وفی ص۲۱۳ عن عفیف قال قام رسول اللهؐ
مستقبل الکعبة فلم یلبث حتیٰ جاء غلام
فقام عن یمینه قال فلم یلبث حتیٰ جاءت
امرأة فقامت خلفهما فرکع شاب ورکع
الغلامؑ والمرأة فرفع الغلام والمرأة فخر
الشاب ساجدًا فسجدا معه فقلت یا عباس
امر عظیم فقال امر عظیم اتدری من هذا
فقلت لا فقال هذا محمد بن عبد الله ابن
عبد المطلب ابن اخی اتدری من هذا معه
فقلت لا قال هذا علی ابن ابیطالب بن عبد المطلب
ابن اخی- اتدری من هذه المرأة التی
خلفهما قلت لا قال هذه خدیجة بنت خویلد
زوجة ابن اخی وهذا احدثنی ان ربك
رب السماء امرهم بهذا الذی تزٰهم
وایم الله ما علیٰ ظهر الارض کلها احد
علیٰ هذا الدین غیر هؤلاء الثلاثة-

اقول قد ثبت مما حررنا ان ایمان
امیر المؤمنین علیاًع کان سابقاً وکان
قدیمًا وکان یصلی مع النبی صلعم
فی الصباء وما ذکرناه ههنا الا تیمنًا
وتبرکًا وموازنةً للمخالفین-

لا یقال

ان ایمان الاطفال لیس بمعتبر لانهم
لیسوا بمحل التکالیف الشرعیة

لانا نقول

هذا لغیر الانبیاء والاوصیاء واما الانبیاء
والاوصیاء فلا یقاس بهم سائر الناس
کما قال جل شانه فی شان یحییٰ
واتیناه الحکم ای النبوة
صبیًا

اور اُسی کے ص۲۱۳[1] میں عفیف سے مروی ہے کہا رسول اللہؐ کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہوئے تھوڑی دیر گذری تو ایک لڑکا آگیا اور آنحضرت صلعم کے دائیں جانب کھڑا ہوا پھر تھوڑی ہی دیر ہوئی کہ ایک عورت بھی آگئی اور ہردو کے پیچھے کھڑی ہوئی۔ اُس جوان (نبیؐ) نے رکوع کیا تو لڑکے اور بی بی نے بھی رکوع کیا۔ پھر ہر دو نے سر اُٹھایا اور وہ جوان سجدہ میں گرا لڑکا اور بی بی نیز اُس کے ہمراہ سجدہ میں گئے۔ میںنے کہا اے عباس یہ بڑا نیا کام دیکھا ہے۔ عباس نے کہا ہاں بڑا کام ہے مگر تجھے معلوم ہے کہ یہ کون ہے؟ میںنے کہا نہیں سُنو کہا یہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب میرا بھتیجا ہے۔ کیا یہ تو جانتا ہے کہ اسکے ساتھ کون ہے؟ میںنے کہا نہیں۔ کہا یہ علی بن ابی طالب بن عبد المطلب میرا بھتیجا ہے اور کیا تو یہ جانتا ہے کہ یہ عورت کون ہے جو ان کے پیچھے کھڑی ہے؟ میںنے کہا نہیں کہا یہ خدیجہ خویلد کی بیٹی میرے بھتیجے کی زوجہ ہے۔ اور یہ خبر مجھے میرے اسی بھتیجے نے سنائی ہے۔ کہ تیرا رب وہ ہے جو آسمانوں کا رب ہے۔ اور اُس نے اس کام کا انہیں حکم دیا ہے جس کو کرتے ہوئے تو دیکھ رہا ہے اور خدا کی قسم روئے زمین پر ان تینوں کے سوا اس دین پر کوئی بشر نہیں ہے۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں ہماری اس تحریر سے ثابت ہوا کہ امیر المؤمنین علیؑ کا ایمان سابق اور قدیم تھا۔ اور وہ نبیؐ کے ساتھ طفولیت سے ہی نماز پڑھتے تھے (حاجت بیان کی نہیں تھی) مگر ہمنے اس جگہ تیمّن اور تبرک اور مخالفین کے موازنہ کے طور پر ذکر کر دیا ہے۔

اور یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ اطفال کا ایمان بوجہ محل تکالیف شرعیہ نہ ہونے کے معتبر نہیں۔

اسلئے کہ ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ امر انبیاء واوصیاء کے سوا گو اسی طرح ہو مگر انبیاء واوصیاء کو عوام پر قیاس نہ کرنا چاہئے۔ جیسا کہ قولہ تعالےٰ واتیناہ الحکم صبیا سے ظاہر ہے۔ جو شان یحییٰ علیہ السلام میں فرمایا

[1] وکذا فی الاستیعاب علی الاصابہ جلد۳ ص۳۲ باسناد ابن عبد البر عن عفیف۔ ۱۲ مترجم

ای فی ثلاث سنین وقال فی شان عیسےٰؑ (حکایۃً) اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیًا وجعلنی مبارکًا اینما کنت واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیًا۔ وفی شان یوسفؑ اوحینا الیہ (ای فی حال الصباء) لتنبئنھم بامرھم ھٰذا۔ و غیر ھؤلاء۔ وآوصیاءہؑ واھلبیتہ الطاھرونؑ مثلھم فی قبول الایمان حال الصباء[1] فلا یقاس حالھم بسائر الناس لان فطرتھم علی الایمان ونورھم و نور النبیؐ واحد کما یدل علیہ حدیث النور وبسطہ فی العبقات ولہ مجلد ضخیم من شاء فلیرجع الیہ وایمانھم من عہد[2] المیثاق کما ذکر من قول علی فی الیواقیت ناقلاً عن الشعرانی علی انہ صلعم قال مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین و اضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین الحدیث۔ رواہ ابو داؤد کما فی المشکوٰۃ ص۵۸ فاذا کانوا غیر مکلفین[3] فالضرب لھم علی الصلوٰۃ افلا یکون ظلمًا وما ربک بظلام للعبید

کہ ہم نے اُن کو حکم نبوۃ بحالت طفولیّت عطا کیا جو تین سال کی عمر میں تھا۔ اور عیسیٰؑ کے شان میں بطور حکائیت فرمایا کہ اُنہوں نے کہا خدا نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی صاحب برکت بنایا ہے جس جگہ بھی ہوں اور مجھے نماز و زکوٰۃ کا تادم حیات امر فرمایا ہے۔ اور یوسفؑ کے حق میں فرمایا ہمنے اُس کی طرف وحی کی (بحالت طفولیّت) کہ تو ان کو اس کام کی خبر دیگا۔ اور سوا ان کے اور بھی ہیں۔ اور اوصیاء سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اور اہل بیت پاک بحالت طفولیت قبول ایمان میں مثل اُنہی انبیاء کے ہیں۔ پس ان کے ساتھ باقی لوگوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ان کی فطرۃ ہی ایمان پر ہوتی ہے (اور یہ فطرۃ کو تبدیل نہیں کرتے) اور ان کا نور نبی صلعم کا نور ہے یعنی ایک نور سے ہیں۔ جیساکہ حدیث نور اس پر دلالت کرتی ہے۔ اور بسط اس کی صحت و تنقید اسانید کا کتاب عبقات الانوار کی ایک مستقل جلد میں مرقوم ہے جو چاہے اُسکو مطالعہ کرے۔ اور ان کا ایمان عہد میثاق سے مسلسل ہے جیساکہ حضرت علیؑ کا قول یواقیت شعرانی سے نقل کیا گیا ہے۔ اور علاوہ بریں (محل تکلیف سمجھنے کے لئے) رسولؐ نے فرمایا اپنی اولاد کو بعمر سات سال نماز کا امر کرو۔ اور جب دس سال کے ہوں اُن کو زد و کوب کر کے بھی نماز پڑھاؤ۔ آخر حدیث تک۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا۔ چنانچہ مشکوٰۃ ص۵۸ میں ہے۔ پس اگر وہ غیر مکلف ہوتے ہیں تو اُن کو مارنا پیٹنا نماز کے حِجِّ معنے دارد بلکہ ظلم ہوگا۔ اور حالانکہ تیرا رب ظالم نہیں ہے

[1] شرح فقہ اکبر مطبوعہ گلزار محمدی لاہور ص۱۲۱ میں ہے کہ اطفال کا ایمان جو دعوت نبیؐ سے ہو مقبول ہے لان النبیؐ دعا علیًا الی الاسلام فاجابہ (ای بالاسلام) مع الاجماع علیٰ ان عباداتہ من صلوٰۃ وصوم ونحوھما صحیحۃ واما ما نقلہ البیہقی من ان الاحکام انما علقت بالبلوغ بعد الھجرۃ عام الخندق۔ الخ یعنی نبیؐ نے حضرت علیؑ کو اسلام کی دعوت دی اور انہوں نے اسلام کو قبول کیا (اور یہ قبول ایمان اطفال کی دلیل ہے) اور اسپر اجماع ہے کہ عبادات علیؑ نماز روزہ وغیرہ اُس زمانہ کی سب صحیح ہیں۔ اور بیہقی نے کہا ہے کہ جنگ خندق کے سال میں احکام بلوغ کے ساتھ معلق ہوئے اس سے پہلے اطفال بھی مکلف تھے ۱۲ المترجم۔

[2] حضرت علیؑ کے ایمان کا ذکر تبرکاً کیا گیا ہے ورنہ امیر المومنین کی وہ ذات بابرکات ہے جو بحکم رسول خدا صلعم کے منافقین و مومنین کی معرفت کے واسطے معیار مقرر کی گئی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حدیث علیؑ کی مروی ہے کہ اُن کے حق میں آنحضرتؐ نے فرمایا لا یحبك الا مؤمن ولا یبغضك الا منافق۔ اور صواعق و تاریخ الخلفاء و ترمذی وغیرہ اور استیعاب مطبوعہ برحاشیہ اصابہ جلد ۳ ص۴۶ میں باسناد جابر مروی ہے کہا ما کنا نعرف المنافقین الا ببغض علی ابن ابیطالب۔

وفی الخصائص للنسائی ص۲۵ عن علی مرفوعاً یا معشر قریش واللہ لیبعثن اللہ علیکم رجلاً منکم قد امتحن اللہ قلبہ بالایمان فلیضرب منکم علی الدین قال ابوبکر انا ھو یارسول اللہ قال لا وقال عمر انا ھو یارسول اللہ قال لا ولکن ھو الذی یخصف النعل وکان اعطیٰ علیاً نعلہ یخصفھا ورواہ احمد والترمذی بمعناہ۔

ولنا ان نستدل علیٰ قبول ایمانہ بانہ امن بنفسہ اوبدعوۃ النبی م والثانی بالوحی او بغیرہ والوحی یکلف بما لا یقبل اویقبل وانہ م دعا بالایمان صبیاً غیرہ ام لا فجوابہم جوابنا ولا حاجۃ لنا بالبیان۔

فصل

فی بیان ایمان ابی بکر الخلیفۃ الاول

فی تفسیر ابن کثیر جلد۹ ص۲۲۹ قال رسول اللہ م الشرک فیکم اخفیٰ من دبیب النمل فقال ابوبکر وھل الشرک الا من دعا مع اللہ الٰہاً اٰخر فقال رسول اللہ صلعم الشرک فیکم اخفیٰ من دبیب النمل رواہ الحافظ ابویعلےٰ واحمد والبغوی

اور خصائص نسائی ص۲۵ میں علی ؑ سے مرفوعاً مروی ہے۔ اے گروہ قریش خدا کی قسم ضرور تم پر اللہ تعالےٰ تم میں سے ایک ایسے آدمی کو مسلط کریگا جس کے دل کا اللہ تعالیٰ نے ایمان میں امتحان کر لیا ہوا ہے[ع] اور وہ تمہیں اس دین کی خاطر ہلاک کریگا (یعنے بصورت مخالفت دین اسلام کے) ابوبکر صاحب نے کہا یا رسول اللہ ؐ وہ میں ہونگا؟ آنحضرت نے فرمایا نہیں پھر امیر عمر صاحب نے کہا یا رسول اللہ میں ہوں؟ فرمایا نہیں ولیکن وہ ہے جو جوتے کو پیوند لگا رہا ہے اور اُس وقت رسول خدا م نے اپنا جوتا حضرت علی ؑ کو دیا تھا اور وہ پیوند لگا رہے تھے اس کو علاوہ نسائی کے احمد و ترمذی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔

اور ہمارے لئے جائز ہے کہ قبول ایمان علی ؑ پر اس سے دلیل پکڑیں کہ وہ خود بخود ایمان لائے یا دعوت نبی م سے اور دعوت نبی ص وحی سے تھی یا بلا وحی اور وحی سے اُس کو تکلیف دیجاتی ہے جس کا عمل مقبول ہو یا نہیں۔ اور نبی م نے کسی اور لڑکے کو بھی دعوت دی یا محض اسی لڑکے (علیؑ) کے لئے دعوت مخصوص تھی۔ پس جو جواب وہ دینگے اُس میں ہمارا جواب آجائیگا جس کے بیان کی ہمیں حاجت نہیں۔

فصل

ایمان حضرت ابی بکر کے بیان میں

تفسیر ابن کثیر مطبوعہ برحاشیہ فتح البیان طبع مصر جلد۹ ص۲۲۹ میں ہے کہ رسول اللہ ص نے ابوبکر صاحب سے خطاب فرمایا شرک تمہارے اندر چیونٹی کی چال سے بھی خفی چلتا ہے ابوبکر صاحب نے کہا کیا شرک یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود مانا جائے[۱] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے (میں یہی کہتا ہوں) کہ شرک تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے بھی مخفی چلتا ہے۔ اسکو حافظ ابویعلےٰ اور احمد و بغوی نے روایت کیا

[۱] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون پ۱۳ یعنی اکثر اُن کے اللہ کے ساتھ ایمان نہیں لاتے مگر یہ کہ وہ شرک بھی کرتے رہتے ہیں ۱۲ مترجم۔

[ع] اس سے معلوم ہوا کہ اس امتحان قلبی میں بھی تخصیص فضیلت ہے ہیچ صحابی تھے ۱۲ مترجم

وھکذا فی التفسیر الدر المنثور للحافظ السیوطی جلد ۴ ص۵۰ و فی کنز العمال جلد ۲ ص۹۷ الشرك فیکم اخفیٰ من دبیب النمل رواہ ابو یعلیٰ عن ابی بکر۔

و فی ص۹۸ یا ابا بکر الشرك فیکم اخفیٰ من دبیب النمل۔ الحدیث۔ رواہ الحکیم عن ابن جریج۔

و فی ص۱۶۹ عن معقل بن یسار قال قال لابی بکر الصدیق و شهد به علی رسول الله صلعم ان رسول الله ص ذکر الشرك فقال هو اخفیٰ فیکم من دبیب النمل فقال ابو بکر یا رسول الله ص هل الشرك الا ان یجعل مع الله الھاً اٰخر فقال ثکلتك امك یا ابا بکر الشرك فیکم اخفیٰ من دبیب النمل۔ الحدیث رواہ ابن راھویه واخرجه البخاری فی ادب المفرد

و فی حیوۃ الحیوان جلد ۲ ص۳۲ روی الحکیم الترمذی فی نوادرہ عن معقل بن یسار۔ الخ۔

و فی ازالۃ الخفاء ص۱۹۹ عن ابن جریج و ذکر مثل روایۃ معقل بن یسار۔

اور اسی طرح تفسیر درمنثور مؤلفہ حافظ جلال الدین سیوطی جلد ۴ صفحہ ۵۰ اور کنز العمال جلد ۲ ص۹۷ میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ شرک[1] تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے بھی مخفی چلتا ہے۔ اسکو ابو یعلیٰ نے حضرت ابی بکر سے مرفوعاً روایت کیا۔ اور اسی کنز العمال کے ص۹۸ میں ابن جریج سے روایت ہے۔ کہا رسول خدا ص نے ابی بکر کو فرمایا۔ اے ابا بکر شرک تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے بھی آہستہ اور مخفی چلتا ہے۔ آخر حدیث تک اسکو حکیم ترمذی نے روایت کیا۔

اور اسی کے ص۱۶۹ میں معقل بن یسار سے روایت ہے کہا رسول اللہ ص نے ابی بکر صدیق سے فرمایا۔ اور اس بات کی معقل رسول ص پر شہادت دیتا ہے کہ آنحضرت ص نے شرک کا ذکر کیا اور فرمایا وہ تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے بھی خفی چلتا ہے۔ ابو بکر صاحب نے کہا شرک وہ نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود بنایا جائے۔ یہ سنکر رسول ص فرمانے لگے۔ اے ابا بکر (تو مر جائے) تیری ماں تجھ رو ئے بے شک شرک تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے بھی خفی چلتا ہے۔ آخر حدیث تک۔ اسکو ابن راہویہ نے روایت کیا اور بخاری نے بھی ادب المفرد میں روایت کیا۔ اور حیاۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۳۲ مطبوعہ مصر میں ہے۔ حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں معقل بن یسار سے روایت کیا (حدیث مذکورہ بالا الشرك فیکم الخ کو بیان کیا)۔

اور ازالۃ الخفاء ص۱۹۹ میں ابن جریج سے مثل روایت معقل بن یسار کے مروی ہے۔

[1] رسالہ اصلاح کھجوہ جلد ۲۶ نمبر ۳ ص۲۰۔ میں ہے کہ درمنثور ص۲۴۵ جلد ۴ میں بروایت بخاری ادب مفرد میں معقل بن یسار سے مروی ہے جس کا مضمون مثل ابن کثیر کے ہے مگر اس میں اتنا زیادہ ہے کہ نبی ص نے فرمایا مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری روح ہے کہ شرک تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے زیادہ مخفی چلتا ہے۔ انتہیٰ۔ اور ترمذی جلد ۲ ص۸۴ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔ ابواب صفۃ القیامۃ میں حنظلہ اسیدی کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت ہے۔ انه مر بابی بکر وھو یبکی فقال مالك یا حنظلۃ قال نافق حنظلۃ یا ابا بکر نکون عند رسول الله ص یذکرنا بالنار والجنۃ کانا رأی عین فاذا رجعنا عافسنا الازواج والضیعۃ ونسینا کثیراً قال فوالله انا کذلك انطلق بنا الی رسول الله ص فانطلقنا۔ الحدیث۔ وقال ھذا حدیث حسن صحیح۔ یعنی حنظلہ روتا ہوا ابی بکر صاحب کے پاس گزرا ابو بکر صاحب نے رونے کی وجہ پوچھی حنظلہ نے کہا میں منافق ہوگیا ہوں یعنی نفاق کے آثار اپنے میں دیکھتا ہوں اسلئے روتا ہوں وہ اس طرح کہ رسول اللہ ص کے پاس ہمارا اور حال ہوتا ہے پیچھے جب اپنے اشغال میں لگجاتے ہیں تو بہت کچھ آنحضرت ص کے فرمودے سے

وفی الدین الخالص جلد ا ص ۲۰۶/۲۰۷ عن محمود بن لبید ان رسول اللہ م قال ان اخوف ما اخاف علیکم الشرك الاصغر الحدیث - رواہ احمد والطبرانی والبیہقی وذکر ابن ابی حاتم ان البخاری قال لہ (ای لمحمود بن لبید) صحبۃ ورجح ابن عبد البر والحافظ وقد رواہ الطبرانی باسانید جیدۃ عنہ فاذا کان الشرك مخوفا علی اصحاب رسول اللہ صلعم مع کمال علمہم وقوۃ ایمانہم وغایۃ عملہم وصحۃ نیتہم فکیف لا یخافہ من ہو دونہم فی العلم والایمان والعمل والنیۃ بمراتب واخرج ابو یعلی وابن المنذر عن حذیفۃ ابن الیمان عن ابی بکر عن النبی م قال الشرك فیکم اخفی من دبیب النمل الحدیث -

وفی ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۸ راہب در تاویل خواب ابوبکر گفت خدا تعالیٰ درمیان شما پیغمبرے خواہد برانگیخت تو در ایام حیات وی وزیر وی خواہی بود و بعد از وفات وے خلیفہ وی - والحافظ السیوطی اید ہذا الخبر فی تاریخ الخلفاء ص ۲۳ قال قلت فابوبکر کان اول اسلاما ام علی ع قال واللہ لقد امن ابوبکر بالنبی صلعم زمن بحیرا الراہب حین مر بہ وہکذا فی الصواعق المحرقۃ لابن الحجر الہیتمی المکی ص ۴۵

آور دین خالص جلد ا ص ۲۰۶/۲۰۷ مولفہ سید صدیق حسن میں محمود بن لبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ م نے فرمایا۔ تم لوگوں پر مجھے سب سے زیادہ باریک شرک کا خوف ہے۔ آخر حدیث تک۔ اس حدیث کو احمد و طبرانی و بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا کہ بخاری نے اُس سے کہا کہ محمود بن لبید کیلئے صحبت نبی م ثابت ہے۔ اور ابن عبد البر اور حافظ ابن حجر نے اسی کو ترجیح دی ہے اور طبرانی نے اس کو باسانید جیدہ بروایت محمود نقل کیا پس جبکہ اصحاب رسول اللہ پر باوجود اُن کے کمال علم و قوت ایمان اور غایت عمل و صحت نیت کے شرک کا خوف تھا سو خوف شرک اُن پر کیسے نہو جو علم و ایمان و عمل و نیت میں بمراتب صحابہ سے کم درجہ کے ہیں۔ اور ابو یعلی و ابن المنذر نے حذیفہ بن یمان سے اور اُسنے ابی بکر صاحب سے روایت کیا کہ نبی صلعم نے فرمایا شرک تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے زیادہ خفی چلتا ہے۔ آخر حدیث تک۔ انتہی۔

اور ازالۃ الخفا مقصد ۲ ص ۸ میں ہے۔ راہب نے تعبیر خواب ابوبکر صاحب میں کہا خدا تعالیٰ تمہارے درمیان ایک پیغمبر پیدا کریگا اُس کی حیات میں تو اُس کا وزیر ہوگا اور اُس کی وفات کے بعد تو اُس کا خلیفہ بنیگا۔[1]

اور حافظ سیوطی نے بھی تاریخ الخلفاء ص ۲۳ میں اس خبر کی تائید لکھی ہے۔ کہا میں کہتا ہوں کہ ابوبکر صاحب اول اسلام لائے تھے یا حضرت علی ع؟ کہا خدا کی قسم ضرور ابوبکر صاحب نبی م کے ساتھ زمانہ بحیرا راہب میں ایمان لائے جب اُس کے پاس گذرے تھے۔ الخ۔ (واقعی یہودیوں کی خبروں پر شیخین کا بڑا اعتقاد تھا اور پھر سرداری کی خوشخبری بھی شامل تھی)۔

اور اسی طرح صواعق محرقہ ابن حجر ہیتمی مکی کے ص ۴۵ میں ہے (یعنی وجہ ایمان ابی بکر کی اُسی راہب کی خبر لکھی ہے)۔

[1] اس طمع پر ابوبکر صاحب ایمان لائے مگر بعد وفات جناب رسول خدا م کے اس قدر متغیر ہوئے کہ خود اقرار کرتے ہیں کہتے ہیں ہم سیاہ دل ہو گئے ہیں اور اب ہمکو خوف خدا اور رسول نہیں رہا۔ دیکھو تاریخ الخلفاء مطبوعہ لاہور ص ۶۲ لکھا ہے ابوبکر صاحب نے اہل یمن کو روتے ہوئے دیکھکر کہا ہکذا کنا ثم قست القلوب یعنے ہم بھی اسیطرح ہوتے تھے مگر پھر سیاہ دل ہو گئے ۱۲ مترجم

عہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الخ یعنی خدا شرک کو نہیں بخشیگا اور حضرت ابی بکر صاحب کے حق میں رسول خدا م کی باوجود ابوبکر صاحب کی درخواست کے خاتمہ بالخیر کی شہادت نہ دینی انکے آخر میں متغیر ہونے اور احداث فی الدین کرنے اور ضعف ایمان کی دلیل ہے دیکھو کتاب عنوان احداث فی الدین فصل بعض حالات صحابہ جسمیں ہم لکھ آئے ہیں کہ نبی م نے حضرت ابی بکر سے فرمایا لا ادری ما تحدثون بعدی

حقیقت قصۂ غار متعلق یار غار

از مترجم

چونکہ حضرات اہل تسنن بغرض دہوکہ دہی عوام کے قصہ غار کو ابو بکر صاحب کی فضیلت کا لباس پہنا کر عوام خلق خدا کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں لہذا اس کا مختصراً حال منکشف کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اس قصہ سے اہل تسنن تین طرح پر استدلال کرتے ہیں ایک لفظ صاحب سے۔ پس سمجھنا چاہئے کہ یہ استدلال ایک مضحکہ اطفال ہے۔ کیونکہ صاحب کا لفظ قرآن میں اس ہمراہی پر اطلاق ہوا ہے جو ایکدوسرے کے ساتھ ہو۔ دونوں مومن ہوں یا اُن سے ایک مومن یا دہ دونوں کافر ہوں۔ دیکھو آیت فنادوا صاحبہم فتعاطیٰ فعقر فکیف کان عذابی ونذر۔ انا ارسلنا علیہم صیحۃً واحدۃ فکانوا کہشیم المحتظر۔ (سورۃ قمر رکوع ۲) (خلاصہ ترجمہ یہ کہ قوم ثمود جنہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور برخلاف حکم پیغمبر کے ناقہ (اونٹنی) صالح علیہ السلام کو ایذا پہونچانے کی خاطر اپنے رفیق قدار کو بلایا اور اُس نے اونٹنی کے پاؤں کے پٹھے کاٹ دیئے۔ اس سبب سے ان پر چیخ کا عذاب نازل ہوا۔ اور وہ تباہ کئے گئے۔ اس آیت میں قدار پر صاحب کا اطلاق ہوا ہے۔ جس کی حالت اس قصہ ناقہ صالح ؑ سے ظاہر ہے۔ اور صاحب کی جمع اصحاب ہے اسکے لئے ملاحظہ ہو آیت اولئٰک اصحاب النار ھم فیہا خالدون۔ پ ۱ ع ۴۔ تو جب صاحب یا اصحاب کا لفظ کفار پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے پس اس سے خیال فضیلت چہ معنے دارد۔ ایضاً دیکھئے سورۃ کہف پارہ ۱۵ رکوع ۱۷۔ فقال لصاحبہ وھو یحاورہ انا اکثر منک مالا۔ اور دوسری جگہ وارد ہے قال لہ صاحبہ وھو یحاورہ اکفرت بالذی خلقک من تراب۔ پہلی اور دوسری آیت میں ہر دو جانب کے صاحب کافر ہیں۔ اور تیسری و چوتھی آیت میں ایک مسلم دوسرا کافر ہے۔ اب ایک شبہ شائد باقی ہو۔ کہ تحریر بالا مسلّم ہے مگر جب صاحب کا لفظ پیغمبر کی طرف مضاف اور منسوب ہو تو پھر ضرور دونوں جانب سے مومن کامل ہونی ضروری ہیں۔ اس اشتباہ کا ازالہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس آیت سورۃ یوسف رکوع ۵ کو پڑھئے۔ یا صاحبی السجن أ ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار ما تعبدون من دونہ الا اسماءً سمیتموہا انتم وآباءکم ما انزل اللہ بہا من سلطٰن یعنی یوسف ؑ نے فرمایا اے میرے قید خانہ کے ہمراہیو! کیا بہت رب اچھے ہیں یا ایک اللہ جو غالب ہے وہ بہتر ہے۔ تم اسکے سوا صرف مصنوعی ناموں کی پرستش کرتے ہو جس کے واسطے کوئی سند نہیں۔ تمہارا اور تمہاری باپ دادوں کا یہی حال ہے۔

اس آیت میں پیغمبر کے دو صاحب کافر بیان ہوئے ہیں۔ اس طرح وہ شبہ بالکل رفع ہو جاتا ہے۔ مگر علماء سنیوں کی چونکہ عادت ہے کہ حسب دستور اپنے پیشواؤں کے معانی آیات کے تبدیل و تحریف کر کے لوگوں کو بہکاتے ہیں۔ اسواسطے ممکن ہے کہ اس کا معنے بھی اُلٹا دیں۔ بایں وجہ ہم انہی کے معتبرین مفسرین کی تفاسیر سے اس آیت کے معنیٰ کو لکھدیتے ہیں تاکہ پھر ان کی جائے دم زدن باقی نہ رہے۔ دیکھو تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۵ صہ ۱۳ سطر اول پر یہ یا صاحبیّ فی السجن یعنے یوسف ؑ نے فرمایا تھا کہ اے میرے دو یار جو قید خانہ میں موجود ہو بعد اسکے علامہ فخر رازی لکھتے ہیں جب تھوڑے وقت کی رفاقت صاحب ہونے کے لئے کافی ہے تو عمر بھر۔ الخ

غرضکہ تھوڑے وقت کی رفاقت سے بھی انسان صاحب کہلانے مستحق ہوجاتا ہے۔ اور تفسیر ابو السعود مطبوعہ برحاشیہ کبیر مطبوعہ مصر جلد ۶ صـ۲۱۴ و تفسیر کشاف جلد ۱ صـ۱۱۱ میں یہی مضمون بعبارت مترادفہ مرقوم ہے ای صاحبی فی السجن اور وہ اس طرح اطلاق ہوا ہے۔ جیسا کہ بولا جاتا ہے۔ یا سارق اللیلۃ یعنے ای چور جس نے رات میں چوری کی ہے۔ تو یوسف ع نے ہر دو قیدیوں کو اس لحاظ سے صاحب کے نام سے پکارا کہ دار الاحزان اور مشکلات میں ہمراہ رہنے سے ایک خاص قسم کی محبت پیدا ہوجاتی ہے۔ انتہی ملخصاً۔

اور تفسیر سراج المنیر مطبوعہ نول کشور منقول از نسخہ مطبوعہ مصر جلد ۲ صـ۱۱۷ میں بعینہٖ مثل ابی سعود و کشاف کے لکھا ہے اور اتنا اس میں زیادہ ہے کہ قید خانہ کا ذکر اسلئے کیا گیا ہے جیسا کہ یا سارق اللیلۃ میں سرقہ کو رات کی طرف نسبت دی گئی ہے۔ پس چنانچہ رات مسروق فیہا ہے۔ جس میں چوری ہوئی اور خود مسروقہ نہیں۔ اسی طرح سجن (قیدخانہ) مصحوب فیہ ہے جس میں صحبت حاصل رہی۔ نہ کہ مصحوب کیونکہ مصحوب حضرت یوسف ع ہیں جن کے قیدیوں میں سے دو صاحب تھے۔

نیز اسی طرح بیضاوی مطبوعہ مصر جلد ۲ صـ۱۳۳ میں بلفظ یا صاحبی فی السجن کے مرقوم ہے۔ اور پارہ ۲۲۔ ع۱۲ میں ہے ما بصاحبکم من جنۃ ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید (ترجمہ نذیر احمد) پھر سوچو تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ تمہارے رفیق (محمد م) کو کسی طرح کا جنون نہیں ہے۔ الخ۔ اس میں حضرت محمد صلعم کو کفار کا صاحب قرار دیا گیا ہے۔ پس بہمہ وجوہ حضرت ابوبکر کو غار کے سفر میں نبی صلعم کے ساتھ ہونے کے سبب سے صاحب بولا گیا ہے تو اس میں سے کونسی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ جبکہ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ہر قسم کے ساتھی پر عربی میں لفظ صاحب بولا جاتا ہے۔

دوسرا استدلال کلمہ ان اللہ معنا سے کرتے ہیں۔ جو یہ بھی مثل دلیل اول کے غلط ہے۔ کیونکہ ابوبکر صاحب نے رونے چلانے سے جب نبی م کو تنگ کیا تو ہر طرح رسول م نے اُن کو تسلی و اطمینان دلایا کہ ہمیں کوئی ایذا نہیں پہونچا سکتا۔ تمہیں کیا ہو گیا خدا پر بھروسہ نہیں رہا۔ ہمیں اللہ کافی ہے وہی حافظ اور ہمارے ساتھ ہے۔ پس یہ معیت وہی ہے جو سب کو حاصل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر وقت سب کے ساتھ ہے مگر جس کو معرفت ہو وہ اس پر متوکل رہتا ہے۔ غیر عارف اُس کو فراموش کر کے بےچین ہو جاتا ہے۔ اسلئے نبی صلعم نے اُس کی تنبیہ کے واسطے خدا یاد دلایا پڑھنے آیت پارہ ۲۷۔ سورہ حدید رکوع اول وھو معکم اینما کنتم (ترجمہ نذیر احمد) تم لوگ کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ انتہیٰ۔ یعنی خواہ غار میں ہو یا دریا میں یا جنگل میں ہر جگہ خدا پاک تم سب کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی معیت کو رسول خدا صلعم نے ابوبکر صاحب کو اُس کی بےچینی کے وقت یاد دلایا۔ اس کی تائید بخاری و مسلم کی روایت سے بھی پیش کی جاتی ہے۔ کہ اس غار میں معیت یاد دلانے کے بعد بھی ہر لحظہ ابوبکر صاحب اس کو فراموش کر کے بےچین ہو جاتے تھے۔ دیکھو تیسیر الباری ترجمہ بخاری پارہ ۱۴ صـ۱۷۵ سطر ۷ (بیان قصہ غار میں ہے) جناب ابوبکر فرماتے ہیں کہ ہم وہاں (غار) سے چل کھڑے ہوئے۔ اور قریش کے لوگ ہماری تلاش ہی میں رہے ہم کو کسی نے نہ پایا۔ ایک سراقہ بن مالک بن جعشم گھوڑے پر سوار آن پہونچا میں نے اُسکو دیکھکر عرض کیا۔ یا رسول اللہ م ہمارے ڈھونڈنے والے آن پہونچے (کیا کریں) آپ نے فرمایا کچھ فکر نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے لا تحزن ان اللہ معنا انتہے۔ اور المعلم ترجمہ صحیح مسلم جلد ۶ صـ۲۸۵۹ میں یہ قصہ مروی ہے۔ نیز سراقہ کے برخلاف اُس میں آنحضرت صلعم کی بد دعا منقول ہے۔ یہ واقعہ غار سے باہر نکلنے کے بعد کا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بار بار حضرت ابوبکر ڈرتے

اور گھبراتے تھے تو نبی صلعم اپنی الفاظ سے تسلی دیتے تھے۔ اس سے کوئی خصوصیت او فضیلت خلیفہ اول کی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ تسلی دینے کے وقت یہی موزون تھا کہ ہمارا حافظ خدا ہے اور ہمیں کوئی اذیت نہیں پہونچا سکتا۔ اسپر غور فرمائیے۔ جس ساتھی نے رسول صلعم کے دل میں اندیشہ پیدا کیا اور بزدلی کا سامان ظاہر کیا کہ ہم پکڑے جائینگے ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ پکڑتے ہیں۔ کیا کریں اور رویا چلایا جس سے نبی ص کو ملال و صدمہ پہونچایا اور نبی ص کو اُسکے تسلی دینے کی تکلیف کرنی پڑی وہ فضیلت رکھتا ہے۔ یا کہ وہ جو مقام خطرہ جان پر بحکم رسول ص کے بستر نبوی پر سویا کہ نبی ص کی جان بچ جائے گو میں بجائے ان کے قتل کیا جاؤں۔ یا اذیت پاؤں۔ جیسا کہ سنگباری کفار سے تکلیف اُٹھائی۔ بہتر ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ علی ع سفر غار کی رات کو مکہ میں بستر نبوی پر بحکم پیغمبر ص کے چادر سبز نبی ص کی اوڑھے ہوئے سوئے۔ جس کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ جملہ کتب اہل تسنن میں مرقوم و مسلم ہے۔ دیکھو روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ $\frac{127}{128}$ اور تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۶۴۷ میں اس طرح لکھا ہے۔ انا لا ننکر ان اضطجاع علی ابن ابیطالب فی تلک اللیلۃ المظلمۃ علی فراش رسول اللہ صلعم طاعۃ عظیمۃ و منصب رفیع۔ الخ یعنے ہمیں کوئی انکار نہیں کہ علی ع کا اس اندھیری رات میں بستر رسول اللہ ص پر لیٹنا بڑی طاعت ہے۔ اور بلند مرتبہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور فتح الباری شرح بخاری کی عبارت جو عنقریب لکھی جائے گی اس کی موئد ہے بایں سبب اس قصے سے حضرت علی ع کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ نہ ابوبکر صاحب کی۔ بلکہ ابوبکر صاحب بار خاطر ہوئے نہ یار شاطر۔

تیسرا انزل اللہ سکینتہ علیہ سے استدلال کرتے ہیں۔ اور یہ استدلال بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ مرجع ضمیر علیہ کا جناب رسول خدا ص ہیں نہ ابوبکر صاحب۔ چنانچہ قرأت اہل بیت ع میں اسکو علی رسولہ پڑھا گیا ہے جو شیعوں کی تفسیر برہان جلد ا صفحہ ۴۲۴ میں بروایات ائمہ ع مروی ہے۔ اور ضمیر متصل اید ہ بجنود لم تروھا کا مرجع بالاتفاق رسول ص کا ہونا کافی موئد ہے۔ کیونکہ اگر دونوں جگہ مرجع ایک نہ ہو تو کلام باری منزہ از نقائص میں قبح انتشار و تشتت ضمائر کا لازم آتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو فرشتوں سے مدد پہونچائی گئی اور بمقتضائے سیاق آیت صحابہ ان کو دیکھ بھی نہ سکتے تھے وہ رسول اللہ ص کو خدا کی طرف سے پہونچائی گئی نہ ابوبکر صاحب کو۔ بلکہ وہ اس جماعت میں مخاطب تھے جو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اور وجہ تجدید تسکین و نزول امن کی حضرت صلعم پر یہ تھی کہ جو ملال خاطر عاطر نبی ص کو اپنے ہمراہی شیخ نالاں و گریاں کے اضطراب سے پیدا ہوا تھا وہ جاتا رہے۔ اور عام طور پر جملہ مومنین کے لئے بھی نزول سکینۃ وارد ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ دیکھو آیت ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم۔ پ ۲۶ سورہ فتح رکوع ا۔ اور دیکھو سورۃ توبہ رکوع ۴۔ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المؤمنین۔ الآیۃ ۴ اور ثبوت مرجع ضمیر رسول خدا ص ہونے کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر جامع البیان و معالم التنزیل و مدارک و ترجمان القرآن صفحہ ۳۸۵ و مجمع البیان جلد ۴ صفحہ ۱۰۹ و جلالین مطبوعہ مصر صفحہ ۱۵۰ ان کی عبارات مترادفہ ہیں۔ اور قریب المعنی لیکن ہم اس وقت جامع البیان و تفسیر ابی السعود مطبوعہ بر حاشیہ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۲۸ مطبوعہ مصر سے نقل کرتے ہیں۔ فانزل اللہ سکینتہ علیہ ای امنتہ علی رسول اللہ (الی ان قال) و یوئد الاول و ایدہ ای رسول اللہ بلا خلاف انتہیٰ۔ یعنے امن اور تسکین رسول اللہ ص پر نازل ہوئی۔

(دیکھ پھر ایک قول ابی بکر صاحب کے مرجع ہونے کا نقل کر کے اس کو مرجوح قرار دیا۔ اور کہا) کہ پہلے قول یعنے مرجع رسول ص ہونے کی کلمہ وایدہ کا تائید کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں بالاتفاق رسول اللہ ص مراد ہیں۔

اور یہ بھی قابل ذکر ہے کہ رسول اللہ صلعم ابوبکر صاحب کو منتخب کر کے ہمراہ نہیں لے گئے تھے بلکہ ابوبکر صاحب خود پیچھے سے جا ملے تھے جس سے حضرت ص کو ایذا بھی پہونچی تھی۔ مگر حسب مصلحت وقت اُن کو ساتھ لیجانا پڑا دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۴۱ مطبوعہ مصر۔ اس میں بروایت ابن مردویہ و ابی نعیم فی الدلائل ابن عباس سے منقول ہے کہا جب رسول اللہ ص رات کے وقت غار کی طرف تشریف لے گئے۔ پیچھے سے حضرت ابوبکر صاحب بھی اُن کو جا ملے۔ جب رسول اللہ صلعم نے آہٹ (رفتار) آدمی کی آواز معلوم کی تو اُس سے خیال کیا کہ شائد کوئی مشرکین سے آملا ہے۔ جب ابوبکر صاحب نے اس بات کو معلوم کیا تو کچھ کھانسنے لگے تاکہ رسول اللہ صلعم پہچان لیں۔ چنانچہ حضرت صلعم نے پہچان لیا اور کھڑے ہو گئے تاکہ ابوبکر صاحب جا ملے اور دونوں غار میں گئے۔

اور تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۴۴/۲۴۵ میں اسیطرح ہے۔ مگر اتنا اُس میں زیادہ ہے کہ نبی ص کو ابی بکر صاحب کے پیچھے آجانے سے اس قدر تکلیف ہوئی کہ اُن کو نہائت تیز رفتاری کرنی پڑی جس سے جوتے کا اگلا تسمہ ٹوٹ گیا اور قدم مبارک کا انگوٹھا زخمی ہو کر اُس سے خون جاری ہو گیا۔ تاکہ ابوبکر صاحب نے آواز دی اور حضرت ص نے پہچان کر اُسکو ہمراہ کر لیا۔

اب بستر نبوی پر مقابل اسکے حضرت علی ع کو جو اذیت کفار سے پہونچی وہ ملاحظہ فرمایئے۔ فتح الباری شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۱۸۴ مطبوعہ دہلی و معالم التنزیل صفحہ ۳۸۱ میں ابن عباس سے باسناد عمر بن میمون بروایت احمد و حاکم کے منقول ہے کہا مشرکین حضرت علی ع کو (جبکہ وہ بستر نبوی پر سوئے ہوئے تھے) پتھر مارتے تھے اس گمان پر کہ یہ نبی صلعم سوئے ہوئے ہیں۔ جب ابوبکر صاحب نے آکر حضرت علی ع سے دریافت کیا اُنہوں نے فرمایا آنحضرت صلعم باہر تشریف لے گئے ہیں۔ ابوبکر صاحب آنحضرت ص کے پیچھے چل پڑے اور نبی ص کو راستہ میں ملگئے اور ان کے ساتھ غار میں چلے گئے۔ انتہے۔ آیت اذا اخرجہ الذین کفروا میں ضمیر واحد کا ہونا بھی اس کی دلیل ہے کہ کفار نے تو نبی ص کو مدینہ سے بایصال اذیت کے نکالا اور دوسرا خود بخود مل گیا ورنہ بجائے اخرجہ کے اخرجھما ہوتا جس کا معنے دونوں کو نکالا ہوتا۔ اور اصل اس اذیت بر بستر علی ع کو پہنچنے کا ترمذی و نسائی میں بھی ہے وکذا فی ازالۃ الخفاء صفحہ ۲۶۱۔

اور ابی بکر صاحب کی جزع و فزع کے ثبوت میں دیکھو تفسیر ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱۱ فجعل ابوبکر یجزع ان یطلع علیھم احدٌ (الی ان قال) فجعل النبی ص یسکنہ و یثبتہ و یقول یا ابابکر ما ظنک باثنین اللہ ثالثھما کما قال الامام احمد الخ (کذا فی مسند احمد مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۴) پھر اس کو باسناد بیان کیا یعنی ابوبکر صاحب فریاد کرتا تھا کہ مشرکین کو کوئی اطلاع پائے اور تکلیف پہونچے اور رسول اللہ ص اوس کی تسکین اور دلجوئی فرماتے تھے کہ اے ابابکر تیرا کیا گمان ہے جب کہ ہم دو ہیں اور تیسرا اللہ تعالیٰ بھی ساتھ ہے۔ پھر تجھے کیا ہو گیا کہ تو چپ نہیں کرتا۔ اس عبارت سے میری سابقہ تحریر کی تصدیق ہو گئی ہے۔ اور اس آیت میں ایک اور امر بھی غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمین کو آنحضرت ص کی چند مصیبتیں یاد دلا کر اپنے رسول کی امداد فرمانے کا ذکر کیا ہے کہ اپنے رسول کی وہ خود مدد کر دیتا ہے تم مدد نہ کرو

چنانچہ اس آیت میں تین ایسے امر جتلائے کہ فلاں وقت کو یاد کرو اور فلاں وفلاں وقت کو۔ مثلاً پہلے فرمایا اس مصیبت کو یاد کرو جبکہ رسول صلعم کو کافروں نے مدینہ سے نکالا تھا۔ واقعی وطن سے نکلنا مصیبت تھی۔ پھر فرمایا اس وقت کو یاد کرو جبکہ غار کی تاریکی و تنہائی میں صرف ایک ہمراہی کے ساتھ آنحضرت وقت بسر کر رہے تھے۔ واقعی یہ بھی مصیبت ہی تھی۔ پھر فرمایا۔ اُس وقت کو یاد کرو جبکہ رسول ص اپنے ہمراہی کو تسلیاں دے رہے تھے کہ کوئی غم نہ کر خدا ہمیں کافی ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ہے پھر کون ایذا پہونچا سکتا ہے۔ غرضیکہ اُس وقت کے مناسب اپنے ہمراہی کے لئے تسکین بخش تقریر فرما رہے تھے۔ واقعی یہ بھی مصیبت تھی کہ ہمراہی دلیری نہ کر سکا اور یہ نہ کہا کہ خدا حافظ ہے کسی کی پروا نہیں کوئی ہمارا سر کاٹ لیگا تب آپکے پاس آئیگا۔ ورنہ ہم مخالفین سے خوب مقابلہ کرینگے۔ فی الحال تو ہم پوشیدہ ہیں غالباً کوئی دیکھنے نہ پائیگا۔ بلکہ بجائے اس کے ہمراہی کہتا ہے کیا کریں کفار اگر نیچے دیکھیں تو ہمیں دیکھ لیں گے اور مار ڈالیں گے، یا ایذا پہونچائینگے۔ اگرچہ بظاہر اُس نے حضرت ص کو بھی مخاطب کیا ہو کہ آپ کو بھی ایذا پہونچے گی۔ اس کا مجھے غم ہے۔ مگر قرائن سے اُسکو اپنی جان کا خوف معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر حضرت ص کو کہا تھا تو وہ بھی مضر تھا کہ بجائے اطمینان و تسلی دینے کے اُس نے ملال و رنج پہونچایا اور اس کے شور و غل کو فرو کرنے اور تسلیاں دینے کی نبی ص کو تکلیف گوارا کرنی پڑی۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ تینوں مصیبتوں کو ایک ہی لفظ مکرر سہ کرر سے بیان فرماتا ہے کہ تینوں مصیبتیں برابر تھیں۔ غور سے دیکھئے اور لفظ اذ ہر سہ مقامات پر عمیق نظر سے پڑھیئے۔ اذ اخرجہ۔ واذ ھما فی الغار و اذ یقول لصاحبہ لاتحزن فقط والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ ۱۲ مترجم۔

فصل
فی ایمان عمر بن الخطاب

فی الخصائص الکبریٰ للسیوطی ص۱۳۱ ج۱ اخرج ابن سعد وابو یعلیٰ والحاکم و البیھقی عن انس قال خرج عمر متقلداً بالسیف فلقیہ رجل من بنی زھرۃ فقال لہ این تعمد یا عمر قال ارید ان اقتل محمداً الحدیث وھکذا فی تاریخ الخلفاء ص۷۵ وفیہ فی ص۷۶ وقد اسلم فی السنۃ السادسۃ من النبوۃ وفی ص۱۳۲ ج۱۔ اخرج البزار والبیھقی والطبرانی وابو نعیم فی الحلیۃ عن عمر قال کنت من اشد الناس علیٰ رسول اللہ صلعم۔ الحدیث وایضاً اخرج احمد عن عمر فقلت ھذا واللہ شاعر کما قالت قریش۔ الحدیث۔

فصل
ایمان عمر بن خطاب کے بیان میں

خصائص کبرےٰ سیوطی جلد ا ص۱۳۱ میں ابن سعد و ابی یعلےٰ و حاکم و بیہقی کے اسناد سے حضرت انس روایت کرتے ہیں۔ کہا امیر عمر تلوار پہنے ہوئے نکلے اُن کو ایک آدمی بنی زہرہ سے ملا اور کہا اے عمر کہاں ارادہ رکھتا ہے۔ امیر عمر بولے کہ حضرت محمد صلعم کے قتل کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آخر حدیث تک۔ اور اسی طرح تاریخ الخلفاء صفحہ ۷۵ میں ہے۔ اور اُسی کے ص۷۶ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نبوۃ کے سنہ ۶ میں اسلام لائے۔ اور اسی کے ص۱۳۲ میں مرقوم ہے کہ بزار و بیہقی و طبرانی و ابو نعیم نے حلیہ میں امیر عمر سے روایت کیا اُسنے کہا کہ میں رسول اللہ ص کا سب سے زیادہ دشمن تھا۔ آخر حدیث تک۔

اور اُسی صفحہ پر ہے احمد نے عمر سے روایت کیا امیر عمر کہتے تھے کہ جس طرح باقی قریش کہتے تھے مینے بھی کہا تھا کہ خدا کی قسم یہ محمد صلعم ایک شاعر آدمی ہے۔ آخر حدیث تک۔

وفیہ فی صفحہ ۱۳۳- اخرج ابو نعیم عن عمر قال کنت جالساً مع ابی جھل و شیبۃ بن ربیعۃ فقال ابو جھل (ھو خال عمر) یا معشر قریش (الی ان قال) الا و من قتل محمداً فلہ علیّ مائۃ ناقۃ حمراء و سوداء والف اوقیۃ[1] فضۃ قال عمر فخرجت متقلداً بالسیف۔ الخ

اور اُسی کے صفحہ ۱۳۳ میں ہے۔ ابو نعیم نے عمر سے روایت کی ہے کہا میں ابو جہل و شیبہ بن ربیعہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابو جہل نے کہا۔ اے گروہ قریش (تا کہ کہا) خبردار جو محمد کو قتل کرے اُس کے لئے میرے اوپر ضروری ہوگا کہ میں اُسکو ایک سو اونٹنی سرخ و سیاہ رنگ کی عطا کرونگا۔ اور ہزار اوقیہ چاندی بھی دونگا۔ عمر نے کہا کہ میں تلوار پہنکر نکلا۔ الخ

(حاشیہ ۳ متعلق صفحہ ۲۹۵)

سه بعض اہل سنت تعصب کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ علی ؑ طفولیت میں ایمان لائے اور ابوبکر صاحب کبر سنی میں ایمان لایا اسواسطے ابوبکر صاحب کا ایمان حضرت علی ؑ کے ایمان پر فوق رکھتا ہے۔ اسیئے ہم اُنہی کی معتبر کتاب سے اُن کی تسلی کرا دیتے ہیں دیکھو حاشیہ نور الابصار مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴۹ اس میں سیرۃ حلبیہ سے مذکور ہے کہ اسلام حضرت علی ؑ کا صحیح اور مقبول ہے گو علماء کا اسپر اجماع ہے کہ بوقت اسلام آپ بلوغ کو نہیں پہونچے تہے۔ اُسکی یہ وجہ ہے کہ اُسوقت لڑکے مکلف تہے اور لڑکوں سے رفع قلم یعنے مکلف نہونا سال جنگ خیبر میں شروع ہوا۔ اور بیہقی سے مروی ہے کہ احکام متعلق بلوغ کے سال جنگ خندق میں ہوئے۔ اور ایک روایت میں سال حدیبیہ میں بلوغ سے متعلق ہوئے اور اس سے پہلے عقلمندی اور تمیز پر دار احکام شرعیہ کی ہوتی تہی۔ پس جب لڑکا سمجھدار اور واقف نفع و نقصان کا ہو جاتا وہ مکلف ہوتا تھا۔ الخ اصل عبارت اس کتاب کی یہ ہے۔ قال فی السیرۃ الحلبیۃ وانما صح اسلام علی مع انھم اجمعوا علی انہ لم یکن بلغ الحلم لان الصبیان کانوا اذ ذاک مکلفین لان القلم رفع عن الصبی عام خیبر و عن البیہقی ان الاحکام انما تعلقت بالبلوغ فی عام الخندق و فی لفظ فی عام الحدیبیۃ وکانت قبل ذلک منوطۃ بالتمیز۔ الخ ۱۲ مترجم۔

ایمان امیر عمر کے متعلق نوٹ از مترجم

امیر عمر صاحب کا ایمان حق شناسی سے نہیں ہوا جس کی دلیل کیفیت ایمان آوری کی روایت ہے جو ابن سعد و ابو یعلیٰ و بزار و ابو نعیم فی الحلیہ و بیہقی فی الدلائل حضرت انس سے روایت[2] کرتے ہیں کہ حضرت عمر صاحب بعد عداوت راسخہ دیرینہ کے جو جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اُسکو تھی اور بعد اظہار نبوۃ آنحضرت ص کے چھ سال تک اُسنے بدستور رکھی۔ بارادہ قتل تلوار لیکر نکلا (جیسا کہ متن کتاب میں درج ہے۔ مگر اُس میں مکمل عبارت نہیں لکھی گئی لہذا ہم اُس کا تتمہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۷۵ و صواعق محرقہ صفحہ ۵۵ سے نقل کرتے ہیں۔ اور شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۵۹ میں مثل اسکی مرقوم ہے) کہ امیر عمر صاحب جب نبی ص کے قریب تلوار لٹکائے ہوئے آیا تو آنحضرت باہر تشریف لائے اور امیر عمر صاحب کے دامن و حمائل تلوار کو پکڑا اور فرمایا ما انت بمنتہٍ یا عمر حتیٰ ینزل اللہ بک من الخزی والنکال ما انزل بالولید بن مغیرہ فقال عمر اشہد ان لا الہ الا اللہ الخ یعنے رسول صلعم نے

---

[1] ایک اوقیہ ساڑھے سات مثقال کا ہوتا ہے۔ اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے۔ اور ایک ماشہ آٹھ سرخ یعنی رتی کا ہوتا ہے ۱۲ مترجم

[2] اسی مضمون کی ایک طولانی روایت خالد بن عروط سے کنز العمال ج ۶ صفحہ ۹۴ میں باسانید ابی یعلےٰ و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و عقیلی و نصر المقدسی و سعید بن منصور کے مروی ہے۔ ۱۲ مترجم

امیر صاحب کو ایک ایسی دھمکی دی کہ تم اس عداوت و مخالفت سے باز آجاؤ ورنہ تیرے لئے خواری اور شرمندگی اور رسوائی اور عذاب اتریگا جیساکہ ولید بن مغیرہ کے لئے اُترا ہے اور شائد تو اُسوقت تک باز نہیں آتا جب تک تیرا بھی حال نہ ہو جو ولید کا ہوا۔ اور ولید کا حال یہ ہے کہ سورہ نون کی آیات ولا تطع کل حلاف مھین۔ ھماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم۔ عتل بعد ذلك زنیم۔ اسی ولید کے بارہ میں اُتری تھیں جس کے سبب سے ابدی رسوائی اس کے شامل حال رہی باقی عیوب کے علاوہ زنیم کا اظہار اسکے لئے سخت عذاب تھا جس کا ترجمہ ہے بذات حرامزادہ اس آیت کے اترنے پر ولید نے اپنی ماں سے بہ تخویف قتل دریافت کیا کہ وہ کس کا بیٹا ہے اور اس کی ماں نے بیان کردیا کہ تیرا باپ نامرد تھا اور اپنے نوکر سے بدفعلی کراکر میں نے تجھے جنا تھا تاکہ تیرے چچازاد بھائی تیری جائداد نہ لیجائیں۔ اب ولید کا حرامزادہ ہونا ہم معتبر تفسیر جلالین مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۱۴۹ سے لکھتے ہیں۔ دعی فی قریش وھو الولید بن مغیرۃ ادعاہ ابوہ بعد ثمانی عشرۃ سنۃ قال ابن عباس لا نعلم ان اللہ وصف احدا بما وصفہ بہ من العیوب فالحق بہ عاراً لا یفارقہ ابدا۔ یعنی ولید بن مغیرہ جب ۱۸ سال کا ہوا مغیرہ نے دعویٰ کردیا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ اور اپنا بیٹا بنالیا۔ ابن عباس کہتا ہے ہمیں ایسا کوئی معلوم نہیں جس کی اتنی مذمت خدا نے بیان فرمائی ہو۔ اور اُس کے عیوب بیان کرکے ہمیشہ کے لئے اُسے رسوا کردیا ہو جیساکہ ولید کو کیا گیا۔

پس آنحضرت ص کا امیر عمر صاحب کو ولید سے مشابہت دینا ایک خاص اشارہ تھا جس کو امیر عمر صاحب سمجھ گئے اور مرعوب و مغلوب ہو گئے۔ سوچا کہ مبادا میرے لئے ہمیشہ کی رسوائی دنیا میں مشتہر ہو۔ اسواسطے یہ اشارہ سنتے ہی کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ اور اسبات پر اعتبار کہ واقعی حضرت محمد صلعم کی خبر سچی ہوتی ہے اور واقع کے مطابق ہوتی ہے۔ امیر عمر صاحب کو اس طرح ہوگیا جیساکہ اور منکرین آنحضرت ص کو یہ خیال ہوتا تھا کہ کسی جن یا سحر کے ذریعہ سے ان کو کچھ خبریں پہونچ جاتی ہیں۔

اور ہفوات المسلمین میں تاریخ خمیس دیار بکری جلد ا ص ۱۳۴ مطبوعہ مصر سے منقول ہے کہ جب امیر عمر نبی ص کے پاس پہونچے آنحضرت ص نے اُٹھکر امیر عمر کا پہونچا (کلائی) پکڑا اور مروڑا۔ اور خوب ہلایا۔ کہ امیر عمر کانپ گیا لرزاں و ہراساں مرعوب ہوکر کلمہ شہادت پڑھنے لگا۔

اور روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنو جلد ا ص ۹۴ و سیرۃ ابن اسحاق و سیرۃ ابن ہشام جلد ا ص ۲۱۷ مطبوعہ مصر و معارج النبوۃ رکن ثالث مطبوعہ نول کشور ص ۵۹ میں عبارت بعینہ بہ ترجمہ ذیل ہے۔ عمر تلوار حمائل کئے ہوئے دروازہ حضرت ص پر کھڑا تھا۔ نبی ص تشریف لائے اور دست مبارک عمر کی کمرگاہ میں ڈالا اور اسکو ایسا سخت پکڑا اور دبایا کہ گویا نچوڑ دیا۔ عمر کا ہر عضو بلکہ بند بند کانپنے لگا۔ اور تلوار گر پڑی۔ حضرت عمر کہتے ہیں نبی ص نے اُسدن مجھے ایسا سخت پکڑا اور دبایا تھا کہ میرا یہ گمان ہوگیا شائد میری ہڈیاں سب ٹوٹ گئی ہیں اور چمڑے سے باہر نکلتی ہیں۔ جب عمر صاحب نے یہ صلابت سلطان جہابت یعنی نبی ص کی مشاہدہ کی تو (اصل عبارت) آواز برکشید کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ بعد ازاں سر خویش از خجالت در پیش افگند یعنے جب دہشت اور رعب آنحضرت ص کا امیر عمر پر پڑا تو سخت ڈر گیا اور کانپنے لگا اور اُس کے منہ سے یہ آواز نکلا کہ میں توحید و رسالت کو مانتا ہوں۔ (جیساکہ خوف زدہ شخص کے منہ سے مطابق مرضی صاحب ہیبت کے بے اختیار کلمات نکلتے ہیں) پھر شرمندگی سے سر کو جھکا دیا۔

آیت لا تطع کل حلاف۔ الخ میں لفظ زنیم وارد ہے جس سے علاوہ باقی عیوب کے ولید بھی بہت رسوا ہوا اور ولید کی مشابہت بہ فرمان سید الانس والجان سے امیر عمر بھی گھبرائے۔ اس کا معنے عکرمہ اور ابن عباس سے یہ مروی ہے کہ زنیم حرامزادہ کو کہتے ہیں۔ دیکھو تفسیر درمنثور جلد ٦ صفحہ ٢٥٢۔ اور بذیل تفسیر اس آیت کے تفسیر حسینی میں یوں لکھا ہے زنیم۔ حرامزادہ کہ پدر او معلوم نہ باشد۔ آوردہ اند کہ ولید بن مغیرہ ہجدہ سالہ بود کہ مغیرہ ظاہر کرد کہ پدر اویم وا و بخود گرفت۔ و در تفسیر زاہدی مذکور است کہ چوں رسول ص ایں آیت را در انجمن قریش بر ولید خواند در ہر عیبے کہ رسیدہ در خود باز یافت۔ مگر حرامزادگی با خود گفت من سید قریشم و پدر من مردے معروف است و می دانم کہ محمد صلعم دروغ نہ گوید و زنیم کہ گفت چہ گونہ ایں ہم را بہ سر آرم شمشیر کشیدہ نزد مادر آمد۔ القصہ بہ تہدید بسیار از مادر اقرار گرفت کہ پدر تو در قصد زنان جرأت نداشت وا و را برادر زادگاں بودند چشم بر میراث دے نہادہ مرا رشک گرفت۔ فلاں غلام را بمزد گرفتم و تو فرزند اوئی۔ یعنی ولید کو باقی عیوب اپنی ذات میں قابل تسلیم معلوم ہوئے مگر حرامزادہ ہونے میں اسکو شبہ ہوا۔ اسلئے اُسنے تلوار لیکر اپنی ماں کو دھمکی دی کہ اگر تو سچ نہ کہے تو میں تجھے قتل کر دونگا۔ تب اُس کی ماں نے اقرار کر دیا اور کہا کہ واقعی تو حرامزادہ ہے۔ اس طور پر کہ تیرے باپ میں مادہ رجولیت نہ تھا اسلئے مینے ایک غلام کو مزدوری پر رکھا اور اُس سے زنا کیا جس سے تو پیدا ہوا۔ اور یہ اسلئے کرنا پڑا کہ تیرے چچازاد بھائی تیرے باپ کی میراث پر آس لگائے بیٹھے تھے وہ میراث نہ پائیں۔ ١٢ مترجم۔

وفی تفسیر ابن کثیر جلد ٢ صفحہ ٢٤٦ روی احمد باسنادہ عن عبد اللہ بن ثابت قال جاء عمر الی النبی ص فقال یا رسول اللہ انی امرت باخٍ لی یہودی من قریظة فکتب لی جوامع من التوریٰت الا اعرضہا علیک قال فتغیر وجہ رسول اللہ ص قال عبد اللہ بن ثابت قلت لہ الا تریٰ ما بوجہ رسول اللہ ص الخ

وفی المشکوٰة باب الاعتصام بالکتاب والسنة صفحہ ٢٢ عن جابر عن النبی ص حین اتاہ عمر فقال انا نسمع احادیث من یہود تعجبنا افتریٰ ان نکتب بعضہا فقال امتہوکون (متحیرون) انتم کما تہوکت الیہود والنصاریٰ لقد

اور تفسیر ابن کثیر جلد ٢ صفحہ ٢٤٦ میں ہے امام احمد باسناد خود عبد اللہ بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر جناب رسول خدا ص کی طرف آئے اور کہا یا رسول اللہ ص مینے اپنے ایک بھائی کو جو یہودی قبیلہ قریظہ سے ہے۔ امر کیا تھا کہ میرے لئے اُس نے کچھ نسخے توریت کے لکھدیئے ہیں۔ کہا ہیں آپکے پاس لاکر سناؤں راوی کہتا ہے یہ سُنکر رسول اللہ ص کا چہرہ متغیر ہو گیا عبد اللہ بن ثابت کہتا ہے مینے امیر عمر کو کہا کیا تو نہیں دیکھتا کہ چہرہ مبارک آنحضرت ص کی کیا حالت ہو رہی ہے۔ الخ

اور مشکوٰة باب الاعتصام بالکتاب والسنة صفحہ ٢٢ میں ہے جابر نے نبی ص سے اسوقت کی روایت کی ہے۔ جب امیر عمر نبی ص کے پاس آیا اور کہا ہم یہود سے احادیث سنتے ہیں تو ہم پسند کرتے ہیں اگر آپ کا بھی خیال ہو تو ہم کچھ توریت سے لکھکر پاس رکھیں یا عمل کریں پس رسول ص نے فرمایا کیا تم حیران ہوتے ہو (یعنے میرے دین میں تمکو تیقن نہیں آیا اور حیران ہوتے ہو) جیسے یہود و نصاریٰ حیران ہوئے تحقیق

جئتکم بہا بیضاء نقیۃ ولو کان موسےٰ ؑ حیًا ما وسعہ الا اتباعی رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان۔

وفیہ ص۲۴ عن جابر ان عمر بن الخطاب اتیٰ رسول اللہ ص بنسخۃ من التورات فقال یا رسول اللہ ص ھذہ نسخۃ من التورٰۃ

. . . .

فسکت فجعل یقرأ و وجہ رسول اللہ صلعم یتغیر فقال ابوبکر ثکلتك الثواکل ماترٰی بوجہ رسول اللہ ص فنظر عمر الی وجہ رسول اللہ ص فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلعم نبیًا فقال رسول اللہؐ والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسیٰ ؑ فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل۔ ولو کان حیًا وادرك نبوتے لاتبعنی رواہ الدارمی۔

وفی لباب النقول للسیوطی ص۱۵ اخرج اسحاق بن راھویہ فی مسندہ وابن جریر من طریق الشعبی ان عمر کان یأتے الیھود فیسمع من التورٰت فیتعجب

وفی کنز العمال جلد ا ص۵ عن الزھری مرفوعًا والذی نفسی بیدہ لو اتاکم یوسف وانا نبیکم

میں تمہارے پاس پاکیزہ روشن اور صاف شریعت لایا ہوں اور اگر موسےٰ ؑ زندہ ہوتے تو اُن کو میری متابعت کے بغیر کوئی چارہ نہوتا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا

اور اُسی مشکوٰۃ ص۲۴ میں جابر سے مروی ہے کہا عمر بن خطاب ایک دن رسول ص کے پاس تورات کا نسخہ لے آئے اور کہا یہ تورات کا ایک نسخہ ہے۔ رسول اللہ ص خاموش رہے اور امیر عمر نے اُس سے پڑہنا شروع کر دیا۔ جوں جوں پڑہتے گئے رسول اللہ ص کا چہرہ مبارک متغیر ہوتا رہا۔ پس حضرت ابوبکر نے کہا اے عمر تجھے رونے والی عورتیں روئیں تو رسول اللہ صلعم کے چہرہ کی طرف نہیں دیکھتا۔ جب امیر عمر نے رسول اللہ ص کا چہرہ غضبناک دیکھا میں اللہ اور رسول ص کے غضب سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں اور اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین اور محمد صلعم کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلعم کی جان ہے اگر موسیٰ ؑ تمہارے پاس ظاہر ہو جائیں تو تم اُس کی متابعت کر لوگے اور مجھے چھوڑ دوگے۔ اور بدیں صورت تم ضرور راہ حق سے گمراہ ہو جاؤگے۔ یاد رکھو اگر موسیٰ ؑ خود زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ میری پیروی کرتے۔ اس کو دارمی نے روایت کیا۔

اور لباب النقول سیوطی ص۱۵ میں ہے کہ اسحاق بن راہویہ اپنے مسند میں اور ابن جریر بھی بطریق شعبی روایت کرتے ہیں کہ امیر عمر یہود کے پاس آکر تورٰت کو سنتے تھے۔ اور اسکو پسند کرتے تھے۔ اور کنز العمال جلد ا ص۵ میں زہری سے مرفوعًا روایت ہے کہ آنحضرت ص نے فرمایا مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تمہارے پاس بحالیکہ میں تمہارا نبی ہوں

ؔ مخبر صادق کی شہادت حالت ایمان امیر عمر صاحب کے لئے کافی ہے۔ رسول اللہ صلعم کی شہادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر عمر اُن لوگوں میں سے تھے جو یہودیت اور اسلام میں مذبذب تھے۔ متہوکون کا لفظ اسپر نص ہے۔ اور طرز عمل امیر عمر صاحب کی اس کی مبیّن ومفسر ہے کہ امیر عمر صاحب نے شوقیہ نسخہ تورات کا اپنی فرمائش سے لکھوایا اور آنحضرت صلعم کے پیش کرنے کی اجازت طلب کی مگر نہ ملی۔ پھر اپنے بے حد اشتیاق تورات میں منہمک ہو کر بلا رضامندی آنحضرت ص کے پیش کرنے سے نہ رہ سکے۔ اور جب پیش کیا تو بغیر اجازت آنحضرت کے پڑہنا شروع کر دیا اور لوگوں کے جتلانے اور تنبیہ کرنے پر اور غضب رسول ص کو دیکھکر خاموش ہوئے۔ مگر اپنے مافی الضمیر کو بار بار ظاہر فرماتے تھے چنانچہ پھر ایک دفعہ آنحضرت ص کی خدمت میں کہا

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ [illegible])

فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم رواہ عبد الرزاق فی الجامع والبیھقی فی شعب الایمان۔

فی ازالۃ الخفا ص۱۶۷ مقصد اول عن ابی ھریرۃ قال خرج رسول اللہ صلعم وھو غضبان محمار وجھہ حتیٰ جلس علی الممبر فقام الیہ رجل فقال این اٰبائی قال فی النار فقام اٰخر فقال من ابی قال ابوک فلان فقام عمر ابن الخطاب فقال رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد ص نبیًا و بالقراٰن اماما انا یا رسول اللہ حدیث عھد بالجاھلیہ والشرك واللہ اعلم من اٰباءنا فسکن غضبہ ونزلت ھذہ الاٰیۃ لاتسئلوا عن اشیاء

وفی تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۶۱ وذکر لنا ان عمر قال لحذیفۃ انشدک اللہ امنھم انا۔ الخ

حضرت یوسف پیغمبر آجائے اور تم مجھے چھوڑکر اُس کی پیروی کرلو تو ضرور تم گمراہ ہوجاؤ گے۔ اس کو عبدالرزاق نے جامع میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

ازالۃ الخفا مقصد اول ص۱۶۷ میں ابی ہریرہ سے روایت ہے کہا ایک دن جناب رسول اللہ ص غضبناک ہوکر سرخ چہرہ کی حالت میں نکلے اور ممبر پر تشریف فرما ہوئے۔ ایک شخص حضرت ص کی خدمت میں کھڑا ہوا اور کہنے لگا ہمارا باپ دادا کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا دوزخ میں ہیں۔ پھر اور کھڑا ہوگیا اُسنے کہا میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا فلاں شخص ہے (اُس کے مشہور باپ کے سوا اور شخص تھا) تو امیر عمر صاحب اُٹھکر کہنے لگے یا رسول اللہ ص اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد صلعم کے نبی ہونے اور قرآن کے امام ہونے پر ہم راضی ہیں۔ ہم نئے نئے جاہلیت اور شرک سے نکلے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اچھا جانتا ہے کہ ہمارے باپ دادا کون ہیں (خدا جانے امیر عمر صاحب کو کیا سوجھی کہ اس موقع پر بول اُٹھے شاید وہ اندیشہ ہوا ہو جو نوٹ گذشتہ میں لکھا گیا ہے)۔ اس کے بعد نبی ص کا غصہ کم ہوگیا اور یہ آیت اُتری۔ لا تسئلوا عن اشیاء الآیۃ۔ بہت چیزوں کا سوال نہ کیا کرو (ورنہ بیان ہونے پر تم کو کچھ باتیں بُری معلوم ہوں گی)۔

اور تفسیر ابن کثیر جلد ۵ ص۶۱ میں ہے (راوی کہتا ہے) امیر عمر نے حضرت حذیفہ کو قسم دیکر پوچھا کیا میں بھی اُن منافقین کے اندر ہوں جو تم کو رسول اللہ ص نے بہ تفصیل تبلائے ہیں الخ (واللہ اعلم امیر عمر کو یہ شک کیوں رہتا تھا کہ باربار حذیفہ کو پوچھتے تھے۔ چنانچہ آئندہ تفصیل آئے گی)۔

(بقیہ حاشیہ ص۳۰۷) کہ ہم یہود کی باتیں سنتے ہیں تو ہمیں پسند آتی ہیں حکم دو تو کچھ اُن سے بھی لکھکر ہم اعمال اسلام میں ملاتے رہیں آنحضرت ص نے فرمایا کہ کیا تم یہود و نصاریٰ کی طرح حیران (مذبذب) ہو اور اسلام پر یقین نہیں۔ اور پھر حلفیہ شہادت دیتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوں تو تم اُن کی متابعت کرکے مجھے چھوڑدو گے حالانکہ تم گمراہ ہوگے۔ اگر یہ فعل امیر عمر کا شریعت کے خلاف نہ تھا تو نبی صلعم معصوم کا غضب کس بنا پر تھا۔ اور امیر عمر ہر بار حضرت ص کا غضب دیکھکر اگرچہ اسلام پر رضامندی ظاہر فرماتے تھے مگر حضرت ص اُس سے قبول نہ فرماکر پھر بھی حلفیہ شہادت اُن کے برخلاف دیتے تھے۔ اور اگر نئے مسلمان ہونے کا عذر تھا جیساکہ روایت ازالۃ الخفاء سے ظاہر ہوتا ہے تو اس پر غور کرنی چاہیے کہ کس زمانہ میں امیر عمر صاحب کا ایمان کامل ہوا چھ سال نبوت کے بعد اسلام لائے اور ہجرت تک مذہب یہود کی محبت ظاہر کرتے رہے

(باقی بر صفحہ ص۳۰۹)

وقد مر فی بیان الصحابۃ حدیث ان فی اصحابی منافقین۔

قال الغزالی فی احیاء العلوم جلد ۴ ص ۸۸ ولقد کان عمر یبالغ فی تفتیش قلبہ حتیٰ کان یسئل حذیفۃ انہ ھل یعرف بہ من اٰثار النفاق شیئاً اذ کان قد خصہ رسول اللہ صلعم بعلم المنافقین۔ فی تفسیر لطائف البیان ص ۴۴۳ عمر نے حذیفہ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیکر پوچھا تھا کر کیا میں بھی اُن میں سے ہوں۔ الخ یعنی منافقوں سے وحلف عمر علیٰ نفاقہ ای انہ منافق کما ذکر فی رسالۃ الکنز المکتوم ص ۱۷ ناقلاً عن میزان الاعتدال للذھبی فی ذکر زید بن وھب جلد ۱ ص ۱۹۲ قلمی۔ فی کنز العمال ج ۱ ص ۱۹۳ من مسند عمر عن الحارث بن سوید ان رجلاً اتیٰ عمر فقال انی اخاف ان اکون منافقاً قال عمر ما خاف النفاق علیٰ نفسہ منافق۔ رواہ ابن خسرو۔ وفیہ وقد خاف عمر النفاق علیٰ نفسہ۔

اور حدیث بیان حالات صحابہ میں گذرا ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا میرے اصحاب کے اندر منافقین بھی ہیں۔

غزالی نے احیاء العلوم جلد ۴ ص ۸۸ میں کہا کہ عمر اپنے قلب کی تفتیش کے لئے مبالغہ کرتا تھا اور حذیفہ سے سوال کرتا تھا کہ میرے اندر تم کچھ آثار نفاق کے معلوم کرتے ہو کیونکہ حذیفہ کو رسول صلعم نے علم منافقین کے ساتھ مخصوص فرمایا تھا۔

تفسیر لطائف البیان ترجمہ فتح البیان ص ۴۴۳ میں ہے عمر نے حذیفہ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیکر پوچھا کہ کیا میں بھی اون میں سے ہوں؟ الخ یعنے منافقین سے۔ اور امیر عمر نے حلفیہ کہا کہ وہ خود منافق ہے جیسا کہ رسالہ الکنز المکتوم ص ۱۷ میں ناقلاً عن میزان الاعتدال ذہبی کے　　زید بن وہب کے بیان میں قلمی ص ۱۹۲

اور کنز العمال ج ۱ ص ۱۹۳ میں مسند عمر سے بروایت حارث بن سوید کے ہے کہ ایک شخص عمر کے پاس آیا اور کہا کہ میں ڈرتا ہوں شائد منافق ہوں کہا عمر نے جو کچھ نفاق کا خوف اپنی نفس پر کرتا ہے وہ منافق ہے اسکو ابن خسرو نے روایت کیا اور اسی میں ہے کہ عمر بھی نفاق کا خوف اپنے نفس پر رکھتا تھا۔

(بقیہ حاشیہ ص ۳۰۸) اور بعد ہجرت کے حدیبیہ کا موقعہ آیا تو نبوۃ میں شک ظاہر کیا۔ جیسا کہ متن کتاب میں درج ہے۔ اور بعد ازاں جنگوں کے موقعہ پر رسول خداؐ کو نرغہ کفار میں چھوڑ کر بھاگتے رہے۔ پھر رفع صوت عند النبیؐ سے خبط اعمال کرایا۔ پھر وقت وفات پیغمبر خداؐ ما ینطق عن الھویٰ کے اثنا میں آنحضرتؐ کو الزام ہذیان لگایا اور بعد وفات آپ کے حقوق اہل بیت نبیؐ غصب کر کے بالخصوص حضرت علیؑ اور جناب زہرا لخت جگر رسول خداؐ کو غضبناک کیا اور اُن کے گھر جلانے کے لئے اُن کے دروازہ پر آگ لیجانے کی جرأت کی حالانکہ منصفین اہل تسنن بھی مودت قربائے رسولؐ کے جزئیت ایمان اور فرضیت کے قائل ہیں۔ پس فرمائیے کہ حضرت امیر عمر صاحب کے کمال ایمان کی کس وقت اور کس زمانہ کی شہادت دیجا سکتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المؤمنون الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصادقون (سورہ حجرات پ ۲۶ رکوع اخیر) یعنی سوا اسکے نہیں کہ جو مومن اللہ اور رسول کے ساتھ ایمان لائے اور اپنے جانوں اور مالوں کے ساتھ فی سبیل اللہ جہاد کیا وہ سچے سمجھے جاتے ہیں۔ اور دوسری جگہ فرمایا ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (پ ۲۶ رکوع اول) یعنے جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اسپر اطمینان رکھا (یعنی اُس میں کوئی لغزش نہ آئی) پس اُن پر کوئی خوف و غم نہیں۔ اب اہل انصاف کی خدمت میں التماس ہے کہ امیر عمر صاحب کا راسخ الایمان ہونے اور کبھی اس میں شک کرنے اور اس پر استقامت رکھنے میں حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰؑ کے ساتھ موازنہ کر کے مناسب فیصلہ دیں۔ اور اُن احادیث موضوعہ کی نسبت بھی تنقید کریں جو محبین ثلاثہ نے امیر عمر کی شان میں تالیف کی ہیں۔ اور آنحضرتؐ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی پیغمبر ہوتا تو عمر ہوتا۔ غور کرنی چاہیئے کہ ایسے صحابی کی نسبت جس کا حال نبیؐ کی شہادت اور اسکی اپنی حلفیہ شہادت اور اُس کے طرز عمل سے ظاہر ہے کبھی ممکن اور قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ اسپر مخبر صادق پیغمبری کا لفظ

صلح حدیبیہ میں امیر عمر کا شک

وفی معارج النبوۃ ص۲۹۲ رکن رابع سئل عمر عن حذیفۃ اذکرنی رسول اللہ ص مع المنافقین

وایضًا نقل من الرسالۃ القدسیۃ للشیخ احمد الغزالی۔

وفی کنز العمال جلد ۱ ص۹۴ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم یا عمر قد رضیت و تأبی انت رواہ البزار وابن جریر وابونعیم والدیلمی۔

وفی البخاری جلد ۳ ص۱۰ (مع الفتح) قال عمر بن الخطاب فاتیت النبی ص فقلت الست نبی اللہ حقًا قال بلےٰ قلت السنا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلےٰ قلت فلم نعطی الدنیۃ فی دیننا اذن قال انی رسول اللہ ولست اعصیہ وھو ناصری (ثم قال عمر) فاتیت ابابکر فقلت یا ابابکر الیس ھذا نبی اللہ حقًا قال بلےٰ الحدیث۔

وفی الفتح زاد الواقدی من حدیث ابی سعید قال عمر لقد دخلنی امر عظیم وراجعت النبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم مراجعۃً ما راجعتہ مثلھا قط (حتیٰ قال) فرجع عمر متغیظًا فلم یصبر حتیٰ جاء ابابکر۔ الخ وھکذا قال الشیخ فی مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۲۸۷

اور معارج النبوۃ ص۲۹۲ رکن رابع میں امیر عمر کا حذیفہ سے سوال کرنا لکھا ہے کہ کیا مجھے رسول اللہ صلعم نے منافقین کے ساتھ ذکر کیا تھا؟ الخ۔

اور اسی میں رسالہ قدسیہ شیخ احمد غزالی سے بھی یہی مضمون لکھا ہے۔

اور کنز العمال جلد ۱ ص۹۴ میں ہے۔ رسول اللہ ص نے امیر عمر سے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی ہوں مگر تو انکار کرتا ہے (اسکو حدیبیہ کے موقعہ پر آنحضرت ص نے فرمایا) اسکو بزار وابن جریر وابونعیم ودیلمی نے روایت کیا۔ اور بخاری جلد ۳ ص۱۰ باب شرائط الجہاد والمصالحۃ مع اھل الحرب وکتابۃ الشروط میں ہے۔ امیر عمر کہتا ہے میں نبی ص کے پاس آیا اور کہا کیا تو اللہ کا سچا نبی نہیں؟ حضرت ص نے فرمایا۔ ہاں میں سچا ہوں۔ پھر مینے کہا کیا ہم مسلمان حق پر نہیں، اور ہمارے دشمن جھوٹ پر؟ حضرت ص نے فرمایا ہاں اسی طرح ہے۔ مینے کہا پھر ہم اپنے دین کی اتنی کمزوری کیوں دکھا رہے ہیں؟ (کہ آپ لشکر کے ہوتے ہوئے کفار سے صلح کر رہے ہیں اور حسب دیگر روایات کہا کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ مکہ فتح ہو جائیگا۔ اور اب بغیر فتح واپس جا رہے ہیں۔ یہ خبر سچی نہ تھی؟ آپنے فرمایا وہ سچ ہے مگر مینے یہ نہیں کہا تھا کہ اسی سال فتح ہوگا) پھر رسول اللہ ص نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اُس کی نافرمانی نہیں کرتا (یہ صلح حدیبیہ بھی حسب الحکم کر رہا ہوں) اور وہی میرا مددگار ہے (پھر امیر عمر کہتے ہیں اسپر میری تسلی نہوئی) اور میں ابی بکر کے پاس آیا اور مینے کہا یا ابابکر یہ خدا کا سچا نبی نہیں ہے؟ اُسنے کہا سچا ہے، آخر حدیث تک۔ (مثل تقریر سابقہ کے ہوئی)

اور فتح الباری میں بذیل اس حدیث کے لکھا ہے کہ واقدی نے بروایت ابی سعید یہ زیادہ روایت کیا کہ امیر عمر نے کہا ضرور بتحقیق اُسدن میرے اندر بڑا خدشہ پیدا ہوا اور مکرر سہ کرر مینے چند دفعہ نبی ص سے دریافت کیا اور اس قدر تکرار کیا جو اس سے پہلے مینے اتنا کبھی نہیں کیا تھا۔ آخر قصہ میں راوی کہتا ہے کہ امیر عمر آنحضرت صلعم کی خدمت سے غصہ کی حالت میں واپس آیا اور صبر[1] نہ کیا حتی کہ ابوبکر کے پاس آیا۔ آخر حدیث تک۔ (اور اس سے وہی گفتگو ہوئی جو نبی ص سے ہوئی) اور اسی طرح مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۲۸۷ میں ہے۔

[1] (یہ حاشیہ ص۳۱۱ پر دیکھو)

(حاشیہ متعلق صفحہ ۳۱) امیر عمر کے کمال ایمان کا موازنہ علاوہ دیگر اعمال کے صرف ان دو امور سے کرنا کافی ہے ایک حدیبیہ کی صلح میں شک کرنا اور مذبذب ہونا اور اخبار مخبر صادق پر صبر نہ کرنا بلکہ انکار کرنا جیساکہ کنز العمال کی حدیث مندرجہ متن سے ظاہر ہے۔ اور حضرت کی خدمت سے غضبناک واپس ہونا اور ابوبکر صاحب کے پاس تسلی کے لئے جانا جیساکہ درمنثور جلد ۶ صفحہ ۷۹ مطبوعہ مصر میں بحوالہ بخاری و ابن ابی شیبہ و احمد و مسلم و نسائی و ابن جریر و طبرانی و ابن مردویہ و بیہقی کے دربیان صلح حدیبیہ سہل بن حنیف سے مروی ہے جاء عمر متغیظاً فلم یصبر حتیٰ جاء ابا بکر۔ اور تفسیر ابن جریر جلد ۲۶ صفحہ ۵۸ سطر اول مطبوعہ مصر و زاد المعاد نظامی پریس کانپور جلد ۱ صفحہ ۳۷۶ و تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۲ مطبوعہ مصر و معالم التنزیل بغوی جلد ۴ صفحہ ۱۶۹ میں اس طرح ہے قال عمر ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ۔ یعنے حضرت عمر کہتے ہیں میں نے شروع اسلام سے ایسا شک کبھی نہیں کیا تھا جو آج کے دن (صلح حدیبیہ میں) کیا۔ اور دوسرا نفاق کی نسبت امیر عمر ہمیشہ شک رکھتے تھے اور حذیفہ سے سوال کرتے تھے کہ کیا نبی ص نے مجھے بھی منافقین میں شمار کیا ہے یا نہ بلکہ حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ میں منافق ہوں جیساکہ میزان الاعتدال فی تنقید الرجال جلد ۱ صفحہ ۳۶۵ مطبوعہ مصر میں مؤلفہ علامہ ذہبی (جس کو روضۃ الاحباب میں کسوٹی رجال کی تسلیم کیا گیا ہے) اس طرح بذیل ترجمہ زید بن وہب منجملہ اکابر تابعین کے لکھا ہے کہ منجملہ اُس کی احادیث کے یہ بھی ہے ثم انہ ساق من روایۃ قول عمر یا حذیفۃ باللہ انا من المنافقین یعنی زید کے اسناد سے بیان کیا کہ امیر عمر نے حذیفہ کو کہا اے حذیفہ مجھے خدا کی قسم میں منافقوں سے ہوں۔ پھر زید مذکور کی علامہ ذہبی توثیق بیان کرتے ہوئے یعقوب فسوی پر اعتراض کرتا ہے کہ اُس نے اس روایت پر یہ فضول اعتراض کیا ہے کہ یہ قول شان عمر سے بعید ہے اور علامہ ذہبی اسکو اس قول سے رد کیا ہے کہ اس طرح وہم فاسد سے راوی کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا اور نہ حدیث سے انکار ہو سکتا ہے (جبکہ راوی پر اور کوئی سبب جرح نہیں ہے اور نہ اسناد میں کوئی خلل) اب محبان ثلاثہ غور فرمائیں کہ محض امیر عمر اپنے نفاق کے واسطے استفہام نہیں فرماتے تھے بلکہ اپنے حلفیہ بیان سے اپنی صداقت کا ثبوت دیتے ہیں اور کسی کو اعملوا ما شئتم کی موضوع روایت کا شبہ نہو کہ امیر عمر صاحب مجاز تھے جو چاہیں کریں اُن سے کوئی باز پرس نہو گی کیونکہ اس روایت کا حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ اور کسی کو ہجرت کا لفظ بھی مغالطہ میں نہ ڈالے کہ وہ یہ سمجھے جس نے وطن چھوڑ دیا وہ جس قدر جرائم کرے اسکو کوئی سزا نہ ملیگی۔ یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ تکالیف شرعیہ جب معصومین سے ساقط نہیں ہوئیں تو دوسرا کون ہے جو اوامر و نواہی سے مستثنےٰ ہے اور اعمال کی مدار خاتمہ پر ہوتی ہے چنانچہ حدیث مشکوٰۃ مرویہ بخاری و مسلم انما الاعمال بالخواتیم سے ظاہر ہے۔ دیکھو مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر۔ اور بخاری باب الانتہاء عن المعاصی میں نبی ص سے مروی ہے فرمایا المہاجر من ہاجر ما نہی اللہ عنہ یعنی مہاجر وہ ہوتا ہے جو منہیات خدا سے دور رہے نہ کہ وہ جو فسق و فجور کرے لہذا مطلق مہاجر کے نام پر فریفتہ نہونا چاہیئے ۱۲ مترجم۔

حاشیہ متعلق صفحہ ۱۷۶

بحث لفظ شیعہ کی اہل علم کی نگاہوں میں محض تسوید اوراق اور تضییع اوقات معلوم ہوگی۔ کیونکہ اسپر نہ کوئی مدار ہے اور نہ اس میں درحقیقت کوئی جھگڑا ہے۔ مگر چونکہ ہمارے علاقہ کے بعض کٹ ملا اسپر لفظی جھگڑا پیدا کر کے عوام کو دہوکہ دیتے ہیں کہ یہ لفظ ہمیشہ بُرے لوگوں پر اطلاق ہوتا ہے اسلئے ہمنے اپنے قرب و جوار کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کتاب میں اس بحث کا لکھنا ضروری سمجھا ہے۔ اور متن میں اسپر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ تاہم کچھ مزید تفصیل کے لئے اتنا اور اضافہ مناسب سمجھتا ہوں کہ ہر زبان میں ایسے الفاظ موجود و مستعمل ہیں جو نیک اور بد۔ ممدوح اور مذموم پر بہ تغیر اضافت مشترک اطلاق کئے جاتے ہیں۔ اسکو ہر بشر سمجھ سکتا ہے حتیٰ کہ ناخواندہ باتمیز بھی اس کو پہچان سکتا ہے۔ چنانچہ تسہیل تفہیم کے لئے ایک آسان مثال عام فہم پیش کی جاتی ہے۔ کہ لفظ انسان یا بشر جسکو آدمی یا بندہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جس طرح ممدوحین مقربین خدا حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر سید الانبیاء جناب محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا پر اطلاق ہوتا ہے۔ اسی طرح فرعون۔ نمرود۔ شداد۔ ابوجہل۔ ابولہب دشمنان خدا پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔ حالانکہ کجا شان رسل اولوالعزم کا اور کجا یہ ملعونین مغضوبین خدا مگر مطلق بشریت میں مشارکت کی وجہ سے یہ اطلاق ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ یعنے تو کہدے اے رسول کہ میں بھی تمہارے جیسا آدمی ہوں۔ مگر خدا نے مجھے منتخب کر کے میری طرف وحی کا سلسلہ جاری کیا جس کے ذریعہ

امیر عمر کا حلفیہ بیان

مہاجر کی صفت۔ اور اعمال کا مدار خاتمہ پر ہے

میں تم سے ممتاز ہوگیا ہوں۔ علیٰ ہذا القیاس لفظ شیعہ بمعنی گروہ تابعدار حُبّ دار کے ہے۔ اگر جناب محمدؐ وآل محمدؐ کی طرف مضاف ہو تو ممدوح ومثاب ہے۔ اور اگر ائمہ ضلالت کی طرف مضاف ہو تو مغضوب ومستوجب عذاب ہے۔ شیعہ نبیؐ وعلیؑ بفضل خدا از قسم اول ہیں۔ اور تابعین ائمہ ضلالت از قسم ثانی ہیں۔ لفظ شیعہ کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق ہم متن کتاب میں لکھ چکے ہیں۔ مگر آیت مندرجہ متن وان من شیعتہ لابراھیم پ۲۳ ع۷ کا ترجمہ اہل تسنن کے دو شرعی گواہوں اور اُن کے دو معتبر عالموں کے ترجموں سے لکھا جاتا ہے۔ (ترجمہ نذیر احمد وترجمہ وحیدی بعینہٖ) اور نوحؑ ہی کے طریق پر چلنے والوں میں سے ایک ابراہیم بھی تھے۔ انتہےٰ۔ پھر اسکے حاشیہ پر تفسیر وحیدی سے لکھا ہے۔ کہتے ہیں حضرت ابراہیمؑ اور نوحؑ میں دو ہزار ایک سو بیالیس برس کا فاصلہ تھا ۱۲۔ چونکہ اہل تسنن عدد ثلاثہ کے حُبّ دار اور زبین ہی کے تابعدار ہیں لہذا ہم تیسرا گواہ بھی پیش کرتے ہیں۔ مؤلف تفسیر حسینی اس آیت کے ترجمہ میں یوں رقمطراز ہے" وبدرستی کہ از پیروان نوح علیہ السلام ہر آئینہ ابراہیمؑ است یعنی در اصول شرع وطریق توحید پیرو او بود۔ ودر لباب از فراءؒ نقل میکند کہ در شیعتہ ضمیر عائد است بحضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کنایتہ غیر مذکور است۔ وابراہیم علیہ السلام اگرچہ سابق بودہ اما بمعنے متابع اوست۔ الخ" خلاصہ حسینی کا یہ ہے کہ ضمیر شیعتہ کا نوحؑ کی طرف راجح ہے۔ اور معنی یہی ہے جو مولوی نذیر احمد وعلامہ وحید الزمان نے لکھا ہے۔ مگر لباب التاویل سے فراء کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ ضمیر جناب محمد صلعم کی طرف راجح ہے۔ اور ابراہیم علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیعہ ہیں۔ اگرچہ وہ پہلے ظاہر ہوئے مگر فی الحقیقت جناب محمد صلعم کے تابع ہیں۔ اب اہل تسنن کہاں پناہ لیں گے جبکہ نوحؑ اور ابراہیمؑ اور محمد رسول اللہ صلعم سب بروئے قرآن کریم شیعہ بنگئے ہیں۔ دوسری آیت قصہ موسیٰؑ میں ملاحظہ ہو ھذا من شیعتہ وھذا من عدوہ فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی من عدوہ (پارہ ۲۰۔ رکوع ۵) اس کے ترجمہ میں سنیوں کے دونوں گواہ لفظ شیعہ کا معنے گروہ موسیٰؑ لکھتے ہیں۔ اور ان کا سرنج تیسرا صاحب اس کی تفصیل اس طرح بیان کرتا ہے۔ ایں یکے از پیروان موسیٰؑ وایں یکے از دشمنان او بود پس فریاد خواست بموسیٰؑ آں کسے کہ از گروہ او بود بر آں کس کہ از دشمنان او بود انتہےٰ۔ (تفسیر حسینی) اس میں موسیٰؑ کے گروہ سے جو اُن کا تابعدار تھا اُس کو شیعہ کا خطاب ملا ہے۔ اور جو اُن کے شیعہ سے نہ تھا اُس کو عدوّ (دشمن) کا خطاب ملا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمدؐ وآل محمدؐ کے تابعدار ان کے شیعہ ہیں اور اُن کے مخالفین اُن کے دشمن ہیں۔

اور لفظ سنت بمعنی طور۔ طریقہ۔ خو۔ روش۔ رسم۔ چلن۔ برتاؤ۔ دستور۔ عادت کے ہے۔ دیکھو صراح ومنتہی الارب وغیاث اللغات ولغات فیروزی وغیرہ۔ اور منتہی الارب میں یہ زیادہ لکھا ہے۔ سنت اللہ حکم خدا وامر ونہی۔ وقولہ تعالیٰ الا ان تأتیھم سنۃ الاولین۔ ای معاینۃ العذاب۔ اس جگہ سنت کا معنے صاحب منتہی الارب نے عذاب دیکھنا لکھا ہے۔ اور غیاث میں ہے۔ سنت بمعنی راہ وروش وعادت وباصطلاح فقہ آنچہ پیغمبر وصحابہ بر آں عمل کردہ باشند وامر کہ پیغمبر صلعم آں را ہمیشہ کردہ باشند مگر در عمر خود یکدو بار بقصد ترک ہم کردہ باشند از منتخب ولطائف وصراح۔ اور قرآن میں یہ لفظ ہر دو قسم کے معنے سے مستعمل ہے۔ مسمیٰ مذموم پر آیات ذیل میں اطلاق ہوا ہے۔ (نمبر۱) لا یؤمنون بہ وقد خلت سنۃ الاولین (پ۱۴ ع۱) ترجمہ میں وہی سنی گواہان اس طرح لکھتے ہیں (ترجمہ نذیر احمد) یہ قرآن پر ایمان لانیوالے نہیں اور یہ رسم (کچھ انوکھی نہیں) اگلوں (ہی) سے ہوتی چلی آئی ہے۔ انتہیٰ۔ (ترجمہ وحیدی) وہ قرآن پر ایمان نہ لاوینگے اور یہی طریقہ اگلوں سے ہوتا چلا آیا ہے۔ (اس کے حاشیہ پر تفسیر وحیدی سے لکھا ہے) وہ اپنے پیغمبروں کو جھٹلاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب اُترتا ہے۔ تباہ ہوتے ہیں۔ مکہ کے کافروں کا بھی یہی انجام ہونے والا ہے۔ انتہیٰ۔ (تیسرا گواہ) موضح القرآن محدث دہلوی حنفی کے صفحہ ۱۵۲ میں بذیل اس آیت کے اس طرح لکھا ہے۔ بے شک یہ نری راہ ہے اگلوں کی یعنے مکہ کے لوگوں کا نبیؐ کو ساحر اور قرآن کو شعر اور قصہ کہنا یہ رسم اگلی قوموں کی ہے۔ انتہیٰ۔

(نمبر۲) قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف وان یعودوا فقد مضت سنۃ الاولین۔ (پ۹ ع۱۹) (ترجمہ نذیر احمد) (اے پیغمبر) کافروں سے کہو کہ اگر (اب بھی اپنی شرارتوں سے) باز آجائیں تو ان کے پچھلے قصور معاف کردیئے جائیں گے اور اگر پھر (شرارت) کرینگے تو اگلے لوگوں کی روش پڑچکی ہے (وہی انجام ان کا بھی ہوگا۔ انتہیٰ

(نمبر۳) قد خلت من قبلکم سنن فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین (پ۴ ع۵)

(ترجمہ از موضح القرآن ص۱۳۶) مقرر ہو چکی ہیں تم سے پہلے چلن طرح طرح کے خلقت میں یعنی امتیں گذری ہیں جو انہوں نے اپنی اپنی خوشی کا دین اختیار کیا اور پیغمبروں کو دکھ دیا۔ الخ۔ (یہ سنیوں کے عین مطابق ہے) اور تفسیر حسینی میں سنن کا معنے واقعہ ہا لکھا ہے۔

(نمبر۴) فھل ینظرون الا سنۃ الاولین (پ۲۲ ع ۱۷) (ترجمہ نذیر احمد) (یہ لوگ) اسی برتاؤ کے منتظر ہیں جو اگلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔

(نمبر۵) وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاءھم الھدیٰ ولیستغفروا ربھم الا ان تاتیھم سنۃ الاولین او یاتیھم العذاب قبلا (پ۱۵ ع ۲۰) (ترجمہ اس کا منتہی الارب سے معائنہ عذاب پہلے لکھا گیا ہے۔ اور باقی مترجمین نے مثل اسکے لکھا ہے)۔

ان آیات میں سنت کے معانی معائنہ عذاب یا بدی کی سزا یا برا طریقہ۔ چنانچہ نبی ص کی تکذیب اور قرآن کا جھٹلانا سمجھے گئے ہیں۔ اور قرآن کا سیاق علماء کے تراجم کتب لغت سب اسپر گواہ ہیں۔ البتہ مضاف الیہ کے تغیر سے ممدوح پر یہ لفظ سنۃ بھی مثل شیعہ کے اطلاق ہوتا ہے جیسے کہا جائے سنت اللہ یا سنت رسول اللہ۔ اور شیعۃ رسول اللہ و شیعۃ علی و شیعۃ ائمۃ الہدیٰ یہ سب ممدوح ہیں؛

جہلا کی تعلیم و تفہیم ضرور مشکل ہوتی ہے مبادا اُن کو پھر مغالطہ ہو کہ سب جگہ سنت اللہ قرار دیتے ہوئے واجب العمل خیال کرتے ہوئے ان آیات کے معنی میں لغزش کھا جائیں تو اُن کو غور کرنی چاہیئے کہ پیغمبروں اور سچے پیشواؤں کو جھٹلانا اور اس پر خدا کی طرف سے عذاب پانا یا عذاب کا معائنہ کرنا یہ بھی ایک سنت چلی آتی ہے۔ کیا اسپر عمل واجب ہے اور اسپر عمل کرنے سے نجات کی امید ہو سکتی ہے؟ ہاں اسپر بھی بکثرت سنی ضرور عمل پیرا ہوں گے بلکہ ہیں کہ ائمہ صادقین ع سچے پیشواؤں کے منکر اور ائمہ ضلالت کے تابع ہوتے ہیں۔ مگر یہ سنت انہی کو مبارک ہو اور انہی کے نصیب رہے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول یعنے کسی چیز میں تمہارا جھگڑا ہو تو اللہ و رسول کی طرف اسکو پھیر دو اور ان سے فیصلہ کراؤ۔ خدا کی طرف اس کا پھیرنا کلام اللہ کی طرف رجوع کرنا مراد ہے۔ اور رسول صلعم سے وجود اقدس یا حدیث آنحضرت ص کی مراد ہے۔ لہذا اس مدعا کو کہ سنت اچھی اور بری دونوں قسم کی ہوتی ہے ہم فرمان رسول اللہ صلعم سے جو سب سے اعلیٰ مفسر قرآن کریم کے ہیں ثابت کر دیتے ہیں اور ثابت بھی اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں سے کرتے ہیں۔ دیکھو مشکوٰۃ کتاب العلم فصل اول ص۲۵ بروایت صحیح مسلم مرقوم ہے کہ آنحضرت ص نے فرمایا[1] من سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا و وزر من عمل بھا۔ یعنی جس نے بری سنت نکالی اُسپر اُس کے گناہ کے علاوہ اُس کا گناہ بھی ہوگا جو اسپر عمل کریگا۔ (۲) مشکوٰۃ ص۱۹ مطبوعہ بمبئی کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ فصل اول میں بروایت بخاری مرقوم ہے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں ابغض الناس الی اللہ ثلاثۃ۔ یعنے سب آدمیوں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت تریں دشمن تین ہیں (ان میں سے ایک یہ فرمایا) ومبتغ فی الاسلام سنۃ الجاھلیۃ۔ وہ جو اسلام میں سنت جاہلیۃ کا طالب اور عامل ہو؛

لے طالب ۱۲　اے طریقہ ۱۲

اس سے ثابت ہوا کہ جو اسلام میں خلاف شرع یعنے مخالف ائمہ ہدایت کے خود ساختہ مذاہب نکالے جس سے ثقلین کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اس کا بانی اور اس سنت سیئہ کے عاملین مذاہب خود ساختہ کے پیرو سب مبغوض و مغضوب اور دشمن خدا و رسول ہیں۔ اور رسول خدا صلعم کی زبان مبارک سے ثابت ہو گیا کہ سنت سیئہ (بری) بھی ہوتی ہے۔ اور لفظ سنت یا لفظ شیعہ برا نہیں ہے بلکہ جس کی طرف منسوب ہو وہ اگر نیک ہو تو نیک اور بد ہو تو بد کہلاتا ہے۔ سنت اللہ و سنت رسول اللہ و سنت ائمۃ الہدیٰ ہر مسلمان کے لئے واجب العمل ہے اور اسی سے جماعت حقہ شیعہ اثنا عشریہ متمسک ہے، جو اس سنت کا تارک اور اس جماعت سے الگ ہو کر سنن ائمہ ضلالت کی متابعت کرتا ہے وہ سنت سیئہ کا عامل اور سزاوار عذاب و عقاب و مبغوض و مغضوب و معتوب خدا و رسول ہوتا ہے۔ خواہ بظاہر کسی فرقہ کے نام سے موسوم ہو۔ ۱۲

مترجم عفی عنہ

وفی کنز العمال جلد ۱ ص۲۴۹ عن علیؑ الایمان والعمل اخوان شریکان فی قرن لا یقبل الله احدهما الا بصاحبه۔

وفی روایۃ محمد بن علی الایمان والعمل قرینان ۔ الخ رواهما ابن شاهین۔

وفی الخصائص للسیوطی جلد ۲ ص۱۰۱ قال عمر (للنبیؐ) لا تبد علینا سواتنا۔

قال السیوطی فی تاریخ الخلفاء ص۱۰۱ اخرج ابن عساکر عن ابن عباس ان العباس قال سالت الله حولا بعد ما مات عمران یرینیه فی المنام فرأیته بعد حول وهو یسلت العرق عن جبینه ۔ الخ

واخرج ایضًا عن زید بن اسلم ان عبد الله بن عمرو بن العاص رای عمر فی المنام فقال کیف صنعت قال متی فارقتکم قال منذ اثنتا عشرۃ سنۃ قال انما انفلت الان من الحساب۔

واخرج ابن سعد عن سالم بن عبد الله قال سمعت رجلا من الانصار یقول دعوت الله ان یرینی عمر فی المنام فرأیته بعد عشر سنین وهو یمسح العرق عن جبینه فقلت یا امیر المؤمنین ما فعلت قال الان فرغت ولولا رحمۃ ربی لهلکت

انتهٰی

اور کنز العمال جلد ۱ ص۲۴۹ میں حضرت علیؑ سے روایت ہے ایمان اور عمل مطابق ایمان کے دونوں ہم زمان شریک بھائی ہیں ایک کو ان سے دوسرے کے بغیر اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔

اور محمد بن علیؑ سے روایت ہے۔ فرمایا ایمان اور عمل دونوں ایکدوسرے کے ساتھی ہیں۔ الخ ۔ ہر دو روایت کو ابن شاہین نے نقل کیا ہے۔

اور خصائص سیوطی جلد ۲ ص۱۰۱ میں مروی ہے کہ امیر عمر نے (ایک دن) نبی صلعم کو کہا کہ آپ ہماری برائیاں ظاہر نہ کریں

اور سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص۱۰۱ میں لکھا ہے کہ ابن عساکر ابن عباس سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ عباس نے بیان کیا بعد موت امیر عمر کے ایک سال گذرنے پر مینے اللہ سے سوال کیا کہ بحالت خواب مجھے امیر عمر کا حال دکھایا جائے پس مینے امیر عمر کو سال کے بعد دیکھا تو وہ اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کر رہے تھے۔ آخر حدیث تک (یعنی بوجہ سختی حساب کے)۔

نیز زید بن اسلم سے روایت کیا کہ عبد اللہ بن عمرو بن عاص نے حضرت عمر کو خواب میں دیکھا اور پوچھا۔ تیرا کیا حال ہوا۔ حضرت عمر نے کہا جب میں تم سے جدا ہوا یعنی ابتدا بارہ سال سے اب اس وقت تک حساب میں رہا ہوں (او ہو یہ تو عشرہ مبشرہ اور کہوں اہل جنت سے تھے۔ اہل حساب نے انہیں اتنا کیوں تنگ کیا)۔

اور ابن سعد سالم بن عبد اللہ سے روایت کرتا ہے۔ کہا مینے ایک انصاری آدمی سے سنا کہتا تھا مینے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ مجھے امیر عمر کا حال خواب میں دکھلائے۔ چنانچہ مینے اسکو دس سال کے بعد دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کر رہے ہے مینے کہا۔ اے امیر المؤمنین تم نے کیا بنایا؟ کہا اب حساب سے فارغ ہوا ہوں۔ اور اگر رحمت الٰہی نہوتی تو میں ہلاک ہو جاتا۔ انتہی (ہائیں! یہ تو بلا حساب بہشت میں جانے والے تھے؟ پھر اس قدر لمبا حساب کن اعمال پر ہوا؟)

فی نبذۃ حالات اعمال عمر ابن الخطاب

منھا احراق بیت فاطمۃ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھا وعلی ابیھا وبعلھا وبنیھا۔ وقد مرّ ذکرہ

ومنھا قضیۃ قرطاس

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ما وقع فی الدین مثل وقعۃ القرطاس قضیۃ کان مدار رفع الضلالۃ ووقوعھا کان علیہ کما اخبر بہ المخبر الصادق علیہ وآلہ السلام ومن البین انہ صدر من انکارہ اتلاف حق الامۃ وقد ظلم علینا من ظلم والی اللہ المشتکی۔

فی مشکوٰۃ المصابیح جزء ۲ ص ۵۴۸ عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ صلعم وفی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب قال النبی صلعم ھلموا اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ فقال عمر قد غلب علیہ الوجع[1] وعندکم القرآن حسبکم کتاب اللہ[2] فاختلف اھل البیت واختصموا فمنھم من یقول قربوا یکتب لکم رسول اللہ ص ومنھم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغط والاختلاف قال رسول اللہ ص قوموا عنی قال عبید اللہ کان ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ ص وبین ان یکتب لھم ذلک الکتاب لاختلافھم ولغطھم

بقایا حالات عمر بن خطاب کا بیان

اُن میں سے احراق بیت فاطمہ صلوات اللہ علیہا۔ یعنی جناب زہراء کا گھر جلانا۔ جو بیان ہو چکا ہے۔

اور انہیں سے قضیہ قرطاس ہے

ہم اللہ کے ہیں اور اسی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔ کسی چیز نے مثل واقعہ قرطاس کے دین میں تفرقہ نہیں ڈالا۔ کیونکہ مدار رفع گمراہی کی اور اسکے وقوع کی اسی پر تھی جیسا کہ مخبر صادق علیہ وآلہ السلام نے خبر دی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ قرطاس لانے کے انکار سے اُمت نبوی ص کی حق تلفی ہوئی ہے اور ہم پر ظلم کیا جسنے ظلم کیا اور اس کی شکایت اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح جزء ۲ ص ۵۴۸ میں ابن عباس سے مروی ہے کہا جب رسول اللہ ص کو وقت وفات قریب آیا اور اس گھر میں آدمی تھے جن میں عمر بن خطاب بھی تھا۔ نبی ص نے فرمایا سامان تحریر لے آؤ میں تمہارے لئے ایسی سند لکھدوں جس کے باعث تم کبھی میرے بعد گمراہ نہو گے پس عمر نے کہا کہ اسپر (یعنے حضرت ص پر) درد غالب ہو گیا ہے (یعنے درد سے مغلوب الحواس ہیں) اور تمہارے پاس قرآن پہلے موجود ہے وہ تم کو کافی ہے۔ پس انہوں نے جو اُس گھر میں تھے۔ اختلاف اور جھگڑا کیا۔ بعض اُن میں سے کہتے تھے کہ سامان تحریر کا لے آؤ تاکہ رسول اللہ ص تمہارے لئے مفید سند جو لکھنا چاہتے ہیں لکھیں۔ اور بعض اُن سے امیر عمر کی پارٹی کر ہو گئے۔ اور امیر عمر کی حمایت میں مثل عمر کے کہتے تھے پس جب انہوں نے بہت شور و اختلاف و غوغا کیا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔ عبید اللہ نے کہا ابن عباس کہتا تھا بتحقیق مصیبت کمال مصیبت وہ ہوئی جو رسول اللہ ص اور اُن کے سند لکھنے کے درمیان مانع آگیا۔ کیونکہ لوگوں نے

---

[1] روضۃ الاحباب جلد اول ص ۳۱۶ میں ہے۔ گفتند شان او چیست و در چہ حال است آیا ایں سخن از روئے مثل آں سخناں است کہ مردم در حین اشتداد تپ میگویند عمر خطاب گفت وجع بر پیغمبر غلبہ کردہ و قرآن درمیان ما ہست حسبنا کتاب اللہ۔ انتہٰی ملخصاً یعنی لوگوں نے کہا کہ کیا رسول خدا ص سے ایسے کلمات ظاہر ہو رہے ہیں جو تپ کی شدت سے ہوتے ہیں۔ اسپر امیر عمر بولے کہ ہاں رسول اللہ ص کو درد کا غلبہ ہو گیا ہے اور ہمارے پاس کتاب خدا ہی ہمیں تو وہی کافی ہے اور کچھ ضرورت نہیں۔ ۱۲ مترجم

[2] حضرت عمر کا حسبنا کتاب اللہ بمقابلہ فرمان نبی کے کہنا بھی حکم نبی ص کے خلاف تھا (بقیہ حاشیہ بر ص ۳۱۶)

وفی روایۃ سلیمان بن ابی مسلم الاحول قال
ابن عباس یوم الخمیس ومایوم الخمیس ثم
بکی حتی بل دمعہ الحصی قلت یا ابن عباس
ومایوم الخمیس قال اشتد برسول اللہ ؐ
وجعہ فقال ایتونی بکتف اکتب کتابًا
لاتضلوا بعدہ ابدًا فتنازعوا ولا ینبغی عند
نبی تنازع فقالوا ماشانہ اھجر استفھموہ
فذھبوا یردون علیہ فقال دعونی
ذرونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی
الیہ فامرھم بثلاث فقال اخرجوا المشرکین
من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفد
بنحو ماکنت اجیزھم وسکت عن
الثالثۃ اوقالھا فنسیتھا قال سفیان
ھذا من قول سلیمان۔ متفق علیہ

اور روایت سلیمان بن ابی مسلم احول میں ہے۔ ابن عباس نے
کہا خمیس کا دن کیا خمیس کا دن تھا۔ پھر اتنا رویا کہ پتھر کے کنکرے
اُسکے آنسوؤں سے تر ہوگئے۔ راوی کہتا ہے۔ مینے کہا اے ابن عباس
خمیس کا دن کیسا تھا؟ ابن عباس نے کہا رسول اللہ ؐ کو سخت درد
تھا اور قریب الوفات تھے۔ اور فرمایا کوئی کاغذ لے آؤ میں تمکو
ایسی سند لکھدوں کہ اوسکے بعد تم کبھی گمراہ نہوگے پس لوگوں نے
جھگڑا پیدا کردیا اور نبی ؐ کے پاس جھگڑا مناسب نہیں تھا اور
لوگ کہنے لگے کیا بیہودہ کلام کہہ رہا ہے یا بکواس کرتا ہے اس سے
پوچھو۔ حضرت صلعم پر مکرر سہ کرر اس بات کو رد کرتے تھے تو حضرت
صلعم نے فرمایا۔ اب مجھے چھوڑ دو جس حالت میں کہ میں ہوں وہ
تمہاری گفتگو سے جو مجھ سے کر رہے ہو۔ میرے لئے اچھی ہے۔
تاہم اُن کو زبانی تین باتوں کا امر کیا۔ اول یہ کہ جزیرہ عرب سے
مشرکین کو نکالدو۔ دوسرا یہ کہ وفد کو اُسی طرح انعام واکرام دو جیسا کہ
میں دیتا تھا اور تیسری بات سے راوی خاموش ہوگیا۔ یا اُس نے
کہی تھی اور مجھے فراموش ہوگئی ہے۔ سفیان نے کہا کہ یہ قول
فراموش کرنیکا سلیمان راوی کا ہے۔ اس حدیث کو بخاری
ومسلم نے روایت کیا ہے۔

فی معارج النبوۃ ص۳۳۱ رکن رابع وصیت
سوم راوی را فراموش شدہ بود یا در اظہار آں
مصلحت ندید۔ قال النووی فی شرح المسلم
ج۲ ص۴۳ قولہ ومایوم الخمیس

معارج النبوۃ کے رکن ۴ ص۳۳۱ میں ہے۔ کہ تیسری وصیت کو
راوی نے فراموش کردیا یا اُس کے بیان اور ظاہر کرنے میں
مصلحت نہ سمجھی۔
نووی نے شرح مسلم کے جلد ۲ ص۴۳ میں کہا ہے قولہ خمیس کا دن کیا تھا

(بقیہ حاشیہ ص۳۱۵) یہ کہنا رسول اللہ ؐ کی نافرمانی ہے دیکھو مشکوٰۃ ص۲۱ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ ابو رافع سے
روایت ہے رسول اللہ ؐ نے فرمایا میں ایسے آدمی کو نہیں دیکھنا چاہتا جس کو میرا امر یا نہی پہونچے اور وہ کہے ہم اس کے واقف
نہیں۔ ہم کو جو کچھ کتاب خدا میں ملے ہم تو اُسی کی پیروی کرینگے۔ اس کو ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ و بیہقی نے دلائل النبوۃ میں
روایت کیا۔ اور دوسری روایت مقدام بن معدی کرب کی رسول اللہ ؐ سے ہے۔ نبی ؐ نے فرمایا خبردار رہو کہ مجھے قرآن دیا گیا
ہے اور اُس کے ساتھ اس کی مثل بھی دیگئی ہے۔ یعنی حدیث نبی ؐ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا۔ دوسری روایت میں ہے
قرآن دیا گیا ہوں اور اسکے ساتھ مثل اس کی یا اُس سے بھی زیادہ دیا گیا ہوں۔ اس کو ابن ماجہ و دارمی نے روایت کیا
ہے ۱۲ مترجم

ف وفد۔ وفادت۔ بالکسر برسولی آمدن۔ ایفاد برسولی فرستادن ۱۲ صراح۔ مؤلف۔
ف واقعات سے ظاہر ہے کہ راوی نے عمدًا تیسری وصیت کو ظاہر نہیں کیا۔ خوف سلطنت سے یا مخالفت ذاتی سے
اور وہ وصیت وہی ہے جس کو حضرت صلعم غالبًا تحریر بھی کرنا چاہتے تھے۔ ۱۲
مترجم

معناہ تفخیم امرہ فی الشدۃ والمکروہ فیما یعتقدہ ابن عباس وھو امتناع الکتاب ولھذا قال ابن عباس ان الرزیۃ ۔ الخ وذکر البخاری ھذا الحدیث فی کتابہ فی عدۃ مواضع فی کتاب الجہاد ج ۳ صفحہ ۱۲۶ وفی کتاب الخمس باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب وفی باب مرض النبیؐ ووفاتہ وفیہ ھہنا مرۃ اخری وفی کتاب الاعتصام ج ۶ ص ۱۰۷ وفی کتاب المرضی ج ۵ ص ۳۸۴ طبع دھلی مع فتح الباری۔

شرح الحدیث قولہ حضر بصیغۃ المجھول ای حضرہ الموت وفیہ تجوز فانہ عاش بعد ذلک الیوم وھو یوم الخمیس الی یوم الاثنین کذا قال فی المرقاۃ ۔ قولہ فاختلف اھل البیت فی اللمعات ای من کان فی البیت اذ لم یرو اھل بیت النبیؐ انتھی ۔ فظھر ان علیا والعباس ما کانا عند التنازع فی البیت عند النبیؐ کما قال القسطلانی فی شرحہ فاختلف اھل البیت ای من کان فی البیت حینئذٍ من الصحابۃ ولم یرو اھل بیت النبیؐ۔

قولہ اللغط فی اللمعات ای اصوات مبھمۃ لا یفھم۔

قولہ ان الرزیۃ ای المصیبۃ ۔

قولہ ثم بکی قال الشیخ الدھلوی فی شرح المشکوٰۃ قیل کان النبیؐ اراد ان یکتب تعیین واحد من الصحابۃ للخلافۃ لئلا یقع بعدہ نزاع منھم وکان بکاء ابن عباس لفوات معتقدہ من ھذا الخیر۔

قال الخفاجی شارح شفا قاضی عیاض فصل فان قلت فقد تقررت عصمتہ فی اقوالہ فما معنی الحدیث ۔م

معنے اس کا باعتقاد ابن عباس کے سختی اور ناپسند ہونے میں بڑا ہونا اس امر کا ہے اور وہ بہ سبب رکاوٹ پیش آنے کے سند کا نہ لکھا جانا ہے ۔ اسی واسطے ابن عباس نے کہا ہے کہ تحقیق ساری مصیبت اسی سبب سے آگئی ہے ۔ الخ اور بخاری نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں چند مقامات پر بیان کیا ہے ۔ (۱) کتاب الجہاد جلد ۳ ص ۱۲۶ (۲) کتاب الخمس باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب (۳) باب مرض النبی ووفاتہ میں دو اسناد سے جز ۲ ص ۱۰۷ (۴) کتاب الاعتصام ج ۶ ص ۱۰۷ (۵) کتاب المرضی ج ۵ ص ۳۸۴ طبع دہلی مع فتح الباری

شرح حدیث قولہ حضر بصیغہ مجہول یعنے حضرت صلعم کو موت حاضر ہوئی ۔ اور اس میں مجاز ہے ۔ کیونکہ نبی ص اس دن خمیس کے بعد بھی سوموار تک زندہ رہے ۔ جیسا کہ مرقاۃ میں مذکور ہے ۔

قولہ پس اُس گھر والوں نے اختلاف کیا ۔ لمعات میں ہے یعنی جو اُس گھر میں تھے وہ مراد ہیں ۔ نہ کہ اہل بیت نبی ص اسلئے کہ اہل بیت نبی ص کا لفظ کسی روایت میں نہیں ہے ۔ انتہی ۔ پس ظاہر ہوا کہ حضرت علیؑ وعباس رضؓ تنازع کے وقت نبی ص کے پاس اُس گھر میں موجود نہ تھے ۔ جیسا کہ قسطلانی نے اس کی شرح میں لکھا ہے ۔ پس اہل بیت نے اختلاف کیا ۔ یعنی جو اس گھر میں اُسوقت صحابہ سے موجود تھے انہوں نے اختلاف کیا ۔ اور اہلبیت نبی ص کا لفظ کسی روایت میں نہیں آیا ۔ (اسواسطے اختلاف اہل بیت نبی ص کا مراد نہیں اور نہ اُسوقت اُن کا وہاں موجود ہونا ثابت ہوتا ہے) ۔

قولہ اللغط لمعات میں ہے مراد اس سے وہ مبہم آوازیں ہیں جو سمجھ میں نہ آئیں (شوروغل) قولہ الرزیۃ یعنی مصیبت ۔

قولہ ثم بکی شرح مشکوٰۃ میں شیخ دہلوی نے لکھا ہے ۔ بیان کیا گیا ہے کہ نبی ص صحابہ سے کسی ایک کو خلافت کے لئے مقرر کرنے کی سند لکھنا چاہتے تھے تاکہ نبی ص کے بعد صحابہ میں جھگڑا پیدا نہ ہو ۔ اور ابن عباس کا رونا بھی اسی عمدہ چیز کے فوت ہونے اور حاصل نہ ہونے کے سبب سے تھا ۔

اور خفاجی شارح شفا قاضی عیاض نے فصل فان قلت فقد تقررت عصمتہ فی اقوالہ فما معنی الحدیث فی وصیتہ

من الباب الثانی من القسم الثالث قال سفیان اراد ان یبین امر الخلافۃ بعدہ حتے لا یختلفوا فیہا و کرمانی در شرح صحیح بخاری از خطابی نقل کردہ کہ او گفتہ ھذا یتاول علیٰ وجہین احدھما انہ اراد ان یکتب اسم الخلیفۃ بعدہ لئلا یختلف الناس ولا یتنازعوا فیؤدیہم ذٰلک الی الضلال و در فتح الباری در شرح قولہ اکتب لکم کتابا گفتہ ھو تعیین الخلیفۃ بعدہ۔

وفی شرح المسلم للنووی ج ۲ ص ۴۳ قد اختلف العلماء فی الکتاب الذی ھم النبی صلعم فقیل اراد ان ینص علی الخلافۃ فی انسان معین لئلا یقع نزاع وفتن۔ الخ

قولہ قلت یا ابن عباس قائلہ سعید بن جبیر الراوی عن ابن عباس۔

قولہ اَھَجَرَ فی اللمعات اھجر بالف الاستفہام ای اختلط کلامہ بسبب المرض۔

فی الصراح ھجر بالفتح پریشان گفتن بیمار وبالضم سخن بیہودہ۔

وفی منتہی الارب ھجر بالضم سخن زشت و بیہودہ۔

وفی تشئید المطاعن ص ۲۱۵ قال العینی فی شرح البخاری فی کتاب الجہاد لفظ ھجر بدون الھمزۃ وقال عیاض معنے ھجر افحش ویقال ھجر الرجل اذا ھذی و اھجر۔ قلت نسبتہ مثل ھذا الی النبی صلعم لا یجوز لان وقوع مثل ھذا الفعل عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مستحیل له لانہ معصوم فی کل حالۃ فی صحتہ ومرضہ لقولہ تعالیٰ وما ینطق عن الھویٰ ولقولہ ع لا اقول فی الغضب والرضا الا حقا وقد تکلموا فی ھذا الموضع کثیرا

من الباب الثانی من القسم الثالث میں کہا ہے۔ کہ سفیان نے کہا حضرت صلعم کا یہ ارادہ تھا کہ امر خلافت کا اپنے بعد میں بیان فرمائیں تاکہ اس میں اختلاف نہ کریں۔ اور کرمانی نے شرح بخاری میں خطابی سے نقل کیا ہے کہ اُسنے کہا اس کی تاویل دو وجہ سے ہو سکتی ہے۔ ایک یہ کہ اپنے بعد کے خلیفے کا نام نبی علیہ السلام لکھنا چاہتے تھے تاکہ لوگ اختلاف و جھگڑا نہ کریں۔ اور اُن کو جھگڑا گمراہی کی طرف نہ پہونچائے۔ اور فتح الباری میں شرح قول اکتب لکم میں لکھا ہے کہ اس سے مراد بعد نبی صلعم کے خلیفہ مقرر کرنے کی ہے۔

اور نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۴۳ میں ہے۔ تحقیق علماء نے اس کتاب میں اختلاف کیا ہے جس کی تحریر کا نبی صلعم نے ارادہ فرمایا تھا پس کہا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارادہ فرمایا تھا کہ ایک آدمی کو خلافت کے واسطے بنص مقرر فرمائیں تاکہ جھگڑا و فتنہ پیدا نہ ہو۔ الخ

قولہ قلت یا ابن عباس۔ اس کا قائل سعید بن جبیر ہے جو ابن عباس سے روایت کرتا ہے۔

قولہ اھجر لمعات میں ہے کہ الف استفہام کے ساتھ ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ کیا اسکی کلام بسبب مرض کے مختلط ہو گئی ہے۔ (یعنے کلام با معنے اب بے معنے سے مخلوط ہے۔ جیساکہ مریض ہذیان اور یاوہ گوئی اور بکواس و بے فائدہ کلام کرتا ہے)۔

صراح میں ہے۔ ھَجر فتح کے ساتھ بیمار کا پریشان کہنا اور ضم سے بیہودہ بات کہنا۔ اور منتہی الارب میں ھُجر ضم سے کلام قبیح و بیہودہ

اور تشئید المطاعن ص ۲۱۵ میں ہے۔ عینی نے شرح بخاری کتاب الجہاد میں لکھا ہے۔ لفظ ھَجر بغیر ہمزہ کے ہے۔ اور قاضی عیاض نے ھجر کا معنے بیہودہ سے کیا ہے۔ اور کہا جاتا ہے جس وقت انسان ہذیان کہے آدمی نے بیہودہ کہا۔ میں کہتا ہوں (قول عینی) اس لفظ کی نسبت نبی صلعم کی طرف جائز نہیں کیونکہ وقوع مثل اس فعل کا نبی علیہ السلام سے محال ہے اسلئے کہ آنحضرت بہرحال یعنی صحت و مرض میں معصوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نبی صلعم اپنی ہوا و حرص سے کلام نہیں کرتے۔ اور نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ میں غضب و رضا کی حالت میں بجز حق کے کلام نہیں کرتا۔ اور علماء اہل سنت نے اس مقام میں بہت طرح کی تقریریں کی ہیں

له اسی طرح فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۱ مطبوعہ دہلی میں قاضی عیاض سے منقول ہے اور ظفر المبین کتاب محدثین کو ص ۱۴۳ میں ابی داؤد مطبوعہ دہلی جلد ۲ ص ۱۵۸ سے بروایت ابن عمر حدیث منقول ہے کہ رسول صلعم نے فرمایا میرے منہ سے اور انگلی سے دہن مبارک کی طرف اشارہ فرمایا قسم بخدا سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا اور ترمذی مطبوعہ نول کشور

والکثرہ لا یجدی[1] نفعا والذی ینبغی ان یقال ان الذین قالوا ما شانہ اھجر او ھجر بالھمزة وبدونھا ھم الذین کانوا قریبی العھد بالاسلام ولم یکونوا عالمین بان ھذا القول لا یلیق فی حقہ ع لانہ لیس مثل سائر الناس من حیث الطبیعة البشریة اذا اشتد الوجع ھکذا قرر العینی والقرطبی ونقل فی الفتح ج ۸ صفحہ ۱۰۱ وفی ھذا قال الصابر نور حسین مؤلف اسیاف الامامة ع

جب روز جزا حساب ہو گا
اہجر کا کیا جواب ہو گا

قولہ اجیزوا الوفد فی المرقاة ای اعطوا الجائزة والعطیة واکرموھم۔
قولہ کتف استخوان عریض کہ بسبب کمی کاغذ بر آں مے نوشتند۔

وفی کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۸ و ج ۴ صفحہ ۵۲ رواہ ابن سعد عن عمر وروی الطبرانی فی الاوسط عن عمر قال لما مرض النبی ص قال ادعوا الی الصحیفة ودواة اکتب کتابا لا تضلوا بعدہ ابدا فقال النسوة من وراء الستر الا تسمعون ما یقول رسول اللہ ص فقلت انکن صواحبات یوسف اذا مرض رسول اللہ ص عصرتن اعینکن واذا صح رکبتن عنقہ فقال رسول اللہ ص دعوھن فانھن خیر منکم

اور اکثر اس سے کچھ نفع دینے والی نہیں اور جو کلام اس مقام کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ کہا جائے۔ جو لوگ یہ کہنے والے تھے کہ انکا کیا حال ہے۔ کیا بیہودہ اور یاوہ گوئی سے کہہ رہے ہیں۔ باہمزہ یا بلاہمزہ وہ لوگ تھے جو تھوڑے زمانہ سے اسلام لائے ہوئے تھے اور یہ نہ جانتے تھے کہ اس طرح کہنا نبی صلعم کے حق میں مناسب نہیں۔ کیونکہ رسول خدا ص عامة الناس کی طرح نہیں۔ اگرچہ بحیثیت طبیعت بشریہ اُن کو شدت درد بھی لاحق ہو۔ جیسا کہ عینی اور قرطبی نے اس تقریر کو لکھا ہے۔ اور اس کو ابن حجر نے فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۱۰۱ میں نقل کیا ہے۔ اور اسی بارہ میں ڈاکٹر نور حسین صاحب صابر (جھنگ سیالوی) مؤلف اسیاف الامامة نے لکھا ہے ع

جب روز جزا حساب ہوگا + اہجر کا کیا جواب ہو گا

قولہ اجیزوا الوفد۔ مرقاة میں ہے۔ قاصدوں کی عزت کرو اور اُنہیں انعام و اکرام دیا کیا کرو۔

قولہ کتف لادو یعنے چوڑی ہڈی لادو۔ جس پر بوجہ کمی کاغذ کے لکھا کرتے تھے۔

اور کنز العمال ج ۳ صفحہ ۱۳۸ و ج ۴ صفحہ ۵۲ میں ہے۔ کہ اس حدیث کو ابن سعد اور طبرانی اوسط میں امیر عمر سے اس طرح روایت کرتے ہیں۔ کہا جب نبی ص مریض ہوئے فرمایا۔ میرے پاس ایک کاغذ اور دوات لاؤ میں ایک ایسی تحریر لکھنا چاہتا ہوں کہ اسکے بعد کبھی ہمیشہ تم گمراہ نہ ہوگے عورتوں نے پردہ کے پیچھے سے کہا (اے لوگو) کیا جو کچھ رسول اللہ ص فرما رہے ہیں (کاغذ و دوات لاؤ) تم نہیں سنتے؟ (امیر عمر کہتا ہے) میں نے کہا تحقیق تم عورتیں صواحبات یوسف ہو۔ جب رسول اللہ صلعم مریض ہوئے تو تم آنکھیں نچوڑتی ہیں اور جب اچھے ہوگئے تو تم اُس کی گردن پر چڑھ ہوگی۔ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا ان کو چھوڑو کیونکہ بتحقیق یہ تم سے اچھی ہیں سنہ امیر عمر صاحب کا ازواج نبی صلعم کو ان الفاظ سے دوہرا کہنا حسن انتظام سے کھا کر مبادا بر ترغیب ازواج النبی کوئی تعمیل ارشاد رسول السلام کی کر دی

[1] بخاری مطبوعہ کرزن پریس دہلی باب مرض النبی صفحہ ۶۳۸ حاشیہ ۳ میں عینی کی یہ عبارت بعینہ لکھی ہے اور دعونی فانا فیہ خیر مما تدعونی الیہ کی تشریح میں اس کے حاشیہ ۱۲ میں قول ابن جوزی سے بعد بیان چند احتمالات کے بحوالہ فتح الباری لکھا ہے ویحتمل ان یکون المعنے ان الذی اشرت علیکم بہ من الکتابة خیر مما تدعوننی الیہ من عدمہا بل ھذا ھو الظاھر۔ یعنی آنحضرت ص نے فرمایا مجھے چھوڑو جس بات کا میں حکم دے رہا ہوں یعنے لکھنے کا وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے متوجہ کر رہے ہو یعنی نہ لکھنے کی طرف نیز مثل اسکی بعینہ فتح الباری مطبوعہ دہلی ج ۸ صفحہ ۱۰۱ میں ہے ۱۲ مترجم

وفی تجرید احادیث البخاری مع عون الباری جلد ا ص ۳۳ (حدیث طلب القرطاس) قال عمر ان النبی م غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا فاختلفوا وکثر اللغط قال قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع۔

اور تجرید احادیث البخاری مع عون الباری مؤلفہ سید صدیق جرا صفحہ ۳۳ بیان حدیث قرطاس میں ہے سامیر عمر نے کہا کہ نبی ص پر درد غالب ہوگیا ہے اور ہمارے پاس کتاب اللہ موجود ہے وہی کافی ہے۔ اسپر لوگوں نے اختلاف کیا اور بہت شور وغل پیدا ہوا حتی کہ نبی ص کو فرمانا پڑا چلے جاؤ میرے پاس جھگڑا مناسب نہیں؛

قال الحافظ فی الفتح ج ۴ ص ۱۰۱ ولما وقع منھم الاختلاف ارتفعت البرکۃ کما جرت العادۃ بذلک عند وقوع التنازع والتشاجر وقد مضی فی الصیام انہ صلعم خرج یخبرھم بلیلۃ القدر فرای رجلین یختصمان فرفعت ثم قال منعوا باجتہادھم ان الامر غیر ضروری وعزمہ صلعم ان کان بالوحی فترکہ کذلک بالوحی وان کان بالاجتہاد فترکہ ایضاً بالاجتہاد

حافظ ابن حجر فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۱۰۱ میں لکھتے ہیں۔ جب ان سے (قضیہ قرطاس میں) اختلاف واقع ہوا تو برکت رفع ہوگئی جیسا کہ جھگڑا اور فساد پیدا ہونے کے وقت عادت جاری ہے (کہ برکت رفع ہو جاتی ہے) اور باب صیام میں گذر چکا ہے کہ نبی م ایک دن تشریف لائے کہ لوگوں کو لیلۃ القدر کی خبر دیں۔ مگر جب دو شخصوں کو دیکھا کہ اس میں جھگڑا کر رہے ہیں تو وہ خبر اٹھا دیگئی۔ (یعنے اسکو بحکم خدا ظاہر نہ فرمایا اور وہ سعادت ظہور لیلۃ القدر بوجہ تنازع لوگوں کے اٹھالی گئی)۔ پھر کہا کہ انہوں نے اپنے اجتہاد سے اس خبر ظاہر کرنے کو غیر ضروری سمجھکر روکا ہوگا (یعنی لوگوں نے) اور نبی ص کا قصد اگر وحی سے تھا تو ترک اس کی بھی وحی سے ہوئی اور اگر اجتہاد سے تھا تو ترک بھی اجتہاد سے ہوئی۔ انتہیٰ ملخصا

قال المحرر الاثیم عفا عنہ الرب الکریم قول الحافظ من رفع البرکۃ عند الاختلاف لیس بغریب لانہ سبحانہ وتعالےٰ قال فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم۔ وھذا ھو نسخ قبل الوقوع وھو واقع جائز کما فی الصلوات الزائدۃ علی الخمسۃ لیلۃ المعراج کما بینہ النووی فی شرح المسلم جلد ا ص ۹۳۔

محرر گنہگار رب کریم اُسے معاف فرمائے کہتا ہے (یعنے مؤلف کتاب ہذا) جو کچھ حافظ نے کہا ہے کہ بوقت اختلاف برکت اٹھ جاتی ہے۔ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو لوگ امر خدا ورسول کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ انہیں ایسی حالت میں کوئی آزمائش یا عذاب دردناک پہونچے۔

یہ ایک طرح کا نسخ قبل الوقوع ہے (یعنی عدم کتابت) اور وہ واقع اور جائز ہے جیسا کہ پانچ سے زیادہ نمازوں کا نسخ معراج کی رات میں ہوا جس کو نووی نے شرح مسلم ج ا صفحہ ۹۳ میں بیان کیا ہے۔

وفی الفتح جلد ۲ ص ۱۰۶ وظہر لطائفۃ اخری ان الاولی ان یکتب

اور فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۱۰۶ میں ہے کہ ایک گروہ کے نزدیک اولےٰ یہی تھا کہ حکم قرطاس کی تعمیل ہوتی اور مطابق ارادہ

لمافیه من امتثال امره وما تتضمنه من زیادة الایضاح وفیه اشعار بان الاولی کان المبادرة الی امتثال الامر۔

وفی المسلم جہ صہ عن ابن عباس انه قال یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم جعل لسیل دموعه حتی رأیت علی خدیه کانها نظام اللؤلؤ قال قال رسول الله صلعم ایتونی بالکتف والدواة او اللوح والدوات اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده ابدًا فقالوا ان رسول الله م یهجر (نعوذ بالله من ذالک سبحانک هذا بهتان عظیم)۔

وفی روضة الاحباب ج صہ ۳۳۶ در قصہ قرطاس سلیمان احول کہ راوی ایں حدیث است از سعید بن جبیر گوید نمی دانم کہ وصیت سوم را سعید بن جبیر مصلحت گفتن ندید وازاں خاموش شد۔ یا گفت ومرا فراموش شد۔

وفی سر العالمین للغزالی صہ ۹ ولما مات رسول الله م قال قبل وفاته ایتونی بدوات وبیاض لازیل عنکم اشکال الامر واذکر لکم من المستحق لها بعدی قال عمر دعوا الرجل فانه لیهجر وقیل یهذو۔

وفی الصواعق المحرقة صہ ۲۶ انه علیه السلام فی مرض موته انما حث علی مودتهم (ای مودة اهل البیت) ومحبتهم واتباعهم وفی بعضها (الاحادیث) اخر ما تکلم به النبی م اخلفونی فی اهل بیتی فتلک وصیة بهم۔ وفی صہ ۷۵ فی روایة انه صلعم قال فی مرض موته ایها الناس یوشک ان اقبض قبضًا سریعًا

لکھا جاتا تو بہتر سے بہتر تھا کیونکہ اس میں فرمانبرداری حکم نبوی کی تھی اور حکم متضمن زیادتی ایضاح کا تھا اور اس طرح اس مضمون سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیٰ اور سب سے بہتر حکم کی فرمانبراری کی طرف سبقت کرنا ہے۔

اور مسلم جلد ۳ صہ ۴۳ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ اُس نے کہا خمیس کا دن کیا دن تھا۔ پھر شروع ہوا کہ آنسو اُس کے جاری ہو گئے تا کہ اوس کے رخساروں پر رشتہ جواہر کی طرح چلتے تھے۔ کہا رسول اللہ نے فرمایا چوڑی ہڈی اور دوات لے آؤ یا فرمایا تختی اور دوات کہ تمہارے لئے ایسی کتاب لکھوں جو تم ہمیشہ کیلئے کبھی گمراہ نہو گے۔ پس لوگوں نے کہا تحقیق رسول اللہ بیہودہ بول رہے ہیں (نعوذ باللہ)۔

اور روضۃ الاحباب کے صہ ۳۳۶ ج ۲ بیان قرطاس میں ہے سلیمان احول اس حدیث کا راوی سعید بن جبیر سے بیان کرتا ہے کہ اُس نے کہا میں نہیں جانتا کہ تیسری وصیت کو سعید بن جبیر نے بیان کرنے میں مصلحت نہیں دیکھی۔ اور اسلئے خاموش ہو گیا۔ یا اُس نے بیان کی ہے اور مجھے فراموش ہو گئی ہے۔

اور سر العالمین مؤلفہ غزالی صہ ۹ میں ہے۔ جب رسول اللہ فوت ہوئے تو قبل از وفات فرمایا۔ دوات اور سفید کاغذ لے آؤ تا کہ میں اشکال امر کا تم سے زائل کر دوں اور بیان کر دوں کہ میرے بعد اس خلافت کا مستحق کون ہے۔ تو عمر نے کہا اس شخص کو چھوڑ دو یہ بکواس کر رہا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اُس نے کہا کہ یہ ہذیان کرتا ہے۔

صواعق محرقہ کے صہ ۲۶ میں ہے تحقیق نبی صلعم نے مرض الموت میں بھی اپنے اہل بیت کی مودت اور محبت اور اُن کی اتباع واسطے ترغیب دی تھی۔ اور بعض احادیث میں ہے۔ آخری کلام نبی صلعم کی یہی تھی۔ میرے پیچھے میرے اہل بیت کے حق کا خیال رکھنا۔ یہ خاص اُن کے بارہ میں وصیت ہے۔ اور صہ ۷۵ میں لکھا ہے کہ ایک روایت میں ہے تحقیق نبی ص نے اپنی مرض الموت میں فرمایا تھا۔ اے لوگو! میں جلد فوت ہو جاؤنگا

حضرت علیؑ کی امامت پر اشارۃ النص اور آخری کلام نبی

فینطلق بی وقد قدمت الیکم القول معذرۃ الیکم الا انی مخلف فیکم کتاب ربی عزوجل وعترتی اهل بیتی. ثم اخذ بید علیؑ فرفعها فقال هذا علیؑ مع القرآن والقرآن مع علیؑ لا یفترقان حتی یردا علی الحوض فاسئلوهما ما خلفت فیهما اخرجه ابن ابی شیبۃ وفی ص۹ وفی روایۃ عند الطبرانی عن ابن عمر اخر ما تکلم به النبی صلعم اخلفونی فی اهل بیتی واخرج ابن سعد والملا فی سیرته انه صلعم قال استوصوا باهل بیتی خیرا فانی اخاصمکم عنهم غدا الحدیث۔

وفی مصباح الظلم عن احمد بن ابی طاهر فی تاریخ بغداد عن ابن عباس عن عمر ان النبیؐ فی حال مرض موته یرید تصریح اسم علیؑ فکنت منعته۔

اور خدا کا فرستادہ مجھے لیجائیگا۔ رفع عذر کے لئے مینے پہلے تمکو سنا دیا ہے۔ خبردار ہیں تمہارے اندر کتاب الٰہی اور عترت یعنی اپنی اہلبیت چھوڑے جاتا ہوں۔ پھر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھایا اور فرمایا۔ یہ علیؑ قرآن کے ساتھ اور قرآن علیؑ کے ساتھ رہے گا۔ ہر دو آپس میں جدا نہوں گے۔ تاآینکہ دونوں میرے پاس حوض پر وارد ہونگے۔ پس انہی ہر دو سے سوال کرتے رہو جو کچھ کہ ان کے اندر میں چھوڑ چلا ہوں۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ اور صن۹ میں کہا ہے۔ ابن عمر سے طبرانی میں روایت ہے کہ آخری کلام نبی صلعم کی یہی تھی کہ میرے پیچھے میرے اہل بیت کا خیال کیجیو۔ اور ابن سعد اور ملا نے سیرت میں روایت کیا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ میرے اہل بیت کے حق میں ایکدوسرے کو اچھی وصیت کرتے رہنا۔ پس میں کل قیامت کو اپنے اہل بیت کی طرف سے تمہارے ساتھ جھگڑا کرونگا۔ آخر حدیث تک پڑھ لو۔

اور کتاب مصباح الظلم ص۶ میں۔ احمد بن ابی طاہر سے ہے اُنکی تاریخ بغداد میں ابن عباس سے حضرت عمر کا قول نقل کیا ہے۔ کہ اُسنے کہا تحقیق نبی علیہ السلام اپنی مرض الموت میں حضرت علیؑ کا نام بصراحت و وضاحت تحریر کرنا چاہتے تھے۔ مگر میں نے اُس کی رکاوٹ کر لی۔

نتائج حدیث القرطاس

اقول

ان حدیث القرطاس یتضمن امورًا منها قول عمر هجر

نتیجہ حدیث قرطاس

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں حدیث قرطاس کی چند امور کو متضمن ہے منجملہ اُن کے امیر عمر کا قول هجر ہے۔ یعنی بیہودہ بولا ہے۔

[1] اہل جماعت یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے کیوں کاغذ نہ لکھوالیا؟ سو اسکا جواب یہ ہے کہ انہوں نے سب کچھ حسب ضرورت لکھوایا اور سمجھا پھر لوگوں کو سمجھایا مگر منکرین نے نہ مانا۔ استقصاء الافحام جلد اول ص۵۵۳ میں ناقلا کتاب سلیم بن قیس ہلالی سے ہے۔ کہ قضیہ قرطاس میں رسول خدا نے اپنے بارہ اوصیاء کو ظاہر فرمایا پھر قرطاس طلب کیا اور خلیفہ ثانی نے روکا۔ امیر عمر کے نکلنے کے بعد پھر طلب کیا۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ رسول خداؐ نے املا فرمایا اور لکھوایا اور تین گواہوں کو گواہ رکھا۔ سلمان۔ ابوذر۔ مقداد کو۔ اور سب ائمہ کو قیامت تک بیان فرمایا۔ میری طرف اشارہ کیا اور پھر حسنین کی طرف پھر فرمایا نو امام حسینؑ کی اولاد سے ہوں گے۔ اور دیگر تحریر شدہ وصایا کا کتب شیعہ میں بکثرت ذکر پایا جاتا ہے۔ اور اُس کا شمہ بخاری وغیرہ کتب صحاح ستہ میں بھی ملتا ہے۔ جہاں حضرت علیؑ کے صحیفہ کا ذکر ہے۔ جس میں چند مسائل شرعیہ درج تھے اور حضرت علیؑ نے فرمایا ہمارے پاس قرآن اور یہ صحیفہ ہے۔ جیسا بیان علم حضرت علیؑ میں گذرا۔ دیگر کسی صاحب خلفاء ثلاثہ وغیرہ کے پاس ایسی کسی صحیفہ کا ہونا روایات سے نہیں پایا جاتا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ ۱۲ مترجم

وھو عند الاکثر ثابت کما نقلہ الشیخ الدھلوی عند نقل مکتوبات المجدد الالف الثانی للشیخ احمد الفاروقی اِنَّ رجلاً سئل الشیخ مالفظہ۔ سئوال۔ حضرت عمر دراں وقت گفتہ الھجر الرجل مراد ازاں چہ باشد۔ جواب فاروق شاید دراں وقت فہمیدہ باشد کہ ایں کلام ازیشاں بواسطہ وجع بے اختیار و بے قصد واقع شدہ است۔ انتہیٰ۔ ویؤیدہ قول عمر قد غلبہ الوجع ومعناہ ھھنا ومعنی الھجر الھذیان کما ترجم شمس العلماء نذیر احمد الدھلوی قولہ تعالیٰ ھذا القرآن مھجورا بکواس۔ وفی بحر الجواھر ہجر پریشان گفتن بیمار وکذا فی الصراح وغیرہ ومر ویؤیدہ ایضا قول عمر حسبنا کتاب اللہ وماجاء فی بعض الروایات قالوا ھجر بصیغۃ الجمع فالمراد منہ عمر واتباعہ من الصحابۃ والمغالطۃ او المخالطۃ من الراوی۔

یعنے بیہودہ بولا ہے جو اُسنے نبی صلعم کے حق میں استعمال کیا اور وہ اکثر کے نزدیک اسی طرح ثابت ہے۔ جیساکہ اسکو شیخ عبدالحق دہلوی نے مکتوبات مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی میں نقل کیاہے کہ ایک آدمی نے شیخ سے سوال کیا۔ عبارت اُس کی یہ ہے۔ سوال۔ حضرت عمر اُس وقت میں اھجر الرجل کہا ہے تو اس سے مراد کیا ہے۔ جواب۔ عمر فاروق نے شائد اُس وقت سمجھا ہوگا کہ یہ کلام رسول صلعم سے درد کی شدت سے بے اختیار اور بے ارادہ واقع ہوگئی ہے۔ انتہیٰ۔ اور حضرت عمر کا قول اس کی تائید کرتا ہے جو کہتا ہے نبی علیہ السلام پر درد غالب ہوگیا ہے۔ اور معنے اُس کا اور الھجر کا ہذیان ہے۔ جیساکہ شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی نے ترجمہ بامحاورہ اردو قول الٰہی میں کہ اس قرآن کو امت نے ہجور بنایا۔ اس طرح لکھا ہے کہ انہوں نے قرآن کو بکواس سمجھا۔

اور بحر الجواہر میں ہے ھَجَرَ پریشان کہنا بیمار کا۔ اور اسی طرح صراح وغیرہ میں ہے جو گذرا ہے۔ اور نیز اس کا مؤید قول حسبنا کتاب اللہ ہے۔ یعنی یہ فضول کہتا ہے جب ہمارے پاس یہ کتاب خدا ہے پھر اور کسی تحریر کی کیا ضرورت ہے؟ اور جو بعض روایات میں آیا ہے کہ اُنہوں نے صیغہ جمع سے کہا۔ بیہودہ کلام کہہ رہا ہے پس اس سے مراد یہ ہے کہ صحابہ سے امیر عمر اور اُس کے پیرو یعنے عمر کی پارٹی نے کہا۔ (چنانچہ بخاری کی عبارت سے گذرا ہے کہ ایک جماعت حکم کی تعمیل کرنا چاہتی تھی اور دوسری جماعت وہ بات کہتی تھی جو امیر عمر کہتا تھا۔ معلوم ہوا یہ پارٹی بکزبان تھی) اور روایت میں حضرت عمر کے فعل پر پردہ ڈالنے کے لئے کسی جگہ ھَجَرَ کی بجائے غلبہ الوجع اور کسی جگہ قالوا جمع کا صیغہ بیان کرنا راویوں کی کارستانی ہے۔ اُنہوں نے مغالطہ دینے کے لئے خلط ملط کرکے کلام کو نقل کیاہے۔

لہ اس کی مفسر و مبین دوسری روایت ہے جس کو امام غزالی نے اپنی کتاب سر العالمین وکشف مافی الدارین طبع بمبئی صفحہ میں نقل کیاہے۔ لما مات رسول اللہ صلعم الخ (جو اس کتاب کے صفحہ ۳۲۱ پر گذر چکی ہے) اس روایت سے چند امور امیر عمر کے ذمے صراحتاً قابل اعتراض ثابت ہیں (۱) نبی صلعم کا منشاء صراحتاً خلیفہ کا نام لینے کا تھا مگر عمر نے رکاوٹ کردی (۲) رسول خدا صلعم کے حق میں امیر عمر نے سخت بے ادبی کا کلمہ کہا کہ یہ شخص بکواس کررہا ہے۔ حالانکہ قرآن میں ہے کہ باقی لوگوں کی طرح محض رسول صلعم کو نام لیکر ہی نہ پکارو لا تجعلوا دعاء الرسول۔ الآیہ۔ اور کتاب سر العالمین کی توثیق اسی کتاب کے حدیث ولایت اور نصوص خلافت کے موقعہ پر ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم

ومنها هذا القول ای حسبنا کتاب الله لیس بمحله لانه سبحانه وتعالیٰ قال واطیعوا الرسول فاطلق اطاعة الرسول ولم یقیده بحالٍ من الصحة ونحوها۔ وقال من یطع الرسول فقد اطاع الله فان کان اطاعة الرسول واتباعه مظاناً للهذیانات فی بعض الاوقات لم یکن اطاعة الله ولم یکن وحی یوحی ولم تکن حسنة اسوة ولانه یرد علیه ان النبی لم یکن عالما بان الکتاب الالٰهی حسبهم مع انه نزل علیه والذی آمن به بعد مدة ای السنة السادسة من النبوة وکان شاغلا بصفقة الاسواق صار عالما وعارفا لشان الکتاب العزیز ومعانیه واغراضه۔ وقد ثبت انه قال فی خلافته لولا علیٌ لهلك عمر وکم من مسئلة قد سأل علیاً وقد اقر بعدم علمه مسئلة الکلالة والربوا والتیمم ومیراث الجدة و بعض الآیات مثل انك میت حتی مات رسول الله م وغیرها فالعجب منه انه کیف قال حسبنا کتاب الله ۔ ومنها زجر عمر نساء النبی م امهات المؤمنین حیث قلن من وراء الستر الا تسمعون ما یقول رسول الله م فزجرهن عمر بقوله انکن صواحبات یوسف اذا مرض عصرتن اعینکن واذا صح رکبتن عنقه فرد قوله رسول الله صلعم وقال دعوهن فانهن خیر منکم کما مر من الطبرانی

اور منجملہ ان امور کے حضرت عمر کا حسبنا کتاب اللہ کہنا بے محل تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ رسول ؐ کی اطاعت کرو۔ پس رسول ؐ کی اطاعت کا مطلق حکم ہے ۔ کوئی قید حالت صحت یا مرض وغیرہ کی نہیں لگائی گئی ۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو فرمانبرداری رسول ؐ کی کریگا اُسنے خدا کی فرمانبرداری کرلی ۔ پس اگر رسول ؐ کی اطاعت اور متابعت میں بعض اوقات شائبہ ہذیانات کا ہوتا تو اُس کی اطاعت خدائی اطاعت کے لازم ملزوم کس طرح ہوسکتی تھی! اور آپکا قول وحیٔ یوحیٰ بھی نہوتا ۔ اور نہ اُسوہ حسنہ ہوتا ۔ اور نیز اُس پر وارد ہوتا ہے کہ نبی م اتنا بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب خدا لوگوں کو کافی ہے ۔ باوجود اس کے کہ کتاب الٰہی اُسی نبی پر اُتری تھی اور جسنے چھ سال نبوت کے بعد ایمان لایا اور سوداگری و دلالی میں مشغول رہا وہ شان کتاب عزیز کا اور معانی و اغراض کا زیادہ عالم ہوگیا ۔ (العجب) ۔ اور ثابت ہوچکا ہے کہ امیر عمر نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کہا ۔ اگر حضرت علی ؑ نہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا ۔ اور بہت مسائل جناب علی ؑ سے پوچھے ۔ اور امیر عمر کا مسئلہ کلالہ اور ربوا و تیمم و میراث جدّہ اور بعض آیات مثل انك میت کے رسول علیہ السلام کی وفات تک جہالت کا اقرار کرنا اس کی کمی علم کا کافی ثبوت ہے ۔ پس اُس سے تعجب ہے کہ باوجود کمی علم یا عدم العلم کے کیسے کہدیا ۔ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے ۔ اور منجملہ ان امور کے ازواج النبی م کو جو امہات المومنین ہیں ۔ امیر عمر کا جھڑکنا اور دھمکانا جبکہ انہوں نے پردہ کے پیچھے سے کہا تھا ۔ کیا تم شور و غوغا کرتے ہو اور فرمان رسول م کو نہیں سنتے ۔ (سو امیر عمر صاحب عدم تعمیل کا کوئی حقیقی جواب تو نہ دے سکے بلکہ) اُن کو اپنے اس قول سے دھمکایا کہ تم صواحبات یوسف ہو ۔ جب نبی م مریض ہوتے ہیں تم آنکھیں نچوڑتی ہو اور جب صحتیاب ہوں تو اُن کی گردن پر چڑھتی ہو ۔ پس اس قول عمر کو رسول علیہ السلام نے اس طرح رد کیا ۔ کہ فرمایا ۔ ان عورتوں کو مت جھڑکو کیونکہ یہ عورتیں تم سے اچھی ہیں (یعنے اچھا کہہ رہی ہیں) جیسا کہ طبرانی کی حدیث سے مذکور ہوچکا ہے ؂

ومنها قول عمر حسبنا کتاب الله وترکه بحضرة النبی ص عترة النبی ص الموصی به بقوله انی تارك فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی اهلبیتی فعلم ان عمر قد ترك ابتداءً عترته علیه السلام ورسخ فی قلبه ما فعل بهم وانتزع مودتهم من قلبه لان اللسان ترجمان القلب وکل اناء یترشح بما فیه۔

وان قیل ان المخالفین من القرطاس ترحموا علی حاله الشریف حال مرضه وضعفه۔ قلنا انه مردود لانهم قد ترکوه کثیرا فی ایدی الکفار وفروا عنه مرارا وذهبوا بانفسهم والنبی صلعم کان شفیقا علیهم رفیقا بهم کل زمان کما قال الله سبحانه عزیز علیه ما عنتم و قال علیه السلام شیبتنی هود و اذا الشمس کورت۔ وما ترحموا علی عترته المعصومین وهو عین ترحمه علیه السلام بل فعلوا بهم ما فعلوا وآذوهم فآذوه وهو اعلم بحاله من الصحة والمرض مابه واعلم بحال امته واشفق علیهم حیث قال لا تضلوا او لن تضلوا

اور منجملہ ان امور کے حضرت عمر کا حسبنا کتاب اللہ کہنا اور باوجودگی نبی ص کے اُس کا عترت نبی ص کو چھوڑ دینا ہے۔ جس کے لئے نبی ص نے بتاکید وصیت فرمائی تھی۔ یہ کہ (بارہا) فرمایا انی تارك فیکم الثقلین یعنے میں تمہارے اندر دو عظیم الشان چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ کتاب اللہ وعترتی اهل بیتی۔ کتاب خدا اور عترت یعنی میرے اہل بیت۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول ص تو قابل اتباع دو چیزیں چھوڑے جاتے تھے قرآن اور اہل بیت۔ مگر امیر عمر نے ابتدا سے ہی عین حیات نبی ص میں عترت کو چھوڑ دیا (اور حسبنا کتاب اللہ کہا، حالانکہ آنحضرت صلعم نے حوض کوثر تک جدا نہونے کی خبر دی تھی) اور اپنے دل میں وہ مرکوز کر لیا جو سلوک عترت کے ساتھ عمل میں لایا اور اُن کی محبت کو دل سے نکال دیا۔ کیونکہ زبان دل کی ترجمان ہے اور برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو کچھ اُس میں ہو۔

اور اگر کہا جائے کہ مانعین قرطاس نے آنحضرت صلعم کے حال پر بوقت مرض اور ضعف کے شفقت کی تھی تو ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ قول اس طرح مردود ہے کہ یہ مانعین جب نبی ص کو کفار کے ہاتھوں میں ایک بار نہیں چند مرتبہ چھوڑ کر مفرور ہو گئے اور اپنی نفسوں کو بچا کر چلے گئے تھے۔ اُسوقت نبی ص کے حال پر اُن کو رحم نہ آیا تو اس نافرمانی سے شفقت کس طرح معلوم ہو سکتی ہے؟ اور نبی ص ہر زمانہ میں ان پر شفقت فرماتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو چیز تمہیں تکلیف دیتی ہو وہ نبی ص پر بوجھ معلوم ہوتی ہے۔ اور انہیں ناپسند ہوتی ہے۔ اور نبی ص نے فرمایا مجھے سورہ ہود اور اذا الشمس کورت کے مضمون نے بوڑھا کر دیا ہے۔ اور ان لوگوں نے عترت یعنی اہل بیت معصومین پر رحم نہ کیا جس میں عین رحم نبی ص پر تھا۔ بلکہ انہوں نے عترت سے وہ سلوک کیا جو کیا۔ اور اُن کو ایذا پہونچائی جس سے اُنہوں نے نبی ص کو ایذا پہونچائی۔ اور رسول صلعم بحالت صحت و مرض اپنے حال کے زیادہ واقف تھے۔ اور حال امت اور اُن پر شفقت کرنے کا خوب جانتے تھے۔ جبکہ فرمایا میں تمکو ایسی چیز لکھدوں کہ تم ہرگز گمراہ نہو گے۔

ومنہا ان الکتابۃ کانت واجبۃً لتعلیقہ
بقولہ لن تضلوا لا مستحبۃً کما زعموہ ولا
ماغضب وما قال قوموا عنی واما سکوتہ
علیہ السلام بعد التنازع ما کان من عندہ
بل کان بوحی کما بین فی مقامہ فصار امر
الکتابۃ منسوخاً بالوحی لرفع الفساد حتی
لا یتادی الی القتال او الردۃ لان الناس
کانوا حدیث عہد بالاسلام فکان انسد
الفساد انفع ثمہ وقد اوصی فی آخر
ما تکلم اخلفونی فی اھلبیتی وانی
مخلف فیکم کتاب ربی وعترتی اھلبیتی
وغیر ذلک کما مر آنفا۔

اور منجملہ ان امور کے یہ ہے کہ لکھنا اس سند کا واجب تھا کیونکہ اس کا نتیجہ نبی صلعم نے یہ فرمایا کہ اسکے بعد تم ہرگز گمراہ نہو گے پس یہ معمولی مستحب نہ تھا جیسا کہ بعض سنیوں نے زعم کیا ہے۔ ورنہ نبی ص اس رکاوٹ آجانے اور جھگڑا پیدا ہونے سے غضبناک نہوتے اور نہ فرماتے کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ اور پھر آنحضرت کا سکوت فرمانا تنازع کے بعد بھی اپنی جانب سے نہ تھا۔ بلکہ یہ بھی وحی سے تھا۔ چنانچہ اپنے مقام پر بیان ہوچکا ہے۔ پس امر کتابت بوجہ رفع فساد تاکہ جنگ اور ارتداد تک نوبت نہ پہونچے۔ بوحی الٰہی منسوخ ہوا۔ (مگر وبال رکاوٹ کا بدستور مانعین پر رہا)۔ جو نئے نئے اسلام لائے ہوئے تھے اُن کے مطلق مرتد ہوجانیکے خوف سے عدم کتابت اور رفع فساد مناسب سمجھا گیا۔ مگر زبانی وصیت پھر بھی نبی ص نے اپنی آخری کلام میں فرمادی۔ کہ میرے اہل بیت کا خیال رکھیو اور تمہارے اندر دو خلیفے چھوڑے جاتا ہوں۔ کتاب خدا اور عترت یعنے میرے اہل بیت ع وغیرہ الفاظ سے فرمایا۔ چنانچہ ابھی مذکور ہوا ہے۔

وَمنہا افتاء عمر یوم الخمیس فی مرضہ
علیہ السلام بھذیانہ واختلاط عقلہ و
یوم الاثنین ای یوم وفاتہ انکر موتہ
ولم یذکر قولہ تعالیٰ وما محمد الا رسول
قد خلت من قبلہ الرسل۔ وکل شیٔ
ھالک الا وجہہ وکل من علیہا فان۔ وانک
میت۔ وقولہ علیہ السلام یوم خم غدیر
انی ادعیٰ فاجیب وانی تارک فیکم وانی
رجل سیوشک ان ادعی فاجیب وایھا
الناس یوشک ان
اقبض سریعا
وما شابہ
ذٰلک

اور منجملہ ان امور کے امیر عمر کا خمیس کے دن مرض نبی صلعم کے بارہ میں یہ فتوٰی تھا کہ آنحضرت ص ہذیان کہہ رہے ہیں اور ان کو اختلاط عقل ہوگیا ہے۔ (یعنی آنحضرت ص کی شدت مرض وقرب وفات کا اس قدر قائل تھا) اور دوشنبہ کو جب رسول اللہ ص فوت ہوئے تو اُن کی موت سے انکار کردیا اور قول اللہ تعالےٰ کو یاد نہ رکھا کہ حضرت محمد (صلعم) ویسے رسول ہیں جیسے آپ سے پہلے گذرے ہیں اور ہر شئے بجز ذات خدائے عزوجل کے فانی ہے اور جو اس زمین پر ہے وہ فانی ہے۔ اور بتحقیق تو اے نبی ص فوت ہونیوالا ہے۔ اور نبی ص کا خم غدیر کے دن فرمانا کہ میں بلایا جاؤنگا اور اس دعوت کو قبول کرونگا۔ پس تمہارے اندر نائب چھوڑ چلا ہوں سا اور میں آدمی ہوں قریب ہی مجھے بلایا جائیگا اور میں قبول کرونگا۔ اور اے لوگو! عنقریب اور جلد فوت ہو جانیوالا ہوں۔ اور مثل اسکے دیگر کلمات سے ارشاد فرمایا۔ (ان سب آیات اور فرمان نبی ص کو امیر عمر صاحب فراموش کر بیٹھے یا مصلحتاً ان کے برخلاف رائے ظاہر فرمائی)

ومن حذاقة الاطباء الماهرين انهم
قد يفتون بموت المرضیٰ قبل السابوع
فصاعدًا مع انه قد ثبت ان عمر علم
اجل النبی صلعم حین نزل۔ اذا جاء
نصر الله كما فی الترمذی ج۲ ص۱۶۲

لا یقال

ان كان الامر بالكتابة للوجوب فوجب علی
علیؑ والعباس ان يعطياه القرطاس غدا
اولعد غدٍ مع ان قوله صلعم هلموا كان
عاما للحاضرين من الصحابة واهلبيته
فيرد عليهما ما يرد علی عمر واتباعه

لانا نقول

ان منع عمر ولبعض الصحابة وتنازعهم ثابت
ولم يثبت وجود علی ولا عباس ولا احد
من اهلبيته حين سئل النبی صلعم القرطاس
كما قال القسطلانی وغيره وقد مر علی
ان الكتابة كانت كائنةً فی حق علیؑ وتعيين
خلافته كما علم غير مرة فان استقدم
علیؑ عليها لم يمكن ان يقبل من قال
يهجر بل اعترض عليه بالهذيان ولم
يفد الكتابة لعلیؑ بانكار من كانت
عليهم الحجة نعوذ بالله
من الطغيان و
العدوان و
لا عدوان
الا علی
الظالمين

اور اطباء حاذقین ماہرین بھی ہفتہ یا زیادہ ایام موت سے پہلے فتویٰ موت کا مریضوں کے لئے دیدیتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ امیر عمر صاحب کو نبیؐ کی موت کا بوقت نزول سورۃ اذا جاء نصر اللہ کے علم ہو جانا ثابت ہو۔ جیسا کہ ترمذی جلد ۲ ص۱۶۲ میں مروی ہے۔ (پس یہ انکار موت ان کی کسی مخفی غرض پر مبنی معلوم ہوتا ہے) اور یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ اگر امر کتابت وجوب کے لئے تھا تو جناب علیؑ و عباس پر واجب تھا کہ حضرت صلعم کے حضور میں اگرچہ دوسرے یا تیسرے دن ہو سکتا۔ قرطاس لادیتے۔ کیونکہ قول نبیؐ کا لے آؤ حاضرین کیلئے عام تھا۔ صحابہ تھے یا اہل بیت نبیؐ۔ پس جو اعتراض حضرت عمر یا اُس کے متبعین پر وارد ہوگا وہ حضرت علیؑ و عباس پر بھی وارد ہوگا۔

اسلئے کہ ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ امیر عمر اور دیگر صحابہ کا منع کرنا اور جھگڑا کرنا ثابت ہو چکا ہے۔ مگر حضرت علیؑ و عباس یا کسی کا اہل بیت نبیؐ سے بوقت سوال قرطاس کے اُس جگہ موجود ہونا ثابت نہیں ہوا۔ جیسا کہ قسطلانی وغیرہ نے کہا ہے۔ اور گذشتہ تقریر سے ثابت ہو کہ کتابت حضرت علیؑ کے حق میں اور آپ کی تعیین خلافت کیلئے تھی۔ چنانچہ چند مرتبہ معلوم ہو چکا ہے۔ پس اگر جناب علیؑ لکھوا بھی لیتے تو ممکن نہیں کہ ایسے اشخاص قبول کرتے جو حضرتؐ کے حق میں اختلاط عقل اور یاوہ گوئی کا الزام لگائے بیٹھے تھے۔ بلکہ ضرور وہ معترض ہو کر کہدیتے کہ اس کو ہم نہیں مانتے۔ کیونکہ نبیؐ کا عقل ٹھکانے نہیں تھا لہذا ایسی حالت کی تحریر قابل سماعت نہیں۔ اور یہ کتابت حضرت علیؑ کے لئے کوئی فائدہ نہ دیتی۔ کیونکہ جن پر وہ حجت ہوتی تھی وہ پہلے نبیؐ کو مخبوط الحواس کہہ رہے تھے (بہرحال غرض اتمام حجت تھی پس جیسے سند تحریر شدہ سے انکار کا وبال ہونا تھا وہی انکار سامان کتابت اور نسبت ہذیان بحق پیغمبر خدا دینے سے مانعین پر واقع ہو گیا اور پھر حضورؐ نے اہل بیت اور خصوصاً حضرت علیؑ کی نسبت وصیت فرما کر تقریری آخری اتمام حجت فرمادی) ہم نافرمانی اور حد سے تجاوز

[1] صحابہ حاضرین کے دو گروہ ہو گئے تھے۔ ایک مانعین کتابت اور دوسرے مطیعین فرمان نبویؐ۔ اس میں شک نہیں کہ امیر عمر پہلے بول اُٹھے تھے اور انہوں نے ہی رکاوٹ کتابت کی بنیاد رکھی لہذا وہ مانعین کے سرگروہ تھے جیسا کہ بخاری وغیرہ کی روایات سے ظاہر ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ جناب رسول پاکؐ کو ہذیان کی نسبت دینے والے مانعین کتابت ہی تھے۔ پس کبھی راوی نے اس مضمون کو ہجر سے اور کسی جگہ اَہجر سے اور کہیں قد غلبہ الوجع سے تعبیر کیا ہے۔ بہرحال یہ الفاظ مترادف ہیں اور پہلے ان کے بانی اور قائل

دوسرے امر کا جواب

ولا یقال قد روی المسلم عن عائشۃ انہ صلعم قال لی فی مرضہ ادعی لی ابا بکر اباک واخاک حتیٰ اکتب کتابًا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل انا ولی[1] ویابی اللہ والمؤمنون الا ابا بکر۔ کذا فی المشکوٰۃ باب مناقب ابی بکر جلد ۲ ص ۵۴۲ فہذا الحدیث یدل علی خلاف مازعمتہ الشیعۃ من تنصیص خلافۃ علیؑ وکتابتہ علیہ السلام فی حقہ۔

لانا نقول

ان ہذا الحدیث موضوع لوجوہٍ۔

منہا انہ ماروتہ غیر عائشۃ مع انہا کانت بنت ابی بکر وقد تقرر عندہم ان شہادۃ الابن والبنت لاتقبل للابوین کما رد ابوبکر شہادۃ الحسنین لفاطمۃ الزہراء مع ان ہذا الحدیث یعارضہ الاحادیث المتواترۃ والمشہورۃ من حدیث الثقلین ومافی معناہ۔

منہا انکار فاطمۃ وسعد بن عبادہ الی ان مات عن مبایعۃ ابی بکر وکانا من المؤمنین الکاملین۔

منہا انکار الانصار وبنی ہاشم وعلیؑ عن مبایعۃ ابی بکر ولو الی مدۃ

منہا

عدم استدلال ابی بکر بہذا الحدیث یوم السقیفۃ۔

منہا

اتفاق اہل الجماعۃ علی ان الخلافۃ اجماعی لانصی فان کان ہذا الحدیث صحیحًا عندہم

ولم یعقدوا لابی بکر الا بالاجماع

اور یہ نہ کہا جائے کہ مسلم نے بیوی عائشہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے میرے لئے فرمایا تو اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی کو بھی بلائے تاکہ میں سند لکھدوں۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کوئی خواہشمند خواہش کرے یا کوئی کہنے والا دعویٰ کرے کہ میں حقدار ہوں حالانکہ کوئی نہیں اللہ تعالےٰ اور مومنین سوائے ابی بکر کے دوسروں سے انکار کرتے ہیں۔ جیساکہ مشکوٰۃ باب مناقب ابی بکر جلد ۲ ص ۵۴۲ میں ہے۔ پس یہ حدیث زعم شیعہ کے خلاف پر دلالت کرتی ہے۔ جو وہ کہتے ہیں کہ خلافت حضرت علیؑ کے لئے منصوص تھی۔ اور نبیؐ انہی کے حق میں لکھنا چاہتے تھے۔

اسواسطے کہ ہم جواب دیتے ہیں۔ یہ حدیث بچند وجوہ موضوع ہے۔ منجملہ اون کے یہ کہ بغیر حضرت عائشہ کے اس حدیث کو کسی نے روایت نہیں کیا اور یہ ابی بکر صاحب کی بیٹی تھیں۔ اور اہل تسنن کے قانون مسلّم کل میں بیٹے یا بیٹی کی شہادت والدین کے حق میں مقبول نہیں ہوتی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر نے شہادت جناب حسنینؑ کو جو انہوں نے جناب زہراؑ کے لئے دی تھی۔ رد کردیا تھا۔ نیز احادیث متواترہ ومشہورہ اس حدیث کے مخالف ومعارض ہیں۔ جن کے مقابلہ میں یہ مرجوح ناقابل معارضہ وساقط عن الاحتجاج ہے جیسے حدیث ثقلین ودیگر احادیث نصوص خلافت حضرت علیؑ کی ہیں۔

اور منجملہ ان وجوہ کے جناب فاطمہ اور سعد بن عبادہ کا انکار بیعت ابی بکر اور حقیت خلافت اُس کی سے انکار کرنا ہے۔ حالانکہ ہردو مومنین کاملین سے تھے۔

اور منجملہ اُن کے انصار و بنی ہاشم بالخصوص حضرت علیؑ کا بیعت ابی بکر صاحب سے انکار کرنا ہے۔ اگرچہ کچھ عرصہ تک رہا۔

اور منجملہ اُن کے سقیفہ کے دن حضرت ابی بکر کا اس حدیث کے ساتھ استدلال نہ کرنا ہے۔

اور منجملہ اُن کے اہل جماعۃ کا اسپر اتفاق ہونا کہ خلافت اجماعی ہے نصی نہیں اگر حدیث صحیح ہوتی تو اسی سے حجت پکڑتے

[1] جلد دوم کتاب ہذا میں دربیان وضع احادیث بغرض خوشنودی سلاطین کے حاشیہ پر اس حدیث کا ذکر ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مترجم

بالعجب انهم زعموا فی مرض النبی
لانه کیف یوحی وهو فی حال یخاف ان یغمی
علیه فیهذو ویملی ما لا ینبغی و نزهوا شان
ابی بکر عن مثل هذا حیث اراد فی مرض
موته ان یستخلف عمر وهو مغمی علیه
بالیقین فاطاعوه فی ما اراد وکتبوا
فی حال اغمائه وما قالوه حسبنا
کتاب الله ولا نسبوه الی انه هجر او
یهذو ولم ینازعوا عنده کما روی
فی کنز العمال ج ۳ ص ۱۴۶ عن عثمان
بن عبید الله بن عبد الله بن عمر بن
الخطاب قال لما حضرت ابا بکر
الصدیق الوفاة دعا عثمان بن
عفان فاملی علیه عهده ثم اغمی
علی ابی بکر قبل ان یملی احدا فکتب
عثمان عمر ابن الخطاب فافاق ابو بکر
فقال لعثمان کتبت احدا فقال
ظننتك لما بك وخشیت الفرقة
فکتبت عمر ابن الخطاب فقال
یرحمك الله اما لو کتبت نفسك
لکنت لها اهلا۔ الحدیث۔ وکذا
فی روضة الاحباب ج ۲ ص ۴۳

اقول

یا حسرة علی الناس من قضیة القرطاس
وما ادراك ما هذا القرطاس هو الذی
افسد فیما بین الناس واوقعهم فی الالتباس
والقی فیهم الوسواس بحیث
لا یخلص منه العوام ولا الخواص
ولا یندفع هو حتی یلاقوا
رب الناس

بڑا تعجب ہے کہ اہل تسنن کو مرض نبی صلعم میں یہ زعم ہوا کہ وہ ایسے حال میں ہیں کہ ان پر غشی کا خوف ہے کس طرح وصیّت کر سکتے ہیں اور یہ خطرہ ظاہر کیا کہ شائد وہ ہذیان سے فرمارہے ہیں لہذا کوئی امر غیر مناسب نہ لکھوادیں۔ مگر حضرت ابی بکر کو ایسے فعل سے انہوں نے پاک سمجھا۔ جب اُسے اپنی بیماری میں ارادہ کیا کہ حضرت عمر کو خلیفہ بنائے حالانکہ اس وقت اُس پر یقیناً غشی طاری ہو رہی تھی۔ پس انہوں نے اُس کی خواہش پوری کرنے میں اُس کی فرمانبرداری کرلی۔ اور اُس کی عین بیہوشی کی حالت میں وصیت نامہ لکھا۔ اُس وقت نہ کسی نے حسبنا کتاب اللہ کہا اور نہ اُسکو ہذیان وغیرہ کی نسبت دیگئی اور نہ اُس کے پاس جھگڑا کیا گیا (جس طرح کہ حضور صلعم کی خدمت میں پیدا کیا گیا) چنانچہ کنز العمال جلد ۳ ص ۱۴۶ میں عثمان بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب سے مروی ہے۔ کہا جب ابوبکر صدیق کا وقت موت قریب آیا اُس نے حضرت عثمان بن عفان کو بلایا اور اپنا عہد نامہ لکھوایا (یعنی صرف سرنامہ لکھا) پھر ابی بکر صاحب پر قبل از تصریح اسم ولیعہد کے بیہوشی طاری ہوگئی اور امیر عثمان نے عمر بن خطاب کا نام خود بخود لکھ لیا (کذا فی التاریخ الکامل جلد ۲ ص ۱۶۳) جب ابوبکر صاحب ہوش میں آئے امیر عثمان سے پوچھا کسی کا نام لکھا ہے؟ اُسنے کہا مینے آپ کی حالت سمجھ لی تھی اور تفرقہ سے ڈر کر مینے عمر بن خطاب کا نام لکھدیا ہے۔ حضرت ابوبکر کہنے لگے اللہ تعالے تجھے رحمت کرے (تم نے بہت اچھا کیا ہے ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند (تم ایسے لائق ہو) اگر تو اپنے لئے لکھدیتا تو خود بھی اسکے لائق تھا۔ آخر حدیث تک۔ اور یہی طرح روضۃ الاحباب جلد ۲ ص ۴۳ میں ہے۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں لوگوں پر قضیہ قرطاس سے افسوس ہے تو کیا جانے قرطاس کیا تھا۔ یہ وہی ہے جس کے باعث لوگوں میں فساد پیدا ہوا اور اسی سے لوگ شک و شبہ میں پڑ گئے اور اسی اُن کے سینوں میں وسواس پیدا ہوا۔ اس طرح کہ عوام اور خواص اس سے خلاص نہ ہو سکے اور جب تک پروردگار کے پیش حاضر نہ ہوں

نعوذ برب الناس الہ الناس من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس ولم یدر ابن الخطاب حکمۃ الخطاب فما عجل بالجواب واکتفی بالکتاب بل جعل الکتاب جنۃ الجواب فو الذی نفسی بیدہ فقد اخطأ وما اصاب اولم یعلم ان العقل الاول والنور الاکمل لا ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔

ہم پروردگار عالم معبود کل کی پناہ مانگتے ہیں شر وسواس خناس سے جو جن اور آدمیوں سے لوگوں کے سینوں میں وسواس ڈالتا ہے۔ افسوس کہ ابن خطاب نے حکمت خطاب کو نہ سمجھا جلد تر کتاب محض پر اکتفا کر کے جواب مخالف دیدیا۔ بلکہ کتاب کو صرف جواب کی ڈھال بنالیا۔ مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری روح ہے ضرور اُسنے خطا کی ہے۔ صواب نہیں کیا۔ اور اُس نے یہ نہ سمجھا کہ عقل اوّل اور نور اکمل ہوا و حرص سے نہیں بولتا اور وہ بجز وحی کے جو اُس کی طرف ہو کچھ نہیں کہتا۔

ومنھا عدم استجابۃ[1] النبی م الواجب امتثالہ ولو فی الصلوٰۃ و فی عدم استجابتہ ایذاءہ وھو محرم ایذا۔ قال النووی فی شرح المسلم ج۲ صفحہ ۲۹ قال العلماء فی ھذا الحدیث (ای حدیث یریبنی ما رابھا ویوذینی ما اذاھا) .... تحریم ایذاء النبی م بکل حال وعلیٰ کل وجہ وان تولد ذلک الایذاء مما کان اصلہ مباحا۔ الخ۔

اور منجملہ اُن امور کے عدم قبول حکم نبی م کا ہے جس کی فرمانبرداری ہر حالت میں گو نماز وغیرہ میں ہو واجب ہے[1] اور عدم قبول سے نبی صلعم کو ایذا پہونچتی ہے۔ اور نبی م کو ایذا دینی ہمیشہ حرام ہے جیساکہ علامہ نووی شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹ میں لکھتا ہے کہ علماء نے کہا ہے۔ حدیث جناب زہرا کو جو چیز ایذا دے وہ مجھے ایذا دیتی ہے جو چیز اُنکو ناگوار ہو وہ مجھے ناگوار ہوتی ہے۔ پایا جاتا ہے کہ ایذا نبی صلعم کی ہر حالت میں حرام ہے۔ اور بہر وجہ ناجائز ہے۔ اگرچہ یہ ایذا ایسے سبب سے پیدا ہو کہ اصل میں وہ مباح ہو۔ الخ۔ (اس جگہ غضب جناب زہرا اور حدیث بخاری وغیرہ من اغضبھا اغضبنی وما اذاھا یریبنی وما اذاھا یوذینی کو ذہن میں لاکر شیخین کے حق میں مناسب فتوٰی دیں)

فی البخاری ج۴ ص۱۱۲ عن ابی سعید بن المعلیٰ قال کنت اصلی فی المسجد فدعانی رسول اللہ م فلم اجبہ فقلت یارسول اللہ م انی کنت اصلی فقال الم یقل اللہ استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم وفی الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج۲ ص۲۵۳ اخرج البخاری عن ابی سعید ان النبی صلعم دعاہ وھو یصلی

بخاری[2] جلد ۴ ص۱۱۲ مطبوعہ دہلی میں ابی سعید بن معلیٰ سے مروی ہے کہا میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے رسول اللہ م نے بلایا میںنے کوئی جواب نہ دیا۔ نماز کے بعد میںنے عرض کی یارسول اللہ م میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔ آپنے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا اور رسول جب تمہیں بلائے جواب با صواب دو (حکم کی تعمیل کرو) اور خصائص کبرے سیوطی جلد ۲ ص۲۵۳ میں ہے کہ بخاری ابی سعید سے روایت کرتا ہے۔ کہا وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اُسکو نبی صلعم نے بلایا

[1] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولیٰ ونصلہ جہنم وساءت مصیرا۔ سورۃ نساء رکوع ۱۳۔ یعنی جو حکم رسول صلعم کی اسکے بعد مخالفت کرے کہ ہدایت اُسکے لئے ظاہر ہو چکی ہو اور مومنین مطیعین کے برخلاف راہ اختیار کرے تو جس طرف اُس نے توجہ کی ہے ہم اسی طرف اُسکو چلا دیتے ہیں اور ہم اُسکو جہنم میں داخل کریں گے جو بُری جگہ ہے۔ ۱۲ مترجم۔ [2] بخاری باب فضل فاتحۃ الکتاب مطبوعہ کرزن پریس دہلی ص۴۹ میں

بہر حال نبی کو ایذا دینی حرام ہے

رسول خدا کو نماز کی حالت میں جواب دینا فرض ہے

تصلی ثم اتاہ فقال ما منعک ان تجیبنی
اذ دعوتک قال انی کنت اصلی فقال
الم یقل اللہ یا یھا الذین امنوا استجیبوا
للہ وللرسول اذا دعاکم الخ
وقد بوب السیوطی انہ یجب علیہ
اجابتہ اذا دعاہ ولا تبطل صلٰوتہ
وھکذا قال الشیخ الدھلوی
فی مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۱۶۵
وفی فتح البیان جلد ۴ ص ۱۹ قولہ
سبحانہ اذا دعاکم الی ما فیہ حیاتکم
من علوم الشریعۃ لان العلم حیاۃ
کما ان الجہل موت ثم قال وقد ثبت
فی البخاری۔ الخ
خرج عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلعم
علی ابی بن کعب وروی مثل حدیث
ابی سعید اخرجہ الترمذی و
حسنہ وصححہ ثم قال السید فیجب
علی کل مسلم اذا بلغہ قول اللہ و
قول رسولہ فی حکم من الاحکام الشرعیۃ
ان یبادر الی العمل بہ کائنا ما کان
ویدع ما خالفہ من الآراء واقوال
الرجال۔ انتہیٰ۔
ولا یخفی ان دعاء الرسول دعاء اللہ لانہ
تعالیٰ لا یدعوا الا بواسطۃ الرسول
فدعاءہ دعاءہ کما ان اطاعتہ
اطاعتہ وبیعتہ بیعتہ
فثبت ان انکارہ
انکارہ

جب نماز پڑھکر وہ آیا حضرت صلعم نے فرمایا تجھے کیا مانع تھا کہ میرے حکم کی تعمیل نہ کی جب میںنے تم کو بلایا اُسنے عرض کی میں نماز پڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ صلعم فرمانے لگے کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا۔ اے ایماندار و جب اللہ اور رسول تمہیں بلائیں اُن کا حکم مانو۔ الخ

آور سیوطی نے اپنی کتاب خصائص نبی صلعم میں اس کا ایک باب رکھا ہے جس میں اُس نے ثابت کیا ہے کہ جب رسول خدا بلائیں اُن کو جواب دینا اور مطابق حکم عمل کرنا بہر حال واجب ہے اور نماز بھی اُس سے فاسد نہیں ہوتی۔ اور اسی طرح شیخ دہلوی نے مدارج النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۶۵ میں لکھا ہے۔

آور تفسیر فتح البیان جلد ۴ صفحہ ۱۹ میں ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ اذا دعاکم یعنے جب تم کو نبی صلعم اُس چیز کی طرف بلائے جس میں تمہاری حقیقی زندگی ہے۔ یعنی علوم شریعت کی طرف کیونکہ علم اصل حیات ہے۔ جیسا کہ جہل موت ہے۔ پھر کہا اور بخاری میں ثابت ہو چکا ہے۔ الخ (وہی حدیث ابی سعید کی لکھی جو اوپر مذکور ہو چکی ہے)۔

آور ابی ہریرہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم ابی بن کعب کے پاس تشریف لائے۔ اور مثل حدیث ابی سعید کے (نماز میں بلانا حضرت صلعم کا) بیان کیا۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا اور حسن و صحیح کہا۔ (پھر سید صدیق نے فتح البیان میں لکھا) کہ ہر مسلم پر واجب ہے۔ جب اُسکو اللہ و رسولؐ کا قول احکام شرعیہ سے کسی حکم میں پہونچے تو خواہ کچھ کا کچھ ہی ہو جائے۔ ہر طرح اُسپر عمل کرنے کی سبقت کرے اور اس کے خلاف جملہ اقوال اور افکار جو دوسرے لوگوں سے صادر ہوئے ہوں چھوڑ دے۔ انتہیٰ۔

آور مخفی نہ رہے کہ دعوت رسول صلعم کی دعوت آلہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ بلا واسطہ رسول کے کسی حکم کی طرف نہیں بلاتا پس نبی صلعم کا بلانا اللہ تعالیٰ کا بلانا سمجھنا چاہیے جیسا کہ نبی صلعم کی اطاعت اور اُن کی بیعت عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بیعت ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تعمیل حکم نبی صلعم سے انکار حکم خدا کا

امیر عمر کا نماز میں لشکری کا حساب کرتے رہنا

(بقیہ حاشیہ ص۳۳۳) اور تیسیر الباری ترجمہ بخاری پارہ ۵ ص۳۸ میں ہے باب ما یفکر الرجل الشئی فی الصلوٰۃ وقال عمر لاجھز جیشی وانا فی الصلوٰۃ یعنے بخاری روایت کرتا ہے کہ امیر عمر نے کہا میں لشکر کی تیاری نماز میں کرتا رہتا ہوں۔ اس کے حاشیہ ۳ میں مترجم بخاری نے لکھا ہے کہ اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے موصول بیان کیا۔ پھر مترجم نے امیر عمر کی نسبت یہ عبارت لکھی ہے۔ وہ نماز میں بھی اسی فکر میں رہتے تھے۔ اور حاشیہ ۴ میں مولوی وحید الزمان مترجم مذکور اس طرح لکھتے ہیں۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر سے نکالا انہوں نے کہا میں بحرین کی آمدنی کا نماز میں حساب کر لیتا ہوں اور صالح بن احمد بن حنبل نے نکالا کہ حضرت عمر نے مغرب کی نماز پڑھی اس میں قرأت ہی نہیں کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے بیان کیا انہوں نے کہا مجھے ایک قافلہ کا خیال رہا جو میں نے مدینہ سے شام کو روانہ کیا تھا۔ پھر نماز دوبارہ پڑھی انتہے ۱۲ مترجم۔

شان مہاجرین وانصار کی تشریح

از مترجم

اگرچہ یہ مضمون احقر کی استطاعت علمی سے بالاتر ہے۔ مگر اشتیاق رہا ہے کہ اسکو سلک تحریر میں لایا جائے لہذا بوقت شروع طباعت کتاب ہذا کے جس قدر ہو سکا لکھدیا ہے۔ کیونکہ اس کتاب کا باوجود جامع مضامین ہونے کے اس سے خالی رہنا ایک معتد بہ کمی تھی جس کو حتی الوسع پورا کر دیا گیا ہے۔ ناظرین کو اگر کسی جگہ کوئی فروگذاشت معلوم ہو۔ تو اصلاح فرماویں اور خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کریں۔

آیات والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار۔ ورضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ واعد لھم جنات تجری من تحتھا الانھار۔ والذین امنوا وھاجروا۔ (الآیات) کے ذریعہ سے چونکہ علماء فرقہ سنیہ عوام مسلمانان کو مغالطہ میں لا کر اُن کے دلوں میں ایسے اصحاب کا اقتدار و اعتقاد فضائل پیدا کرتے ہیں۔ جو اگرچہ احکام رسول اللہ صلعم سے منحرف ہو گئے تھے۔ مگر بظاہر مسلمانوں کے لیڈر شمار کیئے جاتے رہے۔ لہذا ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ ان آیات کی حقیقت منکشف کر کے فریب آمیز تقاریر سنیوں کی قلعی کھول دیں۔

جاننا چاہیئے کہ قرآن کریم میں جا بجا ہر ایک عمل صالح کی ترغیب اور عمل بد سے ترہیب اور بمطابق اُس کے وعدہ یا وعید موجود ہے۔ کہیں بہشت کی تیاری کہیں رضوان الٰہی و مغفرت کی بشارت جملہ مومنین صالحین کے لئے وارد ہوئی ہے۔ اور اگر رحمت الٰہی شامل حال اور خاتمہ بالایمان والخیر ہو تو ضرور وعدہ الٰہی مستحقین کے لئے پورا ہو گا۔ مگر یہ کسی آیت سے معلوم نہیں ہوتا کہ فلاں کام ایک دفعہ کوئی کر لے تو پھر اس سے تکالیف شرعیہ سب ساقط ہو جاتی ہیں۔ اور بعد ازاں کسی فعل کے واسطے جو عمر بھر کرتا رہے اُس سے بازپرس نہ ہو گی۔ انبیاء وائمہ معصومین کے سوا صحابہ وعوام مومنین سے کوئی ایسا نہیں جس کو معصوم عن الخطاء قرار دیا جائے۔ لہذا یہ قول عقلاً ونقلاً باطل ہے کہ جو ایمان لایا یا نماز پڑھ لی یا حج ادا کیا یا جہاد فی سبیل اللہ کر لیا یا پیغمبرؐ کی خدمت میں کچھ عرصہ حاضر رہا یا ہجرت و نصرت کی تو وہ بلا حساب جنت میں چلا جائے گا اور اوس سے رضوان الٰہی و رحمت ایزدی اور بہشت کا میدان کسی طرح بھی منفصل و منفک نہیں ہو سکتا گو وہ زنا کرے یا شراب پیئے یا بندگان خدا پر ظلم کرے۔ یا کسی مومن کا ناحق خون بہائے یا اُس کا مال غصب کرے۔ یا کسی اور فرمان الٰہی اور حکم رسولی کی عمداً مخالفت کرے۔ یا رسول خدا صلعم یا آپ کی آل پاک کی

تحقیر وتوہین کرکے اُن کو غضب ناک کرے۔ اُس سے کوئی پرسش نہوگی۔ ایسے اعتقاد کے لئے کوئی آیت شہادت نہیں دیتی۔ اس میں بحث نہیں کہ صحابہ میں سے کوئی ان افعال ذمیمہ کا مرتکب ہوا یا نہ۔ اس کے واسطے اور مقامات میں بحث ہوچکی ہے۔ یہاں صرف ناظرین کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جاتی ہے کہ اگر بالفرض ایسے افعال قبیحہ اور معاصی کبیرہ کسی مومن مہاجر یا انصاری یا مجاہد فی سبیل اللہ صحابی یا مسلم کسی دوسرے سے سرزد ہوں تو کوئی عقلمند یا سدار شرع مبین یہ کہہ سکتا ہے کہ بے شک وہ قطعی بہشتی ہے اور افعال مذکورہ سب اُس کے لئے روا کردیئے گئے ہیں۔ اسپر غور کرنے کے لئے چند منٹ تک اپنی دماغ کو اُن احادیث موضوعہ موہومہ سے فارغ فرماد یجئے۔ جو برخلاف قرآن کریم اور بخلاف عقل سلیم وبرعکس اصول صراط مستقیم کے خوشامدی لوگوں نے مثل حدیث اعملوا ما شئتم اور حدیث عشرہ مبشرہ وغیرہ کے اختراع کررکھی ہیں۔ اور یہ انہوں نے اس غرض سے بنائی تھیں کہ ان کے بعد کی آنیوالی نسلوں کے لوگ ایک سخت لگام سے قابو کردیئے جائیں۔ اس طرح کہ بعض صحابہ کو قطعی بہشتی بناکر بستان جنت میں موہومی طور پر سیر کرتے ہوئے دکھاکر اپنے اکابر مشہورین کے افعال ذمیمہ پر ایک محیط حجاب ڈالدیں تاکہ جو کچھ اُن کی سوانحعمری سے ملے وہ اگرچہ کتنا ہی شان مومن کامل کے خلاف یا قطعی بہشتی اور محبوب خدا ورسول ہونے کے مضاد ہو۔ مگر اُس لگام کے دندانوں سے طالب حقیقت کو ایسی ضرب لگے کہ پھر پڑتال حال ان ائمہ مفروضین کی اسکو مجال نہ رہے۔ اور واقعی ایسی احادیث گھڑ لینے کی اُن کو ضرورت تھی کیونکہ جب ائمہ ہدیٰ معصومین منصوصین ہادیین مہدیین مبشرین بالجنۃ کے مقابلہ پر اُنہوں نے اپنے بناوٹی ائمہ کھڑے کئے تو اُن کے حق میں ایسے فضائل بنائے سنائے بغیر ایک گھنٹہ کے لئے بھی کون مسلمان کہلاتے ہوئے اُنکو خلق خدا کا پیشوا تصور کرنا تھا۔ پس اگر بانصاف متلاشی حق غور کرے تو بے شمار ادلہ قرآنیہ واحادیث نبویہ وبراہین عقلیہ اسکے لئے موجود ہیں۔ کہ مہاجرین وانصار وغیرہ صالحین بحالت اعمال صالحہ خدا کے محبوب اور مستحق جنت ہوتے ہیں۔ خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی ہونے کی منزلت پر پہونچتے ہیں۔ مگر بشرطیکہ انہی اعمال صالحہ پر استقامت واختتام ہو ورنہ بصورت نافرمانی وارتکاب سیئات کے فقد باؤا بغضب من اللہ کے مورد اور بجائے رحمت کے زیر غضب الٰہی آجاتے ہیں اور اس سے مستحق جہنم ہوسکتے ہیں۔ اسپر ایک موٹی مثال ابلیس کی کافی شاہد ہے کہ اگرچہ اُسنے مطابق رضائے الٰہی ہزارہا سال اس حدتک عبادت کی کہ ملائکہ کی قطار میں شمار ہونے لگا۔ اور بلاشک وہ بحالت عبادت واطاعت کے مستحق رحمت ایزدی اور رضوان خدائے عزوجل کے رہا۔ مگر بباعث عدم تعمیل ایک حکم کے مرجوم وملعون ابدی ہوگیا۔ اس امر کا ثبوت آیات سے پیش کیا جاتا ہے جن کا مفاد یہ ہے کہ صرف مومن ہونے کا دعوےٰ کردینا نجات اخرویہ کے لئے کافی نہیں بلکہ خلوص اور استقامت اور اعمال صالحہ سے مشروط ہے۔ شرائط موجود ہوں تو جزا مواعید جنت ورضوان الٰہی بھی ملیگی واذا فات الشرط فات المشروط۔ اگر شرط فوت ہوئی تو مشروط بھی فوت ہوجائیگا۔ بنابراس کے جتنے مواعید رحمت ورضوان وجنت کے قرآن میں مومنین کے لئے وارد ہیں وہ مخلصین کے لئے ہیں۔ جن کا ایمان اوّل سے آخر تک مشروط بہمہ شرائط کامل رہا ہو۔ ہجرت ونصرت کا ثمرہ بعد کمال ایمان کے مثل دیگر اعمال صالحہ کے مشروط بخاتمہ بالخیر ہے۔ جیساکہ حدیث بخاری ومسلم انما الاعمال بالخواتیم سے ظاہر ہے

ایمان اور اسلام کے مصداق اور ان کی شرائط کے لئے آیات ذیل ملاحظہ ہوں:-

(۱) قالت الاعراب اٰمنا قل لم تؤمنوا ولٰکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم + + انما المؤمنون الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصادقون (سورہ حجرات رکوع ۲)

(ترجمہ نذیر احمد) عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اے پیغمبر ان سے کہدے کہ تم ایمان نہیں لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے اور ایمان کا تو ہنوز تمہارے دلوں میں گذر تک بھی نہیں ہوا + + + بس سچے مسلمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر کسی طرح کا شک و شبہ نہیں کیا اور اللہ کے رستے میں اپنی جان و مال سے کوشش کی حقیقت میں یہی سچے مسلمان ہیں۔

تشریح

ثابت ہوا کہ صرف دعوائے ایمان کا کر دینا جزائے ایمان کے لئے کافی نہیں جب تک خلوص قلبی نہ ہو اور حقیقی مؤمنین وہ ہیں جو اللہ و رسول پر ایمان لا کر پھر کبھی شک نہ کریں اور اپنی جان و مال مجاہدہ فی سبیل اللہ میں خرچ کریں۔ (حضرت عمر کے شک حدیبیہ و اخبار یہود سے تو جو ایمان لائے مگر شک کیا یا جہاد فی سبیل اللہ میں غفلت کی وہ مؤمن صادق نہ ہوئے اور نہ ان مواعید کے مستحق جو مؤمنین کاملین کے لئے وارد ہوئے ہیں۔

تفسیر کبیر مطبوعہ مصر ج ۲ صفحہ ۶۲۸ میں ہے۔ فعلی ھذا الاسلام والایمان تارۃ یعتبران فی الظاھر وتارۃ فی الحقیقۃ۔ والمنافق حصل لہ الاسلام الظاھر ولم یحصل لہ الاسلام الباطن لان باطنہ غیر منقاد لدین اللہ فکان تقدیر الآیۃ لم تسلموا فی القلب والباطن ولٰکن قولوا اسلمنا فی الظاھر واللہ اعلم۔ یعنی اسلام اور ایمان دونوں کبھی ظاہر پر اطلاق کئے جاتے ہیں اور گاہے حقیقی ایمان و اسلام پر۔ اور منافق کو اسلام ظاہری تو حاصل ہوتا ہے مگر باطن اس کا چونکہ فرمانبردار دین خدا کا نہیں ہوتا لہذا باطنی اسلام سے وہ محروم ہوتا ہے تو معنے آیت کا یہ ہوا کہ تم لوگوں نے باطن میں خلوص قلبی سے اسلام کو قبول نہیں کیا۔ ولیکن یہ کہو کہ ہم ظاہری اسلام لائے ہیں واللہ اعلم۔ انتہے۔

اور تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری پارہ ۱۔ صفحہ ۱۷ مطبوعہ احمدی لاہور میں ہے (عبارت بخاری) باب اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقۃ وکان علی الاستسلام او الخوف من القتل لقولہ تعالیٰ۔ قالت الاعراب اٰمنا قل لم تؤمنوا ولٰکن قولوا اسلمنا فاذا کان علی الحقیقۃ فھو علیٰ قولہ جل ذکرہ ان الدین عند اللہ الاسلام (الآیۃ ملخص ترجمہ) باب اس کا جب اسلام حقیقی معنے پر مستعمل نہو بلکہ ظاہری تابعداری یا خوف قتل سے مطیع ہو جانے پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان قالت الاعراب۔ الخ میں اطلاق ہوا۔ اور جب حقیقی معنے پر اطلاق ہو تو اس طرح ہے جو فرمان الٰہی آیت ان الدین عند اللہ الاسلام میں ہے۔ یعنی خدا کے نزدیک دین حقیقی تابعداری و انقیاد و فرمانبرداری ہے۔ پھر بخاری نے سعد سے روایت کیا۔ ان رسول اللہ صلعم اعطیٰ رھطا وسعد جالس فترک رسول اللہ رجلا ھو اعجبھم الیّ فقلت یا رسول اللہ مالک عن فلان فواللہ انی لاراہ مومنا فقال او مسلما فسکت قلیلا ثم غلبنی ما اعلم منہ فعدت لمقالتی (الحدیث) یعنے رسول خدا صلعم نے بعض صحابہ کو کچھ عطا فرمایا اور سعد بھی حاضر تھا۔ کہتا ہے ایک شخص کو آنحضرت نے

سچے مسلمان وہ ہیں جو ایمان لا کر کبھی شک نہ کریں

چھوڑ دیا اور اوسے کچھ نہ دیا حالانکہ میرے نزدیک وہ بہت ہی اچھا آدمی تھا کہتا ہے میںنے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کی قسم میں تو اسکو ضرور مومن یقین کرتا ہوں آپنے ایسے کیوں نظر انداز فرمایا۔ آپ فرمانے لگے مومن یا مسلم پھر کچھ خاموشی کے بعد مجھے اپنے اعتقاد کے غلبہ نے جرأت دلائی جو اس کے اعمال سے مجھے اس کی بہتری معلوم تھی اور میںنے عرض کیا خدا کی قسم میں تو اسکو ضرور مومن سمجھتا ہوں۔ آپنے فرمایا۔ یا مسلم۔ اسی طرح تیسری دفعہ بھی میںنے عرض کی اور وہی جواب حضرت صلعم نے دیا۔ الخ۔ اسکے حاشیہ پر مترجم بخاری کہتے ہیں کیونکہ حدیث سے یہ نکلا کہ جس شخص کے دل کا حال یعنے اس کا مومن ہونا معلوم نہ ہو اسکو مسلمان کہہ سکتے ہیں تو اسلام کے ایک معنی وہ بھی ہوئے جو لغت میں ہیں یعنی ظاہری انقیاد اور تابعداری۔ انتہیٰ۔

اور حالات معاویہ میں ہم لکھ چکے ہیں وان طائفتان من المؤمنین کے نزول سے بھی ظاہر ہے کہ مومن کا لفظ کبھی ظاہری دعوٰے ایمان کے سبب سے منافقین پر بھی اطلاق ہوتا ہے اور اعمال وغیرہ قرائن سے مومن صادق کی شناخت کی جاتی ہے۔ اور ایمان قول و فعل دونوں سے ہوتا ہے لہذا اعمال سے شناخت ایمان حقیقی اور کمال ایمان کی شہادت ہوتی ہے۔

جیساکہ اخبار اہلحدیث امرتسر جلد ۲۲ نمبر ۱۸ ص ۷ بابت ۱۰ شعبان ۱۳۴۳ھ و ۶ مارچ ۱۹۲۵ء میں لکھا ہے بخاری کتاب الایمان کے شروع میں امام بخاری لکھتے ہیں۔ باب قول النبی صلعم بنی الاسلام علےٰ خمس وھو قول و فعل و یزید و ینقص یعنے حضرت صلعم نے فرمایا ایمان پانچ چیزوں پر مبنی ہے اور وہ ایمان قول اور فعل دونوں ہیں جو بڑھتا اور گھٹتا ہے۔ اسکے ذیل میں فتح الباری میں ہے فالسلف قالوا ھو اعتقاد بالقلب و نطق باللسان و عمل بالارکان۔ الخ یعنے متقدمین کا یہ مذہب کہ ایمان دل سے یقین رکھنا اور وہی زبان سے ظاہر کرنا اسی کے مطابق اعمال کا کرنا ہے (مجموعی صورت سے) پھر کہا قال البخاری لقیت اکثر من الف رجل من العلماء بالامصار فما رأیت احدا منھم یختلف فی ان الایمان قول و عمل و یزید و ینقص۔ امام بخاری کہتا ہے میںنے ہزار سے زیادہ علما مختلف شہروں سے ملاقات کی ہے ان میں سے کسی کو نہیں پایا جو اس مسئلہ میں اختلاف رکھتا ہو کہ ایمان قول اور عمل دونوں سے ہوتا ہے اور ایمان بڑھتا گھٹتا ہے۔ (فتح الباری مطبوعہ دہلی جزء اول ص ۲۶) اور مقدمہ فتح الباری مطبوعہ دہلی ص ۵۱۴ میں ہے محمد بن حاتم سے مروی ہے۔ کہا میںنے ایک ہزار اور اسّی (۱۰۸۰) نفوس سے احادیث کو نقل کیا ہے جو سب اصحاب حدیث تھے۔ کہا اور میںنے سوائے ان کے کسی سے حدیث کو نہیں لکھا جن کا مذہب یہی ہے کہ ایمان قول و عمل دونوں ہیں۔

اور عینی شرح بخاری جلد اول ص ۱۲ میں ہے ان الایمان اقرار باللسان و معرفۃ بالقلب وھو قول ابی حنیفۃ و بعض المتکلمین۔ یعنے ایمان دل سے معرفت اور اقرار زبان سے ہوتا ہے۔ یہ مذہب ابی حنیفہ اور بعض متکلمین کا ہے۔ (اس کے بعد اور مذہب لکھا) قالوا ان الایمان فعل القلب واللسان مع سائر الجوارح وھم اصحاب الحدیث و مالک والشافعی واحمد والاوزاعی ص ۱۲۱ یعنی اصحاب حدیث و مالک و شافعی و احمد و اوزاعی کا مذہب یہ ہے کہ ایمان دل اور زبان اور اعضا سب کا مجموعی کام ہے۔

اور شرح مسلم برحاشیہ ارشاد الساری مطبوعہ مصر جلد اص ۱۹۸ میں ہے کہ ابن بطال کہتا ہے ایمان

ف ایمان اور اسلام میں فرق

ف ایمان قول و عمل دونوں کے مجموعہ کا نام ہے جو بڑھتا اور گھٹتا ہے

قول بغیر عمل کہنا مرجئہ کا قول ہے۔ انتہیٰ۔

اور بیان ایمان حضرت عمرؓ میں ہمنے دو حدیثیں کنز العمال سے اسبارہ میں لکھی ہیں کہ ایمان اور عمل دونوں شریک بھائی ہیں۔ اور آیات قرآنیہ میں بھی سب جگہ والذین اٰمنوا کے ساتھ وعملوا الصالحات وارد ہے جس سے ثابت ہے کہ عمل جزو ایمان ہے اور بغیر اسکے ایمان ناقص ہے۔ جیساکہ آیت ۹ وغیرہ مندرجہ مضمون ہذا سے ظاہر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کبھی مومن و مسلم کا لفظ باعتبار ظاہری دعوے کے اطلاق کیاجاتا ہے۔ اگرچہ جزو ایمان و اسلام کی اسپر سوائے دنیاوی برتاؤ مسلمانان کے کوئی مرتب نہیں ہوتی۔ چنانچہ آیت ۱ اسکی مؤید ہے

(۲) کما اخرجك ربك من بیتك بالحق وان فریقا من المؤمنین لکارھون۔ الآیہ۔ سورۃ انفال ع۱

(ترجمہ نذیر احمد) کہ تمہارے پروردگار نے لڑائی کے دو پہلوؤں میں سے صحیح پہلو اختیار کر کے تم کو گھر سے نکلنے پر آمادہ کیا اور مسلمانوں کا ایک گروہ تمہارے نکل کھڑے ہونے سے اسوقت بھی ناخوش تھا۔ یجادلونك فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون + کہ وہ لوگ حق بات کے ظاہر ہوئے پیچھے تمہارے ساتھ حق بات میں لگے جھگڑا کرنے اور مارے ڈر کے پیچھے ہٹنے گویا انکو زبردستی موت کی طرف دھکیلا جاتا ہے اور وہ موت کو آنکھوں دیکھ رہے ہیں۔ (سورہ و رکوع و ترجمہ مذکورہ بالا)

(۳) انما السبیل علی الذین یستاذنونك وھم اغنیاء رضوا بان یکونوا مع الخوالف وطبع اللہ علی قلوبھم فھم لا یعلمون۔ سورہ توبہ رکوع ۱۲

(ترجمہ نذیر احمد) الزام تو حقیقت میں انہی لوگوں پر ہے جو مالدار ہوتے سانتے تم سے پیچھے رہ جانے کی اجازت چاہتے ہیں ان کو عورتوں کے ساتھ جو عموماً پیچھے گھروں میں بیٹھی رہا کرتی ہیں پیچھے بیٹھ رہنا پسند ہوا اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو یہ لوگ جہاد کی مصلحتوں کو نہیں سمجھتے۔ مسلمانو جب تم جہاد سے لوٹ کر منافقوں کے پاس واپس آجاؤ گے تو لوگ تمہارے سامنے طرح طرح کے عذر پیش کرینگے۔ الخ

کہ مومنین کا لفظ گا ہے منافقین پر بھی اطلاق کیا گیا ہے مگر ایسے مومن پر ایمان یا جہاد کا ثمر مرتب ہونا وہم میں بھی نہیں آتا۔

آیت ۳ اس ثبوت میں لکھی جاتی ہے کہ ایسے لوگ جو بلا عذر شرعی کے جنگ پر جانے سے آنکھ چراتے اور حیلہ بناتے پیچھے رہ جانے کی کوشش کرتے تھے وہ منافقین ہی تھے نہ مؤمنین مخلصین، جو ہر وقت تابع حکم اور ہر امر رسول صلعم پر بلا تردد کمر بستہ تھے یہ آیت ۳ کو مختصر لکھکر کسی قدر ترجمہ بقیہ آیت کا بھی لکھا گیا ہے اس کا تتمہ شروع پارہ گیارہویں میں یہ ہے کہ تو اے پیغمبر ان سے کہدینا کہ باتیں نہ بناؤ ہم تمہارا اعتبار کرنے والے نہیں اللہ تمہارے سب حالات ہم کو بتا چکا ہے۔ الخ۔

اور صلح معاویہ کے بیان میں اسی کتاب کے اندر وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا کی تشریح ہیں بخاری کے حوالہ سے اسکے سبب نزول میں لکھا ہے کہ ظاہر دعوے ایمان پر بعض اوقات منافقین کو بھی خطاب میں شامل کیا گیا ہے۔ پس صرف مسلم یا مؤمن کے لفظ پر غرہ ہوکر مواعید مؤمنین مخلصین کو سب دعویدار ایمان والوں پر منطبق نہ کرنا چاہئے جبتک ان کے اعمال اور خاتمہ بالخیر سے اطمینان و امتحان نہ ہوجائے۔ یہی غلطی ہے جس سے ہجرت و بیعت رضوان وغیرہ اعمال سے عوام کو دہوکھا لگا ہے۔

[illegible]

اس آیت میں مومن کا لفظ [illegible]

عہ ایضاً ملاحظہ ہو آیت ۷ سورہ توبہ انما یستاذنك الذین لا یؤمنون باللہ والیوم الآخر وارتابت قلوبھم فھم فی ریبھم یترددون۔ اس میں حقیقی ایمان مراد ہے جو وہ نہیں رکھتے تھے ۱۲ مترجم

ایمان ظلم سے مُبرّا ہونا چاہیئے

(۴) الذین اٰمنوا و لم یلبسوا ایمانہم بظلم اولٰئک لہم الامن وہم مہتدون۔ سورہ انعام رکوع ۹ (ترجمہ نذیر احمد) جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں بے انصافی کی آمیزش نہیں کی یہی لوگ ہیں جو امن و اطمینان خاطر کے مستحق ہیں۔ اور یہی لوگ راہ راست پر بھی ہیں۔

آیت نمبر ۴ میں ایمان میں ظلم نہ ملانے کی شرط ہے اگرچہ ظلم کے معنے اس جگہ بعض مفسرین نے شرک کے لکھے ہیں، مگر آیت میں ظلم نکرہ غیر معین عام واقع ہوا ہے جو ہر قسم کے ظلم کو شامل ہے، پس ظلم عظیم اگرچہ شرک کو سمجھا جائے تو بھی مفاد عموم آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ظلم صغیر و عظیم سب سے پرہیز کرنے سے ایمان کامل ہوتا ہے۔ اور تب لعنۃ اللہ علی الظالمین" سے بچاؤ ہوسکتا ہے۔

مؤمن کو حبط اعمال سے ڈرنا چاہیئے اور ایسے افعال سے بری رہنا چاہیئے جن سے حبط اعمال ہو

(۵) یا ایہا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔ سورہ حجرات رکوع ۱ (ترجمہ نذیر احمد) مسلمانوں اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے اونچا نہ ہونے دو اور نہ اُن کے ساتھ بہت زور سے بات کرو جیسے تم ایک سے ایک آپس میں زور زور سے بولا کرتے ہو۔ کہیں ایسا ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب اکارت ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقوی لہم مغفرۃ واجر عظیم۔ جو لوگ رسول خدا صلعم کے روبرو اپنی آوازیں پست کر لیا کرتے ہیں یہی ہیں جن کے دلوں کو خدا نے پرہیزگاری کے لئے اچھی طرح جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے گناہوں کی معافی اور بڑا اجر ہے۔ (سورہ و رکوع و ترجمہ مذکورہ بالا)۔

(۶) وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ہباءً منثورا۔ (سورہ فرقان رکوع ۳) (ترجمہ نذیر احمد) اور دنیا میں جو یہ لوگ کوئی نیک عمل کر گئے ہیں۔ اب ہم اُن اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے اور اُن کو اس طرح رائگان کر دینگے جیسی بکھری ہوئی دہول (اڑ جاتی ہے)

(۷) قل ہل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل

سبحان اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ ان کی ذرا سی بے ادبی اور گستاخی و نافرمانی باعث وبال آخرت ہو جاتی ہے بلکہ سب اعمال صالحہ ہجرت ہو یا نصرت یا جہاد فی سبیل اللہ صرف اتنے معمولی امر سے کہ نبی ص کی آواز سے کوئی اپنی آواز کو بلند کر لے تو رائگان ہوا پر اڑ جاتے ہیں۔ اس عامل کو ان کا کوئی ثمرہ نہیں ملتا۔ نبی صلعم کی خدمت اقدس میں حاضری اور اداب مجلس کے امتحان میں کامیاب ہونا چند مخلصین کا کام ہے، نہ ہر بشر کا۔ حضرت ابی بکر صاحب و حضرت عمر صاحب جیسے حضرات باوجود مہاجر و بدری وغیرہ القاب سے ملقب ہونے کے بھی اس امتحان میں پاس نہ نکلے۔ اور اس سزا سے نہ بچ سکے جو آیت نمبر ۵ میں وارد ہے۔ چہ جائیکہ اس رفع صوت سے بڑھکر کوئی بڑی گستاخی یا نافرمانی آنحضرت کے حق میں کی جائے۔ اور حبط اعمال میں مطلق اعمال مراد ہیں، ہجرت و نصرت وغیرہ کے لئے کوئی حرف استثناء کا وارد نہیں سب دہول کی طرح اُڑائے جا سکتے ہیں جس کی تشریح آیت نمبر ۶ و ۷ میں موجود ہے۔ پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ مہاجر و انصاری و بدری وغیرہ صالحین کا اگر خاتمہ بالایمان ہو اور آخر تک اُن کو استقامت حاصل رہی ہو اور اُن سے کوئی ایسا عمل

سعیہم فی الحیوٰۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا (سورہ کہف رکوع ۱۲) (ترجمہ نذیر احمد)۔ اے پیغمبر کہدو کہ کہو تو ہم تمہیں وہ لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بڑے گھاٹے میں ہیں۔ ہاں تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیاوی زندگی کی کوشش سب گئی گذری ہوئی اور وہ اپنی غلط فہمی سے اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔

سرزد نہ ہوا ہو جس سے اُن کے اعمال حبط ہو گئے ہوں تب وہ اُن انعامات کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ جو خدا کی طرف سے مومنین، مہاجرین والانصار و مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے قرآن میں وارد ہیں۔

ایمان کو شرک خفی وجلی سے مُبرّا رکھنا چاہیئے

(۸) ومایومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون۔ افامنوا ان تاتیھم غاشیۃ من عذاب اللہ۔ الایۃ سورہ یوسف رکوع ۱۲ (ترجمہ نذیر احمد) اور اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ خدا کو مانتے ہیں (مومن کہلاتے ہیں) اور شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔ تو کیا اس سے مطمئن ہو گئے ہیں کہ ان پر عذاب خدا کی کوئی آفت آپڑے کہ سب پر چھا جائے۔ الخ

شرک کے اقسام سے بچنا بھی بہت مشکل ہے کوئی اس امتحان میں پاس ہوتا ہے ہر دعویدار ایمان کا کام نہیں دوسروں کا کیا ذکر ہے جب رسول خدا مخبر صادق کی شہادت ایک ایسے حضرت کی نسبت موجود ہے جو بعض مدعیان اسلام وایمان کے نزدیک سابق بالایمان والہجرت اور بعد نبی صلعم کے پیشوائے خلقت شمار کئے گئے ہیں یعنے حضرت ابوبکر جن کے حق میں نبی صلعم نے فرمایا شرک تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے بھی خفی چلتا ہے ہر چند ابی بکر صاحب انکار کرتے رہے کہ شرک تو وہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسا کوئی دوسرا مانا جائے مگر پھر بھی رسول خدا فرماتے رہے تیری ماں تجھے روئے ضرور تمہارے اندر شرک خفی موجود ہے۔

ایمان کے ساتھ استقامت شرط ہے

(۹) ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اولئک اصحاب الجنۃ خالدین فیھا جزاء بما کانوا یعملون (پارہ ۲۶۔ سورہ احقاف رکوع ۲) (ترجمہ نذیر احمد)۔ بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر (آخر تک اسی عقیدہ پر) جمے رہے تو (آخرت میں) نہ تو اُن پر (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر رہیں گے۔ یہی تو ہیں اہل جنت کہ اُس میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے (یہ) اُن کے عملوں کا بدلہ (ہے) جو دنیا میں کرتے رہے۔

آیت نمبر ۹ سے ثابت ہوتا ہے کہ جس نے توحید اور رسالت کو تسلیم کیا اور وہ آخر تک احکام خدا و رسول کی پابندی میں رہا اور کچھ تغیر و احداث دین میں نہ کیا ہو تو وہ بلا خوف و خطر داخل جنت ہوگا۔ اور جس نے بعد تسلیم توحید و رسالت کے بدعات پیدا کین اور دین میں احکام خدا و رسول کی مخالفت کر کے تغیر پیدا کیا وہ اس انعام کا مستحق نہیں۔ بلکہ حدیث متواتر یعنے حدیث حوض کی تحت میں آ کر سحقاً سحقاً کا مستحق ہوگا۔

ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی بھی ضرورت ہے

(۱۰) ان اللہ یدخل الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات جنات تجری من تحتہا الانہار۔ سورہ حج رکوع ۳ (ترجمہ نذیر احمد) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے ان کو اللہ بہشت کے ایسے باغوں میں لیجا داخل کریگا جنکے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہوں گی۔

(۱۱) والذین اجتنبوا الطاغوت ان یعبدوھا وانابوا الی اللہ لہم البشریٰ فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ سورہ زمر رکوع ۲ (ترجمہ نذیر احمد) اور جو لوگ بت پرستی سے بچتے رہے اور خدا کی طرف رجوع ہوئے ان کے لئے جنت کی خوشخبری ہے تو اے پیغمبر ہمارے ان بندوں کو خوشخبری سنادے جو ہمارے کلام کو کان لگاکر سنتے اور اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں۔ اولئک الذین ھداھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب۔ یہی تو وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے نیک ہدایت دی ہے اور یہی تو عقل سلیم بھی رکھتے ہیں۔

(۱۲) والذین اٰمنوا وعملوا الصالحات فی روضات الجنات لہم ما یشاءون عند ربہم ذٰلک ھو الفضل الکبیر۔ ذٰلک الذی یبشر اللہ عبادہ الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات۔ سورہ شوریٰ۔ رکوع ۳۔ (ترجمہ نذیر احمد) اور جو لوگ ایمان لائے اور ایمان کے علاوہ انہوں نے نیک عمل بھی کئے وہ باغہائے بہشت کے سبزہ زاروں میں ہونگے۔ جو کچھ ان کو درکار ہوگا ان کے پروردگار کے ہاں ان کے لئے موجود ہوگا۔ یہی تو خدا کا بڑا فضل ہے اور یہی تو وہ نعمت ہے جس کی خوشخبری خدا اپنے بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور ایمان کے علاوہ انہوں نے نیک عمل بھی کئے۔

(۱۳) ان المتقین فی جنٰت وعیون۔ سورہ والذاریات رکوع ۱ (ترجمہ نذیر احمد) بیشک پرہیزگار بہشت کے باغوں میں ہونگے۔

آیات مندرجہ کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں جو ہمارے مضمون کی تائید کرتی ہیں مگر بخوف طوالت انہی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

اعمال صالحہ کرنے سے یہ غرض نہیں کہ ایک ماہ یا ایک سال کرکے پھر خواہ اعمال سیئہ کرتا رہے تو وہ ان وعدوں کا مستحق ہے۔ مثلاً ایک دفعہ ہجرت کرکے یا ایک جنگ میں شامل ہوکر پھر ہمیشہ کے لئے فارغ ہوجائے یا رسول اللہ صلعم سے عدم فرار اور جہاد پر بیعت کرکے خدا و رسول کو راضی کرلے اور پھر فرار بھی کرتا رہے بے شک پرہیزگاروں اور صالحین کے لئے باغ بہشت تیار ہیں اور ہمیشہ اُن میں رہیں گے خدا ان سے خوش وہ خدا سے خوش۔ مگر اس شرط پر جو آخر آیت نمبر ۱۴ میں ہے کہ یہ مواعید اس کے لئے ہیں جو خدا سے ڈرتا ہے اور خدا کی کوئی نافرمانی اُس سے صادر نہو۔ یہ مقصود نہیں کہ ایک دفعہ خدا کو راضی کردیا بعد اس کے گو اُس کو ہمیشہ ناراض کرتا رہے مگر اس کی پرواہ نہو۔ اور نہ کسی آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک کام پر اگر خدا تعالےٰ راضی ہوجائے تو پھر انسان کتنا ہی نافرمان ہوجائے اور کتنی بداعمالی کرے خدا تعالیٰ اُسپر کبھی غیرت نہیں کرتا۔

اور آیات نمبر ۱۵ الغایت ۱۹ مثل آیت نمبر ۱۴ کے اسبات کی دلیل ہیں کہ مومنین متقین کے لئے فلاح و رضوان و مغفرت و اجر عظیم موعود ہے بشرطیکہ اُن کو اسی حالت پر ثبات رہے۔ تکالیف شرعیہ کا صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج وغیرہ عبادات کا وجوب اور عدم تعمیل پر عقاب اور منہیات کے فعل پر عذاب سب اسکے گواہ ہیں کہ ایمان میں اعمال صالحہ شرط ہیں اور مذکورہ بالا سب امور کے لئے آیات وارد ہیں۔

(۱۴) ان الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات اولئٰک ھم خیر البریہ جزاءھم عند ربھم جنات عدن تجری من تحتھا الانھار خلدین فیھا ابدا۔ سورہ لم یکن الذین۔ پ ۳۰ (ترجمہ نذیر احمد) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے یہی لوگ بہترین خلائق ہیں کہ ان کا بدلہ ان کے پروردگار کے ہاں رہنے کے باغ بہشت ہیں جن کے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہوں گی اور وہ ان میں سدا کو ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذٰلک لمن خشی ربہ۔ اللہ ان سے خوش اور یہ اس سے خوش۔ یہ اجر اسکے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے؛

(۱۵) لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ اولئٰک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ویدخلھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولئٰک حزب اللہ واولئٰک ھم المفلحون (سورہ مجادلہ رکوع آخر)

(۱۶) للذین اتقوا عند ربھم جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا وازواج مطھرۃ ورضوان من اللہ۔ (سورہ اٰل عمران رکوع ۲) پرہیزگاروں کے واسطے خدا کے پاس بہشت ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے اور ان کے لئے رضوان الٰہی اور ازواج مطہرہ ہیں؛

(۱۷) ان المسلمین والمسلمات (آخر تک) اعد لھم مغفرۃ واجرا عظیما (سورہ احزاب رکوع ۵) یعنے مسلمین ومسلمات وغیرہ صالحین کے لئے اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی معافی تیار کر رکھی ہے اور معافی کے علاوہ بڑے بڑے اجر ہیں؛

مومنین صالحین کیواسطے شرط عدم ارتداد وعدم حبط اعمال

(۱۸) ان الذین ارتدوا علٰی ادبارھم من بعد ما تبین لھم الھدی الشیطٰن سول لھم واملی لھم ذٰلک بانھم قالوا للذین کرھوا ما نزل اللہ سنطیعکم فی بعض الامر واللہ یعلم اسرارھم فکیف اذا توفتھم الملائکۃ یضربون وجوھھم وادبارھم ذٰلک بانھم اتبعوا ما اسخط اللہ وکرھوا رضوانہ فاحبط اعمالھم (سورہ محمد رکوع ۳) (ترجمہ نذیر احمد) بے شک جن لوگوں کو دین کا سیدھا رستہ صاف معلوم ہوا اور پھر بھی وہ اپنے اُلٹے پاؤں پھر گئے شیطان نے ان کو بُتّے دیئے اور ان کی آرزوں کی رسیاں دراز کر دی ہیں اور یہ ان لوگوں کا پھر بیٹھنا اس سبب سے ہے کہ جو لوگ قرآن کو جو خدا نے اُتارا ہے ناپسند کرتے ہیں (مثلاً یہود) یہ منافق ان سے کہا کرتے ہیں کہ بعض باتوں میں ہم تمہاری ہی صلاح پر چلینگے اور اللہ ان کی سرگوشیوں کو خوب جانتا ہے پھر اسوقت ان کی کیسی گت بنے گی جب فرشتے ان کی روحیں قبض کرتے اور ان کے موہنوں پر اور ان کے چوتڑوں پر مارتے جاتے ہوں گے۔ اور ان کی یہ نوبت اس لئے ہو گی کہ جو چیز خدا کو بُری لگتی ہے یہ اُسی کے رستے پر چلے اور اس کی خوشی نہ چاہی تو خدا نے بھی ان کے عمل ملیامیٹ کر دیئے ؎ (حضرت عمر کی درخواست یہود کے مسائل ملا کر مسلمان رہنے کی ایمان امیر عمر میں لکھی گئی ہے ۲؎)

(۱۹) ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما۔ (سورہ احزاب رکوع ۶) یعنے جو اطاعت اللہ ورسول کی کرتا ہے اسنے بڑی کامیابی حاصل کی؛

۲؎ اور جب نبی ؐ کے پاس اسکو بیان کرنے میں دریغ نہیں تھا تو یہود کے پاس بلا شک یہ کہا ہو گا لہذا اس آیت کی تحت میں

آیات جن سے مخالفین استدلال کرتے ہیں

(٢٠) والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنات تجری تحتها الانهار خالدین فیها ابدا ذلک الفوز العظیم۔ (سورۂ توبہ رکوع ١٣)

(ترجمہ نذیر احمد) اور مہاجرین و انصار میں سے جن لوگوں نے اسلام کے قبول کرنے میں سبقت کی اور سب سے پہلے ایمان لائے اور نیز وہ لوگ جو ان کے بعد خلوص دل سے داخل ایمان ہوئے خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش اور خدا نے ان کے لئے بہشت کے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہونگی اور یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

(٢١) الذین امنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبیل الله باموالهم وانفسهم اعظم درجة عند الله واولئک هم الفائزون۔ یبشرهم ربهم برحمة منه ورضوان وجنات لهم فیها نعیم مقیم خالدین فیها ابدا (سورہ توبہ رکوع ٣)

(ترجمہ نذیر احمد) جو لوگ ایمان لائے اور دین کے لئے انہوں نے ہجرت کی اور اپنے جان و مال سے اللہ کے رستے میں جہاد کئے یہ لوگ اللہ کے ہاں درجے میں کہیں بڑھ کر ہیں اور یہی ہیں جو منزل مقصود کو پہنچنے والے ہیں ان کا پروردگار ان کو اپنی مہربانی اور رضامندی اور ایسے باغوں میں رہنے کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کو دائمی آسائش ملے گی اور یہ لوگ ان باغوں میں سدا کو ابد الآباد ہمیشہ ہمیشہ رہینگے۔

(٢٢) والذین هاجروا فی سبیل الله ثم قتلوا او ماتوا لیرزقنهم الله رزقا حسنا وان الله لهو خیر الرازقین۔ لیدخلنهم مدخلا یرضونه (سورۂ حج رکوع ٨) (ترجمہ نذیر احمد) اور جن لوگوں نے خدا کی راہ میں وطن چھوڑے پھر شہید ہو گئے یا اپنی موت مر گئے

آب ان آیات کو لکھا جاتا ہے جن سے سنیوں کو دھوکا لگا ہے اور ان کے معانی غلط سنا کر عوام کو مغالطہ دیتے ہیں۔ اور ہم ان آیات کے مقابلہ میں عوام مؤمنین کے واسطے بشرطیکہ مخلصین صالحین سے ہوں وہی الفاظ پیش کر کے اس مغالطہ کو دور کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح کہ آیات مہاجرین و انصار یا بیعت رضوان میں جو وعدہ ہے وہ ان مؤمنین کے لئے ہے جو آخر وقت تک عہد پر قائم رہے اور خدا کے ناراض کرنے کی کوئی وجہ ان سے سرزد نہ ہوئی ہو ورنہ ان کے اعمال حبط کئے جاوینگے۔ کیونکہ انہوں نے بعد ہدایت یافتہ ہونے کے خدا کے رضوان کی کچھ پروا نہ کی اور ان اعمال کو بعد ایمان لانے کے اختیار کیا جن سے خدا کو ناراض کر دیا اسواسطے وہ آخرت کے عذاب میں گرفتار رہوں گے۔ یہود کے ساتھ اُنس رکھنے والے اور اعمال سیئہ سے خدا و رسول کو غضبناک کرنے والے حضرات کتاب ہذا میں درج ہیں۔

اور کمال ایمان کے لئے شرط محبت علیؑ کی اور بغض علیؑ کا علامت نفاق ہونا حدیث صحیح مسلم و ترمذی سے ظاہر ہے۔

آیت نمبر ٢٠ میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو وعدہ خوشنودی و تیاری بہشت اور کامیابی کا دیتا ہے جو سب سے پہلے ایمان لائے یا جو پھر ان کے پیچھے خلوص دل سے مومنین ہوئے مگر بعض آیات بعض کی مفسر ہوتی ہیں دوسری آیات کے مضامین کی مطابقت سے وہ شرائط بھی ملحوظ رکھنی ضروری ہیں جو مطلق ایمان لانے کے واسطے ملحوظ ہیں۔ کیونکہ جیسا اصل ایمان لانا ایک کار ثواب اور قابل مدح ہے اسی طرح اس سے بہت زیادہ قابل مدح ہے وہ جسنے ایمان میں سبقت کی مگر جو ان سے پیچھے ایمان لائے یا لائینگے تا قیامت

٢٣ ص ہو زیر آیہ اولئک هم المؤمنون حقا کا خطاب اور مغفرت و رزق کا وعدہ وارد ہوا ہے مگر امتحان جہاد کے بغیر یہ صورت نہیں ١٢ مترجم

مر گئے اللہ اُن کو آخرت میں ضرور عمدہ روزی دیگا اور کچھ شبہ نہیں کہ خدا ہی دوسرے روزی دینے والوں سے بہتر روزی دینے والا ہے وہ اُن کو ایسی جگہ بہشت میں لیجا داخل کریگا جس سے خوش ہوجائینگے۔

(۳۴۳) فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیئاتھم ولادخلنھم جنات تجری من تحتھا الانھار ثوابا من عند اللہ (سورہ آل عمران ع ۲۰)

(ترجمہ نذیر احمد) تو جن لوگوں نے ہمارے لئے اپنے دیس چھوڑے اور ہماری ہی وجہ سے اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے ہم اُن کی خطاؤں کو اُن کے نامہ اعمال میں سے ضرور محو کردینگے اور اُن کو ایسے باغوں میں لیجا داخل کرینگے جن کے نیچے نہریں پڑی بہ رہی ہوں گی۔ اللہ کے ہاں سے یہ اُن کے کئے کا بدلہ ہے۔

وہ بھی اسی شرط سے کہ خلوص و وفا میں سابقین کے ساتھ کافی موافقت رکھتے ہوں تو اُن کے لئے بھی جزا وہی ہے جو سابقین کے لئے ہے۔ جیسا کہ آیت مذکورہ کے الفاظ والذین اتبعوھم سے واضح ہے۔ مگر بصورت بے وفائی و نافرمانی کے پہلے ایمان لانیوالے یا پچھلے سب یکساں ہوجاتے ہیں۔ اس آیت میں جو وعدہ دیا گیا ہے وہ بصورت خاتمہ بالخیر کے حتماً پورا ہوگا۔ مگر اس طرح نہیں کہ پہلے دن ایمان لانے کے وقت یا ہجرت کرنے کے وقت سے ہی انہوں نے جنت میں قدم رکھ لیا تھا۔ کہ پھر کسی نافرمانی کے سبب سے باہر نہیں نکل سکتے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام جیسے پیغمبر بباعث ایک لغزش کے جو نسیاناً اُن سے واقع ہوئی۔ علیٰ اختلاف القولین بہشت سے باہر نکالے گئے دوسروں کی کیا طاقت ہے کہ نہ طاہر نہ معصوم بلکہ کچھ کام اچھے کئے اور پھر عمر بھر بہت کچھ خلاف مرضی خدا و رسول عمل کر کے رسول و آل رسول کو غضبناک کیا اور پھر بہشت کے وعدہ سے باوجود اُن کے استحقاق زائل ہوجانے کے جبراً بہشت میں بیٹھ جائیں اور باہر قدم نہ رکھیں۔

ظاہر ہے کہ مواعید معلق بعدم ارتداد و ثبوت استقامت و ایفاء عہد ہیں۔ جب یہ نہوں تو کس منہ سے وہ بہشت کی انتظار کر سکتے ہیں۔ اور انتظار کریں بھی تو حدیث حوض اُن کی امیدیں توڑ دے گی۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ جنہوں نے بعد وفات نبی صلعم کے بدعات نکالیں اور افعال باعث سخط و غضب خدا و رسول کرتے وہ ثواب موعود سے محروم رہجائیں گے۔ چنانچہ اُس حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ نبی ؐ ایسے لوگوں کو صحابہ میں تصور فرما کر بلائینگے اور وہ صحابہ بھی اپنے اسماء جتلائینگے لیکن حکم ہوگا کہ یا رسول اللہ انہوں نے اپنے اعمال آپکے بعد بدلا لئے تھے۔ لہذا یہ حوض کوثر وغیرہ موعودہ ثواب مومنین کے مستحق نہیں رہے۔ ان کو نکالدو اور دور کرو تو حضرت صلعم بھی فرمائیں گے سحقاً سحقاً لمن بدل بعدی او غیّر بعدی ان کو دفع کرو اور دور رکھو جنہوں نے میرے بعد عمل بدل دیا۔ اس حدیث میں کوئی استثناء مہاجرین یا بدریین یا انصارین کا نہیں ہے بلکہ بڑے لیڈر قوم حضرت ابی بکر صاحب کو تبصرہ بح نبی صلعم نے فرمادیا کہ ہم تیری نسبت کافی شہادت کمال ایمان و وفاداری کی نہیں دے سکتے۔ کیونکہ معلوم نہیں تم میرے بعد کیا کچھ کر گذرو گے۔ تفصیل اسکی کتاب ہذا کے بیان احداث صحابہ میں موجود ہے۔ وہاں مطالعہ کیجئے۔ یہ تو بعد وفات سرور کائنات ؐ کی نسبت ہے۔ اب ہم ایسی ضروری شرط پیش کرتے ہیں جو حیات آل فخر موجودات ؐ میں بھی بڑے حضرات سے پوری نہوئی

بلکہ اس میں فیل ہو گئے۔ اور اوپر ہم ثابت کر چکے ہیں کہ عمل جزوِ ایمان ہے۔ اور ایمان باعتبار تصدیق و اعمال کے کم و بیش ہوتا ہے۔ پس جب اعمال مطابق زبانی تصدیق کے نہوں تو بباعث نقدان اجزا کے وہ ایمان مفید نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ناقص ہوتا ہے۔ اور یہ مسلّم ہے کہ ہجرت و نصرت وغیرہ سب اعمال کا ثمرہ ایمان کامل پر مرتب ہوتا ہے۔ جب وہ کامل نہوا اس پر جزا کس طرح مرتب ہو سکتی ہے۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۲۴ جس میں عدم شک

(۲۴) انما المؤمنون الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصادقون (سورہ حجرات رکوع ۲) (ترجمہ نذیر احمد) بس (سچے) مسلمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر (کسی طرح کا شک (و شبہ) نہیں کیا۔ اور اللہ کے رستے میں جان و مال سے کوشش کی (حقیقت میں) یہی سچے (مسلمان) ہیں۔

خلیفہ ثالث کی نسبت چونکہ مہاجرین و انصار کے علاوہ ام المومنین حضرت عائشہ کا فتویٰ موجود ہے جو اُن کے بیان ایمان میں مذکور ہے لہذا اُن کی نسبت ہمیں اس جگہ کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں اسجگہ صرف شیخین کے حال کو ملحوظ رکھتے ہوئے التماس ہے کہ آیت نمبر ۸ و ۹ و ۲۴ کو بالخصوص اور دیگر آیات مندرجہ کو بالعموم مدنظر رکھکر متلاشیان حق اُن کے بیان ایمان اور شجاعت و علم مندرجہ کتاب ہذا کو مطالعہ کریں اور پھر مناسب فیصلہ دیں کہ ایمانی امتحان میں وہ کہاں تک کامیاب ہوئے۔ اور کیا وہ ثواب موعود مومنین مخلصین مہاجرین کے مستحق ہیں؟۔ آیات نمبر ۴ - ۵ - ۸ - ۹ وغیرہ کی شرائط ایمان کو حضرت خلیفہ اول سے موازنہ کرنا چاہیئے۔ اور اُن سب آیات کے علاوہ خلیفہ ثانی کے ایمان میں آیت نمبر ۲۴ کو بھی مدنظر رکھا جائے کیونکہ ان کا حدیبیہ میں شک فی النبوۃ اور نفاق میں حلفیہ بیان فوق رکھتا ہے۔ نیز ثانی صاحب کو ماجاء بہ النبی (قرآن) میں بھی شک تھا جو احادیث مشکوٰۃ و اظہار مودۃ توریت سے ظاہر اور مسائل یہود کے ملانے کی درخواست سے واضح ہے۔ پس بہر حال ایسے حضرات بوجہ عدم وجود شرائط کمال ایمان و اجزائے ایمان (اعمال صالحہ) کے مستحق ثواب ہجرت وغیرہ نہیں ہیں (نظر انصاف کی ضرورت ہے)؛

(۲۵) لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم و اثابھم فتحاً قریباً و مغانم کثیرۃ یاخذونھا۔ (سورہ فتح رکوع ۳) (ترجمہ نذیر احمد) اے پیغمبر جب مسلمان ایک (کیکر کے) درخت کے تلے تمہارے ہاتھ پر لڑنے مرنے کی بیعت کر رہے تھے خدا یہ حال دیکھکر ضرور ان مسلمانوں سے خوش ہوا اور اُسنے اُن کی دلی عقیدت کو جان لیا اور اُن کو اطمینان قلب عنایت کیا اور اُس کے بدلے میں اُن کو سردست خیبر کی فتح دی اور فتح کے علاوہ بہت سی غنیمتیں جنپر اون لوگوں نے قبضہ کیا۔

اب ہم آیات مستدلہ مخالفین پر غور کرنے کے لئے ناظرین کی توجہ منعطف کرتے ہیں۔ آیت نمبر ۲۰ میں سبقت سے مراد ایمان اور اسلام میں سبقت کرنا ہے۔ چنانچہ مشہور و معروف و مسلّم ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب سُنی سے لکھدیا گیا ہے۔ اور آیندہ چند تفاسیر سے بھی اسکا تائیدی ثبوت پیش کیا جائیگا اور ویسے موزون بھی یہی معنے ہے۔ کیونکہ لفظ سابقون مہاجرین و انصار دونوں کے لئے آیا ہے اور انصار پر یہ منطبق نہیں ہو تا کہ بعض سابق اور بعض لاحق ہوں کیونکہ نبی صلعم کو مدینہ طیبہ میں آتے ہی جنہوں نے جگہ اور مدد دی وہ انصار کہلائے اُن میں سابق لاحق کیسے متصور ہوں

وہ تو سب سابق ہی سابق ہیں۔ اور اگر سبقت فی الہجرت ہی مراد لیجائے تو بھی شرائط مذکورہ ملحوظ رکھنے سے ثواب مرتب ہوگا کیونکہ اس کا کوئی قائل نہیں کہ جو ایمان پہلے لائے یا ہجرت پہلے کرے وہ بغیر کسی دوسری دلیل کے معصوم ہو جاتا ہے اور اُس سے خطا ممکن نہیں اور جب خطا ممکن ہے تو اُس کا کبائر و صغائر یا ارتداد کا مرتکب ہونے نہونے کی بہرحال پڑتال ضروری ہے۔ اس کے بغیر اقوال موضوعہ سے کسی کے حق میں قطعی بہشتی کا فتوےٰ نہیں دیا جا سکتا۔ اگر ہجرت کے بعد کسی عمل صالح کرنے کی ضرورت نہوتی تو بعد ھاجروا کے جاھدوا فی سبیل اللہ یا قاتلوا و قُتلوا یا ثم جاھدوا و صبروا وغیرہ کی ضرورت نہ تھی۔

اور والذین اتبعوھم میں تاقیامت سب شامل ہیں اور سب اسی وعدہ کے مستحق ہیں جو اس آیت میں مذکور ہے پس وعدہ مندرجہ آیت کسی کے واسطے مخصوص نہ رہا بلکہ جو مومن صادق سابق یا لاحق ہو سب کیلئے حکم یکساں ہے۔ البتہ ترغیبی طور پر مہاجرین و انصار سے اُن بعض کو جو سابق بالایمان تھے اول نمبر میں رکھا گیا۔ اور جو اُن کے پیچھے ایمان لا کر تابعدار کامل ہوتے رہے یا ہوتے رہیں گے۔ ان سب کے لئے جزا ایک ہی فرمائی کوئی مسلمان یہ اعتقاد نہیں رکھ سکتا کہ زمانہ اول کے بعد آجتک کے لوگوں سے جو مومن صالح۔ تابعدار شریعت نبویہ ہوا ہو اُسکے واسطے خدا کی رضامندی نہیں ہوگی۔ یا اُسکے لئے بہشت تیار نہیں یا بہشت میں داخل ہو کر اُسکو خلود فی الجنت حاصل نہوگا۔ اور اگر سب کچھ ہو تو پھر اُس کو کامیابی عظیم نہ کہا جائیگا۔ حاشا و کلا۔ بلکہ یہی کامیابی ہے اور ضرور ہوگی۔ دیکھو آیت نمبر ۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۹۔

اور ملاحظہ ہو تفسیر در منثور جلد ۳ صفحہ ۲۶

واخرج البزار و ابو یعلےٰ والمرھبی فی فضل العلم والحاکم و صححہ عن عمر بن الخطاب قال کنت جالساً مع النبی ص فقال انبئونی بافضل اھل الایمان ایماناً قالوا یا رسول اللہ الملائکۃ قال اقوام فی اصلاب الرجال یأتون من بعدی یؤمنون بی ولم یرونی ویصدقونی ولم یرونی یجدون الورق المعلق فیعملون بما فیہ فھؤلاء افضل اھل الایمان واخرج مثلہ البیہقی فی الدلائل والاصبھانی فی الترغیب والطبرانی وابن ابی شیبۃ وابن عساکر واحمد والدارمی والبغدادی فی تاریخہ وابن حبان باسانید ھم۔

(ترجمہ) محدثین نمبر ا لغائت ۱۳ اتبصریح تصحیح حضرت عمر بن خطاب سے روایت کرتے ہیں کہا میں نبی ص کی خدمت میں بیٹھا تھا حضور صلعم نے فرمایا مجھے خبر دو کہ اہل ایمان میں سے کون افضل ہیں؟ صحابہ نے عرض کی فرشتے افضل ہیں۔ آپنے فرمایا (نہیں) بلکہ وہ لوگ افضل ہیں جو ابھی باپ دادوں کی پشتوں میں ہیں میرے بعد پیدا ہوں گے اور بغیر میرے دیکھے میرے ساتھ ایمان لائیں گے اور بے دیکھے میری تصدیق کرینگے۔ میرے احکام اُن کو اُڑتے ہوئے کاغذ میں ملیں گے اور جو کچھ لکھا اُن کو ملیگا اُسپر عمل کریں گے۔ پس اہل ایمان میں سے یہ افضل ہوں گے۔

آخر زمانہ کے مؤمنین اہل ایمان سے افضل بعض امور میں

اور نیز اس مضمون کی تائید میں مزید اطمینان کے لئے دیکھو کتاب ہذا بحث حدیث خیر القرون قرنی اُس کے دیکھنے سے انشاء اللہ کافی تسلی ہو جائے گی۔

اور مہاجرین و انصار کے لئے جو مواعید آیت نمبر ۲۰ میں وارد ہیں اُن کے سوا مطلق مومنین صحابہ وغیرہ کے لئے بھی وہی وارد ہو چکے ہیں لہذا مہاجرین و انصار کے لئے کوئی خصوصیت باقی نہیں رہتی۔ مثلاً دیکھو

(۲۶) لکن الرسول والذین اٰمنوا معہ جاھدوا باموالھم وانفسھم واُولٰئک لھم الخیرات واُولٰئک ھم المفلحون اعد اللہ لھم جنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ذٰلک الفوز العظیم۔ (سورہ توبہ رکوع ۱۱) (ترجمہ نذیر احمد) لیکن رسول اور جو اُنکے ساتھ اللہ پر ایمان لائے ان سب نے اپنی جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد کئے یہی لوگ ہیں جن کے لئے دنیا اور آخرت کی سب خوبیاں ہیں اور آخر کار یہی فلاح پانیوالے ہیں۔ ان کے لئے اللہ نے بہشت کے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہوں گی اور یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

آیات نمبر ۱ لغائت ۱۷ و ۱۹ و ۲۶۔ مگر آیات ثم ولیتم مدبرین اور من یولھم یومئذٍ دبرہ اور ومن نکث بھی ملحوظ رہیں۔ اور عام مؤمنین کے لئے آیات مندرجہ سابقہ کے علاوہ قرآن میں بے شمار آیات موجود ہیں۔ پس جو جزا عام مومنین کے لئے بھی ہے وہ اہل تسنن اپنے بزرگوں پر مخصوص کرکے کس طرح چسپاں کر سکتے ہیں۔ البتہ خاتمہ بالخیر اور خلوص وغیرہ شرائط کا موجود ہونا ہر حال میں ضروری ہے۔ مہاجرین و انصار ہوں یا دیگر صحابہ یا عام مومنین۔

ثبوت مدعا از احادیث رسولؐ

(خلوص نیت کی شرط)

(۱) عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہؐ انما الاعمال بالنیات وانما لامرئٍ مانوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او امرءۃ یتزوجھا فھجرتہ الیٰ ما ھاجر الیہ (مشکوٰۃ حدیث اول بروایت بخاری ومسلم)۔

(خاتمہ بالخیر کی شرط)

(۲) وعن سھل بن سعد قال قال رسول اللہؐ ان العبد لیعمل عمل اھل النار وانہ من اھل الجنۃ ویعمل عمل اھل الجنۃ وانہ من اھل النار وانما الاعمال بالخواتیم (مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر فصل اول بروایت بخاری ومسلم)۔

ترجمہ

(۱) امیر عمر سے مروی ہے۔ کہا رسول اللہؐ نے فرمایا بس اعمال کی مدار نیتوں پر ہے جو کچھ آدمی کی نیت ہوتی ہے اسی کا ثمرہ اسکو ملتا ہے تو جس کی ہجرت اللہ و رسولؐ کے لئے ہوئی ہو مقبول خدا اور رسول ہے اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کی غرض سے یا عورت سے شادی کرنے کی غرض سے ہوئی تو اس کی ہجرت کا ثمرہ وہی چیز ملے گی جو اس کی نیت میں ہے۔

(۲) سہل بن سعد کہتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بتحقیق آدمی دوزخیوں کے عمل کرتا رہتا ہے اور آخر جنت میں چلا جاتا ہے اور کبھی بہشتیوں کے عمل کرتا رہتا ہے آخر دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ بس اعمال کی مدار خاتمہ پر ہے؛

اس سے پہلے ایک حدیث مشکوٰۃ میں ہے کہ آدمی کو عمل کرتے کرتے بہشت سے ایک ذراع (ہاتھ) کا فاصلہ رہجاتا ہے مگر آخر داخل جہنم ہو جاتا ہے۔ اور کبھی دوزخ کے قریب ایک ذراع کے فاصلہ پر رہجاتا ہے اور آخر داخل جنت ہو جاتا ہے۔

حضرت علی ؑ سے بغض نفاق کی علامت ہے

(۳) قال علی والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ انہ لعھد النبی الامی صلعم الیّ ان لا یحبنی الا مؤمن ولا یبغضنی الا منافق رواہ مسلم (مشکوٰۃ باب مناقب علی)۔

(۴) واخرج الترمذی عن ابی سعید الخدریؓ قال کنا نعرف المنافقین ببغضھم علیاً (صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص۷۳)۔

(ترجمہ) (۳) حضرت علی ؑ فرماتے ہیں مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس نے دانہ کو اُگایا اور روح کو پیدا کیا کہ تحقیق جناب نبی امّی ؐ نے میرے ساتھ عہد فرمایا تھا کہ مجھے مومن کے سوا کوئی دوست نہیں رکھتا اور منافق کے بغیر کوئی مجھ سے بغض نہیں رکھتا۔

(۴) حضرت ابی سعید خدری کہتے ہیں ہم صحابہ منافقوں کی شناخت محض بغض علی ؑ سے کر لیتے تھے۔

اسلام میں ایذا مسلمین سے اور ہجرت میں منہیات سے بچنے کی شرط

(۵) عن عبد اللہ ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ والمھاجر من ھاجر ما نھی اللہ عنہ رواہ البخاری (مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل اول ص۱۲ وبخاری باب الانتھاء عن المعاصی) ایضاً فیہ ص۲۲ قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والمھاجر من ھاجر الخطایا والذنوب (مشکوٰۃ بروایت بیہقی)

و فی کنز العمال جلد ۱ ص۲۷ قال وما الھجرۃ قال صلعم ان تھجر السوء (بیہقی)

(ترجمہ) (۵) عبد اللہ بن عمر کہتا ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا مسلم کامل وہ ہوتا ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچے رہیں (کسی کو ایذا نہ پہونچے) اور مہاجر وہ ہوتا ہے جو منہیات خدا سے بچتا رہے نیز فرمایا کہ مہاجر وہ ہے جو گناہوں سے بچے نیز فرمایا کہ ہجرت حقیقی وہ ہے کہ اے مہاجر تو برائیوں کو چھوڑ دے (ورنہ صرف وطن چھوڑنے سے کوئی فائدہ نہیں)۔

بد اعمالیوں سے بہشت میں ایک کا تیار شدہ گھر دوسرے کو مل جاتا ہے

(۶) اخرج سعید بن منصور وابن ماجہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ والبیہقی فی البعث عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ما منکم من احد الا ولہ منزلان منزل فی الجنۃ ومنزل فی النار فاذا مات ودخل النار ورث اھل الجنۃ منزلہ فذلک قولہ تعالیٰ اولئک ھم الوارثون (تفسیر در منثور جلد ۵ ص۵ تحت آیت الذین یرثون الفردوس و کتاب الدین الخالص للسبیل الصدیق بحوالہ ابن ماجہ وسعید بن منصور وابن جریر وابن المنذر و بیہقی وغیرھم)

(۷) اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ عن ابی ھریرۃ

(ترجمہ) (۶) ابی ہریرہ روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کوئی ایسا آدمی نہیں جس کے واسطے ایک گھر بہشت میں اور ایک گھر دوزخ میں تیار نہ ہو جب وہ مرکر بپاداش کردار خود داخل جہنم ہو جاتا ہے تو اُس کے بہشتی گھر کے وارث بہشتی لوگ ہو جاتے ہیں اور آیت اولئک ھم الوارثون کا یہی معنے ہے۔

(۷) ابو ہریرہ روایت کرتا ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہر آدمی کے واسطے ایک گھر بہشت میں اور ایک دوزخ میں تیار ہے پس کافر مومن کی جگہ دوزخ کا وارث ہو جاتا ہے اور مومن بہشتی جگہ کافر کا وارث ہو جاتا ہے۔ اور آیت وتلک الجنۃ التی الآیہ کا یہی معنے ہے

ان رسول اللہ صلعم قال ما من احد الا ولہ منزل فی الجنۃ ومنزل فی النار فالکافر یرث المؤمن منزلہ فی النار والمؤمن یرث الکافر منزلہ فی الجنۃ وذلک قولہ وتلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون۔ تفسیر در منثور ج ۱ ص ۲۳

یعنے بہشتیوں کو کہا جائیگا یہ وہ بہشت ہے جس کے تم بوجہ نیک اعمال کے وارث ہو گئے ہو۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہر بشر کے واسطے بہشت میں گھر تیار ہے مگر زیادہ تر تیاری کے واسطے اسکو جنایا جاتا ہے جو اس سے فائدہ اُٹھانے کے قابل ہو اور فائدہ اُٹھانے کی بذریعہ اعمال کے استعداد پیدا کرے مگر بصورت اس کے غیر مستحق ہو جانے اور بوجہ بداعمالی رفع ہو نے اس استعداد کے اس کا گھر تیار شدہ دوسرے کو ملجاتا ہے۔ لہذا اعد اللہ لھم جنات تجری کا وعدہ اسی کے لئے پورا ہوگا جو وقت وفات تک بوجہ نیک اعمال کے دخول جنت کی استعداد اور حصول ثواب کا استحقاق رکھتا ہو۔

اور لفظ رضی اللہ عنہم مندرجہ آیت نمبر ۲۵ سے شائد کسی کو یہ مغالطہ ہو کہ اس میں صیغہ ماضی کا وارد ہے اور اس سے خاص تعداد کے اصحاب مراد ہیں۔ جن سے خدا راضی ہو چکا اور پھر ممکن نہیں کہ ناراض ہو۔ تو اس کا ازالہ اس طرح کرنا چاہئے کہ گاہے جس امر کا وقوع یقینی ہو اگرچہ مشروط بشرائط ہو اس پر صیغہ ماضی مستعمل ہوتا ہے اور معنی مضارع کے مقصود ہوتے ہیں۔ چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا۔ اس میں رسول اللہ صلعم کی وہ کلام بیان ہوئی ہے جو قیامت میں ظہور پذیر ہوگی اور صیغہ ماضی کا مستعمل ہوا ہے۔ اور اس کے علاوہ صیغہ ماضی کا جمیع مومنین کے لئے جیسا کہ آیت نمبر ۲۵ میں ہے وارد ہوا ہے۔ پھر تو یا جملہ مومنین ایمان لانے کے دن سے ہی قطعی بہشتی ہو چکے ہیں خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی اور کوئی گناہ اُن کو ضرر نہیں دیتا اور یا سب کے لئے پڑتال خاتمہ کے اعمال کی لازمی ہے اور رضوان الٰہی نیک اعمالی تک رہتا ہے۔ اور بداعمالی پر مبدل بغضب ہو جاتا ہے۔ آیت نمبر ۱۴ و ۱۵ ملاحظہ ہو ہر دو جگہ صیغہ ماضی کا بعینہ مثل آیت نمبر ۲۵ کے وارد ہے۔ اور اس کے علاوہ سورہ مائدہ رکوع ۱۶ میں نیز وارد ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور آیت نمبر ۲۷ میں بہشت عام مومنین کے لئے تیار کر رکھا ہوا ملاحظہ ہو پس

(۲۶) ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم لھم جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذلک الفوز العظیم۔

(ترجمہ نذیر احمد) یہی (آ چکا) دن ہے کہ سچے بندوں کو اُن کا سچ کام آئیگا اُن کے لئے بہشت کے باغ ہونگے (تا کہ لکھا) اللہ اُن سے خوش اور وہ اللہ سے خوش یہ ہے بڑی کامیابی۔

آیت نمبر ۲۷ میں جملہ مومنین صادقین کے لئے بہشت کا وعدہ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور رضوان الٰہی کا اظہار صیغہ ماضی سے کیا گیا ہے اور مومنین کی رضا بھی صیغہ ماضی سے ہے۔ پس آیت نمبر ۲۵۔ اور آیت نمبر ۲۷ میں کوئی فرق نہیں ہے اور سچے مومنین کی شناخت آیت نمبر ۲۴ وغیرہ آیات مندرجہ سے کیجا سکتی ہے۔ اور آیت نمبر ۲۷ میں مہاجرین و انصار یا داخلین بیعت شجرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور بشارت تیاری جنت و دخول مع خلود ابدی جمیع مومنین کے لئے آیات نمبر ۱۸۔ ۲۷ میں ملاحظہ ہو۔ تو ثابت ہوا کہ اصل غرض یہ ہے کہ سب اعمال کی جڑ ایمان ہے جو مشروط بہ شرائط مندرجہ آیات نمبر ۴ و ۲۴ وغیرہ ہے۔ اور ایمان کامل کے ساتھ

"تیاری کی جاتی کسی کے لئے خصوصیت نہیں ہوتی۔"

قرآن کریم میں کسی جگہ اللہ تعالے نے کسی عمل کا ذکر فرما کر بہشت کا وعدہ دیا ہے۔ اور کسی جگہ کسی عمل کا ذکر فرما کر رحمت و جنت و رضوان کا وعدہ فرمایا۔ منجملہ اعمال حسنہ کے ہجرت و نصرت و نماز با خشوع وغیرہ کو بیان فرمایا مگر اس سے یہ کہیں نہیں ثابت ہوتا کہ اگر فلاں عمل ایک دفعہ کر لیا جائے تو اس کے بعد سب منہیات حلال ہو جاتے ہیں۔ اور قطعی بہشتی ہونے میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ بلکہ مرتے دم تک خلوص نیت اور ادائے فرائض اور بچاؤ منہیات کی ضرورت ہے۔ ورنہ وہ استحقاق انعامات کا جاتا رہتا ہے۔

اصحاب نبی کے ایمان کے امتحان اور ہجرت کی نیت کے آثار اور بیعت پر وفاداری کے اظہار اور جہاد فی سبیل اللہ میں ثبات قدم کے شعار کی ضرورت ہی چنانچہ آیات و احادیث مذکورہ بالا سے واضح ہے۔ اور جہاد اسی کا نام نہیں، کہ کوئی شخص مسلمین کے ساتھ چلا جائے وہ جنگ کریں اور یہ ہمراہی صرف غنیمت کی تقسیم کا شریک ہو جائے اور میدان جنگ کے آس پاس پھرتا رہے۔ ذرا کفار کی بھیڑ دیکھی تو راہ فرار اختیار کر گئے بلکہ قاتلوا و قتلوا جو آیت نمبر ۲۲/۲۸ میں موجود ہے ملحوظ ہونا چاہیئے۔ تب انسان مستحق جزا آیات نمبر ۲۰ لغایت ۲۳ کے بعد وجود شرائط دیگر ہو سکتا ہے۔ ورنہ بجائے ان مواعید کے آیت ذیل کے وعید میں آجاتا ہے۔

(۲۸) یا ایھا الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الادبار ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ وماوٰنہ جھنم وبئس المصیر۔ (سورہ انفال رکوع ۲)

(ترجمہ نذیر احمد) مسلمانو جب کافروں سے تمہارے لشکر کی مٹھ بھیڑ ہو جائے تو ان کو پیٹھ نہ دینا اور جو شخص ایسے موقع پر کافروں کو اپنی پیٹھ دے گا تو سمجھنا کہ وہ خدا کے غضب میں آگیا اور آخر کار اسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے، مگر ہاں لڑائی کے لئے کنی کاٹتا ہو یا اپنے لوگوں میں جا شامل ہونے کے لئے کافروں کے سامنے سے ٹل جائے تو مضائقہ نہیں۔

اب دیکھئے کہ بعض صحابہ کا فرار اس حد تک ہے، کہ رسول کے پاس علیؑ و عباس کے بغیر کوئی نہ رہا اور رسولؐ بلاتے رہے اور وعدہ بیعت شجرہ یاد دلاتے رہے مگر شہادت قرآنی کے مطابق ثم ولیتم مدبرین کے عملی پیرا ہوئے۔ معلوم نہیں کہ حضرات اہل تسنن ان حالات آیات مذکورہ کی تشریح کے بعد کس دلیل سے اکثر صحابہ کو قطعی بہشتی قرار دیتے ہوئے جو ان کے حالات کتب سنیوں سے پڑھکر سنائے اسپر کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں آیت نمبر ۲۵ کے متعلق یہ بھی عرض ہے کہ بغور اس کے ترجمہ پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ ابتدائی جنگ پیش آمدہ کے وقت خاص مصلحت تھی کہ صحابہ سے ایک خاص بیعت کے ذریعہ عہد لیا جائے کہ کبھی وہ جنگ سے فرار نہ کرینگے اور لڑتے لڑتے مرجائیں مگر پیچھے نہ ہٹیں گے تو جب لوگوں نے بیعت کی اس حالت پر اللہ تعالے مومنین سے راضی خوش ہوا کہ اچھا کام کیا ہے اور ان کے عوض ہیں جنگ کے لئے انہوں نے آمادگی ظاہر کی اور دلی توجہ سے بیعت کر لی تم فتح خیبر کی انعام میں دیدی اور باقی مغانم پر بھی قبضہ کرایا۔ اس آیت کے ترجمہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس بیعت کے بعد ابد الآباد تک خدائے عزوجل ان لوگوں سے راضی رہا اور رہیگا خواہ وہ اپنے اعمال کی صورت تبدیل کریں یا وہ اپنے اسی عہد بیعت پر بھی وفا نہ کریں تاہم راضی ہی راضی رہیگا۔ بلکہ اس حالت کو دیکھکر راضی ہوا اور ثمرہ و بدلہ اس کا عنقریب اسکے ہی دیدیا چنانکہ الفاظ و اثابھم فتحا قریبا سے

ہویدا ہے۔ اس کے بعد دیگر غنیمتوں کے ملنے اور کفار کی ایذاؤں سے بچانے سے بھی بدلہ پورا کرنے کو ظاہر فرمایا۔ اس میں آخرت کے واسطے کچھ نہیں فرمایا۔ نیز لفظ اذ یبایعونک بھی اسی کا مؤید ہے کہ اُن کے اُس حال پر اللہ تعالیٰ خوش ہوا جب کہ وہ بیعت کر رہے تھے اور اُس سے انکار نہیں کیا تھا۔

اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ آخرت کا ثواب اور رضوان الٰہی بھی موعود ہے تو پھر کل شرائط کمال ایمان وایفاء عہد و خاتمہ بالخیر کی بدستور ضرورت ہے۔ اور جب جنت متقین کے لئے تیار ہے۔ چنانچہ سورۃ آل عمران رکوع ۱۴ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور متقین وہ نہیں ہوتے جو ایک سال مثلاً پرہیزگاری کر کے پھر اعمال سیئہ کرتے رہیں تو پھر مخالفین کا استدلال غلط ہے۔ کیونکہ بعض صحابہ نے بعد رسول اللہ ص کے اپنے اعمال کو ضرور تبدیل کر لیا تھا اور بدعات پیدا کیں اور جناب علی ع و دیگر اہل بیت نبی ص سے عداوت و بغض کا اظہار کیا (جو علامت نفاق ہے) چنانچہ اسی کتاب کے مطالعہ سے ثابت ہو سکتا ہے۔ اور آیت نمبر ۲۵ کے ماقبل آیت سے ظاہر ہے کہ بیعت شجرہ کے متعلق ایفاء عہد و خاتمہ بالخیر کی شرط ضروری ہے۔ دیکھو آیت نمبر ۲۹۔

(۲۹) ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ ومن اوفیٰ بما عٰھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما۔ (سورہ فتح رکوع ۲) (ترجمہ نذیر احمد) اے پیغمبر جو لوگ حدیبیہ کے وقت تمہارے ہاتھ پر لڑنے مرنے کی بیعت کر رہے ہیں وہ تم سے نہیں بلکہ خدا ہی سے بیعت کر رہے ہیں کہ تمہارا نہیں بلکہ خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے تو جو ایسا پکا قول و قرار کئے پیچھے اُسکو توڑ دیگا تو توڑنے کا وبال خود اُسی پر پڑیگا اور جو اُس عہد کو پورا کرا تاریگا جو اُس نے خدا کے ساتھ کر لیا ہے تو عنقریب خدا اُسکو بڑا اجر دیگا۔

پس اب غور کا مقام ہے کہ جو لوگ باوجود اس قدر پختہ عہد کے اس بیعت کے بعد راہ فرار اختیار کرتے رہے جیسا کہ بیان غزوات کتاب ہذا میں مذکور ہے ان کو اجر عظیم کب مل سکتا ہے۔ بلکہ آیت نمبر ۲۵ کے بدلے آیت نمبر ۲۸ (ومن یولھم یومئذ دبرہ) کی تحت میں اُن کا آجانا متیقن ہے اور اگر ایک جنگ میں مغفرت جرم کا کوئی لفظ وارد ہوا ہے تو اُس کو ہمیشہ کے لئے کل جنگوں میں چسپاں نہیں کیا جا سکتا۔

اور ایفاء عہد کی شرط جیسا کہ بیعت شجرہ میں ضروری قرار دیگئی ہے اسی طرح جملہ مومنین کے لئے جمیع ماجاء بہ النبی میں ضروری ہے۔ کہ بوقت ایمان آوری جب آدمی دل میں خدا اور رسول سے عہد کر لیتا ہے اور ظاہر بھی یہی کرتا ہے کہ جمیع احکام شریعت کی اطاعت کریگا۔ پھر اگر اس عہد کو توڑ دے اور نافرمانی کرے تو اُس ثواب کا مستحق نہ ہوگا جو مومنین کاملین کے لئے موعود ہے۔ بلکہ ایسے افعال بھی بعض اوقات کیے گذرتا ہے جن سے اعمال حبط کرا کر ہمیشہ کے لئے دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ مطلق ایفاء عہد کی شرط کے ثبوت میں دیکھو آیت نمبر ۳۰۔

(۳۰) والذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئک لھم اللعنۃ ولھم سوء الدار سورہ رعد رکوع ۳۔ (ترجمہ نذیر احمد) اور جو لوگ خدا کے ساتھ پکا قول و قرار کئے پیچھے عہد شکنی کرتے

تشریح

اس آیت کے ترجمہ کو لفظ بلفظ پڑھکر صحابہ رسول ص کے حالات سے موازنہ کریں کہ کون کون اُن میں سے عہد پر قائم رہے اور کس کس نے عہد شکنی کی۔ یعنی علاوہ دیگر امور کے اہل بیت نبوی خصوصاً حضرت علی ع کے لئے

اور جن باہمی تعلقات کے جوڑے رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے اوسکو توڑتے اور ملک میں فساد برپا کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے لئے پھٹکار ہے اور ان کے لئے پھٹکار کے علاوہ بُرا انجام بھی ہے۔

جناب رسول خدا ص سے جو عہد کیا تھا اور اصبحت مولای وموالی کل مومن ومؤمنۃ بھی کہا گیا۔ اُسکو کہاں تک پورا کیا۔ اور جو تعلقات محبت ومتابعت اہل بیت رسول اللہ صلعم سے رکھنے کا خدا اور رسول نے حکم دیا تھا اُن کو کہاں تک جوڑے رکھا اور کس کس نے بعد وفات رسول اللہ صلعم کے ایسی بنیاد رکھی جس سے ہمیشہ اہل بیت علیہم السلام کی تحقیر ہوتی رہی۔ بلکہ اس حد تک ملک میں فساد بپا ہوا کہ اہل بیت ع کے سرکردہ حضرات اور اُن کے محبین کو چن چن کر قتل کیا گیا۔

اب ہم آیت نمبر ۲۵ کے کلمہ علم ما فی قلوبھم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس سے یا تو مراد یہ ہے کہ جو کچھ اُن کے دل میں وفا یا عدم وفا کا خیال تھا سب اللہ کو معلوم ہے کیونکہ لفظ رضامندی ظاہر کرنیکا علم ما فی قلوبھم سے پہلے ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت کرنے پر خدا راضی ہوا اور اُس کے بعد فرمایا کہ اُن کے دل کا حال بھی خدا نے جو کچھ تھا سمجھ لیا پھر فرمایا کہ اُن کو اطمینان قلب کرا کر خیبر کی فتح کا انعام عطا فرمایا۔ چونکہ رضی اللہ کا کلمہ علم ما فی قلوبھم سے پہلے ہے اسلئے یہی معنے سوزون معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر یہ معنی مراد لیا جائے کہ اُس وقت کسی کے دل میں بے وفائی کا ارادہ نہ تھا اور اسی حالت پر خدا تعالیٰ راضی ہوا تو پھر جسنے بے وفائی کی اظہر من الشمس ہے کہ اسپر خدا تعالیٰ ناراض ہو گیا۔ اور یا یہ معنے ہے جو سب سے زیادہ موزون ہے۔ اور آیت نمبر ۲۹ سے بھی مطابقت رکھتا ہے۔ اس طرح کہ مراد المؤمنین وارد آیت نمبر ۲۵ سے مومنین مخصوصین معہودین ہیں جنہوں نے با اخلاص بیعت کی اور تادم حیات وفاداری سے منہ نہ موڑا اور ویسے علم ما فی قلوبھم کے مطابق عام مومنین کے لئے بھی اس قسم کا کلمہ وارد ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واللہ اعلم بایمانکم سورہ نساء پارہ ۵۔ رکوع ۱ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بوقت علم ایمان کے اللہ تعالیٰ مومنین پر راضی ہوتا ہے۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پھر نہ کوئی مرتد ہو سکتا ہے اور نہ کوئی ایسا فعل کر سکتا ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے۔

غرض یہ ہے کہ انسان کے مختلف حالات ہوتے ہیں۔ کسی وقت خلوص دل سے نیک عمل کرتا ہے اور اُس وقت بالضرور مطابق انی لا اضیع عمل عامل منکم (میں کسی کا کوئی عمل ضائع نہیں کرتا) کے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے مگر پھر کبھی کبیرے گناہ کر لیتا ہے بلکہ گاہے مرتد بھی ہو جاتا ہے تو ایسے وقت میں کسی وہم وقیاس میں نہیں آسکتا کہ پھر بھی خدا تعالیٰ اسی طرح راضی رہے گا۔ علیٰ ہذا القیاس بیعت شجرہ مندرجہ آیت نمبر ۲۵ کے بعد جن لوگوں نے اُس عہد کے خلاف عمل کیا اُس نے بیعت توڑ دی اور امتحان میں پاس نہ نکلا وہ تحت آیت فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ کے آجاتا ہے۔ اور بلا امتحان بہشت میں نہیں جا سکتا ملاحظہ ہو آیت نمبر ۳۱۔

(۳۱) ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین۔
(سورہ آل عمران۔ رکوع ۱۴۔ پارہ ۴) (ترجمہ نذیر احمد) کیا تم اس خیال میں ہو کہ جنت میں جا داخل ہو گے

تشریح۔ آیت نمبر ۳۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ صرف زبانی پلاؤ پکاتے ہیں اور بوقت ضرورت فرار اختیار کرتے ہیں چونکہ امتحان میں فیل ہیں لہذا ایسے لوگ بہشت میں داخل ہونے کے قابل نہیں۔ نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۴۔

حالانکہ ابھی تک اللہ نے نہ تو اُن لوگوں کو جانچا جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں۔ اور نہ اُن لوگوں کو جانچا جو (لڑائی میں) ثابت قدم رہتے ہیں۔

(نیز ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ۵۸ ۴ کتاب ہذا)

آیت نمبر ۲۰ کی مزید تشریح

اس آیت کی تفسیر میں چونکہ علماء اہل سُنن نے بہت کچھ اختلاف کیا ہے لہذا اُن کے نزدیک کسی کی فضیلت کے لئے باوجود اس قدر کثرت احتمالات کے نص نہیں ہوسکتی مگر اُن کے اختلافات کو ذکر کرتے ہوئے صحیح معنے سبقت فی الایمان کی تائید لکھی جاتی ہے۔ اہل سُنن کے مشہور ترجمہ مولوی نذیر احمد سے آیت کی ذیل میں پہلے لکھا جا چکا ہے۔ اب قرینہ قرآنیہ لکھا جاتا ہے کہ ماقبل آیت ۲۰ کے ہجرت کا کوئی ذکر نہیں بلکہ ایمان کا حال مذکور ہے جو اسپر دلالت کرتا ہے کہ پہلے ایمان اعراب کا ذکر کرکے ترغیبی طور پر اُن کے ایمان کا اللہ تعالیٰ ذکر فرماتا ہے۔ جو ایمان میں سب سے اول سبقت کرنے والے ہیں۔ ماقبل آیت نمبر ۲۰ کا یہ ہے۔

(۳۲)۔ ومن الاعراب من یؤمن باللہ و الیوم الاخر و یتخذ ماینفق قربات عند اللہ وصلوات الرسول الا انہا قربۃ لھم سیدخلھم اللہ فی رحمتہ ان اللہ غفور رحیم۔ والسابقون الاولون (الایہ) (ترجمہ نذیر احمد) اور دیہاتیوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کا اور روز حشر کا یقین رکھتے اور جو کچھ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اُس کو خدا کی جناب کے تقرب اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں سو سُن رکھو حقیقت میں وہ خرچ کرنا اُن کے لئے موجب قربت بھی ہے۔ کہ ضرور مرے پیچھے اللہ اُن کو اپنی رحمت میں لے لیگا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور مہاجرین والانصار میں سے جن لوگوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی الخ

آیت نمبر ۳۲ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مدح فرما رہا ہے جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کے راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اُن لوگوں کا ذکر فرماتا ہے جو ایمان لانے میں سب سے پہلے سبقت کیے ہوئے ہیں۔ اور دوسری آیت سورہ واقعہ کی اس کی اس طرح مفسر ہے کہ فرمایا والسابقون السابقون اولئک المقربون فی جنات النعیم۔ یعنی جو سابق سے سابق اور سابقین سے پہلے ہیں وہ مقرب ہیں اور بہشت میں ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ صفت حضرت امیر المومنین علی ع کے سوا کسی میں نہیں پائی گئی۔ باقی سابقین یا لاحقین بشرائط مندرجہ مضمون ہذا بھی شرائط موجود ہونے پر ثواب شامل ہوسکتے ہیں مگر جن حضرات کی نسبت بحث ہے اُن میں سے بعض کو خود اہل سُنن سابقین میں شمار نہیں کرتے اور جن بعض کو بعض کی نسبت سابق شمار کرتے ہیں اُن میں شرائط مندرجہ مضمون ہذا نہیں پائی گئیں۔ لہذا اُن کو اس آیت کی فضیلت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور جس قدر اختلاف احتمالات معنیٰ اس آیت میں ان کے علماء نے کیا ہے جس احتمال کو لیا جائیگا وہ مفید ظن ہوگا نہ مفید یقین وان الظن لا یغنی من الحق شیئًا ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۲۹۴ مطبوعہ مصر۔ اختلفوا فی السابقین الاولین من المہاجرین والانصار وذکروا وجوھًا الخ یعنی سابقین اولین جو بعض مہاجرین وانصار سے تھے ان کے مشخص کرنے میں علماء نے اختلاف کیا اور بہت وجوہ لکھی ہیں۔ اس کے بعد چند وجوہ کا ذکر کرکے لکھا۔ منجملہ اُن وجوہ کے ایک یہ ہے کہ سابقین اولین

سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہر دو قبلہ کی طرف نماز پڑھی یعنی بیت المقدس وخانہ کعبہ کی طرف۔ دوسرا قول یہ کہ جو جنگ بدر میں شامل تھے وہ مراد ہیں۔ تیسرا قول یہ کہ جو ہجرت میں پہلے نکلے وہ مراد ہیں۔ پھر سبقت الی الاسلام مراد لینا تسلیم کر کے فخر رازی جواب دیتا ہے کہ ہم کہتے ہیں پھر بھی ابی بکر صاحب کی فضیلت سے خالی نہیں۔ پھر رازی صاحب یوں رقمطراز ہیں کہ دوسری طرح علماء نے اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں اس آیت سے سب صحابہ کی مدح مطلوب ہے کیونکہ وہ سائر مسلمین سے سابقین اولین ہیں۔ کیونکہ دوسرے بعد میں داخل اسلام ہوئے یا ہونگے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے متقدمین صحابہ ہیں۔ تیسرا اختلاف اس میں نقل کیا کہ سابق بالاسلام کون ہے؟

اور تفسیر سراج المنیر ج ا ص۶۴۵ مؤلفہ محمد شربینی الخطیب مطبوعہ نول کشور منقول از مطبوعہ مصر میں اختلاف اقوال کا اس طرح نقل کیا ہے۔ بعض نے کہا وہ مراد ہیں جنہوں نے قبلتین کی طرف نماز پڑھی بعض اہل بدر کو کہتے ہیں بعض کہتے ہیں وہ مقصود ہیں جنہوں نے بیعت تحت الشجرہ کی تھی۔ بعض کہتے ہیں بلکہ اس آیت سے وہ مقصود ہیں جو قبل از ہجرت اسلام لائے۔ مگر اس میں پھر علماء نے اختلاف کیا ہے کہ اول اسلام کون لایا ہے اور کس نے اول سب سے نبی ص کے ساتھ نماز پڑھی فقال بعض العلماء اول من اسلم بعد خدیجۃ علی بن ابیطالب وھذا قول جابر۔ یعنی بعض کے نزدیک بعد خدیجہ کے سب سے اول علی ع نے اسلام کو ظاہر کیا۔ یہی قول جابر کا ہے۔ (چند اقوال نقل کر کے سب کے بعد کہا) وقیل المراد بالسابقین الاولین من سبق الی الھجرۃ والنصرۃ یعنے بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ مراد اس سے وہ ہیں جنہوں نے ہجرت ونصرت میں سبقت کی۔ اور انصار کے سابقین سے وہ مراد ہیں جنہوں نے لیلۃ العقبۃ الاولے میں بیعت کی اور وہ چھ نفر تھے؟

اور تفسیر بیضاوی مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ص۳۴۶ سورۃ براءۃ میں بعینہ مثل اقوال سراج المنیر کے مندرج ہیں صرف بعد نقل قول قبل از ہجرت اسلام لانے کے اتنا اوس نے زیادہ لکھا ہے کہ انصار سے وہ بھی سابقین ہیں جو عقبہ ثانیہ میں شامل تھے اور وہ ستر آدمی تھے۔ نیز وہ بھی سابقین سے ہیں جو بوقت آنے ابی زرارہ مصعب بن عمیر کے ایمان لائے تھے (پھر کہا) والذین اتبعوھم سے وہ مراد ہیں جو سابقین بالفعلیتہ کے بعد ان کے لاحقین ہیں یا من اتبعوا ھم بالایمان والطاعۃ الی یوم القیامۃ یعنی اتبعوھم سے وہ مراد ہیں جو سابقین کے پیچھے ایمان لائے اور طاعت خدا میں شاغل ہوئے اور وہ بھی جو تا قیامت ایسے ہوتے رہیں گے۔ اور معالم التنزیل مطبوعہ بمبئی ص۴۱۹ سورہ توبہ میں ہے کہ اس آیت کے معنی میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ سعید بن مسیب وقتادہ وابن سیرین اور ایک جماعت کا قول ہے کہ سابقین سے مراد قبلتین کے نمازی ہیں اور عطاء بن رباح کا قول ہے کہ اہل بدر ہیں اور شعبی کا قول ہے کہ بیعت رضوان والے مراد ہیں۔ (پھر کہا) واختلفوا فی اول من آمن برسول اللہ ص بعد امرء تہ خدیجۃ مع اتفاقھم علی انھا اول من آمن برسول اللہ ص فقال بعضھم اول من آمن وصلے علی بن ابیطالب رض وھو قول جابر وبہ قال مجاھد وابن اسحٰق اسلم وھو ابن عشر سنین وقال بعضھم ابو بکر الصدیق وقال بعضھم زید بن حارثہ یعنے اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ سب سے اول کون ایمان لایا اور سب سے اول کس نے نماز پڑھی بعد اس کے

کہ خدیجہ کبرےٰ کو بالاتفاق اولین سے شمار کرتے ہیں۔ پس بعض جناب علی بن ابی طالب کو سب سے اول جانتے ہیں۔ یہی مذہب مجاہد و ابن اسحاق و جابر کا ہے۔ کہا کہ علیؑ بعمر دس سال سب سے اول ایمان لائے اور سب سے اول نماز پڑھی اور بعض نے کہا ہے وہ حضرت ابوبکر ہے اور بعض نے کہا وہ زید بن حارثہ ہے۔ (پھر کہا) انصار سے سابقین وہ ہیں جنہوں نے لیلۃ العقبۃ الاولیٰ میں رسول اللہؐ سے بیعت کی۔ اور وہ سات نفر تھے اور وہ جنہوں نے عقبہ ثانیہ کی رات بیعت کی اور وہ ستر آدمی تھے۔ نیز وہ جو مصعب بن عمیر کے قدوم پر ایمان لائے جب کہ وہ اُن کو قرآن کی تعلیم دیتا تھا۔ اور عورتوں مردوں سے اُس کی طفیل اور بھی کثیر خلقت ایمان لائی اور والذین اتبعوھم سے وہ لوگ مراد ہیں جو سابقین کے طریق پر تا قیامت ایمان و ہجرت و نصرت وغیرہ اعمال میں متابعت کریں۔

نیز اسی طرح تفسیر ابو السعود جلد ۵ صفحہ ۱۹ برحاشیہ تفسیر کبیر میں ہے کہ مراد اس سے قبلتین کے نمازی یا اہل بدر یا قبل ہجرت اسلام لانے والے ہیں اور والذین اتبعوھم سے ایمان و طاعت میں تا قیامت ان کے تابع مراد ہیں۔

بعض آیات بعض کی مفسر ہوتی ہیں۔ لہٰذا دوسری آیت اسی آیت کی مرادف بہ تکرار لفظ والسابقون السابقون اولئک المقربون جو سورہ واقعہ میں وارد ہے اُس کو آیت نمبر ۲۰ کا مفسر سمجھنا چاہئے اور مفسرین کے اقوال کی تطبیق دیکھائے تو ہمارے مدعا کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ اس آیت سورۃ واقعہ کی تفسیر میں تفسیر بیضاوی و سراج المنیر کی عبارت ایک ہی قسم کی ہے اور اس کے ہم معنے تفسیر کبیر میں بھی یہی لکھا ہے کہ محمد بن کعب قرظی کے قول میں اس آیت سے مراد انبیاء ہیں۔ اور حسن و قتادہ کا یہ قول ہے کہ سابقین سے مراد ہر امت کے سابق بالایمان ہیں۔ اور محمد بن سیرین کے قول میں قبلتین کے نمازی مقصود ہیں۔ اور مجاہد و ضحاک کے نزدیک جہاد اور نماز میں سابق مراد ہیں اور علی بن ابی طالب نے فرمایا ہے سابقین سے مراد وہی ہیں جو سب سے پہلے نمازی ہیں (اور وہ خود حضرت علیؑ و رسول خدا و خدیجہ کبرےٰ ہیں) اور سعید بن جبیر کے قول میں توبہ و اعمال کی سبقت مراد ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم یعنی خدا کی بخشش کی طرف جلد دوڑو اور اسی پر خدا تعالیٰ نے ثنا فرمائی کہ جو لوگ اعمال صالحہ کی طرف جلدی کرتے ہیں وہی سابقین ہیں۔ فرمایا اولئک یسارعون فی الخیرات وھم لہا سابقون انتہےٰ۔ اور دوسری جگہ اس قول کی تائید اس طرح وارد ہے۔ سابقوا الی مغفرۃ و رضوان۔

نتیجہ اس کا یہ ہے کہ اکثر علماء جمہور اہل جماعت کے نزدیک اور جملہ روایات اہل بیتؑ میں سابقین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان اور طاعت خدا میں سبقت کی اسی میں نماز۔ جہاد۔ ہجرت۔ نصرت وغیرہ ہر قسم کی اطاعت خدا و رسولؐ شامل ہے۔ قرائن قرآنیہ اسی کی توثیق کرتے ہیں۔ اور مفسرین کا اصل منشاء بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ قرآنی آیات سے آیت نمبر ۳۲ مذکور ہو چکی ہے اور وھم لہا سابقون اوپر لکھی گئی ہے۔ اور علاوہ بریں ہمیں تعلیم دیگئی ہے کہ ہم سابقین کے لئے طلب مغفرت کریں اور اس آیت میں سبقت کی تشریح بھی کردیگئی ہے۔ فرمایا مومنین کہتے ہیں ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔ اس آیت کے بعد کسی اور شاہد کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ مگر چونکہ مفسرین کے اقوال نقل ہو چکے ہیں لہٰذا اقوال مفسرین کا مآل و مقصود لکھنا بھی مناسب ہے۔ تو جاننا چاہئے کہ جو مفسرین سابقین سے مراد قبلتین کے نمازی یا اہل بدر

یا اہل بیعت شجرہ یا ہجرت سے پہلے اسلام لانے والے بیان کرتے ہیں سب کا مآل و مقصود یہی ہے کہ فلاں فلاں وقت تک جو ایمان اور طاعت میں سابق ہوئے وہی سابقین ہیں۔ اور جملہ مفسرین کا بعد بیان اختلاف اقوال کے اس اختلاف کو بیان کرنا کہ سابق بالاسلام کون ہے۔ اسی کی دلیل ہے کہ سب اقوال کا مآل سبقت بالایمان[سلہ] ہے۔ اور انہوں نے آیت سورہ واقعہ میں اس کو زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے۔ اور حسب نقل اہل تسنن کے جناب علی ع قرآن ناطق کی کلام سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ نماز کی سبقت مراد ہے۔ یعنی جس نے سب سے اول نماز پڑھی وہی سابق ہے۔ اور نماز بغیر ایمان کے نہیں ہوتی۔ لہذا مآل و مقصود اس کا وہی ایمان و طاعت ثابت ہوا۔ اور حسن و قتادہ نے سب سے زیادہ بالصراحت کہدیا ہے کہ مراد اس سے ہر امت کے سابق بالایمان ہیں۔ خواہ مہاجرین سے ہوں یا انصار سے یا دیگر امت سے۔ نیز سبقت انصار کی تشریح اور والذین اتبعوھم کی تفسیر جو باتفاق مفسرین اوپر لکھی گئی ہے۔ اس سے یہی سبقت بالایمان والطاعت کا مراد لینا بالاتفاق ثابت ہوتا ہے۔ اور لفظ "سابقون" آیت میں مہاجرین والانصار پر ایک ہی وارد ہوا ہے۔ لہذا معنے و مراد اس سے ایک ہی قسم کی سبقت ہے۔ اور سابق بالایمان والطاعت نبی کے قبضہ حضرت علی ع و خدیجۃ الکبری اور ان کے بعد زید بن حارثہ ہیں۔ چنانچہ اپنے مقام پر اس کو ثابت کیا گیا ہے۔ پس مخالفین کے لئے ان آیات میں کوئی مفید حجت نہیں ہے۔ بلکہ بیان بالا سے ثابت ہو چکا ہے کہ ان کا قول محض غلط ہے جنہوں نے آیت نمبر ۲۰ سے یہ مراد لی ہے۔ کہ اس سے وہ لوگ مقصود ہیں جنہوں نے صرف ہجرت میں سبقت کی اور ان کے تابعین سے وہ مراد ہیں جنہوں نے ان کے پیچھے ہجرت کی اور وہ سب مہاجر اس آیت کے ذریعہ قطعی بہشتی ہو چکے ہیں۔ ان کی ہجرت کے بعد ان کے افعال خواہ کسی قسم کے ہوئے پڑتال کی ضرورت نہیں۔ اور یا ان سے کسی برے فعل ہونیکا امکان ہی نہیں اور اسی طرح وہ بھی غلط ہے جنہوں نے آیت نمبر ۲۵ سے یہ سمجھا ہے کہ بیعت شجرہ میں جو لوگ شامل تھے ان سے خدا راضی ہو گیا اور پھر ممکن نہیں کہ ان کے کسی فعل پر کبھی ناراض ہو ۱۲ مترجم

فصل

فیما یتعلق بایمان الخلیفۃ الثالث اعنی عثمان ابن عفان

فی الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۳۰ اجتمع ناس من اصحاب رسول اللہ صلعم کتبوا کتابا ذکروا فیہ ما خالف فیہ عثمان من سنۃ رسول اللہ صلعم وسنۃ صاحبیہ وما کان من ھبتہ خمس افریقۃ لمروان وفیہ حق اللہ ورسولہ وسہم ذوی القربی

فصل

حالات ایمان حضرت عثمان بن عفان کے بیان میں

الامامت والسیاسۃ صفحہ ۳۰ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے جمع ہو کر ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے ان امور کو شمار کیا جن میں امیر عثمان نے سنت رسول اللہ اور سنت اپنے دو دوستوں (ابوبکر و عمر) کے خلاف عمل کیا اور جو اسنے خمس افریقہ کا مروان کو بخشدیا حالانکہ اس میں اللہ تعالی اور اس کے رسول اور ذوی القربی اور یتیموں

سلہ اسکی تائید کہ مراد سابقون سے سابق بالایمان ہیں ایسی تفسیر سے لکھی جاتی ہے جس کو فحول علماء اہل تسنن نے اصح التفاسیر کا لقب عطا کیا ہوا ہے وہ تفسیر جامع البیان مؤلفہ امام ابن جریر طبری کی ہے۔ دیکھو تفسیر مذکور کا جلد ۱۱ صفحہ ۵ مطبوعہ مصر۔ اس میں ابن جریر بذیل قولہ تعالی والسابقون بلا اختلاف یہ یقین کہتے ہیں کہ مراد سابقون سے وہ ہیں جنہوں نے ایمان میں سبقت کی اور والذین اتبعوھم سے وہ مراد ہیں جنہوں نے ایمان لانے میں ان کی متابعت کی ۱۲ مترجم

سلہ کتاب ہذا کے صفحہ ۱۰۱ پر حدیث بخاری ملاحظہ ہو جس میں بیعت والے صحابی کا اقرار ہے کہ ہمنے بعد میں احداث کئے یعنی بدعات نکالیں ۱۲ مترجم۔

وماکان من تطاوله فی البنیان وماکان من افشاءه العمل والولایات فی اهله وبنی عمه من بنی امیة احداثا وغلمة لا صحبة لهم من الرسول ولا تجربة لهم بالامور وماکان من الولید بن عقبة بالکوفة اذ صلی بهم الصبح وهو امیر علیها سکران اربعة رکعات ثم قال لهم ان شئتم ان ازیدکم زدتکم وتعطیله اقامة الحد علیه وتاخیره ذلك عنه۔ انتہٰی

وفی تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۱ اول من حمی الحمی عثمان وهو اول من اقطع الاقطاعات ای اکثر من ذلك۔

وفیہ صفحہ ۱۰۶ قال الزهری ولی عثمان الخلافۃ اثنی عشر سنۃ یعمل ست سنین لا ینقم الناس علیه شیئاً وانه لاحب الی قریش من عمر لان عمر کان شدیداً علیهم فلما ولیهم عثمان لان لهم ووصلهم ثم توانی فی امرهم واستعمل اقرباءه واهل بیته فی الست الاواخر وکتب لمروان بخمس افریقیة واعطی اقرباءه واهل بیته المال فانکر الناس علیه ذلك اخرجه ابن سعد واخرج ابن عساکر عن الزهری وذکر قال سعید ان عثمان لما ولی کره ولایته نفر من الصحابة لان عثمان کان یحب[1] قومه وکان کثیراما یولی بنی امیة

اور جو اُس نے فخریہ عمارتیں بنائی تھیں اور جو اس نے اہل کاری اور سرداری کو اپنے قبیلہ اور چچا زاد بھائیوں کے لڑکوں اور نوجوانوں (بنی امیہ) میں تقسیم کردیا جن کو نہ تو رسول اللہ صلعم کی ہمنشینی کا کوئی اثر تھا اور نہ اُن کو تجربہ کاری حاصل تھی اور جو اُسنے ولید بن عقبہ کو کوفہ کا سردار مقرر کیا تھا اور ولید نے لوگوں کو بحالت مخموری (شراب سے مست) صبح کی نماز چار رکعات پڑھائی اور پھر اُن کو کہا کہو تو تمہارے لئے چند رکعات اور بڑھا دوں۔ اور امیر عثمان نے ولید کو مہلت دے رکھی اور اُس پر حد جاری کرنے میں تاخیر کی۔ انتہٰی۔

اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۱ میں ہے۔ اول جس نے کنبہ کی حمائت کی امیر عثمان تھا اور جس نے کثرت سے جاگیریں سب سے اول اپنے کنبہ میں تقسیم کردیں وہ بھی امیر عثمان تھا۔

اور اُسی کے صفحہ ۱۰۶ میں ہے۔ زہری کہتا ہے امیر عثمان بارہ سال تک خلیفہ رہا۔ چھ سال تک اُس پر لوگ کوئی اعتراض نہ کرتے تھے۔ کیونکہ امیر عمر لوگوں پر سختی کرتا تھا اور جب امیر عثمان والی ہوا تو اُسنے لوگوں کے لئے نرمی اختیار کی اور اُن کے ساتھ تعلقات بڑھائے۔ مگر پھر خلقت کے امور میں سُستی اختیار کی اور پچھلے چھ سالوں میں اپنے اقربا اور کنبہ کے آدمیوں کو عامل اور سردار مقرر کرنا شروع کردیا اور مروان کو خمس افریقہ کا دیدیا اور اس کے سوا بہت مال اپنے اقربا اور اپنے اہل بیت میں تقسیم کیا۔ تب لوگوں نے اُسپر اعتراض شروع کیا۔ اس روایت کو ابن سعد نے باسناد خود بیان کیا۔ اور ابن عساکر زہری سے روایت کرتا ہے۔ کہا سعید کہتا ہے تحقیق عثمان جب خلافت کا والی ہوا تو ایک جماعت صحابہ نے اس کو مکروہ و ناپسند کیا کیونکہ امیر عثمان اپنی قوم کی بڑی محبت اور حمائت کرتا تھا اور اُس نے بہت کچھ مال اور عہدہ ہائے سرداری کے

اور دوسرے [illegible]

[1] تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۵۸ میں ہے۔ کہ حضرت علی ع نے جب امیر عثمان کو یہ نصیحت فرمائی کہ تمنے معاویہ اور مغیرہ جیسے شخص کو کیوں امیر بنایا؟ امیر عثمان نے یہ جواب دیا کہ میرا اس میں قصور نہیں اور ایک خطبہ بھی پڑھا جس میں ظاہر کیا کہ مَیں نے وہی کام کیا ہے جو امیر عمر نے بھی کیا تھا۔ مگر چونکہ اُسنے تم لوگوں کو پاؤں سے لتاڑا اور ہاتھوں سے مارا تھا اور زبان کی وہ خدمت دکھائی کہ تم چپ رہے مگر کہ اُسکو ناپسند کیا اور مینے نرمی کی ہے تو تم اس قدر دلیر ہو گئے کہ معترض ہونے لگے ہو۔ انتہٰی ملخصاً ۱۲ مترجم

ممن لم یکن لہ مع رسول اللہ صحبۃ -
وفی ص۱۰۱ ذکر شکوی کثیر من الصحابۃ
لعاملیہ واراد واعزلہم فلم یعزل - وھکذا
فی الصواعق المحرقۃ ص۹۹ ۔
وفی تاریخ الخلفاء ص۱۵۷ عن مغیرۃ قال
جمع عمر (ابن عبد العزیز) حین استخلف
بنی مروان فقال ان رسول اللہ صلعم کانت
لہ فدک ینفق منہا ویعول منہا علی
صغیر بنی ھاشم و یزوج منہا ایمہم
(الی ان قال) فکانت کذلک حیوۃ
ابی بکر ثم عمر ثم اقطعہا مروان
ثم صارت لعمر بن عبد العزیز -
وفی روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل
والاواخر للعلامۃ ابی الولید بن الشحنۃ
الحنفی علی ہامش مروج الذھب طبع
مصر ص۲۰۹ اقطع عثمان بن عفان مروان
بن الحکم فدک[ع۵] صدقۃ رسول اللہ صلعم -
وفی الامامۃ والسیاسۃ جلد۱ ص۴۸ ان عثمان
لما اتاھا انہ بویع لعلی وکانت خارجۃ
عن المسجد فقیل لہا قتل عثمان وبایع
الناس علیًا فقالت ماکنت ابالی ان
تقع السماء علی الارض قتل واللہ مظلومًا
وانا طالبۃ بدمہ فقال لہا عبید ان
اول من طعن علیہ واطمع الناس فیہ
لانت ولقد کنت قلت اقتلوا نعثلًا[1] فقد
فجر فقالت عائشۃ قد واللہ
قلت

بنی امیہ کے ایسے لوگوں کو دیدیئے جن کو صحبت رسول اللہ کی حاصل نہ تھی۔ اور ص۱۰۱ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ عاملین عثمان کی شکایات صحابہ نے حضرت عثمان کو سنائیں اور ارادہ ظاہر کیا کہ آپ ان کو معزول کردیں مگر امیر عثمان نے ان کو معزول نہ کیا (کیونکہ وہ حمایت قرابت کو شریعت سے مقدم تصور کرتے تھے)۔ اور اسی طرح صواعق محرقہ ص۹۹ میں ہے۔

اور تاریخ الخلفاء ص۱۵۷ میں مغیرہ سے مروی ہے کہا عمر بن عبد العزیز نے اپنے عہد خلافت میں اولاد مروان کو جمع کیا اور کہا کہ فدک رسول اللہ صلعم کا تھا آپ اُس سے بنی ہاشم کے بچوں کو سال کا خرچ عطا فرماتے اور اُن کے قابل شادی کو اس سے خرچ کرکے تزویج کرادیتے تھے (تا ایں کہ کہا) اسی طرح ابی بکر و عمر کے زمانہ میں رہا۔ پھر مروان نے اپنے لئے مخصوص کرلیا اور اب عمر بن عبد العزیز کے قبضہ میں آیا۔

اور روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر مولفہ علامہ ابی الولید بن شحنہ حنفی مطبوعہ برحاشیہ مروج الذہب مطبع مصر ص۲۰۹ میں ہے کہ حضرت عثمان بن عفان نے رسول اللہ کا صدقہ فدک مروان بن حکم کو لبطور جاگیر بخش دیا تھا۔

اور الامامۃ والسیاسۃ جلد۱ ص۴۸ میں ہے تحقیق حضرت عائشہ کو جب یہ خبر پہونچی کہ لوگوں نے حضرت علی کی بیعت کرلی ہے اور بیوی صاحبہ اُس وقت باہر گئی ہوئی تھیں ان کو کہا گیا کہ امیر عثمان قتل کیا گیا ہے اور لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کرلی ہے بی بی صاحبہ نے فرمایا اب مجھے پرواہ نہیں کہ آسمان زمین پر آپڑے تو بھی قسم بخدا چونکہ امیر عثمان مظلوم قتل ہوا ہے میں اُس کے خون کا بدلہ لونگی۔ عبید نے بی بی صاحبہ سے کہا تحقیق اول جس نے امیر عثمان پر طعن کیا اور جس نے لوگوں کو طمع قتل دلایا وہ تو ہی تھی اور تو نے کہا تھا کہ اس نعثل کو قتل کرو کیونکہ یہ فاسق ہوگیا ہے۔ بی بی عائشہ نے کہا خدا کی قسم میں نے کہا تھا

[1] نہایہ ابن اثیر باب النون مع العین میں ہے کان اعداء عثمان یسمونہ نعثلًا تشبیہًا برجل من مصر کان طویل اللحیۃ اسمہ نعثل وقیل النعثل الشیخ الاحمق وذکر الضباع ومنہ حدیث عائشۃ اقتلوا نعثلًا قتل اللہ نعثلًا تعنی عثمان وھذا لما کان منہا لما غاضبتہ وذھبت الی مکۃ۔ یعنی نعثل لمبی داڑھی والے شخص کا نام تھا اُس سے مشابہت کے سبب امیر عثمان کے مخالف اُس کو نعثل کہتے تھے اور کہا گیا ہے کہ نعثل احمق بوڑھے کو کہتے ہیں۔ اس مناسبت سے امیر صاحب کو کہتے تھے اور بیان ... کی مشابہت سے اور انہی وجوہ پر بی بی عائشہ نے بھی امیر عثمان فرمایا کہ اس نعثل کو قتل کرو خدا اُسے قتل کرے ۱۲ مترجم

[ع۵] فدک مروان کو ملجانے کا مزید ثبوت کتاب ہذا کے بیان فدک میں ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم

وقال الناس وآخر قولي خير من اوله فقال عبيد عذر والله ضعيف يا ام المومنين۔

وفي الخصائص للنسائي ص۶۳ عن العلاء بن عزاء قال سالت ابن عمر وهو في مسجد رسول الله ص عن علي وعثمان فقال اما علي فلا تسئلني عنه وانظر الى قرب منزله من النبي ص ما في المسجد بيت غير بيته واما عثمان فانه اذنب ذنبا عظيما تولى يوم التقى الجمعان فعفا الله عنه وغفر واذنب فيكم ذنبا دون ذلك فقتلتموه۔

وفي روضۃ الاحباب ج۳ ص۱۲ بالجملہ بعضے ازیں امور مذکورہ حامل وباعث شد مر عائشہ را کہ در شان عثمان گفت لعن الله نعثلا وقتل نعثلا چوں عبید بن سلمہ معترض شد بر عائشہ کہ اول معترض عثمان بودی واکنوں قصاص خون می طلبی وگفتی کہ اقتلوا النعثلا فانہ قد کفر بجواب گفت کہ عثمان پشیمان شدہ توبہ کردہ ازاں امور کہ گفتم القصہ عائشہ چوں در مدینہ بود در شان عثمان می گفت قتل الله نعثلا ولعن الله نعثلا بعد از معاودت از مکہ بمدینہ در راہ جلوس علی بر مسند خلافت شنید وطلحہ وزبیر معاون ومشیر شدند کہ قصاص خون عثمان بگیریم۔ الخ۔

اور دوسرے لوگوں نے بھی کہا۔ لیکن یہ میرا آخری قول پہلے سے بہتر ہے۔ عبید نے کہا۔ اے ام المومنین اللہ کی قسم یہ عذر ضعیف ہے۔

اور خصائص نسائی ص۶۳ میں علاء بن عزاء سے مروی ہے کہا مینے ابن عمر سے سوال کیا بحالیکہ وہ مسجد رسول اللہ میں تھا کہ حضرت علیؑ وعثمان کی آپس میں عظمت شان کے لحاظ سے کیا نسبت ہے؟ ابن عمر نے کہا کہ حضرت علیؑ کا تو مجھ سے کچھ نہ پوچھو اور ان کے قرب منزلت کو جو آنحضرت صلعم کے ساتھ ان کو حاصل تھا صرف اسی سے خیال کرلو کہ مسجد میں ان کے سوا کسی کا گھر نہیں۔ اور امیر عثمان نے بڑا گناہ کیا جو جنگ احد کے دن منہ پھیر کر مفرور رہا اور اُسنے تمہارے اندر اُس سے چھوٹا گناہ کیا تو تم نے (اس لائق سمجھا کر) تم نے اُسے قتل کیا۔

اور روضۃ الاحباب جلد۳ ص۱۲ میں ہے۔ خلاصہ یہ کہ بعضے ان امور مذکورہ سے اس امر کا سبب ہوئے کہ حضرت عائشہ نے حضرت عثمان کے حق میں کہا۔ اللہ تعالیٰ نعثل کو لعنت کرے اور خدا نعثل کو قتل کرے۔ اور جب عبید بن سلمہ بی بی عائشہ پر معترض ہوا کہ امیر عثمان پر پہلے تو ہی معترض تھی اور اب تو اوس کے خون کا بدلہ چاہتی ہے۔ اور تمنے کہا تھا کہ نعثل کو قتل کرو کیونکہ وہ کافر ہوگیا ہے۔ جواب میں حضرت عائشہ نے کہا کہ عثمان نے پشیمان ہو کر ان امور سے توبہ کرلی تھی جو مینے بیان کئے تھے۔ القصہ حضرت عائشہ جب مدینہ میں تھیں تو امیر عثمان کی شان میں کہتی تھیں اللہ تعالیٰ نعثل کو قتل کرے اور نعثل کو خدا لعنت کرے۔ مگر جب مکہ سے مدینہ کی طرف واپس ہوئیں اور رستہ میں حضرت علیؑ کا مسند خلافت پر بیٹھنا سنا اور طلحہ وزبیر اُسکے معاون ومشیر ہو گئے کہ خون امیر عثمان کا بدلہ لینا چاہئے۔ الخ (تو آپ اسپر تیار ہو گئیں)

ف امیر عثمان کے دوستدار دجال کے تابع ہونگے اور حضرت عائشہ کا فتوی کفر بحق حضرت عثمان اور امیر عثمان کا فتوی کفر بحق اہل مدینہ

سلہ اسی طرح بعینہ تاریخ کامل جلد۳ ص۸۰ وتاریخ ابن جریر طبری جلد۵ ص۱۷۲ مطبوعہ مصر میں ہے، اور طبری نے اس کا اسناد بھی ذکر کیا ہے، اور مولوی غضنفر علی صاحب اپنی کتاب تاریخ بنی قسم ص۶۳ میں لکھتے ہیں کہ تاریخ طبری میں بذیل واقعات ۳۵ھ لکھا ہے کہ حضرت عائشہ کو جب حالات امیر عثمان کے مطابق یہ کلمات لعن، قتل، کفر کہنے پڑے امیر عثمان نے بھی حسب موقع یہی فتوی دیا جس کی عبارت مندرجہ تاریخ طبری یہ ہے فان اهل المدينة قد كفروا واخلفوا الطاعة ونكثوا البيعة یعنے اہل مدینہ بہ تحقیق کافر ہو گئے ہیں انہوں نے فرمانبرداری کو چھوڑ دیا اور بیعت کو توڑ دیا ہے۔ اور میزان الاعتدال جلد۱ ص۳۶۵ میں بذیل ترجمہ زبیر بن وہب کے حافظ سے مروی ہے اُسنے یہ حدیث بیان کی کہ جو امیر عثمان کے تابعدار اور محب ہوں گے خروج دجال کر رفت دجال کے پیرو بھی وہی ہوں گے ۱۲ مترجم

فی الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج۲ ص۱۴۵ اخرج الحاکم والبیہقی عن الولید بن عقبۃ قال لما فتح رسول اللہ ص مکۃ جعل اھل مکۃ یاتون بصبیانھم فیمسح علیٰ رؤسھم و یدعولھم فخرجت بی امی الیہ وانی مطیب بالخلوق فلم یمسح علی راسی ولم یمسنی قال البیہقی ھذا السابق علم اللہ فی الولید فمنع برکۃ رسول اللہ ص واخبار الولید حین استعملہ عثمان معروفۃ من شربہ الخمر وتاخیرہ الصلوٰۃ وھو من جملۃ الاسباب التی نقموھا علی عثمان حتے قتلوہ۔

اور خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۲ ص۱۴۵ میں ہے۔ حاکم و بیہقی ولید بن عقبہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلعم نے مکہ کو فتح کر لیا باشندگان مکہ نے اپنے بچوں کو آنحضرت صلعم کی خدمت میں لے آنا شروع کیا۔ اور حضرت ص اُن بچوں کے سر پر شفقت سے ہاتھ مبارک پھیر کر اُن کے لئے دعا فرماتے تھے۔ چنانچہ میری ماں بھی مجھے اُسی طرح لے گئی۔ بحالیکہ مجھے خوشبو لگائی ہوئی تھی۔ آنحضرت ص نے میرے سر پر ہاتھ نہ پھیرا بلکہ مجھے ہاتھ مبارک سے چھوا بھی نہ تھا بیہقی کہتا ہے یہ خدا تعالیٰ کے علم میں ولید کا حال پہلے سے معلوم تھا اسی واسطے رسول اللہ ص کی برکت سے محروم رکھا گیا اور اخبار ولید کے جب اُسکو امیر عثمان نے عامل بنایا تھا مشہور ہیں کہ اُسنے شراب[1] پی اور نماز کو اپنے وقتوں سے مؤخر کر کے ضائع کیا اور وہی ولید اور اُس کے افعال منجملہ اُن اسباب کے تھے جن سے امیر عثمان پر صحابہ نے اعتراض کیا حتیٰ کہ اُس کو قتل کر دیا گیا

وفی مروج الذھب للمسعودی ص۳۰۳ واشاعوا بالکوفۃ فعلہ (ای فعل ولید بن عقبۃ) وظھر فسقہ ومدمنتہ شرب الخمر فھجم علیہ جماعۃ من المسجد منھم ابو زینب بن عوف الازدی وابو جندب بن زھیر الازدی وغیرھما فوجدوہ سکران مضطجعًا علی سریرہ لا یعقل فایقظوہ من رقدتہ فلم یستیقظ ثم تقیئا علیھم ماشرب من الخمر۔

اور مروج الذہب مسعودی ص۳۰۳ میں ہے۔ کوفہ میں ولید کے افعال کو لوگوں نے مشہور کر دیا اور اُس کے گناہ دائمی شراب خوری وغیرہ ظاہر ہو گئے۔ پس نمازیوں کی ایک جماعت مسجد سے مجتمع ہو کر ولید کے پاس گئے جن میں ابو زینب بن عوف ازدی اور ابو جندب بن زہیر ازدی وغیرہ تھے۔ انہوں نے ولید کو چارپائی پر لیٹا ہوا بالکل مست اور بیہوش پایا۔ انہوں نے جگانے کی کوشش کی مگر نہ جاگ سکا۔ اور اُن کے سامنے شراب پی ہوئی کی قے کر دی۔

وقد عزر عثمان اباذر لرضاء معاویۃ لکونہ اٰمرًا بالمعروف

اور امیر عثمان نے ابو ذر رض صحابی کو برائے رضا خاطر معاویہ کے تعزیر دی اس سبب سے کہ ابو ذر نے معاویہ کو امر بالمعروف کیا

[1] تاریخ کامل جلد ۳ ص۴۲ اور روضۃ الاحباب جلد ۲ ص۱۸۳ میں ولید کی شراب خواری و نماز صبح کی چار رکعات پڑھنی اور شراب کی قے کرنی لکھی ہے۔ اور شرح فقہ اکبر مطبوعہ گلزار محمدی لاہور ص۸۶ میں ولید کا یہ حال شراب خوری و نماز صبح چار رکعات پڑھنا لکھکر یہ بھی لکھا ہے کہ ولید نے اُس نماز صبح کے بعد مقتدیوں سے مخاطب ہو کر کہا تمہارا اشتیاق ہو تو اور بڑھا دوں۔ ابن مسعود نے جو ولید کی اقتدا میں تھا کہا کہ اگر بڑھاتے جاؤ تو ہم بھی بڑھاتے جائینگے جہاں تک آپ چاہیں بڑھا ہیں۔ اسی طرح بعینہ استیعاب ابن عبد البر جلد ۳ ص۶۳۳/۶۳۴ میں با سانید مروی ہے۔ نیز اس میں اصمعی و ابو عبیدہ و ابن الکلبی وغیرہم کا یہ قول منقول ہے کان الولید بن عقبۃ فاسقا شریب خمر یعنے ولید فاسق اور بڑا شراب خور تھا۔ اور اصابہ فی تمییز الصحابہ ابن حجر جلد ۳ ص۶۳۸ میں لکھا ہے کہ ولید بن عقبہ امیر عثمان کا ماں کی طرف سے بھائی تھا اُس کے شراب پینے اور نماز صبح چار رکعات پڑھنے کا قصہ روایات مشہورہ ثابت ہے بلکہ صحیحین میں بھی ہے۔ اور لکھا کہ قتل امیر عثمان کے بعد ولید حضرت علی کے برخلاف قتال کے لئے لوگوں کو اشتعال دیتا اور بھڑکاتا تھا جیسا کہ استیعاب میں بھی لکھا ہے۔ اور کچھ حال ولید کا کتاب ہذا کے ص۱۳۴ بیان فسق بعض صحابہ میں لکھا ہے

ونا هيًا عن المنكر وقد جاء فی فضائله احادیث من النبی صلی الله علیه وآله واخبار بذلک - والولید کان اخا لعثمان من ام وکان والیًا علی الکوفة من عثمان بعد سعد بن ابی وقاص وقوله تعالٰی ان جاءکم فاسق بنبأ الآیة نزلت فی الولید بن عقبة کما فی الجلالین ولباب النقول والکشاف وغیرها-

وفی کنز العمال ج ۶ ص ۱۶۲ عن بریدة مرفوعًا امرت بحب اربعة من اصحابی واخبرنی الله انه یحبهم علیؑ وابوذر الغفاری وسلمان الفارسی ومقداد بن الاسود رواه الترمذی-

وفی الخصائص ج ۲ ص ۱۳۱ اخرج ابن سعد عن ابی ذر قال قال النبیؐ یا ابا ذر کیف انت اذا کانت علیک امراء یستأثرون بالفیٔ قلت اذن اضرب بسیفی قال افلا ادلک علی ما هو خیر من ذلک اصبر حتی تلقانی-

اخرج ابو نعیم وابن عساکر عن ابی ذر قال اخبرنی رسول اللهؐ انهم لن یسلطوا علی قتلی ولن یفتنونی عن دینی واخبرنی انی اسلمت فردًا و اموت فردًا وابعث یوم القیٰمة فردًا

اخرج ابو نعیم من اسماء بنت یزید ان النبیؐ

اور نہی عن المنکر کی تھی اور تحقیق ابی ذر کے فضائل میں نبیؐ سے احادیث اور اخبار اس کی اس تکلیف کی نسبت وارد ہوئی ہیں اور ولید عثمان کا ماں کی جانب سے بھائی تھا اور عثمان کی طرف سے سعد بن ابی وقاص کے بعد والی کوفہ ہوا۔ اور آیت اگر تم کو کوئی فاسق خبر لادے تو اس کی جانچ پڑتال کر لیا کرو اسی ولید بن عقبہ کے حق میں اتری ہے۔ جیسا کہ جلالین اور لباب النقول اور کشاف وغیرہ تفاسیر میں ہے۔

اور کنز العمال ج ۶ ص ۱۶۲ میں بریدہ سے مرفوعًا مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا مجھے چار اشخاص کے لئے اپنے اصحاب سے محبت رکھنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا ہوا ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ خود بھی ان کو دوست رکھتا ہے ایک ان چار میں سے علیؑ ہے دوسرا ابوذر غفاری ہے۔ تیسرا سلمان فارسی ہے چوتھا مقداد بن اسود ہے اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

اور خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۱۳۱ میں ہے کہ ابن سعد ابی ذر سے روایت کرتا ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی ذر سے فرمایا اے اباذر اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تجھ پر ایسے سردار و امرا ہونگے جو مال فے پر اپنا ذاتی تصرف کرکے اپنے لئے مخصوص کرینگے۔ میں نے (ابی ذر) عرض کی اسوقت تلوار چلاؤنگا رسول صلعم نے فرمایا کیا میں تجھکو اس سے بہتر عمل نہ سمجھا دوں یہ کہ تم صبر کرنا حتی کہ تو موت کے بعد مجھے ملیگا (کذا فی المشکوٰۃ کتاب الامارۃ ص ۳۱۴ بروایت ابی داؤد)۔

اور ابو نعیم و ابن عساکر ابی ذر سے روایت کرتے ہیں۔ کہا مجھے رسول اللہ صلعم نے خبر دی ہے۔ کہ میرے مخالفین تحقیق میرے قتل پر قادر نہ ہونگے اور نہ مجھے دین سے لغزش دے سکینگے مگر آپ نے یہ بھی خبر دی کہ جیسے میں اکیلا اسلام لایا ہوں مجھے موت بھی اکیلے ہی آئیگی (ابو ذر صاحب حضرت عثمان کے عہد خلافت میں بسبب امر بالمعروف جلاوطن کئے گئے اور زندہ میں فوت ہوئے) اور قیامت میں بھی اکیلا اٹھایا جاؤں گا۔

اور ابو نعیم اسماء بنت یزید سے روایت کرتا ہے تحقیق نبیؐ نے

سے کنبہ پروری میں حضرت عثمان نے خدا و رسولؐ یا بہشت دوزخ کی پروا نہ کی بلکہ ابو سفیان سرگروہ بنی امیہ کے حکم کی تعمیل کی جیسا کہ استیعاب بر حاشیہ اصابہ ج ۴ ص ۸۶ میں ہے کہ ایک گروہ روایت کرتا ہے کہ ابو سفیان اسلام کے بعد بھی منافقین کی جائے پناہ تھا اور ص ۸۷ میں ہے کہ ابو سفیان

وجد اباذر نائمًا فی المسجد فقال له
الا اراك نائما فیه قال فاین انام
مالی بیت غیرہ قال فکیف انت اذا
اخرجوك منه قال الحق بالشام قال
فکیف انت اذا اخرجوك من الشام
قال ارجع الیه قال فکیف انت اذا
اخرجوك منه الثانیة قال اذن
اخذ سیفی فاقاتل حتی اموت
فقال الا ادلك علی خیر من ذلك
تنقاد لهم حیث قادوك و تنساق
لهم حیث ساقوك حتی تلقانی وانت
علی ذلك -
اخرج الحارث بن ابی المثنی الملیکی
ان رسول الله ص کان اذا خرج الی
اصحابه قال عویمر حکیم امتی وجندب
(اسم ابی ذر) طرید امتی یعیش وحدہ
ویموت وحدہ والله یکفیه وحدہ -
اخرج ابن سعد عن محمد بن سیرین فی
حدیث طویل مرفوعا - فلما کان ذلك
خرج الی الشام فکتب معاویة الی
عثمان ان اباذر قد افسد الناس
بالشام فکتب فبعث الیه عثمان فقدم
ثم خرج الی الربذة وقد اقیمت الصلوٰۃ
و علیها عبد لعثمان حبشی فتاخر فقال ابوذر
تقدم فصل فقد امرت ان اسمع واطیع ولو
لعبد حبشی فانت عبد حبشی - انتھی
ملخصًا فی الخصائص -
فی البخاری ص۱۶۴/۱۵ عن زید بن وهب قال
مررت بالربذة فاذا انا
بابی ذر رض

ابوذر صحابی کو مسجد میں سویا ہوا دیکھا اور فرمایا میں تجھے مسجد میں سویا ہوا دیکھتا ہوں۔ ابی ذر نے عرض کی جب میرا سوا اسکے کوئی گھر نہیں پس سونا میرا کہاں ہو؟ آپ نے فرمایا اسوقت تیرا کیا حال ہوگا جب تجھے اس مسجد سے باہر نکالیں گے۔ ابوذر نے عرض کی ملک شام میں چلا جاؤنگا۔ آپ نے فرمایا۔ جب تجھے شام سے بھی نکالیں گے پھر تیرا کیا حال ہوگا؟ ابوذر نے عرض کی پھر اسی مسجد کی طرف رجوع کرونگا۔ فرمایا جب تجھے اس سے دوبارہ نکالینگے پھر کیا ہوگا؟ عرض کی پھر تلوار پکڑ کر جنگ کرونگا حتی کہ مرجاؤنگا حضور صلعم نے فرمایا۔ تجھے اس سے بہتر امر کیوں نہ سمجھادوں تو ان کے زیر حکم چلتے رہنا۔ جہاں تجھے چلائیں چلے جانا (صبر کرنا) حتیٰ کہ بعد وفات تو مجھے اسی حالت پر ملے۔

اور حارث بن اسامہ ابی المثنی ملیکی روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ ص جب صحابہ کی طرف تشریف لاتے فرماتے تھے۔ عویمر میری امت کا حکیم ہے اور جندب (ابوذر کا نام ہے) میری امت کا ہانکا ہوا (یعنے جلاوطنی کا سزا یافتہ) اکیلے زندگی بسر کرے گا اور اکیلے فوت ہوگا اور اللہ تعالیٰ اُسے اکیلا ہی کافی ہے (اسی طرح اصابہ ابن حجر میں بذیل ترجمہ ابی ذر نقلاً سیرۃ نبویہ ابن اسحاق سے لکھا ہے اور زیادہ کیا ویحشر وحدہ اکیلا اُٹھایا جائے گا) اور ابن سعد نے محمد بن سیرین سے ایک حدیث طویل میں روایت کیا کہ جب ابوذر شام میں گیا۔ معاویہ نے امیر عثمان کو لکھا کہ ابوذر نے شام کے لوگوں میں فساد پیدا کر دیا ہے۔ لہذا امیر عثمان نے ابوذر کی طرف حکم بھیجا اور ابوذر شام سے واپس آگیا اور ربذہ کی طرف چلا گیا۔ وہاں پہونچا تو ایک غلام حبشی جو امیر عثمان کی طرف سے امیر مقرر تھا۔ نماز کے لئے تیار کھڑا تھا اور اقامت ہوچکی تھی۔ جب اُس نے ابوذر کو دیکھا وہ پیچھے ہٹ گیا۔ ابوذر نے کہا مجھے حکم ہے کہ میں سُنکر اطاعت کروں۔ اگرچہ غلام حبشی کی تحت میں رہوں پس تو بھی غلام حبشی ہے۔ تو ہی نماز پڑھادے۔ انتہےٰ من الخصائص۔

اور بخاری مع الفتح مطبوعہ دہلی جلد ۶ ص۱۶۴/۱۵ میں زید بن وہب سے روایت ہے۔ کہا میرا گذر ربذہ میں ہوا وہاں اچانک مینے ابوذر کو دیکھا

فقلت له ما انزلك منزلك هذا قال كنت بالشام فاختلفت انا ومعاوية في الذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها في سبيل الله قال معاوية نزلت في اهل الكتاب فقلت نزلت فينا وفيهم فكان بيني وبينه في ذلك فكتب الى عثمان يشكوني فكتب الىّ عثمان ان اقدم المدينة فقدمتها فكثر علىّ الناس كانهم لم يروني قبل ذلك فذكرت ذلك لعثمان فقال لي ان شئت تنحيت فكنت قريبا فذاك الذي انزلني هذا المنزل ولو امرّوا علىّ حبشيّا لسمعتُ واطعت۔

في الفتح ج۷ ص۱۴۲ قوله فكثر على الناس الخ في رواية الطبري انهم كثروا عليه يسئلونه عن سبب خروجه من الشام قال فخشي عثمان على اهل المدينة ما خشيه معاوية على اهل الشام ولاحمد وابي يعلي من طريق ابي حرب باسناده عن ابي ذر ان النبيؐ قال له كيف تصنع اذا اخرجت منه اي من المسجد النبوي۔ الخ وعند احمد عن اسماء نحوه والصحيح ان انكار ابي ذر كان على السلاطين الذين ياخذون المال لانفسهم ولا ينفقونه في وجهه۔ الخ

مینے کہا تم یہاں کس طرح آگئے[۱]۔ ابوذر نے کہا میں شام میں تھا میرا اور معاویہ کا آیت الذین یکنزون الذهب والفضة الخ میں اختلاف ہوگیا وہ کہتا تھا کہ یہ آیت اہل کتاب کے حق میں اُتری ہے اور مینے کہا نہیں بلکہ اہل کتاب اور اُن لوگوں کے حق میں اتری ہے جو خدا کے راہ میں خرچ نہیں کرتے اور خزانے جمع کر رکھتے ہیں۔ تو معاویہ نے حضرت عثمان کو میری شکایت لکھی اور اُسنے مجھے مدینہ میں واپس بلالیا۔ جب میں مدینہ میں آیا تو اتنے لوگ میرے پاس جمع ہوگئے کہ گویا انہوں نے اس سے پہلے مجھے کبھی نہ دیکھا تھا۔ پس مینے قصہ گذشتہ امیر عثمان کو سنایا تو حضرت عثمان نے مجھے کہا کہ تو اگر یہ جگہ چھوڑ کر دور چلا جائے (تو تیرے لئے بہتر ہوگا۔ اور) تو مقرب سمجھا جائیگا۔ پس یہی سبب ہے جس نے مجھے اس مقام پر پہونچا یا۔ اور اگرچہ میرے اوپر کسی غلام حبشی کو سردار بنادیں تب بھی میں اس کی اطاعت کرتا رہونگا۔

اور فتح الباری میں بذیل شرح اس حدیث کے لکھا ہے۔ قولہ فکثر علی الناس۔ الخ روایت طبری میں ہے۔ ابوذر کے پاس لوگ کثرت سے جمع ہوگئے اور اُس سے سبب واپسی شام کا پوچھتے تھے ابوذر کہتا ہے کہ امیر عثمان کو اہل مدینہ سے اُسی طرح کا خوف پیدا ہوا جیسا کہ معاویہ کو اہل شام سے ہوا تھا[۲]۔ اور احمد و ابویعلیٰ نے باسناد ابی حرب ابی ذر سے روایت کیا ہے کہ اُسکو نبی صلعم نے فرمایا جب تجھے اس مسجد نبوی سے نکالا جائیگا تو کیا کریگا؟ آخر حدیث تک۔ اور روایت احمد میں اسماء سے مثل اسکی مروی ہے اور صحیح یہی ہے کہ ابی ذر کا اعتراض اُن بادشاہوں پر تھا جو مسلمین کا مال اپنے ذاتی اخراجات میں خرچ کرتے تھے اور خدا کی راہ میں بدستور شرع خرچ نہیں کرتے تھے۔ الخ۔

[۱] روضۃ الاحباب جلد ۳ ص۱۲ میں لکھا ہے کہ امیر عثمان نے معاویہ کی خاطر ابی ذر کو شام سے نکالا اور پھر مدینہ میں بھی نہ رہنے دیا۔ ۱۲ مترجم

[۲] خواجہ حسن نظامی صاحب محرم نامہ میں ابوذر کا قصہ مفصل لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے کہ معاویہ کو اہل شام سے اور امیر عثمان کو اہل مدینہ سے اس بات کا خوف ہوا کہ لوگ اس حمیت قومی پر جو امیر عثمان نے معاویہ کے لئے کی تھی معترض ہونگے کہ معاویہ جیسے شخص کی حمایت میں ابوذر جیسے شرع کے پابند محبت نبوی ہیں محو ایک مقبول صحابی کو معزول کیا جارہا ہے اور جرم صرف یہی ہے کہ جو امر معاویہ سے مخالف شریعت صادر ہوتا تھا۔ ابوذر فوراً ٹوک دیتا تھا لہٰذا معاویہ نے حضرت عثمان کو لکھا کہ یہ اہل شام میں میری ہتک کرتا ہے۔ اس طرح لوگوں میں میری قدر کم ہوجائیگی اسلئے امیر عثمان نے حضرت ابوذر کو مدینہ میں بلالیا پھر وہاں صحابہ جمع ہوگئے اور اسپر اظہار ناراضگی کیا کہ شام سے ابوذر کو کیوں معزول کیا گیا ہے۔ امیر عثمان نے اس فتنہ کے بند کرنے کے لئے ابوذر کو باہر چلے جانے یعنی جلاوطن ہونیکا حکم دیا۔ تاکہ نہ لوگ اس سے بار بار پوچھیں اور نہ فتنہ پیدا ہو ۱۲۔ مترجم۔

وفی الحجۃ البالغۃ ص۱۳۲ وکان ابو ذر یصلی قبل ان یقدم علی النبی م بثلاث سنین

وفی تاریخ الخمیس ص۲۶۶ الاول ما نقموا علیہ (عثمان) من عزلہ من اصحابہ اباموسی عزلہ من البصرۃ وولاھا عبد اللہ بن عامر ومنھم عمرو بن العاص عزلہ عن مصر وولی عبد اللہ بن ابی سرح وکان قد ارتد فی زمن النبی م ولحق بالمشرکین فاھدر النبی م دمہ بعد الفتح الی ان اخذ لہ عثمان الامان ثم اسلم ومنھم عمار بن یاسر عزلہ عن الکوفۃ ومنھم المغیرۃ بن شعبۃ عزلہ من الکوفۃ ایضاً

وفی ص۲۶۷ منھا انہ وھب لمروان افریقیۃ ومنھا ما قالوا حبس عن عبد اللہ بن مسعود والی ذر عطاءھما واخرج اباذر الی الربذۃ وکان بھا الی ان مات واوصی الی الزبیر واوصاہ ان یصلی علیہ ولا یستأذن لعثمان لئلا یصلے علیہ وقد نفی کثیرا من اعلام الصحابۃ ومنھا انہ ضرب عمار بن یاسر وذلک ان اصحاب رسول اللہ م اجتمع منھم خمسون رجلا من المھاجرین والانصار فکتبوا احداث عثمان وما نقموا علیہ فی کتاب وقالوا لعمار اوصل ھذا الکتاب الی عثمان لیقرأہ فلعلہ ان یرجع عن ھذا الذی ننکرہ وخوفوہ فیہ ان لم یرجع خلعوہ

اور حجۃ اللہ البالغہ ص۱۳۲ میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی ؓ حضور کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے تین سال نماز پڑھتا رہا تھا (حالات آنحضرت صلعم کے سُنکر ایمان لایا اور ابھی زیارت سے مشرف نہیں ہوا تھا)۔

اور تاریخ خمیس ص۲۶۶ میں ہے۔ اوّل اعتراض جو امیر عثمان پر صحابہ نے کیا یہ تھا کہ اُسنے ابوموسیٰ صحابی کو بصرہ سے معزول کرکے اسکی جگہ عبد اللہ بن عامر کو والی بنایا۔ اور عمرو بن عاص کو مصر سے معزول کرکے اوس کی جگہ عبد اللہ بن ابی سرح کو والی بنایا۔ حالانکہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مرتد ہوکر مشرکین کے ساتھ مل گیا تھا۔ اور نبی صلعم نے بعد فتح مکہ کچھ زمانہ تک اُس کا خون معاف کردیا تھا۔ کہ امیر عثمان نے اُس کے لئے امان طلب کی اور وہ پھر اسلام لایا اور امیر عثمان نے حضرت عمار بن یاسر کو کوفہ سے معزول کرکے پھر مغیرہ بن شعبہ کو بھی اُس سے معزول کیا۔

اور اُسی تاریخ خمیس کے ص۲۶۷ میں ہے کہ منجملہ ان اعتراضات کے جو امیر عثمان پر ہوئے یہ بھی تھا کہ اُسنے مروان[۱] کو افریقہ بخش دیا تھا۔ اور عبد اللہ بن مسعود اور ابوذر سے جو ان کے لئے عطیہ مقرر تھا ضبط کرلیا۔ اور ابوذر کو ربذہ کی طرف جلاوطن کردیا (اسی طرح روضۃ المناظر برکامل ج۱۱ ص۱۲۳ میں ہے)۔ اور وہ اُسی جگہ رہا حتی کہ وہاں فوت ہوا اور زبیر کو وصیت کی کہ وہ اسپر نماز جنازہ پڑھے۔ اور امیر عثمان کو اطلاع نہ دے کہ مبادا اس پر نماز پڑھیں۔ اور دیگر چند مشہور صحابہ کو بھی امیر عثمان نے جلاوطن کیا۔ اور عمار بن یاسر کو زدوکوب کیا (پیٹا) اور یہ اس طرح ہوا کہ پچاس افراد مہاجرین وانصار کے صحابہ سے جمع ہوئے اور انہوں نے بدعات امیر عثمان لکھکر سب اعتراضات ایک کتاب میں جمع کئے۔ اور عمار کو کہا کہ یہ کتاب امیر عثمان کے پاس پہونچادے تاکہ وہ اس کتاب کو پڑھکر شاید ان بدعات ومنکرات سے باز آجائے۔ اور اس کتاب میں انہوں نے امیر عثمان کو یہ دھمکی دی کہ اگر وہ ان افعال سے باز نہ آئے تو یہ لوگ خلع بیعت کرلیں گے

(حاشیہ متعلق صفحہ گذشتہ) یہ اعتراض شریعت کے دیوانے حضرت ابی ذر کا منجملہ اُن صفات کے تھا جو خدا نے مخلص مومنین کے لئے قرار دی ہیں فرمایا لا یخافون لومۃ لائم یعنے کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ تو ابوذر بھی سادہ لوح تھے منہ پر سچ سنادیتے اور کچھ پرواہ نہ کرتے تھے کہ بادشاہ یا سردار ناراض ہوجائیگا ۱۲ مترجم۔ [۱] مروج الذہب برحاشیہ کامل جلد ۵ ص۱۵۳ و روضۃ المناظر ابن شحنہ حنفی برکامل ج۱۱ ص۱۲۴ میں ہے کہ مروان رسول کے دربار کا راندہ تھا جس کو مع اسکے باپ کے قرب وجوار سے آنحضرت نے جلاوطن کردیا تھا اور خالفین امیر عثمان سے ایسی ہی جماعت تھی جن سے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو ذمہ تھا

م اور وہ اُن سے ہے جن کے لئے نبی نے خبر دی تھی کہ یہ اہل دوزخ سے ہیں۔ اور عبد اللہ بن ابی سرح مصر پر اور معاویہ شام پر عامل تھا (پھر کہا) کہ ولید بن عقبہ اپنے دوستوں کے ہمراہ اور اپنی سودگانیوالونیں بیٹھکر شراب پیتا تھا الخ جیسا کہ آگے کو آنے والا ہے ۱۲ مترجم

واستبدلوا غیرہ قالوا فلما قرأ عثمان
الکتاب طرحہ فقال عمار لا ترم بالکتاب
وانظر فیہ فانہ کتاب اصحاب رسول اللہ
وانا واللہ ناصح لک وخائف علیک
فقال کذبت یا ابن سمیۃ وامر غلمانہ
فضربوہ حتی وقع لجنبہ واغمی علیہ
وزعموا انہ قام بنفسہ فوطی بطنہ و
مذاکیرہ حتی اصابہ الفتق واغمی علیہ
اربع صلوات فقضاھا بعد الافاقۃ
لغضب لذلک بنو مخزوم وقالوا واللہ
لئن مات عمار من ھذا لنقتلن من
بنی امیۃ شیخاً عظیما یعنون عثمان ثم
ان عمارا لزم بیتہ الی ان کان امر الفتنۃ
ماکان۔ الخ

وقد وقع بین عثمان وعمار حین بنی مسجد
النبی ص بحضرۃ النبی ص لما قرأ عمار
اشعار علی فی نفض عثمان ثیابہ واطرافہ
وضربہ بجریدۃ کما فی عقد الفرید
للعلامۃ ابن عبد ربہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۷
وفی شرح الفقہ الاکبر صفحہ ۹۱ وانما لم
یقتل علی ع قتلۃ عثمان لانھم کانوا بغاۃ
اذ الباغی لہ منعۃ (قوۃ) وتاویل وکانوا
فی قتلہ متاولین وکان لھم منعۃ فانھم
کانوا یستحلون ذلک (ای قتل عثمان)
بما انقموا منہ وفی تاریخ الخمیس صفحہ ۲۶۵
ذکر الخجندی انہ (عثمان) اقیم (بعد موتہ)
بحش کوکب ثلاثاً ولکن فی الکامل ج ۳ صفحہ ۸۰
مطرحا لایصلے علیہ وروی محمد ابن عبد اللہ بن الحکیم

یعنے اس کی بیعت توڑ دیں گے۔ اور اس کی جگہ کوئی اور خلیفہ بنالیں گے۔ کہتے ہیں۔ امیر عثمان نے جب اس کتاب کو پڑھا اسے پھینکدیا۔ عمار نے کہا اس کو پھینک نہ دو بلکہ غور سے پڑھیئے کیونکہ یہ اصحاب رسول اللہ کی کتاب ہے۔ اور خدا کی قسم میں نصیحت کررہا ہوں مجھکو تیری حالت پر سخت خطرہ ہے۔ امیر عثمان نے کہا۔ اے سمیہ کے بیٹے تو جھوٹ بول رہا ہے۔ یہ کہکر امیر عثمان نے اپنے نوجوان خدام کو حکمدیا کہ عمار کو انہوں نے خوب لاتوں سے پیٹا۔
(۱۴) اُس کے پیٹ اور اعضائے تناسل کو اس قدر پامال کیا اور کچلا کہ عمار رض کو پردہ پھٹنے سے مرض فتق لاحق ہوگئی اور اُس کی چار نمازوں کا وقت بیہوشی میں گذر گیا (امیر عثمان نے حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ پر خوب عمل کیا) پس اس سبب سے بنو مخزوم بگڑے اور غصہ سے کہنے لگے خدا کی قسم اگر عمار اس سبب سے مرگیا تو ہم بھی بنی امیہ کے بڑے شیخ کو یعنی عثمان کو قتل کردینگے۔ پھر عمار اپنے گھر میں مستقل بیٹھ گیا حتیٰ کہ امیر عثمان پر وہ فتنہ پیدا ہوا جو ہوا۔ الخ اور امیر عثمان اور عمار کے درمیان کچھ تنازع اُس دن بھی واقع ہوا تھا جس دن نبی ص کی مسجد بنا ہو رہی تھی۔ اور عمار نے حضرت علی ع کے وہ اشعار پڑھے جن میں مذکور تھا۔ کہ عثمان اپنے کپڑوں اور اطراف کو مسجد کی اینٹوں کے غبار سے جھاڑتا ہے۔ اور امیر عثمان نے انکو چھڑی (لاٹھی) لگائی تھی (جیسا کہ عقد الفرید علامہ ابن عبد ربہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۷ میں ہے) اور شرح فقہ اکبر صفحہ ۹۱ میں ہے کہ حضرت علی ع نے قاتلین امیر عثمان کو اسلئے قتل نہ کیا کہ وہ باغی تھے اور باغی کے لئے قوت اور تاویل ہوتی ہے۔ اور وہ قاتلین بھی قتل امیر عثمان میں تاویل کرتے تھے اور اُن کو یہ قوت حاصل تھی کہ حضرت عثمان کو بسبب اس کی بدعات کے قتل کردینا حلال جانتے تھے۔

اور تاریخ خمیس صفحہ ۲۶۵ میں ہے کہ خجندی ذکر کرتا ہے امیر عثمان کی نعش موت کے بعد تین دن حش کوکب میں پڑی رہی اور اسیر کسی نے نماز جنازہ نہ پڑہی۔ اور محمد بن عبد اللہ بن حکیم و عبد الملک

۵ مروج الذہب مسعودی برحاشیہ کامل جلد ۵ صفحہ ۱۵ میں ہے۔ منجملہ ان مطاعن کے جو مہاجرین و انصار نے امیر عثمان پر کئے ایک یہ تھا مانال عمار بن یاسر من الفتق والضرب الخ یعنے یہ جو عمار بن یاسر پر فتنہ کہ کیا اور اپنے سپاہیوں سے اسے زدوکوب کرایا ۱۲ مترجم

بن الماجشون عن مالك قال لما قتل عثمان اُلقی علی المزبلۃ ثلاثۃ ایام کذا فی الریاض۔

وفی الامامۃ والسیاسۃ صـ٤٦ (دفن عثمان)

حتیٰ وضعوہ فی ادانی البقیع فاتاھم جبلۃ بن عمرو الساعدیؒ من الانصار فقال لا واللہ لا تدفنوہ فی بقیع رسول اللہ ولا نترکم تصلون علیہ فقال ابو الجھم ان لم تصل علیہ فقد صلی اللہ علیہ فخرجوا ومعھم عائشۃ بنت عثمان معھا مصباح فی حق حتی اذا اتوا بہ حش کوکب حفروا لہ حفرۃ ثم قاموا یصلون علیہ وامّھم جبیر بن مطعم ثم دلوہ فی حفرۃ

فدفنوہ ولم یلحد ولا بلبن

وحثوا علیہ التراب۔

انتھی ملخصًا

وقال الخواجہ حسن نظامی الدھلوی فی محرم نامہ صـ١٧٤ ما عبارتہ (وفیما قلنا کفایۃ)

بن ماجشون نے مالک سے روایت کیا کہ جب امیر عثمان قتل ہوئے اُس کو ایک پاخانہ کے مقام پر پھینکا گیا اور تین دن وہاں پڑا رہا اسی طرح ریاض میں ہے۔ (اور اسی طرح بعینہ استیعاب مطبوعہ مصر برحاشیہ اصابہ جلد٣ صـ٨٠ میں ہے)۔

اور الامامۃ والسیاسۃ صـ٤٦ میں (دربیان دفن امیر عثمان کے لکھا ہے) حتیٰ کہ اُس کی نعش کو (امیر عثمان کی) گرد نواح بقیع میں رکھا گیا اور اُن کے پاس جبلہ بن عمرو ساعدی انصاری آیا اور کہا خدا کی قسم اس کو بقیع رسول اللہ میں (مسلمانوں کے قبرستان میں) دفن نہ کرو۔ اور ہم تمہیں اسپر نماز جنازہ نہیں پڑھنے دیں گے (اور تاریخ طبری جلد٥ صـ١٤٣ میں اسی طرح ہے کہ انصار نے جنازہ سے روکا اور کہا کہ اسپر نماز جنازہ نہ پڑھو اور نہ مقابر مسلمین میں دفن کرو) پس ابو جہم نے کہا اگر تم اسپر نماز جنازہ نہ پڑھو تو اللہ تعالیٰ اسپر پڑھ دیگا۔ پس وہ نعش کو لے نکلے اور اُن کے ساتھ عائشہ بنت عثمان بھی تھی جس کے پاس ایک چراغ تھا۔ وہ حش کوکب[1] پر آئے اور ایک گڑھا کھودا اور نماز جنازہ پڑھنے لگے۔ جبیر بن مطعم نے اُن کی امامت کرائی پھر اُس گڑھے میں اُنہوں نے لٹکا کر دفن کر دیا اور اُس کی قبر نہ بنائی گئی۔ صرف مٹی ڈال کر گڑھے کو بند کیا گیا (انتہیٰ ملخصًا)

[1] حش کوکب بستان وخرماستان وحاجت جا لانہم کانوا یقضون حوائجہم فی البساتین۔ انتہیٰ (منتہی الارب فی لغات العرب) یعنی حش کوکب وہ مقام ہے جہاں باغ اور کھجوریں ہوں اور وہاں قضاء حاجت کیا جاتا ہو۔ کیونکہ عرب کے لوگ باغوں میں ہی قضائے حاجت کرتے تھے۔ اور مروج الذہب برکامل جزء ٥ صـ١٤٦ اور تاریخ کامل جلد٣ صـ٨٠ وتاریخ طبری جلد٥ صـ١٤٣ واصابہ ابن حجر جلد١ صـ٢٢٤ بذیل ترجمہ جبلہ بن عمرو میں ہے کہ حش کوکب بقیع سے باہر ایک مقام ہے جس میں یہود اپنی میتوں کو دفن کرتے تھے۔ اور معاویہ نے اپنے زمانہ میں اُس مقام کو بقیع میں داخل کر لیا۔ اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس قبر (عثمان) کی نواح میں مسلمانوں کی قبریں بنائیں۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا اور وہ مقام مقابر مسلمین سے متصل ہو گیا۔ انتہیٰ۔ مطلق قتل خلیفہ یا مقابر مسلمین میں اُس کا دفن نہ ہونا یا نعش کا کھاد کوڑے میں پڑا رہنا اس صورت میں جائے اعتراض نہ تھا کہ معترضین اور قاتلین کی جماعت اغراض نفسانیہ اور بے جا اعتراضات سے یہ فعل کرتے یا وہ لوگ گنوار اور شریعت سے ناآشنا ہوتے۔ مگر جب معترضین کی جماعت اہل حل وعقد معتبرین مہاجرین وانصار تھے اور عرصہ طویل تک خلیفہ صاحب محصور رہے اور بجائے بہادران بدر وحنین کے روز روشن میں خلیفہ ثالث قتل کئے گئے اور کہیں جنگل میں نہیں بلکہ مدینہ طیبہ کے اندر یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا اور کسی صاحب نے وہ ہمدردی اور اعانت جو اُس وقت مناسب تھی نہ کی اس سے پایا جاتا ہے کہ کثرت رائے مومنین کی بلکہ جملہ مسلمین کی اسی پر تھی کہ خلیفہ صاحب قتل کئے جائیں اور اس طرح یہ قتل بدلیل اجماع جائز کہا جاتا ہے۔ اور یہ کثرت رائے مسلمین کی امیر عثمان کے اُن افعال کی بنا پر ہوگی جو ایمان کے اس قدر مضر تھے جس سے واجب القتل قرار دیئے گئے۔ اور اس قتل میں امیر المومنین علی ع کا سکوت بھی قابل غور ہے۔ چنانچہ اسکو تاریخ کبیر طبری مطبوعہ مصر ج٥ صـ٢ میں اس طرح لکھا ہے۔ کہ آپ نے امیر معاویہ کے جواب میں اس طرح فرمایا لا اقول انہ قتل مظلومًا ولا

م انہ قتل ظالما۔ الخ یعنے نہیں اسکو (امیر عثمان کو) مقتول مظلوم کہتا ہوں اور نہ مقتول ظالم۔ الخ یہ کلام حضرت علی ع کی معاویہ خیل کے مقابلہ میں بصورت توریہ تھی جس میں ہر دو پہلو سے سکوت ظاہر فرمایا تاکہ مقتول کو ظالم کہنے سے مخالفین کا اشتعال نہ بڑھ جائے کیونکہ انہوں نے مکر سے یہی ذریعہ مخالفت قرار دیا ہوا تھا اور مظلوم نہ کہنا حقیقت حال کو منکشف کر دیتا ہے۔

اور خواجہ حسن نظامی دہلوی نے محرم نامہ صفحہ ۱۴۲ میں یہ عبارت لکھی ہے "۔ دل لرزنے کی بات ہے۔ امیر المؤمنین (عثمان) جانشین رسول ص کا جنازہ تین دن بے گور و کفن پڑا رہا۔ آخر حضرت علیؑ کی کوشش سے چار آدمیوں نے حضرت عثمان کا جنازہ اٹھایا اور قبرستان لے چلے۔ عبرت کا مقام ہے جو خلیفہ دنیا کے بڑے حصہ کا مالک ہو اُس کی میت کے ساتھ چار آدمی سے زیادہ نہ تھے اور اسپر بھی بلوائیوں کا یہ حال تھا کہ جنازہ پر پتھر مارتے تھے اور بیچارے جنازہ اُٹھانے والے بھاگا بھاگ جا رہے تھے (یہودیوں کے قبرستان میں) جب حضرت عثمان کو آخر مجبور ہو کر یہودیوں کے قبرستان میں جو بقیع کے برابر تھا اُس حامی اسلام اور مسلمان خلیفہ کو دفن کیا گیا"۔ انتہٰی ملخصاً۔ اور جو کچھ ہمنے بیان کیا۔ عقلمند کے لئے کافی ہے۔

امیر عثمان کی دامادی رسولؐ پر ایک نظر

اہل تسنن امیر عثمان کو داماد پیغمبر قرار دیتے ہوئے اُن کی فضیلت ثابت کرنے میں پھولے نہیں سماتے اسواسطے اسپر بھی ایک نظر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ شائد اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل تسنن کو دامادی حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام پر قیاس کر لینے سے یہ مغالطہ پیدا ہوا ہے۔ مگر انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ اولاد پیغمبر کی سب ایک ہی شان کی ہونی ضروری نہیں بلکہ بعض کو بعض پر فضیلت ہوتی ہے۔ اور اولاً جناب فاطمہ زہراؑ کے بغیر باقی لڑکیوں کا آنحضرت ص سے صلبی ہونا متنازع اور مختلف فیہ امر ہے۔ بہرحال امیر عثمان اور حضرت علیؑ کی دامادی میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شادی باتفاق فریقین بوحی الٰہی ہوئی۔ اور شیخین نے جناب زہراؑ کے لئے نبی صلعم کی خدمت میں خواستگاری ظاہر کی تو آنحضرت ص نے انکار فرمایا کہ یہ نکاح بغیر وحی کے نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ یہ قصہ کتب اہل جماعت میں بالاتفاق مروی ہے۔ دیکھو روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۱۴۵ مطبوعہ نول کشور و شرح فقہ اکبر علی قاری حنفی مطبوعہ مطبع محمدی لاہور صفحہ ۱۳۳۔

(روضۃ الاحباب میں نظم درر السمطین زرندی سے باسناد انس بن مالک منقول ہے۔ کہا میں آنحضرت ص کی خدمت میں تھا۔ کہ چہرہ مبارک پر وحی کے آثار معلوم ہونے لگے۔ جب فراغت ہوئی فرمایا۔ اے انس تو جانتا ہے اس وقت جبرئیل عرش سے کیا پیغام لایا ہے۔ میںنے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ وہ کیا ہے؟ فرمایا یہ حکم لایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکم دیتا ہے میں فاطمہ زہراؑ کی تزویج حضرت علیؑ سے کر دوں۔ الخ۔ شیخین کی خواستگاری اور نبی صلعم کا اعراض و انکار روضۃ الاحباب صفحہ ۱۴۵/۱۴۴ اور صواعق محرقہ طبع مصر صفحہ ۹۷ وغیرہ میں ہے اور نکاح بالوحی غیبت علیؑ میں حضرت ص کا کر دینا اور پھر علیؑ کو اطلاع دینا اور علیؑ کا خوش ہونا اور سجدہ شکر کرنا صواعق و شرح فقہ اکبر و روضۃ الاحباب ہر سہ میں مذکور ہے اور دیگر بہت کتب میں اس کے مرادف لکھا ہے۔ بلکہ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو جناب زہراؑ کے لئے کوئی کفو نہ ملتی۔ اور جناب فاطمہؑ کے شان میں شرح فقہ اکبر کے صفحہ مذکورہ پر ہے کہ رسول خدا ص فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جناب فاطمہؑ اور ان کی اولاد کو قیامت میں آگ سے خلاص کر دیا ہے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا فاطمہؑ اور ان کے محبین کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے خلاص کر دیا ہے۔ انتہٰی۔ نیز سیدۃ نساء العالمین سے ملقب ہونا

جناب سیدہ کا مشہور و مسلم ہے۔ جب ان کے برابر کسی کی شان نہیں تو ان کے خاوند کی شان اگرچہ ارفع و اعلیٰ بغیر اس نکاح کے بھی ہے مگر ایسے نکاح سے بلاشک شان دوبالا ہونا موزون و مقرون ہے۔ اور امیر عثمان کی شان کو دامادی مجوزہ کچھ بڑھا نہیں سکتی جب تک کہ ان کے اپنے اعمال موجب رضائے ایزد متعال کے ثابت نہوں۔ اسکے لئے چند وجوہ غور طلب ہیں۔ ایک یہ کہ دختران نبی صلعم کی صلبی بجز زہرا کے اختلافی ہیں متفق علیہ نہیں اور بفرض تسلیم الظاہر دو بی بیوں یعنی حضرت رقیہ رضؓ و ام کلثوم رضؓ کا نکاح پہلے عتبہ و عتیبہ پسران ابی لہب سے کیا گیا تھا۔ انہوں نے بعد نزول سورہ تبت یدا ابی لہب کے بحکم اپنے باپ کے نبی صؐ کے پاس آکر ہتک آمیز کلمات سے ہر دو بیبیوں کو طلاق دیدی اور آنحضرت صؐ کی طرف تھوک کر بے ادبی بھی کی۔ جب ایسے اشخاص سے اُن کا نکاح جائز سمجھا گیا تو امیر عثمان سے جو بظاہر مسلمانوں میں شامل اور احکام شریعت کے تابع تھے کس طرح ناجائز تھا۔ احکام مناکحت و محافظت جان و مال کے ظاہر اسلام پر مبنی ہیں اسلئے ہر زمانہ میں مصلحت وقت پر اس طرح نکاح وغیرہ تعلقات مسلمانوں میں چلے آئے ہیں اور ممکن ہے کہ جو افعال امیر عثمان سے بعد نبی صؐ کے ظاہر ہوئے قبل وفات آنحضرت کے ویسے نہوں۔ کیونکہ آنحضرت کی حین حیات میں جب رعب و تسلط قائم ہو چکا تھا سب ضعیف الاسلام اپنے خفیہ عقائد کو چھپا کر دبے رہتے تھے اور عام طور پر حرص عروج دنیا کے سبب سے بعد وفات رسول صلعم کے صحابہ میں تبدیلی خیالات پیدا ہو گئی تھی اور جیسا کہ عتبہ اور عتیبہ نے دختران رسول خدا صلعم کی شان نہ سمجھی اور مفارقت ہر دو قرہ باصرہ سردار دو جہان کا اُن کو درد نہوا۔ حضرت عثمان کے ایک واقعہ سے بھی ویسے آثار نظر آتے ہیں کہ اُس بزرگوار نے بھی دختر رسول صلعم منکوحہ خود کی قدر نہ کی بلکہ ایذا پہونچائی۔ اہل تسنن جو نکہ خطبات میں صاحب موصوف کو کامل الحیاء کا لقب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فرشتے بھی ان سے شرماتے تھے۔ یہ کہیں گے کہ اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مذکور کو ہر حال میں باوجود کثرت مادہ رجولیت نگاہداشت عفت منظور تھی اور ہر وقت ان کو الفت اور ادائے حقوق زوجیت کا خیال رہتا تھا۔ مگر حقیقت شناس حضرات اور الحیاء شعبۃ من شعب الایمان کے عاملین اس سے کچھ اور نتیجہ نکالتے ہیں۔ لہذا یہ واقعہ لفظ بلفظ اصح الکتب صحیح بخاری اور اُس کی شرح فتح الباری سے نقل کیا جاتا ہے۔ تاکہ حضرت عثمان کو جو درد دائمی مفارقت دونا دختر سرور کائنات پر ہوا اور جو جو حقوق زوجیت اور آخری خدمات اونکی بجا لائے اُس کا صحیح اندازہ لگایا جائے دیکھو بخاری مع فتح الباری مطبوعہ دہلی جلد اول پ۵ صفحہ ۶۶۶/۶۶۷ وعن انس بن مالک قال شھدنا بنتا لرسول اللہ (ھی ام کلثوم زوج عثمان ۱۲ فتح الباری) قال ورسول اللہ صؐ جالس علی القبر فرأیت عینیہ تدمعان قال فقال ھل منکم رجل لم یقارف اللیلۃ فقال ابو طلحۃ انا قال فانزل قال فنزل فی قبرھا۔ انتھیٰ اس حدیث کی شرح میں ابن حجر عسقلانی مؤلف فتح الباری یوں رقمطراز ہیں۔ وقیل معناہ لم یجامع تلک اللیلۃ وبہ جزم ابن حزم وقال معاذ اللہ ان یتبجح ابو طلحۃ عند رسول اللہ صؐ بانہ لم یذنب تلک اللیلۃ انتھیٰ ویقویہ ان فی روایۃ ثابت المذکورۃ بلفظ لا یدخل القبر احد قارف اھلہ البارحۃ فتنحیٰ عثمان وحکی عن الطحاوی انہ قال لم یقارف تصحیف والصواب لم یقاول ای لم ینازع غیرہ الکلام رای انہ قال وتعقب بانہ تغلیط الثقۃ بغیر مستند وکانہ استبعد ان یقع لعثمان ذلک لحرصہ علی مراعات

الخاطر الشریف ویجاب عنہ باحتمال ان یکون مرض المرأۃ طال واحتاج عثمان الی الوقاع ولم یظن عثمان انھا تموت تلک اللیلۃ ولیس فی الخبر ما یقتضی انہ واقع بعد موتھا بل ولا حین احتضارھا والعلم عند اللہ (ثم قال) وحکی ان عثمان کان قد جامع بعض جواریہ فی تلک اللیلۃ فتلطف النبی صلعم فی منعہ من النزول فی قبر زوجتہ بغیر تصریح۔ انتھیٰ۔ (ترجمہ) حضرت انس روایت کرتے ہیں ایک دختر رسول خدا صلعم یعنے حضرت ام کلثوم زوجہ امیر عثمان کی وفات کے وقت میں بھی حاضر تھا۔ میںنے دیکھا کہ رسول اللہ صلعم قبر دختر خود کے پاس بیٹھکر رو رہے تھے۔ آپنے فرمایا۔ کوئی تم میں سے ہے جو آج رات اپنے گھر ہم بستر نہیں ہوا؟ ابوطلحہ نے کہا میں ہوں۔ فرمایا قبر میں اُتر جا (خدمت دفن بجالا) پس وہ اترا۔ فتح الباری میں بذیل اس حدیث کے لکھا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس کا معنے یہ ہے جس نے آج رات مجامعت نہیں کی (وہ آئے) اور ابن حزم نے اسی معنے پر تیقن کیا ہے۔ اور کہا ہے۔ اس کا یہ معنے ہرگز نہیں کہ ابوطلحہ نے یہ دعوٰے کیا ہو کہ میںنے آج رات کوئی بھی گناہ نہیں کیا۔ انتہےٰ۔ (پھر لکھا) اور اسی معنے کی دوسری روایت سے تقویت ثابت ہوتی ہے۔ جو ثابت سے بدیں الفاظ مذکور ہوئی ہے کہ اس قبر میں وہ آدمی داخل نہو جس نے آج رات اپنی اہلیہ سے مباشرت کی ہے۔ پس امیر عثمان دور ہو کھڑے۔ اور طحاوی سے منقول ہے اُس نے کہا لم یقارف تصحیف معلوم ہوتی ہے۔ اصل میں لم یقاول ہے بایں معنی کہ عشا کے بعد جس نے جھگڑے کی کلام نہ کی ہو (پھر ابن حجر لکھتا ہے) طحاوی کے اس قول پر اس طرح اعتراض کیا گیا ہے بانہ تغلیط للثقۃ بلا مستند کہ اس قول کے مطابق ایک ثقہ معتبر پر بلا سند غلط بیانی و بہتان کا الزام لگانا لازم آتا ہے اور شاید طحاوی نے اس لفظ کو اسلئے بعید خیال کیا ہے کہ امیر عثمان سے باوجود اس کے حریص ہونے رعایت داری خاطر شریف آنحضرت صلعم کے ایسا امر بعید معلوم ہوتا ہے۔ مگر طحاوی کو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ کوئی بعید نہیں کیونکہ جب مرض بیوی صاحبہ کی طوالت پکڑ گئی اور حضرت عثمان کو حاجت مباشرت پیش آئی (وہ صبر نہ کر سکے) اور یہ فعل وقوع میں آیا۔ مگر غالباً اُن کو یہ گمان نہ ہوگا کہ صاحبہ موصوفہ کا آج رات ہی انتقال ہو جائیگا اور اس حدیث کا مقتضےٰ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بعد موت یہ واقعہ پیش آیا۔ بلکہ اس سے یہ بھی نہیں نکلتا کہ اُس وقت آخری دم تھا اور بعض نے کہا ہے کہ امیر عثمان صاحبنے اُس رات ایک کنیز سے ہمبستری کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ صلعم نے کنایہ اور نرمی سے قبر میں جانے سے ان کو روکا۔ انتہےٰ۔

اس روایت سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عثمان سے کوئی ایسا فعل وقوع میں آیا جو شایان شان ایک مہذب اور مقرب بارگاہ رسول صلعم کے نہ تھا بلکہ خلاف تہذیب اور بے محل تھا۔ جیسا کہ علامہ طحاوی نے امیر عثمان کا بچاؤ اس طرح کرنا چاہا ہے کہ حضرت انس جیسے صحابی یا بخاری کے ثقہ رواۃ پر تصحیف اور غلط بیانی کا الزام لگانے سے دریغ نہ کیا۔ اور علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ طحاوی کو یہ فعل امیر عثمان کے شان سے بعید معلوم ہوا اسلئے اُس نے یہ تاویل کی ہے۔ مگر اس سے ایک ثقہ کو جھوٹا نہیں کہا جا سکتا۔ (ورنہ امن روایت کل روایات سے اُٹھ جاتا ہے) اور در حقیقت مرض اہلیہ امیر عثمان کو طوالت ہوئی ہوگی اور امیر صاحب کو ضرورت پیش آئی اسلئے یہ فعل وقوع میں آیا۔ (پھر علامہ موصوف کو قصہ مشہورہ سے کوئی بات سوجھی ہے جس کا جواب بناتے ہوئے لکھتے ہیں) اس روایت کا مقتضےٰ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بعد وفات صاحبہ مستورہ کے امیر صاحب سے یہ وقوع ہوا۔ بلکہ یہ بھی نہیں کہ عین وفات کے وقت ہوا۔ البتہ رات وہی تھی۔ مگر ممکن ہے کہ امیر صاحب یہ نہ سمجھے تھے کہ ابھی اسی رات

صاحبہ موصوفہ فوت ہو جائینگی۔ اور بعض نے (اس سے متنفر ہو کر) کہا کم کسی اور کنیز سے اتفاق ہوا ہو گا۔ اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رسول خدا ص نے اس مقام کے بغیر کسی اور میت اپنے یا بیگانے کے دفن پر یہ تذکرہ فرمایا ہو اور نہ عام دفن میتوں کے متعلق مسائل شرعیہ سے قرار دیا۔ لہذا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس میں کوئی خفیہ راز ہے۔ اور ایسے معاملہ کی توضیح باعث تفضیح تھی۔ اسواسطے حلم و حیا میں بے نظیر بنی بشیر و نذیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکمال فصاحت و بلاغت ایک لطیف اشارہ سے اس فعل کے مرتکب کی تخجیل کر دی۔ چنانچہ آنحضرت ص نے بظاہر امیر عثمان کو مخاطب نہ فرمایا مگر وہ صاحب سمجھ گئے اور شرم کے مارے فقط خاموشی پر اکتفا نہ کر کے کھسکنے لگے اور قبر سے دور ہو کھڑے۔ بہر حال امیر صاحب کی خاندان نبوت سے ہمدردی و غم گساری کا اہل بصیرت اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں تو ان حالات میں اس نکاح سے جو فائدہ عتبہ و عتیبہ نے اُٹھایا امیر عثمان کو وہی حاصل ہے۔ پسران ابی لہب کے واقعہ نکاح و طلاق کو محدثین و مورخین سب نے بیان کیا ہے۔ نمونے کے لئے دیکھو اصابہ فی تمییز الصحابہ مولفہ حافظ ابن حجر عسقلانی جلد ۴ ص ۴۸۹ و استیعاب بر حاشیہ اصابہ ص ۲۹۹ و مدارج النبوۃ مطبوعہ نول کشور جلد دوم ص ۵۸۵/۵۸۶ و روضۃ الاحباب جلد ا ص ۴۳۱/۴۳۴ و مواہب لدنیہ و شرح فقہ اکبر ص ۱۳۳/۱۳۴۔ نیز زوجہ مومنہ سے ہر حال میں زوج کو شرف حاصل ہوتا تو فرعون کو بھی شرف حاصل ہونا چاہیئے تھا۔ دیکھو آخر سورہ تحریم پارہ۔ ۲۹۔ پس ثابت ہوا کہ درحقیقت شرف و فضائل کل کی مدار اوّلاً ایمان کامل و اعمال صالحہ پر ہے اور ثانیاً قرابت پیغمبر پر اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دبك یخلق مایشاء ویختار۔ پارہ۔ ۲۰ رکوع ۱۰۔ اپنی مخلوقات سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ مطلق رشتہ اگر مفید ہوتا تو ابو لہب چچا رسول اللہ ص اور حیّ بن اخطب یہودی خُسر نبی ص کو جس کی دختر حضرت صفیہ زوجہ نبی ص کی تھی یا عتبہ و عتیبہ پسران ابی لہب کو جو داماد نبی ص کے تھے بھی فائدہ پہونچا۔ یا پسر نوح ع کو نیز مدد ملتی۔ جب مسلّم ہے کہ اُن کو فائدہ نہیں پہونچا تو امیر عثمان صاحب اپنے حالات شیخین سے زیادہ یا برابر خطرناک رکھتے ہوئے کب فائدہ لے سکتے ہیں۔ وفی الحقیقت ہر پیغمبر کا منہاج نبوت الگ ہوتا ہے۔ ہمارے نبی ص نے مختلف قبیلوں سے ناطے لئے اور اُن سے بعض کو دیئے محض اس غرض سے کہ جو ظاہر دشمن ہیں اس رابطہ پیدا ہونے سے نرم ہو جائیں اور حق کو سنکر قبول کریں یا اشاعت اسلام میں ظاہر مخالفت کر کے رکاوٹ پیدا نہ کریں۔ گویا ابتدائے اسلام میں ہر امر میں اشاعت اسلام کو اہم تر تصور کیا گیا۔ اور خاص تدابیر عمل میں لائی گئیں اور جب اسلام تقویت پکڑ گیا تو باوجود درخواست کے شیخین کو بھی رشتہ دینا منظور نہ رکھا گیا۔ ۱۲ مترجم۔

تذنیب فی بیان فدك

قد اثبتنا ان العمل شریك الایمان كما مر من كنز العمال ص ۹/۲۴ ج ۱۔ الایمان والعمل اخوان شریكان فی قرن لایقبل الله احدهما الا بصاحبه فبنقصان العمل نقصان الایمان

تتمہ باغ فدک کے بیان میں

تحقیق ہم سابقاً ثابت کر چکے ہیں کہ عمل ایمان کا شریک اور اسکی جز ہے۔ جیسا کہ کنز العمال جلد ا ص ۹/۲۴ سے منقول ہو چکا ہے کہ ایمان اور عمل ایک ہی قبیل سے دونوں شریک بھائی ہیں۔ ایک کو ان میں سے دوسرے کے بغیر اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ پس نقصان

وقد ثبت ان مودۃ اقرباء النبی ص واجب وباغضابھم اغضاب النبی ص وباغضاب النبی ص اغضاب اللہ تعالیٰ وھو مستلزم لحبط الاعمال والایمان ولیس بمستتر ان الخلفاء الثلثۃ اغضبوا عترۃ النبی ص فی فدک فمن اجل ذلک اوردنا ذکرھا عقیب ذکر ایمانھم فالآن نبینھا بعونہ سبحانہ۔ اعلم ان اغضاب ابی بکر فاطمۃ الزھراء صلوات اللہ علیھا من غصب فدک وھجرانھا ایاہ حتے ماتت ولم توذن لہ بجنازتھا وان علیاً دفنھا لیلاً کما فی الفتح جلد ۴ صـ ۱۷۱ والتحفۃ للدھلوی وازالۃ الخفاء ج ۲ صـ ۳۰ ومن عدۃ طرق انھا دفنت لیلاً وکان ذلک بوصیۃ منھا من المشاھیر التی لاحاجۃ الیٰ اثباتھا وکفاک بہ سند الشیخان واحمد روی البخاری فی صحیحہ فی باب الخمس جلد ۳ صـ ۱۴۰ لغضبت فاطمۃ بنت رسول اللہ ص وھجرت ابابکر فلم تزل مھاجرتہ حتی توفیت۔

اور نیز ثابت ہو چکا ہے کہ دوستی اقربا نبی ص کی واجب ہے اور اُن کے غضبناک کرنے سے رسول خدا ص غضبناک ہوتے ہیں۔ اور نبی ص کے غضبناک کرنے سے اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتا ہے۔ اور یہ عمل مستلزم حبط اعمال بلکہ زوال ایمان کا باعث ہے اور یہ مخفی نہیں کہ خلفاء ثلاثہ نے عترت نبی ص کو دربارہ فدک غضبناک کیا۔ پس اسی واسطے ہم بیان ایمان ثلاثہ کے بعد فدک کا حال بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں اور بعونہ تعالےٰ اسکو شروع کرتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ بتحقیق ابی بکر صاحب کا جناب زہراء ع کو بوجہ غصب فدک کے غضبناک کرنا اور زہراء ع کی ابی بکر صاحب سے وقت وفات تک قطع تعلقی کرنی اور ابی بکر صاحب کو اپنے جنازہ کے لئے اذن نہ دینا اور حضرت علیؑ کا حضرت زہراء ع کو رات میں دفن کرنا ثابت اور مشہور ہے۔ چنانچہ فتح الباری جلد ۴ صـ ۱۷۱ اور تحفہ عبدالعزیز دہلوی اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صـ ۳۰ میں ہے کہ بہت اسانید سے ثابت ہے۔ جناب زہراء ع کو رات میں دفن کیا گیا اور یہ بوجہ وصیت صاحبہ موصوفہ کے تھا۔ یہ ایسی مشہور بات ہے جس کے ثابت کرنے کی ہمیں حاجت نہیں۔ اور تیرے لئے سند کے لئے بخاری و مسلم و احمد کافی ہیں۔ بخاری نے اپنے صحیح کے باب الخمس جلد ۳ صـ ۱۴۰ میں روایت کیا ہے کہ حضرت فاطمہ زہراء ع دختر رسول اللہ ص غضبناک ہوئیں[1] اور صاحبہ موصوفہ نے ابی بکر صاحب سے قطع تعلق کر لیا حتیٰ کہ اسی حالت پر فوت ہوئیں۔

[1] اس مضمون کے آخر میں بخاری کی حدیث لکھی جائے گی جس میں آنحضرت ص نے فرمایا جس نے حضرت فاطمہ ع کو غضبناک کیا اُس نے مجھے غضبناک کیا اور جو اُسے ایذا دیتا ہے وہ مجھے ایذا دیتا ہے۔ اس کی شرح میں ابن حجر فتح الباری جلد ۵ صـ ۱۴۰ میں لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں جس کو حاکم نے روایت کیا یہ ہے کہ فرمایا جو چیز حضرت فاطمہ ع کی طبع کو منغص کرے وہ مجھے بھی رنج دیتی ہے اور جو اُسے خوش کرے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے۔ اور اس سے ماخوذ ہے کہ جس کی اذیت سے نبی ص کو اذیت پہونچے اُس کی اذیت بھی حرام ہے۔ کیونکہ نبی ص کو رنج پہونچانا بالاتفاق حرام ہے۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ اور آنحضرت ص نے قطعی طور پر بطور لازم ملزوم بیان فرمایا ہے کہ جو کچھ حضرت فاطمہ ع کو ایذا دے وہ مجھے ایذا دیتا ہے۔ پس جو بھی امر ایسا واقع ہو کہ فاطمہ ع کو ایذا دے وہ بشہادت اس حدیث صحیح کے نبی ص کو ایذا دیتا ہے۔ انتہےٰ من الفتح۔ اور مسلم جلد ۲ صـ ۹۱ و بخاری مع الفتح مطبوعہ دہلی جلد ۴ صـ ۱۷۱ میں جناب زہراء ع کا سوال میراث اور حضرت ابوبکر کا جواب انکار بایں الفاظ لکھا ہے۔ ان فاطمۃ بنت رسول اللہ صلعم ارسلت الی ابی بکر الصدیق تسئلہ میراثھا من رسول اللہ مما افاء اللہ علیہ بالمدینۃ وفدک ومابقی من خمس خیبر فقال ابوبکر ان رسول اللہ قال لانورث۔ الخ (الیٰ ان قال) فابی ابوبکر ان یدفع الی فاطمۃ شیئاً فوجدت فاطمۃ علےٰ ابی بکر (او فغضبت فاطمہ (کما فی البخاری) (بقیہ حاشیہ

بر صـ ۳۷۲)

وفی المسلم ج۲ ص۹۱ فوجدت فاطمۃ ع علی ابی بکر فی ذٰلک قال فھجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت وعاشت بعد رسول اللہ ص ستۃ اشھر فلما توفیت دفنھا زوجھا علی ابن ابی طالب لیلا ولم یوذن بھا ابا بکر وصلے علیھا علیؑ۔

وفی روضۃ الاحباب ج ۱ ص۲۳۴ فی ذکر وفاۃ فاطمۃ ع ونماز بروے علی ع وبقولے عباس گذارد روز دیگر ابوبکر صدیق وعمر فاروق وسائر اشراف صحابہ با علی ع معاتبہ مے کردند کہ چوں ما را خبر نہ کردی تا شرف نماز بروے دریافتمی۔ علی ع عذر گفت من بر وصیت او چنیں کردم۔ انتہے ملخصاً۔

قال ابن قتیبۃ فی الامامۃ والسیاسۃ ص۱۵ قالت فاطمۃ لابی بکر وعمر اسخطتمانی وما ارضیتمانی ولئن لقیت النبی ص لاشکونکما الیہ۔ الخ وقد ذکر۔

اور صحیح مسلم جلد ۲ ص۹۱ میں ہے جناب فاطمہ زہرا ع فدک کے بارہ میں ابی بکر پر رنجیدہ خاطر ہو گئیں۔ راوی کہتا ہے اور زہرا ع نے ابی بکر سے قطع تعلق کر لیا اور مرتے دم تک ابوبکر سے کلام نہ کی حالانکہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ ماہ تک زندہ رہیں پس جب حضرت موصوفہ فوت ہوئیں تو ان کو ان کے خاوند جناب علی بن ابی طالب ع نے رات کیوقت دفن کیا اور اس جنازہ کی اطلاع حضرت علی ع نے ابوبکر کو نہ دی بلکہ بی بی صاحبہ پر خود نماز جنازہ پڑہی۔

اور روضۃ الاحباب جلد ۱ ص۲۳۴ میں دربیان وفات جناب فاطمہ ع کے لکھا ہے کہ نماز جنازہ بی بی صاحبہ پر جناب علی ع نے پڑہی۔ اور ایک قول میں عباس نے بھی پڑھی اور دوسرے دن ابوبکر صدیق اور عمر فاروق و دیگر بزرگان صحابہ نے حضرت علی ع کو عتاب کیا (گلہ دیا) کہ کیوں ہمیں آپنے خبر نہیں دی کہ ہم شرف نماز بی بی صاحبہ کا حاصل کرلیتے۔ حضرت علی ع نے عذر فرمایا کہ میںنے بنابر وصیت بی بی صاحبہ کے ایسا کیا ہے۔ انتہے ملخصاً۔

اور ابن قتیبہ نے الامامۃ والسیاسۃ مطبوعہ مصر ص۱۵ میں لکھا ہے کہ جناب فاطمہ زہرا ع نے حضرت ابی بکر و عمر سے فرمایا تم دونوں نے مجھے غضبناک کیا اور راضی نہیں کیا اور جس وقت میں نبی ص سے ملاقات کروں گی تو ان کے پاس تم دونوں کی شکایت کروں گی اور یہ روایت کیفیت خلافت ابوبکر میں مفصل مذکور ہو چکی ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۱) یعنی ابوبکر صاحب نے کوئی چیز جناب فاطمہ زہرا ع کو نہ دی۔ اس سے ناظرین غور فرمائیں کہ بعض سنی جو اعتراض کرتے ہیں کہ دیگر وارثان کو محروم کر کے حضرت سیدہ کس طرح فدک لینا چاہتی تھیں یہ کس قدر غلط ہے کیونکہ دعوے وراثت حضرت عباس نے بھی کیا جیسا کہ مسلم ص۹۱ ج۲ میں ہے۔ اور ازواج نبی ص نے بھی کیا جیسا کہ بخاری جلد ۴ ص۲۹ میں ہے۔ اور جناب فاطمہ ع نے بھی کیا چنانچہ اوپر مذکور ہوا ہے۔ تو کوئی چیز جو حصہ میں آتی تھی وہی ابوبکر صاحب دیدیتے۔ کسی کو کچھ نہ دینا اور خود قابض ہونا کس قانون تقسیم وراثت میں تھا۔ اور روایات میں بھی مال فے سے سوال وراثت ثابت ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ ہر ایک نے ساری کا سارا مال طلب کیا تھا۔ چنانچہ امیر عمر کی کلام مندرجہ مسلم و بخاری سے ظاہر ہے کہ اُسنے جناب علی ع و عباس کو کہا کہ تو لے عباس ابی بکر سے اپنا حصہ چاہتا تھا جو تجھے برادرزادہ سے ملنا چاہیئے تھا۔ اور یہ علی ع ابوبکر سے اپنی عورت کا حصہ چاہتا تھا جو بیٹی کو اپنے باپ سے ملنا چاہیے اور ابوبکر نے حدیث لانورث سنائی تب تم دونوں نے ابوبکر کو کاذب آثم۔ غادر۔ خائن خیال کیا۔ جب میں والی ہوا ہوں اب میرے پاس یہی امر لائے ہو۔ میںنے وہی کہا اور تم مجھے ویسا خیال کرتے ہو جو ابوبکر کو سمجھا۔ اور بخاری میں ازواج کے سوال وراثت میں صریح لفظ سوال آٹھویں حصے کا مروی ہے۔ پس کیا کسی کو اصل حصہ وراثت ملا تھا کہ ابوبکر صاحب کا عذر دعوی کے عدم صحت حصہ وراثت کا تسلیم کیا جاتا۔ اور اس کے علاوہ ذوی القربیٰ نبی ص کو (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۳۷۳)

لہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون۔ یعنی جو ایمان لا کر اپنے ایمان میں ظلم نہیں ملاتے اُن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ اب شیخین کے ایمان کو موازنہ میں رکھیں ۱۲ مترجم

وفی نہج البلاغۃ ص۱۶۵ ومن کلام لہ علیہ السلام عند دفن سیدۃ النساء فاطمۃ علیہا السلام السلام علیک یارسول اللہ (الیٰ ان قال) وستنبئک ابنتک بتظافر امتک علیٰ ھضمہا ۔ الخ

وفی استدلال ابی بکر لمنع فاطمۃ عن فدک اشکالات ۔ الاول ان حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ خبر واحد معارض للآیات القرآنیۃ ای یوصیکم اللہ ولکل جعلنا موالی وآت ذا القربیٰ حقہ الثانی قال السید فی کتابہ الزہراءؑ ص۱۰۹ ناقلا عن العلامۃ ابن ابی الحدید ھذا حدیث غریب لان المشہور انہ لم یرو حدیث انتفاء الارث الا ابوبکر وحدہ وفی ص۱۱۱ واختلفوا فی میراثہ فما وجدوا عند احد من ذلک علما فقال ابوبکر سمعت رسول اللہؐ یقول انا معاشر الانبیاء الخ اخرجہ البغوی وابوبکر الشافعی فی الغیلانیات وابن عساکر فی تاریخہ ۔ الثالث ان صاحب البیت ادریٰ بما فیہا فکیف یتصور

اور نہج البلاغت ص۱۶۵ میں ہے ۔ اور جناب علیؑ کی کلام جو دفن سیدۃ النساء فاطمہؑ کے وقت فرمائی یہ ہے ۔ یارسول اللہ آپ پر سلام ہو (حتیٰ کہ فرمایا) عنقریب آپ کو آپ کی بیٹی جناب فاطمہؑ اس امر کی خبر دے گی کہ آپ کی امت نے آپ کی بیٹی کو کمزور کرنے اور قوت مٹانے میں کافی حصہ لیا ۔ اور اسے ذلیل کیا اور ابوبکر کے فدک بند کرنے کے استدلال میں بہت اشکالات و اعتراضات ہیں ۔ پہلا یہ کہ حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نورث الخ یعنے ہم پیغمبروں کا گروہ نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے ۔ جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہو جاتا ہے ۔ آیات قرآنیہ یوصیکم اللہ اور لکل جعلنا موالی اور آت ذالقربیٰ حقہ کے معارض ہے (اور حدیث مخالف قرآن بالاتفاق مرجوح ساقط عن الاحتجاج ہے) دوسرا یہ کہ سید اولاد حیدر صاحب اپنی کتاب زہرا ص۱۰۹ میں علامہ ابن ابی الحدید سے نقل کرتے ہیں اُس نے لکھا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے کیونکہ یہ مشہور ہے کہ حدیث انتفاء وراثت کی سوائے ابی بکر کے کسی نے روایت نہیں کی ۔ اور ص۱۱۱ میں ہے کہ صحابہ نے میراث نبیؐ میں اختلاف کیا ۔ اور انہوں نے اس کا علم کسی کے پاس نہ پایا ۔ صرف ابوبکر نے کہا ۔ میں نے رسول اللہؐ سے سُنا ہے فرمایا کہ ہم گروہ پیغمبر نہ وارث ہوتے ہیں ۔ الخ اسکو بغوی اور ابوبکر شافعی غیلانیات میں اور ابن عساکر اپنی تاریخ میں روایت کرتے ہیں ۔ تیسرا یہ کہ گھر کا مالک اپنے گھر کے حالات کا دوسروں سے زیادہ واقف ہوتا ہے ۔ پس کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے

(بقیہ حاشیہ ص۳۷۲) جو آنحضرت صلعم کے وقت حصہ خمس ملتا تھا وہ بھی ابوبکر صاحب نے بند کر لیا ۔ جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا تو ظاہر ہوا کہ اصل سبب اہل بیت کو کچھ نہ دینے کا یہی تھا کہ اُن کے حق میں حضرات ثلاثہ کی نیک نیتی نہ تھی ۔ اور اہل تسنن جنازہ جناب زہراؑ پر عدم حاضری شیخین کا یہ سبب بیان کرتے ہیں کہ اُن کو اطلاع نہ ہوئی تھی ورنہ حاضر جنازہ ہوتے ۔ میں کہتا ہوں کہ اتفاقاً نہیں بلکہ حسب وصیت جناب سیدہؑ کے اُن کو عمداً نہ بلایا گیا تھا ۔ اور صرف شیخین سے نہیں بلکہ جناب سیدہ خاندان معاندین سے اس قدر غضبناک فوت ہوئیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ کو باوجود اُن کے عالم نساء اور زمرہ امہات المومنین سے ہونے کے بھی اپنے جنازہ کے قریب آنے کی اجازت نہ دی ۔ اور حضرت عائشہ دروازہ جناب سیدہ پر آئیں مگر اسماء نے منع کر دیا کہ حسب وصیت جناب فاطمہؑ کے آپ اس جنازہ کے پاس اور اس گھر میں داخل نہیں ہو سکتیں چنانچہ وہ واپس چلی گئیں اور ابی بکر صاحب کے پاس شکایت کی وہ دروازہ پر آئے اُن کو بھی وہی جواب ملا اور وہ بھی واپس چلے گئے ۔ دیکھو استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ۴ ص۳۷۹ ترجمہ جناب فاطمہؑ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ وفات اور جنازہ زہراؑ کی ابوبکر صاحب کو اطلاع ہو گئی تھی مگر دشمنی مابین اہل بیت نبیؐ اور اُن کے سلسلہ آمد و رفت اس موقعہ سے مانع ہوئی ۔ ۱۲

مترجم

ان ھذا الحدیث لم یعلم النبی ع علیًا ولا عباسًا ولا فاطمۃ و علم ابا بکر وحدہ او ابنتہ وحدھا۔

وفی الصواعق صـ۱۹ وتاریخ الخلفاء صـ۵ واختلفوا فی میراثہ فما وجدوا عند احد من ذالک علمًا فقال ابو بکر سمعت رسول اللہ م یقول انا معاشر الانبیاء الحدیث۔

وقال الفخر الرازی فی تفسیرہ الکبیر جلد ۳ صـ۲۳ المحتاج الی ھذہ المسئلۃ ماکان الا علیًا وفاطمۃ و العباس وھؤلاء کانوا من اکابر الزھاد والعلماء فی الدین۔ واما ابو بکر فانہ ماکان محتاجًا الی معرفۃ ھذہ المسئلۃ لانہ ماکان یخطر ببالہ انہ یرث الرسول فکیف یلیق بالرسول ان یبلغ ھذہ المسئلۃ الی من لا حاجۃ بہ الیھا ولا یبلغھا الی من لہ الی معرفتھا اشد الحاجۃ۔ انتھی۔ وکذا فی التفسیر النیشاپوری ج ۴ صـ۱۹۷

الرابع ان علیًا والعباس ان کانا سمعاہ من النبی صلعم فکیف یطلبانہ من ابی بکر وان کانا سمعاہ من ابی بکر اوفی زمانہ

کہ یہ حدیث نبی م نے جناب علی ع وحضرت عباس وحضرت فاطمہ زہرا ع کو نہ جتلائی اور اکیلے ابو بکر یا اُس کی بیٹی بی بی عائشہ کو سکھلائی۔

اور صواعق محرقہ صـ۱۹ وتاریخ الخلفاء صـ۵ میں ہے۔ اور صحابہ نے میراث نبی م میں اختلاف کیا اور انہوں نے اس کا علم کسی کے پاس نہ پایا مگر ابو بکر صاحب نے کہدیا مینے رسول اللہ م سے سُنا ہے فرمایا۔ ہم گروہ انبیاء کا نہ وارث ہوتے ہیں۔ آخر تک (صواعق میں بی بی عائشہ سے مروی ہے کہا ہم نے کسی کے پاس وراثت نبی م کا علم نہ پایا مگر ابو بکر صاحب نے کہا الخ۔ اس سے معلوم ہوا کہ سوائے ابی بکر کے کوئی فرد اس حدیث کو نہ جانتا تھا حتیٰ کہ خود بی بی عائشہ نے بھی انہیں سے سُنکر بیان کیا)۔

اور فخر الدین رازی تفسیر کبیر ج ۳ صـ۲۳ میں لکھتے ہیں۔ کہ اس مسئلہ کی طرف سوائے حضرت علی ع اور فاطمہ زہرا ع اور عباس کے کوئی زیادہ محتاج نہ تھا اور یہ ہرسہ بڑے پرہیزگاروں اور علماء دین سے تھے۔ اور ابو بکر صاحب بالکل محتاج عرفان اس مسئلہ کے نہ تھے۔ کیونکہ کبھی ان کے دل میں خیال تک نہیں آسکتا تھا۔ کہ رسول ص کی وراثت اُس کو ملیگی۔ پس ذات بابرکات رسول خدا ع کے شان کے لائق کس طرح سمجھا جائے کہ اس مسئلہ کو اُس شخص کے پاس پہونچادیں جس کو اس کی قطعًا حاجت نہیں اور اُسکو تعلیم نہ دیں جس کو اُس کے سمجھنے کی اشد ضرورت وحاجت ہے۔ انتہیٰ۔ اسی طرح تفسیر نیشاپوری برحاشیہ تفسیر ابن جریر جلد ۴ صـ۱۹۷ میں ہے۔ چوتھا یہ کہ جناب عباس وجناب علی ع نے اگر نبی م سے اس حدیث کو سنا ہوا تھا (جیسا کہ بعض سنیوں کا خیال ہے) تو پھر ہر دو ابو بکر صاحب سے کیسے ناحق حق[1] طلب کرتے تھے اور ہر دو نے ابی بکر سے سُنا یا اُس کے زمانہ میں

[1] نیل الاوطار مؤلفہ علامہ شوکانی جلد ۵ صـ۳۲۹ میں امیر عمر کے قول پر جو اُس نے عثمان وعبد الرحمن وزبیر وسعد وعلی وعباس کے لئے کہا۔ تم نے بھی رسول اللہ م سے سُنا ہے کہ فرمایا لا نورث ماترکناہ صدقۃ یہ اشکال لکھا ہے۔ اس طرح کہ اس روایت میں ہے۔ سب نے امیر عمر کے جواب میں کہا ہاں۔ علامہ شوکانی لکھتے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے کہ انہوں نے نبی ص سے سُنا تھا تو ابی بکر سے حق وراثت کیوں طلب کیا۔ اور اگر ابی بکر سے اس حدیث کو سنا تھا اور تسلیم بھی کیا تو امیر عمر سے کیوں طلب کیا اور امیر عمر نے جو حضرت علی ع وعباس کے اعتقاد سے ظلم ابی بکر وعمر ظاہر کیا ہے وہ کس طرح صحیح ہو حضرت علی ع وعباس نے (نعوذ باللہ) غلطی سے یہ اعتقاد رکھا یا شیخین نے واقعی یہ ظلم کیا (بقیہ حاشیہ صـ۳۷۵)

بحيث ثبت عندهما العلم بذلك فكيف يطلبانه بعد ذلك من عمر واجاب عمر رأيتماني كاذبا آثما غادرا خائنا كما في المسلم جلد ۲ صـ۹۱ وقد اقر بهذا الاشكال الحافظ في الفتح بقوله فيه اشكال شديد ج ۳ صـ۱۴۴ - وقال السيد في الزهراء رسالة صـ۱۱۲ ناقلا عن ابن ابي الحديد انه نقل عن الامام الجوهري انه قال في كتاب السقيفة قال عمر انتما (علیؑ وعباس) تزعمان ان ابابکر فيها ظالم وفاجر والله يعلم انه لصادق ثم قال وانتما تزعمان اني فيها ظالم فاجر والله يعلم انی لصادق - الخامس انه قد روت هذا الحديث معاشر الانبياء عائشة وحدها فصدقها ابوها مع وحدتها وبالعكس لم يصدق ابوبكر شهادة علیؑ والحسنين وام ايمن -

سنا اس طرح کہ انہوں نے اس حدیث کو مان لیا تو پھر وہ ہر دو امیر عمر سے کیوں طلب کرتے۔ جس کے جواب میں امیر عمر نے کہا تم دونوں نے فدک کے بارہ میں مجھے جھوٹا گنہگار دغاباز اور خیانتی سمجھا۔ جیسا کہ صحیح مسلم جلد ۲ صـ۹۱ میں ہے اور اس اعتراض کا حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۳ صـ۱۴۴ میں ان الفاظ سے اقرار کیا ہے کہ اس میں سخت اعتراض ہے (پھر اسی کو بیان کیا)۔

اور سید صاحب نے رسالہ زہراؑ صـ۱۱۲ میں ابن ابی الحدید سے نقل کیا ہے۔ اور اس نے امام جوہری کی کتاب السقیفہ سے لکھا ہے۔ کہ امیر عمر نے جناب علی و عباس سے کہا تم دونوں کا یہ زعم ہے کہ ابوبکر مسئلہ فدک میں ظالم اور فاجر ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ سچا ہے۔ پھر کہا اور تم دونوں جانتے ہو کہ میں بھی اس مسئلہ میں ظالم فاجر ہوں اور خدا جانتا ہے کہ میں سچا ہوں۔ پانچواں یہ کہ اس حدیث کی روایت بی بی عائشہ نے اکیلے کی تو حضرت ابوبکر نے تصدیق کر لی کہ سچی ہے بابا لعکس ابی بکر کی تصدیق حضرت عائشہ نے کر لی۔ اور جناب علیؑ و حسنینؑ و ام ایمن کی شہادت پر اعتبار نہ کیا گیا۔

(بقیہ حاشیہ صـ۳۷۴) اسی طرح بعینہ اسکو اشکال شدید تسلیم کر کے ابن حجر نے فتح الباری ج ۳ صـ۱۴۴ میں انہی الفاظ سے لکھا ہے۔ اور اتنا لکھکر پھر ہر دو (شوکانی و ابن حجر) نے یہ جواب دیا ہے کہ اور تو کوئی چارہ اس سے نہیں ہو سکتا مگر یہ ہے کہ جواب میں کہا جائے۔ حضرت علیؑ و عباس نے اگرچہ حدیث سنی ہوئی تھی مگر معنے غلط سمجھا کہ بعض مال کا ورثہ لینا جائز سمجھا اور بعض کا ناجائز۔ انتہی۔ اور حضرت ابوبکر و عمر نے جملہ متروک رسول اللہ کے لئے حکم عام سمجھا کہ سب ترکہ رسول کا خلیفہ کے تصرف میں آجاتا ہے۔ جو بطور صدقات کے یا جیسا مناسب سمجھے استعمال کرے۔ چنانچہ اقربا رسول اللہ کا حصہ دینا مناسب نہ سمجھا تو شیخین نے بند کر لیا۔ اور باوجود وصیت نبیؐ کے جناب زہراؑ کا حق غصب کر کے انہیں غضبناک کیا اور امیر عثمان نے وہ فدک جو زہراؑ کے لئے دینا خلاف شرع محمدی صلعم سمجھا تھا مروان جیسے ملعون کو مکمل عطا کر دیا۔ ۱۲ مترجم۔

ے سنن ابی داؤد مترجم وحیدی صـ۴۲۵ میں حدیث ہم معنے حدیث صحیح مسلم کے مروی ہے۔ جس سے صریح دعویٰ وراثت فدک وغیرہ اموال فے کا حضرت علیؑ و عباس کی جانب سے زمانہ امیر عمر میں پیش ہونا ثابت ہے۔ جیسا کہ الفاظ امیر عمر سے واضح ہے کہا قلت انا ولی رسول الله وولی ابی بکر فولیتها ماشاء الله ان الیها فجئت انت وهذا وانتما جمیع وامرکما واحد فسألتمانیها۔ الخ یعنے پھر تم دونوں نے اب اموال فے کا اسی طرح سوال کر دیا ہے جیسا کہ زمانہ ابی بکر میں کیا تھا۔ اور بخاری کتاب الفرائض باب حدیث لا نورث مطبوعہ کرزن پریس دہلی صـ۹۹۶ میں حدیث امیر عمر ان الفاظ سے ہے۔ فقلت انا ولی رسول اللهؐ فقبضتها سنتين اعمل فيها بما عمل رسول اللهؐ وابوبكر ثم جئتمانی وكلمتكما واحدة وامركما جميع تسألنی نصيبك من ابن اخيك واتانی هذا يسئلنی نصيب امرأته من ابيها۔ الخ اس روایت کا خلاصہ یہی ہے کہ حضرت عباس نے اپنے حصہ وراثت کا دعویٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۶ پر)

السادس قد سلمّ ان شهادة خزيمة بمنزلة شهادتين لحديث عن النبی م فكيف لا يعتبر شهادة علی ع والحسنين ع المعصومين. مع ان شهادة رجل واحد قد يعتبر بضم حلفه كما فی كنز العمال عن علی ع ابن ابيطالب ان رسول الله م وابابكر وعمر وعثمان كانوا يقضون بشهادة الواحد واليمين ـ وفی التلويح شرح التوضيح ان النبی م قضیٰ بشهادة شاهد ويمين صاحب الحق وروی عنه ان النبی م وابابكر وعمر وعثمان كانوا الخ وفی البخاری كتب ابن عباس ان النبی م قضیٰ باليمين علی المدعیٰ عليه . وفی المسلم عن ابن عباس ان رسول الله م قضیٰ بيمين وشاهد ـ وفی منهاج السنة ج۲ ص۱۶۶ لابن تيمية نعم يحكم فی مثل ذلك بشهادة ويمين الطالب عند فقهاء الحجاز وفقهاء اهل الحديث ـ وفی التقريب للعسقلانی خزيمة بن ثابت ذو الشهادتين من كبار الصحابة شهد بدرًا وقتل مع علی ع بصفين

چھٹا یہ کہ امر مسلم ہے کہ خزیمہ کی شہادت بحکم رسول اکرم م دو گواہوں کے برابر تھی ۔ پس جناب علی و حسنین معصومین طاہرین کی گواہی کا کیسے اعتبار نہ کیا گیا باوجودیکہ عوام سے بھی ایک شخص کی گواہی بمعہ اوس کی قسم کے معتبر ہوسکتی ہے ۔ جیسا کہ کنز العمال میں جناب علی ابن طالب سے مروی ہے کہ رسول اللہ م و ابوبکر و عمر و عثمان ایک شخص کی گواہی مع قسم پر فتویٰ دیدیتے تھے اور تلویح شرح توضیح میں بھی ہے کہ نبی م کسی صاحب حق کے لئے ایک گواہ مع القسم پر حکم دیدیتے تھے ۔ اور اوس سے مروی ہے کہ آنحضرت م و ابوبکر و عمر و عثمان اسی طرح کرتے تھے ۔ اور بخاری نے اپنے صحیح میں لکھا ہے ۔ ابن عباس نے یہ لکھدیا تھا کہ تحقیق نبی م نے قسم کے ساتھ مدعا علیہ پر فیصلہ دیدیا تھا ۔ اور صحیح مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ م نے قسم اور ایک گواہی پر فیصلہ دیدیا تھا ۔

اور منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۲ ص۱۶۶ میں ہے ۔ ہاں ایسی جگہ پر ایک گواہی اور مدعی کی قسم پر فقہا حجاز اور فقہاء اہلحدیث کے نزدیک حکم دیا جا سکتا ہے ۔

اور تقریب التہذیب عسقلانی میں ہے ۔ خزیمہ بن ثابت صاحب دو گواہیوں کا بڑے صحابہ سے ہے ۔ جنگ بدر میں حاضر تھا اور جنگ صفین میں حضرت علی ع کی جانب تھا اور شہید ہوا ۔

(بقیہ حاشیہ ص۳۷۵) اور حضرت علی ع نے حصہ وراثت جناب زہرا ع کا بحیثیت وارث بازگشت ہونے کے امیر عمر کے پاس دعویٰ کیا) اس روایت بخاری کے صفحہ مذکور پر حاشیہ نمبر ۶ میں اس کی شرح قسطلانی سے لکھا ہے فان قلت اذا كان علی ع وعباس اخذاها علی الشرط المذكور فكيف يطلبان بعد ذلك من عمر اجيب بانهما اعتقدا ان عموم لانورث مخصوص ببعض ما يخلفه ـ الخ قاله الكرمانی ـ یعنے کرمانی کہتا ہے ۔ اگر تو یہ اعتراض کرے کہ اگر حضرت علی و عباس امیر عمر کی طرف سے فقط اہلکار اور کار دار تھے تو اُن کا آپس میں اُسی کام کی تقسیم کا جھگڑا ہوگا ۔ اُنہوں نے اس کے بعد امیر عمر کے پاس وراثت کا جھگڑا کیوں پیش کیا ۔ تو اس اعتراض کا جواب یہ دیا جائیگا ۔ کہ ہر دو حضرات نے یہ اعتقاد رکھا ہوگا کہ حدیث لانورث عام نہیں بلکہ بعض ترکہ سے مخصوص ہے ۔ الخ (افسوس ہے کہ حضرت علی ع و عباس کو حضرات سنیان اس قدر کم علم تصور کرتے ہیں کہ ہر دو کو خود یہ حدیث معلوم نہ تھی یا اس کا معنےٰ نہ سمجھا اور پھر چار سال ابوبکر صاحب سمجھاتے رہے تو بھی نہ سمجھے ۔ پھر دو سال تک امیر عمر سمجھاتے رہے تو بھی نہ سمجھے اور پھر دعویٰ حق وراثت کردیا) اور بخاری باب فرض الخمس طبع کرزن پریس ص۴۳۶ میں مثل حدیث باب حدیث لانورث کے ہے ۔ الفاظ اس کے یہ ہیں جئتنی یا عباس تسئلنی نصيبك من ابن اخيك وجاءنی هذا يريد عليًا يريد نصيب امرأته من ابيها فقلت لكما ان رسول الله م قال لا نورث ما تركناه صدقة ـ اس کے حاشیہ نمبر ۶ میں شرح قسطلانی سے لکھا ہے ۔ وفی رواية النسائی ثم جئتمانی الآن تختصمان يقول هذا اريد نصيبی من ابن اخی ويقول هذا اريد نصيبی من امرأتی ـ الخ اور بخاری باب حبس الرجل قوت سنة علی اهله ص۸۰۶ میں یہی حدیث امیر عمر کی مروی ہے (بقیہ حاشیہ بر ص۳۷۷)

وفی منہاج السنۃ وشہادۃ الزوج لزوجتہ تقبل وھو مذھب الشافعی وابی ثور وابن المنذر انتھٰی۔ لیت شعری لا نعلم ان ابابکر کان علی مذھب ابی حنیفۃ فی عدم قبول شہادۃ الزوج لزوجتہ۔ وفیہ وقد رووا جمیعًا ان رسول اللہ ص قال ام ایمن امرءۃ من اھل الجنۃ وام ایمن ھی ام اسامۃ بن زید وھی حاضنۃ النبی ص وھی من المھاجرات ولھا حق حرمۃ۔

السابع ان الانبیاء السابقین قد ورثوا اٰباءھم کما قال الثعلبی فی عرائس المجالس ص۴۰۰ ورث سلیمان داؤد یعنی نبوتہ وحکمتہ وعلمہ وملکہ۔ وفی البیضاوی والکشاف وبحر المعانی والمدارک والمعالم وربیع الابرار للزمخشری تحت قولہ تعالیٰ اذ عرض علیہ۔ الاٰیۃ۔ ورث سلیمان من ابیہ داؤد الف فرس قال النووی فی ص۳۴۴ عن الحسن البصری یرثنی ویرث من اٰل یعقوب المراد وراثۃ المال ولو اراد وراثۃ النبوۃ لم یقل وانی خفت الموالی من ورائی۔ الاٰیۃ اذ لا یخاف الموالی علی النبوۃ۔ ج۲

اور منہاج السنۃ میں لکھا ہے۔ زوجہ کے لئے زوج کی شہادت مقبول ہوتی ہے۔ یہی مذہب شافعی اور ابی ثور اور ابن المنذر کا ہے۔ انتہٰی۔ آرزو ہے کہ مجھے سمجھ آجاتی ہم نہیں جانتے کہ ابو بکر صاحب ابو حنیفہ کے مذہب پر تھے (یا کیا ہے) جس سبب سے اُنہوں نے زوج کی زوجہ کے لئے شہادت قبول نہ کی۔ اور اسی منہاج میں ہے۔ تحقیق سب نے روایت کیا ہے کہ ام ایمن اہل بہشت سے ایک عورت ہے اور ام ایمن اسامہ بن زید کی ماں ہے اور وہ پرورش کنندہ نبی ص کی اور مہاجرات سے ہے۔ اور اُس کیلئے حق عزت حاصل ہے۔

ساتواں یہ کہ بتحقیق انبیاء سابقین اپنے آباء کے وارث ہوتے چلے آئے ہیں جیسا کہ ثعلبی نے عرائس المجالس صفحہ ۴۰۰ میں سطرح لکھا ہے۔ کہ سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے یعنے نبوت اور حکمت اور علم اور ملک اُن کے کے۔ اور بیضاوی وکشاف وبحر المعانی ومدارک ومعالم وربیع الابرار زمخشری میں بیان تحت قولہ تعالیٰ اذ عرض علیہ الصافنات الجیاد۔ الاٰیۃ کے لکھا ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے اپنے باپ داؤد علیہ السلام سے ورثہ میں ہزار گھوڑا لیا۔ اور نووی نے ج۲ ص۳۴۴ (شرح مسلم جلد ۲ ص۹۲) میں کہا حسن بصری سے روایت ہے۔ آیت یرثنی ویرث من اٰل یعقوب میرا وارث اور آل یعقوب کے وارث ہونے کی مراد وراثت مال ہے۔ اور اگر وراثت نبوۃ مراد ہوتی تو یہ نہ فرماتا کہ مجھے غیر وارثوں کا ڈر ہے۔ کیونکہ ورثہ نبوۃ پر کیا ڈر ہونا تھا۔ الخ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۶) اُس میں یہ الفاظ بھی ہیں فاقبل علی علی ع وعباس تزعمان ان ابابکر کذا وکذا اسکو بعد وہی عبارت لکھی ہے کہ تم دونوں مجھ سے وراثت طلب کرتے ہو مگر میں کبھی نہ دونگا۔ اگر میری شرائط پر اُسکو قبضہ میں رکھو تو فبہا ورنہ وراثت کے طریق پر میں نہیں دیتا۔ انتہٰے ملخصاً۔ غرض ان عبارات لکھنے سے یہ ہے کہ حضرت علی ع وعباس نے جیسا کہ حضرت ابو بکر کے وقت دعوٰی وراثت پیش کیا بعینہ ویسا ہی امیر عمر کے وقت پیش کیا اور ہر دو شیخین نے ایک ہی طرز کا جواب عدم توریث انبیاء کا دیا۔ مگر ان روایات کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی ع وعباس کے اعتقاد میں یہ حدیث موضوع تھی اور امیر عثمان نے چونکہ فدک مروان کے قبضہ میں دیدیا تھا پھر طلب وراثت کا موقع ہی نہ رہا۔ کیونکہ مدعیان ہر دو خلافتوں میں مایوس ہو چکے تھے اور تیسرے خلیفہ صاحب نے قبل از طلب سلطنت کے قبضہ سے نکال کر ایک اور شخص کے قبضہ میں مستقل طور پر دیدیا تھا۔ بہرحال اہل بیت ع حدیث لا نورث کو جھوٹا تصور فرماتے رہے۔ اور شیخین کو کاذب۔ آثم۔ غادر خائن سمجھا۔ اور جو راوی حدیث نے حمایت شیخین میں حضرت عباس پر یہ بہتان باندھا ہے کہ اُنہوں نے جناب علی ع کے حق میں یہی الفاظ کہے یہ محض شیخین کے الزام کو مشتبہ کرنے کی غرض سے کہا تاکہ بظاہر معلوم ہو گا کہ ایسے الفاظ سب ایکدوسرے کو کہتے تھے۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر یہ غلط محض ہے۔ حضرت عباس نے امیر المؤمنین علی ع کے حق میں یہ الفاظ ہرگز نہیں کہے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۸)

سه عبارت مدارک کی یہ ہے ورثھا من ابیھا واما ابوہ من العمالقۃ ۱۲ مترجم۔

قال ابن عباس ومجاهد وقتادة وابو صالح وابن جرير خاف زكريا ان يرثوا ماله وقال ابن جرير في قوله تعالى هب لي من لدنك وليا يرثني يقول زكريا فارزقني من عندك ولدًا وارثا ومعينا يرثني من بعد وفاتي مالي ويرث من ال يعقوب النبوة۔

وفي سيرة الحلبية ج ۱ ص ۵۶ ترك عبد الله (ابو محمد ص) خمسة اجمال وقطعة من غنم فورث ذلك رسول الله ص من ابيه وفي ج ۳ ص ۳۵۵ سيف يقال له ماثور ورثه عليه السلام من ابيه۔ وفي زاد المعاد لابن قيم ماثور وهو اول سيف ملكه صلعم ورثه من ابيه۔

وفي الفتح ج ۳ ص ۳۶ ان الدار التي اشار اليها صلعم بقوله هل ترك عقيل من رباع او دور كانت دار هاشم بن عبد مناف

ابن عباس اور مجاہد اور قتادہ وابو صالح وابن جریر نے کہا ہے کہ زکریا علیہ السلام نے اس سے خوف کیا تھا کہ اُن کے مال کے وارث غیر لوگ نہ ہو جائیں۔ اور ابن جریر قولہ تعالیٰ ھب لی من لدنک ولیاً یرثنی کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ حضرت زکریا دعا کرتے ہیں کہ خدایا اپنی عنایت سے مجھے بیٹا عطا فرما جو میرا وارث اور مددگار رہو اور میری وفات کے بعد میرے مال کا وارث ہو اور آل یعقوب سے نبوت کا وارث ہو۔

اور سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۵۶ میں ہے حضرت عبد اللہ والد حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ اونٹ اور چند بکریاں چھوڑ کر فوت ہوئے اور رسول خدا صلعم اپنے باپ سے ان اشیاء کے وارث ہوئے۔ اور اسی کتاب کے جلد ۳ ص ۳۵۵ میں ہے کہ تلوار جسکا نام ماثور تھا آنحضرت کو اپنے باپ سے وراثت میں ملی تھی۔ اور زاد المعاد ابن قیم میں ہے۔ ماثور اول تلوار مملوکہ رسول اللہ صلعم کی ہے جو اُن کو اپنے باپ سے وراثت میں ملی تھی۔

اور فتح الباری جلد ۳ ص ۳۶ میں ہے۔ تحقیق وہ گھر جس کی طرف نبی ص نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا کہ عقیل نے کیا کوئی محلہ یا سرا چھوڑی ہے؟ ہاشم بن عبد مناف کی سرا تھی

(بقیہ حاشیہ ص ۳۷۷) چنانچہ نووی نے شرح مسلم جلد ۲ ص ۹۰ میں قاضی عیاض ومازری سے لکھا ہے کہ یہ الفاظ عباس کے شان سے بعید ہیں کہ وہ معاذ اللہ جناب علی ع کے حق میں کہتے۔ ان سے ایک وصف بھی حضرت علی ع میں نہ تھی چہ جائیکہ سب ہوں۔ اور جب طرق تاویل مسدود ہوئے تو ہم اس جھوٹ کی نسبت راوی کی طرف کریںگے۔ اسی واسطے بعض محتاط علماء نے یہ الفاظ اپنے نسخہ سے مٹا دیئے ہیں۔ انتہے۔ اور بخاری میں ابوبکر صاحب کے بچاؤ کے لئے بجائے ہر سہ کلمات وارده صحیح مسلم کے کذا و کذا لکھا ہے۔ مگر علی ع کے لئے کوئی لفظ کذا وغیرہ کا نہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر صاحب کے لئے بالاتفاق بخاری ومسلم کچھ نہ کچھ الفاظ مذمت کے وارد ہیں۔ مگر حضرت علی ع کے لئے صرف ایک جگہ کسی راوی نے الزام کو خفیف کرتے اور اُس پر حجاب ڈالنے کی غرض سے ملوث کرنا چاہا ہے۔ ورنہ جن میں ان کلمات کے اسباب موجود تھے اُن کے لئے یہ الفاظ موزون ہیں۔ حضرت علی ع نے کسی کا کیا کچھ لیا تھا کہ ان پر خیانت۔ یا دغا بازی یا گناہ یا جھوٹ کا الزام لگایا جاتا ۱۲ منہ مترجم۔

۱؎ روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۵۰۲ میں ہے۔ وبعضے از آیات قرآنی کہ دلالت بر آں میکنند کہ انبیاء را میراث بودہ مانند آیت کریمہ فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب۔ وآیت کریمہ وورث سلیمان داؤد ما دلست بآنکہ مراد وراثت مال نیست بلکہ مراد وراثت نبوۃ وعلم دین است۔ واللہ اعلم۔ انتہے۔ اس میں غور طلب یہ امر ہے کہ ہر دو آیات مذکورہ وغیرہ آیات سے وراثت انبیاء ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ جمال محدث مؤلف روضہ دلالت بر وراثت انبیاء کو تسلیم کرتے ہیں۔ باقی رہی تاویل وتوجیہ وصرف عن الحقیقۃ وغیرہ سو ان تکلفات کی حاجت اہل تسنن کو صرف اسلئے واقع ہوئی کہ اصحاب ثلاثہ اعتراض سے بچ جائیں اور ان کا قول عدم توریث انبیاء سچا ثابت ہو (بقیہ حاشیہ بر ص ۳۷۹)

ثم صارت لعبد المطلب ابنہ فقسمہا بین ولدہ حین عمّر ثم صار للنبی ص حق ابیہ وفیہا ولد النبی ص۔

الثامن انہ علیہ السلام قد ورث اباہ کما مرّ انفا۔ التاسع انہ قد اقطعہا ای فدک عثمان لصہرہ مروان وحالہ معلوم مما ذکر وما اعطوا لفاطمۃ مع استحقاقہا واعطاء عثمان لمروان قد ذکرہ ابن حجر فی الفتح جلد ۳ ص۱۳۲ وابن الشحنۃ فی روضۃ المناظر۔

اقول انظر ایہا المنصف ان الشیخین منعا فاطمۃ وما اعطاہا فدک وقد ردہا عثمان الی مروان اللعین فلم یعلموا قدر فاطمۃ کقدر مروان نعوذ باللہ من ذالک

پھر عبد المطلب اُس کے بیٹے نے لے لی اور اُسنے اپنی اولاد میں بحالت کبر سنی تقسیم کردی۔ پھر نبی صلعم کو بحق وراثت اپنے باپ کے ملی اور اسی میں آنحضرت صلعم کی پیدائش ہوئی۔ آٹھواں یہ کہ نبی صلعم اپنے باپ کے وارث ہوئے جیسا کہ ابھی مذکور ہوا۔ نانواں یہ کہ امیر عثمان نے مروان داماد خود کو فدک مخصوص کرکے دیدیا جس کا حال بیان حالات ملوک اسلام میں ذکر ہو چکا ہے۔ اور خلفاء ثلاثہ نے وہ فدک جناب فاطمہ ع کو نہ دیا باوجودیکہ صاحبہ موصوفہ بوجوہ کثیرہ مستحق تھیں اور امیر عثمان کا مروان کو فدک دیدینا ابن حجر نے فتح الباری کی جلد ۳ ص۱۳۲ اور ابن شحنہ حنفی نے روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر مطبوعہ برحاشیہ مروج الذہب مسعودی صفحہ ۲۰۹ میں ذکر کیا ہے۔ (اور سنن ابی داؤد مترجم وحید الزمان [illegible] میں [illegible])

(قول مؤلف) ناظرین بالانصاف غور کریں کہ شیخین نے جناب فاطمہ ع کو فدک نہ دیا اور امیر عثمان نے مروان لعین کو دیدیا پس سب نے جناب فاطمہ ع کی قدر مروان کے برابر بھی نہ سمجھی نعوذ باللہ من ذالک۔

(بقیہ حاشیہ ص۳۷۸) مگر ایمان کا مقتضا تو یہ تھا کہ جمیع اقوال واحادیث کی ایسی تاویل کرتے جو ظاہر آیات کے مخالف نہوتی بلکہ ظاہر معانی آیات کے مطابق ہو جاتی مگر خدا جانے علماء اہل جماعت محبت ثلاثہ میں ایسے صم بکم ہوئے ہیں کہ اُن کو معصوم عن الخطا زعم کرکے اُن کے اقوال وافعال کو صحت معانی آیات کا معیار قرار دیتے ہیں۔ یعنی اُن کے سب افعال کو صحیح سمجھتے ہیں اور اگر اُن کو آیات کے مخالف سمجھیں تو اُن کے افعال پر معترض نہیں ہوسکتے بلکہ اُن آیات کی جن کی مخالفت متصور ہو کوئی نہ کوئی اگرچہ بعید و رکیک ہو تاویل کر دیتے ہیں۔ اور ثلاثہ کے عیوب پر پردہ پوشی فرض عین تصور کرتے ہیں۔ اللہم اہدہم۔ وراثت انبیاء کی آیات سے ظاہراً ثابت ہوتی ہے اور حقیقی معنے وراثت کا وراثت مال ہی ہوتا ہے۔ اور بلا ضرورت صرف عن الحقیقت یعنی حقیقی معنے کو چھوڑ کر مجازی مراد لینا جائز نہیں۔ چنانچہ واقعات بھی حقیقی معنے کی تائید کرتے ہیں۔ جیسا کہ موعظہ حسنہ ص۳۱ میں تاریخ ابو الفدا جلد ا ص۲۵ سے منقول ہے۔ واوصی داؤد قبل موتہ بالملک الی سلیمان ولدہ واوصاہ بعمارۃ بیت المقدس وعین لذالک عدۃ بیوت اموال یحتوی علی جمل کثیرۃ من الذہب فلما مات داؤد ملک۔ خلاصہ ترجمہ یہ کہ داؤد علیہ السلام نے ملک اور زر کثیر کی وصیت اپنے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حق میں فرمائی اور وہ بعد وفات داؤد ع کے اوس کے مالک ہوئے ۱۲ مترجم

اور عبارت فتح الباری میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اپنی رائے کے موافق فدک میں تصرف کیا اور سنن ابی داؤد سے نقل کیا کہ امیر عثمان نے اپنے عہد خلافت میں فدک مروان کو بطور جاگیر دیدیا اور پھر خطابی سے نقل کیا کہ اُسنے کہا ہے کہ امیر عثمان نے مروان کو فدک اس تاویل پر دیا ہوگا کہ جو کچھ نبی ص کے لئے مخصوص تھا وہ بعد نبی ص کے خلیفہ کے لئے مخصوص ہو جاتا ہے۔ اور جب امیر عثمان خود اپنے اموال کے ذریعہ مستغنی ہو گئے تو انہوں نے صلہ قرابت مناسب سمجھا۔ اسی واسطے اپنے رشتہ کے لحاظ سے مروان کو فدک دیدیا۔ انتہی ملخصاً۔ بہت خوب صلہ قرابت رسول کا مناسب نہ سمجھا گیا اور مروان جیسے علیہ ما علیہ کا صلہ ضروری سمجھا گیا۔ اور حضرت عائشہ نے حدیث لانورث کے وضع کرنے میں تائید کی ہے تو انہوں نے بھی اسی پر یہ انعام لیا کہ دیگر ازواج نبی ص دہ ہزار درہم تنخواہ لیتی تھیں تو حضرت عائشہ کی تنخواہ بارہ ہزار درہم مقرر ہوئی دیکھو روضۃ الاحباب جلد ا ص۱۰۶ جیسا کہ ابو بکر صاحب بانی حدیث کی بھی تنخواہ معقول رکھی گئی کہ علاوہ نقدی کے روزانہ نصف بکری مذبوح کا گوشت اُن کی خوراک میں مقرر ہوا دیکھو روضۃ الاحباب ج۲ ص۲۵ ۱۱ مترجم

۲ اور عقد الفرید ابن عبدربہ مطبوعہ مصر ج ۳ ص[illegible] میں بھی ہے)

العاشر قد ردھا عمر بن عبد العزیز فی زمانه الیٰ بنی ھاشم فلعله لم یرض بتعامل من سبق۔ الحادی عشر ان عائشة قالت ارسل ازواج النبیؐ عثمان الیٰ ابی بکر یسألنه ثمنهن مما افاء الله علیٰ رسوله فکنت انا اردهن فقلت لهن الا تتقین الله الم تعلمن ان النبیؐ یقول لا نورث۔ الحدیث۔ رواہ البخاری ج۴ صفحہ ۲۹ کتاب المغازی والصواعق صفحہ ۲۲ فعلم من ھذا الحدیث ان الورثة کلھم ما کانوا عالمین بحدیث لا نورث لا ازواجہؐ و لا اھل بیتهؐ ولا عثمان والاحق بالعلم لھذہ المسئلة ھم کانوا فکیف یقال ان النبی صلعم یعلم من لھم تعلق خاص بھذہ المسئلة وعلم مخفیاً لابی بکر و بنته۔ ولا یقال ان الصحابة صدقوا حدیث ابی بکر وصدق علیؑ والعباس ایضاً لانا نقول ان التصدیق لیس بثابت واما السکوت فانما کان لرعب السلطنة کما یظھر عن وقعة علیؑ والعباس زمن عمر والباقون کذلک علیٰ انا لا نسلم تصدیق کلھم بل وضع الحدیث لتضییع اھل الحق والمؤولون اولوہ تاویلاً بعیداً وتحیروا تحیراً شدیداً ولم یاتوا قولاً سدیداً کما اقر به الشیخ الدھلوی فی شرح المشکوٰة ج۳ صفحہ ۴۸ ناقلاً عن الخطابی ومشکل تریں ازیں (تنازع علی وعباس زمن عمر) قضیہ فاطمہ زہراؑ است زیراکہ اگر بگوئیم کہ وےؑ

جاہل بود

م حوالہ نہیں

دسواں یہ کہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے زمانہ میں بنی ہاشم کو فدک واپس کر دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ طوک سابقین کے عمل پر راضی نہوا تھا۔ گیارہواں یہ کہ ازواج نبی صلعم نے امیر عثمان کو ابی بکر کی طرف بھیجا اور انہوں نے اپنا آٹھواں حصہ وراثت کا طلب کیا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے اُن کو کہا خدا سے ڈرو تمہیں معلوم کہ نبی صلعم نے فرمایا ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور نہ کسی کے ہم وارث ہوتے ہیں۔ اسکو بخاری نے کتاب المغازی جلد۴ صفحہ ۲۹ میں روایت کیا اور صواعق صفحہ ۲۲ میں بھی ہے۔ پس اس حدیث سے سمجھا گیا کہ نبیؐ کے وارث سبکے سب حدیث لا نورث سے ناواقف تھے کسی کو اس کا علم نہ تھا۔ نہ ازواج نبیؐ کو اور نہ اہل بیت نبیؐ کو۔ اور نہ امیر عثمان کو۔ حالانکہ علم اس مسئلہ کے لئے وہی وارث زیادہ مستحق تھے۔ پس کیسے کہا جائے کہ نبی صلعم نے اس مسئلہ کی تعلیم اُن کو نہ دی جن کو اس سے خاص تعلق تھا۔ اور مخفی طور پر حضرت ابوبکر اور اُن کی دختر کو سمجھا دیا۔ اور یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ صحابہ نے حدیث ابی بکر کی تصدیق کی تھی بلکہ حضرت علیؑ و عباس نے بھی تصدیق کی کیونکہ ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ تصدیق ثابت نہیں۔ اور اگر حاضرین کا سکوت ہوا ہو تو وہ بسبب رُعب سلطنت کے تھا چنانچہ واقعہ جناب علیؑ و عباس سے جو عہد امیر عمر میں ہوا ظاہر ہوتا ہے کہ حسب بیان امیر عمر کے ہر دو موصوفین شیخین کو اس بارہ میں سچا نہیں جانتے تھے۔ اور باقی صحابہ کا حال بھی اسی طرح ہے۔ علاوہ اس کے ہم سب کی تصدیق تسلیم نہیں کرتے بلکہ یہ حدیث حق اہل حق کے ضائع کرنے کے لئے بنائی گئی اور تاویل کرنے والوں نے بعید تاویلیں کیں۔ اور اس کے صحیح ثابت کرنے میں سخت حیران و پریشان ہوئے اور کوئی محکم دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح مشکوٰۃ ج۳ صفحہ ۴۸ میں اسکو تسلیم کیا ہے۔ اور خطابی سے نقل کرتا ہے کہ اُسنے کہا اس تنازع حضرت علیؑ و عباس و عہد عمر سے بھی سخت مشکل قضیہ فاطمہ زہراؑ کا ہے۔ کیونکہ اگر ہم کہیں کہ وہ صاحبہ رضؓ (معصومہؑ) اس مسئلہ سے جاہل تھیں

باین نسبت بعید است و اگر التزام کنیم کہ شاید
اتفاق نیفتاد او را سماع این حدیث از آں
حضرت صلعم مشکل میشود کہ بعد از سماع
حدیث از ابی بکر و شہادت صحابہ بداں چگونہ
قبول نہ کرد و در غضب آمد و اگر غضب
پیش از سماع حدیث بود چرا بر نگشت از غضب
تا آنکہ بامتداد کشید و تا زندہ بود مہاجرت
کرد ابو بکر را چنانچہ روایت میکنند کرمانی در
شرح بخاری۔ انتہی۔ (قول خطابی) و
بتحقیق آمدہ است در اخبار کہ ابو بکر حاضر نہ شد
جنازہ فاطمہ ع را و نہ رسید بداں پس میگویند
کہ فاطمہ علیہ السلام وصیت کردہ بود کہ نماز
نگذارد ابو بکر بر جنازہ وے۔ الخ۔ جلد ٣ ص ٢٤٦
الثانی عشر ان صلۃ رسول اللہ صلعم
کان احق واکد بل اوجب وافرض علی
کل احد فما رعوھا حق رعایتھا
بل ضیعوھا حق الضیاع و وصلوا اقاربھم
کما فی الفتح جر ٣ ص ١٤١ قال الخطابی
انما اقطع عثمان فدك لمروان لانہ
تاول ان الذی یختص بالنبی ص یکون
للخلیفۃ بعدہ فاستغنی عثمان عنھا
فوصل بھا بعض قرابتہ۔ وفی روضۃ
المناظر علی ھامش مروج الذھب ص ٢٠٩
اقطع عثمان بن عفان مروان بن الحکم
فدك صدقۃ رسول اللہ ولم تزل
فی ید مروان وبنیہ الی ان ردھا
عمر بن عبد العزیز صدقۃ۔
الثالث عشر ان ابابکر و عمر کانا
لا یعلما علم المیراث ولیسئلان علیًا
وغیرہ

تو یہ بھی آپ کی شان سے بعید اور اُن کی طرف نامناسب نسبت ہے۔ اور اگر ہم قرار دیں کہ شائد حضرت زہراء کو نبی صلعم سے اس حدیث کے سننے کا اتفاق نہ ہوا ہو تو پھر یہ مشکل پیش آتی ہے کہ بعد سننے اس حدیث کے ابو بکر صاحب سے اور دیگر صحابہ کی شہادت کے جناب زہراء نے کس طرح اس حدیث کو قبول نہ فرمایا اور وہ غضبناک ہو گئیں۔ اور اگر حدیث سننے سے پہلے غضبناک ہوئیں تو بعد سننے حدیث کے اُس غضب سے کیوں رجوع نہ فرمایا۔ بلکہ اُن کے غضب نے اس قدر طوالت کھینچی کہ جب تک زندہ رہیں انہوں نے ابو بکر صاحب سے قطع تعلق کئے رکھا چنانچہ کرمانی شرح بخاری میں روایت کرتا ہے۔ خطابی کا قول ختم ہوا۔ اور محقق اخبار میں ثبوت کو پہونچا ہے کہ ابو بکر صاحب جناب فاطمہ زہراء ع کے جنازہ پر حاضر نہ ہوئے۔ بیان کرتے ہیں کہ جناب فاطمہ ع نے وصیت فرمائی تھی کہ ابو بکر صاحب ان پر نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ الخ۔ (شرح مشکوٰۃ شیخ عبد الحق جر ٣ ص ٢٤٦)

بارہواں یہ کہ جناب رسول اللہ ص کا صلہ اقارب زیادہ ضروری اور مناسب بلکہ ہر کس پر واجب اور فرض تھا مگر انہوں نے صلہ کا حق رعایت ادا نہ کیا بلکہ اُس حق کو ضائع کیا اور اپنے خویش و اقارب کے صلہ رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ چنانچہ فتح الباری جلد ٣ ص ١٤١ میں ہے۔ کہ خطابی کہتا ہے ضرور امیر عثمان نے مروان کو فدک عطا کر دیا تھا اسلئے کہ اُسنے یہ تاویل کی تھی کہ جو کچھ نبی ص کے لئے مخصوص ہوتا ہے (چنانچہ فدک تھا) وہ بعد نبی ص کے خلیفہ کا ہو جاتا ہے۔ جب امیر عثمان کو اس فدک کی پرواہ نہ رہی تو اُس کے ساتھ اُسنے اپنے بعض اقارب کا صلہ کرنا چاہا۔ اور روضۃ المناظر ص ٢٠٩ مطبوعہ برحاشیہ مروج میں ہے۔ کہ عثمان بن عفان نے سب سے الگ کر کے محض مروان بن حکم کو فدک دیدیا حالانکہ وہ صدقہ مخصوصہ رسول اللہ صلعم کا تھا۔ پھر ہمیشہ مروان اور اُس کی اولاد کے قبضہ میں رہا حتیٰ کہ عمر بن عبد العزیز نے اپنے عہد میں پھر اس کو صدقہ کی صورت میں تبدیل کر دیا۔

تیرہواں یہ کہ حضرت ابو بکر و عمر کو علم میراث وغیرہ میں ویسے تو دسترس نہ تھی چنانچہ جناب علی ع و دوسروں سے دریافت کر کے بیان کر تی

کما سیاتی فی ذکر علمهما والتعجب علیٰ انهما کانا عالمین بمیراث بنت رسول اللہ ص وحرمانها۔ الرابع عشر قال السید فی رسالۃ الزهراء ص۱۰ ناقلاً عن الامام نور الدین علی ابن برهان الحلبی الشافعی فی کتاب انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون قال سبط ابن الجوزی فی تذکرۃ خواص الامۃ جاءت فاطمۃ بنت رسول اللہ ص الی ابی بکر وهو علی المنبر فقالت یا ابا بکر افی کتاب اللہ ان ترث ابنتک ولا ارث ابی فاستعبر ابو بکر باکیاً ثم قال بابی ابوک وبابی انت ثم نزل فکتب لها بفدک ودخل علیها عمر فقال ما هذا فقال کتبتہ لفاطمۃ میراثها من ابیها فقال فماذا تنفق علی المساکین وقد حاربتک العرب ثم اخذ عمر الکتاب فشقہ وکذا فی السیرۃ الحلبیۃ جلد ۳ ص۳۹۱ قال السید فی رسالۃ الزهراء ص۹۳ قال ابن السمان فی کتاب الموافقۃ فی فاطمۃ وابی بکر جاءت فاطمۃ الی ابی بکر فقال اعطنی فدک فان رسول اللہ ص وهبها لی الخ فقال صدقت یا بنت رسول اللہ ص ولکنی رأیت رسول اللہ ص

جیساکہ دونوں کے ذکر علم میں آئیگا۔ پھر تعجب ہے کہ میراث دختر رسول صلعم اور ان کی محرومی کا علم ہر دو کو کیسے حاصل ہو گیا چودھواں یہ کہ سید اولاد حیدر صاحب رسالہ زہرا ص۱۰ میں امام نور الدین علی بن برہان حلبی شافعی کی کتاب انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون سے نقل کرتے ہیں کہ سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامت میں لکھا ہے۔ جناب فاطمہ بنت رسول اللہ ابی بکر کے پاس تشریف لائیں بحالیکہ وہ ممبر پر تھا اور ابی بکر سے فرمایا کیا کتاب خدا میں موجود ہے کہ تیری بیٹی تیری وارث ہوگی اور میں اپنے باپ کی وارث نہونگی۔ یہ سُنکر ابو بکر صاحب کو عبرت ہوئی[1] اور رو کر کہا میرا باپ آپ کے باپ اور آپ پر قربان ہو اور ممبر سے اُتر کر بی بی صاحبہ کے لئے فدک لکھدیا پھر اُس کے پاس امیر عمر داخل ہوا پوچھا یہ کیا ہے؟ ابو بکر صاحب نے کہا مینے جناب فاطمہ کے لئے اُن کے باپ کا میراث لکھدیا ہے۔ امیر عمر نے کہا کہ تو مساکین پر کیا خرچ کریگا۔ حالانکہ عرب تیرے برخلاف بر سر پیکار ہیں یہ کہکر امیر عمر نے وثیقہ فدک لیکر چاک کر دیا۔ اور اسی طرح سیرت حلبیہ جلد ۳ ص۳۹۱ میں ہے۔ اور سید اولاد حیدر صاحب نے رسالہ الزہرا ص۹۳ میں لکھا ہے کہ ابن سمان کتاب الموافقت فی فاطمۃ وابی بکر میں کہتا ہے کہ جناب فاطمہؑ ابی بکر صاحب کے پاس تشریف لائیں اور فرمایا مجھے فدک دیدو کیونکہ رسول اللہ صلعم نے یہ مجھے بخشدیا ہوا ہے۔ ابو بکر صاحب نے کہا آپنے سچ فرمایا لیکن مینے رسول اللہ صلعم کو دیکھا تھا

[1] اس حال کو دیکھکر ابو بکر صاحب بھی خاموش رہے اور دینا نہ چاہا ورنہ جو دینا تھا وہ اپنے داماد زبیر کو خفیہ دیدیا تھا اور امیر عمر کو معلوم ہونے دیا۔ چنانچہ بیان انعقاد خلافت ابی بکر میں لکھا جا چکا ہے۔ اور کنز العمال جلد ۳ ص۱۳۶ میں ایک حدیث بروایت سلمہ کے مروی ہے جس کو احمد وبیہقی نے روایت کیا اور ترمذی نے روایت کرکے حسن کہا۔ مضمون اس روایت کا یہ ہے کہ جناب فاطمہؑ نے فرمایا۔ اے ابو بکر تیرا وارث کون ہوگا؟ کہا میرے اہل وعیال۔ جناب سیدہ نے فرمایا کہ کیا ہو گیا جس سے میں رسول اللہ کی وارث نہیں ہو سکتی۔ اور اسی کنز العمال کے ص۱۲۹ میں سوال فدک اور جواب لا نورث میں بروایت احمد وابی داؤد وابن جریر وبیہقی۔ اتنا زیادہ مروی ہے کہ جناب زہراؑ نے حدیث بیان کردہ ابو بکر (لا نورث) پر طعن فرمایا اور فرمایا کہ تم نے سکوس لیا اور ہم نے رسول اللہ ص سے نہ سُنی؟ (یہ کبھی نہیں ہو سکتا) سمجھ اور جان لے یعنی ہوش سنبھال بس اتنا فرما کر جناب سیدہ واپس بحالت غضب تشریف لے گئیں۔ اور اشعۃ اللمعات ترجمہ فارسی مشکوۃ مولفہ شیخ دہلوی جلد ۱ ص۱۶۱ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں بروایت دار قطنی حدیث مرفوع مروی ہے کہ رسول اکرم ص نے فرمایا۔ کلامی لا ینسخ کلام اللہ وکلام اللہ ینسخ کلامی یعنے فرمایا میری کلام خدا کی کلام کو منسوخ نہیں کر سکتی اور خدا کی کلام میری کلام کو منسوخ کر دیتی ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حدیث لا نورث بشرط صحت قرآن کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔ اور اصول میں مذکور ہے کہ تخصیص بعض افراد میں نسخ کا حکم رکھتی ہے لہذا بغیر دلیل قطعی کے مخصص بھی نہیں ہو سکتی ۱۲ مترجم

یقسمها فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطیکم منها قوتکم وکذا کتبه الخواجه محمد پارسا فی کتابه فصل الخطاب۔ وفی کنز العمال ج۳ ص۱۲۵ عن ام هانی ان فاطمة قالت یا ابابکر من یرثك اذا مت قال ولدی واهلی قالت فما شانك ورثت رسول الله ص دوننا۔ الخ رواه ابن سعد۔ وفی ص۱۲۹ بمعناه رواه احمد وابو داؤد وابن جریر والبیهقی وفی صفحه ۱۳۴ عن ابی جعفر قال جاءت فاطمة الی ابی بکر تطلب میراثها وجاء العباس ابن عبد المطلب یطلب میراثه وجاء معهما علیؑ فقال ابوبکر قال رسول الله ص لا نورث ما ترکناه صدقة کان النبی ص یقول فقال علیؑ ورث سلیمان داؤد وقال زکریا یرثنی ویرث من ال یعقوب قال ابوبکر هو هکذا وانت والله تعلم مثل ما اعلم فقال علیؑ هذا کتاب الله ینطق فسکتوا وانصرفوا رواه ابن سعد۔

کہ اس کو فقراء و مساکین اور مسافروں میں بعد آپکو (آپ کے) روزینہ دیدینے کے تقسیم فرماتے تھے۔ اور اسی طرح خواجہ محمد پارسا نے اپنی کتاب فصل الخطاب میں لکھا ہے۔

اور کنز العمال جلد ۳ ص۱۲۵ میں ام ہانی سے روایت ہے کہ تحقیق جناب فاطمہ ع نے فرمایا۔ اے ابابکر تیرے مرنے کے بعد تیرا کون وارث ہوگا۔ اُس نے کہا میرے گھر کے آدمی اور اولاد وارث ہوگی۔ سیدہ ع نے فرمایا۔ تیرا کیا حال ہے کہ ہم ہٹوئے اور تو جناب رسول اللہ ص کا وارث ہوگیا۔ الخ۔ اس کو ابن سعد نے روایت کیا۔ اور اسی کے ص۱۲۹ میں ہم معنے اس کے بروایت احمد و ابی داؤد و ابن جریر و بیہقی کے مذکور ہے۔ اور ص۱۳۴ میں جعفر ابی جعفرؑ سے مروی ہے۔ فرمایا جناب فاطمہ ع ابی بکر کے پاس تشریف لائیں اور اپنا میراث طلب کیا۔ نیز عباس بن عبد المطلب آیا۔ وہ اپنا حق وراثت طلب کرتا تھا اور ہر دو کے ہمراہ حضرت علی ع بھی تھے۔ پس ابوبکر صاحب نے کہا۔ رسول اللہ ص فرماتے ہیں ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو ہم چھوڑ جائیں صدقہ ہو جاتا ہے۔ جناب علی ع نے فرمایا حضرت سلیمان داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور حضرت زکریا ع نے دعا کی۔ یا اللہ میرا اور آل یعقوب کا ایک وارث بنادے۔ ابوبکر صاحب نے کہا وہ اسی طرح ہے۔ مگر خدا کی قسم جو بات ہے وہ تو بھی میری طرح جانتا ہے۔ پس علی ع نے فرمایا یہ کتاب خدا بول رہی ہے (اور تم باتیں بناتے ہو) پس خاموش ہو گئے اور سب واپس لوٹے۔ اس کو ابن سعد نے روایت کیا۔

۱۔ کنز العمال ج۳ ص۱۳۰ میں بروایت احمد و مسلم و ابی داؤد و ابن جریر و بیہقی ابی الطفیل سے منقول ہے۔ کہا جناب فاطمۃ الزہرا ابی بکر کے پاس تشریف لائیں اور فرمایا رسول اللہ ص کے وارث اُن کے اہل ہیں یا تو؟ ابوبکر صاحب کہنے لگے ہم نہیں بلکہ رسول ص کے اہل وارث ہیں۔ جناب سیدہ نے فرمایا پس ہمارا خمس کہاں ہے؟ ابوبکر نے کہا نبی ص کے بعد اُس کا حقدار وہ ہے جو خلیفہ ہو اور جیسے مناسب سمجھا ہے کہ خمس کو دوسرے مسلمانوں کے اندر تقسیم کردوں زہرا ع نے فرمایا۔ کیا تو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے؟ تم نے آنحضرت ص سے سن لیا اور ہم نے نہ سُنا۔ یہ کہکر واپس ہوگئیں۔ اور یہی حدیث بعینہ مسند احمد جلد ۱ ص۴ مطبوعہ مصر میں ہے۔ صرف اس میں لفظ جاءت کی جگہ ارسلت ہے۔ اور مطلق ورثہ کا ذکر ہے مگر یہ لفظ موجود ہے کہ بعینہ نہ سُنا اور تم نے سُن لیا اور کیا تو مجھ سے زیادہ عالم ہے؟ اور ابوبکر صاحب نے جو جاگیر اپنے داماد کو بذریعہ ایک ہبہ وثیقہ کے دی تھی اُس کا حال کتاب ہذا کے ص۲۳۲-۲۳۳ کے حاشیہ پر ملاحظہ ہو۔ اور اُس جائداد سے حضرت ابوبکر کا داماد اس قدر مالدار ہوگیا تھا جو روایت بخاری سے ظاہر ہے۔ دیکھو بخاری مترجم مسمیٰ بہ تیسیر القاری پارہ ۱۲ ص۸۱ کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی۔ لکھا ہے کہ جب زبیر داماد ابی بکر فوت ہوا بعد ادائے ضروریات اُس کے پانچ کروڑ دو لاکھ باقی بچ گیا جو وارثوں میں

اقول قد ثبت من ھٰذا وضع الحدیث لانہ ان لم یکن موضوعًا لم یعطھا ابوبکر و ثبت من ھٰذا رد عمر حکم ابی بکر و ھتکہ و قھرہ علی فاطمۃ ع کما فی ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص ۱۹۵ من قصۃ عتبۃ و الاقرع فی ارض السبخۃ۔

الخامس عشر عن جابر بن عبد اللہ یقول قال لی رسول اللہ ص لو قد جاء مال البحرین لقد اعطیتک ھٰکذا و ھٰکذا ثلاثا فلم یقدم مال البحرین حتی قبض رسول اللہ فلما جاء مال البحرین قدم علی ابی بکر امر ابو بکر منادیًا فنادی من کان لہ عند النبی ص دین او عدۃ فلیأتنی قال جابر فجئت ابا بکر فاخبرتہ ان النبی ص قال لو جاء مال البحرین اعطیتک ھٰکذا و ھٰکذا ثلاثا قال فاعطانی فحثی لی حثیۃ فعددتھا فاذا خمس مائۃ قال خذ مثلیھا الحدیث رواہ البخاری جزء ۱۷ ص ۱۹ و ھٰکذا فی صحیح المسلم و ھٰکذا وقع لابی شیبۃ المازنی کما ذکرہ فی کنز العمال۔

اقول قد ثبت من ھٰذا الحدیث ان ابابکر اعطی جابرًا مالًا کثیرًا بمجرد دعواہ بغیر شھادۃ و صدقہ و لم یصدق دعوی بنت النبی ص و لا شھادۃ علی ع و ابنیہ ای الحسنین و ام ایمن اھل الجنۃ۔ اللہ اکبر

قال السید فی کتابہ الزھراء ص ۱۰۳ ناقلًا عن الکرمانی و ھو عن الطحاوی انما تحمل ابی بکر بعدۃ النبی ص لان الوعد منہ یلزم فیہ الایجاز لانہ من مکارم الاخلاق و انہ لعلی خلق عظیم

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں بتحقیق وضعیت حدیث کا ثبوت کی اس طرح بھی ثابت ہوتی ہے۔ کہ اگر موضوع نہ ہوتی تو ابوبکر صاحب جناب سیدہ کو فدک کا وثیقہ نہ دیتے (نیز حضرت علی ع نے ثابت کر دیا کہ یہ حدیث مخالف ظاہر قرآن کے موضوع ہے) اور نیز امیر عمر کا ابوبکر کے حکم کو رد کرنا اور بی بی صاحبہ کی ہتک شان کرنی اور اُن پر قہر کرنا ثابت ہوا جیسا کہ قصہ عتبہ و اقرع کا متعلق اراضی بارانی ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص ۱۹۵ سے مذکور ہو چکا ہے (کہ ابی بکر کے حکم کو امیر عمر نے منسوخ کر دیا)۔

پندرہواں یہ کہ جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہا مجھے رسول اللہ ص نے فرمایا تھا کہ جب بحرین کا مال آیا میں تجھے اتنا اتنا دونگا پس وفات رسول اللہ ص تک مال نہ آیا اور بعد وفات مال آیا تو ابوبکر صاحب نے منادی کرائی کہ جس نے نبی ص سے قرضہ یا وعدہ کی چیز لینی ہو وہ حاضر ہو جائے۔ جابر کہتا ہے میں ابوبکر کے پاس گیا اور اُسکو خبر دی کہ نبی ص نے اس طرح فرمایا تھا۔ کہ جب مال بحرین کا آیا تو میں تجھے اتنا اتنا دونگا تین دفعہ۔ کہتا ہے کہ مجھے ابوبکر صاحب نے اتنا ہی دیدیا کہ ایک مٹھی بھر کر دی میں نے اُسے شمار کیا تو پانچسو تھا اور ابوبکر صاحب نے کہا کہ اس سے دوچند اور لے لے اس کو بخاری نے روایت کیا دیکھو بخاری پارہ ۱۷ ص ۱۹ مع الفتح۔ اور صحیح مسلم میں بھی اسی طرح ہے۔ اور ابو شیبہ مازنی کا واقعہ بھی اسی طرح ہے جیسا کہ کنز العمال میں مذکور ہے۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جابر کو بمجرد اُس کے دعوے کے بہت سا مال یعنے زر کثیر دیدیا اور کوئی شہادت طلب نہ کی بلکہ دعوی جابر کی تصدیق کر لی یعنے سچ مان لیا اور بنت نبی ص کے دعوی کو سچا نہ سمجھا اور نہ گواہی علی ع و حسنین ع و ام ایمن اہل بہشت کو سچا سمجھا۔ اللہ اکبر۔

اور سید اولاد حیدر صاحب اپنی کتاب زہرا ص ۱۰۳ میں کرمانی سے نقل کرتے ہیں اور اُس نے طحاوی سے روایت کیا کہ ابوبکر صاحب ایفاء وعدہ نبی ص کا اسلئے متحمل ہوا کہ نبی صلعم کا وعدہ وفا ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ وفا وعدہ عمدہ صفات سے ہے اور نبی ص صاحب خلق عظیم تھے

واما تصدیق ابی بکر جابرًا فی دعواہ لقولہ علیہ السلام من کذب علیّ متعمدًا الحدیث فھو وعید ولا یظن بان مثلہ یقدم علیہ - قال الحافظ فی الفتح وفیہ قبول خبر الواحد العدل من الصحابۃ ولو جر ذلک نفعًا لنفسہ لان ابابکر لم یلتمس من جابر شاھدًا علی صحۃ دعواہ وقال العلامۃ العینی انما لم یلتمس شاھدًا منہ لانہ عدل بالکتاب والسنۃ-

اما الکتاب فقولہ تعالی کنتم خیر امۃ وکذلک جعلناکم امۃ وسطا فمثل جابر ان لم یکن من خیر امۃ فمن یکون- و اما السنۃ فقولہ علیہ السلام من کذب علیّ متعمدًا الحدیث - ولا یظن کذلک لمسلم فضلًا عن صحابیٍ فلو وقعت ھذہ المسئلۃ الیوم فلا یقبل الا ببینۃ- قال الذھبی فی میزان الاعتدال ان ابن حجر والعینی ادیا فرض البخاری علی الامۃ ای بشرحھما کتابہ-

اقول یا للعجب ان دعوی جابر وحدہ صدقہ ابوبکر لعدالتہ وکونہ صحابیا و حسن الظن علیہ بانہ لم یکن یکذب علی النبیؐ ولم یحتمل ھذہ الاحتمالات علی علیؑ وفاطمۃؑ والحسنین وام ایمن مع ان کلھم من اھل الجنۃ ولھم من الفضائل مالیس لجابر فظھر ان ابابکر لم یجعلھم کجابر وغیرہ-

السادس عشر قد ادعت فاطمۃؑ مرۃً بالمیراث ومرۃ بالھبۃ اما المیراث فکما مر واما الھبۃ فکما فی لباب النقول اخرج الطبرانی وغیرہ عن ابی سعید الخدریؓ قال لما

اور ابوبکر کا جابر کے دعویٰ کو سچا مان لینا اسلیئے تھا کہ رسولؐ نے فرمایا جسنے میرے اوپر جھوٹ کہا اُس نے اپنی جگہ دوزخ میں بنالی- پس یہ وعید ہے- اور جابر جیسے شخص پر یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ ایسا فعل کرے جو اس وعید کی تحت میں ہے-

اور حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتا ہے- اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خبر واحد عادل کی جو صحابہ سے ہو قبول کرلینی چاہیئے- اگرچہ وہ اپنے نفع ذاتی کے لئے بیان کرتا ہو- کیونکہ ابوبکر صاحب نے جابر سے کوئی گواہ اس دعویٰ کی صداقت پر طلب نہ کیا تھا اور علامہ عینی نے کہا ہے کہ ابوبکر نے اسواسطے گواہ طلب نہ کیا تھا کہ جابر کتاب وسنت سے عادل تھا- کتاب سے اس طرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم اچھا گروہ ہو اور ہم نے تم کو عادل گروہ بنایا ہے- پس جابر جیسا اچھے گروہ سے نہیں تو پھر کون ہوگا؟ اور سنت سے اس طرح کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جسنے مجھپر جھوٹ باندھا- آخر حدیث تک- تو کسی مسلمان پر بھی ظن کذب نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ صحابی پر ایسا گمان کیا جاسکے، البتہ یہ مسئلہ اگر آجکے زمانہ میں پیش آتا تو بغیر گواہوں کے مقبول نہ ہوتا- (اور ابن حجر وعینی وہ شخص ہیں جن کے لئے) ذہبی نے میزان میں لکھا ہے بخاری کا امت پر حق واجب تھا جو ابن حجر اور عینی نے صحیح بخاری کی شرح کرکے ادا کردیا ہے-

(قولِ مؤلف) میں کہتا ہوں بڑا تعجب ہے کہ اکیلے جابر کا دعوے ابوبکر نے سچ مان لیا کیونکہ وہ عادل تھا اور صحابی تھا اور جھوٹ بولنے کا نبیؐ پر اس سے گمان نہیں ہوسکتا تھا اور یہ باتیں جناب علیؑ وفاطمہؑ وحسنین وام ایمن پر موزوں نہ سمجھیں حالانکہ یہ سب بہشتی تھے اور ان میں وہ فضائل ہیں جو جابر وغیرہ کے نصیب میں نہیں- تو ظاہر ہوا کہ ابوبکر نے ان کی جابر وغیرہ کے برابر بھی قدر نہ کی-

سولھواں یہ کہ جناب بی بی فاطمہؑ نے ایک دفعہ ہبہ کا دعوے فرمایا اور دوسری دفعہ میراث کا دعوے کیا- میراث کا جیسا کہ گذرا ہے اور ہبہ کا جیسا کہ لباب النقول میں ہے کہ طبرانی وغیرہ نے ابی سعید خدری سے روایت کیا کہا جب آیت

نزلت وآت ذا القربےٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدك وھکذا فی الدر للسیوطی جلد ۴ صفحہ ۱۷۷ وزاد ورواہ ابو یعلیٰ والبزار وسکت علیٰ اسنادہ وکذا فی ترجمان القرآن۔ وملا فی شرح المواقف صفحہ ۷۳۵ انہ صلعم نحلھا ای اعطاھا فدك نحلۃ اے عطیۃً وبمعناہ فی الصواعق صفحہ ۲۱ وکنز العمال جزء ۲ صفحہ ۱۵۸ ومستدرك الحاکم صفحہ ۱۸۷ قال السید فی کتابہ الزھراء صفحہ ۹۷ وفی الاکتفاء لابراھیم ابن عبد اللہ الیمنی الشافعی قالت فاطمۃ ع ان رسول اللہ صلعم اعطانی فدك قال ابو بکر ھل لكِ علیٰ ھذہ البینۃ فجاءت بعلی ع فشھد لھا ثم بام ایمن فقالت الیس تشھد انی من اھل الجنۃ قال بلےٰ قالت فاشھد ان النبی صلعم اعطاھا فدك فقال ابو بکر فبرجل تستحقھا وتستحقین بھا القضیۃ قال الفخر الرازی فی تفسیرہ الکبیر فلما مات رسول اللہ صلعم ادعت فاطمۃ علیھا السلام انہ کان نحلھا فدك فقال انت اعز الناس علیَّ فقرًا واحبھم الیَّ غنیً لکنی لا اعرف صحۃ قولك ولا یجوز ان احکم بذلك فشھد لھا ام ایمن ومولیٰ رسول اللہ صلعم۔ الخ۔

وفی الطبقات لابن سعد باسنادہ قال سمعت عمر یقول لما کان الیوم الذی توفی فیہ رسول اللہ صلعم بویع لابی بکر فی ذلك الیوم فلما کان من الغد جاءت فاطمۃ ع الی ابی بکر ومعھا علی ع فقالت

وآت ذا القربیٰ حقہ اتری یعنے اے نبی ص تو اپنے قریبی حقدار کا حق دیدے۔ تو رسول اللہ ص نے جناب فاطمہ ع کو بلایا اور فدک انہیں دیدیا۔ اور اسی طرح در منثور جلد ۴ صفحہ ۱۷۷ میں ہے۔ اور زیادہ لکھا کہ اس حدیث کو ابو یعلیٰ اور بزار نے بھی روایت کیا ہے۔ اور سیوطی نے اس کے اسناد پر سکوت کیا۔ اور اسی طرح ترجمان القرآن میں بذیل اس آیت کے لکھا ہے۔[1] اور شرح مواقف صفحہ ۷۳۵ میں بھی ہے کہ نبی ص نے جناب فاطمہ ع کو فدک بخشدیا تھا۔ اور اسی کے ہم معنے صواعق صفحہ ۲۱۔ اور کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۵۸ و مستدرک حاکم صفحہ ۱۸۷ میں ہے۔ اور رسالہ زہرا مؤلفہ سید اولاد حیدر صاحب صفحہ ۹۷ میں اکتفا مؤلفہ ابراہیم بن عبد اللہ یمنی شافعی سے منقول ہے کہ جناب فاطمہ ع نے فرمایا کہ رسول اللہ ص نے فدک مجھے عطا فرمایا ہے۔ ابو بکر صاحب نے کہا اسپر کوئی تیرا گواہ ہے۔ بی بی صاحبہ حضرت علی ع کو گواہ لائیں اور حضرت علی ع نے گواہی دی۔ پھر ام ایمن کو گواہ لائیں ام ایمن نے ابی بکر سے کہا۔ کیا تو نہیں گواہی دیتا کہ میں اہل بہشت سے ہوں۔ ابو بکر نے کہا ہاں (دیتا ہوں)۔ ام ایمن نے کہا۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ نبی صلعم نے جناب فاطمہ ع کو فدک دیدیا تھا۔ ابو بکر نے کہا کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے تو اس کے فیصلہ کی کس طرح مستحق ہوسکتی ہے؟

اور فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ص فوت ہوئے جناب فاطمہ ع نے دعوےٰ کیا کہ رسول اللہ ص نے اُن کو فدک بخشدیا ہے۔ ابو بکر نے کہا کہ تو مجھے تو فقراء اور اغنیاء سب سے عزیز تر ہے۔ لیکن تیری بات کی سچائی میں نہیں سمجھ سکتا اور نہ میرے لئے جائز ہے کہ میں اس طرح حکم دوں۔ پس اُس کے لئے ام ایمن اور رسول اللہ صلعم کے ایک غلام نے گواہی دی۔ الخ۔[2]

اور طبقات ابن سعد میں اُس کے اسناد سے لکھا ہے۔ راوی نے کہا میں نے امیر عمر سے سنا کہتا تھا جس دن رسول اللہ ص فوت ہوئے اُسی دن ابو بکر کی بیعت کی گئی۔ دوسرے دن جناب فاطمہ ع ہمراہی حضرت علی ع کے ابی بکر کے پاس تشریف لائیں اور فرمایا

لہ نیز در منثور صفحہ مذکور میں یعنی جلد چہارم صفحہ ... میں روایت ابن ابی حاتم و ابن مردویہ سے بھی لکھی ہے اور اس میں علاوہ ابی سعید کے بروایت ابن مردویہ ابن عباس سے مروی ہے قال لما نزلت وآت ذا القربیٰ حقہ اقطع رسول اللہ صلعم فاطمۃ فدک ۱۲ مترجم۔

حسبے یہ عبارت رسالہ الزہرا مؤلفہ سید اولاد حیدر سے منقول ہے مگر میں نے اصل کتاب تفسیر کبیر تو میری تلاش کی اور نہیں ملی۔ معلوم نہیں سید صاحب نے کس مقام سے نقل کی ہے ۱۲ مترجم۔

میراثی۔ الخ ھکذا ذکرہ السید فی رسالۃ الزہراء صفحہ ۹۶ ۔
وفی معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۲۲۱ پیغمبر فاطمہؑ را بخواند و برائے او حجت نوشت و آں وثیقہ بود کہ بعد از جناب رسول ص پیش ابوبکر صدیق آورد و گفت ایں کتاب رسول خدا ست برائے من و حسنین نوشتہ است وکذا فی حبیب السیر وروضۃ الصفا ج ۲ صفحہ ۳۴۷۔ قال العلامۃ ابن ابی الحدید فی شرح نہج البلاغۃ سألت علی ابن علی الفارو قی الشافعی مدرس المدرسۃ العربیۃ ببغداد فقلت لہ الا کانت صادقۃ قال نعم قلت فلم لم یدفع الیہا ابوبکر فدک وھی عندہٗ صادقۃ فتبسم ثم قال کلاما لطیفا لو اعطاھا الیوم فدک بمجرد دعوٰھا لجائت الیہ غدًا وادعت لزوجہا الخلافۃ وزحزحتہ عن مقامہ ولم یمکنہ الاعتذار والمدافعۃ بشیئ لانہ یکون قد استجل علی نفسہ انہا صادقۃ فیما تدعی۔ انتہٰی۔

میرا حق میراث دو۔ اسی طرح سید اولاد حیدر نے رسالہ زہرا صفحہ ۹۶ میں نقل کیا ہے۔
اور معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۲۲۱ میں ہے۔ پیغمبر صلعم نے حضرت فاطمہؑ کو بلایا اور اُن کے لئے وثیقہ لکھا اور وہی وثیقہ بعد رسول اللہ کے بی بی صاحبہ نے ابی بکر کے پیش کیا اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ ص کا نوشتہ ہے جو میرے اور حسنین کے لئے لکھا گیا ہے۔ اور ایسا ہی حبیب السیر و روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۳۴۷ مطبوعہ نول کشور میں ہے اور علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے یعنے علی بن علی فاروقی سے پوچھا جو شافعی مذہب کے مدرسہ بغداد کا مدرس تھا۔ مینے اُسکو کہا کیا حضرت زہراء اس دعوٰی میں سچی نہیں تھیں؟ کہا ہاں۔ مینے کہا پھر ابوبکر نے ان کو فدک کیوں نہ دیا؟ حالانکہ وہ اُس کے نزدیک سچی بھی تھی۔ علی مذکور ہنسنے لگا اور نہایت لطیف کلام سے کہا کہ اگر آج بی بی صاحبہ کو ابوبکر بمجرد اُن کے دعوٰی کے فدک دیدیتا[1] تو کل صاحبہ موصوفہ اپنے خاوند کے لئے خلافت کا دعوٰی پیش کر دیتی جس سے ابوبکر صاحب کو اُس کے مسند خلافت سے ہٹا دیتی اور وہ کوئی عذر مدافعت پیش نہ کر سکتا کیونکہ پہلے دعوٰی میں وہ مان لیتا کہ یہ صاحبہ اپنے دعوٰی میں سچی ہوتی ہیں۔ انتہٰی۔

[1] مشکوٰۃ باب الامارۃ مطبوعہ مبئی صفحہ ۳۱۴ میں ہے۔ عن ابی ذر قال قال رسول اللہ ص کیف انتم وائمۃ من بعدی یستأثرون بھذا الفیئ قلت اما والذی بعثک بالحق اضع سیفی علی عاتقی ثم اضرب بہ حتی القاک قال اولا ادلک علی خیر من ذلک تصبر حتی تلقانی رواہ ابوداؤد یعنی ابوذر سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اُس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب میرے بعد ایسے امام ہوں گے جو مال فئ کو اپنے لئے مخصوص کریں گے (مشکوٰۃ کے حاشیہ پر لفظ یستاثرون کے متعلق لکھا ہے ینفردون اے یاخذون ولا یشرکونکم فیہ یعنے اپنے تصرف خاص میں رکھیں گے اور تم لوگوں کو اس میں شریک نہ کریں گے) ابوذر کہتا ہے مینے عرض کی حضور! میں اپنی تلوار کاندھے پر رکھکر جنگ کرونگا حتی کہ مر جاؤں گا۔ نبی ص نے فرمایا۔ کیا تجھے میں اس سے بہتر راہنمائی نہ کروں؟ یہ کہ تم صبر کرنا حتی کہ مجھے ملو۔ انتہٰی۔ قابل غور یہ ہے کہ اسپر نظر کرنی چاہیئے۔ حضرت ابوذر صحابی کب تک زندہ رہے۔ اور مطابق پیشینگوئی پیغمبر ص ایسے امام کون کون اُن کے زمانہ میں اُن پر حکمران رہے۔ جو مال فئے میں مصرف شرعی کے خلاف بیجا تصرف کے مرتکب ہوئے۔ جن کے مقابلہ میں ابوذر صاحب نے بمعہ اپنے آقا کے صبر کیا اور تکالیف برداشت کیں۔ وفات حضرت ابی ذر کی آخر زمانہ خلافت امیر عثمان میں ہوئی باقی رائے زنی ناظرین کے انصاف پر موقوف ہے۔ اور یہ متفق علیہ بین الفریقین ہے۔ جیسا کہ تفاسیر اہل جماعت کے ناظرین پر مخفی نہیں کہ مال فئے رسول اللہ ص کا خالصہ تھا جو آپ کے زمانہ میں حاصل ہوا اور مصرف جائز اہل بیت نبی ص ہے جو بعد نبی ص کے محروم رکھے گئے۔ ثبوت خالصہ کے لئے نمونہ کے طور پر روایت ابوداؤد مترجم وحید الزمان صفحہ ۱۳۴ ملاحظہ ہو۔ اُس میں لکھا ہے۔ حضرت عمر سے مروی ہے کہ اموال بنی النضیر مال فئے سے تھے کانت لرسول اللہ ص خالصًا ینفق علی اھل بیتہ یعنے خالص رسول اللہ ص کا مال تھا جو اپنے اہل بیت پر خرچ کرتے تھے۔ مولوی وحید الزمان مترجم ترجمہ اور فائدہ میں لکھتے ہیں یہی حکم ہے فئے کا یعنے جو کفار سے مال بلا جنگ کے ہاتھ لگے وہ مال مسلمانوں کے لئے ہے مگر اختیار اُس کا حضرت صلعم کو تھا جس کو چاہیں دیں جسکو چاہیں نہ دیں انتہی ۱۲ مترجم

قال السید فی کتابہ الزہراء ص ۱۴۸ و ۱۴۹ ناقلاً عن شرح نہج البلاغۃ للعلامۃ ابن ابی الحدید[1] من کتاب السقیفۃ للامام الجوہری صاحب الصحاح فی خطبۃ الزہراء المسماۃ بخطبۃ لمۃ ان فاطمۃ خطبت فی مجمع من المہاجرین والانصار عند ابی بکر فی خطبۃ طویلۃ قالت ثم انتم تزعمون ان لا ارث لی افعلی عمد ترکتم کتاب اللہ ونبذ تموہ وراء ظہورکم یقول اللہ عز وجل ثناؤہ وورث سلیمان داؤد مع ما اقتص من خبر یحییٰ ابن زکریا اذ قال رب ھب لی من لدنک ولیًا وقال تبارک وتعالیٰ یوصیکم اللہ فزعمتم ان لاحظلی ولا ارث لی من ابی احکم اللہ بآیۃ اخرج ابی منہا ام تقولون اھل ملتین لا یتوارثان ام انتم اعلم بخصوص القرآن وعمومہ من ابی افحکم الجاہلیۃ تبغون ومن احسن من اللہ حکماً لقوم یوقنون وقالت فی آخرہا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون وانا ابنۃ نذیر لکم بین یدیہ عذاب شدید فاعملوا انا عاملون وانتظروا انا منتظرون۔ انتہیٰ۔

سید اولاد حیدر صاحب نے رسالہ زہرا ص ۱۴۸ و ۱۴۹ میں شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید سے نقل کیا ہے کہ وہ کتاب سقیفہ امام جوہری[1] صاحب صحاح سے نقل کرتے ہیں، کہ ایک خطبہ زہراء کا جو موسوم بہ خطبہ لمہ ہے اس طرح مروی ہے، کہ جناب فاطمہ ع نے جماعت مہاجرین وانصار میں حضرت ابی بکر کے پاس طویل خطبہ پڑھا جس میں ارشاد فرمایا۔ تم لوگ گمان کرتے ہو کہ مجھے ورثہ نہیں ملتا۔ کیا تم عمداً کتاب خدا کو چھوڑ بیٹھے ہو اور قرآن کو تم اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینکدیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد ع کے وارث ہوئے، اور قصہ یحییٰ ابن زکریا ع میں مذکور ہے۔ انہوں نے کہا۔ یارب اپنے فضل سے مجھے وارث عطا فرما اور حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ اللہ تعالےٰ تم کو وصیت کرتا ہے، آخر آیت میراث تک۔ پس کس طرح تم لوگ گمان کرتے ہو کہ میرے لئے کوئی حصہ وراثت میرے باپ سے نہیں ہے۔ کیا اللہ تعالےٰ حکم دیتا ہے کہ میرے باپ کو اس حکم عام سے خارج سمجھا جائے۔ یا تم اس موقع پر کہہ سکتے ہو کہ دو ملت والے ایکدوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔ یا تم عموم وخصوص قرآن کو میرے باپ سے زیادہ جانتے ہو؟ (نہیں) بلکہ تم حکم جاہلیت تلاش کرتے ہو۔ اور ایماندار قوم کے لئے اللہ تعالےٰ سے زیادہ کون بہتر حکم کرنے والا ہے۔ اور آخر خطبہ میں بی بی صاحبہ نے .... فرمایا قریب ہے کہ ظالم سمجھ لیں گے کہ کیسے مقام بازگشت میں جا ٹھیریں گے۔ اور میں تمہارے ڈرانے والے پیغمبر کی بیٹی ہوں جو قبل از عذاب شدید ڈرا چکے ہیں، پس عمل کرو تم بھی اور ہم بھی عمل کرتے ہیں اور پاداش اعمال کے منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں۔ انتہےٰ۔

[1] علامہ ابن ابی الحدید وہ شخص ہیں جن سے امام نووی شرح مسلم میں اور دیگر علماء اہل جماعۃ اپنی کتب میں سند لیتے ہیں اور امام جوہری وہ ہیں جن کی صحاح کتاب مشہور ہے اور سب علماء اس کے خوشہ چین ہیں۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۱۳۳ میں لکھا ہے۔ کتاب السقیفہ احمد بن عبد العزیز جوھری میں اس طرح لکھا ہے (یعنی اس کی سند لکھی ہے) اور صفحہ ۱۳ میں لکھا ہے وقد ذکرنا ما قالہ الجوھری فی ھذا الباب وھو من رجال الحدیث المامونین یعنے جوہری رجال حدیث اور امین علماء سے ہے، اور اسی شرح کے جلد ۴ ص ۱۰۱ میں باسناد ابراہیم بن سعید ثقفی حضرت علی ع سے مروی ہے فرمایا کہ جناب زہرا ع نے دعویٰ ہبہ فدک کا کیا اور علی وام ایمن نے شہادت دی ابوبکر نے سند بھی لکھی مگر امیر عمر نے لیکر اس کو چاک کر دیا اور اس پر تھوک دیا اور کہا کہ حضرت علی ع طمع نفسانی کر رہے ہیں اور ام ایمن ایک عورت ہے اس مضمون کو ابن ابی الحدید نے بجنسہٖ اسانید اس کتاب میں ذکر کیا ہے ۱۲ مترجم

قال الفخر الرازی فی تفسیر قولہ تعالےٰ یوصیکم اللہ روی ان فاطمۃ لما طلبت المیراث احتجوا بقولہ ؐ نحن معاشر الانبیاء واحتجت بقولہ تعالیٰ حکایۃ عن زکریا یرثنی ویرث من آل یعقوب وبقولہ وورث سلیمٰن داؤد والاصل فی التوریث المال ووراثۃ العلم والدین مجاز وبعموم قولہ تعالےٰ یوصیکم اللہ۔ الخ

وفی الفتاوٰی لعبد العزیز الدھلوی ص۱۴۳ طبع مجتبائی دھلی ودر معارج النبوۃ این روایت وقف محمد ابن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم ھذہ القریۃ المملوکۃ (فدک) بحدودھا علےٰ فاطمۃ وقفا محرما علےٰ غیرھا مؤبدا علیھا من بعدھا علےٰ ذریتھا فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ ان اللہ سمیع علیم۔

وفی الصواعق المحرقۃ ص۲۱ ودعواھا انہ نحلھا فدکا لم تأت علیھا الا بعلی ؑ و ام ایمن فلم یکمل[1] نصاب البینۃ۔

وقال ابن حزم فی المحلیٰ روی ان علیؑ ابن ابیطالب شھد لفاطمۃ عند ابی بکر الصدیق ومعہ ام ایمن فقال لہ ابوبکر لو شھد معک رجل وامرءۃ اخریٰ لقضیت لھا بذالک۔

اور فخر الدین رازی تفسیر قولہ تعالیٰ یوصیکم اللہ میں لکھتے ہیں مروی ہے کہ بہ تحقیق جناب فاطمہ زہراؑ نے جب میراث طلب کیا تو صحابہ نے حدیث نبی صلعم سے حجت پکڑی کہ ہم پیغمبروں کے گروہ کسی کے وارث الخ اور جناب سیدہ نے کلام اللہ سے حجت پکڑی جو حکایۃً حضرت زکریاؑ سے ہے۔ کہ میرا وارث اور آل یعقوب کا وارث ہو اور قول اللہ تعالیٰ سے کہ حضرت سلیمانؑ داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے۔ اور اصل وراثت میں مال ہے۔ وراثت علم اور دین کی مجاز ہے۔ اور نیز عموم قول اللہ تعالیٰ یوصیکم اللہ الخ سے حجت پکڑی۔

اور فتاوٰی عبد العزیز دہلوی مطبوعہ مجتبائی دہلی ص۱۴۳ میں معارج النبوۃ سے یہ روایت منقول ہے۔ کہ جناب محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم نے اس بستی (فدک) اپنی مملوکہ کو بجمیع حدود جناب فاطمہؑ پر ایسا وقف فرمایا کہ اُن کے بغیر دوسروں پر ہمیشہ حرام ہے۔ اسی طرح بعد فاطمۃ الزہراؑ کے ان کی اولاد پر وقف ہے اور جس نے بعد سن لینے کے تبدیل کیا پس گناہ فقط اُنہی پر ہے جو تبدیل کرتے ہیں۔

اور صواعق محرقہ ص۲۱ میں ہے کہ دعوٰی جناب سیدہ کا کہ اُن کو حضرتؐ نے فدک بخشدیا ہے، ہوا۔ مگر اس دعوٰی پر کوئی گواہ سوائے حضرت علیؑ اور ام ایمن کے نہ لاسکیں اور حد گواہونکی پوری نہ ہوئی۔

اور ابن حزم نے محلیٰ میں لکھا ہے۔ مروی ہے کہ علیؑ ابن ابی طالب نے حضرت فاطمہؑ کے لئے ابی بکر صاحب کے پاس گواہی دی۔ اور اُن کے ہمراہ ام ایمن بھی تھی مگر ابوبکر صاحب نے کہا اگر تیرے ساتھ ایک اور مرد یا دوسری عورت گواہی دیتی تب میں بی بی صاحبہ کے لئے فدک کا حکم دیدیتا۔

[1] صواعق محرقہ ص۳۱ میں یہ روایت جو ابن شیبہ سے اس کے بعد لکھی ہے درج ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے۔ کہ ابوبکر صاحب نے کہا کیا تو ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی پر اپنا حق لینا چاہتی ہے؟ نہیں ملتا جب تک نصاب شہادت پورا نہ ہو۔ اور اگر دینا چاہتے تو ان کے ایک اور قانون کے مطابق بھی دینا لازم تھا۔ یہ کہ حضرت علیؑ کی گواہی اور جناب سیدہ مدعیہ کی قسم سے فیصلہ دیتے، چنانچہ یہ قانون اُن کا مسلم ہے۔ جیسا کہ خلفاء ثلاثہ اور حضرت علیؑ اور جناب رسول خداؐ سے اسی طرح باسانید مروی ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۳ ص۱۳۹۔ اور ہبہ فدک کا مزید ثبوت استقصاء الافحام جلد ۴ ص۲۶۷ میں ملاحظہ ہو۔ اُس میں کتب ذیل کا حوالہ بھی درج ہے۔ وفاء الوفا سمہودی۔ فصل الخطاب محمد پارسا۔ ریاض النضرہ محب طبری۔ نہایۃ العقول فخر رازی وغیرہ۔ ۱۲ مترجم۔

اخرج الحافظ عمر ابن شیبة قال فاتته (ابا بکر) فاطمة فقالت ان رسول الله اعطانی ذلک فقال هل لک شاهد فشهد لها علیؑ وام ایمن۔ الخ۔

السابع عشر یلزم ان فاطمة صلوات الله علیها ادعت علی النبی کذبا فصدق علیها قوله علیه السلام من کذب علی متعمدًا فلیتبوا مقعده من النار حاشا ها الله تعالیٰ

الثامن عشر یلزم من شهادة علیؑ و الحسنینؑ اما الزور واما الجهل و کلاهما بعید من شانهم۔

وفی تاریخ الخلفاء ص۱۲۵ (فی قصة درع علیؑ عند یهودی وارتفاع الحکم عند الشریح وشهادة قنبر والحسن) فقال شریح الک بینة یا امیر المؤمنین قال نعم قنبر والحسنؑ فقال شریح شهادة الابن لا تجوز لاب فقال علیؑ رجل من اهل الجنة لا تجوز شهادته سمعت رسول اللهؐ یقول الحسنؑ والحسینؑ سیدا شباب اهل الجنة

اقول قد ظهر ظهورًا بینا بحیث لا غبار علیه ان علیًا استدل بقبول شهادة اهل الجنة ولو کانوا اقرباء مع انه سبحانه تعالیٰ لم ینه عن الشهادة

اور حافظ عمر ابن شیبہ نے روایت کیا کہ جناب فاطمہ ابو بکر کے پاس آئیں اور فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے فدک عطا فرمایا ہے۔ ابو بکر صاحب نے کہا۔ کیا آپکا کوئی گواہ ہے؟ پس ان کیلئے حضرت علیؑ اور ام ایمن نے گواہی دی۔ الخ (صواعق ص۳۱)

سترہواں یہ کہ اگر جناب فاطمہ زہراؑ نے (نعوذ باللہ) نبیؐ پر جھوٹ باندھا ہو تو وہ (معاذ اللہ) وعید من کذب علی متعمدًا کی تحت میں آجائیں اور یہ اس صورت میں لازم آتا ہے جو ابن حجر کے خیال پر دعوے جھوٹا تصور کیا جائے۔ مگر حاشا وکلا وہ معصومہ ایسی بات سے بری ہیں۔

اٹھارہواں یہ لازم آتا ہے کہ گواہی حضرت علیؑ[1] اور حسنینؑ کی جھوٹ سے ہو یا جہل سے اور دونوں ان کی شان سے بعید ہیں۔

اور تاریخ الخلفاء ص۱۲۵ (بیان قصہ حضرت علیؑ کی زرہ ایک یہودی کے پاس ہونے کا اور فیصلہ کے لئے شریح قاضی کے پاس مقدمہ بھیجکر قنبر غلام خود اور امام حسنؑ کی گواہی دلانے) میں ہے پس شریح نے کہا یا امیر المومنین آپ کے پاس گواہ ہیں؟ فرمایا ہاں قنبر اور حسنؑ ہیں شریح نے کہا۔ گواہی بیٹے کی باپ کے لئے جائز نہیں ہوتی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کیا یہ جو اہل بہشت سے ہے اس کی گواہی مقبول نہیں؟ میںنے رسول اللہ صلعم سے سنا فرماتے تھے۔ حضرت حسنؑ و حسینؑ ہر دو جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں بلا شک و شبہ ظاہر ہوگیا کہ حضرت علیؑ نے اہل جنت کی شہادت اگرچہ اقارب کے مقبول ہونے سے استدلال فرمایا اور اللہ تعالیٰ بھی شہادت اقربا ...

---

[1] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر جلد ۳ ص۸۶ میں ہے۔ لوگوں کا گمان ہے کہ زہراؑ نے ابو بکر صاحب کے پاس دو طرح کا دعوے کیا۔ اور میںنے روایات میں تیسری قسم کا دعوی کرنا اور ابو بکر کا نہ دینا موجود پایا ہے۔ اور وہ حصہ ذوی القربی کا ہے جس کو ابو بکر جوہری نے باسناد خود حضرت انس بن مالک سے روایت کیا کہ جناب فاطمہؑ نے حضرت ابی بکر کے پاس آکر ظاہر کیا کہ جو تو نے اہل بیت پر ظلم کیا ہے وہ تو جانتا ہے۔ اب حصہ ذوی القربی غنائم سے کیوں نہیں دیتا اور قرآن میں مال فئے وغیرہ غنائم سے حصہ ذوی القربی کا مقرر ہے۔ پھر واعلموا انما غنمتم من شئی کو آخر آیات تک پڑھا۔ ابو بکر صاحب نے کہا میں یہ نہیں جانتا کہ سارا خمس آپکا ہے۔ زہراؑ نے فرمایا۔ کیا ہمارا نہیں تو تیرا یا تیرے اقربا کا کہا نہیں تو آپ نے فرمایا۔ جب یہ آیت اتری تھی تو نبیؐ نے ہم آل محمدؐ کو بشارت دی تھی کہ اب تمہارے لئے آسودگی آگئی ہے۔ یہ سنکر ابو بکر صاحب کہنے لگے ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا۔ آپ عمر بن خطاب اور ابو عبیدہ بن جراح سے جاکر پوچھئے اگر وہ کہیں تو دیدونگا۔ (پھر کہا) کہ زہراؑ نے اس سے تعجب کیا اور سمجھا کہ اس میں دونوں نے سمجھوتہ کیا ہوا ہے۔ انتہی۔ کیونکہ وہ دونوں یا امیر عمر اصل بادشاہ تھے انہوں نے ہی ابو بکر صاحب کو بٹھلایا تھا لہذا یہ بجا ہے کہ ابو بکر صاحب بغیر اجازت ان کے کچھ نہ کرسکتے تھے۔ ۱۲ مترجم

کما قال ابن القیم الحنبلی فی اعلام الموقعین
عن رب العلمین ص۳۲ وقد ذکر اللہ
سبحانہ نصاب الشہادۃ فی القرآن فی
خمسۃ مواضع فذکر نصاب شہادۃ
الزنا اربعۃ فی سورۃ النساء و سورۃ النور
واما فی غیر الزنا فذکر شہادۃ الرجلین
والرجل والمرأتین فی الاموال فقال
فی آیۃ الدین واستشہدوا شہیدین الآیۃ
باستشہاد عدلین من المسلمین او
آخران من غیرہم وغیر المومنین ہم
الکفار والآیۃ صریحۃ فی قبول شہادۃ
الکافرین علی وصیۃ فی السفر عند عدم
الشاہدین المسلمین وقد حکم النبی صلعم
والصحابۃ بعدہ ولم یجئ بعدہا ما
ینسخہا فان المائدۃ من آخر القرآن نزولا
ولیس فیہا منسوخ ولیس لہذہ الآیۃ معارض
البتۃ۔ وفی ص۳۴ وقد ثبت فی الصحیح عن
النبی الحدیث فی ثبوت الرضاع بشہادۃ امرأۃ
واحدۃ واذا کانت امۃ۔ وفی ص۳۶ بل الحق ان
الشاہد الواحد اذا ظہر صدقہ حکم بشہادتہ
وحدہ وقد اجاز النبی صلعم شہادۃ الشاہد الواحد
لابی قتادۃ بقتل المشرک ودفع الیہ سلبہ بشہادتہ
وحدہ ولم یحلف اباقتادۃ فجعلہ بینۃ تامۃ الخ
وفی ص۴۱ ولم یستثن اللہ سبحانہ ولا رسولہ
من ذلک ابا ولا ولدا ولا اخا ولا قرابۃ ولا اجمع
المسلمون علی استثناء احد من ہؤلاء فتقوم
الحجۃ باجماعہم وقد ذکر عبد الرزاق عن ابی بکر
بن ابی سبرۃ عن ابی الزناد عن عبد اللہ بن عامر
بن ربیعۃ قال قال عمر بن الخطاب تجوز شہادۃ
الوالد لولدہ والولد لوالدہ والاخ لاخیہ وبالاسناد

جیسا کہ ابن قیم حنبلی نے اعلام الموقعین عن رب العلمین ص۳۲
میں کہا ہے کہ تحقیق اللہ سبحانہ نے مقدار گواہی کا قرآن میں
پانچ مقامات پر ذکر کیا۔ زنا کے لئے گواہی چار کس کی سورہ نساء
اور سورہ نور میں بیان فرمائی۔ اور بغیر زنا کے باقی میں گواہی دو
مرد اور ایک مرد اور دو عورت کی اموال کے بارہ میں بیان فرمائی
چنانچہ آیت قرضہ میں فرمایا دو گواہوں کی گواہی رکھو آخر
آیت تک۔ اور وصیت سفر کے بارہ میں فرمایا۔ دو عادل مسلمانوں
کی گواہی رکھنی چاہئے یا دو غیر مسلمین کی اور غیر مومنین کافر ہوتے
ہیں۔ اور آیت وصیت سفر میں بصورت نہ ملنے مسلمان گواہوں کے
قبول شہادت کافرین کے لئے ظاہر ہے۔ اور تحقیق نبی صلعم
اور آپکے بعد صحابہ نے اسی طرح حکم دیا اور اس کے بعد
کوئی ایسی چیز نہ آئی جو اسکو منسوخ کر دے۔ کیونکہ سورۃ مائدہ سب سے
آخر میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔
اور نہ اس آیت کے لئے قطعاً کوئی معارض ہے۔
اور اسی اعلام الموقعین ص۳۴ میں ہے کہ صحیح میں نبی صلعم سے
حدیث مروی ہے جو ایک عورت کی گواہی سے رضاع ثابت ہو جانے
پر دال ہے۔ گو وہ کنیز بھی ہو۔ اور ص۳۶ میں لکھا ہے بلکہ حق
یہ ہے کہ ایک گواہ ہو تو بھی اس کی صداقت ظاہر ہونے پر ایک
گواہی سے حکم دیدینا چاہئے۔ اور تحقیق نبی صلعم نے ابی قتادہ کیلئے
قتل مشرک کے بارہ میں ایک گواہ کی شہادت جائز رکھی
اور اسی پر مقتول کا سامان اس کے حوالہ کر دیا۔ اور ابو قتادہ سے
کوئی حلف بھی نہ لی۔ بلکہ ایک گواہی کو مکمل تصور فرمایا۔ الخ
اور صفحہ ۴۱ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ یا رسول خدا صلعم نے شہادت
سے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کسی قرابتدار کو مستثنےٰ نہیں فرمایا
اور نہ ان میں سے کسی کے استثناء پر مسلمانوں کا اجماع ہوا کہ
اس سے حجت پکڑی جاتی۔ اور تحقیق عبد الرزاق نے ابی بکر بن
ابی سبرہ سے روایت کیا اسنے ابی الزناد سے اسنے عبد اللہ بن
بن عامر بن ربیعہ سے روایت کیا۔ وہ کہتا ہے۔ عمر بن خطاب نے
کہا۔ باپ کی بیٹے کے لئے اور بیٹے کی باپ کے لئے۔ بھائی کی
بھائی کے لئے گواہی جائز ہے۔ اور اس نے باسناد خود

ص و امرأۃ فی الشہادۃ علی الوصیۃ بسفر

عن الزهری قال لم یکن یتهم سلف المسلمین الصالح فی شهادة الوالد لولده ولا الولد لوالده ولا الاخ لاخیه ولا الزوج لامرئته و فی ص۲۴۲ وقد دل علیه القرآن کونوا قوامین بالقسط شهداء لله ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین الخ وقبول شهادة الطفل الصغیر علی عصمة یوسف ع لعصمته و شهادة عیسی ابن مریم علی عصمة مریم فی المهد ثابتتان بالقرآن الکریم فای معصوم افضل من عترة النبی ع وای سبب بلا توهین العترة الطاهرة رادّ للشهادة والله اعلم۔

زہری سے روایت کیا اُسنے کہا سلف (متقدمین) مسلمین سے جو صالح ہوتا تھا اس کی گواہی میں جو باپ کی بیٹے کے لئے یا بیٹے کی باپ کے لئے یا بھائی کی بھائی کے لئے یا زوج کی اپنی زوجہ کے لئے ہوتی اُسپر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا تھا اور نہ مقام تہمت متصور ہوتا تھا۔

اور ص۲۴۲ میں ہے تحقیق اس پر قرآن دلالت کرتا ہے کہ اللہ کے لئے تم عدل کے ساتھ گواہ قائم ہو جاؤ اگرچہ یہ گواہی تم اپنے آپ پر دو یا اپنے والدین یا اپنے اقربا پر دو الخ اور (حسنین کی شہادت ہیں) قبول شہادت طفل صغیر کی عصمت یوسف علیہ السلام پر اُس کی اپنی عصمت کے سبب سے تھا۔ اور شہادت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی عصمت مریم ع پر مہد میں مقبول ہوئی ہر دو قرآن سے ثابت ہیں۔ تو کونسا معصوم عترت نبی صلعم سے افضل ہے۔ اور کونسا سبب اون کی گواہی رد کرنے میں بجز توہین عترت پاک کے ہے۔ واللہ اعلم۔

اما هجران فاطمة ع ابابکر فکان مشروعًا لما قال الحافظ فی الفتح ج۵ ص۱۷۱ تحت قوله علیه السلام لا یحل لمسلم ان یهجر اخاه فوق ثلاث لیال۔ قال ابن عبد البر اجمعوا علی انه لا یجوز الهجران فوق ثلاث الا لمن خاف من مکالمته ما یفسد علیه دینه او یدخل منه علی نفسه او دنیاه مضرة فان کان کذلک جاز ورب هجر جمیل من مخالطة موذیة وقد استشکل علی هذا ما صدر من عائشة فی حق ابن الزبیر۔

لیکن جناب فاطمہ ع کا ابو بکر صاحب سے قطع تعلق پس وہ جائز اور مشروع[1] تھا جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج۵ ص۱۷۱ میں بذیل حدیث لا یحل لمسلم الخ کے لکھا ہے یعنے مسلمان کے لئے اپنے بھائی مسلمان سے تین رات دن سے زیادہ مہاجرت جائز نہیں۔ کہا ابن عبد البر کہتا ہے اس پر علماء کا اجماع ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی کے لئے جدائی رکھنی جائز نہیں مگر اُس کے لئے جس کے کلام کرنے سے اس امر کا خوف ہو کہ وہ دین میں خلل اندازی کریگا یا اُس سے نفس یا مال پر نقصان کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں جدائی رکھنی جائز ہے۔ بلکہ اکثر اوقات ترک موالات بہ نسبت ملاپ ایذا پہونچانے والے کے بہتر ہے۔ اور ہجران بی بی عائشہ کا ابن زبیر سے رکھنا مشکل سمجھا گیا ہے۔

[1] یعنے اس مہاجرت کا سبب شرعی تھا جو ابو بکر صاحب نے قانون شرع کی خلاف ورزی کر کے فدک اور خلافت کو غصب کیا اور فرمان نبوی اطاعت ثقلین کی نافرمانی کی اور مودۃ قربیٰ رسول ص سے لاپرواہی کی اور ایذا جناب فاطمہ ع کے باعث خدا و رسول ص کو ایذا دی۔ ایسے حالات میں اُس سے بیزاری کرنی مشروع نہ ہو تو پھر کس سے ہو سکتی ہے۔ مترجم

وفی ص۵۷۲ قوله باب ما یجوز من الهجران لمن عصی اراد بهذه الترجمة بیان الهجران الجائز لان عموم النهی مخصوص بمن لم یکن لهجره سبب مشروع فتبین ههنا السبب المسوغ للهجر وهو لمن صدرت منه معصیة فیسوغ لمن اطلع علیها منه هجره علیها لیکف عنها۔ وقد مر من البخاری فلم تزل مهاجرته وفی روایة معمر فهجرته فاطمة فلم تکلمه حتی ماتت فی الفتح ج ۳ ص۱۴۲ وتعقبه الشاشی بان قرینة قوله غضبت یدل علی انها امتنعت من الکلام جملة وهذا صریح الهجران واما ما اخرجه ابوداؤد من طریق ابی الطفیل قال ارسلت فاطمة ع الی ابی بکر انت ورثت رسول الله صلعم ام اهله قال لا بل اهله قالت فاین سهم رسول الله صلعم قال سمعت رسول الله یقول ان الله اذا اطعم نبیا طعمة ثم جعلها للذی یقوم من بعده فرایت ان ارده علی المسلمین قالت فانت وما سمعته فلا یعارض ما فی الصحیح من صریح الهجران ولا یدل علی الرضا بذلك۔ (ثم نقل عن البیهقی قصة ارضاء ابی بکر فاطمة وقال هو مرسل) واما ارضاء ابی بکر فاطمة ع لیس بسدید لوجوه احدها
الاغضاب متفق علیه
والارضاء مختلف
فیه وغیر
مسلم

اور اسی کے ص۵۷۲ میں ہے۔ قول بخاری کا باب اس کا جو اُس شخص سے ہجران جائز ہے جو شرع کی نافرمانی کرے۔

بخاری نے اس عنوان سے بیان ہجران جائز کا ارادہ کیا ہے کیونکہ عموم نہی کا اُس ہجران کے واسطے مخصوص ہے جس کا کوئی سبب شرعی نہو پس اسجگہ جواز ہجران کا سبب ظاہر ہوا اور وہ اُس کے لئے جائز ہے جس سے گناہ صادر ہو جو اُس کے گناہ پر مطلع ہو وہ اُس سبب سے اس سے جدائی رکھے کہ خود اس معصیت سے بچے۔ اور بخاری کی عبارت سے گذر چکا ہے کہ ابی بکر سے جناب سیدہ کی ہمیشہ مہاجرت رہی اور روایت معمر میں ہے۔ جناب فاطمہ ع نے ابی بکر صاحب سے قطع تعلق کیا اور فوت ہونے تک اُس سے کلام نہ کی۔

نیز فتح الباری جلد ۳ ص۱۴۲ میں ہے۔ شاشی نے اس کا تعقب کیا ہے کہ قرینہ قول راوی صحیح بخاری کا کہ جناب فاطمہ ع غضبناک ہوئیں۔ دلالت کرتا ہے کہ زہرا ع نے کلام قطعاً بند کر دی تھی اور یہ ظاہر ہجران ہے۔ اور جو ابوداؤد نے باسناد ابو طفیل روایت کیا ہے۔ کہ جناب فاطمہ ع نے ابی بکر کی طرف قاصد بھیجا کہ رسول اللہ صلعم کا وارث تو ہے یا اُن کے اہل بیت اُس نے کہا میں نہیں بلکہ اُن کے اہل بیت ہیں۔ بی بی صاحبہ نے فرمایا رسول اللہ صلعم کا حصہ کہاں ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو چیز خدا تعالیٰ نبی کو عطا کرے وہ اُس شخص کی ہو جاتی ہے جو نبی صلعم کے بعد اُن کا قائم مقام ہو۔ پس میں نے مناسب سمجھا ہے کہ اس کو مسلمین پر واپس کر دوں بی بی صاحبہ نے فرمایا تم نے حضرت صلعم سے سُن لیا اور ہم نے نہ سُنا یہ روایت اُس روایت صحیح بخاری کے معارض نہیں ہو سکتی جس میں صریح ہجران ثابت ہے۔ اور نہ وہ جناب سیدہ کے راضی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ (پھر فتح الباری میں بیہقی سے ابوبکر صاحب کے جناب فاطمہ ع کو راضی کرنے کا قصہ منقول ہے جس کو ابن حجر کہتا ہے کہ یہ مرسل ہے) اور رضامند کرنا ابوبکر صاحب کا زہرا ع کو بچند وجوہ ضعیف ہے۔ ایک یہ کہ غضبناک کرنا متفق علیہ ہے اور رضامند کرنا مختلف فیہ اور غیر مسلم ہے

فا لمتفق علیہ لا یسقط عن الاحتجاج الا بمثلہ۔ ثانیہا ثبوت ھجرانہا وعدم تکلمہا بہ حتی ماتت ثالثہا وصیتہا لعلیؑ بعدم الایذان لابی بکر علی جنازتہا کما مر ولم یصل ابو بکر علیہا کما قال الشیخ فی اشعۃ اللمعات وکذا فی الفتح و ازالۃ الخفاء وغیرھا۔

ورابعہا قولہا علیہا السلام اشکو الی النبیؐ الخ کما مر من الامامۃ والسیاسۃ ص۱۵۔

وخامسہا ان روایۃ السخط مذکورۃ فی الصحیحین وروایۃ الرضاء فی البیہقی ومن المسلمات ان روایۃ الصحیحین اوثق من غیرھما عندھم کما فی جامع الاصول۔ النوع الاول من المتفق علیہ اختیار الامامین ابی عبد اللہ البخاری وابی الحسن مسلم وھی الدرجۃ العلیا من الصحیح فثبت ان روایۃ الرضاء ساقطۃ عن الاعتبار لان السخط متیقن وھو لا یزول بالشک کما ھو مبرھن فی مقامہ وما جاء فی بعض الروایات من دعوی الارث وفی بعضہا من دعوی الھبۃ فلا منافات بینہما لانہا علیہا السلام ادعت مرۃ بالارث ومرۃ بالھبۃ لاتمام الحجۃ ولا یخفی ان غضب فاطمۃ مقرون بغضب النبیؐ وغضبہ علیہ السلام مقرون بغضب اللہ تعالی

پس متفق علیہ احتجاج سے ساقط نہیں ہو سکتا جب تک ویسا ہی متفق علیہ اس کا ناسخ نہو۔ دوسرا یہ کہ روایت ہجران مفصل و مبین ہے اور راوی نے بالتیقن موت تک ہجران اور عدم تکلم بیان کیا ہے۔ تو پھر اس کے درمیان رضا کا کوئی موقع نہیں تیسری یہ کہ جناب زہراؑ نے حضرت علیؑ کو وصیت فرمائی کہ ابوبکر صاحب کو ان کی جنازہ کی اطلاع نہ دیں اور نہ حاضر ہونیکا اذن دیں جیسا کہ گذر رہا ہے۔ اور نہ ہی ابوبکر صاحب نے نماز جنازہ زہراؑ پر پڑھی۔ جیسا کہ شیخ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا اور فتح الباری سے گذرا۔ اور نیز ازالۃ الخفاء وغیرہ میں ہے آمدہ چوتھی یہ کہ زہراؑ نے فرمایا۔ میں تم دونوں (ابی بکر و عمر) کی نبی صلعم کے پاس جاکر شکایت کروں گی الخ جیسا کہ الامامۃ والسیاسۃ ص۱۵ سے گذرا ہے۔

اور پانچویں یہ کہ روایت غضب صحیحین میں مذکور ہے۔ اور روایت رضا کتاب بیہقی میں ہے (نیز مرسل ہے)۔ اور مسلمات سے ہے کہ تحقیق روایت صحیحین کی اہل سنن کے نزدیک دوسری کتب کی روایات سے مقدم اور زیادہ معتبر ہوتی ہے جیسا کہ جامع الاصول میں ہے۔ پہلی قسم متفق علیہ سے اختیار ہر دو امام ابی عبد اللہ بخاری اور ابوالحسن مسلم کا ہے یعنی جس حدیث کو ہر دو پسند کریں وہ حدیث احادیث صحیحہ سے اعلے درجہ پر شمار ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ روایت رضامندی کی ساقط عن الاعتبار ہے۔ کیونکہ غضب یقینی ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ یہ اپنے مقام پر مدلل مذکور ہے (غرضیکہ روایت مرسل مختلف فیہ بمقابلہ روایت اعلیٰ درجہ کی صحیح متفق علیہ کے قابل التفات نہیں)۔ اور جو بعض روایات میں دعوائے وراثت اور بعض میں دعویٰ ہبہ وارد ہوا ہے۔ دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ زہراؑ نے اتمام حجت کے لئے ہر دو قسم کے دعاوی وراثت اور ہبہ (اور حصہ ذوی القربیٰ اور حصہ رسولؐ) کے واقعی کئے تھے اور مخفی نہیں کہ تحقیق جناب فاطمہؑ کا غضب۔ غضب نبیؐ کے ساتھ مقرون ہے۔ اور غضب نبیؐ کا غضب خدا تعالیٰ کے ساتھ مقرون ہے

کما جاء فی الصحیحین فاطمۃ بضعۃ
منی فمن اغضبہا اغضبنی۔ و فی روایۃ
یریبنی ما ارابہا و یوذینی ما اٰذاھا
بخاری جزء ۵ صفحہ ۱۳۲ وکذا فی الخصائص
للنسائی صفحہ ۷ و فی المسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۰
وروی الترمذی عن زید بن ارقم مرفوعاً
لعلیؑ و فاطمۃؑ والحسنؑ والحسینؑ انا
حرب لمن حاربھم وسلم لمن سالمھم
قال النووی فی شرح المسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۰
قال العلماء فی ھذا الحدیث تحریم ایذاء
النبیؐ بکل حال وعلی کل وجہ وان تولد
ذلک الایذاء مما کان اصلہ مباحاً انتہی
وقد قال اللہ تعالیٰ ان الذین یؤذون
اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ
واعد لھم عذاباً مھیناً وقال والذین
یؤذون المؤمنین والمؤمنات الاٰیہ
فاذا ثبت ان من اٰذی فاطمۃ فھو ملعون
وظالم وناقص الایمان فثبت ان
یتبرأ منہ لما قال سبحانہ الذین اٰمنوا
ولم یلبسوا ایمانھم بظلم فاولٰئک لھم
الامن وھم مھتدون۔ فالظالم
لیس بمھتد ولم یستحق بالاقتداء
للاھتداء

ولا یقال ان ھذا الحدیث الذی
تمسک بہ ابوبکر ثابت فی
الکافی للکلینی صفحہ ۱۸ باب
صفۃ العلم

جیسا کہ صحیحین میں ہے۔ کہ حضور صلعم نے فرمایا۔ حضرت فاطمہؑ میرا جگر گوشہ ہے جس نے اسکو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔ بخاری جلد ۵ صفحہ ۱۳۲ مع الفتح مطبوعہ دہلی کتاب النکاح۔ اور خصائص نسائی صفحہ ۷ میں اسی طرح لکھا ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ مجھے وہ چیز رنج پہونچاتی ہے جو زہراؑ کو ایذا دے۔ اسی طرح صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۰ میں ہے۔ اور ترمذی نے زید بن ارقم سے مرفوعاً روایت کیا کہ آنحضرت صلے بحق حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ فرمایا جس کا ان سے جنگ ہے میرا بھی اس سے جنگ ہے اور جس کی ان سے صلح ہے میری بھی اُن سے صلح ہے (کذا فی روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۳۳۲) اور نووی نے شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۰ میں لکھا ہے۔ علماء نے کہا ہے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ایذا نبیؐ کا ہر حال میں حرام ہے۔ اگرچہ یہ ایذا ایسی چیز سے ہو جو در اصل مباح ہے انتہیٰ۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق جو لوگ خدا و رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے۔ اور اُن کے لئے عذاب خوار کرنے والا تیار کر رکھا ہے۔ اور فرمایا۔ جو لوگ مومنین اور مومنات کو ایذا دیتے ہیں۔ آخر آیت تک۔ پس جب ثابت ہوا کہ جو جناب فاطمہؑ کو ایذا دے وہ ظالم اور ملعون اور ناقص الایمان ہے تو یہ بھی ثابت ہوا کہ اُس سے بیزاری کرنی چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور پھر اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہ ملایا اُن کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ پس ظالم نہ ہدایت یافتہ ہے اور نہ اقتدا اور راہنمائی کے لائق ہے۔

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ یہ حدیث جس سے ابوبکر صاحب نے تمسک کیا ہے۔ وہ کافی کلینی صفحہ ۱۸ باب صفۃ العلم میں موجود ہے

لہ ایضاً متن بخاری صفحہ ۳۹ جلد ۳ میں بروایت مصور بن مخرمہ باب مناقب قرابت رسول اللہ بعینہا یہی الفاظ سے مروی ہے۔ اور روضۃ الاحباب ج ۱ صفحہ ۲۳۲ میں ہے وبصحت پیوستہ کہ پیغمبر صلعم فرمود فاطمۃ بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی ومن اغضبہا فقد اغضبنی۔ اور اسی طرح شرح فقہ اکبر مطبوعہ گلزار محمدی لاہور صفحہ ۱۲۵ میں بروایت بخاری لکھا ہے ۱۲ مترجم۔

عن ابی البختری عن ابی عبد اللہ ع قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذالک ان الانبیاء لم یورثوا درہما ولا دینارا وانما اورثوا احادیث من احادیثہم۔ الحدیث م

م لانا نقول ان ھذا الحدیث رواہ ابو البختری وھو من اکذب البریۃ عند الامامیۃ کما فی رجال الکشی ص۱۹۹ طبع بمبئی۔ ابو البختری اسمہ وھب بن وھب بن کثیر بن زمعۃ ابن الاسود صاحب رسول اللہ ص وھو رباہ۔ وقال علی ایضاً قال ابو محمد الفضل بن شاذان کان ابو البختری من اکذب البریۃ قال ابو العباس وذکر رجل لابی الحسن (الرضاؑ) ابا البختری وحدیثہ عن جعفرؑ وکان الرجل یکذب بہ فقال لہ ابو الحسن علیہ السلام لقد کذب علی اللہ وملٰئکتہ ورسلہ۔ انتھیٰ ملخصاً۔

وفی رجال النجاشی ص۳۰۳ طبع بمبئی وھب بن وھب بن عبد اللہ بن زمعۃ بن الاسود بن المطلب بن اسد بن عبد العزیٰ ابو البختری روی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام وکان کذابا ولہ احادیث مع الرشید فی الکذب انتھیٰ۔ واما عند اھل الجماعۃ وان کان مقبولاً کما قال ابن حجر فی التقریب لکن یثبت عن کتبھم انہ کذاب ووضاع کما قال السید فی منھج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول ص۹۶ گویم در تاریخ ابن عساکر است قال زکریا الساجی بلغنی ان ابا البختری دخل علی الرشید وھو یطیر الحمام فقال ھل تحفظ فی ھذا شیئاً قال حدثنی ھشام بن عروۃ عن ابیہ

جو بروایت ابی البختری امام صادق ع سے مروی ہے فرمایا تحقیق علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور وہ اس طرح نہیں کہ انبیاء کے درہم ودینار کے وارث ہوئے، بلکہ انبیاء کی احادیث کے وارث ہوئے ہیں۔ آخر حدیث تک۔

(**جواب**) اسواسطے کہ ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کو ابو البختری نے روایت کیا اور وہ امامیہ کے نزدیک بڑے جھوٹے آدمیوں سے تھا جیساکہ رجال کشی مطبوعہ بمبئی ص۱۹۹ میں ہے۔ ابو البختری کا نام وہب بن وہب بن کثیر بن زمعہ بن اسود صحابی رسول اللہ صلعم ہے۔ اور نبی ص نے ہی اسکو پالا تھا (زمعہ کو) اور علی راوی بھی کہتا ہے کہ ابو محمد فضیل بن شاذان نے کہا ابو البختری جھوٹے آدمیوں سے تھا۔ اور ابو العباس کہتا ہے حضرت ابی الحسن رضاؑ کے پاس ابو البختری کا ایک شخص نے ذکر کر دیا کہ فلاں حدیث اس نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے۔ مگر جھوٹی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت رضاؑ سنکر فرمانے لگے۔ اس نے (ابی البختری نے) تو اللہ تعالے اور اس کے فرشتوں اور نبیوں سب پر جھوٹ بولا ہے انتہے ملخصاً۔ اور رجال نجاشی مطبوعہ بمبئی ص۳۰۳ میں ہے وہب بن وہب بن عبد اللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ ابو البختری نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی مگر یہ بڑا جھوٹا تھا۔ اور اس کی چند احادیث ہاروں رشید کے پاس وضع ہوئی مشہور ہیں انتہے۔ اور اہل جماعت کے نزدیک اگرچہ بقول ابن حجر کے تقریب میں مقبول ہے، مگر اُن کی دیگر کتب سے ثابت ہے کہ وہ بڑا جھوٹا اور احادیث وضع کرنے والا تھا۔ جیساکہ سید صدیق نے منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول ص ص۹۶ میں لکھا ہے، تاریخ ابن عساکر میں ہے۔ زکریا ساجی کہتا ہے مجھے خبر پہونچی ہے کہ ابو البختری ہاروں رشید کے پاس آیا اور وہ کبوتر اڑا رہا تھا۔ رشید نے ابو البختری سے کہا تمہیں اس بارہ میں کوئی حدیث یاد ہے۔ ابو البختری نے فوراً کہدیا مجھے ہشام بن عروہ نے بیان کیا اس نے اپنے باپ سے سُنا

عن عائشۃ ان النبی کان یطیر الحمام الخ
و فی حیوۃ الحیوان جلد ۱ ص ۲۳۶ وذکر ان
ھارون الرشید کان یعجبہ الحمام
واللعب بہ فاھدی لہ حمام و عندہ
ابو البختری وھب القاضی فروی لہ
بسندہ عن ابی ھریرۃ ان النبی قال
لا سبق الا فی خف او حافر او جناح
فزاد او جناح وھی لفظۃ وضعھا للرشید
فاعطاہ جائزۃ سنیۃ فلما خرج قال
الرشید واللہ لقد علمت انہ کذب
علی رسول اللہ صلعم۔ الخ (ثم قال)
وکان ابو البختری المذکور قاضی مدینۃ النبی
ثم ولی قضاء بغداد بعد ابی یوسف
صاحب ابی حنیفۃ۔ انتھی ملخصاً۔
وان سلم فالجواب ان معنی الحدیث لیس
کما زعم بل معناہ ان العلماء لیسوا یورثۃ
الانبیاء فی الدراھم والدنانیر و غیرھما
بل ھم ورثتھم فی الاحادیث وانما ورثۃ
مالھم ھم الوارثون من الاقربین کما
لسائر الناس وانما قال علیہ السلام لرفع
شبھتھم الواقعۃ من لفظۃ ورثۃ الانبیاء
واما ماجاء فی بعض روایاتھم ان
ابابکر قال لفاطمۃ اعمل کما عمل
فیھا رسول اللہ صلعم
فمردود بعملہ

اُسنے حضرت عائشہ سے سُنا کہ نبی ص کبوتر اڑاتے تھے۔
اور حیوۃ الحیوان جلد ۱ ص ۲۳۶ میں ہے۔ ہاروں رشید کو کبوتر بازی بہت پسند تھی۔ اُس کے پاس ایک کبوتر تحفہ کے طور پر لایا گیا اور اُس وقت اُس کے پاس ابو البختری وہب قاضی بھی موجود تھا اُس نے اُس کے بارہ میں روایت کیا اور باسناد خود ابی ہریرہ سے بیان کیا کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کوئی سبقت جائز نہیں (لہو و لعب میں) مگر بغیر سُم حیوان یا سمدار میں یا پر دار میں۔ اس میں پر دار کا لفظ زیادہ کر لیا جس کو اُسنے رشید کے لئے وضع کیا پس رشید نے ابو البختری کو ایک سال کا خرچ انعام دیا۔ جب وہ باہر گیا۔ رشید نے کہا خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ اسنے رسول اللہ ص پر جھوٹ بنایا ہے۔ الخ (پھر کہا) ابو البختری مدینہ نبی ص میں قاضی تھا۔ پھر بعد ابی یوسف شاگرد امام ابی حنیفہ کے وہی ابو البختری قضا بغداد کا والی ہوا۔ انتہے ملخصاً۔ اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ حدیث موضوع نہیں تو معنے حدیث کا وہ نہیں جو مخالف نے زعم کیا ہے بلکہ معنے اُس کا یہ ہے کہ علماء انبیا کے دراہم و دنانیر وغیرہ میں وارث نہیں بلکہ اُن کی احادیث کے وارث ہیں۔ کیونکہ انبیاء کے مال کے وارث اُن کے اقربا ہیں جیسا کہ باقی لوگوں کے ہیں اور یہ امام ع نے واسطے دفع شبہ کے فرمایا جو شبہ لفظ ورثۃ الانبیاء سے پیدا ہوتا تھا (اس طرح کہ علماء انبیاء کے وارث کس طرح ہو گئے۔ تو امام ع نے فرمایا اُن کو ہمارے مال کی وراثت نہیں ملتی بلکہ ہماری غرض اس سے یہ ہے کہ وہ ہماری احادیث کے وارث ہوتے ہیں)
اور جو بعض روایات اہل جماعۃ میں آیا ہے کہ ابوبکر صاحب نے جناب فاطمہ ع کو کہا میں فدک وغیرہ اموال میں مثل رسول اللہ ص کے عمل کرونگا تو یہ اُس کے اپنے عمل سے ہی مردود ہے

ے نیز یہ معنے ہو سکتا ہے کہ درہم و دینار انبیاء ع جمع نہیں کرتے اسلئے علما دراہم و دنانیر میں وارث نہیں ہوتے صرف انکی احادیث میں وارث ہوتے ہیں۔ اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ سامان ضروری اور اثاث البیت یا کوئی اراضی یا گھوڑا وغیرہ مویشی کسی قسم کی چیز کے اقارب جو قرآن میں اللہ تعالٰے نے وارث مقرر فرمائے ہیں۔ انبیاء کے وارث نہیں ہو سکتے ۱۲
مترجم

لما روی فی سنن ابی داؤد المترجم لوحید الزمان ص۵۳، وفی غیر المترجم ص۴۱ والمسند لاحمد ج ۴ ص۸۳ مطبوعہ مصر عن جبیر بن مطعم کان ابو بکر یقسم الخمس نحو قسم رسول اللہ ص غیر انہ لم یکن یؤتی قربیٰ رسول اللہ ص ما کان النبی ص یعطیہم الحدیث۔ وفی نیل الاوطار جلد ۷ ص۲۸۱ باسناد البخاری مثلہ۔

واما ما قالوا ان علیاً اسخط فاطمۃ ع بخطبۃ بنت ابی جہل فمدفوع بانہ کذب کما فی کنز العمال جلد ۷ ص۵۳ عن ابن عباس قلت یا امیر المؤمنین (عمر) ان صاحبنا (علی ع) من قد علمت واللہ ما تقول انہ ما غیر ولا بدل ولا اسخط رسول اللہ ص ایام صحبتہ فقال (عمر) ولا بنت ابی جہل وھو یرید ان یخطبہا علی فاطمۃ قلت قال اللہ تعالیٰ فی معصیۃ آدم ولم نجد لہ عزما۔ وصاحبنا لم یعزم علی اسخاط رسول اللہ ولکن الخواطر التی لا یقدر احد دفعہا عن نفسہ الحدیث۔ رواہ زبیر بن بکار فی الموفقیات۔

چنانچہ سنن ابی داؤد مترجم وحید الزمان مطبوعہ لاہور ص۵۳، وغیر مترجم ص۴۱ وسند احمد جلد ۴ ص۸۳ میں جبیر بن مطعم سے مروی ہے۔ کہ ابو بکر صاحب خمس کو مثل رسول اللہ ص کے تقسیم کرتے تھے۔ سوائے اسکے کہ اقاربِ رسول اللہ ص کو جو آنحضرت ص سے ملتا تھا وہ ابو بکر صاحب نہیں دیتے تھے۔ آخر حدیث تک۔

اور نیل الاوطار جلد ۷ ص۲۸۱ میں باسناد بخاری مثل اس کے مروی ہے۔

اور جو انہوں نے اعتراض کیا ہے کہ حضرت علی ع نے بھی جناب فاطمہ ع کو خطبہ دختر ابی جہل کے سبب سے ناراض کیا تھا یہ اس وجہ سے مدفوع ہے۔ کہ یہ جھوٹ ہے۔ چنانچہ کنز العمال جلد ۷ ص۵۳ میں ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ مینے امیر عمر کو کہا اے امیر المومنین تحقیق ہمارا دوست حضرت علی ع وہ ہے جس کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خدا کی قسم تو جانتا ہے کہ نہ اُسنے دین میں کوئی تغیر و تبدل پیدا کیا اور نہ اُسنے رسول اللہ ص کو کبھی ایام صحبت میں ناراض کیا پس امیر عمر نے کہا۔ کیا اُسوقت بھی ناراض نہیں کیا تھا جب اُس نے حضرت فاطمہ ع پر دختر ابی جہل کی منگنی کا ارادہ کیا تھا۔ ابن عباس کہتا ہے مینے کہا اللہ تعالیٰ معصیت آدم ع کے بارہ میں فرماتا ہے۔ کہ ہمنے آدم ع کی اس فعل کے لئے عزم مصمم (پختہ نیت) نہیں پائی تھی پس ہمارے یار نے بھی رسول اللہ ص کے ناراض کرنے کا قصد نہیں کیا تھا ولیکن جو دل میں خیال پیدا ہو جاتا ہے جس کو کوئی آدمی اپنے دل سے دور نہیں کر سکتا۔ ایسا ہوا ہو تو مضائقہ نہیں رکھتا۔ آخر حدیث تک۔ اس کو زبیر بن بکار نے موفقیات میں روایت کیا ہے۔

لہ اور تفسیر ابن جریر جلد ۱۰ ص۵ مطبوعہ مصر میں ہے۔ وقال ابن عباس فلما قبض اللہ رسولہ رد ابو بکر نصاب القرابۃ فی المسلمین وکذا فی تفسیر النیشاپوری علی ہامش تفسیر ابن جریر جلد ۱۰ ص۵۔ (بقیہ حاشیہ ص۴۰۰)

اقول هذا عندهم واما عند الامامية فلم يثبت خطبته بل اشاع المنافقون خبر ارادة الخطبة عند فاطمةؑ فجرى القصة فلما علمت فاطمةؑ انه كذب فزال سخطها كما قال الحافظ في الفتح جزء ۱۴ صفحہ ۳۹۳ وانما خطب النبی صلعم ليشيع الحكم المذكور بين الناس ويأخذوا به (الى ان قال) وزعم الشريف المرتضى (من الامامية) ان هذا الحديث موضوع لانه من رواية المسور وكان فيه انحراف عن علیؑ، الخ۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں یہ اہل سنت کے مذہب کے اعتبار سے لکھا گیا ہے۔ لیکن امامیہ کے نزدیک یہ منگنی بالکل ثابت نہیں۔ بلکہ منافقین نے[1] جناب زہراؑ کے پاس بغرض ایذا رسانی یہ غلط خبر اڑا دی تھی جس سے یہ قصہ جاری ہوا۔ جب بی بی صاحبہ کو معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی ہے تو وہ غصہ جو شنید پر اُن کو پیدا ہوا تھا فرو ہوگیا بلکہ بالکل زائل ہوگیا۔ چنانچہ حافظ نے فتح الباری جزء ۱۴ صفحہ ۳۹۳ میں کہا ہے کہ نبی صلعم نے خطبہ محض اسلئے پڑھا تھا تاکہ حکم منع ایذا حضرت فاطمہؑ کا لوگوں میں مشہور ہو جائے (تا اینکہ کہا) شریف مرتضیٰ (عالم مذہب امامیہ) نے زعم کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ کیونکہ یہ روایت مسور سے ہے اور اسمیں حضرت علیؑ سے انحراف موجود ہے۔ الخ یعنے مسور حضرت علیؑ کا دشمن تھا۔ الخ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) روی ان ابا بکر منع بنی هاشم الخمس الخ۔ خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ بعد وفات نبی صلعم کے حضرت ابوبکر نے حصہ خمس اقربا رسول اللہ صلعم کا بند کر لیا۔ اور اسی طرح فتح البیان اور در منثور میں بروایت ابن شیبہ و ابن ابی حاتم و ابن المنذر کے لکھا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ روایت دعوی جناب زہراؑ کی دربارہ حصہ ذوی القربیٰ اور ابو بکر صاحب کے انکار دینے حصہ کی جو ابن ابی الحدید نے بیان کی ہے صحیح ہے۔ اب محبان ابوبکر صاحب انصاف فرمائیں کہ فدک وغیرہ بطور ورثہ خلیفہ صاحب نے نہ دیا تھا تو حصہ ذوی القربیٰ جو قرآن سے ثابت اور نبی صلعم کا معمول تھا ابوبکر صاحب نے کس بنا پر بند کر لیا؟ ہمیں تو اس کے بغیر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ابوبکر صاحب نے سیاسی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے خاندان نبوت کو ناداری اور بے کسی کی حالت میں رکھنا مناسب سمجھا تاکہ ان سے کسیکو چون و چرا کی احکام سلطنت کے برخلاف جرأت نہو سکے۔ ۱۲ مترجم۔

[1] اس غلط خبر مشہور ہونے اور حضرت علیؑ کے قصد خطبہ نہونے کو علاوہ امامیہ کے علماء اہل جماعت نے بھی لکھا ہے۔ دیکھو مدارج النبوۃ مطبوعہ نول کشور صفحہ ۵۸۵ ج ۲۔ امیر المؤمنین علیؑ ایں را شنید آمد و اعتذار نمود و گفت یا رسول اللہ صلعم من نخواستہ ام اورا و نہ گفتہ ام دریں باب حرفے مردم بریں می داشتند الخ اور امامیہ کی کتاب علل الشرائع باب علت دفن زہراؑ بوقت شب میں صادقؑ سے روایت ہے کہ منجملہ اشقیاء کے ایک شقی جناب فاطمہ زہراؑ کے پاس گیا اور غلط خبر دی کہ حضرت علیؑ نے دختر ابی جہل سے منگنی کر لی ہے۔ شائد آپکو خبر نہو۔ جناب سیدہ نے فرمایا کیا تو سچ کہہ رہا ہے؟ اُسنے کہا ہاں سچ کہتا ہوں۔ اسپر جناب سیدہ کو غیرت آئی اور آپ غمناک ہوئیں (وجدت علی علیؑ یا غضبت کا لفظ نہیں آیا) اور متفکر ہوئیں حتی کہ جناب نبی صلعم کو خبر ہوئی اور وہ حضرت علیؑ کے پاس تشریف لے گئے۔ بحالیکہ حضرت علیؑ زمین پر سوئے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا قم یا ابا تراب۔ الخ پھر فرمایا اے علیؑ ابوبکر اور عمر و طلحہ کو بلالاؤ حضرت مرتضیؑ نے اُن کو بلایا سب حضرت صلعم کی خدمت میں جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ خبردار رہو حضرت فاطمہؑ میری لخت جگر ہے جس نے اسکو ایذا دی اُسنے مجھے ایذا دی۔ حضرت علیؑ نے عرض کی بالکل بجا ہے۔ حضور صلعم نے فرمایا یہ قصہ جو سنا ہے کس طرح ہے؟ جناب امیرؑ نے عرض کی خدا کی قسم یہ خبر محض غلط ہے۔ میرا کوئی ارادہ نہیں اور نہ مینے کچھ کہا ہے۔ یہ سُنکر جناب فاطمہؑ خوش ہوئیں اور تبسم فرمایا۔ انتہی۔ معلوم ہوتا ہے نبی صلعم نے فی الحقیقت یہ خطبہ پڑھکر حدیث من اغضبها یا من اذاها ارشاد فرماکر درحقیقت شیخین کو تنبیہ فرمائی تھی ورنہ بالخصوص اُن کے بلانے کی وہاں کوئی دوسری غرض نہ تھی پس بصورت تعریض حضرت علیؑ کا قصہ بظاہر پیش نظر رکھکر شیخین کو کنایہ سے تنبیہ فرمائی مگر افسوس کہ انہوں نے اسپر عمل نہ کیا ۱۲ مترجم۔

[1] دیکھو ترجمہ مولوی نذیر احمد آیت ما افاء اللہ۔ اسکی ذیل میں ترجمہ لکھا ہے وہ اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور رسول کے قرابتداروں کا۔

حدیث اصول کافی ان العلماء ورثۃ الانبیاء کی تشریح

اس حدیث مندرجہ عنوان کے متعلق اہل تسنن کا اعتراض اور اُس کا جواب متن کتاب ہذا میں مختصراً درج ہو چکا ہے۔ مگر اُن کے اعتراض کا جواب بدیگر چند وجوہ بھی ہو سکتا ہے جو مزید تشریح کے لئے ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔ مگر اُس سے پہلے یہ جاننا چاہیئے کہ جناب زہراء نے اپنے دعاوی سے بچند وجوہ حجت تمام فرمائی ہے کبھی جناب امیر المومنین علیؑ کو بھیجکر دعاوی خود کا اظہار فرمایا۔ اور کبھی خود بنفس نفیس ابوبکر صاحب کے پاس تشریف لے گئیں۔ اُن کے تشریف لیجانے پر بعض مخالفین طعن کرتے ہیں۔ کہ معصومہ کا وہاں تشریف لے جانا بے جا معلوم ہوتا ہے، مگر اُن معترضین کو مباہلہ کا وقت یاد نہو گا جبکہ جناب سیدہ بمعیت جناب رسول خدا صلعم وعلی مرتضیٰ وحسنین شریفین کے ضرورت شرعیہ کے لئے نصاریٰ کے مقابلہ میں تشریف لے گئی تھیں۔ تو اس موقعہ پر دعاوی خود پیش کرنے میں اُسی طرح کی ضرورت شرعیہ موجود تھی۔ اور روایات مندرجہ کتاب ہذا سے ثابت ہے کہ بمعیت جناب امیر علیہ السلام کے تشریف لے گئیں۔ تو اس میں شرعاً کیا مضائقہ ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جس طرح مباہلہ کے وقت تشریف لیجا کر نبوت سیدنا محمد رسول اللہ صلعم کی ثابت کر کے مخالفین کا ناحق پر ہونا ظاہر فرما دیا تھا۔ اسی طرح مطالبۂ فدک ومیراث وحصہ ذوی القربیٰ خلیفہ اوّل سے کر کے خلافت کا فیصلہ فرما دیا۔ کہ اگر خلافت حقہ ہوتی تو بروئے شرع فیصلہ ناحق نہوتا۔ اور اہلبیت رسول صلعم خصوصاً جناب زہراء کو غضبناک کر کے خلیفہ اوّل ودوم زیر غضب خدا اور رسول نہ آ جاتے۔ مگر جبکہ خلیفہ اول نے بترغیب خلیفہ ثانی برخلاف حکم ثقلین کے فیصلہ فدک وغیرہ کر دیا۔ اور لخت جگر رسول صلعم کے غضبناک ہونے کی پرواہ نہ کی تو ثابت ہوا کہ ان کو نہ خدا اور رسول صلعم سے دلی تعلق تھا اور نہ شریعت نبویہ سے واسطہ۔ پھر ان کو قائم مقام وخلیفہ رسول خدا کہنا کب روا ہو سکتا ہے؟۔

(وجوہ جواب حدیث بالا یہ ہیں)

(۱) عمر راوی حدیث مذکور ابوالبختری کا حال کتاب ہذا میں لکھا گیا ہے۔ کہ وہ ضعیف ناقابل احتجاج ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ یہی مضمون حدیث کا بجز ابوالبختری کے نیز مروی ہے۔ لہٰذا ضعف اسناد اس کا چنداں مضر نہو گا۔ تو ہم بفرض تسلیم توثیق اسناد کے کہتے ہیں۔ کہ یہ حدیث بمعنے عدم توریث انبیاء مطلقاً مخالف عموم آیات قرآنیہ کے ہے۔ ملاحظہ ہو آیت یوصیکم اللہ۔ سورہ نساء پارہ ۴۔ اور ولکل جعلنا موالی مما ترك الوالدان والاقربون سورۃ نساء پارہ ۵۔ اور للنساء نصیب مما ترك الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر نصیبا مفروضا۔ سورہ نساء پارہ ۴۔ اور ورث سلیمان داؤد سورہ نمل پارہ ۱۹۔ اور یرثنی ویرث من آل یعقوب۔ سورہ مریم، پارہ ۱۶۔ ان آیات میں کوئی اشارہ تک کسی فرد بشر کی تخصیص اور استثناء کے لئے وارد نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی ترکہ نہو تو اُس حالت میں بہ تصریح مما ترك کے وراثت کی چیز نہونے کی وجہ سے کوئی وارث نہیں ہو سکتا۔ مگر رسول خدا صلعم کے لئے یہ صورت کوئی پیش نہیں کر سکتا کہ آپ کے پاس نہ کوئی گھوڑا تھا نہ اونٹ نہ بکری نہ اثاث البیت وغیرہ تھا۔ پس حدیث متنازعہ چونکہ مخالف حکم قرآن کے ہے اور حسب تصریح ائمہؑ کے حدیث مخالف قرآن متروک العمل ہے

لہذا یہ حدیث قابل حجت نہیں۔ دیکھو اصول کافی ص۳۹ کل حدیث لایوافق کتاب اللہ فھو زخرف یعنے جو حدیث موافق کتاب اللہ کے نہو وہ فضول ہے۔ غالبًا اس قانون میں محققین اہل جماعۃ بھی ہمارے شریک ہوں گے۔ اور علاوہ بریں ہمارے قوانین شرعیہ اہلبیت علیہم السلام سے منصوص ہیں۔ جن میں سے یہ بھی ہے۔ اور اصول اہل جماعت خود ساختہ اور قیاسی ہیں۔ اگر اس میں ہمارے شریک نہوں تو اُن کی پرواہ نہیں۔ ثانیًا حدیث عدم توریث انبیاء مشہور مذہب اہلبیت علیہم السلام کے مخالف اور مذہب عامہ یعنی اہل تسنن کے موافق ہے۔ اور ایسی حالت میں بقانون فرمودہ امام علیہ السلام عمل اُن روایات پر ہوگا جو مذہب عامہ کے مخالف ہیں۔ اور اسی میں رشد وہدایت ہے۔ دیکھو اصول کافی ص۳۹۔ اور روائیت موافق اہل تسنن کو کسی راوی سُنّی یا تقیہ پر حمل کیا جائے گا۔ دیکھو یہ حدیث بعینہٖ انہی الفاظ کافی سے بروایت ابن ماجہ سنن کی

(۲) حدیث قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ اور حدیث بھی ایسی مشکوک جس کو محض مدعا علیہ (ابو بکر) مخالف اہلبیت بیان کرتا ہے۔ اسلئے یہ خبر واحد شاذ یعنے بے شمار احادیث کے مخالف عموم حکم قرآنی کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ اور ظاہر ہے کہ حدیث مانحن فیہ اس پایہ تواتر ومقبولیت کو نہیں پہونچی۔ جس سے ظاہر قرآن واحادیث کثیرہ شہیرہ صحیحہ کو چھوڑ کر اسی خبر واحد پر عمل کیا جائے یا وہ مخصص ہونے کے قابل ہو۔

(۳)۔ احادیث ائمہ علیہم السلام سے جو مخالف اس خبر واحد کے اور مثبت توریث انبیاء کی ہیں وہ غیر معدود ہیں بطور نمونہ کے ہم کتب ذیل کا پتہ دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر البرہان جلد ۱ ص۲۱۴ وفروع کافی جلد ۳ ص۴۲ وروضہ کافی ص۱۱۵ ومن لایحضرہ الفقیہ جلد ۲ ص۲۹۷۔ وتہذیب جلد ۲ ص۳۵۶ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام (قال حمزۃ بن حمران قلت) لابی عبد اللہ ع من ورث رسول اللہ ص قال فاطمۃ ع وفی روایۃ ابی جعفر ع ورث علی ع علم رسول اللہ وورثت فاطمۃ ترکتہ۔ دیگر ہمچو قسم کی احادیث بکثرت ہیں۔ اور اصول اہل سنت میں بھی مذکور ہے کہ مثبت نافی پر مقدم ومرجح ہوتا ہے۔ جیساکہ تکبیرات جنازہ کے بیان جلد دوم کتاب ہذا میں لکھا جائیگا۔ اسلئے عمل احادیث مثبتہ توریث پر ہوگا۔ جو باعتبار اصول کے روایت عدم توریث پر مرجح ہیں۔

(۴) قرآن شریف میں ورث سلیمان داؤد اور یرثنی ویرث من آل یعقوب کی تفسیر بعض اہل جماعت نے وراثت مال اور علم دونوں سے کی ہے۔ اور بعض نے وراثت مال سے۔ مگر صرف علم مراد لینا بلا ضرورت صرف عن الحقیقت ہے۔ کیونکہ لفظ وراثت حقیقتًا وراثت مال میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور مجازًا کبھی اس پر وراثت علم وغیرہ مراد ہوتی ہے۔ تو بغیر دلیل یقینی کے مجاز کی طرف۔ رجوع نہیں کیا جا سکتا۔ اور مخفی نہیں کہ کوئی دلیل قوی صارف عن الحقیقت موجود نہیں ہے۔ نیز باب مدینۃ العلم نے ہر دو آیات مذکورہ ثبوت وراثت انبیاء کے استدلال میں حضرت ابی بکر کے سامنے پیش کی ہیں۔ اور جناب مرتضیٰ علیہ السلام کا ان سے استدلال کرنا ہمارے مدعا کی تائید میں کافی دلیل اور تمسک کے لئے عُروہ وثقیٰ ہے۔ اور استدلال علی ع کا آیات مذکورہ سے بروایت ابن سعد کنز العمال جلد ۳ ص۱۳۴ میں مذکور ہے۔ نیز سلیمان علیہ السلام کو نبوت وعلم داؤد علیہ السلام کی زندگی میں حاصل تھا نہ کہ بعد وفات داؤد علیہ السلام کے ملا۔ دیکھو ولقد آتینا داؤد

وسلیمان علما۔ سورہ نحل پارہ انیسواں رکوع دوسرا۔ تو ثابت ہوا کہ وراثت وورث سلیمان داؤد میں سے مراد وراثت علم محض نہیں ہے۔ بلکہ وراثت ترکہ مقصود ہے یا دونوں۔ اور اگرچہ کتب تفاسیر اہل تسنن میں سلیمان علیہ السلام کے بیٹے بعض نے اٹھارہ لکھے ہیں، لیکن حسب بیان ظاہر قرآن کے ایک سلیمان ہی تھے۔ پڑھیے ووھبنا لداؤد سلیمان نعم العبد انہ اواب۔ سورہ ص پارہ تئیسواں رکوع تیسرا۔ اسواسطے وارث صرف سلیمان ع ہی تھے؛

(۵) غضب جناب معصومہ زہراء ع بلکہ جملہ اہل بیت علیہم السلام کا اور غصب میراث پر اظہار رنج جو بیشمار روایات میں وارد ہے ثبوت توریث اور عدم حجیت حدیث عدم توریث یعنی لم یورثو کے لئے دلیل واضح ہے اور غضب کا ثبوت بدرجہ شہرت وتواتر مسلم فریقین ہے؛

(۶) تعجب ہے کہ مسئلہ عدم توریث انبیاء کا وارثان نبی ص کے متعلق تھا۔ لیکن سوائے ابی بکر صاحب کے جس کا وراثت نبی ص سے کچھ تعلق نہ تھا کسیکو رسول اللہ ص نے ظاہر نہ فرمایا حتی کہ ازواج نبی ص وامیر عثمان وغیرہ سب سے پوشیدہ رہا۔ اور جناب زہراء ع کو باوجود قرب وفضائل معلومہ مشہورہ کے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ مبادا آپ کو میری وراثت کا خیال پیدا ہو اور ...... رنج کی نوبت پہونچے۔ یہ یاد رکھیے کہ ہم پیغمبروں کی وراثت کسیکو نہیں پہونچتی۔ بلکہ بجائے اس تقریر کے بطور التزام کے فرمایا کہ جس نے فاطمہ ع کو غضبناک کیا اُسنے مجھے غضبناک کیا اسی سے عصمت زہراء ع کی ثابت ہوتی ہے کہ جیسے رسول پاک کا غضب بے محل اور نفسانیت پر مبنی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ موافق حکم شرعی کے ہوتا ہے۔ اسی طرح جناب زہراء ع کا غضب موافق شرع ہوتا ہے۔ بے محل نہیں ہوتا ورنہ غضب فاطمہ ع کے ساتھ بطور لازم ملزوم کے نبی صلعم اپنا غضبناک ہونا نہ فرماتے اور نیز بجائے اس تقریر عدم توریث کے بہ تعمیل آیت وآت ذاالقربےٰ حقہ کے فدک جناب فاطمہ ع کے حوالہ فرما دیا؛

(۷) بصورت فرض وتسلیم حدیث کے حسب قانون مسلم بین الفریقین احادیث مخالفہ سے اس کی تطبیق کی جائےگی۔ تاکہ کوئی بھی ان سے ملغیٰ عن العمل اور متروک نہو۔ اور وہ معنے مراد لیا جائیگا جو دوسری احادیث کے مخالف نہو۔ اس طرح کہ بیان فضیلت علم میں امام ع نے ارشاد فرمایا۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اسپر یہ شبہ ہوتا تھا کہ علماء اموال انبیاء کے کس طرح وارث ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ لفظ وراثت سے حقیقتاً وراثت مال مراد لیجاتی ہے۔ لہذا ذہن اسی طرف سبقت کر جاتا ہے۔ اور وہی معنے متبادر ہوتا ہے۔ تو رفع شبہ کے لئے امام ع نے فرمایا کہ وراثت سے یہ مراد نہیں جو علماء انبیاء سے دراہم ودنانیر کے وارث ہوں بلکہ اُن کو انبیاء سے محض وراثت احادیث کی ملتی ہے۔ اور ترکہ کے وارث مطابق کتاب اللہ کے انبیاء کے اقرباء ہی ہوتے ہیں نہ کہ علماء؛

(۸) اب ہم توریث کے تنازع سے قطع نظر کر لیتے ہیں۔ کہ ملے یا نہ ملے مگر پھر بھی اہل جماعۃ جو حضرات ثلاثہ کو الزام غصب فدک وغضب اہل بیت ع سے بچانا چاہتے ہیں۔ وہ نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ نبی ص نے اپنی حیات میں فدک بحق زہراء ع ہبہ فرما دیا تھا۔ جس کا ثبوت متن کتاب میں درج شدہ اہل انصاف کے لئے کافی ہے۔ مگر اس جگہ چونکہ کتب امامیہ سے رفع تعارض اور تطبیق احادیث ائمہ علیہم السلام کی مقصود ہے لہذا ہم

کتب امامیہ سے ہبہ فدک کا نشان دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر البرہان جلد دوم صفحہ ۸۱۴ وجلد اول ۶۰۲ وتفسیر صافی صفحہ ۲۶ وتفسیر مجمع البیان جلد ۲ صفحہ ۵۷ واصول کافی صفحہ ۳۵۴ وامالی شیخ طوسی صفحہ ۶۷ وصفحہ ۱ وصحیفہ رضویہ صفحہ ۲۳ باسناد ابن ...... بابویہ فی عیون اخبار الرضا وتفسیر علی ابن ابراہیم قمی صفحہ ۳۸۵۔ سب نے بالاتفاق ائمہ علیہم السلام سے روایت کیا کہ آیت وات ذاالقربیٰ حقہ کے نزول پر جناب رسول خدا نے حضرت فاطمہ زہراؑ کو فدک ہبہ کر دیا اور زہراؑ نے قبضہ بھی کر لیا۔ پھر بعد وفات پیغمبر صلعم کے ابو بکر صاحب نے حضرت زہراؑ کے وکیل یعنے اہل کار کو فدک سے نکال دیا اور دعوٰی جناب فاطمہؑ پر شہادت طلب کی۔ شہادت ادا ہونے پر واپسی کا حکم لکھدیا جس کو امیر عمر صاحب نے چاک کر دیا۔ پھر وراثت کے دعوٰی سے حجت پوری کی گئی تو ابو بکر صاحب نے حدیث لانورث سنادی جس کا جواب دیا گیا .... کہ تم نے یہ حدیث سن لی اور ہم نے نہ سُنی۔ اور ہم کلام خدا پیش کرتے ہیں۔ اور تم اپنی کلام سناتے ہو۔ تو ابو بکر صاحب نے کہا کہ اگر ہبہ کی اور شہادت آپ کے پاس ہے تو لاؤ ورنہ آپکا کوئی حق نہیں۔ اس پر جناب فاطمہؑ اور دیگر اہل بیت علیہم السلام غضب ناک ہوئے۔ اور ائمہ علیہم السلام کے ہر فرد میں سے اظہار غضب ہوتا رہا۔ مضمون بالا کتب مذکورہ بالا سب میں مروی ہے کسی میں مفصل کسی میں مختصر مگر مطلب سب کا ایک ہے۔ اور حسب روایات متواترہ ائمہ اہل بیتؑ کے اُن کا غضب اور الزام غصب فدک حضرات ثلاثہ پر موجود چلا آیا ہے جس کے لئے ایک سُنی عالم کی شہادت بھی پیش کی جاتی ہے۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۱۹/۲ میں باسناد مکمل امام جوہری سے مروی ہے۔ وہ روایت کرتا ہے۔ قال داؤد ابن المبارك اتینا عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابیطالب ونحن راجعون من الحج فسالناہ عن مسائل وکنت احد من سالہ فسألتہ عن ابی بکر وعمر فقال اجیبك بما اجاب جدے عبد اللہ بن الحسن فانہ سئل عنہما فقال کانت امنا صدیقۃً ابنۃ مرسل وماتت وھی غضبی علےٰ قوم فنحن غضاب لغضبہا (قال ابن ابی الحدید) والصحیح عندی انہا ماتت وھی واجدۃ علےٰ ابی بکر وعمر وانہا اوصت ان لا یصلیا علیہا (کذا فی روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۴۳۴) وذلك عند اصحابنا من المغفور لہما وکان الاولے بہما اکرامہا واحترام منزلہا لکنہما خافا الفرقۃ واشفقا من الفتنۃ ففعلا ماھو الاصلح بحسب ظنہما۔ الخ۔ خلاصہ ترجمہ یہ ہے۔ کہ عبداللہ بن موسیٰ پوتے امام حسنؑ نے سوال داؤد بن مبارک کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ ابو بکر وعمر صاحبان کے بارہ میں وہ جواب دیتا ہوں جو کہ میرے دادا نے دیا تھا۔ یہ کہ انہوں نے فرمایا۔ ہماری والدہ محترمہ صدیقہ اور بیٹی پیغمبر تھیں۔ وہ جس قوم پر غضبناک فوت ہوئیں ہم بھی اُن کے غضب کے سبب سے سب اُس قوم پر غضب ناک ہیں (اس کے بعد علامہ ابن ابی الحدید کہتے ہیں) میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جناب زہراؑ ابی بکر وعمر پر غضبناک فوت ہوئیں۔ اور انہوں نے یہ وصیت فرمائی کہ ابو بکر وعمر صاحبان اُن پر نماز جنازہ نہ پڑہیں۔ (جیساکہ روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۴۳۴ میں بھی مذکور ہے) پھر علامہ ابن ابی الحدید کہتے ہیں۔ کہ ہمارے اصحاب اہل جماعۃ کے نزدیک شیخین کا یہ گناہ بخشا جائیگا۔ اگرچہ مناسب اُن دونوں کے لئے یہ تھا کہ قدر ومنزلت جناب فاطمہؑ کی پاسداری کرتے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ اختلاف وفتنہ سے ڈر گئے اور جو اُن کو زیادہ مناسب معلوم ہوا اُسپر عمل کیا۔ الخ۔ (یہ شیخین پر محض خوش اعتقادی

(ابن ابی الحدید سنی ہے)

ایک اور اعتراض کا جواب

بعض معترضین کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی ع۔ نے اپنے عہد خلافت میں فدک پر کیوں قبضہ مالکانہ کر لیا۔ تو اس کے جواب میں ہم دو وجہ سے عرض کرتے ہیں۔

(۱) یہ کہ زمانہ خلافت امیر المومنین علیہ السلام کا جس خوف وخطر اور عناد و فساد اور جنگ و جدال سے بھرا وہ ناظرین تواریخ سے مخفی نہیں ہے۔ کہ طلحہ و زبیر جیسے بزرگ بقول اہل جماعت بہشت کے بشارت یافتہ بہت تھوڑے عرصہ کے اندر جناب امیر کی بیعت توڑ بیٹھے اور ہر طرف سے اعلان جنگ کی خبریں آنی شروع ہو گئیں۔ اور امہات المؤمنین سے ایک مشہور بی بی باغیوں کی سردار سپہ سالار ہو کر برسر پیکار ہو گئیں اور جمل و صفین و نہروان کے مشہور جنگ پیش آئے۔ پس جب امام علیہ السلام کو تسلط تام حاصل نہ ہوا۔ اور لوگ مطلق اُن کے خلیفہ نبی ہونے کو بھی حقارت و نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے تو ایسی حالت میں اگر حضرت علی ع فدک کو برخلاف سلیقہ خلفاء ثلاثہ کے تقسیم فرماتے یا صرف تصرف ذاتی میں لے لیتے تو لوگ سب کے سب برخلاف ہو کر کہتے کہ جو کچھ ابتک ہوتا رہا ہے اب اس کے برخلاف حضرت علی ع محض اپنی غرض نفسانی اور لالچ دنیاوی سے اپنے لئے ضبط کر رہے ہیں۔ چنانچہ جناب امیر کی جو شہادت ابو بکر کے پاس فدک کے بارہ میں گذری تھی اس پر یہی الزام لگایا گیا تھا۔ اور شہادت مقبول نہ ہوئی۔ لہذا اس طرح کرنے میں خطرہ تھا کہ کل لوگ فساد اور لڑائی پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اس کی تائید میں ملاحظہ ہو بخاری مطبوعہ دہلی مع فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۳۸۷۔ عن ابی عبیدۃ عن علی ع قال اقضوا کما انتم تقضون فانی اکرہ الاختلاف حتیٰ یکون الناس جماعۃ او اموت کما مات اصحابی یعنے حضرت علی ع نے فرمایا اسی طرح حکم چلاتے رہو جیسا کہ پہلے کرتے آئے ہو جب تک کہ لوگ ایک جماعت متفقہ کی صورت میں نہ ہو جائیں۔ اور یا اس سے پہلے میں بھی اپنے دیگر اصحاب کی طرح فوت ہو جاؤں گا۔ اور یہ اس واسطے کہ میں اختلاف کو ناپسند رکھتا ہوں۔ فتح الباری میں بشرح اس روایت کے لکھا ہے۔ کہ حضرت علی ع نے ابو عبیدہ اور شریح کی طرف حکم مذکور بھیجا تھا۔ لیکن حضرت علی ع قبل اس کے کہ لوگ اُن کی خلافت پر متفق ہوں شہید کئے گئے۔ اور اختلاف کو مکروہ سمجھنے سے یہ غرض ہے۔ کہ مخالفت حضرت ابی بکر و عمر میں زیادہ نزاع پیدا ہونے کا خطرہ تھا جس کو بند رکھنا مناسب سمجھا گیا۔ تاکہ لوگ اتفاق کریں۔ انتہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علی ع احکام صحیحہ کو جاری کرنے کی اسواسطے جرأت نہ کر سکے کہ نفع سے نقصان کے بڑھ جانے کا اندیشہ تھا اور اس انتظار میں رہے کہ اگر موت سے پہلے لوگوں کو متفق اور تابع فرمان پایا تو احکام صحیحہ جاری کر دیں گے۔ مگر افسوس کہ قبل اس کے شہید ہو گئے۔ اصل عبارت بخاری اور فتح الباری کی کتاب ہذا کے بیان انعقاد خلافت حضرت ابی بکر میں بہ تفصیل مرقوم ہے۔

(۲) یہ کہ فدک امیر عثمان کے عہد سے مروان کے قبضہ میں آچکا تھا۔ حضرت علی ع کو چار برس خلافت میں نہیں ملا تھا۔ جس سبب سے وہ اُسپر تصرف نہ فرما سکے۔ بلکہ اگر تصرف کرنے کا ارادہ ظاہر کرتے تو اس کے واسطے ایک علیحدہ جنگ و جدال پیش آنیکا اندیشہ تھا۔ کیونکہ بنی امیہ کو بنی ہاشم سے قدیمی عداوت تھی اور ان کو پہلے ایک بہانہ مخالفت کے لئے قصاص امیر عثمان کا ہاتھ آگیا تھا جس سے لوگوں کو اشتعال دے رہے تھے چنانچہ آخر جنگ چھیڑ دی۔ جو بمشکل مصلحت وقت کے لحاظ سے بند کی گئی۔ پس اگر فدک پر برخلاف سلیقہ حضرات ثلاثہ کے

عمل کیا جاتا تو بنی امیہ کو ایک دوسرا بہانہ ہاتھ آجاتا۔ جس سے حضرت علیؑ پر اتباع اغراض نفسانیہ کی تہمت لگاتے۔ ایسے حالات میں ہرگز ممکن نہیں تھا کہ فدک کو مروان کے قبضہ سے نکال کر جناب امیرالمومنینؑ اپنے تصرف میں لاتے۔ یہ تب ہو سکتا تھا کہ سب مسلمین بالاتفاق تابع فرمان امیرالمومنین علیہ السلام کے ہو جاتے اور جمیع احکام کو بسر و چشم منظور کر لیتے۔ اس طرح کہ اگرچہ جناب امیرؑ ثلاثہ کے برخلاف کیا بلکہ ساری دنیا کے برخلاف جو حکم دیتے لوگ بسر نگونی تسلیم کر لیتے۔ مگر یہ موقع قطعاً ہاتھ نہ آیا۔ اور نہ ہی تصحیح احکام شرعیہ کی جیسی کہ ہونی چاہیئے تھی ہو سکی۔ چنانچہ ایک واقعہ بطور مثال لکھا جاتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امیرؑ طبائع لوگوں کا اندازہ کر چکے تھے۔ کہ اگر اُن کو کوئی مسئلہ برخلاف ثلاثہ کے بیان کیا جائے تو اُس کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ مخالفت و فساد میں ترقی کرتے ہیں خیال کیا فرمایا کہ مبادا اس سے ایسی کشت و خون تک نوبت پہونچے کہ اسلام کا نام ہی مٹ جائے۔ اس لئے جس قدر ہو سکے اُسی قدر اسلام کی اصلاح و امداد کر دیجائے اور باقی بعذر مجبوری ملتوی رکھی جائے۔ وہ واقعہ یہ ہے۔ قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار کتاب اصول فقہ حنفیہ صفحہ ۲۲۰ میں بروایت بیہقی مرقوم ہے کہ حضرت علیؑ نے شہر کوفہ کے ممبر پر خطبہ میں فرمایا۔ میری رائے امیر عمر کے موافق چلی آئی ہے کہ امہات الاولاد یعنی صاحب اولاد کنیزیں فروخت نہ کی جائیں مگر اب میں اپنی رائے ظاہر کرتا ہوں کہ بے شک فروخت کیجائیں۔ حاضرین مجلس سے ابوعبیدہ بولا اور کہا کہ جو رائے آپ کی جماعت کے مطابق ہو وہ ہمیں اس سے زیادہ پسند اور منظور ہے جو آپ اکیلے ہی فرمائیں۔ اس کے بعد حضرت علیؑ خاموش ہو گئے۔ پھر فرمایا اچھا جو طریقہ چلا آتا ہے اُسی طرح کرتے رہو۔ میں اپنے اصحاب کی مخالفت نہیں کرتا انتہے۔ پھر جب فدک بغیر طلب و خواہش اور بجز تکلف و تعسر کے بعہد عمر بن عبدالعزیز آل فاطمۃ الزہراءؑ کو واپس ملا تو اس وقت اُنہوں نے وصول پا لیا۔ کیونکہ اُن کا اپنا مال تھا۔ بلا جہد اُس کے واپس لینے میں کوئی شرعی مانع نہ تھا۔ مگر حصول فدک کے لئے بعد غصب مکمل کے آل زہراءؑ نے از خود استرجاع بجہد و جہاد کی کوشش نہیں کی۔ جیسا کہ مجالس المومنین و علل الشرائع سے واضح ہوتا ہے۔ ۱۲ مترجم عفی عنہ۔

<table>
<tr>
<td>

فصل

فی بیان علم امیر المؤمنین علی علیہ السلام

(رب زدنی علما)

اعلم انہ تعالےٰ امرنا بطلب الھدایۃ الی الصراط المستقیم لکونہ تعالیٰ علیہ بقولہ ان ربی علی صراط مستقیم

</td>
<td>

فصل

علم امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے بیان میں

(رب زدنی علما)

جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے ہم کو طلب ہدایت صراط مستقیم کے لئے حکم دیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ صراط مستقیم پر ہے جیسا کہ حکایۃً عن الرسول فرمایا۔ بتحقیق میرا رب صراط مستقیم پر ہے

</td>
</tr>
</table>

[1] استیعاب بر اصابہ جلد ۳ صفحہ ۴۲ میں باسناد ابن عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہا نو حصے علم کے حضرت علیؑ کو عطا ہوئے اور دسواں کل آدمیوں کو پھر اس دسویں حصے میں بھی جناب علی شریک ہیں۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۶ میں بروایت ابن سعد حضرت عائشہ سے مروی ہے کہا بعد نبیؐ کے سب سے زیادہ عالم سنت نبیؐ کے حضرت علیؑ تھے۔ ۱۲۔
مترجم

ولکون نبیه علمه بقوله انك لمن المرسلین علی صراط مستقیم ولهدیه الیه بقوله انك لتهدی الی صراط مستقیم وان الله لهادی الذین اٰمنوا الی صراط مستقیم وذا لا یحصل بدون العلم ومن اجل ذلك امر الله بنیه قل رب زدنی علما واعز الله العلم واهله قال یرفع الله الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات وقل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون وانما یخشی الله من عباده العلماء وقد اشهد الله تعالیٰ علیٰ وحدانیته اهل العلم واشرکهم فی هذه المرتبة العظیمة والدرجة الکریمة بشهادته وشهادة ملائکته فهذا من اعظم درجاة العلماء واکبر کمالاتهم کما قال عز اسمه شهد الله انه لا اله الا هو والملئکة واولوا العلم قائما بالقسط ـ الاٰیه ـ بالجملة فی فضائل العلم دفاتر لا تکاد تحصیٰ فالحاصل ان الهدایة موقوفة علی العلم فالاعلم اهدی فهو احق بالاتباع کما قال عز اسمه افمن یهدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یهدی ومن اجل مننه تعالیٰ انه جعل لکل قوم هاد فعلینا ان نتفحص الاعلم من هو بعد النبی ص حتی نتبعه ونهتدی بهدیه بحسن توفیق الله تعالیٰ والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم فلما راینا وجدنا وعلمنا علم الیقین

اور نبی ص بھی اسی صراط مستقیم پر ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق تو ضرور پیغمبروں میں سے ہے۔ اور تو صراط مستقیم پر ہے اور ہدایت رسول کی صراط مستقیم کی طرف ہے چنانچہ فرمایا تو اے نبی صراط مستقیم کی طرف راہ دکھانے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ضرور مومنین کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اور یہ صراط مستقیم بدون علم کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ص کو حکم دیتا ہے کہ تو دعا کر کہ یا رب میرے علم میں ترقی دے اور اللہ تعالیٰ نے علم اور اہل علم کو عزت بخشی ہے۔ اور فرمایا اللہ تعالےٰ ایمان والوں کے مدارج اور اُن لوگوں کے جن کو علم عطا کیا گیا ہے بلند کرتا ہے۔ اور فرمایا اے نبی ص تو کہدے کہ جاننے والے کیا نہ جاننے والے کے برابر ہو سکتے ہیں (یعنے عالم جاہل کے برابر ہرگز نہیں) اور فرمایا اللہ تعالےٰ سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں۔ اور بتحقیق اللہ تعالےٰ نے اپنی توحید پر اہل علم کو گواہ رکھا ہے۔ اور اس درجہ بزرگ اور مرتبہ عظیم میں اُنہیں کو شریک فرمایا۔ کہ اپنی اور فرشتوں کی اور علماء کی گواہی رکھی ہے جو کہ بڑے درجات اور عظیم کمالات علماء سے ہے جیسا کہ فرمایا۔ گواہی دیتا ہے اللہ تعالےٰ اس کی کہ کوئی لائق عبادت سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں۔ اور فرشتے اور جو علم رکھتے ہیں وہ بھی اس کے گواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ عدل سے انتظام رکھنے والا ہے۔ خلاصہ یہ کہ فضائل علم کے بہت دفاتر ہیں جو احاطۂ شمار سے باہر ہیں۔ پس حاصل یہ ہے کہ ہدایت علم پر موقوف ہے۔ پس جو سب سے زیادہ عالم و عارف شریعت ہوگا وہی بڑا ہدایت یافتہ ہوگا اور وہی زیادہ مستحق پیروی کے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کیا جو حق کی راہنمائی کرتا ہے وہ مستحق متابعت کرنے کے ہے یا وہ جو خود بھی ہدایت یافتہ نہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے بڑے احسانات سے ہے کہ اُسنے ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرنیوالا مقرر فرمایا ہے۔ پس ہمپر لازم ہے کہ بعد النبی سب سے زیادہ عالم کی جستجو کریں جس کی متابعت سے طریق خدا و رسول و حسن توفیق خدا حاصل ہو۔ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے صراط مستقیم دکھا دیتا ہے۔ جب ہم نے بغور دیکھا علم الیقین سے معلوم کیا

انہ هو علی ابن ابی طالب وقد استنبط
بعض الاذکیاء من مقطعات القرآنیۃ
بعد حذف التکرار صراط علیؑ حق
نمسکہ فانہ اجادوا فاد وقد قال النبیؐ
ان تومروا علیا ولا اریکم فاعلین
تجدوہ هادیا مهدیا یاخذ بکم الصراط
المستقیم رواہ احمد فی مسندہ وروی
ابو داؤد والحاکم والطبرانی والخطیب
عن حذیفۃ فی جواب السائل الا تستخلف
علیا قال ان استخلفتموہ ولن تفعلوا
ذلک یسلک بکم الطریق وتجدوہ فی
هادیا مهدیا وسیاتی انشاء اللہ مستو
وبعدہ ای بعد علیٍ ذریتہ علیهم السلام
بنص من سبق لمن لحق فلنذکر حال
علمہ۔
قال السیوطی فی الدر ج ۴ ص ۴۵ اخرج
ابن مردویہ وابن جریر وابو نعیم
فی المعرفۃ والدیلمی وابن عساکر
وابن النجار قال لما نزلت انما انت
منذر ولکل قوم هاد وضع رسول اللہ
یدہ علی صدرہ قال انا المنذر واوما
بیدہ الی منکب علیؑ فقال انت الهادی
یا علی بک یهتدی المهتدون من بعدی
وهکذا ذکرہ الفخر الرازی فی الکبیر ج ۵
ص ۲۸۲ وهکذا فی جامع البیان وفتح البیان
وابن کثیر وروح المعانی والنیشاپوری
ورواہ عن عبد اللہ بن احمد فی زوائد
المسند وابن ابی حاتم والطبرانی فی
الاوسط والحاکم وصححہ۔

کہ بعد نبیؐ کے سب سے زیادہ علم والے جناب علی بن ابیطالب
ہیں اور بہ تحقیق بعض ذکی الطبع علماء نے مقطعات قرآنیہ سے
بعد حذف تکرار کے جو استنباط کر کے عبارت صراط علیؑ کا حق ہے
ہم اسکو محکم پکڑتے ہیں۔ کو نکالا ہے انہوں نے بہت اچھا سمجھا
ہے اور فائدہ پہونچایا ہے۔ اور نبیؐ نے فرمایا اگر تم حضرت علیؑ
کو امیر بناؤ مگر میں نہیں جانتا کہ تم اُسے بناؤ گے۔ اگر بناؤ گے تو
اسکو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے۔ تم کو صراط
مستقیم پر چلائیگا۔ اس کو احمد نے اپنے مسند میں اور ابوداؤد
اور حاکم اور طبرانی وخطیب نے حذیفہ سے سائل کے جواب
میں آنحضرت صلعم سے روایت کیا۔ جب سائل نے عرض کی
یا نبی اللہؐ کیا آپ حضرت علیؑ کو خلیفہ نہیں بناتے؟ آپ نے فرمایا
اگر اسکو خلیفہ بناؤ تو یہ تم کو راہ حق پر چلائیگا اور اس کو ہدایت
کرنے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے۔ لیکن میں تمکو بنانیوالا
نہیں دیکھتا اور عنقریب اس حدیث کا مکمل بیان آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ
اور سب سے زیادہ علم والے بعد حضرت علیؑ کے اُنہی کی اولاد کر
بنص سابق برائے لاحق ہیں۔ لہذا اب ہم حضرت علیؑ کے
علم کا حال بیان کرتے ہیں۔
علامہ سیوطی نے درمنثور ج ۴ ص ۴۵ میں لکھا ہے۔ ابن مردویہ
وابن جریر وابو نعیم معرفۃ میں اور دیلمی وابن عساکر وابن نجار
نے روایت کیا کہ جب آیت انما انت منذر الخ اُتری
یعنی تو صرف ڈرانے والا ہے اور ہر کام کے واسطے ایک رہنما
ہوتا ہے۔ تو رسول اللہؐ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے سینہ پاک
پر رکھا اور فرمایا میں ڈرانے والا ہوں۔ اور اپنے ہاتھ مبارک
سے حضرت علیؑ کے مونڈھے کی طرف اشارہ فرماکر ارشاد فرمایا
کہ یا علیؑ میرے بعد تیرے ساتھ ہدایت پانیوالے ہدایت
پائیں گے۔ اور اسی طرح فخر رازی نے تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۸۲
میں بیان کیا۔ نیز اسی طرح تفسیر جامع البیان وفتح البیان
وتفسیر ابن کثیر وروح المعانی ونیشاپوری میں ہے۔ اور نیز
اس کو عبد اللہ بن احمد نے زوائد مسند میں اور ابن ابی حاتم
اور طبرانی نے اوسط میں اور حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ

قال الله عز اسمہ قل کفیٰ بالله شہیداً
بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب
قال اکثر المفسرین انہ علی کما فی الدر۔
ایضاً قال تعالیٰ وتعیہا اذن واعیۃ
فی لباب النقول ص۱۳۱ اخرج ابن جریر
وابن ابی حاتم والواحدی عن بریدۃ
مرفوعاً لعلیؑ انی امرت ان ادنیک و
دا قصیک وان اعلمک وان تعی و
حق لک ان تعی قال فنزلت تعیہا اذن
واعیۃ وکذا رواہ سعید بن منصور
وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم
وابن مردویہ وابن عساکر وابن النجار
وابونعیم فی الحلیہ کما فی الدر۔
وفی حجۃ الله البالغۃ ص۱۳۷ کان
علیؑ لا یشاور غالباً۔
وفی کنز العمال جلد ۶ ص۱۵۲ مرفوعاً
قال صلعم انا مدینۃ العلم و
علیؑ بابہا فمن اراد العلم فلیات
الباب رواہ العقیلی وابن عدی
والطبرانی والحاکم وابن جریر
عن ابن عباس وابن عدی والحاکم
عن جابر وروی ابونعیم فی المعرفۃ
عن علیؑ الی بابہا۔
وفیہ ص۴۰۱ قال ابن جریر ہذا
خبر عندنا صحیح سندہ و صححہ
الحاکم والخطیب وقال الحافظ ابن حجر
فی لسانہ ہذا الحدیث لہ طرق کثیرۃ
(الی ان قال) وقال فی فتوی ہذا الحدیث
اخرجہ الحاکم فی المستدرک
وقال انہ صحیح

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے نبیؐ تو کہدے کہ ہمارے تمہارے
درمیان اللہ تعالےٰ کافی گواہ ہے۔ اور نیز وہ گواہ کافی ہے
جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ اکثر مفسرین اس آیت کی تفسیر میں
یہ کہتے ہیں۔ کہ مراد اس سے جس کے پاس کتاب کا علم ہے حضرت
علیؑ ہیں۔ جیساکہ درمنثور میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ آیات اور مسائل شرعیہ کو محفوظ رکھنے والے کان محفوظ رکھتے
ہیں۔ سبب نزول اس آیت کا لباب النقول ص۱۳۱ میں اسطرح
لکھا ہے۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور واحدی نے بریدہ
سے مرفوعاً روایت کیا کہ رسولؐ نے حضرت علیؑ کو فرمایا
تحقیق مجھے خدا کی طرف سے اس کا حکم ملا ہے کہ تمہیں اپنا مقرب
بناؤں اور تجھ سے بیان کروں اور تجھے تعلیم دوں اور تو محفوظ
رکھے اور تیرا حق ہے کہ تو محفوظ رکھے۔ بریدہ کہتا ہے اس پر
یہ آیت اُتری کہ اسکو محفوظ رکھنے والے کان محفوظ رکھتے ہیں۔
اور اسیطرح اسکو سعید بن منصور اور ابن جریر وابن منذر
وابن ابی حاتم اور ابن مردویہ وابن عساکر وابن نجار وابونعیم
نے حلیہ میں روایت کیا۔ جیساکہ درمنثور میں ہے۔
اور حجۃ اللہ البالغہ ص۱۳۷ میں ہے۔ کہ جناب علیؑ اکثر کسی سے
مشورہ نہیں لیتے تھے (یعنے عالم ہونے کی وجہ سے ان کو یہ
ضرورت نہ تھی۔
اور کنز العمال ج۶ ص۱۵۲ میں ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا
میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علیؑ اس کا دروازہ ہے
پس جو علم سیکھنا چاہے چاہیئے کہ وہ دروازہ سے آئے۔ اسکو
عقیلی وابن عدی و طبرانی و حاکم وابن جریر نے ابن عباس
سے اور ابن عدی و حاکم نے جابر سے روایت کیا اور ابونعیم
نے معرفت میں حضرت علیؑ سے لفظ بابہا تک روایت کیا
اور کنز العمال ج۶ ص۴۰۱ میں ہے۔ (بعد روایت حدیث انا
مدینۃ العلم کے) ابن جریر نے کہا۔ اس حدیث کی سند
ہمارے نزدیک صحیح ہے۔ اور اسکو حاکم اور خطیب نے بھی
صحیح کہا ہے۔ اور حافظ ابن حجر لسان المیزان میں لکھتے ہیں
(تا اینکہ کہا) فتوے اس حدیث کے بارہ میں لکھا حاکم نے اسکو مستدرک

وخالفه ابن الجوزی فذکره فی الموضوعات وقال انه کذب والصواب خلاف قولهما معا ان الحدیث من قسم الحسن وهذا هو المعتمد فی ذلك - وقال السیوطی وقد کنت اجیب بهذا الجواب دهرا الی ان وقفت علی تصحیح ابن جریر لحدیث علیؑ فی تهذیب الآثار مع تصحیح الحاکم لحدیث ابن عباس فاستخرت الله وجزمت بارتقاء الحدیث من مرتبة الحسن الی مرتبة الصحة والله اعلم - انتهی ملخصاً -

وفی العبقات عن توضیح الدلائل للقسطلانی واعلم ان الباب سبب لزوال الحائل والمانع من الدخول الی البیت فمن اراد الدخول واتی البیوت من غیر ابوابها شق وعسر علیه دخول البیت فهکذا من طلب العلم ولم یطلب ذلك من علیؑ وبیانه فانه لا یدرك المقصود فانه رضی الله کان صاحب علم وعقل وبیان وربما کان عالماً ولا یقدر علی البیان والافصاح وکان علیؑ مشهوراً من بین الصحابة بذلك ثم قال وکان باجماع الصحابة مرجوعاً الیه فی علمه موثوقاً بفتواه وحکمه والصحابة کلهم یراجعونه مهما اشکل علیهم ولا یسبقونه ومن هذا المعنی قال عمر لولا علیؑ لهلك عمر - انتهی -

مگر ابن جوزی نے اس کی مخالفت کی اور اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کیا - اور کہا یہ جھوٹ ہے - اور (فی الحقیقت) صواب ہر دو قول کے خلاف ہے - اس طرح کہ یہ حدیث قسم حسن سے ہے اور (میرے نزدیک) اس باب میں یہی قول معتبر ہے - اور سیوطی کہتا ہے میں بھی کچھ زمانہ تک یہی جواب (حدیث کے حسن ہونے کا) دیتا رہا حتی کہ میں ابن جریر کی تصحیح اس حدیث پر مطلع ہوا جو اس نے حدیث حضرت علیؑ مروی تہذیب الآثار پر لکھی بمعہ تصحیح حاکم کے جو اس نے حدیث ابن عباس پر لکھی پس میں نے اللہ تعالے سے استخارہ کیا اور میں نے یقین کر لیا کہ حدیث مرتبہ حسن سے فائق مرتبۂ صحت پر پہونچ چکی ہوئی ہے - (یعنے صحیح ہے) واللہ اعلم - انتہے ملخصاً من کنز العمال -

اور عبقات میں توضیح الدلائل قسطلانی سے منقول ہے جاننا چاہیئے کہ دروازہ واسطے زوال مانع دخول کے ہوتا ہے پس جو ارادہ دخول کا کرے اور دروازہ کے بغیر گھروں میں آنا چاہے اس پر دخول گھر کا مشکل ہوگا - پس اسی طرح جس نے علم کو بدون حضرت علیؑ کے طلب کیا اور ان سے نہ لیا وہ مقصود کو نہیں پہونچ سکتا - کیونکہ جناب علیؑ صاحب علم وعقل وبیان کے تھے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عالم ہوتا ہے مگر بیان اور فصاحت پر قادر نہیں ہوتا لیکن حضرت علیؑ صحابہ میں علم وعقل وفصاحت بیان میں مشہور تھے (پھر کہا) حضرت علیؑ علم میں باجماع صحابہ خواص وعوام کے مرجع تھے اور فتوی ان کا معتمد ہوتا تھا اور کل صحابہ حضرت مرتضیٰ کی خدمت میں بار بار حاضر ہوکر ہر مشکل مسئلہ کی نسبت پوچھتے تھے - اور حضرت علیؑ کے حکم سے سبقت کرنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے - اور اسی معنی سے حضرت عمر نے کہا اگر جناب علیؑ نہ ہوتے عمر ہلاک ہو جاتا - انتہی -

وفی شرح المواقف ص۶۴۳ لولا علیؑ لهلك عمر

اور شرح مواقف ص۶۴۳ میں بھی لولا علیؑ لهلك عمر مروی ہے

وفی الصواعق المحرقة ص۷۳ اخرج البزار و الطبرانی فی الاوسط عن جابر بن عبد الله والطبرانی والحاکم والعقیلی فی الضعفاء وابن عدی عن ابن عمر والترمذی والحاکم عن علیؑ مرفوعاً انا

اور صواعق محرقہ ص۷۳ میں ہے - بزار و طبرانی نے اوسط میں جابر بن عبداللہ سے اور طبرانی وحاکم وعقیلی وابن عدی نے ابن عمر سے اور ترمذی وحاکم نے حضرت علیؑ سے مرفوعاً روایت کیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علیؑ اس کا دروازہ ہے

وفی روایۃ من اراد العلم فلیات الباب
وفی اخریٰ عند الترمذی عن علیؑ انا
دار الحکمۃ وعلیؑ بابہا وفی اخریٰ عند
ابن عدی علیؑ باب علمی وقال فی آخرہ و
صوب بعض محققی المتاخرین المطلعین
علی الحدیث انہ حدیث حسن۔
وفی تاریخ الخلفاء ص۱۱۶ اخرج الترمذی
والحاکم عن علیؑ مرفوعاً انا مدینۃ العلم
وعلیؑ بابہا ھٰذا حدیث حسن علی
الصواب۔ اقول۔ لعل السیوطی رتب
جمع الجوامع بعد تاریخ الخلفاء لانہ
بعد مزید تحقیقہ لھٰذا الحدیث افتیٰ
بصحۃ ھٰذا فی الجمع وحسنہ فی التاریخ
کما مر۔ اقول قد روی ابن الحجر فی الصواعق
والسیوطی فی تاریخ الخلفاء حدیث انا
مدینۃ العلم وعلیؑ بابہا قالا رواہ
الترمذی۔ ونسخۃ الترمذی التی
فی ایدینا لم یوجد فیہا بھٰذا اللفظ
بل وجد فیہا انا دار الحکمۃ وعلیؑ بابہا
وناھیک بہما انہما حافظان
ثقتان فی الحدیث وکفیٰ بہما قدوۃً
واماما فعلم ان ھٰذا من خیانۃ
المعاندین وھو یوھم اسقاط
احادیث مناقب اھل
البیت علیہم السلام

اور دوسری روایت میں ہے جو علم کا ارادہ کرے اس کو چاہئے کہ دروازہ سے آئے۔ اور ترمذی میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میں دار حکمت ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہے۔ اور دوسری روایت حضرت علیؑ میں جو ابن عدی نے بیان کی ہے یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ میرے علم کا دروازہ ہے۔ اور آخر میں ابن حجر مکی لکھتا ہے کہ بعض محققین متاخرین سے جو اس حدیث کے حال پر مطلع ہوئے ہیں اسی کو حق سمجھتے ہیں۔ کہ یہ حدیث حسن ہے۔

اور تاریخ الخلفاء ص۱۱۶ میں ہے، ترمذی اور حاکم نے حضرت علیؑ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، کہ نبیؐ نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علیؑ اُس کا دروازہ ہے۔ اور یہ حدیث قول صواب پر حسن ہے۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں غالباً سیوطی نے جمع الجوامع کو تاریخ الخلفاء کے بعد تالیف فرمایا ہے۔ کیونکہ اس میں مزید تحقیق کے بعد اس حدیث کے صحیح ہونے کا فتوےٰ علامہ سیوطی نے دیا ہے۔ اور تاریخ الخلفاء میں اس نے حسن ہونے کا فتوےٰ دیا تھا جیسا کہ گذر رہا ہے۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں، ابن حجر نے صواعق میں اور سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں حدیث انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابہا کو روایت کرکے لکھا کہ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور نسخہ ترمذی کا جو ہمارے ہاتھوں میں ہے اُس میں یہ حدیث ان الفاظ سے نہیں پائی جاتی۔ بلکہ اُس میں ان الفاظ سے ہے انا دار الحکمۃ وعلیؑ بابہا۔ اور یہ دونوں محدث حافظ اور حدیث میں ثقہ (ادبیت النظر) تیرے لئے کافی گواہ ہیں۔ اور اُن کے ساتھ اقتدا اہل جماعت کے لئے کافی ہے، کیونکہ اُن کے نزدیک وہ حدیث کے امام ہیں۔ پس اس سے مخالفین کی خیانت معلوم ہوتی ہے کہ سنن ترمذی سے ان الفاظ حدیث کو انہوں نے نکالدیا ہے، اور اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ احادیث مناقب اہل بیتؑ کی اس کے سوا کچھ اور بھی خارج کردی گئی ہوں تو کوئی تعجب نہیں۔

[1] استیعاب مطبوعہ برحاشیہ اصابہ جلد ۳ ص۳۸ میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے قال انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابہا فمن اراد العلم فلیاتہ من بابہ ۱۲ مترجم۔

فی العبقات قال المناوی فی فیض القدیر
شرح الجامع الصغیر فی شرح هذا الحدیث
فان المصطفیٰ المدینة الجامعة لمعانی
الدیانیات کلها ولابد لها من باب فاخبر
ان بابها هو علیؑ فمن اخذ طریقه
دخل المدینة ومن اخطأه اخطأ طریق
الهدیٰ وکذا قال فی التیسیر۔ وفیه
ص۲۵۱ ج۲ قال ابن الاثیر الجزری فی اسد الغابة
بعد ذکر علم علیؑ وله فی هذا اخبار کثیرة
نقتصر علی هذا منها ولو ذکرنا ماسأله
الصحابة مثل عمر وغیره لاطلنا۔
وذکر النووی فی تهذیب الاسماء وسؤال
کبار الصحابة ورجوعهم الی فتاواه و
اقواله فی المواطن الکثیرة والمسائل
المعضلات مشهور۔ کذا قال شهاب الدین
احمد فی توضیح الدلائل وعبد الحق الدهلوی
فی اسماء الرجال۔ انتهٰی۔ وقال القاری
فی شرح الفقه الاکبر ص۸۲ والمعضلات
التی سأله (علیاً) کبار الصحابة ورجعوا الی
فتواه فیها فضائل کثیرة شهیرة تحقق
قوله علیه السلام انا مدینة العلم وعلیؑ
بابها وقوله علیه السلام اقضاکم علیؑ
وفی ارجح المطالب ص۱۲۲ اخرج البزار
عن جابر بن عبد الله والعقیلی وابن عدی
عن ابن عمر والطبرانی عن کلیهما
والحاکم عن علی وابن عمر والبغوی
وابونعیم عن علیؑ قالوا قال رسول
الله صلعم انا مدینة العلم وعلیؑ بابها
وزاد البغوی فی روایة علیؑ والطبرانی فی
روایة ابن عباس مرفوعاً فمن اراد العلم
فلیأت من بابها

عبقات میں ہے مناوی نے فیض القدیر شرح جامع صغیر
اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ مصطفےٰ شہر معانی دیانیات
سب کا جامع ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ کوئی دروازہ
ہو پس نبیؐ نے خبر دی ہے کہ دروازہ اس کا علی ہے۔ پس
جس نے علیؑ کا طریقہ پکڑا وہ شہر میں داخل ہوگیا۔ اور جو اس سے
بھول گیا اس نے ہدایت کا رستہ گم کیا۔ اور اسی طرح تیسیر
میں ہے۔ اور عبقات جلد ۲ ص۲۵۱ میں ہے۔ ابن اثیر جزری
نے اسد الغابہ میں بعد ذکر علم علی کے لکھا۔ اس کے لئے بہت اخبار
ہیں مگر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور اگر ہم وہ مسائل لکھیں جو
صحابہ نے مثل امیر عمر وغیرہ کے حضرت علیؑ سے پوچھے تو
ہم کو بڑا طول دینا پڑیگا۔
اور نووی نے تہذیب الاسماء میں ذکر کیا ہے کہ بڑے بڑے
صحابہ کا سوال کرنا اور علیؑ کے فتاویٰ کی طرف رجوع کرنا اور
بہت مواقع اور مسائل مشکلہ میں علیؑ کا بیان فرمانا مشہور ہے
اسی طرح شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں۔ اور
عبد الحق دہلوی نے اسماء الرجال میں ذکر کیا ہے۔ انتہےٰ۔
اور علی قاری نے شرح فقہ اکبر ص۸۲ مطبوعہ ہندو پریس میں
کہا ہے۔ اور جو مسائل مشکلہ بڑے بڑے صحابہ نے حضرت علیؑ
سے پوچھے۔ اور انہوں نے اُس کی فتاویٰ کی طرف رجوع کیا
ان اوصاف میں بڑے مشہور اور بہت فضائل ہیں جو فرمان
رسول اللہ کی تصدیق کرتے ہیں۔ میں شہر علم کا ہوں اور اسکا
دروازہ علیؑ ہے۔ اور فرمان نبوی کی کہ بڑا اچھا فیصلہ کرنیوالا
تمہارا علی ہے۔
اور ارجح المطالب ص۱۲۲ میں ہے۔ بزار نے جابر بن عبد اللہ سے
اور عقیلی اور ابن عدی نے ابن عمر سے اور طبرانی نے دونوں سے
اور حاکم نے علی اور ابن عمر سے اور بغوی اور ابونعیم نے علیؑ
سے روایت کی کہا انہوں نے فرمایا رسول اللہ نے میں علم کا
شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ اور بغوی نے زیادہ
کیا روایت علی میں اور طبرانی نے روایت ابن عباس میں یہ
کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا پس جو علم کا ارادہ کرے چاہئے کہ وہ دروازہ

وصححه الحاكم ورواه الجماعة وحسنه الحافظان العلائی وابن الحجر العسقلانی انتهى۔ ووافق الطبرانی ابن مردویه كذا فی اللآلی المصنوعة ص۱۷۰ ج۱۔ وكذا روى الخطيب باسانيد۔ قوله وحسنه الحافظان كذا فی تعقبات السيوطی ص۲۹۔ فی موضوعات الشوكانی ص۱۱۸ ورواه ابن حبان عن ابن عباس ايضاً مرفوعاً فيه فمن اراد الدار فليأتها من قبل بابها۔ وفی اسناده الخطيب جعفر بن محمد البغدادی وهو متهم الخ ثم قال واجيب عن ذلك بان محمد بن جعفر البغدادی العبدی قد وثقه يحيى بن معين واما الصلت الهروی (الذی قيل انه هو وضعه) قد وثقه ابن معين والحاكم وقد سئل يحيى عن هذا الحديث فقال صحيح واخرجه الحاكم فی المستدرك وحسين بن فهم ثقة وقال صحيح الاسناد وقال ابن حجر هذا من قسم الحسن قال الشوكانی هذا هو الصواب وله طرق اخرى ذكرها صاحب اللآلی ج۲ ص۱۷۰ وغيره قال القاسم بن عبد الرحمن الانباری سألت يحيى عن هذا الحديث فقال هو صحيح۔ وفی اللآلی رواه ابن مردويه من طريق الحسن بن محمد عن جرير

عن محمد بن قيس

عن الشعبی عن

علیؑ وايضاً رواه

بلفظ انا مدينة الفقه

اسکو حاکم نے صحیح کہا اور جماعت محدثین نے روائیت کیا اور اس کو دو حافظوں علائی اور ابن حجر عسقلانی نے حسن کہا۔ انتہیٰ اور طبرانی کے موافق ابن مردویہ نے بھی بیان کیا جیسا کہ اللآلی المصنوعہ سیوطی جلد ۱ ص۱۷۰ میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح خطیب نے چند اسانید سے روایت کیا۔ قول اس کا دو حافظوں علائی اور ابن حجر نے حسن کہا تعقبات سیوطی ص۲۹ میں بھی لکھا ہے۔ جو اُس نے موضوعات ابن جوزی پر لکھی ہے۔ اور موضوعات شوکانی ص۱۱۸ میں ہے۔ کہ اس حدیث کو ابن حبان نے ابن عباس سے بھی مرفوعاً روایت کیا۔ اور اس میں ہے۔ جو علم کے گھر آنے کا ارادہ کرے چاہئے کہ وہ دروازہ کی جانب سے آئے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واْتوا البیوت من ابوابھا یعنی گھروں میں اُنکے دروازوں کے رستہ سے آؤ) اور اس روایت کی اسناد میں خطیب جعفر بن محمد بغدادی ہے اور وہ متہم ہے۔ الخ پھر کہا مگر اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ محمد بن جعفر بغدادی عبدی کو یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا ہے اور صلت ہروی جس کی نسبت کہا گیا ہے کہ اُسی نے اس حدیث کو وضع کیا ہے بتحقیق ثقہ ہے۔ جیسا کہ ابن معین اور حاکم نے اُس کی توثیق کی ہے۔ اور یحییٰ سے اس حدیث کی نسبت سوال کیا گیا اُس نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور حاکم نے اس کو مستدرک میں روایت کیا اور حسین بن فہم کو ثقہ کہا اور اس حدیث کو صحیح الاسناد لکھا ہے۔ اور ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ حدیث قسم حسن سے ہے۔ شوکانی نے کہا کہ یہی صحیح ہے کہ حدیث کو حسن کہا جائے۔ اور اس کے چند طرق اور بھی ہیں جن کو صاحب لآلی مصنوعہ نے جلد ۲ ص۱۷۰ میں اور دوسروں نے بھی بیان کیا ہے۔ اور لآلی میں ہے قاسم بن عبد الرحمٰن انباری نے کہا میں نے یحییٰ سے اس حدیث کی نسبت پوچھا اُس نے کہا کہ صحیح ہے۔ نیز لآلی میں ہے۔ اس کو ابن مردویہ نے طریق حسن بن محمد سے اُس نے جریر سے اُس نے محمد بن قیس سے اُس نے شعبی سے اُس نے علیؑ سے روایت کی ہے۔ اور نیز اس کو اس عبارت سے روایت کیا۔ کہ میں شہر فقہ کا ہوں اور علیؑ دروازہ اُس کا ہے۔

وفی ارجح المطالب ص۱۲۴ من الباب الثالث
عن علیؑ قال علمنی رسول اللہ صلعم
الف باب من العلم ففتح لی من کل باب
الف الف باب (اربعین الرازی) عن
ابی الحازم قال جاء رجل الٰی معاویۃ
نسألہ عن مسئلۃ فقال اسئل عنہا
علیًا فہو اعلم فقال یا امیر المؤمنین
جوابک فیہا احب الیّ من جواب علیؑ
قال بئس ما قلت لقد کرہت رجلاً
(الی ان قال) وکان عمر اذا اشکل علیہ
شئ اخذ منہ رواہ احمد وفیہ ص۱۲۴/۱۲۷
عن جابر مرفوعًا علیؑ عیبۃ (خزانہ) علمی
اخرجہ ابن عدی والمتقی فی کنز العمال۔
وفی تاریخ الخلفاء ص۱۱۲ اخرج الحاکم وصححہ
قال علیؑ بعثنی رسول اللہ صلعم الی الیمن
فقلت یارسول اللہ بعثتنی وانا شاب اقضی
بینہم ولا ادری ما القضاء فضرب صدری
بیدہ ثم قال اللّٰہم اہد قلبہ وثبت
لسانہ فوالذی فلق الحبۃ ما شککت فی
قضاء بین الاثنین وکذا فی المشکوٰۃ
ص۳۱۷ رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجہ
وفی ارجح المطالب ص۱۴۰ وزاد والبزار وابو یعلیٰ
وابن حبان والحاکم باختلاف یسیر۔
وعن ابی ہریرۃ قال قال عمر ابن الخطاب
علیؑ اقضانا واخرج ابن سعد وفی
نسخۃ وابن عساکر عن ابن مسعود قال
کنا نتحدث ان اقضی اہل المدینۃ
علیؑ وکذا فی الصواعق ص۷۶ وحدیث بعثہ الی
الیمن ذکر فی معارج النبوۃ ایضا ص۳۹ رکن
رابع وزاد لاجرم در علم بمرتبہ رسید کہ حضرت صلعم

اور ارجح المطالب ص۱۲۴ باب تیسری میں حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ کہا مجھے رسول اللہ نے علم کے ہزار باب کی تعلیم دی اور ہر باب سے ہزار باب کھل گیا۔ (اربعین رازی) اور ابی حازم سے روایت ہے کہا ایک آدمی معاویہ کی طرف آیا اور اُس سے ایک مسئلہ پوچھا معاویہ نے کہا حضرت علیؑ سے پوچھ وہ زیادہ عالم ہے اُس شخص نے کہا۔ یا امیر المومنین مجھے اس میں تیرا جواب علیؑ کے جواب سے زیادہ پسند ہے۔ معاویہ نے کہا تو نے بُرا کہا (تا اینکہ کہا) اور امیر عمر کو جب مشکل مسئلہ پیش آتا تھا تو علیؑ سے پوچھ لیتا تھا۔ اس کو احمد نے روایت کیا۔ اور اسی کے ص۱۲۴/۱۲۷ میں جابر سے مرفوعًا مروی ہے کہ علی میرے علم کا خزانہ ہے۔ اس کو ابن عدی نے اور متقی نے کنز العمال میں روایت کیا ہے۔

اور تاریخ الخلفاء ص۱۱۲ میں ہے۔ حاکم نے روایت کیا اور اسکو صحیح کہا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا مجھے رسول اللہ نے یمن کی طرف بھیجا تھا اور میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے آپ بھیج رہے ہیں اور میں جوان آدمی ہوں لوگوں کے اندر فیصلہ کرونگا۔ اور میں چنداں واقف نہیں ہوں پس رسول ؐ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینہ پر پھیرا اور فرمایا یا اللہ اس کے دل کو سیدھا راہ دکھا اور اس کی زبان کو ثابت رکھ۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو اُگایا کہ پھر مجھے کبھی دو آدمیوں میں فیصلہ کرنے کے وقت شک پیدا نہیں ہوا۔ مشکوٰۃ ص۳۱۷ میں بروایت ترمذی و ابی داؤد و ابن ماجہ کے اسی طرح روایت کیا ہے۔ نیز ارجح المطالب ص۱۴۰ میں اسی طرح ہے۔ اور زیادہ کیا کہ بزار و ابو یعلیٰ و ابن حبان و حاکم نے معمولی اختلاف الفاظ کے ساتھ روایت کیا۔

اور ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ عمر بن خطاب نے کہا حضرت علیؑ ہم سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور ابن سعد نے اور بنسخہ دیگر اور ابن عساکر نے ابن مسعود سے روایت کیا ہم آپس میں باتیں کرتے تھے کہ اہل مدینہ سے سب سے اچھا فیصلہ دینے والا حضرت علیؑ ہے۔ اور اسی طرح صواعق ص۷۶ میں ہے۔ اور حدیث یمن کے بھیجنے کی معارج النبوۃ رکن ۴ ص۳۹ میں بھی مذکور ہے۔ اور زیادہ کیا کہ حضرت در علم میں حضرت علیؑ اس مرتبہ پر پہونچے کہ سرور عالم صلعم نے

کہ اقضاکم علی۔ وعن ابن عباس قال عمر اقرءنا ابی واقضانا علی رواہ البخاری جزء ۴ ص ۱۱۳ والنسائی وابن الانباری فی المصاحف والحاکم والبیھقی فی الدلائل کذا فی الدرج ص ۱۰۴ وزاد فی کنز العمال والدارقطنی فی الافراد وابونعیم فی المعرفۃ والبیھقی فی الدلائل۔

وفی الفتح اما قولہ اقضانا علیؑ فورد فی حدیث مرفوع ایضاً عن انس رفعہ اقضی امتی علی ابن ابی طالب اخرجہ البغوی وعن عبد الرزاق عن معمر عن قتادۃ عن النبیؐ

وفی ارجح المطالب ص ۱۳۹ عن انس بن مالک عن النبیؐ انہ قال اقضی امتی علی ابن ابی طالب (المصابیح)

ولنعم قال من قال واجاد المقال

امام المسلمین بلا ارتیاب
امیر المومنین ابو تراب
نبی اللہ خازن کل علم
علیؑ للخزانۃ مثل باب

فی اعلام الموقعین عن رب العلمین لابن القیم الحنبلی ص ۲۷ عن عبد الکریم وابی بکر قالا جمیعاً ان عمر کان یشک فیھا رای فی قضیۃ القاتلین لمقتول واحد حتی قال لہ علیؑ الخ۔ ای علمہ بالدلائل۔

وفی تاریخ الخلفاء ص ۱۱۷ وارجح المطالب ص ۱۲۹ وفی ص ۲۳۶ باب رابع وزاد اخرجہ ابن مردویہ والدیلمی واخرج الطبرانی فی الاوسط والصغیر عن ام سلمۃ مرفوعاً علی مع القرآن والقرآن مع علی ولا یفترقان

کہ تم سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والا علیؑ ہے۔ اور ابن عباس سے مروی ہے حضرت عمر نے کہا ہم سب سے بڑا قاری قرآن کا ابی بن کعب ہے اور سب سے زیادہ صحیح فیصلہ قضا کا دینے والا حضرت علی ہے۔ اس کو بخاری نے جزء ۴ ص ۱۱۳ میں اور نسائی وابن انباری نے مصاحف میں اور حاکم اور بیہقی نے دلائل میں روایت کیا جیسا کہ درمنثور جلد ا ص ۱۰۴ میں ہے۔ اور کنز العمال میں زیادہ لکھا ہے کہ دارقطنی نے افراد میں وابونعیم نے معرفۃ میں اور بیہقی نے دلائل میں بھی اس کو روایت کیا۔

اور فتح الباری شرح صحیح بخاری جزء ۴ ص ۱۱۷ میں ہے۔ لیکن قول اس کا کہ قضا میں ہم سب سے حضرت علیؑ زیادہ ہے پس حدیث مرفوع میں انسؓ سے وارد ہوا ہے۔ اس نے نبی علیہ السلام سے روایت کی کہ میری امت کے سب لوگوں سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والا علیؑ بن ابی طالب ہے۔ اس کو بغوی نے روایت کیا۔ اور عبد الرزاق معمر سے روایت کرتا ہے وہ قتادہ سے۔ اس نے نبیؐ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

اور ارجح المطالب ص ۱۳۹ میں انس بن مالک سے مرفوعاً روایت ہے۔ نبیؐ نے فرمایا میری امت میں سب سے اچھا قاضی علیؑ بن ابی طالب ہے۔ (مصابیح)۔

اور اچھا کہا جس نے کہا اور خوب بات کہی کہ مسلمین کا امام بلا شک وشبہ امیر المومنین ابو تراب ہے۔ کیونکہ نبیؐ ہر علم کا خزانہ ہے اور حضرت علیؑ اس خزانہ کا دروازہ ہے۔

اعلام الموقعین عن رب العالمین مؤلفہ ابن قیم حنبلی کے ص ۲۷ میں عبد الکریم وابی بکر سے مروی ہے۔ دونوں نے کہا کہ امیر عمر کو شک تھا کہ ایک مقتول کے دو قاتل ہوں تو کس طرح فیصلہ کرے حضرت علیؑ نے اس کو سمجھایا اور دلائل سے تعلیم دی کہ اس طرح کیا جائے۔[1]

اور تاریخ الخلفاء ص ۱۱۷ اور ارجح المطالب ص ۱۲۹ و ۲۳۶ باب ۴ میں بزیادت روایت ابن مردویہ ودیلمی کے ہے اور طبرانی نے اوسط وصغیر میں ام سلمہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ نبیؐ نے فرمایا کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ اور وہ دونوں ایک دوسرے

[1] لوگوں کے جواب میں عاجز ہو کر امیر المؤمنین کے محتاج ہوتے تھے مگر پھر بھی اپنے تئیں امیر المومنین و امام المسلمین کہلانے سے نہیں شرماتے تھے ۱۲ مترجم۔

حتی یردا علی الحوض۔
فی ازالۃ الخفاء ص۱۵۳ ج ۱ حضرت مرتضیٰ فرمود
کہ این قرآن قرآن صامت است و من قرآن ناطقم
فی الصواعق المحرقۃ ص۷۶ و تاریخ الخلفاء
ص۱۲۶ و کنز العمال ج ۶ ص۳۹۶ والاتقان ج ۲ ص۱۸۷
والشرف المؤبد ص۱۱۳ و شرح المواقف
ص۷۴۳ و غیرھا اخرج ابن سعد عن علی
قال واللہ ما نزلت اٰیۃ الا وقد علمت
فیم نزلت واین نزلت وعلیٰ من نزلت
ان ربی وھب لی قلبا عقولا ولسانا ناطقا
واخرج ھو وغیرہ عن ابی الطفیل قال
قال علی سلونی عن کتاب اللہ فانہ لیس
من اٰیۃ الا وقد عرفت بلیل نزلت ام
بنہار ام فی سہل ام جبل وکذا فی
کنز العمال ج ۱ ص۲۲۷ وکذا فی الشرف المؤبد
ص۵۸ وکذا فی ارجح المطالب ص۱۳۲۔
فی کنز العمال ج ۷ ص۲۶۶ عن علی انہ خطب الناس
فحمد اللہ واثنی علیہ وصلی علیٰ نبیہ ثم قال
معاشر الناس سلونی قبل ان تفقدونی
یقولہا ثلاث مرات۔ الحدیث۔
فی الصواعق ص۷۶ اخرج عن سعید بن المسیب
قال لم یکن احد من الصحابۃ یقول سلونی
الا علی وفی شرح العوارف قال علیؑ سلونی
عما دون العرش کما فی شواھد النبوۃ ص۱۵۹
وھکذا فی تاریخ الخلفا ص۱۱۶ وھکذا فی ارجح
المطالب ص۱۲۵ اخرجہ احمد والبغوی۔ وفی
کنز العمال ج ۶ ص۴۰۵ وھو (علیؑ) یقول سلونی قبل
ان تفقدونی فانی لا اُسئل عن شیئ دون العرش

حتی کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہونچیں گے۔
ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص۱۵۳ میں ہے۔ حضرت مرتضیٰ نے فرمایا یہ قرآن
خاموش ہے اور میں قرآن بولنے والا ہوں۔
اور صواعق محرقہ ص۷۶ طبع مصر و تاریخ الخلفاء ص۱۲۶ و کنز العمال
جلد ۶ ص۳۹۶ و تفسیر اتقان طبع مصر جلد ۲ ص۱۸۷ والشرف المؤبد
ص۱۱۳ و شرح مواقف ص۷۴۳ وغیرہ میں ہے کہ ابن سعد نے علیؑ
سے روایت کیا۔ کہا اللہ کی قسم ہے کوئی آیت ایسی نہیں اتری
جس کا مجھے علم نہ ہو کہ کس کے حق میں اتری ہے۔ اور کہاں اتری
اور کس پر اتری ہے۔ بتحقیق میرے رب نے مجھے دل سمجھنے والا اور
زبان بولنے والی بخشی ہے۔ اور اسی ابن سعد وغیرہ نے ابی الطفیل
سے روایت کیا ہے۔ کہ حضرت علیؑ فرماتے تھے مجھ سے کتاب اللہ
کی آیات کا سوال کرو ایسی کوئی آیت نہیں جو مجھے معلوم نہ ہو کہ رات
میں اتری یا دن میں۔ نرم زمین میں یا پہاڑوں میں۔ اور اسیطرح
کنز العمال جلد ۱ ص۲۲۸ والشرف المؤبد ص۵۸ وارجح المطالب ص۱۳۲
میں ہے۔
اور کنز العمال جلد ۷ ص۲۶۶ میں حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے
خطبہ پڑھا اور خدا کی حمد و ثنا اور درود محمد مصطفےٰ صلعم پر
پڑھکر فرمایا اے گروہ لوگوں کے مجھ سے میرے فوت ہو جانے سے
پہلے سوال کرو۔ اس کو تین بار فرمایا۔ آخر حدیث تک۔
اور صواعق ص۷۶ میں سعید بن مسیب سے مروی ہے کہا سوائے
جناب علیؑ کے صحابہ سے ایسا کوئی نہ تھا جو یہ کہے جو چاہو مجھ سے
پوچھو[1]۔ اور شرح عوارف میں ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اجار
عرش کے بغیر جو چاہو مجھ سے پوچھو بیان کر سکتا ہوں۔ جیسا کہ
شواہد النبوۃ ص۱۵۹ میں ہے۔ اور اسیطرح تاریخ الخلفاء ص۱۱۶
اور ارجح المطالب ص۱۲۵ میں بروایت احمد و بغوی کے ہے۔
اور کنز العمال جلد ۶ ص۴۰۵ میں ہے۔ جناب علیؑ فرماتے تھے
اس وقت سے پہلے کہ مجھے نہ پاؤ گے بغیر عرش کے جو چاہو ہم سے
پوچھو میں تمہیں خبر دونگا۔ اسکو ابن نجار نے روایت کیا

[1] کذا فی الاستیعاب علی الاصابۃ جلد ۳ ص۴۰ باسنادہ وکذا فی شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید جلد ۲ ص۱۷۵ وقال روی صاحب کتاب الاستیعاب وھو ابو عمر محمد بن عبد البر عن جماعۃ من الرواۃ والمحدثین قالوا لم یقل احد من الصحابۃ سلونی الا علیؑ ۱۲ مترجم۔

حضرت علیؑ عرش تک سب کچھ بتا سکتے تھے

وکذا فی الشرف المويد ص۱۱۲ -
وَفی نھج البلاغۃ ص۵۹ فاسئلونی قبل
ان تفقدونی فوالذی نفسی بیدہ لا
تسئلونی عن شئ فیما بینکم وبین الساعۃ
(الی ان قال) الا انبأتکم - الخ
وَفی الاتقان ص۶۴ ج۱ فمنھم من رتبھا
علی النزول وھو مصحف علیؑ وفی
ص۵۹ ج۱ قال علیؑ لما مات رسول اللہ صلعم
آلیت ان لا آخذ علی ردائی الا لصلوٰۃ
جمعۃ حتی اجمع القرآن[1]- وفی ص۴۷ قال
ابن حجر[2] وقد ورد[3] عن علیؑ انہ جمع القرآن
علی ترتیب النزول عقب موت النبیؐ
اخرجہ ابن ابی داؤد - وکذا فی الفتح ج۴ ص۴۴۲
وکذا فی تاریخ الخلفاء ص۱۲۶ وزاد قال
محمد بن سیرین لو اصیب ذالك الکتاب
کان فیہ العلم - وفی ص۵۹ قال علیؑ
رأیت کتاب اللہ تزاد فیہ فحدثت نفسی
ان لا البس ردائی الا لصلوٰۃ حتی
اجمعہ - وفی ص۱۲۶ جلد۲ قال
ابن ابی جمرۃ عن علیؑ
انہ قال

اور اسی طرح الشرف المؤید ص۱۱۲ میں ہے۔
اور نہج البلاغۃ ص۵۹ طبع ایران میں ہے۔ مجھ سے قبل اس کے سوال کرو کہ مجھ کو نہ پاؤ گے۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری روح ہے۔ کہ تمہارے اور قیامت کے درمیان جو چیز ہے تم مجھ سے سوال کرو سب کی خبریں تمکو دے سکتا ہوں۔
اور اتقان سیوطی ص۶۴ ج۱ میں ہے۔ پس ان میں سے بعض صحابہ نے قرآن کو تنزیل کے طریق پر ترتیب دی تھی اور وہ علیؑ کا مصحف تھا۔ اور اُسی کے ص۵۹ ج۱ میں ہے کہ علیؑ نے فرمایا جب رسولؐ فوت ہوئے میں نے حلفیہ طور پر ضروری قرار دیا کہ جمعہ کی نماز کے سوا اپنے کاندھے پر چادر نہ لونگا جب تک قرآن کو جمع نہ کرلوں چنانچہ میں نے جمع کرلیا۔ اور اسی کے ص۴۷ میں ہے حافظ ابن حجر نے کہا حضرت علیؑ سے وارد ہوا ہے، کہ اُنہوں نے قرآن کو نبیؐ کی وفات کے بعد ترتیب نزول پر جمع فرمالیا تھا اس کو ابن ابی داؤد نے روایت کیا ہے۔ اور اسی طرح فتح الباری جز۴ ص۴۴۲ - اور تاریخ الخلفاء ص۱۲۶ میں ہے۔ اور زیادہ کیا کہ محمد بن سیرین نے کہا ہے، اگر یہ کتاب الٰہی علیؑ کی جمع کی ہوئی ترتیب نزول کے مطابق ملتی تو اُس میں بڑا علم ہوتا۔ اور اسی اتقان کے ص۵۹ میں ہے علیؑ نے فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ قرآن میں زیادتی کی جارہی ہے، اسلئے میں نے اپنے دل میں ٹھان لی ہے کہ سوا نماز کے میں چادر نہیں پہنوں گا جب تک قرآن کو جمع نہ کرلوں۔ اور اسی اتقان جلد۲ ص۱۸۶ میں ہے ابن ابی جمرہ نے علیؑ سے روایت کی کہ علیؑ نے فرمایا

حضرت علیؑ نے قرآن کو بہ ترتیب نزول جمع فرمایا

شیخین کو سارا قرآن یاد نہ تھا

[1] مجموعہ ثلاث رسائل عبدالحی لکھنوی کے رسالہ اقامۃ الحجۃ ص۷ میں ہے، کہ علی بن ابی طالب تمام قرآن مجید کو ایک دن میں آٹھ دفعہ ختم فرماتے تھے، جیسا کہ بعض شارحین بخاری نے بیان کیا ہے ۱۲ مترجم۔
[2] اتقان کے جلد۱ ص۵۸ میں ہے کہ ابن اشتہ نے مصاحف میں بسند صحیح محمد بن سیرین سے روایت کیا کہ ابوبکر فوت ہوا اور قرآن کو جمع نہ کیا اور امیر عمر مقتول ہوا مگر قرآن کو جمع نہ کیا۔ ابن اشتہ کہتا ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ مراد اس کی یہ ہے کہ شیخین کو سارا قرآن یاد نہیں تھا اور بعض کہتے ہیں کہ مراد جمع مصاحف کی ہے، انتہےٰ۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ بالاتفاق شیخین کو سارا قرآن یاد نہیں تھا۔ اسی سے موازنہ اوصاف معلوم ہوجاتا ہے، زیادہ طول کی ضرورت نہیں ۱۲ مترجم
[3] فی فتح الباری ج۴ ص۴۴۳ وتقدم عن علیؑ انہ جمع القرآن علی ترتیب النزول عقب موت النبیؐ۔ یعنے پہلے بیان ہوچکا ہے کہ علی علیہ السلام نے قرآن کو بعد وفات نبیؐ کے نزول کے مطابق جمع کیا ۱۲ مترجم۔

لو شئت ان اوقر سبعین بعیراً من تفسیر ام القرآن لفعلت۔

فی المیزان الکبریٰ للشعرانی ص۹۲ قال الامام علیؑ لو شئت لاوقرت لکم ثمانین بعیرا من علوم النقطۃ التی تحت الباء۔

فی الشرف المؤبد ص۵۵ عن ابن عباس قال قال لی علیؑ یا ابن عباس اذا صلیت العشاء الآخرۃ فالحق الی الجبانۃ قال فصلیت ولحقتہ وکانت لیلۃً مقمرۃً قال فقال لی ما تفسیر الالف من الحمد قلت لا اعلم فتکلم فی تفسیرھا ساعۃً تامۃً ثم قال ما تفسیر اللام من الحمد قلت لا اعلم فتکلم فیھا ساعۃً تامۃً ثم قال ما تفسیر الحاء من الحمد قال قلت لا اعلم فتکلم فیھا ساعۃً تامۃً ثم قال ما تفسیر المیم من الحمد قال قلت لا اعلم وکذا فی الدال قال قلت لا ادری فتکلم فیھا الی ان بزغ عمود الفجر قال وقال لی قم یا ابن عباس الی منزلک فتاھب لفرضک فقمت وقد وعیت ما قال ثم تفکرت فاذا علمی بالقرآن فی علم علیؑ کا القرارۃ فی المثعنجر قال القرارۃ الغدیر الصغیر والمثعنجر البحر وقال ابن عباس علم رسول اللہؐ من علم اللہ وعلم علیؑ من علم رسول اللہؐ وعلمی من علم علیؑ وما علمی وعلم اصحاب محمد فی علم علیؑ الا کقطرۃ فی سبعۃ ابحر فانظر کیف تفاوت الخلق فی العلوم والفہوم ویقال ان عبد اللہ بن عباس

اگر میں چاہوں تو ستر اونٹ کا بوجھ صرف تفسیر سورت فاتحہ سے بیان کر سکتا ہوں۔ میزان کبریٰ علامہ شعرانی جلد ا ص۹۲ طبع مصر میں ہے۔ امام حق علیؑ نے کہا۔ اگر میں چاہوں تو تمہارے لئے اسی ۸۰ اونٹ کا بوجھ علوم نقطہ سے جو بسم اللہ کی باکے نیچے ہے بیان کر سکتا ہوں۔

الشرف المؤبد طبع مصر ص۵۵ میں ابن عباس سے مروی ہے۔ کہا مجھے علیؑ نے فرمایا۔ اے ابن عباس۔ جب تو نماز عشا آخری پڑھ لے تو مقام جبانہ کی طرف آجانا (مقام جبانہ مدینہ کے قریب ہے۔ منتہی الارب) ابن عباس کہتا ہے۔ میں نماز پڑھ کر اُن سے جا ملا اور رات چاند کی روشنی سے منور تھی۔ حضرت علیؑ نے مجھے فرمایا۔ کہ تیرے نزدیک الف الحمد کی کیا تفسیر ہے؟ مینے عرض کی میں نہیں جانتا۔ تو آنحضرت نے اُس کی تفسیر میں ایک گھنٹہ پورا تقریر فرمائی۔ پھر فرمایا لام الحمد کی کیا تفسیر ہے؟ مینے عرض کی میں نہیں جانتا۔ پس اُس کی تقریر میں بھی گھنٹہ پورا تقریر فرمائی۔ پھر فرمایا حائے الحمد کی کیا تفسیر ہے؟ مینے کہا معلوم نہیں۔ پس اُس میں بھی پورا گھنٹہ تقریر فرمائی۔ پھر فرمایا میم الحمد کی کیا تفسیر ہے؟ مینے کہا معلوم نہیں۔ اور اسی طرح دال الحمد میں فرمایا۔ اور مینے لاعلمی بیان کی۔ پس اس میں بھی بدستور تقریر فرماتے رہے حتیٰ کہ صبح کی روشنی کے آثار ظاہر ہوئے۔ پھر مجھے حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اے ابن عباس اپنے مقام کی طرف جا کر اپنی فرض کی تیاری کر۔ جو کچھ آپنے فرمایا تھا مینے وہ سب یاد رکھا۔ پھر مینے فکر کی تو میرا علم بالقرآن حضرت علیؑ کے علم کی نسبت مثل چھوٹے گڑھے کے ہے جو دریا کے اندر ہو۔ ابن عباس نے کہا۔ قرارہ چھوٹے گڑھے کو کہتے ہیں۔ اور مثعنجر دریا کو کہتے ہیں۔ اور ابن عباس نے کہا علم رسول اللہؐ کا علم الٰہی سے ہے۔ اور علم علیؑ کا علم رسول اللہ سے ہے۔ اور میرا علم حضرت علیؑ کے علم سے ہے۔ میرا علم اور اصحاب محمدؐ کا علم حضرت علیؑ کے علم میں فقط مثل ایک قطرہ کے ہے جو سات دریاؤں کے اندر ہو۔ پس دیکھو کہ خلقت کے علوم اور فہوم میں کتنا فرق ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ بہ تحقیق عبداللہ بن عباس

اکثر البکاء علی علیؑ حتی ذھب بصرہ
وبمعناہ فی ارحج المطالب ص۱۳۲ اخرجہ
فقیہ ابن المغازلی۔
وفی الکبریت الاحمر للشعرانی ص۲۰۱
قال الشیخ فی حدیث البخاری فی الذین
یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرھم
اعلم ان من لم یکن وارثاً لرسول اللہ
علیہ السلام فی مقام تلاوتہ للقرآن
انما یتلوا حروفا ممثلۃً فی خیالہ لانہ
ما تلا المعانی وانما تلا حروفاً فلا یصل
الی قلبہ شیٔ۔ انتھی ملخصاً۔
اقول قد ثبت مما قال الشیخ ان کل من قرأ
القرآن لا یستلزم انہ فہمہ حق فہمہ وعلی ھذا
شاھد اختلاف التفاسیر صاعدا ماصعد
وکما فی ایۃ ومنھم من یستمع الیک حتی اذا
خرجوا من عندک قالوا للذین اوتوا العلم ماذا
قال انفا۔
قال الشیخ الدھلوی فی ما ثبت بالسنۃ
فی ایام السنۃ ص۵۳-۵۴ روی جعفر بن محمد
قال کان الماء یجتمع فی جفون النبیؐ
وکان علیؑ یشربہ وکذا فی روضۃ
الصفاء جلد ۲ ص۲۱۱
وفی شواھد النبوۃ ص۱۰۲

حضرت علیؑ کی وفات پر بہت روئے حتی کہ اون کی بصارت جاتی رہی۔ اور اسی کے ہم معنے ارجح المطالب ص۱۳۲ میں ہے جس کو فقیہ ابن المغازلی نے روایت کیا۔

اور کبریت احمر مؤلفہ شعرانی ص۲۰۱ میں ہے شیخ نے کہا حدیث بخاری کی ان لوگوں کے حق میں ہے جو قرآن پڑھتے ہیں اور اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترتا۔ جاننا چاہئیے کہ جو علوم قرآن شریف میں وارث رسول اللہ صلعم کا نہیں ہے وہ محض حروف اپنے متصورہ خیال کو پڑھتا ہے۔ معانی کو نہیں پڑھتا اور صرف حروف پڑھنے سے اُس کے دل میں کوئی چیز نہیں پہونچتی۔ انتہے ملخصاً۔ میں کہتا ہوں (قول مؤلف) شیخ کے قول سے ثابت ہوگیا کہ ہر قرآن پڑھنے والے کے لئے ضروری نہیں کہ اُس نے اس کو کما حقہ سمجھ لیا ہو۔ جیسا کہ اختلاف تفاسیر اس کا شاہد ہے۔ اور اس سے بڑھکر جملہ اختلافات مذاہب اسی سبب سے ہیں۔ چنانچہ آیت میں ہے اور بعض اُن کے ایسے ہیں جو تیری طرف متوجہ ہوکر سنتے ہیں حتی کہ جب تیری مجلس سے باہر جاتے ہیں تو وہ اُن کے لئے کہتے ہیں جن کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے علم دیا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے ابھی کیا کہا ہے ہم نے تو نہیں سمجھا۔

شیخ عبدالحق دہلوی نے اپنی کتاب ماثبت بالسنۃ ص۵۳-۵۴ میں لکھا ہے کہ حضرت جعفر بن محمدؑ نے روایت کی ہے کہا نبیؐ کے غسل دینے کے بعد جو آنکھوں کے مقام پر پانی جمع ہوتا تھا اُس کو حضرت علی پی لیتے تھے۔ اسی طرح روضۃ الصفا جلد ۲ ص۲۱۱ میں ہے۔ اور شواہد النبوۃ صفحہ ۱۰۲ میں ہے۔

[1] اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریمؐ کی خدمت میں جو حاضر رہتے تھے اور حضرت صلعم کی زبان اقدس سے قرآن کو سنتے تھے باوجود اہل زبان عرب ہونے اور متوجہ ہونے کے بھی برابر نہیں سمجھتے تھے بلکہ بعض تو بالکل بے بہرہ رہتے تھے۔ اور جن کو علم منجانب اللہ عطا ہوا ہوا تھا جیسے اہل بیتؑ ہیں اُن سے وہ عوام لوگ پوچھتے تھے کہ رسول اللہ نے جو کچھ اب سنایا ہے اُس کا کیا مقصود ہے وجہ صحابہ کا یہ حال تھا جو رسولؐ کے پاس حاضر رہنے اور اہل زبان ہونے کے باوجود قرآن فہمی کا دعویٰ نہ رکھتے تھے تو فی زماننا مفسرین کب اصل مقصود کو سمجھ سکتے ہیں بجز اس کے کہ وہ حضرات الذین اوتوا العلم سے سمجھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک مفسر سنی نے بلفظ ینبغی و یحتمل و یمکن و قیل و عندی و الصواب و مثل ذالک کے الفاظ سے تفسیر قرآن کریم میں رائے زنی کی ہے۔ اور کسی نے حضرات معصومین سے اخذ نہیں کیا۔ ۱۲
مترجم

سئل علیؑ عن سبب فهمه و حفظه قال لما غسلت النبیؐ اجتمع ماء فی جفونه فرفعته بلسانی وازدردته فاری قوة حفظی منه ۔ انتهیٰ

روی المسلم فی صحیحه ص ۴۴۲/۴۹۵ جلد ۱ باسناده عن ابراهیم عن ابیه قال خطبنا علیؑ فقال من زعم ان عندنا شیئاً نقرأه الا کتاب الله وهذه الصحیفة قال وصحیفة معلقة فی قراب سیفه فقد کذب ۔ الحدیث ۔

وروی البخاری فی ص ۳۱ ج ۶ قال علیؑ ماعندنا کتاب نقرءه الا کتاب الله غیر هذه الصحیفة ۔ قال فاخرجها فاذا فیها اشیاء من الجراحات و اسنان الابل وقال وفیها المدینة حرم ما بین عیر الی کذا وذمة المسلمین واحدة یسعیٰ بها ادناهم فمن اخفر مسلماً فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین ۔ لا یقبل منه صرف[2] ولا عدل ۔

حضرت علیؑ سے سوال کیا گیا۔ آپ کے حفظ و فہم کی زیادتی کا کیا سبب ہے؟ فرمایا جب نبیؐ کو مینے غسل دیا اُن کی آنکھوں کے مقام پر جو پانی جمع ہوا تھا مینے اس کو اپنی زبان سے اُٹھا لیا اور پی لیا۔ میں جانتا ہوں کہ اسی وجہ سے میری قوت حافظ قوی ہے۔ انتہیٰ۔

اور مسلم نے اپنی صحیح جلد ۱ ص ۴۴۲/۴۹۵ میں اپنے اسناد سے روایت کیا کہ ابراہیم اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے ہمارے لئے خطبہ پڑھا اور فرمایا جس نے گمان کیا کہ ہمارے پاس بجز کتاب الٰہی اور اس صحیفہ کے جس کو ہم پڑھتے ہیں کوئی شئے ہے تو اس نے جھوٹ کہا۔ راوی کہتا ہے اور صحیفہ اُن کے دستہ تلوار میں لٹکا ہوا تھا۔ آخر حدیث تک پڑھ لو۔

اور بخاری نے ج ۶ ص ۳۱ میں روایت کیا ہے۔ علیؑ نے فرمایا ہمارے پاس کوئی کتاب جس کو ہم پڑھتے ہیں۔ سوا کتاب اللہ کے نہیں ہے۔ اور سوا اس ایک صحیفہ[1] کے۔ راوی نے کہا پس علیؑ نے اس صحیفہ کو نکالا تو اُس میں مسائل زخموں کی دیت کے تھے۔ اور اونٹوں کی عمریں جو زکوٰۃ میں درکار ہوتی ہیں یعنے مسائل زکوٰۃ اونٹوں کے تھے۔ اور کہا کہ اس میں یہ بھی تھا کہ مدینہ حرم ہے۔ درمیان پہاڑ عیر کے فلاں مقام تک اور ذمہ مسلمین کا ایک ہی ہے۔ جس کا اُن سے خواہ ادنیٰ بھی ہو سعی کر سکتا ہے۔ پس جس نے مسلمان کا عہد توڑا اور اس کی اہانت کی تو اُس پر اللہ اور فرشتوں اور سب آدمیوں کی لعنت ہے۔ اُس سے کوئی فرض و نفل یا فدیہ قبول نہ کیا جائیگا یا اس سے توبہ اور کوئی حیلہ منظور نہو گا۔

حضرت علیؑ کے پاس ایک مخصوص صحیفہ تھا

[1] یہ صحیفہ جناب علیؑ کے پاس علوم مخصوصہ کا خزانہ تھا جن کو آپنے جناب رسول خدا سے علاوہ معلومات مسموعہ کے املائے آنحضرتؐ سے تحریر فرمایا ہوا تھا۔ صحیفہ کے مسائل رواۃ نے مختلف بیان کئے ہیں جو کچھ جس نے سنا اور معلوم کیا اُس نے وہی روایت کیا مگر اُس صحیفہ کو اول سے آخر تک کسی کا پڑھنا یا اُس کے مندرجہ مسائل کو محدود یا معدود کرنا کسی سے مروی نہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ رسول خدا نے اپنے جانشین کو تقریری اور تحریری معلومات خاصہ کے ذریعہ ممتاز فرمایا ہوا تھا۔ اور باقی عام صحابہ کو یہ درجہ حاصل نہ تھا ذٰلک فضل الله یوتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم ۔ ۱۲ مترجم

[2] "صرف" توبہ اور "عدل" بمعنے حیلہ ۔ ۱۲ صراح ۔ (مؤلف)۔

وَفی الفتح وفیها فرائض الصدقة وفیه جواز لعن اهل الفسق عموما ولوکانوا مسلمین۔

اور فتح الباری میں ہے۔ اور اُسی میں فرائض صدقات کے تھے (غرضیکہ بہت مسائل شرعیہ اُس صحیفہ میں تھے) اور اُسی میں ثبوت جواز لعنت کا عام اہل فسق پر ہے۔ اگرچہ مسلمان ہی ہوں۔

وَفی ص۱۵۱[1] الا ما فی القرآن وما فی الصحیفة قلت وما فی الصحیفة قال العقل وفکاك الاسیر۔ الخ

اور فتح الباری کے ص۱۵۱ میں ہے، علیؑ نے فرمایا، کوئی چیز ہمارے پاس اس کے سوا نہیں جو قرآن اور صحیفہ[1] میں ہے۔ راوی کہتا ہے میںنے کہا صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا تاوان اور قیدی کو چھوڑنے کے مسائل ہیں۔ الخ۔ میں کہتا ہوں (قول مؤلف) اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔ منکرین ارادہ کرتے ہیں کہ نور الٰہی کو اپنے مُنہ سے بجھا دیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے

اَقول لقد صدق الله تعالیٰ یریدون لیطفئوا نور الله بافواههم والله متم نوره۔ الآیة۔ قد انکر المخالفون من الصحیفة العلویة علی صاحبها الصلوٰة والتحیة فورب السماء والارض انه ظهر من معتبراتهم وجودها ووجود ما فیها وهو ایضا من خصائص سید الاوصیاء امام الاولیاء علیؑ المرتضیٰ۔ ولیس لاحد لغیره من الصحابة کما قال علیه السلام فی دیوانه

تحقیق مخالفین نے صحیفہ علویہ سے انکار کیا ہے کہ کوئی کتاب یا علم حضرت علیؑ سے مخصوص نہیں ہے۔ قسم ہے رب آسمانوں اور زمین کی کہ اہل سنت کی کتب معتبرہ سے وجود صحیفہ کا ظاہر ہوگیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ظاہر ہوا۔ اور یہ بھی خصائص سید الاوصیاء علی مرتضیٰ سے ہے جو اس کے بغیر کسی کو صحابہ سے حاصل نہیں۔ جیساکہ خود حضرت علیؑ نے اپنے دیوان میں فرمایا

وهذا العلم لم یعلمه الا نبیؐ او وصی الانبیاءؑ

وفیه

رضینا قسمة الجبار فینا
لنا علم وللجهال مال
فان المال یفنی عن قریب
وان العلم باق لا یزال

اور یہ علم سوا نبیؐ اور وصی انبیاء کے کوئی نہیں جانتا۔ اور اسی دیوان میں ہے۔ فرمایا۔ ہم خدا کی تقسیم پر راضی ہیں جو اُس نے ہمارے اندر فرمادی ہے کہ ہمارے لئے علم ہے اور جہال کے لئے مال ہے۔ پس تحقیق مال جلد فنا ہونیوالا ہے اور علم ہمیشہ ضرور باقی رہنے والا ہے۔

فی الشرف المؤبد ص۵۹ وکذا فی الاستیعاب فی ترجمة علیؑ قال ابن عباس لقد اعطی علیؑ تسعة اعشار العلم وایم الله لقد شارکهم فی العشر العاشر۔ الخ ولا یخفی ان کل علم مصدره علیؑ کما فی ارجح المطالب ص۱۳

الشرف المؤبد ص۵۹ میں ہے۔ اور استیعاب کے ترجمہ علیؑ میں بھی ہے۔ ابن عباس نے کہا بتحقیق حضرت علیؑ کو نو حصے علم کے دیئے گئے ہیں۔ اور خدا کی قسم کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ حضرت علیؑ دسویں حصے میں بھی شریک ہیں۔ الخ اور مخفی نہیں کہ ہر علم کی مصدر حضرت علیؑ ہے۔ جیساکہ ارجح المطالب ص۱۳ میں ہے۔

[1] فتح الباری ج ۵ ص ۷ میں تحت حدیث محمد بن حنفیہ کے ، کہ رسول اللہؐ نے کوئی چیز سوا اس کے جو دفتین میں موجود ہے لکھا ہے۔ ش۔ کہ مراد اس سے یہ ہے کہ قرآن متلو یعنی جو پڑھا جاتا ہے وہ اس مصحف مابین دفتین میں موجود ہے۔ اور اس پر یہ اعتراض وارد نہوگا جو کتاب العلم بخاری میں گذرا ہے کہ علیؑ نے فرمایا کوئی چیز ہمارے پاس سوا کتاب اللہ اور اس صحیفہ کے نہیں۔ کیونکہ حضرت علیؑ کی غرض یہ ہے کہ جو احکام میںنے نبیؐ سے لکھکر حاصل کئے ہیں وہ یہ ہیں نہ یہ کہ جملہ احکام یہی ہیں۔ اور جو نہیں لکھے تھے اُن کی نفی کی ہو بلکہ لکھے ہوئے احکام کے واسطے فرمایا کہ یہی ہیں جو ہم کتاب اللہ اور صحیفہ میں ہیں اور جو جواب ابن عباس و محمد بن حنفیہ نے دیا ہے اُن کی غرض یہ ہے کہ قرآن متلو جو پڑھا جاتا ہے وہ یہی ہے۔ یہ غرض نہیں کہ اس کے سوا قرآن کا کوئی حکم نہیں بلکہ صحابہ سے ثابت ہے جو قرآن میں نازل ہوا اور تلاوت اُسکی منسوخ ہوئی مگر حکم باقی رہا مثل حدیث عمر کے الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما۔ الخ

عن علی قال لو ثنیت لی الوسادۃ و جلست علیہا لحکمت بین اھل التوراۃ بتوراتھم و بین اھل الانجیل بانجیلھم وبین اھل الزبور بزبورھم و بین اھل القرآن بقرآنھم (اربعین رازی)

وفی ص۱۳۱ عن ابن مسعود انہ قال ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف مامنھا حرف الا ولہ ظہر و بطن وان علیا عندہ من الظاھر والباطن۔ ومن کشف الظنون عن ابی عبد الرحمٰن السلمی قال ما راینا احدا اقرأ من علی وفی ص۱۳۹ عن حمید بن عبد اللہ بن یزید المزنی قال ذکر عند النبی ص عن قضاء قضی بہ علی فاعجب النبی علیہ السلام فقال الحمد للہ الذی جعل فینا الحکمۃ اھل البیت اخرجہ احمد۔

وفی ص۱۴۲ سئل شریح بن ھانی عن عائشۃ ام المؤمنین عن مسح الخفین فقالت ائت علیا فاسئلہ اخرجہ مسلم وابن عبد البر فی الاستیعاب عن عبد الرحمٰن قال اتیت عمر ابن الخطاب نقلت من این اعتمر فقال ائت علیا فاسالہ (استیعاب)۔

وفی ص۱۴۳ عن سعید بن المسیب قال کان عمر یتعوذ باللہ من معضلۃ لیس لھا ابو الحسن۔ اخرجہ احمد وکذا رواہ الحمیدی فی کتاب النوادر والطبقات ولابن سعد من سعید بن المسیب روایۃ۔ کذا فی الفتح جلد ۶ ص۶۹۹

حضرت علی ع نے فرمایا۔ اگر میرے لئے بستر بچھایا جائے اور میں اسپر بیٹھ جاؤں تو اہل تورات کے لئے تورات سے اور اہل انجیل کے لئے انجیل سے اور اہل زبور کے لئے زبور سے مقدمات کے فیصلے کر سکتا ہوں۔ اور اہل قرآن میں قرآن سے حکم سنا سکتا ہوں۔ (اربعین رازی)۔

اور اسی کے ص۱۳۱ میں ابن مسعود سے مروی ہے اُسنے کہا تحقیق قرآن سات حروف پر اُترا ہے (یعنے سات قرأت پر) اور کوئی حرف (قراءت) ایسی نہیں جس کا ظاہر اور باطن نہو حضرت علی ع کو دونوں طرح کا علم ہے یعنی ظاہر اور باطن کے ماہر ہیں۔ اور کشف الظنون سے نقل کیا کہ ابی عبد الرحمٰن سلمی سے مروی ہے۔ کہا ہم نے کسی کو حضرت علی ع سے زیادہ قاری نہیں دیکھا۔ اور اسی کے ص۱۵۹ میں حمید بن عبد اللہ بن یزید مزنی سے مروی ہے۔ جناب رسول خدا ص کی خدمت میں حضرت علی ع کے ایک فیصلہ کا ذکر کیا گیا۔ آنحضرت صلعم کو پسند آیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے لئے حمد اور شکر ہے جس نے ہماری اہل بیت میں حکمت عطا فرمائی ہے۔ اس کو احمد نے روایت کیا۔ اور اسی کے ص۱۴۲ میں ہے۔ شریح بن ہانی نے ام المؤمنین عائشہ سے مسح موزوں کی نسبت پوچھا بی بی صاحبہ نے کہا حضرت علی ع کے پاس جا اور اُن سے پوچھ۔ اس کو مسلم اور ابن عبد البر نے استیعاب میں روایت کیا۔ اور عبد الرحمٰن سے مروی ہے کہا میں عمر خطاب کے پاس آیا اور پوچھا عمرہ کا احرام کہاں سے باندھنا چاہئیے۔ امیر عمر نے کہا جناب علی ع کے پاس جا اور اُن سے پوچھ لے۔ (استیعاب)

اور اُسی کے ص۱۴۳ میں سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ امیر عمر کسی مشکل مسئلہ پیش آنے سے جس کے لئے ابو الحسن (علی ع) موجود نہوں خدا کی پناہ چاہتا تھا۔ اس کو احمد اور حمیدی نے کتاب النوادر میں اور ابن سعد نے طبقات میں سعید بن مسیب سے روایت کیا۔ اسی طرح فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۶۹۹ میں ہے۔

۱؎ ترجمہ عبارت فتح الباری کا یہ ہے قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہا ایک شخص معاویہ کے پاس آیا اُس سے ایک مسئلہ پوچھا جس کا مضمون کتاب ہذا کے ص۱۳۳ میں ارجح المطالب سے لکھا گیا ہے مگر فتح الباری میں علاوہ روایت احمد کے حمیدی کی کتاب النوادر اور ابن سعد کی طبقات سے بروایت سعید بن مسیب منقول ہے ۱۲ مترجم

وفی صفحہ ۱۴۳ عن عمر قال لا یفتین احد فی المسجد وعلیؑ حاضر (استیعاب)

وفی صفحہ ۱۵۰ قال سعید بن منصور فی سننه باسناده سمعت علیا یقول الحمد لله الذی جعل عدونا یسئلنا لما نزل به من امر دینه ان معاویة کتب الیّ یسئلنی عن خنثی المشکل فکتبت الیه ان یورثه من قبل بواله (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۰)۔

وفی صفحہ ۱۵۴ عن عبد الله بن مسعود قال اعلم اهل المدینة بالفرائض علی ابن ابیطالب۔ اخرجه احمد و ابن عبد البر فی الاستیعاب۔ وفی صفحہ ۱۵۸ عن ابی الاسود الدئلی وضع علم النحو علیؑ۔

وفی صفحہ ۱۶۲ علم الجفر والحساب کان لعلیؑ انتھی من الارجح۔

وبالجملہ مامن علم الا و لعلیؑ لہ ابناء وهو مصدر العلوم کلها ظاهرها و باطنها ولا یخفاك ان علم علیؑ وهبیٌ لدنیٌ ولیس بکسبی ولیس له حد و ذلك فضل الله یوتیه من یشاء۔

فصل

فی بیان علم ابی بکر

فی ازالة الخفاء صفحہ ۱۷۷ ج ۱ عن میمون بن مهران ان اعرابیا اتی ابا بکر قال قتلت صیدا وانا محرم فما تری علیّ من الجزاء فقال ابو بکر لابیّ بن کعب وهو جالس عنده ما تری فیها فقال الاعرابی اتیتك

اور ارجح المطالب صفحہ ۱۴۳ میں امیر عمر سے مروی ہے کہا کوئی شخص حضرت علیؑ کی موجودگی میں مسجد کے اندر فتوٰی نہ دیا کرے۔ (استیعاب)۔

اور اُسی کے صفحہ ۱۵۰ میں ہے سعید بن منصور نے اپنے سنن میں باسناد خود روایت کیا کہ حضرت علیؑ فرماتے تھے خدا کی حمد ہے جس نے ہمارے دشمن کو ایسا بنایا کہ جو کچھ اُس کے دین میں اُترا ہے، اُس کی نسبت ہم سے پوچھتا ہے، بہ تحقیق معاویہ نے میری طرف لکھکر مجھ سے خنثیٰ مشکل کا مسئلہ دریافت کیا ہے۔ میںنے اُس کو لکھا ہے کہ اُسکو پیشاب گاہ کے اعتبار سے وارث بنانا چاہیئے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۰)۔

اور ارجح المطالب صفحہ ۱۵۴ میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہا جملہ اہل مدینہ سے حضرت علیؑ ابن ابی طالب فرائض کے علم میں بہت ماہر تھے۔ اس کو احمد نے اور ابن عبد البر نے استیعاب میں روایت کیا۔ اور اُسی کے صفحہ ۱۵۸ میں ابی الاسود دئلی سے مروی ہے کہا علم نحو کو جناب علی علیہ السلام نے تجویز فرمایا۔ اور صفحہ ۱۶۲ میں ہے کہ علم جفر و حساب کا حضرت علیؑ کو حاصل تھا۔ (نیز سلسلہ تصفیہ باطن کے جملہ سلسلہ ہا بقول اہل جماعت بھی جناب علی مرتضیٰؑ سے ملتے ہیں) خلاصہ یہ کہ کوئی علم ایسا نہیں جس کی بنا حضرت علیؑ سے نہو وہی جملہ علوم کے مصدر ہیں۔ اور یہ بھی تجھے معلوم رہے کہ حضرت علیؑ کا علم وہبی اور لدنی ہے نہ کسبی اور نہ اُس کی کوئی حد ہے اور یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔

فصل

علم ابی بکر صاحب کے بیان میں

ازالۃ الخفاء جلد اول صفحہ ۱۷۷ میں میمون بن مہران سے مروی ہے بتحقیق ایک اعرابی ابی بکر کے پاس آیا اور کہا میں نے احرام کی حالت میں شکار قتل کیا ہے۔ اُس کا بدلہ میرے اوپر کیا ہے ابو بکر نے ابی بن کعب کو جو اُس کے پاس بیٹھا تھا کہا۔ کہ اس میں تو کیا جانتا ہے؟ اعرابی نے کہا میں تیری طرف آیا ہوں

وانت خلیفۃ رسول اللہ اسئلك فاذا
انت تسئل غیرك ۔الخ ۔
وفی ازالۃ الخفاء صفہ ۳۱ ج ۲ والحجۃ البالغہ
صفہ ۱۴۶ والصواعق المحرقہ صفہ ۲ اخرج
اصحاب السنن الاربعۃ ومالك عن
قبیصۃ قال جاءت الجدۃ الی ابی بکر
الصدیق تسئلہ میراثھا فقال مالك
فی کتاب اللہ وما علمت لك فی سنۃ
نبی اللہ شیئا فارجعی حتی اسئل الناس
فسئل الناس فقال المغیرۃ بن شعبۃ
حضرت رسول اللہ صلعم اعطاھا السدس
فقال ابو بکر ھل معك غیرك فقام
محمد بن مسلمہ فقال مثل ما قال المغیرۃ
فانفذہ لھا ابو بکر ۔
وفی الصواعق المحرقہ صفہ ۲ اخرج
الدار قطنی عن القاسم بن محمد ان
جدتین اتتا ابا بکر تطلبان میراثھما
ام ام وام اب فاعطی المیراث ام
الام فقال لہ عبد الرحمن بن سھل
الانصاری البدری اعطیت التی لو انھا
ماتت لم یرثھا فقسمہ بینھما ۔
فی الاتقان صفہ ۱۱۵ جلد ۱ اخرج ابو عبید
فی الفضائل عن ابراھیم التیمی ان ابا بکر
الصدیق سئل عن قولہ وفاکھۃ وابًا
فقال ای سماء تظلنی وای ارض تقلنی
ان انا قلت فی کتاب اللہ ما لا اعلم
ومثل ھذا وقع لعمر روی الشیخان
عن ابی ھریرۃ قال انکم تقولون

اور تو خلیفہ رسول اللہ کا بنا ہوا ہے۔ میں تجھ سے پوچھتا ہوں۔
اور تیری یہ حالت ہے کہ تو خود دوسرے سے پوچھتا ہے۔
اور ازالۃ الخفاء ج ۲ صفہ ۳۱ و حجۃ البالغہ صفہ ۱۴۶ و صواعق محرقہ
صفہ ۲ میں ہے۔ اصحاب سنن اربعہ و مالک نے قبیصہ سے
روایت کی ہے۔ کہا ایک شخص کی دادی ابی بکر صدیق کے
پاس آئی۔ اُس سے اپنے میراث کے حصے کا سوال کرتی تھی
ابو بکر نے کہا کہ تیرے لئے کتاب خدا میں کچھ نہیں اور سنت
نبی صلعم میں بھی میں تیرے لئے کچھ نہیں جانتا۔ تو واپس جا میں
لوگوں سے پوچھ لوں۔ جب لوگوں سے سوال کیا تو مغیرہ بن شعبہ
نے کہا میں رسول اللہ صلعم کے حاضر خدمت تھا اور حضرت نے
اس کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ ابو بکر نے کہا کیا تیرے ساتھ کوئی
اور گواہ بھی ہے؟ پس محمد بن مسلمہ کھڑا ہوا اور کہا جیسا کہ
مغیرہ نے کہا تھا۔ تب ابو بکر نے اس حکم کو اُس عورت کے لئے
جاری کر دیا۔
اور صواعق محرقہ صفہ ۲ میں ہے۔ دار قطنی نے قاسم بن محمد سے
روایت کیا تحقیق دو دادیاں میت کی ابی بکر کے پاس آئیں
ہر دو اپنا میراث طلب کرتی تھیں۔ ماں کی ماں (نانی) اور باپ کی
ماں پس ابو بکر صاحب نے ورثہ ماں کی ماں کو دیا تو اس کو عبد الرحمن
بن سہل انصاری بدری نے کہا۔ تم نے اسکو حصہ دیا ہے
کہ اگر وہ مر جائے تو یہ اس کی وارث نہیں ہوگی۔ تب ابو بکر نے
اس ورثہ کو اُن دونوں میں تقسیم کیا۔
تفسیر اتقان جلد ۱ صفہ ۱۱۵ میں ہے کہ ابو عبید نے فضائل میں
ابراہیم تیمی سے روایت کی ہے کہ تحقیق ابو بکر سے خدا کا قول
وفاکھۃ وابًا پوچھا گیا کہ اس سے کیا مراد ہے؟ اُس نے کہا
کونسا آسمان مجھے سایہ کرے اور کونسی زمین مجھے برداشت
کرے۔ اگر میں کتاب اللہ میں کچھ کہوں جو نہ جانتا ہوں۔
اور امیر عمر کے لئے بھی ایسا واقعہ پیش آیا ہے۔
اور بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے۔ تم کہتے ہو

علوم کا سرچشمہ بجز اہلبیت عصمت ۱۱۲ نہیں

۱؎ صحیح مسلم معہ شرح نووی جلد ۲ صفہ ۳۰۱ میں یہ حدیث دو اسناد سے موجود ہے۔ ہر دو کا مضمون واحد ہے۔ ابو ہریرہ کہتا ہے کہ مہاجرین کو بازاروں کی گشت اور انصار کو کاشتکاری و مویشی کا انتظام مشغول رکھتا تھا اسلئے وہ غائب رہتے تھے اور میں حاضر رہتا تھا کیونکہ میں مسکین آدمی تھا اور میں یاد رکھتا تھا وہ فراموش کر دیتے تھے اسواسطے وہ شرعی

اکثر مہاجرین و انصار کو علم شریعت نہ ہونے کی وجہ

اکثر (ای الروایۃ) ابو ھریرۃ عن النبیؐ واللہ والموعد وان اخوتی من المہاجرین کان یشغلھم الصفق بالاسواق وان اخوتی من الانصار کان یشغلھم عمل اموالھم وکنت امرءً مسکینا الزم رسول اللہ م علیٰ ملئ بطنی الحدیث وقال بعضھم ماکان لہ ذریعۃ معیشۃ الا ان یکون فی حضرتہ صلعم۔

اقول ھٰذا حال علم ابی بکر من النبیؐ فی الحدیث والقرآن فافھم وزن واقسط ان اللہ یحب المقسین۔

کہ ابوہریرہ بہت روایت نبی علیہ السلام سے بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور قیامت مجھ معلوم ہے۔ میرے بھائی مہاجرین بازاروں کی گشت میں مصروف رہتے تھے، اور میرے بھائی انصار اپنے اموال کے عمل میں مشغول ہوتے تھے اور میں مسکین (نادار) آدمی تھا رسول اللہ م کے ساتھ بغرض شکم سیری شامل رہتا تھا۔ آخر حدیث تک پڑھ لو۔ یعنی ہر وقت حاضر رہنے کی وجہ سے مجھے بہت احادیث یاد ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا کوئی ذریعہ معاش بجز اس کے نہ تھا کہ حضرت م کے پاس رہکر کھانا کھاتا تھا۔

میں کہتا ہوں (قول مؤلف) ابوبکر کا علم حدیث و قرآن میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنا ہی ہے۔ یعنی قرآن فہمی و دیگر مسائل کا حال یہ ہے جو گذرا ہے۔ پس اس سے اندازہ کرلو۔

علم امیر عمر صاحب کا بیان

فصل

فی بیان علم عمر بن الخطاب

فی ازالۃ الخفاء ص۱۷۲ ج۱ عن بکر بن عبد اللہ المزنی قال کان رجلان محرمین فحاش (رساق) احدھما ظبیا فقتلہ الاٰخر فاتیا عمر وعندہ عبد الرحمٰن بن عوف فقال لہ عمر وما تریٰ قال شاۃ قال وانا اریٰ ذٰلک اذھبا فاھدیا شاتاً فلما مضیا قال احدھما لصاحبہ ما ادرے امیر المؤمنین مایقول حتیٰ یسئل صاحبہ فسمعھا عمر فردھما واقبل علی القائل ضربا بالدرۃ۔ الخ

فصل

امیر عمر صاحب کے علم کے بیان میں

ازالۃ الخفاء جلد اول ص۱۷۲ میں بکر بن عبداللہ مزنی سے مروی ہے کہ دو آدمی مُحرم یعنی حج کا احرام باندھے ہوئے جارہے تھے۔ ایک نے ہرن کو اُٹھایا دوسرے نے قتل کیا اور دونوں امیر عمر کے پاس آئے اُس کے پاس عبدالرحمٰن بن عوف بھی بیٹھا تھا۔ امیر عمر نے اس مسئلہ کے لئے عبدالرحمٰن سے دریافت کیا کہ تو اس میں کیا جانتا ہے؟ اُس نے کہا ایک بکری۔ حضرت عمر نے کہا میں بھی یہی جانتا ہوں جاؤ اور دونوں ایک بکری دیدو جب چل پڑے تو ایک نے دوسرے کو کہا میں جہاں تک جانتا ہوں یہ امیر المومنین اپنے آپ سے کچھ بیان نہیں کرسکتا جب تک کسی دوسرے سے نہ پوچھ لے امیر عمر نے اس کو سن لیا اور ان کو واپس بلایا اور کہنے والے کو دُرے لگائے۔ الخ۔

وفی ص۱۹۰ ج۲ قال عمر لا یتیمم الجنب وان لم یجد الماء شھراً قلت

اور اسی ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص۱۸۹ میں ہے۔ امیر عمر نے کہا جنبی آدمی تیمم نہ کرے اگرچہ پورا مہینہ اس کو پانی نہ ملے (شاہ ولی اللہ

ترك الفقهاء الاربعة قول عمر لانهم
وجدوه مخالفا لما صح عن النبي ص
من مسند عمران بن حصين وابي ذر
وعمرو بن العاص وغيرهم امر للجنب
بالتيمم اذا لم يجد الماء -
وفي الحجة البالغة ص۱۴۷ كان من مذهب
عمر ان التيمم لا يجزي للجنب -
وفي ازالة الخفاء ص۲۳۵ ج۲ قال عمر
اعوذ بالله ان اعيش في قوم لست
فيهم يا ابا الحسن رواه الهندي في
فضائل مكة وابو الحسن القطان في
الطوالات والحاكم وكذا في الدر المنثور
ص۱۴۴ ج۳ وزاد والبيهقي في شعب
الايمان -
وفي الصواعق المحرقة ص۱۰۷ اخرج
الدارقطني ان عمر سئل عليا عن شيء
فاجابه فقال له عمر اعوذ بالله الخ -
وفي ص۷۶ عن سعيد بن المسيب كان
عمر ابن الخطاب يتعوذ بالله من معضلة
ليس لها ابو الحسن يعني عليا كذا في
تاريخ الخلفاء ص۱۱۶ وكذا في كنز العمال
ج۵ ص۲۴۱ وكذا في الاستيعاب ج۳ ص۳۹ على الاصابة
عن سعيد بن المسيب قال كان عمر
يتعوذ بالله من معضلة ليس لها ابو حسن
وقال في المجنونة التي امر برجمها ان
الله رفع القلم عن المجنون الحديث
فكان عمر يقول لولا علي ع لهلك عمر وقد
روى مثل هذه القصة لعثمان مع
ابن عباس وعن علي ع اخذها ابن
عباس -

میں کہتا ہوں امیر عمر کے اس قول کو فقہاء اربعہ نے چھوڑ دیا
ہے۔ کیونکہ انہوں نے احادیث صحیحہ کے مخالف پایا ہے۔
جو نبی علیہ السلام سے باسناد عمران بن حصین و ابی ذر و عمرو
بن عاص وغیرہ کے آئی ہیں۔ کہ جنبی کے لئے جب اس کو پانی
نہ ملے تیمم کا حکم دیا گیا ہے۔
اور حجۃ البالغہ ص۱۴۷ میں ہے۔ امیر عمر کا مذہب یہ تھا کہ جنبی کیلئے
تیمم کافی نہیں ہو سکتا۔
اور ازالۃ الخفاء جلد۲ صفحہ ۲۳۵ میں ہے۔ امیر عمر نے کہا میں اللہ تعالیٰ
کی مدد کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں ایسی قوم میں رہوں جس
میں تو اے ابو الحسن (کنیت حضرت علی ع) موجود نہو۔ اس کو
ہندی نے فضائل مکہ میں اور ابو الحسن قطان نے طوالات
میں اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ اور اسی طرح در منثور جلد۳
صفحہ ۱۴۴ میں ہے۔ اور اتنا زیادہ کیا کہ بیہقی نے شعب الایمان
میں بھی اسکو روایت کیا۔
اور صواعق محرقہ ص۱۰۷ میں ہے دارقطنی نے روایت کیا کہ
امیر عمر نے حضرت علی ع سے کوئی مسئلہ دریافت کیا اسکو حضرت
علی ع نے جواب دیا عمر صاحب نے کہا میں پناہ مانگتا ہوں۔ الخ
اور نیز صفحہ ۷۶ میں سعید بن مسیب سے روایت ہے عمر بن
خطاب خدا کے ساتھ ایسی مشکل سے پناہ مانگتا تھا جس کیلئے
ابو الحسن یعنی علی ع موجود نہو۔ اور اسیطرح تاریخ الخلفاء ص۱۱۶
اور کنز العمال ج۵ ص۲۴۱۔ اور استیعاب بر اصابہ ج۳ ص۳۹
میں سعید بن مسیب سے مروی ہے۔ کہ امیر عمر صاحب
اللہ تعالے کے ساتھ پناہ مانگتا تھا مشکل مسئلہ سے جس کیلئے
ابو الحسن علی ع موجود نہوں۔ ایک مجنونہ کے حق میں جب اسکیلئے
امیر عمر صاحب نے رجم کا حکم دیا حضرت علی ع نے فرمایا۔ تحقیق
اللہ تعالیٰ نے مجنون (دیوانہ۔ پاگل) سے قلم اٹھالی ہے۔
یعنے مکلف نہیں۔ آخر حدیث تک دیکھ لیں۔ پس امیر عمر کہتا
تھا اگر حضرت علی ع نہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ اور مثل اس قصہ
کے امیر عثمان سے بھی ابن عباس کے ساتھ واقع ہوا۔ اور
ابن عباس حضرت علی ع کا شاگرد تھا۔

له (یہ حاشیہ ص۴۲۶ پر ملاحظہ ہو) - سله ابن سعد نے اس کو روایت کیا ہے - ۱۲ مترجم　　سله (یہ حاشیہ بھی ص۴۲۶ پر ہے)

وفی کنز العمال ج ۱ ص ۲۸۷ عن ابی اسامة ومحمد بن ابراهیم التیمی قالا مر عمر ابن الخطاب برجل وهو یقرء والسابقون[1] الاولون۔ الآیة فوقف عمر فقال انصرف فانصرف الرجل فقال من اقرءك هذا قال اقرءنیها ابی ابن کعب قال فانطلق الیه فانطلقنا الیه فقال یا ابا المنذر اخبرنی هذا انك اقرءته هذه الآیة قال صدق تلقیتها من فی رسول اللهؐ قال عمر انت تلقیتها من فی محمد رسول اللهؐ قال نعم فی الثالثة وهو غضبان نعم والله لقد انزلها الله علیٰ جبرئیل وانزلها جبرئیل علیٰ قلب محمد ولم یستأمر فیها الخطاب ولا ابنه فخرج عمر رافعاً یدیه وهو یقول الله اکبر الله اکبر رواه ابو الشیخ فی تفسیره والحاکم وصححه وابن جریر وابن المنذر وابن مردویه وهکذا فی الدر المنثور ص ۲۶۹ جلد ۳ طبع مصر۔

اور کنز العمال ج ۱ صفحہ ۲۸۷ میں ابی اسامہ و محمد بن ابراہیم تیمی سے مروی ہے دونوں نے کہا عمر بن خطاب ایک آدمی کے پاس گذرا اور وہ آیت والسابقون الاولون پڑھ رہا تھا۔ امیر عمر ٹھہر گیا اور کہا پھر پڑھ اُسنے آیت مذکور پھر پڑھی امیر عمر نے کہا اس طرح تجھے کس نے پڑھایا ہے؟ اُس نے کہا مجھے ابیؓ بن کعب نے پڑھایا ہے۔ امیر عمر نے کہا مجھے اُس کی طرف لیچل جب ہم اُس کی طرف گئے تو امیر عمر نے کہا اے ابو المنذر (کنیت ابیؓ) اس نے مجھے خبر دی ہے کہ تو نے یہ آیت اس کو اس طرح پڑھائی ہے۔ اُس نے کہا یہ سچ کہتا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلعم کے دہن مبارک سے اس آیت کو سیکھا ہے۔ امیر عمر نے کہا تو نے رسول پاک کے دہن مبارک سے سیکھا ہے؟ کہا اس نے ہاں۔ تیسری دفعہ جب امیر عمر نے کہا تو ابیؓ غضبناک ہو کر کہنے لگا ہاں۔ اللہ کی قسم ہے اس آیت کو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل پر نازل فرمایا اور جبرئیلؑ نے محمد صلعم کے قلب پر نازل کیا۔ اور اُس میں اُس نے خطاب (امیر عمر کے باپ) سے مشورہ نہ لیا اور نہ اُس کے بیٹے سے (یعنی عمر سے) مشورہ لیا۔ پس عمر ہاتھ اُٹھائے ہوئے باہر آیا۔ اور کہتا تھا اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اس کو ابو الشیخ نے اپنی تفسیر میں اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح بھی کہا وابن جریر وابن منذر وابن مردویہ نے روایت کیا۔ اور اسی طرح تفسیر درمنثور جلد ۳ ص ۲۶۹ میں ہے۔

(حاشیہ ص ۴۲۵) صواعق کے صفحہ ۱۰۷ میں معاویہ سے روایت ہے کان عمر اذا اشکل علیه شئی اخذ منه ای من علی یعنے جب کوئی مشکل امر امیر عمر پر پیش آتا تو حضرت علیؑ سے حل کرا لیتا تھا۔ ۱۲ مترجم۔

(ایضاً حاشیہ ص ۴۲۵) حضرت علیؑ ایک رکاب میں پاؤں مبارک رکھتے تو دوسری رکاب تک قرآن ختم کر دیتے تھے چنانچہ شواہد النبوۃ ص ۱۶۰ میں ہے۔ اور امیر عمر صاحب نے بارہ سال تک سورہ بقرہ یاد کرنے کی کوشش کی اور یاد ہو گئی تو ایک ان ہونی بات سمجھ کر ایک اونٹ قربان کیا۔ دیکھو درمنثور جلد ۱ ص ۲۱ اخرج الخطیب فی رواة مالك والبیهقی فی شعب الایمان عن ابن عمر قال تعلم عمر البقرة فی اثنتا عشرة سنة فلما ختمها نحر جزوراً۔ حضرت عمر صاحب علم میں جملہ صحابہ سے کم درجہ رکھتے تھے۔ چنانچہ علاوہ جناب علی علیہ السلام کے مسائل میں دیگر صحابہ کے محتاج بھی ہوتے تھے ایک مسئلہ میں معاذ نے جب امیر عمر کو ایک غلطی پر متنبہ کیا تو حضرت عمر وہی کلمہ کہنے لگے جو جناب علیؑ کے لئے کہتے تھے یعنی کہا لولا معاذ لهلك عمر دیکھو اصابہ ابن حجر جلد ۳ ص ۴۲۷ بذیل ترجمہ معاذ سبحان اللہ امام بھی ایسا ہونا چاہئے جس کو مقتدا ہدایت نہ کریں تو وہ ہلاک ہوتا ہے ۱۲ مترجم۔

[1] تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۴ ص ۴۹۲ میں اس روایت کو اس طرح لکھا ہے کہ امیر عمر صاحب والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار الآیة کو بعطف الانصار بر قول تعالیٰ والسابقون کے پڑھتے تھے اور واؤ۔ والذین اتبعوهم کو حذف کر کے الذین کو صفت قرار دیتے تھے اور ابی بن کعب مطابق قرأت مشہورہ کے پڑھتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ بر ص ۴۲۷)

وفی ص۲۷۸ ج۱ قرأ ابی بن کعب ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃً ومقتًا وساء سبیلا الامن تاب فان اللہ کان غفورًا رحیما فذکر لعمر فاتاہ فسئلہ عنھا قال اخذتھا من فی رسول اللہ صلعم ولیس لک عمل الا الصفق بالبیع رواہ ابو یعلی وابن مردویہ

وفی ص۴۲۹ ج۶ روی عبد الرزاق عن بجالۃ[ا] قال مر عمر ابن الخطاب بغلام وھو یقرأ فی المصحف النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم وھو ابٌ لھم فقال یا غلام حکھا قال ھذا مصحف ابی فذھب الیہ فسئلہ فقال انہ کان یلھینی القرآن ویلھیک الصفق بالاسواق۔

وفی ص۲ ج۷ عن الحسن ان عمر بن الخطاب رد علی ابیّ ابن کعب قراءۃ آیۃ فقال ابی لقد سمعتھا من رسول اللہ صلعم وانت یلھیک یا عمر الصفق بالبقیع فقال عمر صدقت۔ الحدیث۔ رواہ ابن راھویہ

اور کنز العمال جلد ۱ ص۲۷۸ میں ہے۔ ایک دفعہ ابی بن کعب نے آیت ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃً۔ الآیۃ کو پڑھا۔ امیر عمر کے پاس اس کا ذکر کیا گیا تو حضرت عمر ابیؓ کے پاس آئے اور اس آیت کی نسبت پوچھا ابیؓ نے کہا میں نے اس کو رسول اللہ صلعم کے دہن مبارک سے سیکھا ہے۔ اور تجھے کوئی کام سوائے گشت بازار اور بیع وفروخت کے نہ ہوتا تھا اس کو ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اور ابن مردویہ نے روایت کیا۔

اور کنز العمال جلد ۶ ص۴۲۹ میں ہے کہ عبد الرزاق بجالہ[ا] سے روایت کرتا ہے (جس کو تقریب میں ثقہ لکھا ہے) کہ عمر بن خطاب ایک لڑکے کے پاس سے گذرے اور لڑکا قرآن کی یہ آیت پڑھ رہا تھا النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم وھو اب لھم۔ امیر عمر نے کہا اے لڑکے اس کو قرآن سے مٹا دے۔ لڑکے نے کہا یہ قرآن حضرت ابیؓ کا ہے۔ امیر عمر ابیؓ کی طرف گئے اور اس سے پوچھا اس نے جواب میں کہا بتحقیق مجھے قرآن مشغول رکھتا تھا اور تجھے بازار کی گشت مشغول رکھتی تھی۔

اور کنز العمال جلد ۷ ص۲ میں حسن سے مروی ہے۔ بتحقیق عمر بن خطاب نے ابی بن کعب پر قراءت ایک آیت کا اعتراض کیا ابی نے کہا میں نے ضرور اس کو رسول اللہ صلعم سے سنا ہے۔ اور تو کوچہ گردی بقیع کے شغل میں مشغول رہتا تھا۔ امیر عمر نے کہا یہ تم نے سچ کہا ہے۔ آخر حدیث تک اس کو ابن راہویہ نے روایت کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲۶) ابیؓ نے کہا مجھے رسول خدا نے اسی طرح پڑھائی ہے اور تو اے عمر اپنے کام بقیع میں قرظ[ب] فروخت کرنے میں مشغول رہتا تھا۔ عمر نے کہا یہ تو سچ کہتا ہے۔ ہم آنحضرت صلعم کے پاس حاضر رہتے تھے اور ہم غائب رہتے تھے۔ تم فارغ رہتے اور ہم اپنے کاروبار میں مشغول رہتے تھے۔ اور مروی ہے کہ یہ مناظرہ مابین عمر و زید بن ثابت کے واقع ہوا اور زید نے ابی بن کعب سے شہادت دلائی۔ اس وقت یہ کلام دونوں نے ایک دوسرے سے کی۔ انتہی ۱۲ مترجم

[ب] قرظ بحر الجواہر میں کیکر کے درخت کو لکھا ہے۔ اور منتہی الارب سے معلوم ہوتا ہے کہ کیکر کے درخت کے پتے اور پھول اور پھل یعنی پھلی پر بولا جاتا ہے۔ اس سے چمار لوگ چمڑا رنگتے ہیں۔ ۱۲ مترجم۔

[ا] فی التقریب ثقۃ من الثانیۃ۔ ۱۲ مؤلف۔

[ج] نیز کنز العمال جلد ۷ ص۲ میں ابی ادریس سے بروایت ابن ابی داؤد فی المصاحف اور ابن عساکر کے ہے۔ کہ ابی بن کعب نے امیر عمر کو کہا بتحقیق تو جانتا ہے کہ میں نبی صلعم کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اور تم غائب رہتے تھے۔ میں قریب رہتا تھا اور تم سے پردہ کیا جاتا تھا اور میرے ساتھ اس دور اس طرح کیا جاتا تھا۔ اور قسم بخدا اگر تو پسند کرتا ہے کہ میں گھر میں بیٹھا رہوں اور کسی کو حدیث نہ سناؤں اور نہ مرتے وقت تک قرآن پڑھاؤں تو اسی طرح کروں۔ عمر نے کہا یا اللہ تو بخش ہم نہیں جانتے تھے کہ اے ابیؓ اللہ تعالیٰ نے اس قدر تجھے علم عطا فرمایا ہے۔ اچھا تم لوگوں کو سکھلاؤ جو تم جانتے ہو ۱۲ مترجم

روی البخاری ۲۹ ج ۲ فقام ابو سعید
الخدری فقال قد کنا نؤمر بھذا
فقال عمر خفی علیّ من امر النبی صلعم
الھانی الصفق بالاسواق - وفی روایۃ
ابی ھریرۃ کان المھاجرون - الحدیث
وفی حیوۃ الحیوان ص ۱۷۷ ج ۱ کان عمر
دلالا یسعی بین البائع والمشتری ذکرہ
فی بیان اکساب الاصحاب عن کتاب
بصائر القدماء وسرائر الحکماء -
وفی ازالۃ الخفاء ص ۱۹۳ عن عمر ابن عامر
الانصاری ان عمر ابن الخطاب قرء
والسابقون الاولون من المھاجرین والانصارُ
الذین اتبعوھم باحسان فرفع الانصار و
لم یلحق الواو فی الذین فقال لہ زید بن ثابت
والذین فقال عمر الذین فقال زید
امیر المؤمنین اعلم فقال ایتونی بابی بن کعب
فاتاہ نسئلہ عن ذٰلک فقال ابی والذین
فقال فنعم اذاً فتابع اُبیًا - انتھٰی -
فی المشکوٰۃ ص ۱۸۲ عن انس مرفوعًا لابی بن کعب
ان اللہ امرنی ان اقرأ علیک القرآن قال آللّٰہُ
سمانی لک قال نعم قال وقد ذکرت عند رب العٰلمین
قال نعم فذرفت عیناہ

بخاری ج ۶ ص ۲۹ میں ہے - پس ابو سعید خدری کھڑا ہوا اور کہا
ہم اس مسئلہ میں نبی علیہ السلام سے اس طرح مامور تھے - عمر نے
کہا بے شک ہم بازاروں کی گشت میں مشغول رہتے تھے - اور
ابی ہریرہ کی روایت میں - اکثر مہاجرین[1] کا عمل یہی مروی ہے - الخ
اور حیوۃ الحیوان جلد ۱ ص ۱۷۷ میں ہے - امیر عمر صاحب دلال تھا
جو بایع اور مشتری کے درمیان سعی کرتا تھا - اس کو مؤلف حیوۃ الحیوان نے
اپنی کتاب کے بیان اکساب الاصحاب میں کتاب بصائر القدماء وسرائر
الحکماء سے ذکر کیا ہے -

اور ازالۃ الخفاء ص ۱۹۳ میں عمر بن عامر انصاری سے مروی ہے
کہ عمر بن خطاب نے پڑھا والسابقون الاولون من المہاجرین
والانصارُ الذین اتبعوھم باحسان یعنی لفظ انصار
کو ضمہ سے پڑھا اور واو کو الذین کے ساتھ نہ پڑھا - پس زید بن ثابت
نے اسکو کہا والذین ہے - امیر عمر نے کہا اَلذین ہے - زید نے
کہا امیر المؤمنین زیادہ جانتا ہے - پس کہا تو ابی بن کعب کو لاؤ
جب اس کے پاس آیا اور اس آیت کا سوال کیا ابی نے کہا
والذین ہے - عمر صاحب نے کہا ہاں اب ٹھیک ہے - اور
ابیؓ کی متابعت کی - انتہٰی -
مشکوٰۃ ص ۱۸۲ میں انس سے مرفوعًا مروی ہے - نبی صلعم نے اُبیؓ
بن کعب کو فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھپر
قرآن کو پڑھوں - ابی نے کہا اللہ تعالیٰ نے میرا نام آپ کے پاس
لیا ہے ؟ حضرت صلعم نے فرمایا ہاں - ابیؓ نے کہا رب العالمین کے پاس
میں ذکر کیا گیا ہوں ؟ حضرت صلعم نے فرمایا ہاں - تو ابی کی آنکھوں سے آنسو جاری[2]

[1] ابو ہریرہ کی حدیث عمر صاحب کی کوچہ گردی کے بارہ میں علم ابی بکر کے بیان میں لکھی گئی ہے - اور حدیث ابو سعید و عمر کی بخاری پ ۳۰ مع ترجمہ فیض الباری مطبع محمدی ص ۲۷ باب الحجۃ علی من قال ان احکام النبی صلعم کانت ظاہرۃ میں ہے - اور حدیث مذکورہ ابو ہریرہ فیض الباری کے ص ۲۸ پر ہے - ۱۲ مترجم -

[2] استقصاء الافحام منہج ثانی جلد اول صفحہ ۵۲۲ میں ہے کہ عمر صاحب نے سورۃ بقرہ کو بارہ سال میں پڑھا - اور ابن عمر نے بھی ایسا کیا دیکھو مؤطا امام مالک مترجم مطبع صدیقی لاہور ص ۱۴۵ سطر ۱۲ باب ماجاء فی القرآن - اور درمنثور اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عمر سے روایت کیا ہے - بعد از ختم ہر دو حضرات نے بطور شکرانہ ایک اونٹ کی قربانی دی - حضرات معتقدین ان کے حافظہ پر غور فرمائیں اور داد دیں کہ ایسے حضرات ماہر قرآن مجید حسبنا کتاب اللہ کے کہنے کے کب مستحق ہو سکتے ہیں ؟ ۱۲ مترجم اور اس سے ثابت ہو گیا کہ سورہ بقرہ جو کہ اڈھائی پارہ کی ہے جسپر بارہ سال حضرت عمر صاحب کے خرچ ہوئے اور چھ سال بعد از ہجرت ایمان لائے اب اس وقت اٹھارہ سال ختم ہوئے اور وہ سال عمر نبوی صلعم باقی رہگئی اور قرآن مجید ساڑھے ستائیس پارہ باقی رہگیا اہل انصاف خود انصاف کرلیں ۱۲ مؤلف -

وفی روایۃ ان اللہ امرنی ان اقرء علیک لم یکن الذین کفروا قال وسمانی قال نعم فبکی متفق علیہ واحمد والترمذی والنسائی وابو یعلی وابن عساکر و ابن النجار والطبرانی۔

وفی ص۵۶۶ عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلعم قال استقرءوا القرآن من اربعۃ (وذکر) وابی بن کعب متفق علیہ

وروی الترمذی ص۲۲۲ ج ۲ عنہ بلفظ خذوا القرآن۔ الخ وحسنہ وصححہ عن ابن عباس قال عمر اقرانی ابیّ رواہ البخاری ص۱۱۲ والنسائی وابن الانباری والحاکم والبیہقی فی الدلائل۔ کذا فی الدر ص۱۰۴ والدارقطنی وابو نعیم۔

اقول قد ثبت باتفاق اہل الجماعۃ ان عمر جمع الناس فی رمضان علی ابیّ ابن کعب کما فی المشکوٰۃ وازالۃ الخفاء وسنن ابی داؤد وغیرہا فانہ ان لم یکن عالمًا وماہرًا بالقرآن وقدمہ عمر فقد ظلم واساء فعلم ان ابیًّا کان صحابیًا جلیل القدر ماہرًا بالقرآن احق وارجح علی عمر فی مقابلۃ۔

وفی لباب النقول للسیوطی ص۱۵ جلد ۱ عمر یاتی الیہود ویتعجب بالتورات۔

اقول وقد ذکر فی ایمان عمر امرہ یہودیا بکتابۃ التورات واسماعہ التورات نبیًا علیہ السلام فتغیر وجہ النبی صلعم ولوم ابی بکر عمر علی ذلک فلا نعیدہ۔

اور ایک روایت میں ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے امر فرمایا ہے میں تجھ پر لم یکن الذین کفروا پڑھوں۔ ابی نے کہا میرا نام لیا ہے؟ حضرت صلعم نے فرمایا ہاں پس ابی رویا۔ بخاری و مسلم واحمد[1] و ترمذی و نسائی و ابو یعلےٰ و ابن عساکر و ابن نجار و طبرانی نے روایت کیا ہے۔

اور ص۵۶۶ میں عبد اللہ بن عمرو سے ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا چار اشخاص سے قرآن پڑھو۔ اُن میں ابی بن کعب کو ذکر فرمایا اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور ترمذی جلد ۲ ص۲۲۲ میں اسی عبد اللہ سے روایت کی ہے قرآن کو چار آدمیوں سے سیکھو اُن میں سے ابی بھی ہے۔ اسکو ترمذی نے حسن و صحیح کہا ہے۔ ابن عباس سے مروی ہے امیر عمر نے کہا مجھے ابیّ نے پڑھایا ہے۔ اسکو بخاری نے ص۱۱۲ میں اور نسائی و ابن انباری و حاکم و بیہقی نے دلائل میں روایت کیا ہے جیسا کہ درمنثور کے ص۱۰۴ میں ہے اور دارقطنی و ابو نعیم نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

(قول مؤلف عفی عنہ) میں کہتا ہوں کہ باتفاق اہل جماعت ثابت ہے کہ حضرت عمر نے لوگوں کو رمضان شریف میں ابی بن کعب پر جمع کیا چنانچہ مشکوٰۃ و ازالۃ الخفاء و سنن ابی داؤد وغیرہ میں ہے پس اگر اُبیّ عالم بالقرآن نہیں تھا اور اُس کو امیر عمر نے امام بنایا تو بہت ہی ظلم کیا۔ بس معلوم ہوا کہ واقعی ابیّ صحابی جلیل القدر ماہر بالقرآن تھا۔ اور عمر صاحب کے مقابلہ میں وہی حق پر تھا جیسا کہ گذرا ہے۔

اور لباب النقول ج ۱ ص۱۵ میں سیوطی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر یہود کے پاس آتے تھے اور تورات کو بہت پسند کرتے تھے۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ عمر صاحب کے ایمان میں گذر چکا ہے جو اُس نے ایک یہودی کو تورات لکھنے کا امر کیا تھا۔ اور اُس کا نبی صلعم کو تورات سنانا اور نبی صلعم کا چہرہ متغیر ہونا اور اس پر ابوبکر صاحب کا حضرت عمر کو ملامت کرنا یہ سب لکھا گیا ہے۔ ضرورت تکرار کی نہیں۔

[1] احمد و طبرانی و ابن مردویہ سے کنز العمال ج ۱ ص۱۶۵ میں منقول ہے باقی کتب کا حوالہ کنز العمال جلد ۷ ص۳۰ میں مرقوم ہے ۱۲ مترجم

وفی ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۲۲۴ عن ابراهیم التیمی قال قال رجل عند عمر اللهم اجعلنی من القلیل فقال عمر ما هذا الدعاء الذی تدعوه قال انی سمعت الله یقول وقلیل من عبادی الشکور فانا ادعوا الله ان یجعلنی من ذلك القلیل فقال عمر کل الناس اعلم من عمر[۱]۔

وفی روایۃ کل احد افقہ من عمر۔

وفی ص ۱۰۸ ج ۲ روی ابن ماجۃ ان عمر قال ان النبی م توفی و لم یبین الربٰو

وفی ص ۱۳۹ ج ۲۔ البخاری وغیرہ عن ابن عمر خطب عمر ابن الخطاب علی ممبر رسول الله فقال بعد وددت ان رسول الله م لم یفارقنا حتی یعهد الینا عهدا الجد والکلالۃ و ابواب من ابواب الربٰو۔

وفی کنز العمال ج ۶ ص ۲ الکلالۃ عن سعید بن المسیب ان عمر سئل رسول الله کیف یورث الکلالۃ قال اولیس قد بین الله ذلك ثم قرء وان کان رجل یورث کلالۃ او امرءۃ ۔ الی اخر الایۃ فکان عمر لم یفهم فانزل الله ویستفتونك فی الکلالۃ ۔ الایۃ فکان عمر لم یفهم فقال لحفصۃ اذا رأیت من رسول الله طیب نفس فاسئلیه عنها فقال ابوك ذکر لك هذا ما اری اباك یعلمها ابدا فکان یقول ما ارانی اعلمها ابدا وقد قال رسول الله م ما قال رواه ابن راهویہ وابن مردویہ وهو صحیح۔

اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۲۲۴ میں ہے۔ ابراہیم تیمی کہتا ہے ایک شخص نے عمر صاحب کے پاس کہا یا اللہ مجھے تھوڑے اشخاص میں کر امیر عمر صاحب نے کہا یہ کیا دعا مانگ رہا ہے۔ اُس نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ سے سُنا ہے فرماتا ہے میرے بندوں سے تھوڑے شکر کرنے والے ہیں۔ اسلئے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اُن سے بنائے۔ پس امیر عمر نے کہا عمر سے کل آدمی زیادہ عالم ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے۔ ہر ایک شخص عمر سے زیادہ فقیہ ہے

اور جلد ۲ صفحہ ۱۰۸ میں ہے۔ ابن ماجہ نے روایت کی امیر عمر نے کہا نبی علیہ السلام فوت ہو گئے۔ اور ربٰو یعنے سود کا مسئلہ بیان نہ فرما گئے۔ اور جلد ۲ صفحہ ۱۳۹ میں ہے۔ بخاری وغیرہ نے ابن عمر سے روایت کی عمر بن خطاب نے ممبر رسول اللہ م پر خطبہ پڑھا اور بعد میں کہا میں دوست رکھتا ہوں کہ نبی صلعم جب تک ہم کو جدّ اور کلالہ اور اقسام سود کے نہ سمجھا لیتے ہم سے جدا نہوتے۔

اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲ میں سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ امیر عمر نے رسول خدا صلعم سے پوچھا۔ کلالہ کا ورثہ کس طرح تقسیم کیا جائے فرمایا کیا اللہ تعالےٰ نے اُس کو نہیں بیان کر دیا؟ پھر پڑھا وان کان رجل یورث کلالۃ او امرءۃ آخر آیت تک۔ امیر عمر نے نہ سمجھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت ویستفتونك فی الکلالۃ۔ آخر آیت تک اُتاری امیر عمر نے پھر بھی نہ سمجھا۔ اور بی بی حفصہ کو کہا جس وقت تو رسول اللہ کو خوشی کی حالت میں دیکھے تب اُن سے یہ مسئلہ پوچھنا پس رسول اللہ م نے فرمایا تیرے باپ نے تجھے کہا ہوگا میں نہیں جانتا ہمیشہ کے لئے کہ کبھی وہ اس کو سمجھے۔ پس امیر عمر کہتا تھا میں اپنے تئیں نہیں جانتا کہ کبھی میں اسکو سمجھوں حالانکہ رسول اللہ نے فرمایا جو کچھ فرمایا۔ اس کو ابن راہویہ وابن مردویہ نے روایت کیا ہے اور وہ صحیح ہے۔

[۱] کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۲۲۳ میں بروایت قاسم بن ابی امامہ کے ہے کہ امیر عمر نے جنابت کی حالت میں نماز میں امامت کی پھر اپنی نماز کا ارادہ کیا لیکن لوگوں کو نہ اطلاع دی اور نہ اعادہ کا حکم دیا۔ حضرت علی ع نے فرمایا۔ اے عمر جنہوں نے تیرے ساتھ نماز پڑھی ہے چاہیئے کہ وہ نماز کا اعادہ کریں پس لوگوں نے علی ع کے قول کے موافق نماز کا اعادہ کیا۔ اس کو عبد الرزاق وبیہقی نے روایت کیا

ف حضرت عمر سب سے کم علم

ف حضرت عمر نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھائی

اقول ویؤیدہ قولہ تعالیٰ ومنہم من یستمع الیک حتیٰ اذا خرجوا من عندک قالوا للذین اوتوا العلم ماذا قال آنفا۔ الآیۃ فلما کان ھٰذا حال عمر الذی کان امیر المؤمنین وخلیفۃ سید المرسلین فکیف کان حال ما ورائہ۔

عن عمر قال لان اکون اعلم الکلالۃ احب الیّ من ان یکون لی مثل قصور الشام رواہ ابن جریر۔

وروی مسلم عن عمر قال ما سألت النبی صلعم عن شئ اکثر مما سألتہ من الکلالۃ حتیٰ طعن باصبعہ فی صدری وقال یکفیک آیۃ الصیف التی فی آخر سورۃ النساء کذا فی الاتقان جلد ۱ صفحہ ۶۲۔

اقول یا للعجب لما کان ھٰذا حال علم عمر من القرآن وفہمہ فعلیٰ ایۃ قوتہ العلمیۃ قال عند طلب النبی صلعم القرطاس حسبنا کتاب اللہ وجلس مجلس رسول اللہ واللہ اعلم۔ فی فتح البیان ج ۲ صفحہ ۳۰ والدر المنثور ج ۲ صفحہ ۱۳۳ اخرج سعید بن منصور وابو یعلیٰ قال[1]

میں کہتا ہوں (قول مؤلف عفی عنہ) اس کی تائید قول الٰہی کرتا ہے کہ بعض اُن سے وہ ہیں جو تیری طرف کان لگا کر سنتے ہیں، مگر جب تیری مجلس سے باہر جاتے ہیں تو جن کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا ہے ان کو کہتے ہیں، اب رسول صلعم نے کیا فرمایا ہے؟ پس جب امیر عمر کا یہ حال ہوا جو کہ امیر المؤمنین و جانشین رسول صلعم سے ملقب تھا باقی کا کیا حال ہوگا۔

امیر عمر کہتا ہے۔ اگر میں کلالہ کو جانتا تو مجھے اس سے بہت پسند تھا کہ مجھے شام کے محل ملجاتے۔ اسکو ابن جریر نے روایت کیا۔

مسلم نے امیر عمر سے روایت کیا ہے کہا کہ نبی علیہ السلام سے میں نے کسی شئے کے لئے اتنا سوال نہیں کیا۔ جتنا کلالہ کے لئے کیا حتیٰ کہ نبی علیہ السلام نے اپنی انگشت مبارک سے میرے سینے پر ضرب لگا کر فرمایا اگر سمجھے تو تجھے آیت الصیف جو آخر سورۃ نساء میں ہے وہ کافی ہے۔ اسی طرح اتقان جلد ۱ صفحہ ۶۲ طبع مصر میں ہے۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں تعجب ہے جب امیر عمر کی قرآن دانی کا یہ حال تھا تو کس قوت علمی پر نازاں ہوکر نبی علیہ السلام کی طلب قرطاس کے موقعہ پر حسبنا کتاب اللہ کہا اور خلیفہ رسول بن بیٹھا۔ واللہ اعلم۔

فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۳۰ میں اور در منثور جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ میں ہے سعید بن منصور و ابو یعلیٰ نے روایت کیا۔ سیوطی نے بسند

[1] نیز در منثور جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ میں عبد الرزاق اور ابن منذر کے اسناد سے مروی ہے۔ ابو عبد الرحمٰن سلمی کہتا ہے۔ ایک عورت نے امیر عمر سے شرعی مسئلہ میں (حکم زیادتی مہر و اعتراض عورت) جھگڑا کیا اور وہ جیت گئی۔ اور باسناد زبیر بن بکار کے عبد اللہ بن مصعب سے مروی ہے۔ امیر عمر نے کہا کہ عورت صواب کو پہونچی ہے اور مرد نے (مراد از ذات خود) خطا کی ہے۔ انتہا۔ نیز در منثور جلد ۵ صفحہ ۲۲۹ میں باسناد ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ابن المنذر کے ابراہیم تیمی سے مروی ہے کہ امیر عمر نے کہا کل الناس اعلم من عمر یعنی عمر سے ہر بشر اعلم ہے۔ اور جامع البیان ابن جریر جلد ۲۹ صفحہ ۳۱ میں تحت آیت وتعیہا اذن واعیۃ کے لکھا ہے۔ رسول صلعم نے جب اس آیت کو پڑھا حضرت علی کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ علوم آیات قرآنیہ کو محفوظ رکھنے والے کان تمہارے بنائے۔ حضرت علی ع فرماتے ہیں مینے کوئی چیز اس کے بعد رسول خدا صلعم سے نہیں سنی جو بھول گئی ہو۔ اور بریدہ سے مروی ہے مینے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے حضرت علی ع کو فرماتے تھے کہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تجھے مقرب بناؤں اور تجھے تعلیم دوں اور تو محفوظ رکھے تو یہ آیت اتری وتعیہا اذن واعیۃ۔ ایک دوسری اسناد سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔ اور نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر جلد ۲۹ صفحہ ۳۱ میں ہے۔ نبی صلعم سے مروی ہے کہ آپنے حضرت علی سے اس آیت کے نزول کے وقت فرمایا مینے خدا سے دعا کی ہے کہ ایسے کان تیرے بنائے۔ حضرت علی ع فرماتے ہیں پھر مجھے کوئی بات فراموش نہوئی اور اس فیضان الٰہی کے ہوتے ہوئے نسیان کس طرح ہو سکتا تھا؟ ۱۲ مترجم۔

ان عمر نھی الناس ان یزیدوا النساس
فی صدقاتھن (ای مھورھن) علے
اربع مائۃ درھم واعترضت لہ امرءۃ
من قریش فقالت اما سمعت ما انزل
اللہ یقول واتیتم احدٰھن قنطارا
فقال اللھم غفرا (کذا فی روضۃ الاحباب
جلد ۲ صفحہ ۵) کل الناس افقہ من عمر
فرکب المنبر فقال ایھا الناس انی کنت
نھیتکم ان تزیدوا النساء فی صدقاتھن
علے اربع مائۃ درھم فمن شاء ان یعطی من
مالہ ما احب قال ابو یعلی واظنہ قال
فمن طابت نفسہ فلیفعل قال ابن کثیر اسنادہ
جید قوی ۔ وفی ترجمان القرآن ج ۱ ص ۶۰۸
روی ابو یعلی عن مسروق وقال اسنادہ جید وفی
روایۃ عن عبد الرحمن السلمی بلفظ اٰخرہ غلبتہ
امرءۃ فی المناظرۃ ۔ فی العبقات ص ۲۶۸/۲۸۵ من توضیح
الدلائل قول عمر لولا علی لھلک عمر حین افتی برجم
الحاملۃ ونھاہ علی ۔ وفی کنز العمال ج ۳ ص ۱۷۹
عن ابن عباس (فی قصۃ طویلۃ) وردت
علے عمر واردۃ فعجز کل الصحابۃ عن حلھا
فسئلوا علیًا فقد احسن الجواب و ھکذا فی
حادثۃ اخری فقال عمر ابا حسن لا ابقانی
اللہ لشدۃ (کذا فی روضۃ الاحباب جلد ۲ ص ۵۸)
لست لھا ولا فی بلد لست فیہ وفی قضیۃ
اخری قال عمر یا ابن ابیطالب فما زلت
کاشف کل شبھۃ وموضح کل حکم ورجالہ
ثقات ۔ فی الدین الخالص ص ۴۷۵ خفے علی عمر اکثر
المسائل ۔ الخ وانکر عمر من وفات النبی ص

امیر عمر نے لوگوں کو اس سے منع کیا تھا کہ عورتوں کے مہر میں
چار سو درہم سے زیادہ کریں ۔ اسپر ایک قریشی عورت نے
اعتراض کیا اور کہا کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
تمنے جو کسی عورت کو مال کثیر دیا ہو اُس سے کچھ واپس نہ لو امیر عمر
نے کہا خدایا کل آدمی عمر سے زیادہ فقیہ ہیں اور ممبر پر چڑھکر
کہا ۔ اے لوگو میںنے تم کو منع کیا تھا کہ چار سو درہم سے عورتوں
کے مہر مت بڑھاؤ ۔ پس اب جو چاہے اور جتنا پسند کرے
اپنے مال سے دیدے ۔ ابو یعلیٰ کی روایت میں ہے جتنا جی چاہے اسناد
ابن کثیر نے کہا اس کا اسناد جید اور قوی ہے ۔
اور ترجمان القرآن جلد ۱ صفحہ ۶۰۸ میں ہے ۔ ابو یعلیٰ نے مسروق
سے اسی طرح روایت کیا اور کہا کہ اس کا اسناد جید ہے اور
عبد الرحمن بن سلمی کی روایت میں اس لفظ سے ہے جس کے
آخر میں ہے کہ مناظرہ میں ایک عورت امیر عمر پر غالب آئی[1]
عبقات صفحہ ۲۶۸/۲۸۵ میں کتاب توضیح الدلائل سے منقول ہے
کہ امیر عمر صاحب نے کہا اگر علیؑ نہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا
جب عورت حاملہ کے سنگسار کرنے کا فتویٰ دیا اور حضرت
علیؑ نے منع کیا ۔ تب حضرت عمر نے یہ کہا ۔
اور کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۷۹ میں ابن عباس سے ایک قصہ
طویل میں مروی ہے ۔ کہ امیر عمر پر ایک مشکل وارد ہوئی تو کل
صحابہ اُس کے حل سے عاجز آ گئے ۔ جب حضرت علیؑ سے پوچھا
اُنہوں نے خوب تر جواب دیا ۔ اسی طرح ایک اور حادثہ میں
بھی ہوا تو عمر صاحب نے کہا اے ابو الحسن (علیؑ) مجھے اللہ
باقی نہ رکھے ایسی تکلیف میں جس کے لئے تو موجود نہو ۔ اور
ایک دوسرے قضیہ میں حضرت عمر نے کہا ۔ اے ابن ابی طالب
ہمیشہ تو ہر شبہ کو حل کرنیوالا ہے اور ہر حکم کے ظاہر کرنیوالا
ہے ۔ اس کے اسناد کے رجال ثقہ ہیں ۔ (دل کھانو پھر امام وامیر کون)
اور دین خالص صفحہ ۴۷۵ میں ہے ۔ اکثر مسائل امیر عمر پر مخفی
رہے ۔ الخ ۔ اور امیر عمر نے وفات نبی ص سے انکار کیا

[1] اسی طرح شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۶۱ و جلد ۳ صفحہ ۹۶ میں ان الفاظ سے ہے فقال کل الناس
افقہ من عمر حتی ربات الحجال الا تعجبون من امام اخطأ وامرءۃ اصابت فاضلت امامکم نفضلتہ یعنی
امیر عمر نے کہا عمر سے سب لوگ زیادہ فقیہ ہیں یہانتک پردہ نشین زنان بھی زیادہ عالم ہیں کیا تم ایسے امام سے تعجب نہیں کرتے
جس نے خطا کی ہے اور عورت صواب کو پہونچی ہے مقابلہ کیا اسنے تو عورت امام پر فوقیت لے گئی ہے انتہے ۔ سبحان اللہ امام ایسا ہو

حتی قلد السیف بقتل القائل بموته علیه السلام۔ و صعد ابوبکر المنبر ففهمه وتلا انك میت وانهم میتون وما محمد الا رسول۔ الآیة فقال عمر كانها انزلت الیوم كذا فی مدارج النبوة وازالة الخفاء وغیرهما۔

اقول وانما اطلنا الكلام فی علم الخلیفة الثانی ما لم نطل فی علم الاول والثالث لان اهل الجماعة یتمذهبون بالمذاهب الاربعة وهم كالشروح لمتن مذهب عمر كما فی ازالة الخفاء ج۲ ص۸۵/۱۴۰ ما عبارته نسبت مجتهدین با فاروق اعظم مانند نسبت مجتهد منتسب مطلق است با مجتهد مستقل و مذهب فاروق اعظم بمنزلہ متن است و مذاهب اربعه بمنزلہ شروح الی غیر ذلک مما بسطنا فی صدر المقالة۔ وفی ص۸۳ شرح این اجمال آنکه علم فاروق اعظم در بلاد اسلام منتشر شد و جمیع مسلمین آنرا اخذ کردند وقواعد اصول از وی اخذ نمودند و فی ص۱۴۲ وهمچنیں مجتهدین در رؤس مسائل فقه تابع مذهب فاروق اعظم اند وفی قرة العینین فی تفضیل الشیخین لولی الله الدهلوی۔ امهات مذاهب اربعه اهل سنت بر آثار مرتضی نیست بلکه بر اجماعیات عمر بن خطاب و فتاوی ابن مسعود است انتهیٰ۔

واولیاته محدثات فی الدین وهو اكثر مما لا یعد والتعجب كل التعجب ان علومه فی الدین ما بینّاها وافتاءه كما هو مشهور لیس الا لطلب الریاسة فی الدنیا۔ والله اعلم۔

حتیٰ کہ موت کے قائل کے لئے قتل کی تلوار پہن لی (تصدیے)۔ اور ابوبکر صاحب ممبر پر چڑھے اور اُس کو سمجھایا اور انك میت و انهم میتون۔ وما محمد الا رسول۔ آخر آیت تک پڑھا۔ اور امیر عمر نے کہا گویا یہ آیت آج اتری ہے۔ اسی طرح مدارج النبوۃ وازالۃ الخفاء وغیرہ میں ہے۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں۔ ہم نے کلام کو علم خلیفہ ثانی میں ایسی طوالت دی ہے جو خلیفہ اول وثالث کے علم میں نہیں دی۔ اسلئے کہ اہل جماعت اکثر مذہب مذاہب اربعہ سے اختیار کرتے ہیں اور وہ ہر چہار مثل شروح متن مذہب امیر عمر کے ہیں۔ جیساکہ ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص۸۵/۱۴ میں ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے۔ مجتہدین کی نسبت فاروق اعظم (امیر عمر) کے ساتھ نسبت مجتہد مطلق کی ساتھ مجتہد مستقل کے ہے اور مذہب فاروق اعظم بمنزلہ متن کے ہے۔ اور مذاہب اربعہ بمنزلہ شرح کے ہیں وغیرہ۔ جو ہمنے بڑے بسط سے ابتدا مقالہ میں بیان کیا ہے۔ اور صفحہ ۸۳ میں ہے۔ شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ علم فاروق اعظم اسلامی شہروں میں پھیل گیا اور تمام مسلمانوں نے اس کو مضبوط پکڑا۔ اور قواعد اصول اسی سے اخذ کئے اور ص۱۴۲ میں ہے اسی طرح مجتہدین اصول مسائل فقہ میں فاروق اعظم کے مذہب کے پیرو ہیں۔ اور قرۃ العینین شاہ ولی اللہ میں ہے۔ اصول مذاہب اربعہ اہل سنت کے احادیث و آثار مرتضیٰ پر نہیں ہیں بلکہ اجماعی مسائل عمر بن خطاب اور ابن مسعود کے فتاویٰ پر ہیں انتہیٰ۔

اور اولیات عمر صاحب و محدثات ادس کے دین میں شمار سے باہر ہیں۔ اور بڑا تعجب یہ ہے کہ اس کے علوم دینی کا یہ حال ہے جو ہم نے بیان کیا اور فتوائے اس کا کس قدر مشہور ہوا جو محض طلب ریاست دنیاوی کی وجہ سے ہوا یعنے دین میں اُن کا زور سے دخل دینا محض حب ریاست پر مبنی تھا۔ واللہ اعلم۔

فصل

فی بیان علم الخلیفۃ الثالث یعنی عثمان بن عفان

اعلم ان من انموذجات علمہ جمعہ القرآن برائہ علی ترتیب غیر ما انزل وحرقہ المصاحف الباقیۃ واثباتہ الآیات بشہادۃ رجلین او تحلیف من عندہ کما فی اللمعات وغیرہ۔

فی الاتقان ص ۵۹ ج ۱ قال قبض النبی صلعم ولم یکن القرآن جمع فی شیء قال الحاکم فی المستدرک علی شرط الشیخین عن زید بن ثابت قال کنا عند رسول اللہ صلعم نؤلف القرآن من الرقاع۔ الحدیث وھو من جلد او ورق او کاغذ روی البخاری فی صحیحہ عن زید بن ثابت فی حدیث طویل فتتبعت القرآن اجمعہ من العسب (جرید النخل) واللخاف (الحجارۃ الدقاق) وصدور الرجال ووجدت آخر سورۃ التوبۃ مع ابی خزیمۃ الانصاری لم اجدھا مع غیرہ لقد جاءکم رسول الآیۃ واخرج ابن ابی داؤد من طریق یحیی بن عبد الرحمن بن حاطب قال قدم عمر فقال من کان تلقی من رسول اللہ شیئاً من القرآن فلیأت بہ وکانوا یکتبون ذلک

فصل

خلیفہ ثالث عثمان بن عفان کے علم کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ اس کے علم کا نمونہ قرآن شریف کا جمع کرنا ہے جو اُس نے اپنے خیال سے ترتیب بدل دی جس طرح اترا تھا اُس ترتیب پر نہ رکھا۔ اور باقی قرآن کے نسخہ جات جس قدر ملے اُن کو جلا دیا اور آیات کو دو آدمیوں کی گواہی سے یا کسی سے قسم لیکر درج کیا جیسا کہ لمعات وغیرہ میں ہے۔ یعنی خود نہ جانتا تھا۔ جو کچھ کسی دوسرے سے ملتا اُسی کو کلام الٰہی سمجھتا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود نہیں جانتا تھا۔ اگر جانتا تو ایسا نہ کرتا۔

تفسیر اتقان جلد ۱ صفحہ ۵۹ میں ہے۔ راوی نے کہا نبی علیہ السلام فوت ہوئے اور قرآن جمع نہ ہوا تھا۔ حاکم نے مستدرک میں شیخین کی شرط پر کہا۔ زید بن ثابت سے مروی ہے ہم رسول اللہ صلعم کے پاس ہوتے تھے اور قرآن کو رقاع سے جمع کرتے تھے آخر حدیث تک پڑھ لو۔ یعنی چمڑے اور پتے اور کاغذ وغیرہ سے آیات لکھی ہوئی کو جمع کرتے تھے۔ اور بخاری نے اپنی صحیح میں زید بن ثابت سے ایک لمبی حدیث میں روایت کیا کہ میں قرآن کو کھجور کی شاخوں اور چھوٹے پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے تلاش کیا۔ اور میں نے آخر سورہ توبہ کو ابی خزیمہ انصاری کے پاس پایا جو اُس کے سوا کسی کے پاس نہیں تھی لقد جاءکم رسول۔ الآیہ۔ اور ابن ابی داؤد نے یحییٰ بن عبد الرحمٰن بن حاطب کے طریق سے روایت کیا کہ امیر عمر آیا اور کہا جس نے رسول علیہ السلام سے کچھ قرآن سیکھا ہوا ہے وہ ہمارے پاس لے آئے۔ اور صحابہ صحیفوں اور تختیوں اور کھجور کی شاخوں پر قرآن شریف کو لکھتے تھے۔

ل یہ حال ہر تینوں خلفاء کا ہے نہ خاص عثمان کا جیسے روایات سے ظاہر ہے۔ اور امیر عثمان کی قرآن دانی اس سے ظاہر ہے جو امام مالک اپنی مؤطا میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان کے پاس ایک عورت آئی جس کا بچہ چھ ماہ میں پیدا ہوا تھا امیر عثمان نے اُس پر رجم کا حکم دیا۔ حضرت علی نے فرمایا اس پر رجم نہیں ہو سکتا۔ اللہ جل جلالہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے وحملہ وفصالہ ثلاثون شہرا اور قال۔ والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین۔ یعنی آدمی کا حمل اور دودھ چھڑانا تیس مہینے میں ہوتا ہے۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ اپنے بچوں کو مائیں پورے دو برس دودھ پلائیں تو حمل کی مدت چھ ماہ ہوئی اس وجہ سے رجم نہیں کرنا چاہیئے۔ حضرت عثمان نے یہ سنکر لوگوں کو اس عورت کے پیچھے بھیجا تاکہ اس کو رجم نہ کریں دیکھا تو رجم ہو چکی تھی دیکھو کشف المغطا عن کتاب المؤطا مطبع صدیقی لاہور ص ۳۳۵ ۱۲ مترجم

وکان لا یقبل من احد شیئاً حتی یشہد شہیدان - الی آخرہ -

واخرج ابن ابی داؤد ایضاً من طریق ہشام بن عروۃ عن ابیہ ان ابا بکر قال لعمر ولزید اقعدا علی باب المسجد فمن جاء کما بشاہدین علی شیٔ من کتاب اللہ فاکتباہ رجالہ ثقات وکان الناس یأتون زید بن ثابت فکان لا یکتب آیۃ الا بشاہدی عدل - وان آخر سورۃ براءت لم توجد الا مع ابی خزیمۃ بن ثابت قال اکتبوھا فان رسول اللہ علیہ السلام جعل شہادتہ بشہادۃ رجلین فکتب وان عمر اتی بآیت الرجم فلم یکتبھا لانہ کان وحدہ قال ابن حجر ظاہر ھذا انہم کانوا یؤلفون آیات السور باجتہادھم - الخ

وقد مر قیل ان علیا جمع القرآن وحدہ ولم یحتج الی شہادۃ رجلین ولا تحلیف احد لعلمہ علم الیقین فثبت انہ کان اعلم بالقرآن لاخذہ العلم من النبی ص وکونہ باب العلوم کما فی تاریخ الخلفاء ص ۱۲۶ - اخرج ابن ابی داؤد عن محمد بن سیرین قال لما توفی رسول اللہ ص ابطأ علیؑ عن بیعۃ ابی بکر (الی ان قال) آلیت (من الایلاء ای حلفت من الصراح) ان لا ارتدی بردائی الا الی الصلوٰۃ حتی اجمع القرآن فزعموا انہ کتبہ علی تنزیلہ فقال محمد لو اصیب ذلک الکتاب کان فیہ العلم واما الذین جمع القرآن غیر علیؑ فانہم جمع الناس

اور کسی سے کوئی شئے قرآن کی قبول نہیں کرتا تھا جب تک کہ دو گواہ گواہی نہ دیتے تھے - الخ -

اور ابن ابی داؤد نے بھی ہشام بن عروہ کے طریق سے اُس نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ ابو بکر صاحب نے حضرت عمر اور زید کو کہا کہ مسجد کے دروازہ پر بیٹھ جاؤ جو تمہارے پاس دو گواہ لیکر کوئی حصہ قرآن سے لائے تو تم قرآن میں درج کر دینا - اس حدیث کے رجال الاسناد ثقہ ہیں - اور لوگ زید بن ثابت کے پاس آتے تھے پس وہ کسی آیت کو نہ لکھتا تھا جب تک کہ دو گواہ گواہی نہ دیں - اور آخر سورۃ براءت کا ابی خزیمہ بن ثابت کے سوا کسی کے پاس نہ پایا گیا - اُس نے کہا اس آیت کو لکھ لو - کیونکہ رسول اللہ نے اس کی گواہی دو آدمیوں کے برابر رکھی ہے - تو اُس نے لکھا - اور حضرت عمر آیت رجم کو لایا اُس کو اُس نے نہ لکھا - کیونکہ وہ ایک ہی تھا - حافظ ابن حجر نے کہا ظاہر اس کا یہ ہے کہ صحابہ آیات سورتوں کو اپنے اجتہاد سے ترتیب دیتے تھے - الخ اور پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت علیؑ نے قرآن کو اکیلے ہی جمع کیا - اور آدمیوں کی گواہی یا کسی کی قسم کے محتاج نہ ہوئے - کیونکہ حضرت مرتضیٰ کو قرآن کا علم علم الیقین کے درجہ پر یاد تھا - جس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت سب سے زیادہ جاننے والے قرآن کے تھے - اسلئے کہ حضرت علیؑ نے علم قرآن کو نبی ص سے لیا تھا اور علوم کے دروازہ تھے - اور سب کچھ یاد رکھنے والے تھے - جیسا کہ تاریخ الخلفاء ص ۱۲۶ میں ہے - ابن ابی داؤد نے محمد بن سیرین سے روایت کی جب رسول اللہ نے انتقال فرمایا حضرت علیؑ نے ابی بکر کی بیعت سے دیر کی یعنی بیعت نہ کی (تا اینکہ کہا علیؑ نے فرمایا) میں نے قسم اُٹھائی ہے اپنے مونڈھوں پر چادر نہ رکھوں گا بجز نماز کے - جب تک قرآن کو جمع نہ کر لوں صحابہ وتابعین نے جان لیا کہ علیؑ نے قرآن کو تنزیل کے مطابق لکھا ہے - محمد بن سیرین نے کہا - اگر یہ قرآن حضرت علیؑ کا لکھا ہوا ملجاتا تو اُس میں ہر طرح کا ذخیرہ علمی حاصل ہوتا - اور جنہوں نے قرآن کو حضرت علیؑ کے سوا جمع کیا انہوں نے لوگوں کو جمع کیا

واشهد ولعليهم وحلفوهم واذا سمعوا
ان فلانا يعلمه آية فلانة ارسلوا اليه
ولو كان على ثلاثة اميال فصاعدا
كما في الاتقان ص۶۱ جلد۱ امر عثمان اجتمعوا
فاكتبوا للناس لما فاجتمعوا فكتبوا فكانوا
اذا اختلفوا وتدارءوا في اى آية قالوا
هذه اقرءها رسول الله ص فلانا
فيرسل اليه وهو على راس ثلاث من
المدينة فيقال له كيف اقراك رسول الله ص
آية كذا وكذا فيقول كذا وكذا فيكتبونها
وقد تركوا لذلك مكانا - الخ وقد مر
ذكر احراق عثمان المصاحف من
البخاري والنووي وغيرهما فلا نعيده
وقد جوز فقهاء اهل الجماعة حرق القرآن
الى الآن كما مر -

وفي ترجمان القرآن ص۱۳۰ ج۱ عن حسن
بن سعيد عن ابيه ان الصفية زنت وادعى
رجل من قريش ان الولد له فجاؤا عثمان
ليحكم بينهم فامرهم الى ردهم بعلى ع
نحكم على ع وقال انا احكم كما حكم به النبي ص
الولد للفراش وللعاهر الحجر الحديث -
الحمد لله على اتمام بيان ايمان
الخلفاء وعلومهم من كتب اهل
الجماعة وهو انكان مما لا ينضبط
ولا ينحصر بالكلية لكن ما ذكرناه
فهو القليل انموذج الكثير والغرفة
تنبئ عن البحر الكثير فاقسطوا
ان الله يحب المقسطين والآن نشرع
في شجاعتهم بعون الله تعالى
وحسن توفيقه

اور لوگوں کی گواہی اور حلف سے لکھا اور جب سنتے تھے کہ فلاں شخص کے پاس فلاں آیت ہے اُس کی طرف آدمی بھیجتے اگرچہ تین میل یا زیادہ فاصلہ پر رہتا تھا جیسا کہ اتقان جز اول ص۶۱ میں ہے - امیر عثمان نے کہا جمع ہو جاؤ اور لوگوں کے لئے کتاب ہشیو الکھو - تو لوگ جمع ہوئے اور انہوں نے لکھا - اور جب کسی آیت میں اختلاف کرتے تھے تو کہتے تھے یہ آیت فلاں شخص کو رسول اللہ ص نے پڑھائی ہے - اُس کی طرف آدمی بھیجتا تھا - اگرچہ وہ مدینہ سے باہر تین میل پر ہوتا - اور اُس کو کہا جاتا تھا کہ رسول اللہ نے تجھکو فلاں آیت کس طرح پڑھائی تھی؟ وہ کہتا تھا کہ اس طرح تب اسکو لکھ لیتے تھے - اور جب تک کسی سے نہ معلوم ہوتی تھی تو آیات کے مابین میں مقام خالی چھوڑ دیتے تھے جب پتہ لگتا تو لکھدیتے - اور ذکر جلانے امیر عثمان کا مصاحف کو بخاری اور شرح مسلم نووی وغیرہ سے گذر چکا ہے - ہم اس کو پھر مکرر نہیں لکھتے - اور فقہاء اہل جماعت نے قرآن کے جلانے کو اسیواسطے ابتک جائز رکھا ہے -

اور ترجمان القرآن جلد ا ص۱۳۰ میں حسن بن سعید اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ صفیہ نے زنا کیا اور ایک شخص نے قریش سے دعوی کیا کہ لڑکا اُس کا اس عورت نے جنا ہے - وہ امیر عثمان کے پاس آئے تاکہ اُن کے مابین فیصلہ کرے - امیر عثمان نے حکم دیا کہ حضرت علی ع کے پاس جاؤ وہ فیصلہ کرے گا - (اس سے ثابت ہوا کہ جملہ صحابہ علی ع کے علم کے محتاج رہے اور علی ع سب سے زیادہ عالم ہے) حضرت علی ع نے فرمایا میں تمہارے لئے وہ حکم دیتا ہوں جو نبی ص نے دیا کہ لڑکا صاحب فراش یعنے اصل خاوند کا ہے اور زانی کے لئے سنگساری کا حکم ہے - آخر حدیث تک دیکھو - اتمام بیان ایمان وعلوم خلفاء پر اللہ کی حمد ہے - جو کتب اہل جماعت سے لکھا گیا ہے - اگرچہ وہ حالات بتمامہ ضبط وحصر میں نہیں آسکتے - لیکن جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ تھوڑا نمونہ بہت کا ہے اور ایک چلو دریا کثیر سے خبر دیتا ہے - حضرات! انصاف کرو اللہ تعالیٰ اہل انصاف کو پسند کرتا ہے - اور اب ہم اللہ کی مدد اور حسن توفیق سے حضرات خلفاء کی شجاعت کا بیان کرتے ہیں

لان الجهاد لما كان من اعظم الامتحانات الايمانية واكدها فريضة واشدها ضرورة لما قال الله عز اسمه ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما يأتكم مثل الذين خلوا من قبلكم ـ و ـ ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما يعلم الله الذين جاهدوا منكم ولنبلونكم حتى نعلم المجاهدين منكم والصابرين ونبلوا اخباركم ـ وانما المؤمنون الذين آمنوا بالله ورسوله واذا كانوا معه على امر جامع لم يذهبوا حتى يستأذنوه ـ الآية ـ قد ثبت من هذه الآية ان من ذهب دفر من المعركة بغير اذن النبیؐ لم يكمل ايمانه بل زال ايمانه لزم علينا ان نبين بيان الجهاد اے جہاد الخلفاء الثلاثة وجهاد امیر المؤمنين سيد الاشجعين امامنا علی ابن ابیطالب علیہ السلام ـ

فصل

فی بیان شجاعة امیر المؤمنین اسد الله الغالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام

قد روی فی شانہ العظیم لا فتی الا علیؑ ولا سیف الا ذو الفقار وانہ کرار غیر فرار وقد قال علیہ السلام فی دیوانہ صہ ۹۵ وھو

لیس بکذاب ولا بمختال فخور بل ھو الصدیق الاکبر

صید الملوک ارانب وثعالب
واذا رکبت فصیدی الابطال

کیونکہ جہاد بڑے امتحانات ایمانیہ اور تاکیدی وسخت ضروری فرائض سے تھا۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کیا تم گمان کرتے ہو کہ بہشت میں ایسے ہی داخل ہو جاؤ گے رحالانکہ خدا کی جانب سے مؤمنین سابقین کی طرح کوئی تکلیف نہیں پہونچی۔ رجن تکالیف کی برداشت سے اُن کو بہشت عطا ہوا۔ اور کیا تم گمان کرتے ہو کہ بہشت میں ایسے ہی داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نہیں نہ آزمائے جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں۔ اور فرمایا ہم تمکو آزماتے ہیں تاکہ سمجھ لیں اُن کو جو تم میں سے جہاد کرنے والے اور تکالیف پر صبر کرنے والے ہیں۔ اور تمہاری اصلی حالت بیت کو پہچان لیں۔ اور مومن خالص وہ ہیں جو اللہ اور رسول کے ساتھ ایمان لائے اور جب کسی کام میں نبیؐ کے ساتھ جمع ہوتے ہیں جس میں جمع ہونے کی ضرورت ہو تو نبیؐ کو چھوڑ کر نہیں جاتے جب تک کہ اُن سے اذن نہ لیں۔ آخر آیات تک۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو بلا اذن نبیؐ میدان سے بھاگ گئے اُن کے کمال ایمان میں زوال آگیا۔ اسلئے ہم پر لازم ہوا کہ ہم جہاد خلفاء ثلاثہ کا اور جہاد امیر المومنین سید الاشجعین اپنے امام علی بن ابی طالب کا حال بیان کریں۔

فصل

شجاعت امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے بیان میں

تحقیق علی علیہ السلام کی شان عظیم میں مروی ہے لا فتی الا علیؑ ولا سیف الا ذو الفقار۔ یعنی علی جیسا کوئی جوان اور پہلوان نہیں اور ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں اور وہ کرار غیر فرار تھے۔ یعنی دشمنوں پر پھر پھر کر حملے کرتے تھے اور کبھی گریز نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ خود جناب نے اپنے دیوان میں صہ ۹۵ پر فرمایا ہے۔ اور وہ بالکل کبھی جھوٹ فرمانے والے نہیں اور نہ فضول فخر کرنے والے ہیں۔ بلکہ وہ صدیق اکبر ہیں۔ فرمایا۔ بادشاہوں کا شکار خرگوش اور لومڑیاں ہوتے ہیں۔ اور جب سوار ہو جاؤں تو میرے شکار پہلوان آدمی ہیں۔

فی حیوٰۃ الحیوان ج ۱ ص۲۴۸ و فی الصراح
انا الذی سمتنی امی حیدرہ۔ (فی الصراح حیدرہ شیر و نام مادر زاد علیؑ)
فی تاریخ الخلفاء ص۱۱۳ وشھد (علیؑ) مع رسول اللہ بدرا واحدا وسائر المشاھد الا تبوک فان النبیؐ استخلفہ علی المدینۃ ولہ فی جمیع المشاھد آثار مشھورۃ واعطاہ النبیؐ اللواء فی مواطن کثیرۃ واحوالہ فی الشجاعۃ وآثارہ فی الحروب مشھورۃ وبمعناہ فی الصواعق ص۷۲
و فی نھج البلاغۃ ص۱۹۱ طبع دار الخلافہ طھران ومن کتاب لہ علیہ السلام الی معاویۃ ومتی کنتم یا معاویۃ ساسۃ الرعیۃ وولاۃ امر الامۃ بغیر قدم سابق ولا شرف باسق ونعوذ باللہ من لزوم سوابق الشقاء واحذرک ان تکون متمادیا فی غرۃ الامنیۃ مختلف العلانیۃ والسریرۃ وقد دعوت الی الحرب فدع الناس جانبا واخرج الیّ واعف الفریقین من القتال لیعلم اینا المرین علی قلبہ والمغطی علی بصرہ فانا ابو حسن قاتل جدک وخالک واخیک شدخا یوم بدر وذلک السیف معی وبذلک القلب القی عدوی ما استبدلت دینا ولا استحدثت نبیا وانی لعلی المنھاج التی ترکتموہ طائعین ودخلتم فیہ مکرھین۔ الخ

حیوٰۃ الحیوان جلد اول ص۲۴۸ اور صراح میں ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا میں وہ ہوں جو میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ اور تاریخ الخلفاء ص۱۱۳ میں ہے کہ حضرت علیؑ رسول صلعم کے ساتھ جنگ بدر واحد و باقی تمام غزوات میں سوا تبوک کے حاضر ہوئے اور تبوک میں نبیؐ نے حضرت علیؑ کو مدینہ پر خلیفہ بنایا تھا۔ اور سب جنگوں میں علیؑ کے مشہور کام ہیں اور بہت مقامات میں اُن کو جھنڈا بھی دیا ہے۔ اور اُن کی بہادری کے حالات جنگوں میں مشہور ہیں۔ اور اسی کے ہم معنے صواعق ص۷۲ میں ہے۔

اور نہج البلاغۃ ص۱۹۱ طبع طہران میں ہے۔ منجملہ اُن خطوط کے جو حضرت علیؑ نے معاویہ کو لکھا تھا یہ ہے۔ کہ اے معاویہ تم کب رعیت کے سردار اور امت کے امر کے والی تھے، تم کو کسی جگہ سبقت کا قدم اور عظمت کا شرف حاصل نہیں ہے۔ ہم اللہ کے ساتھ پناہ مانگتے ہیں بدبختی کی طرف سبقت کرنے سے اور میں تجھکو اس سے ڈراتا ہوں کہ تم غرور خواہشوں میں سرکشی کرو اور تو ظاہر و باطن میں اختلاف رکھو۔ اور تو نے جنگ کی طرف بلایا ہے۔ پس لوگوں کو ایک طرف چھوڑ دے اور تو خود میری طرف نکل آ اور فریقین کو جنگ سے معاف رکھ یعنے فریقین سے لوگوں کا مفت کشت و خون بند کر اور خود مقابلہ کر تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے کس کے دل پر زنگ اور آنکھوں پر پردہ چڑھا ہوا ہے۔ پس میں حسن کا باپ ہوں تیرے دادا کا قاتل اور تیرے ماموں اور بھائی کا بدر کے دن سر کچلنے والا یہی تلوار میرے ساتھ ہے اور اسی دل سے میں دشمن کی ملاقات کرتا ہوں۔ میں نے دین کو تبدیل نہیں کیا اور نہ کوئی نیا نبی بنایا ہے۔ اور میں اسی طریق پر ہوں جس کو تم نے خوشی سے چھوڑ دیا اور جس میں تم جبر سے داخل کئے گئے تھے۔ الخ

لہ تاریخ الخلفاء اور صواعق محرقہ میں اسی عبارت کے متصل آخر میں لکھا ہے۔ قال سعید بن المسیب اصابت علیا یوم احد ست عشرۃ ضربۃ یعنے سعید بن مسیب نے کہا حضرت علیؑ کو احد کے دن سولہ زخم ہوئے تھے اور خلفاء ثلاثہ کبھی جنگ کی شدت میں نہ ٹھہرے اور نہ زخمی ہوئے۔ کسی جنگ میں امیر عمر بھاگتے ہوئے کسی پہاڑی کے قریب گذرے اور دشمن کے آدمی اندھادھند پتھر مار رہے تھے کہ اگر کوئی اس رستہ سے بھاگتا ہوا بھی گذرے تو اتفاقاً ہی کبھی اس کو پتھر لگ جائے اس طرح شائد امیر عمر کو بھی عمر بھر میں حسب بیان اہل جماعۃ کے کوئی لگ گیا جس کو وہ فخریہ بیان کرتے ہیں ۱۲ مترجم

فی غزوۃ بدر۔

فی مدارج النبوۃ ج۲ صـ۱۲۴ از علی مرتضیٰ آمدہ کہ گفت قتال می کردم روز بدر و بہ بار می آمدم بر آنحضرت صلعم در عریش و می دیدم او را کہ می فرمود در سجدہ یا حیّ یا قیوّم برحمتك استغیث۔

وفی الخصائص للسیوطی صـ۲۰۶ ج۱۔ اخرج ابن سعد والبیھقی عن علیؑ قال لما کان یوم بدر قاتلت شیئاً من القتال ثم جئت مسرعا الی النبیؐ لانظر ما فعل فاذا ھو ساجد یقول یا حیّ یا قیوّم یا حیّ یا قیوم۔ لا یزید علیھا ثم رجعت الی القتال ثم جئت وھو ساجد یقول ذلك ثم رجعت للقتال ثم جئت وھو ساجد یقول ذلك ففتح اللہ علیہ۔

فی ازالۃ الخفاء ج۲ صـ۱۲ عن علیؑ لما ھزم اللہ اعداءہ حملنی رسول اللہ علی فرسہ۔ الخ۔

فی کنز العمال ج۵ صـ۲۷ (مسند علی) عن سعد قال رأیت علیا بارزا یوم بدر فجعل یحمحم کما یحمحم الفرس ویقول الشعر قال فما رجع حتی خضب سیفہ دما رواہ ابونعیم فی المعرفۃ۔

غزوہ بدر کے بیان میں

اور مدارج النبوۃ ج۲ صـ۱۲۴ میں ہے حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے فرمایا میں بدر کے دن جنگ کرتا تھا اور ہر دفعہ رسول علیہ السلام کے پاس میں اُن کے چھپر میں آتا تھا۔ اور میں اُن کو دیکھتا تھا کہ سجدہ میں سر رکھے ہوئے پڑھ رہے تھے یا حیّ یا قیوّم برحمتك استغیث۔

اور خصائص سیوطی جلد ا صـ۲۰۶ میں ہے، ابن سعد اور بیہقی نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے۔ جب بدر کا دن تھا تو میں کچھ جنگ کرتا اور پھر جلدی سے نبی صلعم کی خبرگیری کے لئے آتا تھا کہ کس حالت میں ہیں۔ سو میں دیکھتا تھا کہ سجدہ کی حالت میں فرماتے تھے یا حیّ یا قیوّم یا حیّ یا قیوم۔ اس سے زیادہ نہیں کرتے تھے، کہ پھر میں جنگ کی طرف واپس چلا جاتا تھا جب پھر آیا تو وہ سجدہ میں وہی پڑھ رہے تھے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو فتح دیدی۔

اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صـ۱۲ میں حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ جب خدا نے اپنی دشمنوں کو شکست دی رسول اللہ نے مجھے اپنے گھوڑے پر سوار کر لیا۔ الخ۔

کنز العمال جلد ۵ صـ۲۷ مسند علی میں سعد سے مروی ہے۔ کہا بدر کے دن میں نے حضرت علیؑ کو جنگ کرتے ہوئے دیکھا تھا کہ نر گھوڑے کی مثل آواز کرتے تھے اور شعر فرماتے تھے۔ پھر کہا آپ نے واپس رجوع نہ فرمایا تا اینکہ اُن کی تلوار خون سے رنگدار ہو گئی۔ اس کو ابونعیم نے معرفت میں روایت کیا ہے۔

فی غزوۃ قرقرا الکدر

قال الشیخ فی مدارج النبوۃ ج۲ صـ۱۴۲ لوائے ترتیب داد کہ آں را بعلی مرتضیٰ سپرد

بیان غزوہ قرقرۃ الکدر میں

محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ جلد ۲ صـ۱۴۲ میں لکھا ہے۔ اور جھنڈا ترتیب دیا جس کو حضرت علیؑ کے سپرد فرمایا

فی غزوۃ احد

فی تاریخ الخمیس صـ۴۳۱ طبع مصر قال ابوبکر لما صرف الناس یوم احد عن رسول اللہ صلعم فکنت اوّل من جاء۔

غزوہ اُحد کے بیان میں

تاریخ الخمیس صـ۴۳۱ طبع مصر میں ہے ابوبکر نے کہا جب لوگ رسول اللہ سے احد کے دن پھر گئے تھے میں دوسروں سے پہلے واپس ہوا تھا۔

فی ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۱۶۸ عن کلیب قال خطبنا عمر فکان یقرء علی المنبر آل عمران ثم قال تفرقنا عن رسول اللہ ص یوم احد فصعدت الجبل الحدیث۔

فی مدارج النبوۃ ص ۱۶۷ ج ۲ منقول است کہ چون مسلمانان روئے بہزیمت آوردند و حضرت رسول ص را تنہا گذاشتند حضرتؐ در غضب آمد و عرق از پیشانی ہمایونش متقاطر گشت و مثل مروارید دوید در انحالت نظر کرد علیؑ را کہ بر پہلوئے مبارکش ایستادہ است فرمود چون است کہ تو بہ برادران خود ملحق نگشتی علیؑ گفت لا کفر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ یعنے مرا با تو کار است با یاران و برادران کہ در پے غنیمت رفتند و ہزیمت نمودند چہ کار دارم۔ و فی معارج النبوۃ رکن رابع ص ۱۱ گروہ اندک بگریختند۔

و فی التاریخ الکامل ص ۵۸ ج ۲ و کنز العمال ص ۱۷ و ص ۱۵۵ ج ۳ بروایۃ ابن عساکر عن الجاذر و روضۃ الاحباب ص ۱۷۷ ج ۱ و معارج النبوۃ رکن رابع ص ۱۰ و مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۶۸ ناقلا عن کشف الغمۃ و روضۃ الاحباب قال رسول اللہ ص فی حق علیؑ انہ منی و انا منہ فقال جبرئیلؑ و انا منکما قال فسمعوا صوتا لا سیف الا ذو الفقار[2] و لا فتی الا علیؑ و کسرت رباعیۃ رسول اللہ ص السفلی و شقت شفتہ۔

ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص ۱۶۸ میں کلیب سے روایت ہے۔ امیر عمر نے ہمیں خطبہ پڑھکر سنایا اور وہ ممبر پر سورۃ آل عمران پڑھ رہا تھا حتیٰ کہ کہا ہم احد کے دن رسول اللہ ص سے جدا ہو گئے تھے اور میں ایک پہاڑی پر چڑھ گیا۔ آخر حدیث تک پڑھ لو۔

مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۱۶۷ میں منقول ہے کہ جب مسلمان ہزیمت کو منہ لائے اور رسول اللہ ص کو اکیلا چھوڑ کر چلے گئے رسول خدا ص اس قدر غصہ میں آئے کہ اُن کی پیشانی مبارک سے پسینہ جاری ہو گیا۔ اور موتیوں کی مثل قطرات گرتے تھے اس حالت میں آنحضرت ص نے علیؑ کی طرف نظر فرمائی جو آپ کے ہمراہ ایک جانب کھڑے تھے اور فرمایا کیا حال ہے۔ تو اپنے فراری بھائیوں کے ساتھ ملحق نہوا۔ حضرت علیؑ نے عرض کی ایمان کامل کے بعد کفر کسی طرح ہرگز ہو نہیں سکتا مجھے تو آپ کی اقتدا مطلوب ہے۔ یا رسول اللہ مجھے آپ سے کام ہے۔ یار اور بھائی جو غنیمت کے پیچھے دوڑ گئے اور ہزیمت کھا گئے میرا اُن کے ساتھ کیا کام ہے۔ اور اسی طرح معارج النبوۃ ص ۱۱ رکن رابع میں ہے۔ کہ بعض صحابہ نے گریز کیا۔[1]

تاریخ کامل ج ۲ ص ۵۸ و کنز العمال ص ۱۷ ج ۳ و ص ۱۵۵ ج ۳ و روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۱۷۷ و معارج النبوۃ رکن رابع ص ۱۰ و مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۶۸ میں بحوالہ کشف الغمہ و روضۃ الاحباب لکھے ہے رسول اللہ ص نے حضرت علیؑ کے حق میں فرمایا علیؑ مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں۔ جبرئیل نے کہا میں تم دونوں سے ہوں راوی کہتا ہے اُنہوں نے ہاتف کی آواز کو سنا کہ ذو الفقار جیسی کوئی تلوار نہیں اور علیؑ جیسا کوئی جوان نہیں اور اُسی دن آنحضرت صلعم کا سامنے کے دانتوں سے نچلا دانت ٹوٹ گیا اور آپ کا ہونٹ مبارک پھٹ گیا۔

[1] شواہد النبوۃ طبع نول کشور ص ۲۷ میں ہے کہ علیؑ نے احد کے دن فرمایا میں مقابلہ کرونگا اور مقتول ہونگا مگر فرار نہ کرونگا ۱۲ مترجم

[2] اسی طرح باسناد خود طبری نے تاریخ الامم و الملوک طبع مصر ص ۱۷ ج ۳ میں روایت کیا ہے۔ اس کے اول لکھا ہے جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ ص علیؑ نے دوستی کا حق پورا ادا کیا دوستی یہی ہوتی ہے۔ و فی اللآلی المصنوعہ للسیوطی عمار بن اخت سفیان عن طریف الحنظلی عن ابی جعفر محمد بن علی قال نادی مناد من السماء یوم بدر یقال لہ رضوان لا سیف الا ذو الفقار و لا فتی الا علیؑ۔ عمار متروک۔ قلت کلا بل ثقہ ثبت حجۃ من رجال مسلم و احد الاولیاء الابدال۔ الخ یعنے سیوطی نے لآلی میں ہاتف کے لا فتی پڑھنے پر جرح نقل کرکے آخر توثیق بیان کی ہے۔ لہذا کوئی جا اعتراض باقی نہیں ۱۲ مترجم

م سیرۃ ابن ہشام حلبی شرح روض الانف طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ میں قول ہاتف سے اس شعر لا سیف الا ذو الفقار کو نقل کیا گیا ہے ۱۲ مترجم

کہ ایں حدیث را بایں طریقہ بعضی از اکابر محدثان واہل سیر در کتب آوردہ اند (الیٰ قال) گفت بندہ مسکین کہ ظاہر اً قصہ نادِ علیاً الخ ہمدریں معاملہ ومعارکہ واقع شدہ است بالجملہ وے رضی اللہ عنہ حق مبارزت ومحاربت وجلادت وشجاعت بجای آورد کہ فوق آں تصور نتواں کرد علی فرمود در احد شانزدہ ضربہ بمن رسید کہ در چہار ضربہ ازاں برزمین افتادم وہر بار کہ می افتادم مردی خوبرو بازو مرا می گرفت ومرا برپائے من کردومی گفت متوجہ کافراں شو کہ تو در طاعت خدا ورسول اوئی وایشاں ہر دو از تو راضی اند انتہےٰ ملخصاً۔

فی تاریخ الخلفا ص۱۱۴ اصابت علیاً یوم احد ست عشرۃ ضربۃ۔ وذکر المفسرون والمحدثون کسرہ رباعیۃ النبیؐ یوم احدٍ

فی تاریخ الطبری ص۱۸۷ فانحاز ابوبکر الی اجمۃ فاستتر بہا ثم ہزم اللہ المشرکین قولہ فانحاز فی الصحاح للجوھری انحازوا عن العدو ای انہزموا وولوا مدبرین۔ واجمۃ نیستان۔

غزوۃ جمرۃ الاسد

فی معارج النبوۃ رکن رابع ص۱۲۵ وعَلَم بعلی ابن ابی طالب دادہ از مدینہ بیرون آمد۔

غزوۃ بنی النضیر

فی مدارج النبوۃ ج۲ ص۲۰۲ لوائی عقد نمودہ بعلی ابن طالب داد وفی ص۲۰۳ یکے از تیراندازان یہود تیر بخیمہ حضرت صلعم زد

کہ اس حدیث کو اس طریقہ سے بعض اکابر محدثین اور اہل سیر نے کتب میں درج کیا ہے (پھر صاحب مدارج نے کہا) بندہ مسکین کہتا ہے کہ ظاہراً قصہ نادِ علیاً الخ کا اس معاملہ ومعارکہ میں واقع ہوا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ علیؑ جنگ وحرب اور تیزی وبہادری کا حق پورا بجالائے اس سے زیادہ ممکن نہیں ہے کہ ہو سکے۔ اور حضرت علیؑ نے فرمایا کہ احد میں مجھے سولہ ۱۶ زخم پہونچے تھے چار ضربہ کے وقت میں زمین پر گر پڑا اور جس دفعہ میں گرتا تھا ایک آدمی خوبصورت مجھے پکڑ کر پاؤں کے بل کھڑا کر دیتا تھا اور کہتا کہ کافروں کی طرف متوجہ ہو جا تو خدا اور رسول خداؐ کی اطاعت میں ہے۔ اور یہ دونوں تجھ پر راضی ہیں، انتہیٰ ملخصاً۔ (وہ آدمی خوبصورت جبرئیل تھا جیسا کہ کتب میں درج ہے)۔

تاریخ الخلفاء ص۱۱۴ میں ہے کہ حضرت علیؑ کو احد کے دن ۱۶ زخم ہوئے تھے۔ اور سب مفسرین ومحدثین نے حضرت رسول اللہ صلعم کے دانت مبارک رباعیہ ٹوٹ جانے اور شہید ہونے کا احد کے دن ذکر کیا ہے۔

اور تاریخ طبری ص۱۸۷ میں ہے کہ حضرت ابوبکر ایک جنگل میں ہزیمت کھا کر جا چھپے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو ہزیمت دی۔ قول اس کا فانحاز صحاح جوہری میں ہے انحازوا عن العدو یعنے ہزیمت کھا گئے اور پیٹھ دیکر واپس ہوگئے اور اجمہ جنگل کو کہتے ہیں۔

غزوہ جمرۃ الاسد

معارج النبوۃ رکن ۴ ص۱۲۵ میں ہے۔ اور علم علی ابن ابیطالب کو دیکر نبی علیہ السلام مدینہ سے باہر نکلے۔

غزوہ بنی النضیر

مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۲۰۲ میں ہے۔ علم تیار کر کے علی ابن ابیطالب کو دیا۔ اور ص۲۰۳ میں ہے۔ ایک یہود تیرانداز نے خیمہ نبویؐ میں تیر مارا

له یعنے میدان علیؑ سے خالی دیکھکر دلیری کی کہ تیر مار دیا مگر یہ معلوم نہ تہا کہ ساتھ ہی کہیں کمین گاہ میں چھپے بیٹھے ہیں چنانچہ

علی در کمین او بود ناگاه دید کہ شمشیری برہنہ در دست با دو کس دیگر بیروں آمد علی بر وی حملہ کرد و سر شوم او را از تن پلیدش جدا کردہ پیش آنحضرتؐ آورد ھکذا فی معارج النبوۃ رکن رابع ص۱۳۴ -

غزوہ بنی المصطلق

فی مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۲۱۲ و معارج النبوۃ رکن ۴ ص۱۴۱ عَلَم مہاجراں را بعلی داد۔

غزوۃ الخندق

ویقال لہ الاحزاب ۵ھ

فی کنز العمال کتاب الغزوات ص۲۷۹ ج۵

عن زید بن اسلم قال قال رجل لحذیفۃ (ابن الیمان) اشکوا الی اللہ صحبتکم رسول اللہؐ فانکم ادرکتموہ ولم ندرکہ ورأیتموہ ولم نرہ قال حذیفۃ نحن نشکو الی اللہ ایمانکم بہ ولم تروہ واللہ ما ادری لو انک ادرکتہ کیف کنت تکون لقد رأیتنا مع رسول اللہؐ لیلۃ الخندق لیلۃ باردۃ مطیرۃ اذ قال رسول اللہؐ ھل من رجل یذھب فیعلم لنا علم القوم جعلہ اللہ رفیق ابراھیمؑ یوم القیامۃ۔ (وکذا فی روضۃ الاحباب ج۲ ص۳۲۱) فما قام منا احد ثم قال ھل من رجل یذھب فیعلم لنا علم القوم یدخلہ اللہ فی

اور حضرت علیؑ اسکے پیچھے کسی نشیب میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک دیکھا کہ تلوار برہنہ ہاتھ میں لئے ہوئے ہمراہی دو کس باہر آگیا تو حضرت علیؑ نے اسپر حملہ کیا اور اُس بدبخت کا سر بدن سے جدا کر کے آنحضرت صلعم کے آگے لا رکھا۔ اسی طرح معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۱۳۴ میں ہے۔

غزوہ بنی المصطلق

مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۲۱۲ و معارج النبوۃ رکن ۴ ص۱۴۱ میں ہے۔ عَلَم مہاجرین کا حضرت علیؑ کو دیا۔

غزوہ خندق ۵ھ

کنز العمال کتاب الغزواۃ جلد ۵ ص۲۷۹ میں زید بن اسلمؓ سے مروی ہے ایک آدمی نے حذیفہ کو کہا میں اللہ کی طرف شکایت[1] کرتا ہوں کہ تمہیں صحبت رسول اللہؐ کی حاصل ہوئی اور تم نے حضرتؐ کو دیکھا اور ہم نے نہ دیکھا اور تم نے زیارت کی اور ہم نے نہ کی حذیفہ نے کہا۔ ہم اللہ کی طرف شکایت تمہارے ایمان لانے کی نسبت کرتے ہیں۔ حالانکہ تم نے اس کو نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا۔ اگر تو حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو کس طرح ہوتا۔ ہم لوگوں کو رسول اللہؐ کے ساتھ خندق کی جنگ کی رات دیکھتا جو بارش جاری اور نہایت سردی تھی۔ جب رسول اللہؐ نے فرمایا کیا کوئی آدمی ہے کہ جا کر ہمارے لئے مخالف قوم کی خبر لادے۔ قیامت کے دن اُس کو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ کا رفیق بنائیگا مگر ہم میں سے کوئی کھڑا نہوا۔ پھر فرمایا۔ کیا کوئی آدمی ہے جو ہم کو قوم دشمن کی خبر لادے تو اللہ تعالیٰ اسکو قیامت کے دن بہشت میں داخل

[1] شکایت اس طرح اگر تم اس سے زیادہ فیوض حاصل کر کے مدارج علیا پر پہونچتے مگر تم نے کچھ بھی نہیں کر دکھایا یا تم کو بڑی غنیمت حاصل ہوئی جو ہم کو نہوئی۔ تو حذیفہ نے کہا ہم تمہارے ایمان کو دیکھکر شکایت کرتے ہیں کہ تم نے نہ دیکھا اور ایمان لائے یہ بڑا کام ہے۔ اگر حضرتؐ کو دیکھ پاتے تو معلوم نہیں تجربہ میں تمہارا ایمان کیسا نکلتا دیکھو ہم صحابہ حاضرین کا قصہ سناتے ہیں کہ کس طرح حاضری میں تعمیل حکم سے کوتاہی کرتے اور جان بچاتے ہیں۔ چنانچہ قصہ متن میں درج ہے ۱۲ مترجم۔

فو اللہ ما قام منا احد ثم قال هل
من رجل یذهب فیعلم لنا علم القوم
جعله اللہ رفیقی فی الجنة۔ (کذا فی تاریخ
الطبری جلد ۳ ص۲۵ و المعلم ترجمہ صحیح مسلم
ج ۵ ص۱۹۱۶) فما قام منا احد فقال ابوبکر
یارسول اللہ ص ابعث حذیفه۔ الخ رواہ
ابن داؤد و ابن عساکر و ھکذا فی المواهب اللدنية
مع شرحه للزرقانی طبع مصر ج ۲ ص۱۱۸
و فی الدر المنثور ج ۵ ص۱۸۵ عن ابراهیم التیمی
عن ابیه قال رسول اللہ ص لیلة الخندق
الا رجل یذهب الی هؤلاء القوم فیأتینا
بخبرهم جعله اللہ معی یوم القیامة قال
فما قام منا انسان قال ثم عاد فسکتوا ثم
قال یا ابابکر فقال استغفر اللہ رسوله
ثم قال ان شئت ذهبت یا عمر فقال
استغفر اللہ رسوله ثم قال یا حذیفة
فقلت لبیك فقمت حتی اتیته وان جنبیَّ
لیضربان من البرد فمسح رأسی ووجهی
ثم قال ائت هؤلاء القوم حتی تاتینا
بخبر۔ الخ۔
و فی مدارج النبوۃ ج ۲ ص۲۳۳ و روضۃ الاحباب
ج ۱ ص۲۱۹ القصه محاربه و مقاتله میان دو
لشکر واقع شد خصوصًا از علی مرتضیٰ درین
غزا مبارزہا و مقاتلہا واقع شد از حد
قیاس و عقل بیرون چنانچه در اخبار وارد
شده است لمبارزة علی ع یوم الخندق
افضل من اعمال امتی الی یوم القیامة
وآنحضرت ص دعا کرد در حق علی ع و شمشیر خود را
که ذوالفقار نام داشت بوی عطا نمود۔
و فی شرح المقاصد للتفتازانی ج ۳ ص۳۰۱

اللہ کی قسم ہم میں سے کوئی نہ اُٹھا۔ پھر فرمایا کیا کوئی آدمی ہے
جو جائے اور ہمارے لئے قوم کی خبر لادے۔ اللہ تعالیٰ اُس کو
بہشت میں میرا رفیق بنائیگا۔ پس ہم میں سے کوئی کھڑا نہوا۔ حضرت
ابوبکر نے عرض کی یارسول اللہ ص حذیفہ کو بھیجدیجئے۔ الخ اسکو
ابن ابو داؤد و ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ ایسا ہی مواہب
لدنیہ جلد ۲ ص۱۱۸ میں ہے۔
اور درمنثور جلد ۵ ص۱۸۵ میں ابراہیم تیمی سے اُس نے اپنے باپ
سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ص نے خندق کی رات میں
فرمایا۔ کیا کوئی ایسا آدمی ہے جو اس قوم کی طرف جائے اور
ہم کو اُن کی خبر لادے اللہ تعالیٰ اسکو میرے ساتھ قیامت
میں رکھیگا۔ راوی کہتا ہے۔ ہم میں سے کوئی آدمی نہ کھڑا ہوا
پھر جناب نے دوبارہ فرمایا تو سب حاضرین خاموش ہوگئے
پھر فرمایا اے ابوبکر تو جا کر خبر لا۔ ابوبکر نے کہا استغفر اللہ رسولہ
یعنے اللہ اور رسول سے معافی چاہتا ہوں۔ پھر فرمایا اے عمر
اگر چاہتا ہے تو تو جا۔ عمر صاحب نے کہا استغفر اللہ رسولہ۔ پھر
فرمایا اے حذیفہ میںنے عرض کی یارسول اللہ حاضر ہوں اور
میں اٹھا اور حضرت کے قریب آگیا اور میرے اعضا سردی سے
کانپ رہے تھے۔ پس رسول اللہ نے میرے سر اور منہ پر ہاتھ
مبارک پھیرا اور فرمایا تو اس قوم کی طرف جا تاکہ تو ہم کو ان کی
خبر لادے۔
مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۲۳۳ و روضۃ الاحباب جلد ۱ ص۲۱۹
میں ہے۔ القصہ جنگ و قتال مابین دونوں لشکروں کے
واقع ہوا۔ خصوصًا علی مرتضیٰ سے اس جنگ میں جو مقابلہ اور
مقاتلہ واقع ہوا ہے وہ حد قیاس و عقل سے باہر ہے چنانچہ
احادیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرت علی ع کا جنگ جو خندق
کے دن ہوا ہے، میری امت کے جملہ اعمال سے جو قیامت تک ہوں
افضل ہے۔ اور آنحضرت نے حضرت علی ع کے حق میں دعا
فرمائی تھی۔ اور اپنی تلوار جس کا نام ذوالفقار تھا حضرت علی ع
کو عطا فرمائی تھی۔
اور شرح مقاصد تفتازانی ج ۳ ص۳۰۱ میں ہے۔

ومبارزۃ علیؑ عمرو بن عبد ود افضل من عمل امتی الی یوم القیامۃ وقال الضربۃ علیؑ خیر من عبادۃ الثقلین۔

وفی الخصائص للسیوطی ص۲۳۱ ج۱۔ اخرج ابن سعد من طریق الواقدی عن شیوخہ ان عمرو بن عبد ود جعل یدعو الیوم الخندق ھل من مبارز فقال علی بن ابی طالب انا ابارزہ فاعطاہ رسول اللہؐ سیفہ وعممہ وقال اللھم اعنہ علیہ ثم برز لہ ودنا احدھما من صاحبہ وثارت بینھما غبرۃ وضربہ علیؑ فقتلہ وولی اصحابہ ھاربین۔

اقول وبہ استمد واستعین حصحص الحق ان الشیخین لم یذھبا فی ھذا المبارزۃ الی استخبار القوم مع انہ علیہ السلام حضھم ووعدھم برفق ابراھیمؑ ودخول الجنۃ ومصاحبۃ ذاتہ الشریف بل قالا فی الجواب استغفر اللہ رسولہ وھو فی ھذا المقام یفید معنی الاستعفاء عن التعمیل وان علیاؑ قد بارز حق المبارزۃ واعطاہ النبیؐ سیفہ وعممہ و دعا لہ وجعل ضربتہ افضل من اعمال امتہ الی یوم القیامۃ فیا ایھا المنصفون اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔

حضرت علیؑ کا جنگ عمرو بن عبد ود سے میری امت کے تمام اعمال سے جو قیامت تک کرینگے افضل ہے، اور فرمایا علیؑ کی ضربت جن وانسان کی عبادت سے افضل ہے۔

اور خصائص سیوطی جلد ۱ ص۲۳۱ میں ابن سعد واقدی کے طریق سے اور وہ اپنے شیوخ سے روایت کرتا ہے کہ عمرو بن عبد ود خندق کے دن پکار رہا تھا کہ کوئی جنگ کرنے والا ہے! علی بن ابی طالب نے فرمایا۔ میں اس سے جنگ کرونگا۔ تب رسول اللہ نے علیؑ کو اپنی تلوار دی اور عمامہ بندھوایا اور فرمایا۔ خدایا اُس کو دشمن پر غالب فرما۔ پھر حضرت علیؑ دشمن کے قریب ہوئے اور دونوں کے درمیان غبار اُڑا اور حضرت علیؑ نے اسکو ضرب لگاکر قتل کر دیا۔ اور عمرو کے باقی مددگار مفرور ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں اور اللہ کے ساتھ مدد اور اعانت لیتا ہوں۔ حق ظاہر ہو گیا[1] کہ بہ تحقیق شیخین اس جنگ میں صرف قوم کی خبر لینے کے واسطے بھی نہ گئے باوجود اس کے کہ نبیؐ نے حاضرین کو رفاقت ابراہیمؑ و دخول جنت و مصاحبت ذات بابرکات خود کا بھی وعدہ فرمایا بلکہ ہر دو حضرات نے جواب میں استغفر اللہ کہا جو اسجگہ استعفاء کا معنے دیتا ہے یعنے تعمیل حکم سے معافی لینے کا عذر کیا۔ اور حضرت علیؑ نے کما حقہ جنگ کی۔ اور نبی علیہ السلام نے اپنی تلوار بھی اُن کو دی اور دستار بھی پہنائی اور دعا بھی فرمائی اور اُن کی ضرب کو اعمال امت سے جو قیامت تک ہوں افضل فرمایا پس اے اہل انصاف عدل کرو جو عدل پرہیزگاری کے لئے بہت قریب ذریعہ ہے۔

[1] غرضیکہ شیخین اور دیگر اکثر صحابہ آزمائش میں پورے نہ اُترے۔ دیکھو آیت اتبعوا ما اسخط اللہ وکرھوا رضوانہ فاحبط اعمالھم اور فرمایا ولنبلونکم حتی نعلم المجاھدین منکم۔ الآیۃ۔ اور فرمایا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم یعنی کفار کے اعمال سے ہے جو ایسے کام کرتے ہیں جن سے خدا کو ناراض کرتے ہیں۔ اور رضا الٰہی کی پرواہ نہیں کرتے۔ گویا اس کو مکروہ جانتے ہیں۔ اسلئے اُن کے زعمی اعمال کو جو مفید جانتے ہیں اللہ تعالیٰ حبط کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم تم لوگوں کی آزمائش لینگے کہ تم سے کون کون جنگ کی تکالیف پر صبر کرتا ہے اور اپنے اخبار ایمان و اعانت اسلام و محبت و اطاعت رسولؐ میں سچا نکلتا ہے۔ پھر فرمایا اے دعویدار ایمان کے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرو ورنہ تمہارے کئے ہوئے اعمال باطل ہوں گے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار وما علینا الا البلاغ ۱۲ مترجم۔

تذنیب

علیہ توکلت والیہ انیب ولی فی ھذا المقام کلام وھوان علیا افضل من سائر الانبیاء والرسل والملائکۃ المقربین وسائر خلق اللہ تعالیٰ دون محمد صلے اللہ علیہ وآلہ لوجوہ۔ منھا ان علیاً نفس محمد کما فی آیۃ المباھلۃ وان محمداً افضل من الکل فصار علیؑ افضل من الکل۔ ومنھا ان الانبیاء واممھم کلھم من امتہ من زمن آدم الی یوم القیامۃ لما قال اللہ لتؤمنن بہ ولتنصرنہ ولقولہ علیہ السلام کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد وفی روایۃ بین الماء والطین ولقولہ علیہ السلام بعثت الی الناس کافۃ ولما رای آدم اسمہ الشریف مکتوبا علے العرش محمد رسول اللہ کما اخرج ابن عدی وابن عساکر عن انس مرفوعًا لما عرج بی رأیت علی ساق العرش مکتوبًا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی رواہ السیوطی فی الخصائص الکبریٰ جلد اول صک

وفیہ اخرج ابن عساکر عن جابر مرفوعًا مکتوبا علی باب الجنۃ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ واخرج ابن عساکر من طریق ابی الزبیر عن جابر قال بین کتفی آدم مکتوب محمد رسول اللہ خاتم النبیین۔ انتھی۔ ولقولہ علیہ السلام آدم ومن دونہ تحت لوائی یوم القیامۃ

تذنیب

خدا پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں میرے لئے اس مقام میں ایک کلام ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ تمام انبیاء اور مقرب فرشتوں اور باقی خلق اللہ سے بجز محمد رسول اللہ کے افضل ہیں۔ اور اسکی چند وجوہ ہیں۔ ایک یہ ہے کہ حضرت علیؑ حضرت نبی ص کے نفس ہیں، جیساکہ آیت مباہلہ سے ثابت ہے اور تحقیق نبی علیہ السلام کل انبیاء سے افضل ہیں۔ پس علیؑ بھی کل سے افضل ہوئے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ تمام پیغمبر اور اُن کی امتیں ہمارے نبی ص کی امت ہیں، آدمؑ کے زمانہ سے قیامت تک جیساکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ تمام پیغمبر اوس کے ساتھ ایمان لاؤ اور اُس کی امداد کرو، اور بموجب فرمان نبوی کے کہ میں پیغمبر تھا اور آدم روح اور جسد کے درمیان تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آدمؑ کیچڑ میں تھے۔ اور بموجب فرمان نبوی علیہ السلام میں تمام مخلوقات کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اور اسلئے کہ آدم علیہ السلام نے اسم مبارک آپکا عرش پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا تھا۔ جیساکہ ابن عدی وابن عساکر نے انس سے مرفوعًا روایت کی ہے۔ جب میں معراج پر گیا عرش کی پنڈلی پر لکھا ہوا دیکھا محمد رسول اللہؐ اور علیؑ کے ساتھ میں اُس کی تائید کرونگا۔ اسکو سیوطی نے خصائص کبرےٰ جلد اوّل صک پر روایت کیا ہے۔

اور اسی خصائص کبریٰ میں ہے کہ ابن عساکر نے جابر سے روایت کی ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ عرش کے دروازہ پر لکھا ہوا تھا۔

ابن عساکر نے ابی الزبیر کے طریق سے جابر سے بیان کیا ہے آدمؑ کے کاندھوں کے درمیان محمد رسول اللہ خاتم النبیین لکھا ہوا تھا۔ انتہےٰ

اور بموجب فرمان نبوی کے آدم وغیرہ قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے

ولقوله علیه السلام لوکان موسیٰ
حیا ما وسعه الا اتباعی رواه احمد والبیهقی و بمعناه الدارمی
ولقوله علیه السلام انا سید ولد ادم
وانا اکرم ولد ادم - وفی روایة انا
سید الناس یوم القیامة ولما اشتهر
انه علیه السلام قال قال الله تعالیٰ
لولاك لما خلقت الافلاك -
ومنها انه علیه السلام قال یوم الخندق
لضربة علیؑ خیر من عبادة الثقلین
والظاهر ان الثقلین یطلق علی الجن و
الانس سواء کان نبیا او غیره ولقوله
علیه السلام لمبارزة علیؑ یوم الخندق
افضل من اعمال امتی الیٰ یوم القیامة
فان من کان من امته علیه السلام نبیا
کان او غیره فعمله دون عمل علیؑ
لا سیما ضربة واحدة علیؑ یوم الخندق
ومن البین ان اعماله من صغره الیٰ
یوم وفاته من الصلوٰة والزکوٰة والحج
والصدقات والغزوات وغیرها
مما لا تعد ولا تحصیٰ وکلها واجب الجزاء
لان الله سبحانه قال انا لا نضیع اجر
من احسن عملا - ولقوله علیه السلام
لحمك لحمی رواه العقیلی -
ولقوله علیه السلام من سب علیا
فقد سبنی رواه احمد ولقوله علیه السلام خلقت
انا وعلیؑ من نور واحد - وله مجلد من عبقات
ومنها حدیث التشبیه من اراد ان ینظر
الیٰ ادم فی علمه والیٰ نوح فی زهده
والیٰ ابراهیم فی خلته (الیٰ ان قال)
فلینظر الیٰ علی ابن ابیطالب ولهذا الحدیث

اور بموجب فرمان نبوی کے، کہ اگر حضرت موسیٰؑ زندہ ہوتے
تو میری پیروی اسپر واجب ہوتی۔ احمد اور بیہقی اور دارمی نے
بالمعنیٰ روایت کیا ہے۔ اور بموجب فرمان نبویؐ میں اولاد
آدمؑ کا سردار ہوں اور میں اولاد آدم سے زیادہ عزت دار
ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن میں لوگوں
کا سردار ہونگا۔ اور اسلئے کہ مشہور ہے کہ نبی علیہ السلام نے
فرمایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے محمد اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو
افلاک کو پیدا نہ کرتا۔ تیسری وجہ یہ ہے۔ کہ نبیؐ نے فرمایا
ہے خندق کے دن علیؑ کی ایک ضرب ثقلین کی عبادت سے
بہتر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ثقلین کا لفظ جن وانسان پر بولا جاتا
ہے خواہ وہ نبی ہو یا نہو۔ اور بموجب فرمان نبویؐ حضرت علیؑ
کی جنگ خندق کے دن میری امت کے اعمال سے جو قیامت تک
کرے افضل ہے۔ پس جو شخص کہ حضرت نبیؐ کی امت سے
ہے۔ نبی ہو یا کوئی دوسرا تو اُسکے عمل حضرت علیؑ کے عمل سے
کمتر ہوں گے۔ خاص کر کے ایک ضرب علیؑ کی خندق کے دن کی
کل اعمال کل امت سے افضل ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ
کے اعمال نماز۔ زکوٰۃ و حج و صدقات و غزوات وغیرہ لڑکپن
سے آخر دم تک جو غیر محدود ہیں کل واجب الجزا ہیں۔ اسلئے
کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے جو شخص اچھا عمل کرے
ہم اُس کا ثواب ضایع نہیں کرتے۔ اور بموجب فرمان
نبویؐ کے کہ علیؑ کا گوشت میرا گوشت ہے۔ عقیلی نے اسکو
روایت کیا ہے۔
اور بموجب فرمان نبویؐ کے کہ جو حضرت علیؑ کو گالی دے
اُس نے مجھے گالی دی۔ اسکو احمد نے روایت کیا ہے
اور بموجب فرمان نبویؐ کے کہ میں اور علیؑ ایک نور سے
پیدا کئے گئے ہیں۔ اور اس حدیث نور میں ایک جلد
عبقات کی ہے۔ چوتھی وجہ حدیث تشبیہ ہے۔ نبی صلعم
نے فرمایا جو چاہے کہ آدمؑ کا علم اور نوحؑ کا زہد اور ابراہیمؑ
کی دوستی دیکھے (تا اینکہ کہا) پس چاہئے کہ علی ابن ابی طالبؑ
کو دیکھے۔ اور اس حدیث کے لئے

مجلد للحامد حسین اللکنوی۔
ولقولہ علیہ السلام ان علیاً منی وانا منہ رواہ الترمذی۔
ومن المسلمات ان الانبیاء افضل من الملائکۃ۔ فثبت ما قلنا۔

فی غزوۃ بنی قریظۃ

فی مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۴۵ ومعارج النبوۃ صفحہ ۱۷۲۔ آں روز تا شب علیؑ و زبیر بقتل بنی قریظہ مشغول بودند۔
وفی معارج النبوۃ رکن رابع صفحہ ۱۷۸/۲۲۱ فتح فدک بغیر غزوہ بر ید علیؑ بود۔

فی غزوۃ خیبر

فی مدارج النبوۃ صفحہ ۳۲۲ چوں ارادہ برآں رفتہ بود کہ ایں فضل خاص فتح خیبر مزید اختصاص بجناب ولایت علی مرتضیٰ داشتہ باشد۔
فی الصواعق المحرقۃ صفحہ ۷۲ وتاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۴ واعطاہ النبی صلعم اللواء فی مواطن کثیرۃ سیما یوم خیبر واخبر صلی اللہ علیہ وآلہ ان الفتح یکون علی یدیہ کما فی الصحیحین وحمل یومئذ باب حصنہا علی ظہرہ حتی صعد المسلمون علیہ ففتحوہا وانہم جروہ بعد ذلک فلم یحملہ الا اربعون رجلا۔ وفی روایۃ انہ تترس باب الحصن عن نفسہ فلم یزل یقاتل وھو فی یدہ حتی فتح اللہ علیہ ثم القاہ فاراد ثمانیۃ ان یقلبوہ فما استطاعوا۔

میر حامد حسین صاحب لکھنوی نے ایک علیحدہ کتاب لکھی ہے۔ اور بموجب فرمان نبوی صلعم کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔
اور اہل سنت کا مسلّمہ ہے کہ انبیاء فرشتوں سے افضل ہیں بس ہمارا دعویٰ تفضیل حضرت علیؑ کا ثابت ہو گیا۔

غزوہ بنی قریظہ

مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۴۵ ومعارج النبوۃ رکن رابع صفحہ ۱۷۲ میں ہے اُس دن کو رات تک حضرت علیؑ اور زبیر قتل بنی قریظہ میں مشغول رہے۔
اور معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۱۷۸/۲۲۱ میں فدک کا بغیر جنگ کے حضرت علیؑ کے ہاتھ پر فتح ہونا لکھا ہے۔

غزوہ خیبر

مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ میں ہے۔ ارادہ الٰہی جب ایسا ہی تھا کہ خیبر کی فتح کی فضیلت بالخصوص علی علیہ السلام کو دی گئی۔
صواعق محرقہ صفحہ ۷۲ میں ہے۔ نبی صلعم نے بہت جگہ علیؑ کو جنگ کا جھنڈا دیا۔ اور خصوصاً خیبر کے دن بھی علیؑ کو جھنڈا دیا۔ اور خبر دی کہ حضرت علیؑ کے ہاتھ پر فتح ہو گی۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے۔ اور حضرت علیؑ نے قلعہ خیبر کا دروازہ اپنی پشت پر اُٹھایا اور جملہ مسلمین اُس پر چڑھ کر گذرے اور تب اُنہوں نے فتح پائی۔ اُس کے بعد جب اُنہوں نے دروازہ کو کھینچا تو چالیس اشخاص کے بغیر نہ اُٹھا سکے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی نے دروازہ خیبر کو ڈھال کی طرح اپنے واسطے ہاتھ میں رکھا اور جب تک جنگ کرتے رہے دروازہ ہاتھ میں رہا۔ تاآنکہ اللہ تعالےٰ نے اُس کے ہاتھ پر ہی فتح کر دی۔ جب حضرت علیؑ نے دروازہ پھینکدیا تو آٹھ آدمیوں نے ارادہ کیا کہ ہلا کر اُٹھائیں مگر قادر نہ ہو سکے۔ اسی طرح تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۱۱۴ میں ہے

وفی روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۲۶۳ علیؑ
رمی باب المدینۃ خیبر ثمانین شبرا
وانیا لم یتسلم از پس سر خود ہشتاد وجب
دور انداخت۔ الخ فی الخصائص للسیوطی
ج ۱ ص ۲۵۱ اخرج الشیخان عن سلمۃ بن الاکوع
قال کان علیؑ تخلف عن النبیؐ فی خیبر
وکان رمدًا فقال انا اتخلف عن رسول اللہؐ
فخرج فلحق بہ فلما کان مساء اللیلۃ التی
فتح اللہ فی صباحہا قال رسول اللہ لاعطین
الرایۃ غدًا رجلاً یحبہ اللہ ورسولہ
یفتح اللہ علیہ فاذا نحن بعلیؑ وما نرجوہ
فقالوا ہذا علیؑ فاعطاہ الرایۃ ففتح اللہ
علیہ وفی مسلم فبصق فی عینیہ فبرأ
وفی معارج النبوۃ ص ۲۱۳ لاعطین
الرایۃ غدًا رجلاً کرارًا غیر فرار
یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ و
رسولہ یفتح اللہ علی یدیہ۔ وکذا
فی الاستیعاب علی الاصابۃ ج ۳
ص ۳۶ بلفظ رجلاً یحب اللہ و
رسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ لیس
بفرار لیفتح اللہ علی یدیہ وکذا فی
روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۲۶۲ بزیادۃ کرار
غیر فرار وکذا فی مسند احمد ج ۱ ص ۹۹ طبع مصر
وفی روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۲۶۲ ابوبکر و عمر یک
یا دو دو روز در خیبر رفتند و بے فتح واپس آمدند
وفی روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۲۶۲ وبعدہ پیغمبرؐ
زرہ خود را در وی (علیؑ) پوشانید و ذوالفقار
بر میانش بست و عَلَم بدست او داد و روان
گردانید۔ فی الصحیح البخاری جلد ۲ ص ۹۶ لاعطین
الرایۃ رجلاً یفتح علی یدیہ فقاموا

اور روضۃ الاحباب جلد اول ص ۲۶۳ میں ہے۔ حضرت علیؑ نے
خیبر کا دروازہ اپنے سر کے پیچھے اسّی بالشت دور پھینکدیا۔
خصائص سیوطی جلد ۱ ص ۲۵۱ میں ہے کہ بخاری ومسلم نے سلمہ
بن اکوع سے روایت کی ہے۔ حضرت علیؑ خیبر کے موقع پر بسبب
آنکھ دکھنے کے نبیؐ سے ہٹ رہے تھے فرمایا میں رسول اللہؐ
سے مجبور آ رہا ہوں پھر پیچھے خروج کیا۔ اور نبیؐ کے ساتھ
شامل ہو گئے۔ جب اُس رات کی شام ہوئی جس کی صبح
میں اللہ تعالےٰ نے فتح دی تو رسول اللہؐ نے فرمایا۔ میں ضرور
کل کے دن ایسی آدمی کو جھنڈا دونگا جس کو اللہ اور رسول اس کا
دوست رکھتا ہے۔ اُس کے ہاتھ پر اللہ فتح کریگا۔ پس ہم نے
اچانک حضرت علیؑ کو دیکھا حالانکہ مجھے اس کی کوئی امید
نہ تھی۔ لوگ کہنے لگے علیؑ آ گیا۔ پس نبیؐ نے جھنڈا انہی کو
عطا فرمایا۔ اور اللہ نے اُسکو فتح دیدی۔ اور صحیح مسلم
میں ہے۔ کہ نبی علیہ السلام نے اپنا آپ دہن حضرت علیؑ
کی آنکھوں میں ڈالا اور فوراً شفا ہوئی
اور معارج النبوۃ ص ۲۱۳ میں ہے۔ میں ضرور کل روز ایسے
شخص کو جھنڈا دونگا جو پھر پھر کر لڑنے والا ہے۔ بھاگنے
والا نہیں۔ اللہ اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور وہ
اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ اللہ اُس کے ہاتھوں پر فتح
کرے گا۔ اور اسیطرح استیعاب بر اصابہ جلد ۳ ص ۳۶
میں ہے جس کے الفاظ وہی ہیں۔ اور اسیطرح روضۃ الاحباب
جلد ۱ ص ۲۶۲ و مسند احمد جلد ۱ ص ۹۹ طبع مصر میں بھی ہے۔
اور روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۲۶۲ میں ہے۔ کہ ابوبکر و امیر عمر
ایک ایک یا دو دو روز خیبر میں جاکر ہزیمت کھا کر واپس
ہوئے۔
اور روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۲۶۲ میں ہے۔ اس کے بعد پیغمبر نے
اپنی زرہ حضرت علیؑ کو پہنائی اور ذوالفقار اُن کی کمر پر
باندھی اور جھنڈا اُس کے ہاتھ میں دیا اور روانہ کیا۔
اور صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۶ میں ہے۔ کل روز میں ایسے شخص
کو جھنڈا دونگا جس کے ہاتھوں پر فتح ہوگی تب لوگ کھڑے ہو

ے (یہ حاشیہ ص ۴۴۹ پر دیکھیں)

یرجون لذالک ایھم یعطی فغدوا و کلھم یرجوا ان یعطے۔
وفیہ صـ ۳۸۶ فی روایۃ کلھم یرجوا ان یعطاھا۔ فی الخصائص للنسائی صـ ۱۱
بعث ابابکر وعقد لہ الرایۃ فرجع و بعث عمر وعقد لہ لواءً فرجع بالناس فقال لاعطین الرایۃ۔ الحدیث۔

اور امید رکھتے تھے کہ جھنڈا کس کو ملتا ہے۔ پس انہوں نے ایسی حالت میں صبح کی کہ سب جھنڈا ملنے کے امیدوار تھے اور بخاری کے صـ ۳۸۶ میں ہے۔ کہ ایک روایت میں ہے کہ سب امیدوار تھے کہ جھنڈا ہمیں دیا جائیگا۔ اور خصائص نسائی صـ ۱۱ میں ہے۔ نبی علیہ السلام نے ابوبکر صاحب کو خیبر میں بھیجا اور جھنڈا دیا مگر بغیر فتح واپس آیا اور امیر عمر کو بھیجا اور جھنڈا دیا وہ بھی بمعہ لشکر خالی واپس آیا پس فرمایا میں کل روز اسکو جھنڈا دونگا۔ آخر حدیث تک۔

(حاشیہ متعلق صفحہ گذشتہ) کنز العمال جلد ۶ صـ ۳۹۴ میں بعینہ یہی مضمون بروایت ابن ابی شیبہ و احمد و ابن ماجہ و طبرانی و حاکم و بیہقی فی الدلائل و ضیا مقدسی و بزار و ابن جریر کے ہے، اور اُس نے تصحیح بھی کی ہے و صـ ۳۹۵ میں بروایت دار قطنی و خطیب برواۃ مالک و ابن عساکر عمر بن خطاب سے مرفوعاً مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ص نے جھنڈا اُس کو دونگا (تا اینکہ کہا) جبرئیل اُس کے دائیں اور میکائیل اُس کے بائیں جانب ہوگا۔ اور کنز العمال ج ۵ صفحہ ۲۸۳ میں حضرت علی ع سے مروی ہے سار رسول اللہ ص الی خیبر فلما اتاھا رسول اللہ ص بعث عمر ومعہ الناس الی مدینتھم والی قصرھم فقاتلوھم فلم یلبثوا ان ھزموا عمر واصحابہ فجاء یجبنھم ویجبنونہ فساء ذالک رسول اللہ ص فقال لابعثن علیھم رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یقاتلھم حتی یفتح اللہ لہ لیس بفرار (الی ان قال) این علی ع فقالوا ھوارمد قال ادعوہ۔ الحدیث
یعنے حضرت علی ع فرماتے ہیں کہ رسول خدا ص خیبر کی طرف تشریف لے گئے تو امیر عمر کو ایک لشکر دیکر قلعہ خیبر کی طرف جنگ کے لئے بھیجا انہوں نے جنگ کی مگر بہت تھوڑی دیر میں ہزیمت خوردہ واپس آئے۔ ایسی حالت میں کہ امیر عمر صاحب لشکر کو بزدل کرتا تھا اور وہ اُس کو بزدل کرتے تھے۔ یہ بات رسول خدا ص کو بُری معلوم ہوئی اور فرمایا کہ میں خیبر کے لوگوں پر ایسا آدمی بھیجوں گا جو خدا اور رسول خدا کو دوست رکھتا ہے اور وہ اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ وہ اُن سے جنگ کریگا یہاں تک کہ خدا اسکو فتح دیگا وہ ایسا نہیں ہے کہ جو بھاگ جائے۔ لوگ منتظر ہوئے۔ حضرت ص نے فرمایا علی ع کہاں ہے؟ کہا گیا وہ درد چشم سے بیمار ہے فرمایا اُس کو بلاؤ۔ حضرت علی ع فرماتے ہیں۔ میں آیا۔ الخ اس کو ابن ابی شیبہ اور بزار نے روایت کیا ہے اور کہنا اس کا حسن ہے۔ انتہے۔ ناظرین غور فرمائیں کہ اوصاف بیان فرمودہ نبی ص اگر امیر عمر صاحب میں ہوتے تو اس تفصیل سے فصل ممیز کے طور پر آنحضرت علیہ السلام بالخصوص حضرت علی ع کے حق میں ایسے مقابلہ و موازنہ کے موقعہ پر ظاہر نہ فرماتے۔ مگر جب امیر عمر کے فعل پر ناراض ہوکر بیان فرمایا کہ اگر اس نے ایسا کیا ہے میں کل روز اُس کو علم دونگا جو برخلاف اس کے اور اس کے پہلے کے صفات میں ہوگا۔ جو بیان فرمائیں اور علی ع کو بھیجا۔ موازنہ میں صرف یہی حدیث کافی ہے جسپر کوئی جرح نہیں۔
اور شواہد النبوۃ طبع نولکشور صـ ۸۵/۸۶ میں ہے کہ آنحضرت ص نے ناکامیابی ابی بکر و عمر کے بعد فرمایا۔ میں کل روز اسکو علم دونگا جو کرار غیر فرار ہے۔ تا اینکہ کہا۔ امیر عمر کہتے ہیں مجھے بڑا شوق تھا کہ مجھے ملے مگر علی ع کو ملا اور مجھے نہ ملا۔ ۱۲ مترجم

لہ قولہ کرار۔ بالفتح و تشدید راء اول بازگردندہ و بازگردانندہ و بہ تکرار حملہ برندہ واز یں جاست لقب حضرت علی ع زیراکہ آں حضرت در جنگ بر صف اعدا بار بار حملہ مے بردند و ہیچ اندیشہ نمے کردند از منتخب و لطائف و غیرہما۔ غیاث اللغات۔ ۱۲ مؤلف عفی اللہ عنہ۔

وفی ص۱۲ فما منا انسان لہ منزلۃ عند
رسول اللہ صلعم الا وھو یرجوا ان یکون
صاحب اللواء فدعا علیًا۔ الحدیث
وفی الخصائص فی ھذا الباب احادیث
بالفاظ مختلفۃ۔
وفی ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص۱۶۳ وکنز العمال
جلد ۵ ص۲۸۳ عن سلمۃ بنت الاکوع قال
بعث رسول اللہ ابا بکر الی بعض حصون
خیبر فقاتل وجھد ولم یکن فتح۔
اخرجہ الحاکم ورواہ ابن جریر۔

فی غزوۃ حنین

فی مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۴۰۸ ومعارج النبوۃ
رکن ۴ ص۲۶۳ وتاریخ الخمیس جلد ۲ ص۱۰۲
وحبیب السیر جلد ۱ ص ۳۰/۶۵ از دلاوران کہ
دراں روز ثبات قدم ورزیدند علی بود و
عباس۔ وفی معارج النبوۃ رکن ۴ ص۲۶۴
اصحاب کرام در محاربۂ آں کافر (ابوجرول
شجاع) متکبر توقف می نمودند کہ ناگاہ شیر
بیشہ ہیجا (جنگ) امیر المومنین علیؑ متوجہ
او شد و بہ زخم تیغ ابدار دمار ازاں خاکسار
برآورد۔ وفی کنز العمال ج۵ ص۳۰۶ بروایت
انس لما کان یوم حنین کان اشد الناس
قتالا بین یدیہ علی ابن ابی طالب رواہ
العسکری فی الامثال۔ وفی الصحیح المسلم
ج۲ ص۱۰۱ عن سلمۃ بن الاکوع قال غزونا مع
رسول اللہ حنینًا فولی صحابۃ رسول اللہ
الحدیث۔ وفیہ عن ابن عباس قال شہدت مع رسول

آور خصائص نسائی کے ص۱۲ میں ہے راوی کہتا ہے پس ہم میں
سے کوئی انسان نہیں تھا جس کی رسول اللہ صلعم کے پاس کچھ قدر
تھی مگر وہ امید کرتا تھا کہ صاحب علم ہوگا حتیٰ کہ رسول اللہ صلعم
نے حضرت علیؑ کو بلایا۔ اور خصائص کے اس باب میں بالفاظ
مختلفہ بہت احادیث ہیں۔
آور ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص۱۶۳ میں سلمہ بن اکوع سے مروی ہے
کہ رسول اللہ نے ابوبکر کو بعض قلعہ خیبر کی طرف بھیجا اور انہوں نے
قتال و کوشش کی مگر فتح نہوئی۔ اسکو حاکم و ابن جریر نے
روایت کیا۔ اسی طرح کنز العمال جلد ۵ ص۲۸۳ میں ہے۔

غزوہ حنین

مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۴۰۸ ومعارج النبوۃ رکن ۴ ص۲۶۱ وتاریخ
الخمیس جلد ۲ ص۱۰۲ وحبیب السیر جلد ۱ ص ۳۰/۶۵ میں ہے۔
کہ بہادروں سے جو اس دن ثابت قدم رہے حضرت علیؑ
و عباسؓ تھے[1]۔
اور معارج النبوۃ رکن ۴ ص۲۶۴ میں ہے۔ اصحاب کرام نے ابوجرول
شجاع متکبر کافر کے جنگ میں توقف کیا کہ اچانک شیر جنگ
امیر المومنین حضرت علیؑ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور تلوار
ابدار کے زخم سے اس کمینہ کا دماغ نکال دیا۔
کنز العمال جلد ۵ ص۳۰۶ میں بروایت انس مروی ہے۔ کہ جب حنین
کا دن تھا تو حضرت علیؑ حضرت نبی صلعم کے آگے جنگ کرنے میں
سب لوگوں سے سخت تھے۔ اسکو عسکری نے امثال میں
روایت کیا ہے۔ آور صحیح مسلم جلد ۲ ص۱۰۱ میں سلمہ بن اکوع
سے مروی ہے۔ ہمنے ہمراہی رسول خدا صلعم حنین میں جنگ
کی پس صحابہ رسول اللہ صلعم کے پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے
آخر حدیث تک۔ آور اسی میں ابن عباس سے مروی ہے
میں رسول اللہ کے ساتھ حنین کے دن حاضر تھا

حنین
اللہ علیہ

[1] کذا فی روضۃ الصفا جلد ۲ ص۱۵۸ و ص۱۷۸ ولتفسیر حسینی پارہ سورہ توبہ وروضۃ الاحباب جلد ۱ ص۳۰۹ ومعارج النبوۃ رکن ۴ ص۲۶۳ کہ سوا چار کس کے پیغمبر کے ساتھ کوئی باقی نہ رہا۔ حضرت علیؑ و عباس و ابوسفیان بن حارث وعبد اللہ بن مسعود اور نبی علیہ السلام نے عباس کو حکم دیا میرے اصحاب کو اس آواز سے پکار یا معشر الانصار یا اصحاب السمرۃ یا اصحاب سورۃ البقرۃ اور استیعاب بر اصابہ جلد ۳ ص۹۶ طبع مصر میں سات آدمیوں کا باقی رہنا شمار کیا ہے مگر تاہم اصحاب ثلاثہ ان میں نہیں لکھے۔ ایک روایت میں حضرت عمر کا نام لکھا مگر آخر میں مشکور کر دیا۔ اور علیؑ

[2] عبارت معارج النبوۃ کے زاد المعاد ابن قیم ج۱ ص۲۵۵

فلما التقی المسلمون والکفار ولی المسلمون مدبرین فطفق رسول اللہ ص یرکض بغلتہ قبل الکفار وانا آخذ بلجام بغلۃ رسول اللہ ص اکفہا ارادۃ ان لا تسرع وابو سفیان بن الحارث آخذ برکاب رسول اللہ ص فقال رسول اللہ ص اے عباس نادا اصحاب السمرۃ (ھی الشجرۃ التی بایعوا النبی ص تحتہا یوم الحدیبیۃ) فقال عباس وکان رجلا صیّتاً فقلت باعلی صوت این اصحاب السمرۃ۔ الحدیث ھکذا فی روضۃ الصفاء ج ۲ ص ۱۷۹ وتاریخ الطبری ج ۳ ص ۱۲۸۔

اقول قد اوّل صاحب المرقاۃ ھٰھنا تاویلاً لا یعبأ بہ فانہ قال مدبرین لکن مقبلین الی رسول اللہ یا للعجب انہم ان کانوا مقبلین الیہ علیہ السلام فلم نادا ھم عباس بامرہ علیہ السلام فلم یریا ھم۔ ھذا۔

جب مسلمانوں اور کافروں کا مقابلہ ہوا تو مسلمین پیٹھ پھیر کر واپس ہو گئے اور رسول علیہ السلام اپنے خچر کو زور سے کفار کی طرف چلاتے تھے اور میں خچر رسول اللہ ص کی لگام پکڑے ہوئے تھا اور اُسے تھام رہا تھا تاکہ وہ تیزی نہ کرے اور ابو سفیان بن حارث رسول اللہ ص کے رکاب کو پکڑے ہوئے تھا۔ پس رسول اللہ ص نے فرمایا اے عباس اصحاب سمرہ کو بلاؤ (یعنے اُن اصحاب کو جنہوں نے بیری کے درخت کے نیچے بیعت کی تھی کہ لڑ مرینگے اور فرار نہ کرینگے۔ انہیں یاد دلاؤ کہ اب وہ وعدہ کہاں گیا۔ یہ بیعت حدیبیہ کے موقع پر ہوئی تھی) عباس نے کہا اور وہ مرد بلند آواز تھا۔ کہ میں نے بلند آواز سے پکارا۔ اے اصحاب سمرہ تم کہاں گئے ہو۔ اسی طرح روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۱۷۹ وتاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۲۸ میں ہے۔

میں کہتا ہوں (قول مؤلف) تحقیق صاحب مرقاۃ نے اس جگہ ایسی تاویل کی ہے جو قابل اعتبار نہیں اُسنے کہا ہے مراد مدبرین سے یہ ہے کہ رسول اللہ ص کی طرف متوجہ ہو کر آرہے تھے۔ بڑا تعجب ہے۔ کہ اگر صحابہ آنحضرت کی طرف متوجہ تھے تو عباس نے بامر نبی ص اُن کو کیوں بلایا تھا۔ کیا حضرت صلعم و عباس دونوں نے اُن کو نہیں دیکھا تھا۔ پھر درخت کی بیعت یاد دلانے کا اور بلند آواز سے پکارنے کا کیا مطلب تھا۔ توجہ سے اسپر غور کرو۔

فی غزوۃ الطائف

خلاصۃ ما فی معارج النبوۃ ص ۲۶۸۔ انگاہ امیر المومنین علی ع باآں مخالف درمیدان درآمد وامیر آنرا کردند وہم بتخانہ راشکست وفتح یافت و اعتراض کرد عمر بر مناجات حضرت علیہ السلام باعلی وقال النبی ص ما ناجیتہ ولکن اللہ انتجاہ۔

فی الخصائص للسیوطی جلد ۱ ص ۲۷۲ اخرج ابن سعد عن الحسن

غزوہ طائف

معارج النبوۃ رکن ۴ ص ۲۶۸ کا خلاصہ یہ ہے۔ اُس وقت امیر المؤمنین علی علیہ السلام اُس مخالف کے مقابلہ پر میدان میں آئے۔ اور علیؑ کو سپاہ سالار و امیر لشکر بنایا گیا تھا بتخانہ کو بھی اُس نے توڑا اور فتح پائی۔ امیر عمر نے حضرت نبی صلعم پر اعتراض کیا کہ علیؑ سے سرگوشی کرتے ہو۔ نبی صلعم نے فرمایا میں نے علیؑ کے ساتھ اپنی طرف سے سرگوشی اور خفیہ گفتگو نہیں کی بلکہ اللہ تعالےٰ نے علیؑ سے سرگوشی فرمائی ہے۔ یعنی مینے بحکم الٰہی اس طرح کیا ہے۔

خصائص سیوطی جلد ۱ ص ۲۷۲ میں ہے۔ ابن سعد نے حسن سے روایت کی

قال حاصر رسول اللہ اھل الطائف فقال عمر یا نبی اللہ ادع علی ثقیف قال ان اللہ لم یاذن لی فی ثقیف قال فکیف نقاتل فی قوم لم یاذن اللہ فیھم فارتحلوا الحدیث۔ فثبت من ھذا الحدیث انہ علیہ السلام لم یقاتل فی الطائف وارتحل بدون القتال وحصل الفتح بلا محاربۃ۔

رسول علیہ السلام نے اہل طائف کو محصور کر لیا تو امیر عمر نے کہا اے رسول اللہ ص ثقیف پر دعا کرو فرمایا تحقیق اللہ تعالے نے ثقیف کے حق مجھے رخصت نہیں دی ریز فرمایا ہم کس طرح اس قوم میں جنگ کریں جنکیلئے اللہ تعالے نے اذن نہیں دیا پس کوچ کر گئے۔ الحدیث۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ طائف میں نبی علیہ السلام نے جنگ نہیں کی اور قتال کے بغیر کوچ کیا اور جنگ کے بغیر فتح حاصل کرکے واپس ہوئے۔

فصل

فی بیان فرار الخلفاء الثلاثۃ فی المغازی

ایھا الاخوان الاخبار تنادی باعلی صوت علی ان علیا لم یفر فی غزوۃ قط بل ثبت واستقر وحارب الکفار وقتلھم وخذلھم وفتح اللہ علی یدیہ ما لم یفتح علی ید احد واما سائر الخلفاء فقد فر بعضھم فی غزوۃ وبعضھم فی غزوۃ اخری کما ستری انشاء اللہ۔

فی ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۱۶۹ اخرج البخاری من حدیث ابن عمر اما فرارہ (ای فرار عثمان) من احد فانا اشھد ان اللہ قد عفی عنہ۔

وفی ص ۱۶۸ اخرج البخاری فی قصۃ حمراء الاسد[2] قالت عائشۃ فانتدب منھم (ای بادروا الی الاجابۃ) سبعون رجلا فیھم ابوبکر وزبیر۔ وکذا فی تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۳۱۹۔

وفی تاریخ الخلفاء وتفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۳۰۱ وازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۱۳ عن عائشۃ قالت قال ابوبکر الصدیق لما جال الناس عن رسول اللہ ص یوم احد کنت اول من فاء فبصرت بہ من بعید الحدیث اخرجہ الحاکم۔

فصل

خلفاء ثلاثہ کا مغازی میں فرار

اے برادران اہل ایمان اخبار تو اربخی بلند آواز سے پکار رہی ہیں کہ حضرت علی ع کسی جنگ میں ہرگز مفرور نہیں ہوئے بلکہ ثابت قدم اور جمے رہے اور کفار سے لڑتے رہے اور کفار کو قتل اور خوار کیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت علی ع کے ہاتھوں پر فتح کی۔ جو کسی کے ہاتھ پر فتح نہوئی تھی۔ اور باقی خلفاء کوئی کسی جنگ میں کوئی کسی جنگ میں بھاگ گئے جیسا کہ انشاء اللہ تجھے معلوم ہوگا۔

ازالۃ الخفاء جلد اول ص ۱۶۹ میں ہے۔ بخاری نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ احد میں امیر عثمان کا فرار ہوا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔

اور ص ۱۶۸ میں ہے کہ بخاری نے قصہ حمراء اسد میں بی بی عائشہ سے روایت کی ہے کہ جنگ احد میں جنہوں نے واپس لوٹنے میں سبقت کی وہ ستر آدمی تھے ان میں حضرت ابوبکر و زبیر بھی تھے اسی طرح تفسیر ابن کثیر جلد ۵ ص ۳۱۹ میں ہے۔

اور تاریخ الخلفاء و تفسیر ابن کثیر جلد ۵ ص ۳۰۱ و ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص ۱۳ میں بی بی عائشہ سے مروی ہے کہ ابوبکر صدیق نے کہا جب لوگ رسول اللہ ص سے احد کے دن متفرق ہوئے ان میں سے میں پہلے واپس ہوا تھا۔ اور میں نے نبی ص کو دیکھ لیا۔ الحدیث۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔

---

[1] غرضیکہ تمام غزوات میں سے حنین کی جنگ آخر میں ہوئی اس میں بھی صحابہ کا فرار قرآن و اخبار میں ثابت ہے گویا سارے غزوات میں بھاگتے رہے اور حنین کے بعد جنگ کی ضرورت نہیں پڑی ۱۲ مترجم [2] بہر وجہ ابوبکر صاحب کا فرار ثابت ہے۔ اگرچہ واپسی میں پہلے تھے ۱۲ مترجم [3] قولہ تعالیٰ ومن یولھم یومئذ الآیۃ یعنے سوائے جنگی چال کے جو جنگ سے پیٹھ پھیرے وہ مورد غضب الہی ہے اور اس کا مقام جہنم اور بری جگہ ہے۔ اور روض الانف شرح سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۱۲۹ میں ہے جنگ سے

[4] فرار کرنا جمہور کے نزدیک حبیب امام حاضر ہو کبیرہ گناہوں سے ہے۔ اگر امام کی طرف نہ لوٹیں بلکہ اور کسی طرف جائیں یہ فرار آور متحیز الی فئۃ کے مخالف ہے۔ اور ابوبکر صاحب اگرچہ جلد واپس ہوئے جس کا وہ مدعی فخر کرتے ہیں مگر یہ بھی زبانی فرار ثابت کرتے ہیں۔ ۱۲ مترجم۔

فی البخاری صہ ۲۴ وزاد المعاد لابن القیم وتاریخ الخمیس وفی کنز العمال ج ۵ صہ ۲۷۴ مسند الصدیق عن عائشۃ قالت کان ابوبکر اذا ذکر یوم احد فبکی ثم قال ذاک کلہ کان یوم طلحۃ۔ ثم انشأ یحدث قال کنت اول من فاء یوم احد۔ الخ رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن سعد وابن سنی والشاشی والبزار وابن حبان والدار قطنی فی الافراد وابونعیم فی المعرفۃ وابن عساکر والضیاء

اور بخاری صہ ۲۴ اور زاد المعاد مولفہ ابن قیم وتاریخ الخمیس میں بھی اسی طرح ہے۔ اور کنز العمال ج ۵ صہ ۲۷۴ مسند صدیق میں بی بی عائشہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر جب احد کا دن یاد کرتا تھا تو روتا تھا۔ پھر کہتا یہ سب طلحہ کا دن تھا پھر ابوبکر صاحب بیان کرتا تھا کہ احد کے دن میں پہلے واپس ہوا تھا۔ الخ۔ کنز العمال میں ہے۔ اس کو طبرانی فی الاوسط وابن سعد وابن سنی والشاشی وبزار وابن حبان ودارقطنی فی الافراد وابونعیم فی المعرفت وابن عساکر وضیا نے روایت کیا ہے۔

وفی کنز العمال جلد ۵ صہ ۲۸۳ وازالۃ الخفا صہ ۴۹ فلم یلبثوا ان ھزموا عمر واصحابہ فجاء وایجبنونہ ویجبنھم اخرجہ الحاکم ورواہ البزار وابن ابی شیبۃ وسندہ حسن ھذا یوم خیبر کما مر۔

اور ازالۃ الخفا صہ ۴۹ وکنز العمال جلد ۵ صہ ۲۸۳ میں ہے پس نہ ٹھیرے حتی کہ امیر عمر اور اس کے ساتھی ہزیمت کھا گئے اور امیر عمر کے ساتھی امیر عمر کو اور امیر عمر صاحب ان کو بزدل کرتے اور ڈراتے تھے۔ یعنی مسلمانوں کی کمزوری ایک دوسرے کو سنا کر دل میں وحشت اور نفرت پیدا کرتے تھے۔ اس کو حاکم اور بزار اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ اور سند اس کی حسن ہے۔ یہ خیبر کا ذکر ہے جیسا کہ گذرا۔

وفی ازالۃ الخفاء جلد ۱ صہ ۶۷ اخرج البخاری (فی حدیث طویل) قال الرجل (من اھل مصر) یا ابن عمر انی سائلک عن شیئ فحدثنی ھل تعلم ان عثمان فر یوم احد قال نعم قال تعلم انہ تغیب عن بدر ولم یشھدھا قال نعم قال تعلم انہ تغیب عن بیعۃ الرضوان فلم یشھدھا قال نعم۔ الحدیث۔

اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صہ ۶۷ میں بروایت بخاری ایک لمبی حدیث میں ہے کہ ایک مصری آدمی نے کہا اے ابن عمر میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں تو بتا دے کہ احد کے دن امیر عثمان مفرور ہوا تھا؟ کہا ہاں۔ پھر کہا تو جانتا ہے کہ وہ بدر سے غائب رہا اور حاضر نہ ہوا؟ کہا ہاں۔ پھر کہا تو جانتا ہے کہ بیعت رضوان میں حاضر نہ ہوا؟ کہا ہاں۔ الحدیث۔

فی مدارج النبوۃ ج ۲ صہ ۱۴۱ (غزوہ حنین) القصہ چوں مردم ہمہ پریشان شدند وآنحضرتؐ با چندی معدود بجائے خود ثابت ماند آنحضرتؐ با عباس فرمود بانگ زن بر یاران وندا کن وبگو یا معشر الانصار یا اصحاب السمرۃ یا اصحاب سورۃ البقرۃ۔ الخ

مدارج النبوۃ جلد ۲ صہ ۱۴۱ غزوہ حنین کے بیان میں ہے۔ القصہ جب آدمی پریشان ہو گئے اور آنحضرت بمعہ چند آدمیوں کے ثابت قدم رہے تو عباس کو فرمایا اپنے یاروں کو بلا اور پکار کر کہو۔ اے گروہ انصار کے۔ اے اصحاب بیعت رضوان[1] کے اے اصحاب سورۃ بقرہ کے تم کہاں چلے گئے ہو۔ الخ۔

[1] حضرت علیہ السلام نے اہل فرار کو بیعت شجرہ کا وعدہ یاد دلا کر اشارہ فرمایا کہ تم نے بیعت کا وعدہ توڑ دیا پس بقول الٰہی من نکث فانما ینکث علی نفسہ اپنے نفس پر سزا ڈالتی ہو۔ اور جو علم ما فی قلوبھم یا رضا الٰہی کا مضمون ہے وہ سب ثابت قدم مومنین کے لئے ثابت ہے۔ نہ تمام بیعت کنندگان کے لئے۔ اسلئے کہ اکثر حضرات امتحان میں ناقص نکلے اور وعدہ ثابت قدمی کا توڑ کر تولی عن الزحف والے کبیرہ گناہ کے ہر جنگ میں مرتکب ہوئے اور من نکث کی سزا کے مستحق ہوئے اور ومن اوفیٰ ... الآیۃ [illegible] ۱۲ مترجم۔

وفی ص۱۶۴ ج۲ - جنگ احد اما بیش ازاں ہیچ ذکر نہ کردہ اند کہ (عمر) درمیان تیراندازان بود یا با آنہا کہ ہزیمت خوردند یا میان آنہا کہ متزلزل و مختلط گشتند - اما فرار عثمان روز احد گواہی می دہم کہ خدا تعالیٰ عفو کرد -

فی الخصائص للنسائی ص۶۲ فانہ (ای عثمان) اذنب ذنبا عظیما یوم احد - الحدیث

فی کنز العمال جلد ۱ ص۲۳۸ والدر المنثور جلد ۲ ص۸۸ والتفسیر الکبیر ج۳ ص۱۰۸ وتفسیر ابن جریر جلد ۴ ص۹۵ اخرج ابن جریر عن کلیب قال خطب عمر[۱] یوم الجمعۃ فقرأ آل عمران و کان یعجبہ اذا خطب ان یقرأھا فلما انتہی الی قولہ ان الذین تولوا منکم - الآیۃ قال لما کان یوم احد ہزمنا ففررت حتی صعدت الجبل فلقد رأیتنی انزو کاننی اروی -

وفی البخاری ج۷ ص۱۵۵ عن ابی قتادۃ قال خرجنا مع النبی صلعم عام حنین فلما التقینا کانت للمسلمین جولۃ (لغزش ۱۲) فلحقت عمر فقلت ما بال الناس قال امر اللہ ثم رجعوا -

وفی ص۵۵ وانہزم المسلمون وانہزمت معہم فاذا بعمر ابن الخطاب فی الناس فقلت ما شان الناس قال امر اللہ[۲] -

اور اسی کے جلد ۲ ص۱۶۴ جنگ احد کے بیان میں ہے، لیکن انہوں نے اس سے زیادہ ذکر نہیں کیا کہ امیر عمر تیراندازوں میں تھا یا جنہوں نے ہزیمت کھائی اُن کے ساتھ تھا یا اُن کے ساتھ تھا جو لغزش کھا کر پس و پیش ہو گئے۔ لیکن امیر عثمان کا فرار احد کے دن تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کا گناہ معاف فرما دیا ہے۔ انتہیٰ۔

خصائص نسائی ص۶۲ میں ہے۔ امیر عثمان نے احد کے دن بڑا گناہ کیا۔ الحدیث۔

کنز العمال ج۱ ص۲۳۸ و تفسیر در منثور جلد ۲ ص۸۸ و تفسیر کبیر جلد ۳ ص۱۰۸ و تفسیر ابن جریر جلد ۴ ص۹۵ میں ہے کہ ابن جریر نے کلیب سے روایت کی۔ امیر عمر نے جمعہ کے دن سورہ آل عمران کو خطبہ میں پڑھا۔ اور اُس کو یہ سورۃ خطبہ میں بہت پسند تھی جب قول الٰہی ان الذین تولوا منکم الآیۃ پر پہونچا تو کہنے لگا جب اُحد کا دن تھا ہم ہزیمت کھا گئے اور مَیں بھاگ گیا تا اینکہ ایک پہاڑ پر جا چڑھا اور مَیں اپنے تئیں اس طرح دیکھتا تھا کہ پہاڑی بکری کی طرح کودتا ہوں۔

اور بخاری ج۷ ص۱۵۵ میں ابی قتادہ سے مروی ہے، ہم نبی کے ساتھ حنین کے سال میں نکلے۔ جب ہم دشمن کے لشکر کو مل گئے تو مسلمین کو لغزش آ گئی میں امیر عمر کے پیچھے بھاگتا ہوا جا ملا۔ اور میں نے کہا لوگوں کا کیا حال ہو گیا ہے؟ امیر عمر نے کہا خدا کا امر یعنے خدا کی مرضی اور تقدیر میں یہ ندامت لکھی ہوئی تھی۔ پھر لوگ واپس آ گئے۔ اور اسی بخاری ص۵۵ میں ہے مسلمین ہزیمت کھا گئے اور مَیں بھی ہزیمت خوردہ اچانک عمر بن خطاب کے پاس جا پہونچا جو کچھ لوگوں میں بیٹھا تھا میں نے کہا لوگوں کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا خدا کا امر یہی تھا۔

[۱] روضۃ الاحباب ج۱ ص۱۲۶ جنگ اُحد کے بیان میں جو صحابہ ثابت قدم رہے اُن کے اسمائے گرامی لکھے ہیں، مگر عمر و عثمان کا نام نہیں لکھا۔ اور ص۱۹۶ میں ہے۔ یاران پیغمبر گریختند جس سے ثابت ہے کہ دونوں فرار کر گئے۔ اور ص۱۱۷ میں ہے نبی صلعم نے حضرت علی ع کو فرمایا تو بہ برادران خود ملحق نہ گشتی، علی ع نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم ان لی بک اسوۃ یعنے مجھے تیری پیروی ضروری ہے کبھی روگردانی نہ کرونگا۔ ۱۲ مترجم۔

[۲] تفسیر صافی میں تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۵۹ و تاریخ طبری ج۳ ص۱۹ میں ہے۔ کہ انس بن نضر جو انس بن مالک کا چچا تھا حضرت عمر و طلحہ کی طرف آیا۔ جو مہاجرین میں بیٹھکر اور ہاتھ پر ہاتھ رکھکر آرام کر رہے تھے (باقی)

دیکھو سنن ابی داؤد جلد ۲ ص۱۱۲ باب فی السلب یعطی القاتل و بخاری باب من لم یخمس الاسلاب و من قتل قتیلا فلہ سلبہ ۱۲ مترجم

وفی ص۶۵ فادبروا عنہ حتی بقی وحدہ فنادی۔ الحدیث۔

وفی کنز العمال ج ۵ ص۳۰۴ من مسند حسین بن علیؑ قال کان ممن ثبت مع رسول اللہ یوم حنین العباس و علیؑ وابوسفیان بن الحارث وعقیل بن ابیطالب وعبد اللہ بن الزبیر بن عبد المطلب والزبیر بن العوام واسامۃ بن زید رواہ بن عساکر باسنادین۔ وفی ص۳۰۵ جلد۵ عن عبادۃ بن الصامت قال اخذ العباس بعنان دابۃ رسول اللہ ص یوم حنین حین انھزم المسلمون فلم یزل اخذاً بعنان دابتہ حتی نصر اللہ رسولہ وھزم المشرکون رواہ زبیر بن بکار وابن عساکر وفی روایۃ عن العباس بن عبد المطلب قال لقد شھدت مع رسول اللہ یوم حنین وانا اخذ بلجامھا فقال لی ناد اصحاب السمرۃ۔ الحدیث رواہ العسکری فی الامثال۔

وفی ص۲۸۹ ج ۵ فی روایۃ عروۃ فی قصۃ بیعۃ الرضوان فصار المسلمون الی رسول اللہ وھو تحت الشجرۃ فبایعوہ علی ان لا یفروا ابداً رواہ ابن عساکر وابن ابی شیبہ۔

اور ص۶۵ میں ہے پس صحابہ پیٹھ دیکر آنحضرت ص سے چل گئے تااینکہ وہ اکیلے رہگئے اور آواز دی۔ الحدیث۔

کنز العمال جلد ۵ ص۳۰۴ میں مسند حسین ابن علیؑ سے ہے کہا جو رسول اللہ ص کے ساتھ حنین کے دن ثابت قدم رہے وہ حضرت عباس و علیؑ و ابوسفیان بن حارث و عقیل بن ابی طالب و عبد اللہ بن زبیر بن عبد المطلب و زبیر بن عوام و اسامہ بن زید تھے۔ اس کو ابن عساکر نے دو اسنادوں سے روایت کیا۔

اور اُسی کے جلدہ ص۳۰۵ میں عبادہ بن صامت سے مروی ہے۔ عباس نے رسول اللہ ص کی سواری کی لگام حنین کے دن پکڑی جب کہ مسلمان ہزیمت کھاگئے تھے۔ اور اتنی تک پکڑی کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو فتح دی اور مشرکین کو ہزیمت ہوئی۔ اس کو زبیر بن بکار اور ابن عساکر نے روایت کیا۔ اور ایک روایت میں عباس بن عبد المطلب سے ہے۔ میں رسول اللہ ص کے ساتھ حنین کے دن حاضر اور سواری کی لگام پکڑے ہوئے تھا رسول اللہ ص نے مجھے فرمایا اصحاب بیعت شجرہ والوں کو بلاؤ۔ الحدیث۔ اسکو عسکری نے امثال میں روایت کیا۔

اور اُسی کے جلدہ ص۲۸۹ میں بروایت عروہ بیعت رضوان کے قصہ میں ہے۔ مسلمان رسول اللہ ص کے پاس حاضر ہوئے اور وہ درخت کے نیچے تھے۔ لوگوں نے حضرت ص سے اس امر پر بیعت کی کہ کبھی نہ بھاگیں گے۔ اس کو ابن عساکر و ابن شیبہ نے روایت کیا۔

(بقیہ حاشیہ ص۴۵۴) انس نے کہا تم کو کس چیز نے روک رکھا ہے۔ انہوں نے کہا نبی ص قتل کئے گئے ہیں پھر ہم کیا کریں انس نے کہا نبی ص کے بعد تم زندہ رہکر کیا کروگے! تم بھی اسی پر مرجاؤ یعنے دین اسلام پر جنگ کرو جس پر نبی صلعم جنگ کرکے فوت ہوئے۔ بعد ازاں خود انس نے جنگ میں حصہ لیا اور شہید ہوا۔ ۱۲ مترجم۔

[1] استیعاب بر اصابہ جلد ۳ ص۹۶ ترجمہ عباس میں ہے کہ عباس و علیؑ و ابی سفیان بن حارث اور چار دیگر اقربائی ص سے حنین میں نبی ص کے ہمراہ رہے باقی سب بھاگ گئے۔ اور امیر عمر کا ثابت رہنا مختلف فیہ ہے۔ جس نے ثابت کہا ہے وہ ابی سفیان کی بجائے کہتا ہے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ بالاتفاق ابی سفیان باقی رہا۔ پس امیر عمر کا ثابت رہنا ثابت نہیں ہوا۔ انتہے۔ استیعاب میں ایک روایت امیر عمر کے ثابت رہنے کی لکھکر اُس کو آخر کردیا اور ایک روایت میں سات آدمیوں کا ثابت رہنا لکھا ہے مگر اصحاب ثلاثہ کو اُن میں نہیں لکھا۔ اور روضۃ الاحباب جلد اول ص۳۰۹ میں چار آدمیوں کے سوا نبی ص کے پاس رہنا نہیں لکھا۔ وہ حضرت علیؑ و عباس و ابوسفیان بن حارث و عبداللہ بن مسعود اور [illegible] ۱۲ مترجم

[2] (یہ حاشیہ ص۴۵۶ پر ملاحظہ ہو)

وفی معارج النبوۃ ص۲۱۳ رکن رابع ناکامیابی عمر دوبار و ابوبکر یکبار در جنگ خیبر باز کرار غیر فرار را لوا دادہ فرستاد۔

وفی ص۲۶۱ در جنگ حنین بیش از معدودے چند پیش آنحضرت نہ ماندند و از جملہ دلاورانے کہ دراں روز ثبات قدم ورزیدند امیر المومنین علی بود و اصحاب ثلاثہ نہ ماندند و بروایتے آنست کہ آنروز از چہار کس بیش حضرت بیش نماندند از بنی ہاشم امیر المومنین علیؑ و عباس و سفیان بن الحارث و ابن مسعود۔

وفی ص۲۶۳۔ اصح ہذہ الروایات و عباس را فرمودند کہ ندا کن یاران را یا اصحاب السمرہ یا معشر الانصار یا اصحاب سورۃ البقرۃ (ای الذین آمنوا بسورۃ البقرۃ لفضیلتہا)

آخرج البخاری عن عثمان بن موھب ان عثمان بن عفان فر یوم احد الحدیث۔

فی الدر ج ۲ ص۸۸ و تاریخ الطبری ج ۳ ص۲۱ اخرج ابن جریر و ابن المنذر عن ابن عباس اذ تصعدون قال صعدوا فی احد فرارا والرسول یدعوھم فی اخراھم الی عباد اللہ ارجعوا الی عباد اللہ ارجعوا

اور معارج النبوۃ رکن ۴ ص۲۱۳ میں امیر عمر کی ناکامیابی دوبار اور ابوبکر صاحب کی ایک بار جنگ خیبر میں لکھی ہے، پھر لکھا کہ حضرت علیہ السلام نے کرار غیر فرار کو جھنڈا دیکر بھیجا۔

اور ص۲۶۱ میں جنگ حنین کے ذکر میں ہے کہ معدودے چند کس سے زیادہ حضرت نبی صلعم کے پاس نہ رہے۔ اور جملہ بہادران سے جو اس دن ثابت قدم رہے امیر المومنین حضرت علیؑ تھے اور اصحاب ثلاثہ نہ رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ چار کس سے زیادہ نبی صلعم کے پاس کوئی نہ رہا۔ بنی ہاشم سے حضرت علیؑ اور عباس اور دوسروں سے سفیان بن حارث و ابن مسعود (الغرض ثابت قدم رہنے والوں میں اصحاب ثلاثہ نہیں ہیں اگرچہ حضرت علیؑ کے ساتھ اور آٹھ کا نام لیا گیا ہے)۔

اور ص۲۶۳ میں اصح روایات سے کہا کہ عباس کو نبی صلعم نے فرمایا پکار اے اصحاب شجرہ۔ اے گروہ انصار اے اصحاب سورۃ بقرہ، یعنے جو سورۃ بقرہ پر ایمان لائے اسلئے کہ وہ بہت فضیلت رکھتی ہے۔

بخاری نے عثمان بن موہب سے روایت کی کہ بتحقیق عثمان بن عفان نے احد کے دن فرار کیا۔ الحدیث۔

در منثور جلد ۲ ص۸۸ و تاریخ طبری جلد ۳ ص۲۱ میں ابن جریر و ابن المنذر نے ابن عباس سے تفسیر آیت اذ تصعدون ولا تلوون۔ الآیہ کے ذیل میں لکھا ہے۔ یعنے جب تم منفرد ہوکر پہاڑیوں پر چڑھتے تھے اور رسول تمہیں پیچھے سے بلاتے رہے کہ میری طرف واپس آؤ۔ اے بندگان خدا ہماری طرف رجوع کرو

لہ مسند احمد طبع مصر جلد ۵ ص۲۵ میں معقل بن یسار سے اس طرح مروی ہے کہ صحابہ نے حضرت صلعم سے اس امر کی تحت الشجرہ بیعت کی تھی کہ بالکل کبھی نہ بھاگیں گے اور یہ وعدہ اللہ کے ساتھ تھا۔ ید اللہ فوق ایدیھم اور اسی طرح استیعاب بر اصابہ جلد ۱ ص۳ نیز صحیح بخاری باب البیعت فی الحرب علیٰ ان لا یفروا وقال بعضھم علی الموت وکذا فی تفسیر الجلالین والکمالین بحوالہ الصحیحین ص۴۲۲ ۱۲ مترجم

نوٹ۔ کوئی شخص دین کی نصرت دینے والا اپنے آپ کو خدا کا ناصر نہیں کہلا سکتا۔ مگر وہ شخص جو جنگ میں ثابت قدم رہے جیسا کہ حضرت علیؑ تھے دیکھو آیت ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔ یعنے اگر تم اللہ کی مدد کرو تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھیگا تو ثابت قدم رہنا ناصر الٰہی کی علامت ہے۔ ۱۲ مترجم

لہ قال اللہ تعالیٰ جل شانہ اذ تصعدون ولا تلوٗن علیٰ احد والرسول یدعوکم فی اخراکم پارہ ۴۰ سورۃ آل عمران ۱۲۰

مترجم

عن السدی تفرق[۱] اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم عنہ یوم احد ودخل بعضھم المدینۃ وانطلق بعضھم فوق الجبل الی الصخرۃ۔ عن ابن اسحٰق قال فر عثمان بن عفان وعقبۃ بن عثمان وسعد بن عثمان رجلان من الانصار حتی بلغوا الجلعب جبل بناحیۃ المدینۃ مما یلی الاعوص فاقاموا بہ ثلاثًا فنزلت والذین استزلھم الشیطان ۔ الآیۃ وفی النیشاپوری جلد ۴ ص۱۱۱ ومنھم ایضاً عثمان ورجع بعد ثلاثۃ ایام وخرج بعیدًا۔ ومن الثابتین مع النبیؐ ابو بکر وعلیؑ وعبد الرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وغیرھم کلھم اربعۃ عشر رجلاً۔ وفی المعالم والمدارک کان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تولوا عنہ یوم احد الا ثلاثۃ عشر رجلا منھم ابو بکر وعلیؑ الخ۔

اقول بحسن توفیقہ تعالےٰ انہ قد ظھر الحق وبطل الباطل عما قالوا فی تفسیر قولہ تعالےٰ والذین معہ اشداء علی الکفار بل صدق علےٰ من صدق وھو الذی من مناقبہ انہ کرار غیر فرار

اور سدی سے مروی ہے کہا احد کے دن اصحاب محمد صلعم کے آنحضرتؐ سے متفرق ہو گئے۔ بعض اُن کے مدینہ میں جا نکلے اور بعض پہاڑ کی چوٹی پر جا چڑھے۔
اور ابن اسحاق سے مروی ہے کہا عثمان بن عفان اور دو انصاری عقبہ بن عثمان و سعد بن عثمان مفرور ہوئے جو پہاڑ جلعب پر جا پہونچے جو مدینہ کے پاس اعوص کے متصل ہے۔ اور وہ مفرورین وہاں تین دن رہے (اسی طرح شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۳ ص۳۸۸ میں ہے) اور یہ آیت اُتری، وہ لوگ جن کو شیطان نے لغزش دی تھی، الخ۔ اور تفسیر نیشاپوری[۲] جلد ۴ ص۱۱۱ (و تاریخ طبری جلد ۳ ص۲۱) میں ہے کہ انہی ہزیمت خوردہ لوگوں سے حضرت عثمان بھی تھے جنہوں نے تین دن کے بعد رجوع کیا، کیونکہ وہ دور نکل گئے تھے، اور ثابت رہنے والوں میں ابو بکر صاحب و حضرت علیؑ (ابو بکر صاحب خود اپنا فرار بخاری وغیرہ کی روایت میں تسلیم کرتے ہیں مگر کہا کہ میں دوسروں سے پہلے واپس آیا اُن کے پہلے واپس آنے کے سبب سے بعض رواۃ کو یہ معلوم ہوا کہ وہ ثابت قدم رہے ہیں) و عبد الرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص وغیرہ کل ۱۴۔ آدمی تھے۔ اور معالم و مدارک میں لکھا ہے کہ اصحاب محمد صلعم سوائے تیرہ آدمیوں کے جن میں حضرت ابو بکر و علیؑ وغیرہ تھے آنحضرت صلعم کو چھوڑ کر پیٹھ پھیر کر چلے گئے (بقول مؤلف معالم و مدارک ان چار مذکورین کے علاوہ باقی آدمی انصار کے تھے)
(قول مؤلف) میں کہتا ہوں بحسن توفیق خدا حق ظاہر ہو چکا اور بطلان جھوٹ کا ثابت ہوا اس طرح کہ جو اہل تسنن قولہ تعالیٰ والذین معہ اشداء الآیۃ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت ابو بکر وغیرہ ہیں یہ غلط ہے بلکہ یہ آیت اُن پر صادق آتی ہے جن کے مناقب میں کرار غیر فرار وارد ہے۔

[۱] بعینہٖ اسیطرح تفسیر ابن جریر جلد ۴ ص۹۰ و در منثور جلد ۲ ص۸۹ میں ہے اور نیشاپوری میں اتنا زیادہ ہے کہ امیر عمر بھی ہزیمت خوردہ لوگوں میں سے تھے لیکن وہ پہلے جانیوالوں میں نہ تھے اور بہت دور (مدینہ تک) نہ گئے بلکہ کسی پہاڑ میں جا چھپے تھے۔ ۱۲ مترجم۔

[۲] (یہ حاشیہ ص۴۵۸ پر دیکھو)

ان قیل قلتم ان علیا کان اسد الله
وکان کرارًا غیر فرار وکانت الخلافة
حقه فلِمَ لم یجاهد بمخالفیه قلنا
کما قلتم ان رسول الله ص کان اشجع
الناس وقد قالوا انه علیه السلام کان
کاربعین نبی فی الشجاعة فلم غاب
فی الغار ثلاثة ایام ولِمَ لم یظهر احکام
الشریعة فی مکة ولِمَ هاجر الی
المدینة ولم صالح یوم الحدیبیة
مع وجود العسکر ولِمَ لم یجاهد
بالمنافقین ولِمَ قال موسیٰؑ واجعل
لی وزیرا من اهلی هارون اخی
اشدد به ازری ولم قال الله تعالیٰ
فی جوابه لنشد عضدک باخیک ولم
قال لوطؑ لو ان بکم قوة هٰذا۔ ولم
اختفی یونسؑ مدة
طویلة

اگر کہا جائے کہ تم نے جو کہا ہے کہ حضرت علیؑ اسد اللہ اور کرار غیر فرار تھے اور خلافت بھی انہی کا حق تھا پس کیوں مخالفین کے ساتھ جہاد نہ کیا تو ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ اس طرح ہے کہ جیسا تم کہتے ہو کہ رسول اللہ صؐ سب لوگوں سے بہادر تھے پس کیوں غار میں تین دن جا چھپے اور کیوں احکام شرعیہ سب کا اظہار مکہ میں نہ فرمایا اور کیوں اپنا وطن مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف چلے گئے اور حدیبیہ کے دن باوجود لشکر کے کیوں صلح کر لی اور منافقین کے ساتھ کیوں کبھی جہاد نہ کیا اور موسےٰ علیہ السلام نے کیوں فرمایا یا اللہ میرے اہل سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا اور اُس کو میرا پشت پناہ بنا اور اللہ تعالےٰ نے کیوں اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی کیساتھ مضبوط کرتے ہیں۔ (یعنی ظاہری قوت اور ظاہری سامان قانون قدرت کے مطابق درکار ہوتے ہیں۔ گو ان کے سوا قوت نبوت یا ولایت سے کام چل سکتا ہو اور اسی میں مصلحت ہوتی ہے) اور لوط علیہ السلام نے کیوں فرمایا اگر میرے پاس تمہارے مقابلہ کی قوت ہوتی تو تم دیکھتے کہ تمہارے ساتھ کیا کرتا اور یونس علیہ السلام کیوں طویل عرصہ تک چھپے۔ (جب پیغمبروں کو باوجود طاقت نبوت کے ظاہری سامان اور قوت لشکر کی ضرورت تھی تو حضرت علیؑ کی بغیر ظاہری سامان و قوت لشکر کے جنگ نہ کرنی کیوں بیجا سمجھی جاتی ہے) اس مضمون کو اچھی طرح یاد رکھ تجھے بہت جگہ کام آئیگا۔

(حاشیہ متعلق صفحہ گذشتہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ خدا آدمیوں کو آزماتا ہے کہ کون نیک عمل کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے زمانہ میں مسلمانوں کی سب سے بڑی آزمایش جنگوں میں ہوتی تھی اور وہاں تھوڑے آدمی کامیاب ہوتے تھے جیسا کہ مشہورین صحابہ کے حالات سے ظاہر ہے۔ پس کسی کا فقط آیت یا ایھا الذین اٰمنوا کے خطاب میں یا الذین اٰمنوا کے زمرہ میں یا اعمّا کے اوار میں یا مہاجرین انصار کی جماعت میں داخل اور شمار ہونا بہشتی بننے کے لئے کافی نہیں۔ جیسا کہ مضمون شان مہاجرین و انصار کی تشریح میں لکھا جا چکا ہے بلکہ دیگر اعمال شرعیہ کی پابندی اور اعمال صالحہ پر استقامت اور سزائے حبط اعمال اور من یولھم یومئذٍ دبرہ اور ارتکاب افعال موجب غضب خدا و رسول سے بچاؤ ضروری ہے جس کے لئے یہ آیت مؤید ہے دیکھو سورہ عنکبوت آیت اول پارہ ۲۰۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون۔ ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین (ترجمہ نذیر احمد) کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ (زبانی) اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کو آزمایا نہ جائیگا۔ الخ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اور آیت میں سچے اور جھوٹے کی پہچان کے لئے فرماتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو منہ سے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اُن کو راہ خدا میں کسی طرح کی تکلیف پہونچ جاتی ہے تو لوگوں کی ایذا دہی کو عذاب خدا کی طرح ایک ناقابل برداشت مصیبت بنا لیتے ہیں ۱۲ مترجم

فصل

فی فضائل امیر المؤمنین علیؑ علیہ السلام

فی تاریخ الخلفاء ص۱۱۶ والصواعق ص۷۶ عاتب الله اصحابہ (محمد) الا علیاً وماذکرہ الا بالخیر رواہ احمد والطبرانی وابن عبد البر وابن عبد الله عن ابن عباس

وفی کنز العمال ج۶ ص۳۹۱ عاتب الله صحابۃ محمدؐ الا علیاً۔

وفی تاریخ الخلفاء ص۱۱۷ اخرج ابن عساکر عن ابن عباس قال مانزل فی احد من کتاب الله مانزل فی علیؑ۔

ایضاً فیہ ص۱۱۶ نزلت فی علی ثلاث مائۃ آیۃ۔

وفیہ ص۱۱۴ قال الامام احمد بن حنبل ماورد لاحد من اصحاب رسول اللهؐ من الفضائل ماورد لعلیؑ اخرجہ الحاکم

وفی الصواعق المحرقہ ص۳۴ ناقلاً عن ابن عبد البر روی عن سلمان وابی ذرؓ والمقداد وخباب وجابر وابی سعید الخدری وزید ابن ارقم تفضیل علیؑ علی ابی بکر وغیرہ۔

وفی الفتح جلد۳ ص۱۳۶ وھو مذھب مشھور لجماعۃ من اھل السنۃ من اھل الکوفۃ

وفی الصواعق ص۳۸ لم نکفر القائلین بافضلیۃ علیؑ علی ابی بکر۔

وفی حیوۃ الحیوان جلد ا ص۲۲۵ کان سفیان الثوری یفضل علیاً۔

فصل

فضائل امیر المومنین علی علیہ السلام کے بیان میں

تاریخ الخلفاء ص۱۱۶ وصواعق محرقہ ص۷۶ میں ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہا کسی نہ کسی امر میں اللہ تعالےٰ نے دیگر صحابہ کو عتاب فرمایا مگر حضرت علیؑ کو سوا ذکر خیر کے یاد نہیں فرمایا۔ اس کو احمد و طبرانی و ابن ابی حاتم و ابن عبد البر و ابن عبد اللہ نے روایت کیا۔

اور کنز العمال جلد ۶ ص۳۹۱ میں بھی اسی طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جملہ اصحاب محمدؐ کو سوائے حضرت علیؑ کے کسی نہ کسی امر میں عتاب فرمایا۔

اور تاریخ الخلفا ص۱۱۷ میں باسناد ابن عساکر ابن عباس سے مروی ہے کہا کسی کے حق میں اس قدر آیات کتاب اللہ کی نہیں اُتری ہیں جس قدر فضائل حضرت علیؑ کے حق میں اُتری ہیں۔ اور اسی کے ص۱۱۶ میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کے حق میں تین سو آیات اُتری ہیں۔ اور ص۱۱۴ میں لکھا ہے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہؐ سے کسی کے لئے اس قدر فضائل وارد نہیں ہوئے جو حضرت علیؑ کے حق میں وارد ہیں۔ اسکو حاکم نے روایت کیا۔

اور صواعق محرقہ ص۳۴ میں ابن عبد البر سے منقول ہے۔ وہ روایت کرتا ہے کہ حضرت سلمان و ابی ذر و مقداد و خباب و جابر و ابی سعید خدری و زید بن ارقم حضرت علی علیہ السلام کو ابی بکر وغیرہ صحابہ سے افضل جانتے تھے۔

اور فتح الباری جلد ۳ ص۱۳۶ میں ہے۔ کہ یہی (تفضیل علیؑ بر دیگر صحابہ) اہل کوفہ سے ایک جماعت اہل سنت کا مشہور مذہب ہے۔ اور صواعق ص۳۸ میں ہے کہ ہم اُن لوگوں کو جو حضرت علیؑ کو ابی بکر وغیرہ پر فضیلت دیتے ہیں کافر نہیں کہتے (یہ بھی بڑی مہربانی ہے)

اور حیوٰۃ الحیوان جلد ا ص۲۲۵ میں ہے کہ سفیان ثوری حضرت علیؑ کو دوسروں سے افضل جانتا تھا۔

و فی الصواعق ص۳۵ و فی طبقات ابن السبکی الکبری عن بعض المتأخرین تفضیل الحسنینؑ علی الشیخین۔

و فی الخصائص للنسائی علیؑ سید العرب عن النبیؐ۔ و فی الصواعق ص۷۴ عن النبیؐ من سب علیاً فقد سبنی و من ابغض علیاً فقد ابغضنی علیؑ مع القرآن و القرآن مع علیؑ لا یفترقان۔

و فیه ص۱۰۶ اخرج الدارقطنی ان عمر رأی رجلاً یقع فی علیؑ فقال ویحك اتعرف علیاً هذا ابن عمه و اشار الی قبرہ صلعم و الله ما اذیت الا هذا فی قبرہ و فی روایة فانك ان ابغضته اذیت هذا فی قبرہ۔

و فی ص۱۰۳ اخرج عمرو الاسلمی و کان من اصحاب الحدیبیة مع علیؑ الی الیمن فرأی منه جفوة فلما قدم المدینة اذاع شکایته فقال له النبیؐ و الله لقد اذیتنی فقال اعوذ بالله ان اوذیك یا رسول اللهؐ فقال بل من اذی علیاً فقد اذانی و کذالك وقع لبریدة و فی ص۱۰۷ اخرج الدارقطنی انه عمر جاءه اعرابیان یختصمان فاذن لعلیؑ فی القضاء بینهما فقضی فقال احدهما هذا یقضی بیننا فوثب الیه عمر و اخذ بتلبیبه و قال ویحك

اور صواعق ص۳۵ میں ہے کہ طبقات ابن سبکی کبریٰ میں بعض متاخرین سے منقول ہے کہ وہ حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ کو شیخین (ابی بکر و عمر) پر فضیلت دیتے ہیں۔

اور خصائص نسائی میں ہے۔ نبی صلعم نے فرمایا حضرت علیؑ عرب کا سردار ہے۔ اور صواعق ص۷۴ میں ہے نبی صلعم نے فرمایا جس نے حضرت علیؑ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے حضرت علیؑ کو دشمن سمجھا اس نے مجھے دشمن سمجھا۔ اور حضرت علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے ہر دو جدا نہوں گے۔

اور اسی کے ص۱۰۶ میں باسناد دارقطنی امیر عمر سے مروی ہے کہ اُسنے ایک آدمی کو دیکھا جو حضرت علیؑ کے حق میں ہتک آمیز کلمات بول رہا تھا امیر عمر نے کہا تجھ پر افسوس ہے تو جانتا ہے کہ یہ اس کا برادر زادہ ہے اور ضریح مقدس نبیؐ کی طرف اشارہ کیا خدا کی قسم تم نے فقط اسی کو ایذا دی ہے جو اس قبر میں ہے۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ اگر تمنے حضرت علیؑ کو دشمن سمجھا تو تم نے اُس کو ایذا دی جو اس قبر میں ہے۔ اور اسی کے ص۱۰۳ میں ہے۔ عمرو اسلمی روایت کرتا ہے۔ اور وہ اصحاب حدیبیہ سے حضرت علیؑ کے ساتھ یمن کی طرف گیا ہوا تھا اُس نے حضرت علیؑ سے اپنے زعم میں کچھ ظلم خیال کیا۔ جب مدینہ میں آیا اُسنے شکایت مشہور کر دی نبی صلعم نے فرمایا خدا کی قسم ضرور تم نے مجھے ایذا دی ہے۔ اُسنے کہا خدا کی پناہ یا رسول اللہؐ میں آپکو ایذا نہیں پہونچاتا آنحضرت صلعم نے فرمایا جو حضرت علیؑ کو ایذا دے وہ مجھے ایذا دیتا ہے۔ اور اسیطرح بریدہ کے لئے بھی ایسا قصہ واقع ہوا ہے۔ اور اُسی کے ص۱۰۷ میں ہے۔ دارقطنی روایت کرتا ہے۔ کہ تحقیق امیر عمر کے پاس دو اعرابی جھگڑتے ہوئے آئے امیر عمر نے جناب علیؑ کو فیصلہ کے لئے حکم دیا اور حضرت علیؑ نے اُن کے درمیان فیصلہ دیدیا تو اُن میں سے ایک نے کہا یہی شخص ہمارے لئے فیصلہ اور فتوے دیتا ہے۔ امیر عمر اُس کی طرف کودا اور اُس کے گریبان کو پکڑا اور کہا تجھپر افسوس ہے

ما تدری من هٰذا هٰذا مولاك و مولٰی کل مؤمن و من لم یکن مولاه فلیس بمؤمن۔

وفی الدر وتفسیر ابن جریر والخازن والمعالم وفتح البیان ولطائف البیان تحت قوله تعالیٰ افمن کان علیٰ بینة من ربه المراد منه محمد ص و یتلوه شاهد منه ارید به علیؑ کذا رواه علیؑ

وفی الاتقان ج ۲ ص ۱۴۷ افمن کان مومنا کمن کان فاسقا نزلت فی علی ابن ابیطالب و الولید بن عقبة۔

فی لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی اخرج الواحدی وابن عساکر من طریق سعید ابن جبیر عن ابن عباس قال قال الولید بن عقبة بن ابی معیط لعلی بن ابی طالب انا احد منك سنانا وابسط منك لسانا واملأ للکتیبة منك فقال له علیؑ اسکت فانما انت فاسق فنزلت افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون۔ واخرج ابن عدی والخطیب فی تاریخه من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس مثله واخرج الخطیب وابن عساکر من طریق ابن لهیعة عن عمرو بن دینار عن ابن عباس انها نزلت فی علی ابن ابیطالب وکذا فی الدر ج ۵ ص ۱۷۸ وزاد اخرجه ابن عدی وابن مردویه من طرق واخرجه ابن اسحاق وابن ابی حاتم وعبد ابن حمید وابن المنذر مثله وایضاً هکذا فی المعالم ص ۷۰۲ وهکذا فی الکشاف۔

تو نہیں جانتا یہ کون ہے؟ یہ تیرا بھی سردار اور ہر مومن کا سردار ہے (لیکن ہمارا ماتحت ہے)۔ اور جس کا یہ سردار نہیں وہ مومن ہی نہیں۔

اور تفسیر در منثور اور تفسیر ابن جریر و خازن و معالم و فتح البیان ولطائف البیان میں لکھا ہے کہ آیت افمن کان علیٰ بینة۔ الآیہ میں من کان سے مراد جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور شاہد سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔

اور تفسیر اتقان جلد ۲ ص ۱۴۷ میں ہے۔ آیت افمن کان مومنا الخ جس کا ترجمہ یہ ہے، کیا جو مومن ہو وہ فاسق کے برابر ہے؟ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ آیت حضرت علیؑ ابن ابی طالب اور ولید بن عقبہ کے حق میں اتری ہے۔ یعنی مومن سے مراد حضرت علیؑ اور فاسق سے مراد ولید ہے۔

اور لباب النقول فی اصحاب النزول مولفہ سیوطی میں بذیل آیت مذکورہ واحدی وابن عساکر کے اسناد سے سعید بن جبیر کی روایت ہے۔ انہوں نے ابن عباس سے روایت کیا کہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط نے علی ابن ابی طالب کو کہا میں تجھ سے تیز نیزے والا اور زبان دراز ہوں۔ اور مکتوب کو اچھا پڑھنے والا ہوں۔ تو حضرت علیؑ نے فرمایا، چپ رہ تو ایک فاسق آدمی ہے (تجھے میرے ساتھ کیا مقابلہ) تب یہ آیت اتری کیا جو مومن ہو وہ فاسق کے برابر ہو سکتا ہے؟ ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ اور ابن عدی و خطیب نے اپنی تاریخ میں کلبی اور ابی صالح کے طریق سے بروایت ابن عباس مثل اس کی نقل کیا۔ اور خطیب وابن عساکر بطریق ابن لہیعہ عمرو بن دینار سے اور وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت مذکورہ علی ابن ابی طالب کے حق میں اتری ہے۔ اور اسی طرح تفسیر در منثور جلد ۵ ص ۱۷۸ میں ہے، اور اتنا زیادہ لکھا کہ اس کو ابن عدی وابن مردویہ نے بہت اسنادوں سے روایت کیا۔ اور نیز ابن اسحاق وابن ابی حاتم و عبد ابن حمید وابن المنذر نے مثل اس کی روایت کی۔ اور معالم ص ۷۰۲ اور کشاف میں بھی اسی طرح ہے۔

فی تاریخ الخلفاء ص۱۱۶ اخرج الطبرانی وابن ابی حاتم عن ابن عباس قال ما انزل الله تعالیٰ یاایھا الذین آمنوا الا و علیؑ امیرھا وشریفھا وھکذا فی الدر جا ص۱۰۴ وھکذا فی التفسیر لعبد العزیز الدھلوی ج ا ص۳۸۸ - و فی المسلم ج ا ص۶۰ والخصائص للنسائی ص۶ عن زر قال قال علی والذی فلق الحبۃ وبرء النسمۃ انہ لعھد النبی ص الامی الیّ ان لا یحبنی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق - وفی سنن الترمذی جلد ۲ ص۲۱۳ عن ام سلمۃ مرفوعًا لا یحب علیا منافق ولا یبغضہ مومن - وکذا فی کنز العمال جلد ۶ ص۱۵۲ - وفیہ عن ابی سعید الخدری قال ان کنا لنعرف المنافقین نحن معاشر الانصار ببغضھم علی ابن ابیطالب و فی الخصائص للنسائی ص۲۵ باسنادہ عن علیؑ قال جاء النبیّ ص اناس من قریش فقالوا یا محمد (الی ان قال) ثم قال یا معشر قریش

اور تاریخ الخلفاء ص۱۱۶ میں باسناد طبرانی و ابن ابی حاتم ابن عباس سے مروی ہے کہا جس جگہ خدا نے یا ایھا الذین آمنوا نازل فرمایا ہے ہر ایسی آیت میں امیر اور شریف جناب علیؑ مراد ہیں (یعنے مومنین مخاطبین کے سردار ہیں) اور یہی طرح منثور جلد ا ص۱۰۴ اور تفسیر عبد العزیز دہلوی جلد ا ص۳۸۸ میں ہے آور صحیح مسلم جلد ا ص۶۰ اور خصائص نسائی ص۶ میں زر سے روایت ہے کہا فرمایا حضرت علیؑ نے قسم ہے اوس کی جس نے دانہ اگایا اور روح کو پیدا کیا کہ نبی امیؐ نے میرے ساتھ عہد کیا ہے کہ مؤمن کے بغیر مجھے کوئی دوست نہیں رکھیگا اور منافق کے بغیر کوئی مجھے دشمن نہ سمجھیگا۔ آور سنن ترمذی جلد ۲ ص۲۱۳ و کنز العمال جلد ۶ ص۱۵۲ میں حضرت ام سلمہ سے مرفوعًا مروی ہے۔ کہ نبیؐ نے فرمایا کہ منافق حضرت علیؑ کو دوست نہیں رکھتا اور مومن اُسے دشمن نہیں سمجھتا۔ آور اُسی میں ابی سعید خدری سے مروی ہے کہا ہم گروہ انصار منافقین کی پہچان[1] حضرت علیؑ ابن ابی طالب سے ...... بغض[2] رکھنے کے ساتھ کر لیتے تھے۔ آور خصائص نسائی ص۲۵ میں باسناد خود حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ کہا نبی صلعم کے پاس قریش کے چند آدمی آئے۔ اور کہا یا محمدؐ (حدیث طویل میں ہے کہ انہوں نے اپنے غلاموں کی واپسی کے لئے عرض کی اور نبیؐ نے شیخین سے مشورہ لیا اُنہوں نے قریش کی طرفداری کی جس سے نبی صلعم کا چہرہ متغیر ہو گیا حتیٰ کہ آپنے فرمایا) اے گروہ قریش

[1] بخاری مطبوعہ کرزن پریس دہلی ص۲۷۱ ج۱ باب کیف یکتب ھذا ما صالح فلان بن فلان و باب مناقب علی ص۵۲۵ میں لکھا ہے قال رسول اللہ صلعم لعلیؑ انت منی وانا منک - حاشیہ میں قسطلانی سے لکھا ہے۔ ای فی النسب والسابقۃ والمحبۃ وغیرھا یعنے فرمایا یا علیؑ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے یعنے نسب اور سبقت ایمان و محبت ایمانی وغیرہ میں یک جان ہیں۔ اور اسی کے ص۵۲۵ کے حاشیہ ۳ میں عینی و قسطلانی سے لکھا ہے ای انت متصل بی قربًا و علمًا ونسبًا یعنے تو قرب اور علم اور نسب میں بالکل میرے ساتھ متصل ہے۔ اور اسی صفحہ پر یہ حدیث بھی لکھی ہے کہ آنحضرتؐ نے جنگ خیبر میں فرمایا تھا کل علم اُسکو دونگا جو اللہ اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کو دوست رکھتا ہے اسکے حاشیہ نمبر ۶ میں فتح الباری سے یہ عبارت لکھی ہے۔ اراد بذالک وجود حقیقۃ المحبۃ والا فکل مسلم یشترک مع علیؑ فی مطلق ھذہ الصفۃ وفی الحدیث تلمیح بقولہ تعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ فکانہ اشار ان علیا تام الاتباع لرسول اللہ ص حتی اتصف بصفۃ محبتہ علامۃ الایمان وبغضہ علامۃ النفاق انتہیٰ۔ یعنی محبت اللہ و رسول اور حضرت علیؑ کی آپس میں ایسی حقیقی محبت تھی جس سے وہ دیگر مسلمین سے ممتاز ہوئے اور گویا اس حدیث میں قولہ تعالیٰ فاتبعونی یحببکم اللہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت رسول ص کے ایسے کامل تابعدار تھے جو اس صفت سے موصوف ہ

[2] ہو سکتا کہ محبت علی محبت ایمان کی علامت اور بغض نفاق کی ...

واللہ لیبعثن اللہ رجلاً منکم قد امتحن اللہ قلبہ للایمان فلیضربنکم علی الدین او لیضرب بعضکم قال ابوبکر انا ھو یارسول اللہ قال لا قال عمر انا ھو یارسول اللہ قال لا ولکن ھو الذی یخصف النعل وکان اعطی علیاً نعلہ یخصفھا وکذا فی کنز العمال ج ٦ ص ٣٩٦ ما رواہ احمد وابن جریر وصحّحہ و سعید بن منصور۔

وفی کنز العمال ج ٦ ص ۱۵۴ مثلہ وزاد ولکنہ خاصف النعل رواہ ضیاء المقدسی فی المختارۃ وابن ابی شیبۃ والحاکم۔

وروی النسائی فی الخصائص ص ۲۴ عن ابی ذرٍ قال قال رسول اللہ صلعم لینتھین بنو وکیعۃ (قبیلۃ من کفار العرب) او لابعثن الیھم رجلاً کنفسی ینفذ فیھم امری فیقتل المقاتلۃ ویسبی الذریۃ فما راعنی الا

خدا کی قسم اللہ تعالیٰ تم میں سے ضرور ایک ایسے آدمی کو مسلط کریگا جس کے دل کو خدا نے ایمان کے ساتھ امتحان کر لیا ہوا ہے۔ اور وہ تم کو دین پر قتل کریگا۔ یا فرمایا بعض تمہارے کو قتل کریگا۔ حضرت ابی بکر نے کہا یارسول اللہؐ وہ آدمی میں ہوں؟ آپنے فرمایا نہیں۔ پھر امیر عمر نے کہا یارسول اللہؐ وہ میں ہوں حضور نے فرمایا نہیں ولیکن وہ یہ آدمی ہے جو میرے جوتہ کو پیوند لگا رہا ہے۔ اور اُس وقت حضرت علیؑ بحکم رسول خدا اُن کے جوتہ کو پیوند لگا رہے تھے اور اسیطرح کنز العمال جلد ٦ ص ٣٩٦ میں ہے۔ جس کو احمد و ابن جریر نے روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہے اور سعید بن منصور نے بھی روایت کیا اور کنز العمال جلد ٦ ص ۱۵۴ میں یہی حدیث بلفظ لکنہ خاصف النعل باسناد ضیاء مقدسی مختارہ میں اور ابن ابی شیبہ و حاکم سے مروی ہے۔

اور نسائی نے خصائص ص ۲۴ میں ابی ذر سے باسناد خود اس طرح روایت کیا۔ کہا رسول اللہؐ نے فرمایا بنو وکیعہ قبیلہ کفار عرب شرارت سے باز آئیں ورنہ میں اُن کی طرف اپنے وجود جیسا آدمی بھیجونگا جو میرا حکم اُن میں پہونچائیگا اور جنگ کریگا اور انکی اولاد تک اُن کو قید کریگا سو مجھکو اس سے کوئی مانع سوا اس کے نہ آیا

۱؎ اس روایت امتحن اللہ قلبہ اور حدیث یوم خیبر یحب اللہ ورسولہ اور حدیث آئندہ لابعثن الیھم رجلاً کنفسی پر غور کرکے حضرت علیؑ اور حضرات ثلاثہ کے ایمان و اعمال و فضائل کا بخوبی موازنہ ہوسکتا ہے۔ اہل بصیرت بعد موازنہ مناسب فیصلہ دیں۔ اور علاوہ بریں فضائل حضرت علیؑ وسائر اہل بیتؑ میں حسب ذیل روایات ملاحظہ ہوں۔ مروج الذہب جلد ۲ ص ۲ وازالۃ الخفا مقصد ۲ ص ۲۵۱ و شواہد النبوۃ ص ۱۶۱ میں لکھا ہے کہ ولادت حضرت علیؑ کی بیت اللہ یعنی کعبہ شریف میں ہوئی۔ اور شواہد النبوۃ ص ۸۹ اور روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۲۹۴۔ اور جملہ تفاسیر اہل جماعت بذیل قولہ تعالیٰ جاء الحق وزھق الباطل میں لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے دوش مبارک پر سوار کرکے کعبہ شریف کو بتوں سے صاف کرایا۔ اور راہنی کی معرفت شرک کی بنیاد مٹائی اور بحالیکہ حضرت علیؑ دوش نبوی صؐ کے سوار تھے فرماتے ہیں کہ مجھے اُسوقت وہ درجہ حاصل تھا کہ میری نظر عرش معلی تک پہونچتی تھی۔ دیکھو مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی۔ ۲؎ اور اہل بیتؑ کی فضیلت خاصہ امیر عمر کی زبان اور عمل سے بھی ثابت ہے جس کا اصل قصہ بخاری مطبوعہ دہلی مع الفتح ص ۳۸۱ اور صواعق ص ۱۰۶ میں بروایت بخاری درج ہے جس کی مزید تفصیل صواعق میں تاریخ دمشق سے منقول ہے۔ کہ بعہد امیر عمر سخت قحط سالی ہوگئی اور نماز استسقا مکرر کر پڑھی گئی مگر بارش نہوئی۔ ایک دن امیر عمر کہنے لگے کل میں ایسے شخص کی معرفت دعاء استسقا کرونگا کہ اُس کی طفیل ضرور خداتعالیٰ بارش کریگا۔ دوسرے دن امیر عمر حضرت عباس کے پاس علی الصباح پہونچے حضرت عباس نے وجہ پوچھی تو امیر عمر نے ظاہر کیا کہ آپ کے وسیلہ سے دعائے بارش کرنی چاہتے ہیں۔ حضرت عباس نے منظور فرمایا اور بنی ہاشم کی طرف پیغام بھیجا کہ خوب پاک صاف ہوکر جمع ہوجائیں پھر حضرت عباس اور امیر المومنین علیؑ روانہ ہوئے حضرت علی آگے اور حضرت عباس پیچھے (بقیہ حاشیہ بر ص ٤٦٤)

وکف عمر فی حجزتی من خلفی قال من تعنی قلت ما ایاک اعنی ولا صاحبک قال فمن تعنی قال خاصف النعل قال وعلیؑ یخصف النعل۔

وفی انموذج جلیل فی بیان اسئلۃ و اجوبۃ من غرائب ای التنزیل للعلامۃ محمد ابن ابی بکر عبد القادر الرازی مطبوعہ مصر علی ھامش املاء ما من بہ الرحمٰن جلد ۱ صـ۱۹ وقد روی عن علیؑ انہ قال لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً۔

اقول ان علیاً اراد بذلک قوۃ یقینہ قبل العیان فکان الزیادۃ الحاصلۃ لہ مالا یعتد بہ۔

وفی ارجح المطالب صـ۴۴۵ عن بن عباس ان علیاً کان یقول فی حیوۃ النبیؐ ان اللہ یقول افأن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم واللہ لا ننقلب علی اعقابنا بعد اذ ھدنا اللہ و لئن مات او قتل لاقتلن علی ما قاتل علیہ حتی اموت انی لاخوہ وولیہ وابن عمہ ووارثہ و من احق بہ منی۔ اخرجہ احمد و النسائی وھکذا فی الخصائص للنسائی صـ۱۸ وزاد حتی اموت او اقتل واللہ انی۔ الخ

وقد مر فی غزوۃ احد ان علیا قال للنبیؐ لا کفر بعد الایمان ای لی بک اسوۃ حسنۃ۔

مگر عمر نے میری کمر کے پیچھے مجھے دبایا اور کہا اس سے آپ کس کو مراد رکھتے ہیں؟ فرمایا میں نے کہا نہ تجھکو مراد رکھتا ہوں اور نہ تیرا یار مراد ہے۔ امیر عمر نے کہا پھر مقصود اس سے کون ہے؟ فرمایا میرا مقصود اس سے خاصف النعل ہے۔ کہا اور حضرت علیؑ رسول خداؐ کے جوتے کو پیوند لگا رہے تھے۔

اور انموذج جلیل بیان سوالات و اجوبہ غرائب آیات قرآنی مؤلفہ محمد بن ابی بکر عبد القادر رازی مطبوعہ بر حاشیہ املاء ما من بہ الرحمٰن ج ۱ صـ۱۸ میں ہے اور بتحقیق علیؑ سے مروی ہے اگر پردہ اٹھایا جائے تو میرا یقین کچھ بڑھ نہیں سکتا یعنے آخری حد یقین پر پہونچا ہوا ہے جس کا باقی کوئی درجہ نہیں جو رفع پردہ پر بڑھے۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں حضرت علیؑ نے اپنی قوت یقینیہ کو دیکھنے سے پہلے بھی ایسا مضبوط ظاہر فرمایا جسپر بعد دیکھ لینے کے معتدبہ ترقی متصور نہیں۔

اور ارجح المطالب صـ۴۴۵ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ بتحقیق حضرت علیؑ حیات نبی صلعم میں فرماتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر نبی صلعم فوت ہو جائیں یا قتل کئے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ خدا کی قسم ہم الٹے پاؤں ہرگز نہ پھر یگے بحالیکہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمادی ہے۔ اور اگر نبیؐ فوت یا مقتول ہوں تو میں اُسی دین پر جنگ کرونگا جسپر نبی صلعم نے جنگ کی حتیٰ کہ فوت ہو جاؤں۔ کیونکہ بتحقیق میں اُن کا بھائی اور دوست اور برادر زادہ اور اُن کا وارث ہوں مجھ سے زیادہ اور کون اس کا حقدار ہے؟۔

اور خصائص نسائی صـ۱۸ میں اسی طرح ہے۔ اور اتنا زیادہ لکھا ہے حتیٰ کہ فوت ہو جاؤں یا قتل کیا جاؤں۔ خدا کی قسم میں اُسی طرح کرونگا۔ الخ۔ اور بیان جنگ احد میں گذر چکا ہے کہ علیؑ نے نبیؐ سے عرض کی ایمان کامل کے بعد کفر نہیں آسکتا

(بقیہ حاشیہ صـ۴۶۳) اور حضرت عباس کے دائیں جانب امام حسن اور بائیں جانب امام حسین اور ان کے پیچھے دیگر بنی ہاشم روانہ ہوئے۔ اور حضرت عباس نے فرمایا اے عمر ہمارے ساتھ بنی ہاشم کے سوا اور کوئی مخلوط نہ ہو بلکہ ہم ہی اُن سے الگ رہیں۔ اور اسی حالت میں نمازگاہ تک پہونچے اور انہوں نے دعا کی۔ جابر کہتا ہے اسی وقت ابر آگیا اور بارش شروع ہو گئی۔ حتیٰ کہ بمشکل ہم اپنے گھروں میں آئے۔ تو اہلبیت نبیؐ کا بنی ہاشم کے سوا دوسرے صحابہ کو شامل ذکر نا حتیٰ کہ امیر عمر کو بھی شامل نہ ہونے دینا اس بات پر دال ہے کہ اُن کی شمولیت بجائے فائدہ کے مضر تھی اور بدیں حالت عدم قبولیت دعا کا خطرہ تھا ۱۲ مترجم۔

اہلبیتؑ کو ذریعہ امیر عمر کا دعا استسقا کرانا

فی لباب النقول للسیوطی ص ۱۱۳/۱۱۴ اخرج الطبرانی فی الاوسط عن عمار بن یاسر قال وقف علی علی ابن ابی طالب سائل وهو راکع فی تطوع فنزع خاتمه فاعطاه السائل فنزلت انما ولیکم الله ورسوله والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰة ویؤتون الزکوٰة وهم راکعون وله شاهد قال عبد الرزاق حدثنا عبد الوهاب بن مجاهد الخ وسیاتی مستوفی فی نصوص خلافته علیه السلام۔

وله علیه السلام فضائل وکرامات لا تحصی مذکورة فی المطولات ولنکتف منها ههنا علی رد الشمس له وهی مما لیس لاحد من امته خیر البریة علیه الصلوٰة والسلام الا لعلی علیه السلام کما فی الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج۲ ص۸۲ اخرج ابن مندة وابن شاهین والطبرانی باسانید بعضها علی شرط الصحیح عن اسماء بنت عمیس قالت کان رسول اللهؐ یوحی الیه وراسه فی حجر علیؑ فلم یصل العصر حتی غربت الشمس فقال رسول اللهؐ اللهم انه کان فی طاعتك وطاعة رسولك فاردد علیه الشمس قالت اسماء فرأیتها غربت ثم رأیتها طلعت بعد ما غربت وفی لفظ للطبرانی فطلعت علیه الشمس حتی وقفت علی الجبال وعلی الارض وقام علیؑ فتوضأ وصلی العصر ثم غابت وذلك بالصهباء فی الحاشیة الصهباء منزل بین المدینة وخیبر واخرج ابن مردویه عن ابی هریرة قال نام رسول اللهؐ وراسه فی حجر علیؑ ولم یکن صلی العصر حتی غربت الشمس فلما قام النبیؐ دعا له فردت علیه الشمس

اور لباب النقول سیوطی ص ۱۱۳/۱۱۴ میں عمار بن یاسر سے مروی ہے کہ جناب علیؑ کے پاس بحالیکہ وہ نفلی نماز کے رکوع میں تھے۔ ایک سائل آیا۔ اور امیر المومنین نے اپنی انگوٹھی اتار کر سائل کو دیدی تو آیت انما ولیکم الله ورسولہ والذین اٰمنوا۔ الآیۃ نازل ہوئی۔ اور اس روایت کے لئے اور شاہد ہے جو اس اسناد کی تقویت کرتا ہے، چنانچہ عبد الرزاق نے کہا ہمیں عبد الوہاب بن مجاہد نے بیان کیا۔ اور عنقریب النصوص خلافت حضرت علیؑ میں اس کا مکمل بیان آئیگا۔ اور حضرت علیؑ کے لئے فضائل اور کرامات بڑی کتب میں بے شمار مذکور ہیں، مگر ہم اس جگہ صرف ایک کرامت رد الشمس کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ جو امت محمد صلعم کی کسی فرد کے لئے بجز حضرت علیؑ کے میسر نہیں ہوئی۔ چنانچہ خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۲ ص ۸۲ میں ہے۔ ابن مندہ و ابن شاہین و طبرانی بہت اسانید سے جن سے بعض شرط صحیح بخاری پر ہیں اسماء بنت عمیس سے روایت کرتے ہیں۔ کہا رسول اللہؐ کی طرف وحی ہو رہی تھی اور آپ کا سر مبارک حضرت علیؑ کی گود میں تھا اور حضرت علیؑ نے اُس حالت میں عصر کی نماز نہ پڑھی حتیٰ کہ سورج غروب ہوگیا۔ بعد فراغت وحی کے رسول اللہ صلعم نے فرمایا یا اللہ یہ علیؑ تیری طاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا تو اسپر سورج کو واپس فرما۔ حضرت اسماء کہتی ہیں میں نے دیکھا تھا کہ غروب ہوگیا پھر میں نے دیکھا کہ سورج بعد غروب کے طلوع کر آیا۔ اور طبرانی کے لفظ میں یہ ہے کہ اسپر سورج طلوع کر آیا حتیٰ کہ پہاڑ اور زمین پر کھڑا ہوگیا اور حضرت علی نے اٹھکر وضو کیا اور نماز عصر پڑھی پھر سورج غائب ہوگیا۔ اور یہ واقعہ صہباء کا ہے، اس کے حاشیہ میں ہے صہباء خیبر اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے اور ابن مردویہ نے ابی ہریرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہؐ اپنا سر مبارک حضرت علیؑ کی گود میں رکھکر سو گئے اور حضرت علیؑ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی جب نبی صلعم بیدار ہوئے اُس کے لئے دعا فرمائی کہ اسپر سورج واپس لایا گیا

حتیٰ صلّی ثم غابت ثانیۃ واخرج الطبرانی
بسند حسن عن جابر ان النبیؐ امر الشمس
فتاخرت ساعۃ من نہار۔ انتھٰی وھٰکذا
فی معارج النبوۃ ص۲۲۳ رکن رابع وھٰکذا
فی مدارج النبوۃ جلد۲ ص۲۳۷ وقد طول
الشیخ وصححہ وقواہ وھٰکذا فی ثبوت
الخلافۃ ص۱۲۸
وقال الشوکانی فی الفوائد المجموعۃ ص۱۱۸، ۱۱۹
بعد ذکر حدیث رد الشمس لعلیؑ وقد
رواہ الطحاوی فی مشکل الحدیث من
طریقین وقال ھما ثابتتان رواتھما
ثقات۔ وقد رواہ الطبرانی وقد ذکر
لہ صاحب اللاٰلی طرقاً والف فی ذٰلک
جزءاً۔ انتھٰی۔
وفی الشفاء للقاضی عیاض المالکی طبع مصر
ص۲۴۰ خرّج الطحاوی فی مشکل الحدیث
عن اسماء بنت عمیس من طریقین ان
النبیؐ کان یوحیٰ الیہ ورأسہ فی حجر
علیؑ فلم یصلی العصر حتیٰ غربت الشمس
فقال رسول اللہؐ اصلیت یا علیؑ قال
لا فقال اللھم انہ کان فی طاعتک
وطاعۃ رسولک فاردد علیہ الشمس
الحدیث (ثم قال) وھٰذان الحدیثان
ثابتان ورواتھما ثقات ثم بیّن
القاضی ثبوت ھٰذا الحدیث وتقویتہ
قال علی القاری فی شرح الشفاء
قد یتقوی ویتبعاً ضد الاسانید
الی مرتبۃ حسنۃ
فیصح الاحتجاج بہ
انتھٰی

حتیٰ کہ حضرت علیؑ نے نماز پڑھی اور پھر دوسری دفعہ غروب ہوا
اور طبرانی نے بسند حسن جابر سے روایت کیا۔ اس نے کہا
نبیؐ نے سورج کو حکم دیا اور اس دن ایک گھنٹہ کی مہلت
بڑھ گئی تھی۔ انتہیٰ۔ اور اسی طرح معارج النبوۃ ص۲۲۳
رکن رابع میں ہے۔ (نیز روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنو جلد ۱
ص۲۶۸ میں) اور اسی طرح مدارج النبوۃ جلد۲ ص۲۳۷ میں ہے
اور شیخ نے اس میں طول دیا۔ اور روضۃ الاحباب وغیرہ سے
اس کو صحیح اور قوی ثابت کیا۔ اور اسی طرح ثبوت خلافت
ص۱۲۸ میں ہے۔ اور علامہ شوکانی نے الفوائد المجموعہ ص۱۱۸، ۱۱۹
میں بعد ذکر حدیث رد الشمس لعلیؑ کے لکھا ہے۔ تحقیق اسکو
طحاوی نے دو اسنادوں سے مشکل الحدیث میں روایت کیا
اور کہا کہ دونوں ثابت ہیں اور ہر دو کے رواۃ ثقہ ہیں اور
اس کو طبرانی نے بھی روایت کیا اور اس کے لئے مؤلف
اللآلی المصنوعہ یعنی سیوطی نے بہت اسناد ذکر کئے ہیں۔
بلکہ اس میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ انتہیٰ۔
اور شفا قاضی عیاض مطبوعہ مصر ص۲۴۰ میں ہے کہ طحاوی نے
مشکل الحدیث میں بروایت اسماء بنت عمیس دو اسنادوں
کے ساتھ روایت کیا کہ نبیؐ کو وحی ہو رہی تھی حالیکہ آپ کا
سر مبارک علیؑ کی گود میں تھا۔ اور حضرت علیؑ نے عصر کی
نماز نہ پڑھی تھی۔ حتیٰ کہ سورج ڈوب گیا۔ رسول اللہ صلعم
نے فرمایا یا علیؑ تو نے نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے عرض کی
نہیں یا رسول اللہؐ۔ پس آنحضرتؐ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ
تحقیق یہ علیؑ تیری اور تیرے رسولؐ کی طاعت میں تھا
اس پر سورج کو واپس فرما۔ آخر حدیث تک (پھر کہا)
اور یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں اور دونوں کے رواۃ ثقہ
ہیں۔ پھر قاضی عیاض نے مزید ثبوت اور تقویت اس روایت
کی لکھی ہے۔
اور ملا علی قاری شرح شفا میں لکھتا ہے کہ کبھی اسانید احادیث
کے ایک دوسرے کی تقویت اور مدد سے مرتبہ حسن تک
پہونچ جاتے ہیں۔ اور اس سے استدلال اور احتجاج صحیح ہو...

ثم رد علی ابن الجوزی ومن تبعہ قولہ بوضعہ
ونقل عن القسطلانی ان حدیث اسماء
اخرجہ الطبرانی وحسنہ العراقی فی شرح
التقریب ثم اطال فی ذلک۔

فی حاشیۃ القول المستحسن فی فخر الحسن
قلت حدیث یعلی ورد من حدیث اسماء
اخرجہ احمد بن صالح المصری وابو امیۃ
الطرسوسی والطحاوی والطبرانی وابن مندہ
وابن شاہین وصححہ ابن صالح والطحاوی
وتبعہما الحفاظ الازدی وعیاض وابن
سید الناس ومغلطائی وحسنہ الحافظ
ابوذرعۃ ابن العراقی وروی عن ابی ہریرۃ
اخرجہ ابن مردویہ وکذا من حدیث علیؑ
وابنہ الحسین وجابر وابی سعید ممن
اثبتہ من الحفاظ المحب الطبری والسمہودی
وابن حجر والسیوطی ولہ جزء فی اثباتہ
سماہ کشف اللبس فی حدیث رد الشمس
والسخاوی والشامی ولہ مزیل اللبس عن
حدیث رد الشمس والقسطلانی وابن الربیع
وابن العراقی وابن حجر المکی والقاری
والخفاجی والتلمسانی والدلجی والحلبی و
الشبراملسی والقشاشی والکوروری وردوا
علی الدولابی وابن الجوزی وابن التیمیۃ
قولہم موضوع وابن کثیر قولہ منکر واجابوا
عن الامور التی اعلوہ بہا باجوبۃ شافیۃ
انتہی۔

قال السیوطی فی التعقبات علی
موضوعات ابن الجوزی
طبع محمدی لاہور
ص۔

پھر ابن جوزی پر اور اُن لوگوں پر جنہوں نے اس روایت کے موضوع کہنے میں ابن جوزی کی متابعت کی ہے۔ علی قاری نے رد لکھا۔ اور قسطلانی سے نقل کیا کہ حدیث اسماء کو طبرانی نے روایت کیا۔ اور عراقی نے اس کو شرح تقریب میں حسن کہا۔ پھر علی قاری نے اس کی تحقیق میں طول دیا۔ (موضوعات کبیر علی قاری) برادر حاشیہ موضوعات صغیر علی قاری میں القول المستحسن فی فخر الحسن سے منقول ہے۔ اس میں لکھا ہے میں کہتا ہوں حدیث یعلیٰ حدیث اسماء سے وارد ہوئی جس کو احمد بن صالح مصری نے اور ابو امیہ طرسوسی و طحاوی و طبرانی و ابن مندہ و ابن شاہین نے روایت کیا۔ اور اس کو ابن صالح و طحاوی نے صحیح کہا اور حافظ ازدی و عیاض و ابن سید الناس و مغلطائی بھی تصحیح کے قائل ہوئے۔ اور اُس کو حافظ ابوذرعہ بن عراقی نے حسن کہا۔ اور یہ ابی ہریرہ سے بھی مروی ہے جس کو ابن مردویہ نے بھی روایت کیا۔ اور نیز یہ حدیث حضرت علیؑ اور اُن کے بیٹے امام حسینؑ اور جابر و ابی سعید سے بھی مروی ہے۔ اور جن حفاظ احادیث نے اس کو ثابت کیا ہے اُن میں سے محب طبری و سمہودی و ابن حجر و سیوطی ہیں۔ اور سیوطی کا اس میں ایک مستقل رسالہ ہے۔ جس کا نام کشف اللبس فی حدیث رد الشمس رکھا ہے۔ اور سخاوی و شامی نیز انہی مثبتین سے ہیں۔ اور اس کا بھی مستقل رسالہ مزیل اللبس عن حدیث رد الشمس تالیف ہو چکا ہے۔ اور قسطلانی و ابن ربیع و ابن عراقی و ابن حجر مکی و قاری و خفاجی و تلمسانی و دلجی و حلبی و شبراملی و قشاشی و کروری بھی اس حدیث کے مثبت ہیں۔ اور انہوں نے قول وضع دولابی و ابن جوزی و ابن تیمیہ و قول نکارۃ ابن کثیر کو رد کیا ہے۔ اور مثبتین نے ابن جوزی وغیرہ کی اُن علل کا جو انہوں نے اس حدیث پر بزعم خود پیدا کی تھیں شافی جواب دیئے ہیں۔ انتہیٰ۔

اور سیوطی نے تعقبات موضوعات ابن جوزی مطبوعہ مطبع محمدی لاہور صفحہ میں (بجواب معترض اس حدیث کے) کہا

فضیل ثقة صدوق احتج به مسلم والاربعة وابن شریك وثقه غیرابی حاتم وروی غیرابی حاتم وروی عنه البخاری فی الادب وابن عقدة من کبار الحفاظ وثقه الناس وما ضعفه الاعصری متعصب والحدیث صرح جماعة بتصحیحه منهم القاضی عیاض۔ انتهی۔

وفی الصواعق المحرقه ص۷۶ ومن کراماته الباهرة ان الشمس ردت علیه لما کان رأس النبی فی حجره الحدیث وحدیث ردها صححه الطحاوی والقاضی فی الشفاء وحسنه شیخ الاسلام ابوزرعة وتبعه غیره وردوا علی جمع قالوا انه موضوع وزعم فوات الوقت بغروبها فلا فائدة لردها فی محل المنع بل نقول کما ان ردها خصوصیة کذلك ادراك العصر الان اداء خصوصیة وکرامة۔ (الی ان قال) قال سبط ابن الجوزی وفی الباب حکایة عجیبة حدثنی بها جماعة من مشائخنا بالعراق انهم شاهدوا ابا منصور المظفر بن اردشیر القبادی الواعظ ذکر بعد العصر هذا الحدیث ونمقه بالفاظه وذکر فضائل اهل البیت فغطت سحابة الشمس حتی ظن الناس انها قد غابت فقام علی المنبر واوما الی الشمس وانشدها

لا تغربی یا شمس حتیٰ ینتهی
مدحی لآل المصطفیٰ ولنجله
واثنی عنانك ان اردت ثناءهم
انسیت اذ کان الوقوف لاجله

فضیل ثقہ و صدوق ہے۔ اس سے کتب اربعہ کے محدثین اور مسلم نے حجت پکڑی ہے۔ اور ابن شریک کو ابی حاتم کے سوا اوروں نے ثقہ کہا ہے۔ اور اس سے بخاری نے ادب مفرد میں روایت لی ہے۔ اور ابن عقدہ جو بڑے حفاظ سے ہے اس کو ثقہ کہتا ہے۔ اور سوائے عصری متعصب کے کسی نے اس کو ضعیف نہیں کہا۔ اور یہ حدیث ایسی ہے جس کی تصحیح کے لئے جماعت محدثین نے تصریح کی ہے، جن میں سے قاضی عیاض بھی ہے۔ انتہیٰ۔

اور صواعق محرقہ ص۷۶ میں ہے۔ حضرت علیؑ کی کرامات ظاہرہ سے ہے کہ سورج کو ان کے لئے واپس کیا گیا بحالیکہ نبیؐ کا سر مبارک ان کی گود میں تھا۔ آخر حدیث تک۔

اور حدیث رد الشمس کو طحاوی اور قاضی عیاض نے شفا میں صحیح کہا، اور شیخ الاسلام ابوزرعہ اور اس کے تابعین نے اس کو حسن کہا۔ اور انہوں نے اُن پر جنہوں نے اس کو موضوع کہا رد کیا ہے۔ اور غروب آفتاب سے وقت کے فوت ہونے کا قول کہ پھر واپس کرنے آفتاب کا کوئی فائدہ نہیں، جائے اعتراض ہے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں جیسا کہ رد الشمس خصوصیت ہے، اسی طرح ادا نماز کے لئے ادراک وقت عصر بھی خصوصیت و کرامت ہے (تا اینکہ کہا) سبط ابن جوزی کہتا ہے اس باب میں ایک عجیب حکایت ہے جس کو مجھے ایک جماعت ہمارے مشائخ عراقیین نے بیان کیا ہے۔ کہ اُنہوں نے ابو منصور مظفر بن اردشیر قبادی واعظ کو دیکھا جو اسی حدیث رد الشمس کا بعد عصر کے بیان کر رہا تھا۔ اور الفاظ حدیث کو اُس نے حرف بحرف لکھا اور فضائل اہلبیتؑ کو ذکر کیا اتنے میں ابر نے سورج کو چھپا لیا حتیٰ کہ لوگوں نے گمان کیا کہ آفتاب غروب ہو گیا ہے۔ پس واعظ مذکور ممبر پر کھڑا ہو کر سورج کی طرف اشارہ کر کے یہ اشعار پڑھنے لگا اے آفتاب جب تک میں آل مصطفےٰ کی مدح تمام نہ کر لوں تب تک غروب نہ ہو۔ اور اگر تو چاہتا ہے کہ ان کی مدح کی جائے تو اپنی لگام واپس پھیر لے۔ کیا تجھے وہ وقت فراموش ہو گیا ہے جب تو اسی حضرت علیؑ کے لئے کھڑا ہوا تھا۔

ان کان للمولیٰ وقوفك فليكن
هذا الوقوف لخيله ولرجله
قالوا فانجاب السحاب عن الشمس و
طلعت۔ انتهٰى۔

اقول فوات الوقت بغروبها فلا فائدة لردها مردود لما قال فی الدر المختار ص۲۷ کتاب الصلوٰۃ ووقت العصر منه الیٰ قبیل الغروب فلو غربت ثم عادت هل یعود الوقت الظاهر نعم۔ انتهٰی۔

ومن خصائصه انه تصدق للمناجات بالنبیؐ حین اتیٰ امر الله۔ ای قدموا بین یدی نجوٰکم الآیہ۔ ولم یتصدق غیره من الصحابة۔

اگر سردار کے لئے تیرا کھڑا رہنا تھا تو اُس کے سوار اور پیادہ غلاموں کے لئے بھی تجھے کھڑا رہنا چاہیئے۔
مشائخ کہتے ہیں کہ ابر دور ہو گیا اور آفتاب طلوع کر آیا۔[1]
(قول مؤلف) میں کہتا ہوں اس کا قول غروب آفتاب سے وقت کا فوت ہونا اور رجوع آفتاب کا فائدہ نہ ہونا مردود ہے۔ کیونکہ در المختار ص۲۷ کتاب الصلوٰۃ میں ہے۔ وقت عصر کا غروب سے پہلے ہے۔ پس اگر غروب ہو کر سورج واپس آجائے تو کیا وقت واپس ہوتا ہے یا نہ۔ ظاہر فتوے یہی ہے کہ بے شک وقت واپس آجاتا ہے۔ انتہیٰ۔
اور خصائص حضرت علیؑ سے یہ بھی ہے۔ کہ جب حکم قدموا بین یدی نجوٰکم صدقات کا آیا تو سرگوشی کی بات پر حسب الحکم قرآن کریم کے حضرت علیؑ نے صدقہ دیا اور دس دن اسطرح کرتے رہے۔ کہ بعد ادائے صدقہ سرگوشی آنحضرتؐ سے کرتے رہے۔ ان کے بغیر کسی صحابی نے اس آیت پر عمل نہ کیا۔ (جب یہ حالت ہو کہ رسولؐ سے سرگوشی پر ایک درہم بجز علیؑ کے کسی نے خرچ نہ کیا تو اپنا جان و مال آنحضرتؐ پر کس طرح خرچ

فصل

فی بیان کون امیر المؤمنین علی علیه السلام خلیفة النبیؐ بلا فصل وکونه وصیا

فاذا فرغنا من فضائل علیؑ نشرع فی بیان خلافته وله نصوص۔

منها

ما فی لباب النقول للسیوطی ص $\frac{113}{114}$ اخرج الطبرانی فی الاوسط بسند فیه مجاهیل عن عمار بن یاسر قال وقف علیٰ علی بن ابیطالب سائل وهو راکع۔ الخ

فصل

جناب علی علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی اور خلیفہ بلا فصل ہونے کے بیان میں

فضائل علیؑ سے فارغ ہو کر ہم اُن کی خلافت کا بیان شروع کرتے ہیں اسکے لئے چند نصوص ہیں منجملہ اُن کے لباب النقول سیوطی ص $\frac{113}{114}$ جلد ا مطبوعہ مصر بر حاشیہ جلالین میں ہے طبرانی اوسط میں ایسی سند سے روایت کرتا ہے جس میں مجاہیل ہیں۔ عمار بن یاسر کہتے ہیں حضرت علیؑ بن ابی طالب کے پاس نفلی نماز کے رکوع میں ایک سائل آیا اور حضرت علیؑ

[1] ابر کی موجودگی میں لوگوں نے جو غروب آفتاب دیکھا اسلیئے اُن کو یہ شبہ ہوا کہ آفتاب فی الواقع غروب ہو چکا ہے یا بادل میں آگیا ہے اور ممکن ہے کہ آفتاب بعد حقیقی غروب کے پھر طلوع کر آیا ہو ۱۲ مترجم۔

فنزع خاتمہ فاعطاہ السائل فنزلت
انما ولیکم اللہ ۔ الآیہ ۔ ولہ شاھد
قال عبد الرزاق حدثنا عبد الوھاب
بن مجاھد عن ابیہ عن ابن عباس ۔
قولہ انما ولیکم اللہ ۔ الآیہ ۔ قال نزلت
فی علی ابن ابیطالب وروی ابن مردویہ
من وجہ آخر عن ابن عباس مثلہ واخرج
ایضاً عن علیؑ مثلہ واخرج ابن جریر
عن مجاھد وابن ابی حاتم عن سلمۃ
بن کھیل مثلہ فھذہ شواھد یقوی
بعضھا بعضا ۔ انتھٰی ۔ فی الدر للسیوطی
جلد ۲ ص ۲۹۳/۲۹۴ اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم
واخرج الخطیب وعبد الرزاق وعبد بن
حمید وابو الشیخ وابن مردویہ والطبرانی
وابو نعیم عن ابن عباس وعمار بن یاسر
وعلی ابن ابیطالب وسلمۃ بن کھیل و
مجاھد والسدی وعتبۃ بن حکیم وابی رافع
قصۃ تصدق لخاتم علیؑ ۔ وھکذا فی
ترجمان القرآن ص ۹۳ وتفسیر ابن جریر ج ۶ ص ۱۶۵
وتفسیر الخازن ج ۱ ص ۵۰۶ وتفسیر المدارک علی
ھامش الخازن ج ۱ ص ۵۰۶ وتفسیر فتح البیان
ج ۳ ص ۸۰ وتفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۶۷ وتفسیر
حقانی ج ۴ ص ۳۰ وتفسیر روح المعانی ج ۳ ص ۳۲۹
وتفسیر حسینی جلد ۱ ص ۱۴۰ وتفسیر المعالم ج ۱ ص ۱۸۶
فی البیضاوی انھا نزلت فی علیؑ حین سألہ
سائل وھو راکع فطرح لہ خاتمہ وصیغۃ الجمع
لترغیب المؤمنین علی مثلہ وکذا فی المظھری ص ۶۳

اور انہوں نے اپنی انگوٹھی اتار کر سائل کو دیدی، تب آیت
انما ولیکم اللہ الآیہ ۔ اتری ۔ اور اس کے لئے اور روایت
شاہد ہے جو عبد الرزاق باین اسناد روایت کرتا ہے ۔ ہم کو
عبد الوہاب بن مجاہد نے اپنے باپ سے بیان کیا ۔ اُس نے
ابن عباس سے روایت کیا کہ قولہ تعالیٰ انما ولیکم اللہ الآیہ
حضرت علیؑ بن ابی طالب میں نازل ہوا ہے ۔ اور ایک اور
اسناد سے ابن مردویہ ابن عباس سے مثل اس کی روایت
کرتا ہے ۔ اور اُسنے حضرت علی سے بھی اسیطرح روایت کیا
اور ابن جریر مجاہد سے اور ابن ابی حاتم سلمہ بن کہیل سے
نیز اسی طرح روایت کرتے ہیں ۔ پس یہ سب شواہد ہیں جو بعض
بعض کیلئے مقوی ہیں ۔ انتہےٰ (یعنے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے)
اور در منثور جلد ۲ ص ۲۹۳/۲۹۴ میں قصہ تصدق انگشتری علیؑ کا
بحالت رکوع باسناد ابن جریر وابن ابی حاتم وخطیب
وعبد الرزاق وعبد بن حمید وابی الشیخ وابن مردویہ وطبرانی
وابی نعیم کے ابن عباس وعمار بن یاسر وعلی بن ابی طالب
وسلمہ بن کہیل ومجاہد وسدی وعتبہ بن حکیم وابی رافع سے
مروی ہے[1] ۔ اور اسی طرح ترجمان القرآن ص ۹۳ وتفسیر
ابن جریر جلد ۶ ص ۱۶۵ وتفسیر خازن جلد ۱ ص ۵۰۶ وتفسیر مدارک
برحاشیہ خازن ص ۵۰۶ جلد ۱ وتفسیر فتح البیان جلد ۳ ص ۸۰
وتفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۲۶۷ وتفسیر حقانی جلد ۴ ص ۳۰ وتفسیر
روح المعانی جلد ۳ ص ۳۲۹ وتفسیر حسینی جلد ۱ ص ۱۴۰ وتفسیر
معالم جلد ۱ ص ۱۸۶ میں ہے ۔ اور بیضاوی میں ہے کہ یہ آیت
حضرت علیؑ کے حق میں اتری ہے ۔ جبکہ اُن کی حالت رکوع
میں ایک سائل آیا اور انہوں نے اپنی انگشتری دیدی ۔ اور
آیت میں جمع کا صیغہ متابعت علیؑ کی ترغیب مومنین کے واسطے
وارد ہوا ہے ۔ اور اسی طرح تفسیر مظہری ص ۶۳ میں لکھا ہے[2]

[1] اور در منثور میں یہ بھی لکھا ہے کہ بعد نزول اس آیت انما ولیکم اللہ اور وقوع قصہ انگشتری کے رسولؐ
نے اپنے اصحاب کے پاس اس آیت کو پڑھکر فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من
عاداہ یعنے جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ بھی مولا ہے ۱۲ مترجم۔

[2] اہل جماعت کی اصح التفاسیر جامع البیان ابن جریر طبری جلد ۶ ص ۱۲۵ میں سدی وابی جعفر (باقرؑ) وعتبہ بن
ابی حکیم ومجاہد سے یہ قصہ اسیطرح مروی ہے ۔ نیز تفسیر ابی السعود ج ۳ ص ۶۰ میں یہ قصہ لکھا ہے اور زیادہ کیا کہ غالباً وہ
انگشتری اتنی کھلی ہوگی جس سے نکالنے میں عمل کثیر کی حاجت نہوئی ۱۲ مترجم

وقال الشواهد يقوي بعضها بعضا
والحصر اضافي كذا في كفاية الطالب
في مناقب علي ابن ابي طالب۔
وذكر ابن المغازلي باسانيد خمسة
وذكر العلامة القوشجي في شرح
التجريد وسكت۔
وذكر الحافظ سبط ابن الجوزي في تذكرة
خواص الامة هذه القصة باسنادين
وهكذا في رياض النضرة في مناقب العشرة
وذكر الخطيب الخوارزم في المناقب باسنادين
وذكر السيد جمال الدين المحدث في الاربعين
وذكر قوله واجعل لي وزيرا من اهلي عليا
اشدد به ظهري باسنادين۔
وهكذا في درر السمطين في فضائل المصطفى
والمرتضى والبتول والسبطين۔
وقال الرازي في الكبير عن عطاء عن
ابن عباس كما في الاربعين۔
وكذا في فصول المهمة في معرفة
الائمة لمحمد بن صباغ المالكي كلها
من النصرة الغيبية على الفرقة الشيعة
لمحمد عبد الشكور اللكنوي۔
وفي تفسير النيشاپوري ج ۶ ص ۱۴۴ و ۱۴۵ و
الخازن ج ۱ ص ۴۸۵ والاكليل على هامش
جامع البيان ص ۱۶۹ قوله تعالى يحبهم و
يحبونه في حق علي لان مابعد هذه
الاية نزلت فيه باتفاق اكثر المفسرين
انتهى ملخصا۔
وقد اعترض النيشاپوري في تفسيره على الرازي
في جرحه على استدلال الامامية بهذه
الاية على خلافة امير المؤمنين۔

اور مولوی ثناء اللہ پانی پتی مؤلف تفسیر مظہری لکھتے ہیں کہ
اس روایت کے لئے بہت شواہد ہیں جو بعض بعض کی تقویت
کرتے ہیں۔ اور حصر اضافی ہے۔ اسی طرح کفایت الطالب
فی مناقب علی ابن ابی طالب میں ہے۔ اور ابن مغازلی
نے پانچ اسنادوں سے اسکو بیان کیا ہے۔
اور علامہ قوشجی نے شرح تجرید میں ذکر کیا اور اسناد پر سکوت
کیا۔ اور حافظ سبط ابن الجوزی نے تذکرہ خواص الامۃ میں
اس قصہ کو دو اسنادوں سے لکھا ہے۔
اور اسی طرح ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ میں ہے۔
اور خطیب خوارزم نے مناقب میں دو اسنادوں سے
بیان کیا اور سید جمال الدین محدث نے اربعین میں اس
حدیث کو ذکر کرکے دو اسنادوں سے لکھا کہ آنحضرت صلعم
نے ان الفاظ سے دعا فرمائی تھی واجعل لی وزیرا من اہلی
الخ یعنے یا اللہ میرے لئے میرے اہل سے حضرت علیؑ کو
میرا وزیر بنا اور میری پشت کو مضبوط کر۔
اور اسیطرح درر السمطین فی فضائل المصطفیٰ والمرتضیٰ
والبتول والسبطین میں ہے۔
اور رازی نے تفسیر کبیر میں بروایت عطا وابن عباس کے
اور اربعین میں نقل کیا۔ اور نیز فصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ
محمد بن صباغ مالکی میں یہ قصہ مذکور ہے۔
یہ روایات ابن مغازلی سے لیکر اس جگہ تک نصرۃ غیبیہ
علی الفرقۃ الشیعہ مولفہ عبدالشکور لکھنوی سے نقل کی گئی
ہیں۔ اور تفسیر نیشاپوری جلد ۶ ص ۱۴۴ وخازن جلد ۱
ص ۴۸۵۔ واکلیل بر حاشیہ جامع البیان ص ۱۶۹ میں لکھا ہے
کہ قولہ تعالیٰ یحبہم و یحبونہ حضرت علیؑ کے حق میں
وارد ہے۔ کیونکہ اس کا مابعد باتفاق اکثر مفسرین انہی
کے حق میں اترا ہے۔ انتہے ملخصا۔
اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں فخر رازی پر اسبارہ
میں اعتراض کیا ہے کہ اس نے اس آیت سے خلافت امیر المومنین
پر امامیہ کے استدلال کے برخلاف کیوں جرح کی ہے۔

وفی ارجح المطالب ص۸۵ ذکر مفصلاً و مطولاً۔ وذکر الحاجی نور حسین فی ثبوت الخلافۃ ص۱۴ طبع اول نزول ھٰذہ الآیۃ فی حق علی من القادری والبیضاوی والکشاف والمدارک والمعالم والکبیر والثعلبی۔ فی منتخب کنز العمال ج۵ ص۳۸ علی ھامش مسند احمد طبع مصر قولہ تعالیٰ وھم راکعون عن ابن عباس روی قصۃ تصدق الخاتم رواہ الخطیب فی المتفق وفیہ مطلب بن زیاد وثقہ احمد وابن معین۔ وفی کنز العمال ج۶ ص۴۰۵ عن علی رواہ ابو الشیخ وابن مردویہ قصۃ الخاتم۔ اقول الظاھر ان المحمول واحد فی ھٰذہ الآیۃ والموضوعات ثلٰثۃ فالحمل فی ھٰذا المقام بجمیع ما صدق علی ھٰؤلاء الثلاثۃ بنہج واحد فھو السید والمحب والاولیٰ بالتصرف کما یؤیدہ الحدیث المتواتر اعنی من کنت مولاہ فعلی مولاہ وبلفظ اخر من کنت ولیہ فعلی ولیہ من بعدی۔

ولا یرد

ان الصیغ للجمع فلا تصدق علیٰ علی وھو واحد۔

لانا نقول

ان الجمع فی مثل ھٰذہ المقامات للتشویق والترغیب للباقین کما ان اھل التفسیر قد اتفق علیٰ نزول الآیۃ فی علیؑ

اور ارجح المطالب ص۸۵ میں اس کا مفصل اور طویل ذکر ہے۔ اور حاجی ڈاکٹر نور حسین صاحب نے ثبوت خلافت ص۱۴ طبع اول میں اس آیت کا نزول جناب علیؑ کے حق میں قادری اور بیضاوی وکشاف ومدارک ومعالم وکبیر وثعلبی سے ذکر کیا ہے۔ اور منتخب کنز العمال جلد ۵ ص۳۸ برحاشیہ مسند احمد مطبوعہ مصر میں ہے کہ قولہ تعالیٰ انما ولیکم اللہ تا راکعون بروایت ابن عباس جس کو خطیب نے متفق میں ذکر کیا قصہ تصدق انگشتری حضرت علیؑ کے بارہ میں اترا ہے۔ اور اس روایت میں مطلب بن زیاد راوی ہے جس کی امام احمد اور ابن معین نے توثیق کی ہے۔
اور کنز العمال جلد ۶ ص۴۰۵ میں باسناد ابی الشیخ وابن مردویہ حضرت علیؑ سے یہی قصہ تصدق انگشتری کا مروی ہے (قول مؤلف) میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں محمول ایک اور موضوع تین ہیں۔ پس ایسے مقام میں تمام طرق ممکنہ سے ان پر حمل برابر ہوگا۔ جو ایک ہی طریق سے تینوں پر صادق ہو اس لئے حضرت علیؑ سردار اور دوست اور اولےٰ بالتصرف ولی اور مولیٰ کے جملہ معانی ممکن الوقوع کے مصداق ہیں۔ چنانچہ اس کی تائید اس حدیث متواتر سے ہوتی ہے جس کے الفاظ میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور من کنت ولیہ فعلی ولیہ من بعدی وارد ہیں یعنے جس کا میں ولی ہوں اُس کا میرے بعد علیؑ بھی ولی ہیں (ولی کے معنے سردار اور دوست اور اولیٰ بالتصرف کے ہیں۔ پس جتنے معانی سے امت کے ولی رسول خدا صلعم ہیں اُن سب معانی سے حضرت علی بھی ولی ہیں۔ لہٰذا خلافت پر استدلال صحیح ہے)۔
اور یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کہ اس آیت میں جمع کے صیغے ہیں اور حضرت علی واحد ہیں ان پر صادق نہیں آتے کیونکہ ہم جواب دیتے ہیں بتحقیق جمع کا صیغہ ایسے مقامات میں باقی لوگوں کے شوق اور ترغیب دلانے کے لئے وارد ہے جیسا کہ اہل تفسیر نے اس آیت کی نزول بحق علیؑ میں

وایضاً اتفق اهل الجماعة علی ان قوله تعالی ولا یاتل اولوا الفضل منکم نزل فی ابی بکر وکلمة اولوا الجمع وابوبکر واحد وقوله تعالی والذی جاء بالصدق الآیة۔ الی اولئك هم المتقون۔ وقوله تعالی فسوف یاتی الله بقوم یحبهم المراد من القوم ابوبکر عندهم وهو واحد وقوله تعالی ان ابراهیم کان امة فالامة اطلقت علی ابراهیم وهو واحد وفی محاورات العامة نظام الدین اولیا وهو واحد وغیرها فاندفع الایراد۔ ویمکن ان یکون الجمع للتعظیم وهو شائع۔

وفی حاشیة مجمع البحرین ومطلع النیرین فی لغة القرآن والحدیث فی لفظ ولا ص۹۲ روی عن الصادقؑ ان الخاتم الذی تصدق به امیر المؤمنین وزن حلقته اربعة مثاقیل فضة ووزن فصه خمسة مثاقیل وهی یاقوتة حمراء قیمته خراج الشام ستة مائة جمل فضة واربعة اجمال من الذهب وهو لطوار بن الحران قتله امیر المؤمنین واخذ الخاتم من اصبعه واتی به النبیؐ من جملة الغنائم فاعطاه النبیؐ فجعله فی اصبعه صلوات الله وسلامه علیهما۔

ومنها

قوله تعالی یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك۔ الآیه

اور اسی طرح اکثر اہل جماعت کا اسپر اتفاق ہے کہ قولہ تعالیٰ ولا یاتل اولوا الفضل منکم حضرت ابی بکر کے حق میں اترا ہے حالانکہ کلمہ اولوا جمع کے لئے ہے اور ابوبکر صاحب واحد ہے۔ اور الذی جاء بالصدق۔ الآیہ تا اولئك هم المتقون اور قول تعالیٰ فسوف یاتی الله بقوم یحبهم میں قوم اور متقون سے مراد اہل جماعت کے نزدیک حضرت ابوبکر ہے۔ اور وہ ایک ہے حالانکہ صیغہ جمع کا ہے۔

اور قول تعالیٰ۔ ان ابراهیم کان امة میں امت کا اطلاق صرف ابراہیم علیہ السلام پر ہوا ہے۔ حالانکہ وہ واحد ہیں۔ پس اعتراض دفع ہوچکا۔ اور ممکن ہے کہ (علاوہ ترغیب و تشویق کے) جمع تعظیم[1] کے لئے ہو۔ اور وہ شائع اور مشہور ہے۔ اور حاشیہ مجمع البحرین ومطلع النیرین شیعہ کی کتاب لغت قرآن و حدیث بیان لفظ ولا ص۹۲ میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ جو انگشتری امیر المومنین علیہ السلام نے صدقہ میں دی تھی اس کا حلقہ چار مثقال چاندی کا تھا۔ اور نگینہ اس کا پانچ مثقال یاقوت سرخ کا تھا جس کی قیمت محصول شام کے برابر یعنے چھ سو اونٹ کے چار چاندی اور چار اونٹ کے بار سونے کے برابر تھا اور وہ انگشتری طوار بن حران کی تھی۔ جب امیر المومنینؑ نے اس کو قتل کیا اس کی انگلی سے وہ انگوٹھی اتار لی اور باقی غنائم کے ساتھ نبیؐ کی خدمت میں پیش کی اور آنحضرتؐ نے بحکم فلہ سلبہ کے حضرت علیؑ کو دیدی۔ اور حضرت علیؑ نے اپنی انگلی میں پہن لی۔ صلوات الله وسلامه علیهما۔

اور منجملہ نصوص کے

قولہ تعالیٰ بلغ ما انزل الآیہ۔ ہے۔ یعنی اے رسول جو تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اتارا گیا ہے وہ پہونچادے

---

[1] نیز جمع کے صیغہ سے ائمہ اثنا عشر کی طرف اشارہ ہو تو یہ سب سے زیادہ قرین قیاس و مطابق جملہ آیات واحادیث کے ہے۔ کیونکہ کتب امامیہ میں دیگر ائمہ سے بھی مثل اس قصہ کے تصدق انگشتری کا دقوع میں آنا مروی ہے ۱۲ منہ جمم۔

نزلت فی علیؑ بقول من یعتد بہ من المفسرین والمحدثین۔ فی الدر ج۲ ص۲۹۸ اخرج ابن ابی حاتم وابن عساکر وابن مردویہ عن ابی سعید الخدریؓ وابن مردویہ عن ابن مسعود کنا نقرأ فی عہد رسول اللہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین وھکذا فی المظہری ص۶۸ وفتح البیان جلد۳ ص۸۹ والکبیر جلد۳ ص۴۲۸ والنیشاپوری ج۲ وتاریخ حبیب السیر ص۱۴۳ وفی ارجح المطالب ص۲۰۲ عن ابن مسعود کنا نقرء الخ اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ والعینی فی شرح البخاری والرازی فی الکبیر والواحدی فی تفسیرہ والسیوطی فی الدر والنظام الاعرج فی غرائب القرآن وصاحب سیرۃ الحلبیۃ وابن مردویہ وقال ابوبکر النقاش انھا نزلت فی علیؑ

بقول معتبر مفسرین ومحدثین کے یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں اتری ہے۔ چنانچہ درمنثور جلد۲ ص۲۹۸ میں ابن ابی حاتم وابن عساکر وابن مردویہ کے اسناد سے بروایت ابی سعید خدری اور باسناد ابن مردویہ ابن مسعود سے مروی ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم عہد رسول اللہؐ میں اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المؤمنین۔ یعنے اے رسول جو تیری طرف تیرے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے وہ پہونچا دے۔ یہ کہ تحقیق جناب علیؑ مومنین کے سردار ہیں۔ اور اسی طرح تفسیر مظہری ص۶۸ اور فتح البیان ج۳ ص۸۹ وتفسیر کبیر جلد۳ ص۴۲۸ ونیشاپوری جلد۲ وتاریخ حبیب السیر ص۱۴۳ میں ہے۔ اور ارجح المطالب ص۲۰۲ میں ابن مسعود کی روایت مثل تفسیر درمنثور وغیرہ بحوالہ ابونعیم از حلیہ اور عینی شرح بخاری اور کبیر رازی اور تفسیر واحدی اور درمنثور سیوطی اور غرائب القرآن نظام اعرج وسیرۃ حلبیہ وابن مردویہ کے مروی ہے۔ اور ابوبکر نقاش کہتا ہے، یہ آیت ولایت حضرت علیؑ کے حق میں اتری ہے[1]

[1] یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ قراءت ان علیا مولی المؤمنین شاذہ ہے اور اس سے استدلال نہیں ہو سکتا اسلئے کہ ہم یہ جواب دیتے ہیں جو تفسیر اتقان میں موجود ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ قراءت شاذہ صحت وقوت تاویل ورجحان معنے تفسیری کا فائدہ ضرور دیتی ہے۔ دیکھو تفسیر اتقان مطبوعہ مصر جلد۱ ص۸۲ وقال ابوعبید فی فضائل القرآن المقصد من القراءۃ الشاذۃ تفسیر القراءۃ المشہورۃ وتبیین معانیہا کقراءۃ عائشۃ وحفصۃ والصلوۃ الوسطی صلوۃ العصر وقراءۃ ابن مسعود فاقطعوا ایمانہما وقراءۃ جابر فان اللہ بعد اکراھھن لھن غفور الرحیم۔ قال فہذہ الحروف وما شاکلہا قد صارت مفسرۃ للقرآن وقد کان یروی مثل ہذہ عن التابعین فی التفسیر فیستحسن فکیف اذا روی عن کبار الصحابۃ ثم صار فی نفس القراءۃ فہو اکثر من التفسیر واقوی فادنی ما یستنبط من ہذہ الحروف معرفۃ صحۃ التاویل انتہی۔ یعنی قراءت شاذہ کے بیان سے قراءت مشہورہ کی تفسیر مقصود ہوتی ہے۔ اور تفصیل معانی اُس قراءت کی منظور ہوتی ہے۔ چنانچہ قراءت حضرت عائشہ وحفصہ والصلوۃ الوسطی صلوۃ العصر میں صلوۃ وسطی کا معنی صلوۃ عصر سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اور قراءت ابن مسعود فاقطعوا ایمانہما میں دائیں ہاتھ کا کاٹنا جتلایا گیا ہے اور قراءت جابر فان اللہ من بعد اکراھھن لھن غفور الرحیم میں بعد اکراہ لونڈیوں سے گناہ سرزد ہونے کی مغفرت کا حکم سمجھا یا گیا ہے۔ کہا پس یہ حروف اور ان کے مشابہ قرآن کے مفسر ہیں اور جو اس طرح تفسیر میں تابعین سے مروی ہیں وہ بھی پسند کیا جاتا ہے چہ جائیکہ جلیل القدر صحابہ سے مروی ہوں (وہ بطریق اولیٰ مقبول ہیں) پھر وہ حروف جو اصل قراءت میں پڑھے جاتے ہوں وہ بدرجہا مطلق تفسیر سے بہت مضبوط اور قابل قبول ہیں۔ اگر ان حروف کو اصل قرآن سمجھ کر نہ پڑھا جائے تو کم از کم معرفت صحت تاویل کا فائدہ اس سے ضرور حاصل ہو جاتا ہے انتہی ۱۲ مترجم (یہ حاشیہ بر ص۴۷۵ ہے دیکھو)

وقال الفخر الرازی وھو قول ابن عباس والبراء بن عازب ومحمد بن علیؑ بن حسین واخرج الثعلبی فی تفسیرہ انھا نزلت فی علیؑ وقال الرازی لما نزلت ھذہ الآیۃ اخذ بید علیؑ وقال من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ۔

اور فخر الدین رازی یہ لکھکر کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں اُتری ہے بیان کرتا ہے۔ کہ ابن عباس و براء بن عازب اور محمد بن علیؑ بن حسینؑ کا یہی قول ہے۔ اور ثعلبی نے بھی اپنی تفسیر میں روایت کیا کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں اُتری ہے۔ اور فخر الدین رازی لکھتا ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو نبیؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑکر فرمایا جس کا میں سردار ہوں اُس کا حضرت علیؑ بھی سردار ہے۔

ومنھا

قولہ تعالیٰ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم فی الدر جہ ۵ ص۱۸۲ اخرج ابن ابی شیبۃ واحمد والنسائی عن بریدۃ موفوعًا یا بریدۃ الست اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم قلت بلی یا رسول اللہؐ قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ وکذا فی ترجمان القرآن للسید الصدیق ص۲۴۸ وزاد عن ابن مسعود انہ قرء

اور منجملہ نصوص کے

قولہ تعالیٰ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم ہے۔ چنانچہ در منثور جلد ۵ ص۱۸۲ میں ہے۔ ابن ابی شیبہ واحمد ونسائی بریدہ سے مرفوعًا روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے بریدہ کیا میں مومنین کے نفسوں سے اُن کے لئے اولیٰ تر نہیں ہوں؟ بریدہ کہتے ہیں میں نے عرض کی بے شک یا رسول اللہؐ تو آنحضرتؐ نے فرمایا یاد رکھو جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ بھی مولا ہے۔ اور اسی طرح ترجمان القرآن مؤلفہ سید صدیق حسن خان ص۲۴۸ میں ہے۔ اور اُس میں اتنا زیادہ لکھا کہ ابن مسعود کہتا ہے۔ نبی صلعم نے اس آیت کو اس طرح پڑھا

تفسیر آیت بلغ میں امام کا قول

(حاشیہ متعلق ص۴۷۳) رسالہ آفتاب خلافت میں حبیب السیر کی اصل عبارت اس طرح منقول ہے۔ کہ سبب نزول دراں منزل (غدیر) آں بود کہ قبل ازاں حضرت اقدس نبویؐ بحسب وحی سماوی مامور شدہ بود کہ جناب ولایت مآب مرتضوی را بخلافت خویش نصب نماید۔ (شائد وقت امن کی انتظار رہی ہو اور اُس جگہ اظہار کا حکم ہوا) ایں آیت نازل شد یا ایھا الرسول بلغ۔ الآیۃ چوں بتنزیل کریمہ مذکور وجوب نصب امیر المومنین بخلافت بہ تحقیق انجامید حضرت رسالت دریں موضع منزل گزیدو فرمود۔ الخ انتہیٰ ملخصًا۔ اور اس کی تائید در منثور کی روایت سے ہوتی ہے جو بذیل اس آیت کے ابی سعید سے مروی ہے۔ کہا آیت یا ایھا الرسول بلغ۔ غدیر خم کے دن علی ابن ابی طالب کے حق میں اتری ہے۔ اور تفسیر مظہری اور فتح البیان میں بھی اسی طرح ہے ۱۲ مترجم۔

ل چونکہ معصوم کی تفسیر سب پر مقدم ہونی چاہیئے۔ پس بروئے انصاف امام محمد بن علیؑ باقر العلوم کا قول سب پر ترجیح رکھتا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں اُتری اور نبیؐ نے بتعمیل حکم الٰہی امیر المومنین علیؑ کا ہاتھ پکڑکر فرمایا۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اور جب اس امر عظیم کا اس قدر اہتمام ہوا تو اس کو معمولی دوستی مومنین پر حمل کرنا خلاف انصاف ہے کیونکہ مومنین کی آپس میں دوستی رکھنے کے لئے بے شمار آیات واحادیث وارد ہیں پھر اس قدر عظیم الشان اہتمام حضرت علیؑ کے لئے بالخصوص کرنے کی ضرورت نہ تھی لہذا یقینًا ثابت ہے کہ اس سے مراد ریاست عامہ و نیابت نبیؐ ہے۔ دیکھو تفسیر کبیر جلد ۳ ص۱۳۳۴ مصری طبع جدید و تفسیر وحیدی از مولوی وحید الزمان صاحب ص۱۲۸ حاشیہ ۶ اور عبقات حدیث ولایت ص۵۳۳ میں بروایت طبرانی مؤلفہ ۳۶۰ھ و سنن ابن مندہ الاصبہانی مؤلفہ ۳۹۵ھ و ابن مردویہ و ابن اثیر نے اسد الغابہ ناقلاً ابی نعیم و ابن مندہ سے اس طرح مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے آخر حدیث میں فرمایا فھو اولی الناس بکم بعدی یعنے میرے بعد تمہارے لئے یہ سب سے اولےٰ ہے۔ روایت ولی اور مولا کے معنے اولیٰ بالتصرف ہونے کے لئے مفسر و مبین ہے ۱۲ مترجم

النبی اولی بالمومنین من انفسہم وھو
اب لھم۔
وفی الخصائص للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۵
قال اللہ تعالیٰ النبی اولی بالمومنین
من انفسہم وازواجہ امہاتہم وقرء وھو
اب لھم۔
وفی المفردات للراغب الاصفہانی صفحہ ۲
طبع مصر روی انہ صلعم قال لعلی انا
وانت ابوا ھذہ الامۃ والی ھذا اشار
بقولہ کل سبب ونسب منقطع یوم القیامۃ
الا سببی ونسبی۔
وفی صفحہ ۵ قال لعلی انت اخی ووارثی
قال وما ارثک قال ما ورثتہ الانبیاء قبلی
کتاب اللہ وسنتی۔
وفی الخازن جز ۳ صفحہ ۴۵۱ النبی اولی
بالمومنین من انفسہم ای من بعضہم
ببعض فی نفوذ حکمہ علیہم ووجوب
طاعتہ وقال ابن عباس اذا دعاھم
النبی ودعتہم انفسہم الی شئ کانت
اطاعۃ النبی اولی بہم من طاعۃ انفسہم
وھذا صحیح کذا فی الکشاف ج ۲ صفحہ ۲۰۶
والمعالم جلد ۳ صفحہ ۱۶۱
وفی الکبیر جلد ۴
صفحہ ۵۸۹ المسئلۃ
الثانیۃ تمسک
محمد بن
عبداللہ
بن الحسین بن علی ابن
بن الطالب
علیہم السلام

النبی اولی بالمومنین من انفسہم وھو اب لھم۔ یعنے
نبی مومنین کے لئے اُن کے نفسوں سے اولیٰ ہے اور وہ
اُن کے لئے بمنزلہ باپ کے ہے۔
اور خصائص سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۵ میں ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے
النبی اولی بالمومنین من انفسہم اور ایک قراءت میں یہ بھی
ہے وھو اب لھم۔ اور مفردات راغب اصفہانی مطبوعہ
مصر صفحہ ۲ میں لکھا ہے۔ رسول خدا سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت
علی سے فرمایا میں اور تو دونوں اس امت کے باپ ہیں (روحانی
پرورش میں) اور حضور صلعم نے اسی طرف اس قول سے اشارہ
فرمایا کہ ہر سبب ونسب قیامت کے دن میرے سبب ونسب کے
سوا منقطع ہوگا۔
اور اسی مفردات کے صفحہ ۵ میں ہے کہ حضور صلعم نے حضرت
علی سے فرمایا کہ تو میرا بھائی اور وارث ہے حضرت علی نے
عرض کی میں آپ کی کس چیز کا وارث ہونگا۔ آپ نے فرمایا تو میری
اُس چیز کا وارث ہے جس کا میں انبیاء سابقین سے وارث
ہوا ہوں یعنے کتاب خدا اور میری سنت کا۔
اور تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۴۵۱ میں النبی اولی بالمومنین کا
معنے یہ لکھا ہے کہ نبی صلعم مومنین کے نفسوں سے اس طرح اولیٰ
ہیں کہ آپ کا ہر حال میں مومنین پر حکم نافذ ہے، اور اُن پر اس
حکم کی فرمانبرداری واجب ہے۔ اور یہ حالت مومنین کی
آپس میں ایک دوسرے کے حکم ماننے میں نہیں ہے۔ لہذا
نبی اولی بالتصرف ہوئے۔ اور حضرت ابن عباس کہتے ہیں
اس کا یہ معنے ہے کہ جب نبی لوگوں کو کوئی حکم دیں اور
اُن کے نفوس اس کے برخلاف خواہش کریں تو اُن کو اطاعت
اپنے نفسوں کی نسبت اطاعت نبی کی اولیٰ اور واجب ہے
اور یہی معنے صحیح ہے۔ انتہیٰ۔ (اسی طرح یہ معنے حضرت علی
کے لئے وارد اور صادق ہے) اسی طرح کشاف جلد ۲ صفحہ ۲۰۶
و معالم جلد ۳ صفحہ ۱۶۱ میں ہے۔
اور تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۵۸۹ میں لکھا ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ محمد
بن عبداللہ بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے

فی کتابه الی جعفر المنصور بهذه الآیة
(اولوا الارحام) فی ان الامام بعد
رسول اللهؐ هو علی ابن ابیطالب فقال
قوله تعالیٰ واولوا الارحام بعضهم اولیٰ
ببعض یدل علی ثبوت الولایة ولیس
فی الآیة شیٔ معین فی ثبوت هذه
الاولویة فوجب حمله علی الکل الاما
خصه الدلیل وحینئذ یندرج فیه الامامة
وفی ابلاغ آیات سورة البراءة قال
رسول اللهؐ (فی اخذها عن ابی بکر
بعد اعطاءها ایاه) لایؤدیها الا رجل
منی وذلك یدل علی ان ابابکر ما کان
منه۔ الخ

وروی السیوطی وابن جریر والرازی
واحمد فی مسنده والترمذی وحسنه
والنسائی والبیهقی فی الدلائل وعبد الله
بن احمد فی زوائد المسند وابو الشیخ
وابن مردویه وابن ابی شیبة وابن حبان
والشیخان والسدی وابن المنذر والحاکم
وصححه بالاسانید عن ابن عباس وعن
عامر وعلی ابن الحسین وغیرهم
قصة سورة البراءة وارسال النبیؐ ابابکر
لتبلیغها اهل مکة ثم ارجاعه وارساله علیا
وقوله لایؤدی عنی الا انا او علیؑ۔

اپنے اس خط میں جو اُنہوں نے جعفر منصور کی طرف لکھا آیت
اولوا الارحام سے اس بات پر دلیل پکڑی کہ بعد رسول اللہؐ
کے حضرت علیؑ ابن ابی طالب والی اور امام ہیں۔ اور کہا کہ
قولہ تعالیٰ واولوا الارحام اس پر دال ہے کہ بعض اُن کے
بعض کے لئے اولیٰ ہیں۔ اور چونکہ آیت میں کسی چیز معین کی
اولویت ثابت نہیں ہوتی۔ پس یہ ثبوت ولایت مطلقہ پر دال
ہے۔ اور جملہ اقسام کی اولویت پر اس کا حمل کرنا واجب ہے
بجز اس کے جو دلیل قوی سے مخصوص اور مستثنیٰ ہو۔ اور بایں
وجہ اس میں امامت بھی داخل ہے۔ اور نیز آیات سورۃ براءت
کے پہونچانے میں جب رسول خداؐ نے ابو بکر صاحب کو معزول
فرماکر حضرت علیؑ کو اسپر تعینات فرمایا تھا۔ اُسوقت یہ بھی فرمایا
کہ ان آیات کو کوئی نہیں پہونچا سکتا سوائے اس کے جو مجھ سے
ہو۔ یعنی مجھ سے اقرب ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ ابو بکر صاحب
رسول خداؐ سے اقرب نہ تھے۔ الخ۔ (لہذا وہ وارث امامت
بھی نہیں ہو سکتے)۔
اور سیوطی وابن جریر ورازی واحمد مسند میں اور ترمذی نے
اسکو حسن بھی کہا اور نسائی اور بیہقی دلائل میں اور عبد اللہ
بن احمد زوائد مسند میں وابو الشیخ وابن مردویہ وابن ابی شیبہ
وابن حبان وبخاری ومسلم وسدی وابن منذر وحاکم اس نے
صحیح بھی کہا۔ یہ سب باسانید خود ابن عباس وعامر وعلی ابن حسین
وغیرہم سے قصہ سورۃ براءت روایت کرتے ہیں کہ نبی صلعم
نے ابی بکر صاحب کو اہل مکہ پر احکام ان آیات کے پہونچانے
کے لئے بھیجا۔ پھر واپس بلا کر آپ نے حضرت علیؑ کو بھیجا اور
فرمایا میری طرف سے یا خود میں پہونچاؤں یا علیؑ پہونچا سکتا ہے
(یہ حال چند احکام کے لئے ہے کہ ابو بکر صاحب اس کے مجاز
نہ ہوئے تو جملہ امور شرعیہ میں ساری امت کے پیشوا کس طرح
ہو سکتے ہیں)۔

ومنها

مافی کنز العمال ج ٦ ص ١٥٢ والصواعق المحرقة ص ٧٣
عن عمران بن حصین مرفوعا

اور منجملہ نصوص کے

یہ ہے جو کنز العمال جلد ٦ ص ١٥٢ اور صواعق محرقہ ص ٧٣ مطبوعہ
مصر میں عمران بن حصین سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا

ما تریدون من علیؑ ثلاثا ان علیاً منی وانا منه وھو ولی کل مؤمن من بعدی رواہ الترمذی والحاکم ورواہ ابن ابی شیبۃ عنه وصححه وعن بریدۃ مرفوعًا من کنت ولیه فعلیؑ ولیه رواہ احمد والنسائی والحاکم وعن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیه لا تقع فی علیؑ فانه منی وانا منه وھو ولیکم بعدی رواہ ابن ابی شیبۃ۔

وعن زید بن ارقم والبراء بن عازب مرفوعًا الا ان اللہ ولیی وانا ولی کل مؤمن من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ۔

وعن ابن عباس عن بریدۃ مرفوعًا یا بریدۃ الست اولی بالمؤمنین من انفسھم من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ رواہ احمد وابن حبان وسمویه والحاکم وسعید بن منصور وعن وھب بن حمزۃ مرفوعًا لا تقل ھذا فھو اولی الناس بکم بعدی یعنی علیًا رواہ الطبرانی کذا فی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۵ وفیه جلد ۶ صفحہ ۳۹۰ مسند زید بن ارقم عن ابی الطفیل عامر بن واثلۃ قال لما رجع رسول اللہ صلعم من حجۃ الوداع فنزل غدیر خم امر بدوحات فقممن (جاروب کردہ شدند)

تم حضرت علیؑ سے کیا ارادہ رکھتے ہو؟ تین بار فرماکر فرمایا تحقیق علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ اور میرے بعد وہی ہر مومن کا سردار ہے۔ (کذا فی الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۶۴۱ ترجمہ وہب بن حمزہ)۔ اس کو ترمذی وحاکم نے روایت کیا، اور ابن ابی شیبہ نے اس کو روایت کرکے صحیح کہا۔

اور بریدہ سے مرفوعًا مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جس کا میں سردار ہوں اُس کا حضرت علیؑ بھی سردار ہے۔ اس کو احمد ونسائی وحاکم نے روایت کیا۔ اور عبد اللہ بن بریدہ سے ہے۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ نبیؐ نے فرمایا علیؑ کی کسرشان مت کرو بتحقیق وہ مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں۔ اور وہ میرے بعد تمہارا سردار ہے۔ اس کو ابی شیبہ نے روایت کیا۔

اور زید بن ارقم وبراء بن عازب سے مرفوعًا مروی ہے۔ کہ حضور صلعم نے فرمایا خبردار رہو بتحقیق اللہ تعالےٰ میرا متولی ہے۔ اور میں ہر مومن کا متولی اور سردار ہوں۔ پس جس کا میں سردار ہوں اُس کا علیؑ بھی سردار ہے۔

اور ابن عباس بریدہ سے مرفوعًا روایت کرتا ہے، کہ حضرت صلعم نے بریدہ سے فرمایا، اے بریدہ کیا میں مومنین کے لئے اُن کے نفسوں سے اولیٰ بالتصرف نہیں ہوں، پس جس کے لئے میں اولےٰ بالتصرف ہوں اُس کے لئے علیؑ بھی اولےٰ بالتصرف ہے۔ اس کو احمد وابن حبان وسمویہ وحاکم وسعید بن منصور نے روایت کیا۔

اور وہب بن حمزہ سے مرفوعًا مروی ہے۔ کہ نبیؐ نے فرمایا ایسا مت کہو یہی علیؑ تم سب کے لئے میرے بعد اولیٰ بالتصرف ہے۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا۔ اسی طرح کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۵ میں ہے۔ (یہ الفاظ فیصلہ کن ہیں اولی الناس اور بعدی پر خوب غور فرمائیے)

اور اسی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۰ مسند زید بن ارقم میں ابی الطفیل عامر بن واثلہ سے مروی ہے، کہا جب رسول اللہؐ حجۃ الوداع سے واپس ہوئے۔ خم غدیر پر اُترے، اور حکم دیا کہ درختوں کے نیچے

ثم قام فقال کانی قد دعیت فاجبت انی قد ترکت فیکم الثقلین احدهما اکبر من الآخر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اهل بیتی فانظروا کیف تخلفونی فیهما فانهما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض ثم قال ان اللہ مولای وانا ولی کل مؤمن ثم اخذ بید علیؑ فقال من کنت ولیه فعلی ولیه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه فقلت لزید انت سمعته من رسول اللہ صلعم فقال ما کان فی الدوحات احد الا قد رآه بعینیه وسمعه باذنیه رواه ابن جریر وکذا فی الخصائص للنسائی ص۴۸ وفی روایۃ لابن جریر ثم قال ایها الناس الستم تعلمون انی اولی بالمؤمنین من انفسهم قالوا بلی یا رسول اللہ صلعم وساق الحدیث۔ الحدیث ورواہ الخطیب عن عبد الرحمن بن ابی لیلی ورواہ ابن ابی حاتم عن علیؑ مثله ورواہ ابن ابی شیبۃ

تــ فی کنز العمال جلد ۶ ص۳۹۷ مسند البراء بن عازب

چنانچہ صفائی کی گئی۔ اور رسول اللہ صلعم کھڑے ہو کر فرمانے لگے گویا مجھے بلایا گیا ہے۔ اور میں نے قبول کر لیا ہے (کہ اس دار فانی سے چلا جاؤنگا) یاد رکھو میں تمہارے درمیان دو بڑی بھاری چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔ ایک اُن میں سے دوسری سے بڑی ہے وہ کتاب اللہ ہے جو آسمان سے زمین تک ایک رسّی کھینچی ہوئی ہے۔ (یعنے خدا اور بندوں کے درمیان واسطہ ہے) اور دوسری میری عترت یعنی میرے اہل بیتؑ پس خیال رکھنا کہ تم میرے بعد ان دونوں سے کس طرح سلوک رکھوگے۔ بتحقیق یہ ہر دو میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونے تک ہرگز آپس میں جدا نہوں گے۔ پھر فرمایا۔ بتحقیق اللہ تعالیٰ میرا متولی ہے اور میں ہر مومن کا متولی ہوں۔ پھر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر دکھایا اور فرمایا کہ جس کا میں متولی ہوں اُس کا یہ علیؑ بھی متولی ہے۔ یا اللہ تو اُس کو دوست رکھ جس نے علیؑ کو دوست رکھا اور اُس کو دشمن سمجھ جسنے علیؑ کو دشمن سمجھا۔ راوی کہتا ہے میں نے زید سے پوچھا کہ تو نے خود اس کلام کو رسول اللہ صلعم سے سنا ہے؟ زید نے کہا اُن درختوں کے نیچے کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جس نے اپنی دو آنکھوں سے اس واقعہ کو دیکھا اور اپنے دو کانوں سے اُس کو سنا نہو۔ اس کو ابن جریر نے روایت کیا اور اسی طرح خصائص نسائی مترجم ص۴۸ میں ہے۔ اور ایک روایت ابن جریر میں ہے۔ پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ اے لوگو کیا تم بحکم النبی اولی بالمؤمنین نہیں جانتے کہ میں مومنین کے لئے اُن کے نفسوں سے اولیٰ تر ہوں۔ سب نے عرض کی ہاں جانتے ہیں۔ پھر وہی مذکورہ بالا حدیث من کنت ولیہ[1] الخ بیان فرمائی اور اس کو خطیب نے عبد الرحمن بن ابی لیلے سے اور ابن ابی حاتم نے حضرت علیؑ سے اور ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا۔

آور ایسی کنز العمال ج۶ ص۳۹۷ مسند براء بن عازب میں ہے

[1] اس حدیث کے الفاظ ایک ہی روایت میں مولیٰ اور اولیٰ اور ولی وارد ہیں۔ اور مختلف احادیث اس قصہ میں کسی جگہ اولے کسی جگہ مولے اور کسی جگہ ولی وارد ہوا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ الفاظ اس حدیث میں مترادف استعمال ہوئے ہیں اور سب جگہ مراد اولے بالتصرف اور سردار کا معنے ہے۔ بعض روایات بعض کی مفسر واقع ہوئی ہیں۔ اور لفظ ولیکم بعدی یا اولی الناس بکم بعدی اور ولی کل مومن بعدی فیصلہ کے لئے کافی مؤید ہیں۔ کیونکہ اگر دوستی کا

قال کنا مع رسول اللہ ص فی سفر فنزلنا
بغدیر خم فنودی الصلوٰۃ جامعۃ
وکُسِحَ لرسول اللہ صلعم تحت شجرۃ
فصلی الظہر فاخذ بید علیؑ فقال الستم
تعلمون انی اولیٰ بکل مومن قالوا بلیٰ
فاخذ بید علیؑ فقال اللہم من کنت
مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ
وعاد من عاداہ فلقیہ عمر بعد ذلک
فقال ھنیئاً لک یا ابن ابی طالب اصبحت
وامسیت مولیٰ کل مؤمن ومؤمنۃ
رواہ ابن ابی شیبۃ۔

وفی ص ۳۹۹ ج ۶ عن علیؑ ان النبی ص
خصر الشجرۃ بخم ثم خرج آخذا
بید علیؑ فقال ایہا الناس الستم
تشہدون ان اللہ ربکم قالوا بلیٰ
قال الستم تشہدون ان اللہ ورسولہ
اولیٰ بکم من انفسکم وان اللہ ورسولہ
مولیٰ کم قالوا بلیٰ قال فمن کان
اللہ ورسولہ مولاہ فان ھٰذا مولاہ
وقد ترکت فیکم ما ان اخذتم
بہ لن تضلوا بعدہ کتاب اللہ
سببہ بیدہ وسببہ
بایدیکم اھل بیتی
(علیہم السلام)

کہا ہم رسول اللہ ص کے ساتھ سفر میں تھے اور غدیر خم پر اُترے آواز دیا گیا کہ صلوٰۃ جامع ہے یعنی نماز کے لئے جمع ہو جاؤ اور رسول اللہ ص کے لئے درختوں کے نیچے صاف جگہ بنائی گئی۔ پس آنحضرت صلعم نماز ظہر ادا کر کے جناب علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے لوگو! تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کے لئے اولیٰ ہوں۔ سب نے عرض کی بے شک یا رسول اللہ ص پھر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ بھی مولا ہے۔ یا اللہ تو اس کو دوست رکھ جو حضرت علیؑ کو دوست رکھے۔ اور اُس کو دشمن سمجھ جو علیؑ کو دشمن سمجھے۔ اس کے بعد امیر عمر حضرت علیؑ کو ملے تو کہنے لگے۔ اے ابن ابی طالب تجھے مبارک ہو کہ ہمیشہ کے لئے ہر مومن مرد اور عورت کا مولا ہو گیا۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا (اگر مولا کے معنے دوست کے ہوں تو یہ مبارکبادی بالکل بے جا ہے۔ کیونکہ جملہ مومنین ہمیشہ ایکدوسرے کے بحکم خدا اور رسول دوست ہیں۔ پھر یہ کونسی جدید بات تھی) اور اُسی کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۹ میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ نبی ص خم غدیر کے مقام پر درختوں کے درمیان اُترے۔ اور حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ظاہر فرمایا۔ اے لوگو! کیا تم اس کی گواہی نہیں دیتے کہ رب تمہارا اللہ تعالیٰ ہے۔ سب نے عرض کی ہاں۔ فرمایا کیا تم اس کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہارے نفسوں سے اولیٰ اور تمہارے مولا ہیں۔ سب نے کہا ہاں۔ فرمایا پس جس کا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ص مولا ہے۔ اُس کا یہ بھی (علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے فرمایا) مولا ہے۔ اور میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ کہ اگر تم نے اس کے ساتھ خوب تمسک پکڑا یعنے ان کی پیروی کی تو ہرگز تم ان کے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ وہ چیز کتاب خدا ہے ایک طرف اُس کی آسمان کی طرف اور دوسری طرف تمہارے ہاتھوں میں ہے اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں (اس حدیث میں آپ نے اشارہ فرمایا کہ حضرت علیؑ کا تقرر نیابت حکم اطاعت ثقلین کی جز

رواہ ابن جریر وابن ابی عاصم و المحاملی فی امالیہ و صححہ ابن جریر ص۴۰۰ وفی ص۱۵۴ ج ۶ عن عمران بن حصین وزاد لفظ بعدی وقال صحیح۔

وفی ص۴۰۰ عنہ مرفوعاً علیؑ منی وانا منہ وعلیؑ ولی کل مومن بعدی رواہ ابن ابی شیبہ وابن جریر وصححہ انتھیٰ۔

وفی روضۃ الاحباب جلد۱ ص۳۷۵ مثلہ وزاد وادر الحق معہ حیث کان وھکذا فی مدارج النبوۃ ج۲ ص۵۲۰ ومعارج النبوۃ ص۳۱۸۔ وفی الخصائص للنسائی ص۲۰ من کنت ولیہ فعلی ولیہ۔

وفی ص۴۸ عن زید بن ارقم ان اللہ مولای وانا ولی کل مومن واخذ بید علی فقال من کنت ولیہ فعلی ولیہ۔ وفی ص۴۹ عن ابن بریدۃ مثلہ۔ وفی ص۵۰ عن ابن عباس عن بریدۃ بلفظ الست اولی الحدیث۔ وفی ص۵۲ ان علیا منی وانا منہ وھو ولی کل مؤمن من بعدی۔ وفی ص۵۶ عن سعد مثلہ۔

وفی ص۵۵ عن سعد قال کنا مع رسول اللہ صلعم بطریق مکۃ لما بلغ غدیر خم وقف الناس ثم ردّ من مضیٰ

اس کو ابن جریر وابن ابی عاصم ومحاملی نے امالی میں روایت کیا اور ابن جریر نے صحیح کہا۔ (کنز العمال ج ۶ ص۴۰۰) آور اُسی کے ص۱۵۴ ج ۶ میں عمران بن حصین سے یہی حدیث مروی ہے۔ اور اُس میں لفظ بعدی بھی وارد ہے۔ اور کہا کہ حدیث صحیح ہے۔

آور اُسی کے ص۴۰۰ میں عمران سے مرفوعاً مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا علیؑ مجھ سے اور مَیں علیؑ سے ہوں اور حضرت علیؑ میرے بعد ہر مؤمن کا والی ہے۔ اس کو ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہے۔ انتہیٰ۔

اور روضۃ الاحباب جلد۱ ص۳۷۵ میں مثل حدیث بالا کے مروی ہے۔ اور اسی میں زیادہ روایت کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا یا اللہ حق کو علیؑ کے ساتھ پھیر جہاں وہ ہو۔ اور اسی طرح معارج رکن ۴ ص۳۱۸۔ او مدارج جلد ۲ ص۵۲۰ میں ہے۔ آور خصائص نسائی ص۲۰ میں ہے۔ حضرت صلعم نے فرمایا جس کا میں والی ہوں اُس کا علیؑ بھی والی ہے۔

اور ص۴۸ میں زید بن ارقم سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا بتحقیق اللہ تعالےٰ میرا مولےٰ ہے۔ اور میں ہر مؤمن کا والی ہوں اور حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑکر فرمایا جس کا میں والی ہوں اُس کا حضرت علیؑ بھی والی ہے۔ اور ص۴۹ میں ابن بریدہ سے مثل اس کی مروی ہے اور ص۵۰ میں ابن عباس سے بروایت بریدہ بلفظ الست اولی بکم آخر حدیث تک مروی ہے۔ اور ص۵۲ لغایت ۵۴ میں بلفظ علیؑ مجھ سے اور میں اُس سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کا سردار ہے مروی ہے اور ص۵۶ میں سعد سے مثل اسکی مروی ہے۔

آور اُسی کے ص۵۵ میں سعد سے اس طرح مروی ہے کہا ہم رسول اللہ صلعم کے ساتھ مکہ کے راستہ میں تھے جب آپ غدیر خم پر پہونچے اور لوگوں کو ٹھہرالیا پھر جو آگے چلے گئے انکو واپس

سلہ عبقات ص۱۶۹ میں اس حدیث کو بحوالہ مستدرک حاکم نقل کیا اور لکھا کہ حاکم نے اس کو شرط شیخین پر صحیح کہا ہے۔ اور عبقات حدیث ولایت ص۱۸۹ میں کتاب الاکتفاء سے منقول ہے کہ حدیث ان علیا منی وانا منہ وھو ولی کل مومن بعدی کو ترمذی نے روایت کیا اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں اور احمد نے اپنے مسند میں عمران بن حصین سے

ولحقه من تخلف فلما اجتمع الناس اليه
قال ايها الناس هل بلغت قالوا نعم
قال اللهم اشهد ثلاث مرات يقولها
ثم قال ايها الناس من وليكم قالوا الله
ورسوله اعلم ثلاثا ثم اخذ بيد علىؑ
فاقامه قال من كان الله ورسوله وليه
فهذا وليه۔
وفى ص۵۹ عن سعيد بن وهب قال
قال فى الموجبة انشد بالله من
سمع رسول الله صلعم يوم غدير
خم الله وليي وانا ولى المؤمنين
ومن كنت وليه فهذا وليه اللهم
وال من والاه وعاد من عاداه
وانصر من نصره قال سعيد
فقام الى جنبى ستة ۔ الحديث
وفى ارجح المطالب ص۳۰۲ الباب
الرابع عن البراء بن عازب قال
فى قوله تعالىٰ يا ايها الرسول
بلغ ما انزل اليك من ربك
من فضائل علىؑ نزلت فى غدير خم
فخطب رسول الله صلعم ثم قال
من كنت مولاه فعلىّ مولاه
فقال عمر بخ بخ لك يا علىؑ اصبحت
مولاى ومولى كل مؤمن ومومنة
اخرجه ابو نعيم والثعلبى۔
وفى ص۲۰۳ اخرجه
ابن المغازلى فى
المناقب

اور جو پیچھے تھے وہ بھی آ شامل ہوئے۔ جب کل لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! کیا میں نے احکام الٰہی تمکو پہونچا دیئے ہیں؟ انہوں نے کہا بیشک یا رسول اللہؐ حضور نے فرمایا یا اللہ تو اس پر شاہد ہے یہ تین دفعہ فرمایا (یعنے تین دفعہ لوگوں سے اقرار لیا اور اللہ کو گواہ بنایا) اور فرمایا اے لوگو! تمہارا والی کون ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اُس کا رسولؐ خوب جانتا ہے۔ یہ سوال جواب بھی تین دفعہ ہوا۔ پھر جناب حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا اور فرمایا جس کا اللہ اور رسولؐ والی ہے۔ بس اُس کا یہ علی بھی والی ہے۔

اور اُسی کے ص۵۹ میں سعید بن وہب سے مروی ہے حضرت علیؑ نے ایک میدان میں فرمایا قسم کے طور پر میں تمہیں خدا یاد دلا کر پوچھتا ہوں کہ تم میں سے کون کون ہے جس نے رسول صلعم سے غدیر خم کے دن سنا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اللہ تعالیٰ میرا والی ہے اور میں مومنین کا والی ہوں اور جس کا میں والی ہوں اُس کا یہ علی بھی والی ہے۔ یا اللہ اُس کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور اُس کو دشمن سمجھ جو اس سے دشمنی رکھے اور اُس کو مدد دے جو اسے مدد دے۔ سعید کہتا ہے اُس وقت میرے پہلو سے چھ کس اس امر کی شہادت کے لئے کھڑے ہوئے۔ آخر حدیث تک۔ انتہیٰ۔

اور ارجح المطالب ص۳۰۲ باب چہارم میں براء بن عازب سے مروی ہے کہ قولہ تعالیٰ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک الآیہ فضائل علیؑ سے ہے۔ یہ آیت خم غدیر میں اُتری اور رسول خدا صلعم نے خطبہ پڑھکر فرمایا جس کا میں مولا ہوں اُسکا علیؑ بھی مولا ہے۔ امیر عمر نے کہا یا علیؑ آپ کو مبارک مبارک کہ آپ میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے ہیں (اگر یہ معمولی دوستی کا معنے تھا جس کا ہمیشہ سے حکم چلا آتا ہے تو یہ مبارک مبارک کی صدا کیوں بلند ہوئی؟) اس کو ابونعیم و ثعلبی نے روایت کیا۔

اور اُسی کے ص۲۰۳ میں ہے کہ ابن مغازلی مناقب میں اور

وابراھیم النظری فی الخصائص و
شھاب الدین احمد فی توضیح الدلائل
عن مجاھد قال نزلت ھذہ الآیۃ بغدیر خم
واخرجہ الصالحانی۔ انتھیٰ۔
وفی قواضب الاسیاف ص۵۷۱ روی عبد الرزاق
عن البراء بن عازب من کنت مولاہ
فان علیا بعدی مولاہ۔
وفی کنز العمال ج۸ ص۶۰ عن علیؑ قال
عممنی رسول اللہ صلعم یوم غدیر خم
بعمامۃ فسدلہا خلفی وفی لفظ فسدل
طرفیھا علی منکبی الحدیث۔ رواہ
ابن ابی شیبۃ والطبرانی وابن منیع
والبیھقی۔
وفی ارجح المطالب ص۲۲۵ فی الباب
الرابع ھکذا وزاد اخرجہ الخطیب
البغدادی والدیلمی وصاحب کنوز الحقائق
وابوداؤد الطیالسی والمحب الطبری
فی الریاض والسیوطی وابن الصباغ
المالکی۔
اقول حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ متواتر
لاحاجۃ الی تفصیل اسانیدہ ومخرجیہ
فلھذا بیناہ مختصرًا مخافۃ التطویل وقد
اورد مؤلف ارجح المطالب فی ص۱۸۵ ناقلًا عن
ابن العقدۃ فی کتاب الموالاۃ اسماء رواتھا من
الصحابۃ نحو مائۃ فصاعدًا واسماء المخرجین
نحو مائۃ وخمس واربعین۔
فی منھج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول
للصدیق حسن خان طبع شاھجھانی ص۹۲ وفی ص۱۲
وحاکم ابوسعید گفتہ حدیث موالاۃ وحدیث غدیر خم
راجماعتے از صحابہ راوی ست ونقل بداں متواتر

ابراہیم نظری خصائص میں اور شہاب الدین احمد توضیح الدلائل میں مجاہد سے روایت کرتے ہیں۔ کہا یہ آیت غدیر خم کے موقعہ پر اتری ہے۔ اور اس کو صالحانی نے بھی روایت کیا۔ انتہیٰ۔

اور قواضب الاسیاف ص۵۷۱ میں ہے۔ عبدالرزاق نے براء بن عازب سے روایت کیا کہ نبیؐ نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اُس کا میرے بعد علیؑ مولا ہے۔

اور کنز العمال جلد ۸ ص۶۰ میں ہے۔ جناب علیؑ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلعم نے غدیر خم کے دن دستار باندھی اور اُس کا طرہ (شملہ) پیچھے لٹکایا تھا اور ایک لفظ حدیث میں یہ ہے کہ دونوں شملے عمامہ کے میرے کاندھوں پر لٹکائے تھے آخر حدیث تک اس کو ابن ابی شیبہ و طبرانی و ابن منیع و بیہقی نے روایت کیا۔ (غدیر کے دن نبیؐ نے حضرت علیؑ کو ولیعہدی و

اور ارجح المطالب ص۲۲۵ باب رابع میں بھی اسی طرح ہے اور زیادہ لکھا کہ اس کو خطیب بغدادی و دیلمی اور صاحب کنوز الحقائق و ابوداؤد طیالسی و محب طبری نے ریاض النضرہ میں اور سیوطی اور ابن صباغ مالکی نے روایت کیا۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں۔ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ متواتر ہے۔ اس کے اسانید اور مخرجین کے لکھنے کی حاجت نہیں اسلئے ہم نے اس کو بخوف طوالت مختصرًا بیان کیا ہے۔ اور مؤلف ارجح المطالب نے ص۱۸۵ میں ابن عقدہ کی کتاب الموالات سے صحابہ روات اس حدیث کے قریبًا ایک سو یا زیادہ نام شمار کئے ہیں۔ اور اسماء محدثین مخرجین اسکے قریبًا ایک سو پینتالیس تک اُس نے بیان کئے ہیں۔

اور منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول مؤلفہ سید صدیق حسن خان ص۹۲ و ص۱۲ ۱۳ مطبع شاہجہانی میں لکھا ہے۔ حاکم ابوسعید کہتا ہے۔ حدیث موالات اور حدیث غدیر خم کو ایک جماعت صحابہ نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی نقل متواتر چلی آتی ہے حتی کہ یہ حد تواتر کے اندر داخل

ومحمد بن جریر برائے حدیث غدیر خم ہفتاد وپنج طریق ذکر کردہ وآنرا در کتابے مفرد نمودہ ونامش کتاب الولایہ نہادہ وحافظ ذہبی جزئے در طرق وے نگاشتہ وحکم بتواتر فرمودہ وابو العباس بن عقدہ حدیث غدیر خم را بیک صد وپنجاہ طریق آوردہ وکتابے مفرد دراں نگاشتہ فقط۔

فی الصواعق ص۲۵ وبیان انہ (حدیث من کنت مولاہ) حدیث صحیح لامریۃ فیہ وقد اخرجہ جماعۃ کالترمذی والنسائی واحمد وطرقہ کثیرۃ جداً ومن ثم رواہ ستۃ عشر صحابیا۔

وفی روایۃ لاحمد انہ سمعہ من النبی صلعم ثلاثون صحابیا وشہدوا بہ لعلی ع لما نوزع ایام خلافتہ کما مر وکثیر من اسانیدہا صحاح وحسان ولا التفات لمن قدح فی صحتہ ولا لمن ردہ بان علیا کان بالیمن لثبوت رجوعہ منہا وادراکہ الحج مع النبی صلعم وقول بعضہم ان زیادۃ اللہم وال من والاہ الخ موضوعۃ مردود

اور محمد بن جریر طبری نے حدیث غدیر خم کے لئے پچھتر[۷۵] طرق اسناد ذکر کئے ہیں، اور اس کے لئے اُس نے ایک علیحدہ کتاب لکھی ہے جس کا نام کتاب الولایت رکھا، اور حافظ ذہبی نے بھی اس کے اسنادوں میں ایک مستقل رسالہ لکھکر اس حدیث کے متواتر ہونے کا حکم دیا ہے[۱]۔ اور ابو العباس بن عقدہ نے حدیث غدیر خم کو ایک سَو پچاس[۱۵۰] اسانید سے بیان کیا۔ اور اس میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ فقط انتہیٰ (کون تسلیم کریگا کہ اتنی مہتم بالشان حدیث محض اسی لئے وارد ہوئی ہے کہ حضرت علیؑ سے بھی باقی مؤمنین کی طرح دوستی رکھو۔ یہ ہرگز نہیں بلکہ اس قدر اہتمام سے وہی اہم کام مقصود ہے جو نیابت نبی ص اور امامت کبریٰ مطلقہ ہے)

اور صواعق محرقہ ص۲۵ مطبوعہ مصر میں حدیث من کنت مولاہ کی نسبت لکھا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کو ترمذی ونسائی واحمد وغیرہ جماعت محدثین نے روایت کیا۔ اور اس کے بہت بے شمار اسناد ہیں۔ یہی سبب ہے کہ اس کو سولہ[۱۲] صحابیوں نے روایت کیا۔ اور احمد کی روایت میں ہے کہ اس کو نبی صلعم سے تیس[۳۰] صحابیوں نے سنا اور انہوں نے ایام نزاع خلافت میں اسبات کی حضرت علی ع کے حق میں گواہی دی۔ چنانچہ گذر چکا ہے اور بہت اسناد اس حدیث کے صحیح اور حسن ہیں، لہٰذا اُس شخص کا قول قابل التفات نہیں جس نے اس کی صحت میں اعتراض کیا ہے اور نہ وہ قول قابل التفات ہے جس نے اس حدیث پر اس لئے اعتراض کیا ہے کہ حضرت علی ع اس وقت یمن میں تھے (پس یہ واقعہ مکہ کے رستہ میں کس طرح صحیح ہو سکتا ہے) کیونکہ حضرت علی ع کی یمن سے واپسی اور نبی صلعم کے ساتھ ان کا حج میں شریک ہونا ثبوت کو پہونچ چکا ہے۔ اور نیز اُن لوگوں کا قول جنہوں نے زیادتی کلمہ اللہم وال من والاہ الخ کو موضوع کہا مردود ہے۔

[۱] استقصار الافحام جلد ا ص۹۰ میں حدیث غدیر خم کا متواتر ہونا از ازہار متناثرہ فی اخبار المتواترہ اور فوائد متکاثرہ فی الاخبار المتواترہ مولفہ سیوطی اور شرح جامع صغیر مناوی وغیرہ سے بھی لکھا ہے ۱۲ مترجم

فقد ورد ذلك من طرق صحح الذهبی
کثیرًا منها الخ وقد صرح بصحة هذه
الزيادة۔
وقد صنف في هذا الحديث كتب ضخيمة
كتاليف الطبري فله كتاب الولاية
وابن عقدة فله رسالة حديث الموالات
والعلامة ابو القاسم فله دعاة الهداة
الى اداء حق الموالاة والعلامة السجستاني
فله الدراية في حديث الولاية والحافظ
الذهبي وقال عبد الله بن الحاكم واما
حديث من كنت الخ فله طريق جيد
وقد افردت ذلك ايضًا ونقل عن ابن
كثير الشامي ابو المعالي الجويني انه كان
يتعجب ويقول شاهدت مجلدًا ببغداد
في يد تاجر الكتب فيه روايات هذا الخبر
مكتوبا عليه المجلدة الثامنة والعشرون
من طرق من كنت الخ ويتلوه المجلد التاسع
والعشرون۔ وفي تاريخ الخلفاء ص ۱۲۱/۱۲۲ اخرج
الطبراني في الاوسط وابو نعيم في الدلائل عن
زاذان ان عليًا حدث بحديث فكذبه رجل
فقال له علیؑ ادعو عليك ان كنت كاذبًا قال
ادع فدعا عليه فلم يبرح حتى ذهب بصره۔
وفي شواهد النبوة ص ۱۶۸ بگواہی ندادن شخص
بر من کنت مولاہ الخ کور شدن مرقوم است۔
وفي ارجح المطالب ص ۲۱۳ باب رابع عن زيد
بن ارقم استشهد علیؑ الناس فقال انشد الله
رجلا سمع النبی ؐ يقول من كنت مولاه
فعلی مولاه فقام ستة عشر رجلًا
فشهدوا

کیونکہ بتحقیق یہ کلمہ ایسے طرق سے وارد ہوا ہے جن سے اکثر کی ذہبی نے تصحیح لکھی ہے۔ الخ اور یہ حدیث بمعہ صحت زیادتی مذکورہ کے گذر چکی ہے۔ اور اس حدیث کے بارہ میں بہت ضخیم کتب تالیف ہو چکی ہیں۔ مثل کتاب الولایت طبری کے اور رسالہ حدیث الموالات ابن عقدہ کے اور درایہ فی حدیث الولایہ علامہ سجستانی کے۔ اور تالیف حافظ ذہبی کی اور عبد اللہ بن حاکم کہتا ہے حدیث من کنت اسناد جید سے وارد ہے۔ اور میںنے اس میں مستقل رسالہ لکھا ہے۔ اور ابو المعالی جوینی ابن کثیر شامی سے نقل کرتا ہے کہ وہ متعجب ہو کر کہتا تھا کہ میں نے بغداد کے ایک تاجر کتب کے ہاتھ میں ایک جلد کا ملاحظہ کیا جس میں روایات اس حدیث من کنت کی لکھی تھیں اور اس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ اٹھائیسویں جلد طرق حدیث من کنت سے ہے۔ اور اس کے بعد انتیسویں جلد آئے گی۔

اور تاریخ الخلفاء ص ۱۲۱/۱۲۲ میں لکھا ہے۔ طبرانی اوسط میں اور ابو نعیم دلائل میں زاذان سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علیؑ نے حدیث بیان فرمائی۔ اور ایک شخص نے اُن کی تکذیب کی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں تیرے اوپر بد دعا کرتا ہوں کہ اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے تجھ پر کوئی نشان ظاہر ہو۔ چنانچہ آپ نے بد دعا کی اور وہ شخص وہاں ہی اندھا ہو گیا۔ ... اُسنے کہا کرو

اور شواہد النبوۃ ص ۱۶۸ میں اس شخص کی گواہی نہ دینے اور حدیث جھٹلانے کے سبب سے اندھا ہونا اُس کا لکھا ہے اور بیان کیا کہ وہ حدیث من کنت مولاہ الخ ہے۔

اور ارجح المطالب ص ۲۱۳ باب رابع اور تاریخ الخلفاء ص ۱۱۵ میں زید بن ارقم سے مروی ہے کہا حضرت علیؑ نے ایک میدان میں لوگوں سے حدیث من کنت پر گواہی لی اور فرمایا۔ میں اللہ کا نام یاد دلا کر پوچھتا ہوں۔ وہ کون کون ہے جس نے آنحضرت ؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ بھی مولا ہے پس سولہ آدمی اُٹھے اور اس کی گواہی دی

اخرجہ احمد فی المسند والبغوی فی معجمہ والبزار والطبرانی والذہبی عن ابی الطفیل قال جمع علیؑ الناس فی الرحبۃ (فذکر الحدیث) فقام ثلاثون من الناس۔ الخ اخرجہ ابن ابی حاتم والنسائی وابن حبان وابن عقدۃ وھکذا فی تاریخ الخلفاء ص۱۱۱

وفی الارجح ص۲۱۶ عن طلحۃ بن عمیر قال شھدت علیا علی المنبر ناشدا اصحاب رسول اللہ ص وفیھم ابو سعید وابو ھریرۃ وانس وھم حول المنبر وعلیؑ علی المنبر اثنا عشر بدریا من المھاجرین والانصار فقال علیؑ نشدتکم باللہ ھل سمعتم رسول اللہ ص یقول من کنت مولاہ الخ فقاموا کلھم وانس ابن مالک فی القوم لم یشھد فقال لہ امیر المومنین ما منعک یا انس ان تشھد وقد سمعت ما سمعوا قال یا امیر المومنین کبرت و نسیت فقال امیر المومنین اللھم ان کان کاذبا فاضربہ ببیاض او بوضح لا تواریہ العمامۃ فقال طلحۃ فاشھد باللہ لقد رأیتہ بیضا بین عینیہ اخرجہ ابو نعیم وابن مردویہ وذکر الطبرانی فی المعجم الکبیر وغیرہ ذھاب بصر زید بن ارقم لکتمان شھادۃ ھذا الحدیث وھکذا ذکر العارف الجامی فی شواھد النبوۃ ص۲۰۸ واخرج احمد فی المناقب قیل لما حضرت عبد اللہ بن عباس الوفات قال اللھم انی اتقرب الیک بولایۃ علی ابن ابیطالب۔ وفی التاریخ الکامل ص۵۸۷ ناقلا عن تذکرۃ خواص الامۃ لسبط ابن الجوزی قال حسان بن ثابت ینادیھم یوم الغدیر بینھم

اس کو احمد نے مسند میں اور بغوی نے معجم میں اور بزار و طبرانی نے روایت کیا۔ اور ذہبی ابو الطفیل سے روایت کرتا ہے کہ حضرت علیؑ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور حدیث من کنت کی شہادت لی اور تیس۳۰ آدمی صحابہ سے گواہی کے لیے کھڑے ہوئے۔ الخ اس کو ابن ابی حاتم ونسائی وابن حبان وابن عقدہ نے روایت کیا۔

اور ارجح المطالب ص۲۱۶ میں طلحہ بن عمیر سے مروی ہے کہا میں نے حضرت علیؑ کو ممبر پر دیکھا کہ اصحاب رسول اللہ ص سے حلفی شہادت لے رہے تھے۔ اور ان لوگوں میں ابو سعید وابو ہریرہ وانس ممبر کے گرد بیٹھے تھے۔ اور حضرت علیؑ ممبر پر تھے۔ مہاجرین وانصار سے بارہ صحابہ بدریین نے حضرت علیؑ نے حلفیہ پوچھا کہ تم نے رسول اللہ ص سے حدیث من کنت مولاہ سنی ہے؟ سب نے اٹھکر تصدیق کی مگر انس بن مالک ان میں موجود تھا اور اس نے گواہی نہ دی امیر المومنینؑ نے فرمایا تجھے گواہی دینے سے کیا مانع ہے حالانکہ تم نے بھی وہ سنا ہے جو کچھ انہوں نے سنا ہے۔ انس نے کہا میری عمر بڑی ہو گئی ہے اور مجھے بہت کچھ فراموش ہو گیا ہے۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا خدایا اگر یہ جھوٹا ہے تو اسے مرض برص میں مبتلا کر اس طرح کہ اس کو عمامہ چھپا نہ سکے۔ طلحہ کہتا ہے میں قسمیہ گواہی دیتا ہوں کہ میں نے انس کی دونوں آنکھوں کے درمیان وہ سفیدی دیکھی اس کو ابو نعیم وابن مردویہ نے روایت کیا۔ اور طبرانی نے معجم کبیر وغیرہ میں زید بن ارقم کی نسبت ذکر کیا کہ وہ اس حدیث کی گواہی چھپانے کے سبب سے اندھا ہو گیا اسی طرح عارف جامی نے شواہد النبوۃ ص۲۰۸ میں بیان کیا۔ اور احمد نے مناقب میں روایت کیا کہ جب عبد اللہ عباس قریب الوفات ہوئے تو کہا یا اللہ میں ولایت علی بن ابی طالب کے ساتھ تیرا تقرب چاہتا ہوں۔

اور تاریخ کامل ص۵۸۷ میں تذکرہ خواص الامہ سے منقول ہے کہ حسان بن ثابت نے کہا ہے کہ نبی ص غدیر کے دن

(الی ان قال) فقال لہ قم یا علیؑ فاننی
رضیتك من بعدی اماما وھادیا
فمن کنت ولیہ فھذا ولیہ
فکونوا لہ انصار صدق موالیا
ھنالك دعا اللھم وال ولیہ
وکن للذی عادی علیا معادیا
کذا نقل الاخطب الخوارزمی۔

وذکر الغزالی فی سر العالمین طبع بمبئی ص۹
قال رسول اللہ صلعم لعلیؑ یوم غدیر خم
من کنت مولاہ الحدیث فقال عمر بن
الخطاب بخ بخ یا ابا الحسن لقد اصبحت
مولای و مولی کل مومن ومومنۃ قال و
ھذا تسلیم ورضا وتحکیم ثم بعد ھذا
غلب الھوی لحب الریاسۃ وحمل عمود
الخلافۃ وعقود البنود وخفقان الھوی
فی قعقعۃ الرایات واشتباك ازدحام
الخیول وفتح الامصار سقاھم کاس الھوی
فعادوا الی الخلاف الاول فنبذوہ وراء
ظھورھم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس
مایشترون۔ انتھی ما فی سر العالمین
وکشف ما فی الدارین۔

وذکر فی میزان الاعتدال فی نقد
الرجال ص۲۳۲ ج۱ فی ترجمۃ الحسن
بن الصباح قال ابو حامد الغزالی
فی کتاب سر العالمین شاھدت
قصۃ الحسن بن الصباح
الخ فاستناد الذھبی
منہ کاف فی
توثیقہ

(تا اینکہ کہا) پس رسول اللہ صؐ نے فرمایا کھڑا ہو جا اے علیؑ میں تجھ کو پسند کرتا ہوں کہ میرے بعد امام اور ہادی خلقت تو ہے۔ پس جس کا میں سردار ہوں اُس کا یہ علیؑ بھی سردار ہے۔ اے لوگو! تم اس کے سچے مددگار اور دوستدار رہنا اسی موقعہ پر یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ اُس کو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اُسکو دشمن سمجھ جو اُس سے دشمنی رکھے۔ اخطب خوارزم نے اسی طرح نقل کیا ہے۔

امام غزالی کی تحقیق

اور امام غزالی سر العالمین مطبوعہ بمبئی ص۹ میں لکھتے ہیں۔ رسول اللہ صؐ نے حضرت علیؑ کے حق میں خم غدیر کے دن فرمایا من کنت مولاہ الخ اور حضرت عمر بن خطاب نے کہا اے ابو الحسن آپکو مبارک مبارک ضرور آپ میرے اور ہر مومن مومنہ کے سردار بن گئے ہیں۔ امام غزالی لکھتے ہیں۔ یہ مان لینا اور رضامندی اور فیصلہ کے لئے سردار تسلیم کر لینا ہے مگر اس کے بعد سرداری کا حرص اور شوق غالب آ گیا اور ستون خلافت اُٹھانے اور علم ہائے بزرگ کے ہار بنانے اور گاڑنے اور آوازہائے حرکت علم ہا کی حرص کی طپش اور فراہم کرتے انبوہ گھوڑوں کے اور شہروں کی فتح ان سب امور نے اُن لوگوں کو حرص کا ایسا کاسہ پلایا کہ وہ اپنی پہلی مخالفت کی طرف پلٹ گئے۔ اور نبی صؐ کے حکم من کنت مولاہ کو اُنہوں نے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینکدیا۔ اور اس مخالفت کے عوض میں بہت تھوڑی قیمت اور معمولی زر بدل وصول کیا۔ پس انہوں نے بہت بُرا سودا کیا۔ انتہے۔ مافی سر العالمین وکشف ما فی الدارین۔

اور میزان الاعتدال فے نقد الرجال ج۱ ص۲۳۲ مطبوعہ مصر حرف الحاء ترجمہ حسن بن صباح میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں ابو حامد غزالی اپنی کتاب سر العالمین میں کہتے ہیں کہ میں نے حسن بن صباح کا قصہ ملاحظہ کیا۔ الخ علامہ ذہبی کا کتاب سر العالمین سے استدلال کرنا توثیق کتاب اور تنقید مؤلف کے لئے کافی ہے۔

(سلسلہ حاشیہ ہذا صفحہ آئندہ پر ملاحظہ ہو)

(حاشیہ متعلق صفحہ گذشتہ)

حافظ شیرازی کی تحقیق

اہل جماعت کے برگزیدہ فاضل صوفیہ کے سردار امام غزالی نے حدیث من کنت کی نسبت فیصلہ کر دیا ہے کہ صحابہ نے حکومت حضرت علیؑ کو تسلیم کر لیا تھا مگر بعد میں ہوا و حرص و شوق ریاست سے اُس حکم کو پس پشت پھینک دیا اور اس حکم کی مخالفت اختیار کی۔ سچ ہے کہ الفضل ما شہدت بہ الاعداء یعنی فضیلت اور حق ایسا ہونا چاہیئے جس کی گواہی دشمن بھی دیدیں۔ اور کتاب سر العالمین کی توثیق علاوہ استناد علامہ ذہبی کے استقصاء الافحام جلد ا صفحہ ۵۳ میں تذکرہ خواص الامہ سبط ابن الجوزی وغیرہ سے مذکور ہے۔ اور امام غزالی کے سوا اور بھی امامت اور خلافت حضرت علیؑ کے منصوص ہونے کے اہل جماعت سے قائل ہو چکے ہیں۔ چنانچہ ایک اور صاحب کی شہادت بھی پیش کی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو دیوان حافظ شیرازی مطبوعہ مطبع مصطفائی لاہور صفحہ ۱۲۴ اگرچہ متعصبین اہل جماعت نے یہ انتظام کر لیا ہوا ہے کہ اکثر کتب سے اپنے رویہ مزعومہ مروجہ کے خلاف عبارات نکالدی ہیں مگر پرانے طبع کی کتابوں یا قلمی نسخہ جات میں اکثر اس قسم کی عبارتیں مل جاتی ہیں۔ چنانچہ دیوان حافظ کے جدید طبع میں بہت کچھ کانٹ چھانٹ کر دی گئی ہے۔ بہرحال دیوان مطبوعہ مطبع مذکور میں کسی طرح یہ شعر باقی رہ گئے ہیں ۔ نوشتہ بر در فردوس کاتبان قضا + نبی رسول و لیعہد حیدر کرار + علی امام علی ایمن و علی ایمان + علیؑ امین و علیؑ سرور و علیؑ سردار + پھر بہت اسمائے پیغمبروں کے ساتھ قسمیں کھا کر لکھا ہے ۔ بحق دین محمد و بخون پاک حسینؑ + بحق مردم نیک و مہاجر و انصار + کہ نیست دین مدار ، بقول پاک رسول + امام غیر علیؑ بعد احمدؐ مختار + بدشمنان منشین حافظا تو لاکن + نجات خویش طلب کن بجان ہشت و چہار انتہے۔ حافظ صاحب کے پچھلے شعر سے ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ دوازدہ کے بغیر دوسرے کسی کی متابعت بعد نبی صلعم کے جائز نہیں بلکہ ایسے خود ساختہ اماموں سے پرہیز ضروری معلوم ہوتی ہے۔

علامہ تفتازانی کی تحقیق

اور مضمون سر العالمین کی تائید ایک معتبر کتاب سے لکھدی جاتی ہے۔ تاکہ ناظرین کے لئے باعث مزید بصیرت ہو۔ دیکھو شرح مقاصد علامہ تفتازانی مطبوعہ مطبع حاج محرم آفندی بعہد سلطان غازی عبد الحمید خان جلد ۲ صفحہ ۳۰۶ (عبارت اس کی حرف بحرف یہ ہے) ۔ یعنے انما وقع بین الصحابۃ من المحاربات والمشاجرات علی الوجہ المسطور فی کتب التاریخ والمذکور علی السنۃ الثقاۃ یدل بظاہرہ علی ان بعضہم قد حاد عن طریق الحق و بلغ حد الظلم والفسق وکان الباعث لہ الحقد والعناد والحسد واللداد وطلب الملک والریاسۃ والمیل الی اللذات والشہوات اذ لیس کل صحابی معصوما ولا کل من لقی النبیؐ بالخیر موسوما الا ان العلماء لحسن ظنہم باصحاب رسول اللہ صلعم ذکروا لہا محامل وتاویلات بہا تلیق وذہبوا الی انہم محفوظون عما یوجب التضلیل والتفسیق صونا لعقائد المسلمین من الزیغ والضلالۃ فی حق کبار الصحابۃ سیما المہاجرین والانصار والمبشرین بالثواب فی دار القرار واما ما جری بعدہم من الظلم علی اہل بیت النبیؐ فمن الظہور بحیث لا مجال للاخفاء ومن الشناعۃ بحیث لا اشتباہ علی الآراء اذ تکاد تشہد بہ الجماد والعجماء ویبکی لہ من فی الارض والسماء وتنہد منہ الجبال وتنشق الصخور ویبقی سوء عملہ علی کر الشہور ومر الدہور فلعنۃ اللہ علی من باشر او رضی او سعی ولعذاب الآخرۃ اشد وابقی فان قیل فمن علماء المذہب من لم یجوز اللعن علی یزید مع علمہم بانہ یستحق ما یربو علی ذلک ویزید۔ قلنا تحامیا عن ان یرتقی الی الاعلی فالاعلی کما ہو شعار الروافض علی ما یروی فی ادعیتہم ویجری فی اندیتہم فرأی المعتنون بامر الدین الجام العوام بالکلیۃ طریقا الی الاقتصاد فی الاعتقاد بحیث لا تزل الاقدام علی السواء ولا تضل الافہام بالاہواء والا فمن یخفی علیہ الجواز والاستحقاق وکیف لا یقع علیہما الاتفاق وہذا ہو السر فی ما نقل عن السلف فی مجانبۃ اہل الضلال وسد طریق لا یؤمن ان یجر الی الغوایۃ فی المآل مع علمہم بحقیقۃ الحال وجلیۃ المقال۔ انتہی۔ اس کے ترجمہ مکمل لکھنے میں طوالت کثیر ہوگی لہذا خلاصہ لکھا جاتا ہے۔ یعنے جو نزاع اور مشہور و معروف جنگ

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۴۸۹ دیکھو)

وجہ الاستدلال

اما الاستدلال بھذہ النصوص المذکورۃ علی ثبوت خلافۃ علیؑ بلا فصل لاحاجۃ لنا الی تفصیلہ لانہ ظاھر بعبارۃ النص فی مقام وباشارتہ او باقتضاءہ اودلالتہ فی مقام اخر واما حدیث من کنت فھو متواتر کما بیّن لکن اھل الجماعۃ کما ھو عادتھم اوّلوہ بتاویلات رکیکۃ وحرّفوہ عن مواضعہ ویدلوہ عن معناہ المقصود فنبین طریق الاستدلال منہ ونسکت عما سواہ فالمعنی المقصود منہ من کنت متولی امرہ وسیدہ المطاع لہ وحاکمہ والاولی بالامر لہ من نفسہ ومتصرف امرہ وناصرہ فی الدین ومحبہ واجب المحبۃ فعلیؑ کذلک مثلی فی جمیع ھذہ المعانی کما فی آیۃ المباھلۃ والحدیث المذکور فی الخصائص للنسائی وغیرہ فی حدیث خاصف النعل لابعثن علیکم رجلاً کنفسی وعنی بہ علیا

وجہ استدلال

نصوص مذکورہ بالا سے ثبوت خلافت بلا فصل جناب علی علیہ السلام کے لئے ہم کو کسی مزید تفصیل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ بعض مقامات سے بعبارت نص اور بعض مواضع میں اشارت و دلالت و اقتضاء نص سے ثابت ہے۔ اور حدیث من کنت اگرچہ متواتر ہے مگر اہل جماعت نے جیسی کہ اُن کی عادت ہے۔ اس حدیث کی تاویلات رکیکہ کر کر اس کو معنے مقصود سے تحریف و تبدیل کرتے ہیں۔ لہذا ہم باقی نصوص پر سکوت کرکے صرف اس حدیث کی تفصیل اور اس سے طریق استدلال بیان کر دیتے ہیں۔ پس اس کے معنے معنی مقصود یہ ہے کہ آپنے فرمایا جس کے امر کا میں متولی اور جس کا میں سردار اور پیشوا و حاکم و اولیٰ بالامر اُسکے نفس سے اور اُس کا متصرف امر اور اُس کا دین میں ناصر اور محب واجب المحبت ہوں پس علیؑ بھی میری طرح جمیع معانی میں ہے۔ جیسا کہ آیت مباہلہ اور حدیث مذکور خصائص نسائی وغیرہ سے ظاہر ہے کہ آپنے حدیث خاصف النعل میں فرمایا میں تمہارے اوپر ایسے آدمی کو مسلط کرونگا جو میرے جیسا ہے اور اس میں حضرت علیؑ کو مراد رکھا۔ اور نیز یہ احادیث موئد ہیں جن میں آنحضرت صلعم نے فرمایا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۸) اور جھگڑے صحابہ کے درمیان واقع ہوئے ہیں اور مسلم ثقات کی روایات سے ثابت ہیں وہ بظاہر اسپر دال ہیں کہ بعض صحابہ طریق حق سے منحرف ہوگئے اور حد ظلم و فسق تک پہونچ گئے تھے اور اس کا سبب محض کینہ و عناد و حسد و ضد اُن کے مابین تھا۔ اور نیز حرص ملک گیری اور سرداری کا اور شوق لذات و شہوات اس کا باعث تھا کیونکہ جملہ صحابی نہ معصوم تھے اور نہ سب ملاقی نبیؐ کے نیک شمار کئے جاسکتے ہیں مگر علماء اہل جماعت نے اصحاب نبیؐ کے ایسے اعمال کی بنا بر حسن ظن کے مناسب تاویلات کرلی ہیں۔ تاکہ جو ہمارے خیال میں بزرگ صحابہ ہیں جن کو ہم بہشت اور ثواب سے بشارت یافتہ خیال کرتے ہیں اُن کے اعمال پر جرح قدح شروع نہ ہو جائے کیونکہ اس طرح گمراہی ہوگی اور علاوہ کبار صحابہ کے ایسے لوگ ہوئے ہیں جن کے مظالم اہل بیت نبیؐ پر اس قدر ظاہر وباہر ہیں کہ ان میں کسیکو شبہ نہیں ہوسکتا۔ اور اگر ہم چھپاویں تو نہ وہ چھپ سکتے ہیں کیونکہ اس پر حیوانات و جمادات بھی شہادت دینے کو تیار ہیں جس سے زمین و آسمان کے باشندگان رحتے ہیں بلکہ سُن کر پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں اور پتھر پھٹ جائیں تو ممکن ہے۔ اور ایسی بد اعمالی اُن کی ہمیشہ مشہور رہے گی۔ پس وہ ظالمین جنہوں نے ظلم کی سعی کی یا اُسپر راضی ہوئے ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اور اگر کوئی سوال کرے کہ بعض علماء یزید پر بھی لعنت جائز نہیں جانتے کیا اُن کو ایسے ظاہر دلائل معلوم نہ تھے۔ ہم جواب دیتے ہیں کہ بے شک وہ سب حقیقت حال سے واقف تھے مگر اس خیال سے انہوں نے لوگوں کو لگام چڑہا دی کہ اس سے چڑہتے چڑہتے بالا سے بالا (ثلاثہ) تک ان کی نوبت نہ پہونچے۔

وانت منی وانا منك وان علیا منی وانا منه وانا وعلی من نور واحد ومن سب علیا فقد سبنی ولحمه من لحمی ودمه من دمی، ومن اطاعك اطاعنی ومن عصاك فقد عصانی وانت منی بمنزلة هارون من موسیٰ۔ وغیرها۔ ولبعض الایات یفسر بعضها وهكذا احكم الاحادیث فقوله تعالیٰ انما ولیكم الله ورسوله و قوله تعالیٰ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسهم وسائر الایات التی ذکرناها فی نصوص الخلافة تفسر بعضها بعضا ویفید المعنی المذکور وتفسر هذه الایات الاحادیث التی ذکرناها فی النصوص بمزید توضیح والاحادیث تفسر بعضها بعضا۔ وصدر الخطبة یوم غدیر بقوله علیه السلام الست اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم قالوا بلیٰ ادل دلیل واوضح تفصیل لقوله تعالیٰ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم وان آخر الحدیث فعلی مولاه یطابق فی المعنیٰ باوّله کما هو داب الفصاحة وبخلافه یلزم انتشار المعنیٰ فی کلام واحد وهو یخالف سرد الکلام ولا یلیق بشان النبیؐ واما الدعاء فی آخر الحدیث اللهم وال من والاه الخ فانه اشارة الیٰ ان الاطاعة فی هذا الحکم یوجب رضاء الله ورسوله والعصیان فیه یوجب سخط الله ورسوله کیف لا وقد قال عز اسمه فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك۔ الآیه

تو اے علی مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ یا یہ کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ اور میں اور علی ایک نور سے ہیں اور جنہوں نے علیؑ کو گالی دی اوس نے مجھے گالی دی اور اس کا گوشت اور خون میرا گوشت اور خون ہے۔ اور جس نے اے علی تیری اطاعت کی اسنے میری اطاعت کی اور جس نے تیری نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ اور تو مجھ سے بمنزلہ ہارونؑ کے موسیٰؑ سے ہے وغیرہ۔ اور جیسا کہ بعض آیات بعض کی مفسر ہیں۔ اسی طرح احادیث بھی بعض مفسر بعض کی ہیں۔ پس قولہ تعالیٰ انما ولیکم الله ورسولہ والذین آمنوا۔ اور قولہ تعالیٰ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسهم اور باقی آیات جن کا ہمنے نصوص خلافت میں ذکر کیا ہے وہ بعض مفسر بعض کی ہیں۔ اور معنیٰ حدیث مذکور کو جو ہمنے بیان کیا ہے ثابت کرتی ہیں۔ اور ان آیات کی تفسیر اور مزید تشریح احادیث مذکورہ نصوص بھی کرتی ہیں۔ اور پھر بعض احادیث دوسری بعض کے لئے مبیّن ہیں۔ اور غدیر کے دن جو نبی صلعم نے خطبہ ارشاد فرمایا اُس کا ابتدا مزید توضیح کے لئے دلیل کافی ہے۔ جس میں فرمایا کیا میں مومنین کے نفسوں سے اولےٰ نہیں ہوں؟ انہوں نے عرض کی بے شک یا رسول اللهؐ یہ خطبہ قولہ تعالیٰ النبی أولیٰ بالمومنین من انفسهم کی تفسیر ہے اور جب ابتداء حدیث کا مطابق معنے اس آیت کے ثابت ہوا۔ آخر اس حدیث کا کہ علی مولا مؤمنین کا ہے۔ اسی معنیٰ کے مطابق ہوگا جو صدر حدیث کے موافق ہو۔ جیسا کہ فصاحت کا طریقہ ہے۔ اور بخلاف اس کے انتشار معانی ایک ہی کلام میں لازم آتا ہے۔ جو سیاق کلام کے مخالف ہے۔ اور شان نبی کے لائق نہیں۔ اور آخر حدیث میں جو دعا ہے کہ یا اللہ اُس کو دوست رکھ جس نے اس کو دوست رکھا۔ الخ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس حکم میں فرمانبرداری رضامندی خدا و رسول کی موجب ہے اور نافرمانی موجب غضب خدا و رسولؐ کی ہے۔ یہ کس طرح نہ ہو حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے تیری رب کی قسم۔ یہ لوگ اسوقت تک مومن نہیں ہو سکتے جبتک اپنے اختلافات میں تجھے حاکم نہ سمجھیں

ومن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ واختلاف الالفاظ فی الحدیث بان جاء فی روایۃ من کنت ولیہ فھذا علیؑ ولیہ وفی روایۃ من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ وفی روایۃ علیؑ ولی کل مؤمن بعدی وولیکم بعدی[1] ومن کنت مولاہ فان علیاً بعدی مولاہ وانا ولی کل مومن من کنت مولاہ فعلی مولاہ وانا اولی بکل مؤمن فھو اولی الناس بکم بعدی یعنی علیاً یغنی عن مزید تطویل بل ینادی باعلی صوت ان لفظ الولی فی الاحادیث یفسر قولہ تعالیٰ انما ولیکم اللہ[2] ولفظ الاولی یفسر قولہ تعالیٰ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم و لفظ بعدی یرفع الستر عن المعنیٰ علیٰ انہ وان صرح النبی صلعم فی قولہ اخی ووصیی ووارثی وخلیفتی ووزیری بخلافۃ علیؑ فی وقت نزول اٰیۃ الانذار لے وانذر عشیرتک الاقربین لکنہ صلعم اراد ان یجمع جمیع صفات خلیفتہ وما یتعلق بہ فی لفظ واحد باظھار کمال البلاغۃ والفصاحۃ ونطق بقولہ مولاہ لانہ یجمع المعانی المذکورۃ واما اخذھم معنی المحبۃ فقط دون المعانی المذکورۃ فلا یخلو عن تعصب واشکالات لان المحابات بین المؤمنین کلھم فضلا عن الصحابۃ من الواجبات فلیس لہ وجہ خاص لعلیؑ

اور فرماتا ہے جو سن کر حکم کی تعمیل نہیں کرتا تو گناہ اس کا انہی پر ہے جو تبدیل کرتے ہیں۔ الخ۔ اور حدیث میں اختلاف الفاظ اس طرح کہ ایک روایت میں مثلاً من کنت ولیہ فھذا علیؑ ولیہ وارد ہے۔ اور دوسری روایت میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ منقول ہے۔ اور تیسری جگہ علی ولی کل مومن بعدی اور ولیکم بعدی[1] آیا ہے۔ اور کسی جگہ من کنت مولاہ فان علیاً بعدی مولاہ مروی ہے۔ اور کسی روایت میں انا ولی کل مؤمن من کنت مولاہ فعلی مولاہ وارد ہے۔ اور کسی حدیث میں انا اولی بکل مومن اور آخر میں ھو اولی الناس بکم بعدی بحق حضرت علیؑ کے ثابت ہے یہ مزید طوالت سے مستغنی کر دیتا ہے۔ بلکہ باآواز بلند پکار رہا ہے کہ لفظ ولی جو احادیث میں وارد ہے۔ وہ قولہ تعالےٰ انما ولیکم اللہ کا مفسر ہے اور احادیث میں اولیٰ قولہ تعالےٰ النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم کا مفسر ہے۔ اور احادیث کا لفظ بعدی معنے حدیث سے پردہ کو اُٹھا کر بالکل صاف کر دیتا ہے۔ اور علاوہ بریں یہ واضح ہو کہ اگرچہ نبی صلعم نے بوقت نزول آیت وانذر عشیرتک الاقربین کے خلافت حضرت علیؑ کے لئے ان الفاظ سے تصریح فرما دی تھی کہ تو میرا بھائی اور وصی اور وارث اور میرا خلیفہ اور وزیر ہے لیکن آپنے یہ ارادہ فرمایا کہ بکمال بلاغت وفصاحت جمیع صفات اپنے خلیفہ کو اور اُس کے متعلقات کو ایک ہی لفظ میں جمع فرما دیں۔ اس لئے آپ نے لفظ مولیٰ کو ارشاد فرمایا جو جمیع معانی و صفات مذکورہ بالا کو جامع ہے۔ اور اہل جماعت کا جمیع معانی مذکورہ ممکن الوقوع کو ترک کر دینا اور فقط معنے محبت کا مراد لینا خالی از تعصب و اشکالات نہیں ہے۔ کیونکہ جب جمیع مومنین کے مابین محابات واجب ہے۔ مخلصین صحابہ کے لئے بطریق اولےٰ واجب ہوئی پس اس قدر انتظام و اہتمام سے محض حضرت علیؑ کے لئے اس محابات کے مخصوص کرنے کی کوئی کافی وجہ نہیں ہے۔

[1] کذا فی الاستیعاب مطبوعہ برحاشیہ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۲۸ باسناد ابوداؤد طیالسی بذیل ترجمہ حضرت علیؑ اور اسی طرح روضۃ الاحباب جلد اصفحہ ۳۶۷۔ اور اسیطرح اصابہ ابن حجر میں بذیل ترجمہ وہب بن حمزہ باسناد ابن السکن مرفوعاً مروی ہے ان سب میں لفظ ولیکم بعدی وارد ہے۔ اور یہ مختلف الفاظ مختلف مقامات میں آنحضرت صلعم سے وارد ہوئے ہیں اگر جب کسی مقام پر رسول صلعم نے معلوم کیا کہ حضرت علیؑ کے حق میں لوگ اعتقاد صحیح نہیں رکھتے یا اُن کی کسر شان کرتے ہیں اس حدیث کو الفاظ مختلفہ سے جو بعض بعض کے مفسر و مرادف ہیں ارشاد فرمایا۔ ۱۲ مترجم

[2] دیکھو حاشیہ ۱ صفحہ ۵۰ کتاب ہذا ۱۲ مترجم

علی انه صلعم صرحه وخصه سابقًا
فی مواضع کثیرة لان حبه ایمان وبغضه
نفاق وکفر کما قال غیر مرة لکونه
امیر المؤمنین وقد امر الله تعالیٰ بمودة
القربیٰ فلا وجه ههنا بایراد لفظ مشترك
المعانی ولا یساعده ههنا تقیید الزمان
ای من بعدی لانه لا یجب فی زمان
دون زمان بل یجب فی کل زمان فیکون
قید بعدی لغوًا نعوذ بالله ۔ ویؤید
ما قلنا جمع النبی جمیع من معه
ثمه سابقًا ولاحقًا وخطبته خطبة
الوداع علیٰ رأس المنبر المصنوع له بقوله
ادعی فاجیب ونحوه وهو من آخر
وصایاه واخذه بید علیؑ ورفعه من
الارض الیٰ فوق لینظر من کان ویرتفع
الاشتباه بقوله هٰذا علیؑ بتخصیص
وعدم اکتفائه علیٰ مجرد اسمه
الشریف لاتمام الحجة وتعمیمه ایاه
بیده وسدل له طرفی عمامته علیٰ
منکبیه لان هٰذه الامور لا تدل
الا علیٰ واقعة عظیمة منتجة لحکم
کبیر ممیزة عما سواها والمودة المحضة
لا تقتضی مثل هٰذه الامور فظهر ان
متولی الامور هو الذی حکمه نافذ
واطاعته واجبة مطلقًا هو الله ورسوله
ثم وصیه فمن اجل ذٰلك اتم الحجة البالغة

اور علاوہ اس کے تحقیق نبی صلعم نے بہت مقامات میں مخصوص طور پر بھی تصریح فرمائی کہ حضرت علیؑ کی محبت علامت ایمان ہے۔ اور اس کا بغض علامت کفر و نفاق ہے۔ چنانچہ بہت دفعہ آپ نے اس کو ظاہر فرمایا۔ اور یہ بجا ہے کیونکہ وہ مومنین کے سردار ہیں۔ اور نیز خدا تعالیٰ کا حکم محبت اقربا رسول صلعم کا بالخصوص وارد ہو چکا ہے پس ایسے مشترک المعانی لفظ بولنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور قید لفظ بعدی کی معنے فقط محبت کی تائید نہیں کرتی۔ بلکہ ظاہر مخالف ہے۔ کیونکہ یہ غلط اور لغو محض ہے کہ جناب علیؑ کی محبت کسی زمانہ میں مثل رسولؐ کے واجب ہو اور کسی زمانہ میں واجب نہو۔ یہ ہرگز نہیں بلکہ ہر زمانہ میں واجب ہے۔ پس بصورت معنیٰ محبت محض کے لفظ بعدی کی قید نعوذ باللہ لغو ہوگی۔ اور نبی صلعم کا اپنے جمیع ہمراہی صحابیوں کو جو آگے چلے گئے تھے یا پیچھے رہ گئے تھے خم غدیر پر جمع کر کے ایک عارضی ممبر بنوا کر اس پر وداعی خطبہ پڑھنا کہ میں بلایا جاؤنگا اور قبول کرلونگا۔ یعنی میری موت قریب ہے۔ اور حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر زمین سے اونچا کر کے رفع اشتباہ کے لئے دکھانا اور اُن کے مجرد اسم شریف کے ظاہر کرنے پر اکتفا نہ کرنی اور اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت علیؑ کو دستار بند ہوانی اور ہر دو طرے اُن کے کاندھوں پر لٹکانی اور الفاظ آخری وصیت سے وعظ و نصیحت فرمانا یہ سب امور ایک واقعہ عظیمہ پر دلالت کرتے ہیں جس کا نتیجہ کوئی بڑا حکم ہے جو محبت محض وغیرہ امور سے جن کے لئے اس اہتمام کی ضرورت نہیں ممتاز ہے[1]۔ پس ثابت ہوا کہ متولی امور کا جس کا حکم نافذ اور اطاعت مطلقًا واجب ہے۔ وہ خدا اور رسول صلعم ہیں اور پھر رسول خدا صلعم کے وصی ہیں۔ لہذا رسول اللہ صلعم نے سخت تاکیدی وصیت سے حجت بالغہ کو تمام فرمایا۔

[1] کسی روایت کے ابتدا حدیث میں لفظ اولی اور آخر میں مولیٰ اور کسی میں اول ولی بعدہ مولیٰ اور کسی میں اول مولیٰ اور بعدہ ولی یا اولی یا اول آخر مولیٰ یا ولی یا اولی کا ہونا اس کا شاہد ہے کہ اس حدیث میں ان الفاظ کا معنے ایک ہی طرح کا مراد ہے اور وہ ایسا معنے ہے جو سب معانی ممکن الوقوع کا جامع ہے جس سے جملہ ان روایات کی آپس میں اور حدیث ثقلین اور حدیث انت خلیفتی ووصیی والحق مع علیؑ والقرآن مع علی وانا مدینۃ العلم وغیرہ مندرجہ نصوص خلافت اور شان نزول آیات مندرجہ نصوص خلافت سے تطبیق ہو سکے اور وہ ہمارے بیان کردہ معنے کے سوا کوئی موزون نہیں ہو سکتا ۱۲ مترجم۔

ویؤیدہ ایضاً الاحادیث الدالۃ علی فضل علیؑ علی غیرہ من قولہ علیہ السلام الحق مع علیؑ وعلیؑ مع الحق وعلیؑ مع القرآن والقرآن مع علیؑ واللھم ادر الحق معہ حیث دار ومن شاء العلم فلیأت من الباب قالہ فی حق باب مدینۃ العلم وقولہ بک یھتدی المھتدون وتجدوہ ھادیاً مھدیاً یأخذ او یسلک بکم الصراط المستقیم وکونہ اعلم واقضیٰ واتقیٰ واشجع واسبق الایمان وغیر ذلک مؤید لما قلنا۔ ولا یخفیٰ ان لفظ المولیٰ یجئ لمعانٍ مذکورۃ کما فی قولہ تعالیٰ وردوا الی اللہ مولاھم الحق۔ فی تفسیر البیضاوی ج ۱ ص ۳۵۹ مولیٰھم ای ربھم ومتولی امرھم وفی المعالم ص ۱۱۷ ج ۲ الذی یتولی ویملک امرھم۔

وفی الکبیر ماویکم النار ھی مولاکم قال الکلبی یعنی اولیٰ بکم وھو قول الزجاج والفراء وابی عبیدۃ وقال الثعلبی فی کشف البیان ھی مولاکم ای صاحبتکم واولیٰ بکم واحق بان تکون مسکناً لکم وقال الامام ابو الحسن الواحدی فی التفسیر الوسیط ھی مولاکم ھی اولیٰ بکم لما اسلفتم من الذنوب والمعنیٰ انھا ھی التی تلی علیکم لانھا قد ملکت امرکم وقال الامام البغوی فی المعالم ھی مولاکم صاحبتکم واولیٰ بکم۔ وقال ابن حبان فی تفسیر بحر المحیط قولہ ھو مولٰنا ای ناصرنا وحافظنا قالہ الجمھور

اور اس کی مؤیدہ احادیث بھی ہیں جو دوسروں کی نسبت حضرت امیر المؤمنین کے افضل ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ جیساکہ نبیؐ کا فرمان ہے۔ کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہے۔ اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ اور یا اللہ حق کو علیؑ کے ساتھ پھیر جہاں وہ پھرے۔ اور جو علم چاہے وہ دروازہ سے آئے اس کو باب مدینۃ العلم حضرت علیؑ کے حق میں فرمایا۔ اور تیرے ساتھ ہدایت یافتہ ہوں گے ہدایت پانیوالے۔ نیز علیؑ کے حق میں فرمایا۔

اور فرمایا اس کو یعنی علیؑ کو ہادی مہدی پاؤ گے۔ جو تم کو سیدھے رستہ پر چلائیگا۔

اور علیؑ کا اعلم واقضٰی واتقیٰ واشجع واسبق بالایمان وغیرہ ہونا سب مؤید ہیں۔ اور مخفی نہ رہے کہ لفظ مولیٰ چند معانی کے لئے آتا ہے جو قرآن میں مرقوم ہے۔ جیساکہ آیت میں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرے جاوینگے جو اُن کا مولیٰ حق ہے۔ تفسیر بیضاوی جلد اوّل ص ۳۵۹ میں ہے۔ مولا اُن کا یعنی رب اُن کا اور اُن کے امر کا متولی۔ اور تفسیر معالم جلد ۲ ص ۱۱۷ میں وہ جو متولی اور ان کے کام کا مالک ہے۔

اور تفسیر کبیر میں ہے۔ تمہاری جگہ دوزخ ہے وہی تمہاری مولا ہے۔ کلبی نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ وہی آگ تمہارے لئے اولیٰ ہے۔ اور وہی قول زجاج اور فراء وابی عبیدہ کا ہے۔ اور ثعلبی نے کشف البیان میں کہا وہی آگ تمہاری مصاحب ہے اور وہی تمہارے لئے اولیٰ واحق ہے کہ تمہارا مسکن ہو اور ابوالحسن واحدی نے تفسیر وسیط میں لکھا۔ وہی تمہاری مولیٰ ہے۔ یعنی تمہارے لئے اولیٰ ہے۔ اُن گناہوں کے لئے جو تم نے پہلے کئے تھے۔ اور معنیٰ یہ ہے کہ یہی تمہاری والی ہے۔ کیونکہ تمہارے کام کی مالک وہی ہوگئی ہے۔ اور امام بغوی نے تفسیر معالم میں کہا کہ وہی تمہاری مولا یعنی صاحب ہے اور تمہارے لئے اولیٰ ہے۔ اور ابن حبان نے تفسیر بحر محیط میں کہا ہے۔ قولہ ھو مولٰنا یعنی ناصر اور حافظ ہمارا

وقال الکلبی اولیٰ بنا من انفسنا فی
الموت والحیوٰة وقیل مالکنا وسیدنا
فلهذا یتصرف کیف یشاء فیجب الرضاء
بما یصدر من جهته وفی الصحاح
کل من ولی امر واحد فهو ولیه۔ الخ
وبمعنی السید المطاع۔

وفی النهایة لابن الاثیر باب الواو فصل
اللام المولیٰ فی الحدیث فهو الرب و
المالك والسید والمنعم وکل من ولی
امرًا وقام به فهو مولاه ووليه ومنه
الحدیث من کنت مولاه فعلی مولاه و
منه الحدیث ایما امرءة نکحت بغیر
اذن مولاها فنکاحها باطل۔ وفی روایة
ولیها ای متولی امرها وکذا فی الصراح
ومجمع البحار۔

وفی المعالم ج۳ ص۱۶۱ اولی بالمؤمنین
من انفسهم اے من بعدهم ببعض
فی نفوذ حکمه فیهم ووجوب طاعته
علیهم وقال ابن عباس وعطاء یعنی
اذا دعاهم النبی صلعم ودعتهم
انفسهم الی شئ کانت طاعة
النبی صم اولی بهم
من طاعتهم
انفسهم

اور کلبی نے کہا ہے وہ ہمارے لئے ہمارے نفسوں سے بحالت
موت وحیات اولیٰ ہے۔ اور یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ وہ ہمارا سردار
اور مالک ہے لہذا جس طرح چاہے وہ تصرف کرے۔ ہمیں ہر
جو اس سے صادر ہو راضی ہونا واجب ہے۔

اور صحاح میں ولی کا معنےٰ یہ لکھا ہے۔ جس کے امر کا کوئی والی
ہو وہ اُس کا ولی ہوتا ہے۔ الخ اور یہ بمعنے سردار واجب الاطاعت
کے بھی ہے۔

اور نہایہ ابن اثیر باب الواو فصل اللام میں ہے۔ مولیٰ جو حدیث
میں وارد ہے اُس کا معنےٰ رب اور مالک اور سردار اور منعم ہے
اور جو کسی کے امر کا والی اور متولی ہو۔ وہ اُس کا مولیٰ اور ولی
ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی قبیل سے ہے جو حدیث وارد ہے من
کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اور اسی قبیل سے وہ حدیث ہے
جس میں فرمایا جو عورت بغیر اذن اپنے مولیٰ کے نکاح کرے
اُس کا نکاح باطل ہے۔ دوسری روایت میں بجائے مولیٰ
کے لفظ ولی آیا ہے۔ معنےٰ یہی ہے جو اپنے متولی امر کے
بغیر نکاح کرے۔ اور اسی طرح صراح اور مجمع البحار میں یہ
سب معانی لکھے ہیں۔

اور معالم جلد ۳ ص ۱۶۱ میں بذیل تفسیر اولیٰ[1] بالمؤمنین من
انفسھم کے لکھا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے۔ ان لوگوں کا
جو آپس میں تعلق ہے۔ اس کی نسبت نبی ص اولیٰ ہیں اسطرح
کہ آپ کا حکم نافذ اور اطاعت آپ کی سب پر واجب ہے۔ اور
ابن عباس و عطاء یہ معنے کرتے ہیں کہ جب نبی ص اُن کو
بلائے اور لوگوں کی ذاتی خواہش کچھ اور ہو تو نبی صلعم کی
اطاعت اُن پر بہ نسبت اُن کے نفسوں کے واجب ہے۔

[1] منتہی الارب میں ہے اولیٰ۔ سزاوار تر ھو اولیٰ بہ اے احریٰ۔ ولیؔ۔ دوست و نگہبان و متصرف بر کسے
وکل من ولی امر واحد فھو ولیہ۔ جو کسی کے کام کا والی اور متصرف ہو وہ اُس کا ولی ہوتا ہے۔ موؔلیٰ۔ خداوند
(سردار) و بندہ (غلام) و آزاد کنندہ و آزاد کردہ۔ و ہمنشین و قریب چوں پسر عم و یار مددگار و پرورندہ، و نعمت
دہندہ و داماد۔ و شوہر خواہر مرد۔ و پسر خواہر و خسر۔ ان معانی میں سے جن پر شمار کے نمبر دیئے گئے ہیں وہ
جناب رسول خدا ص پر منطبق نہیں ہو سکتے۔ لہذا باقی معانی سے جس قدر آنحضرت ص پر لفظ اولیٰ اور ولیؔ اور مولیٰ
کے معانی صادق آسکتے ہیں وہ حسب سیاق حدیث کے حضرت علی ع پر منطبق ہیں۔ کیونکہ حضرت ص نے فرمایا
جس کا میں مولا ہوں اس کا علی ع مولا ہے۔ اس کا مفاد یہی ہے کہ جن معانی سے میں کسی کا مولا ہوں انہی معانی
سے اس کا مولا علی ع بھی ہے۔ اور یہی ہمارا مدعا ہے ۱۲ مترجم

وفی تفسیر النیشاپوری ویعلم من اطلاق الآیة انہ اولی بھم من انفسھم فی کل شیٔ من امور الدنیا والدین۔

وفی تفسیر البیضاوی جلد ۲ ص ۱۷۵۔ النبی اولی الخ فی الامور کلھا فانہ لا یامرھم ولا یرضی منھم الا ما فیہ صلاحھم فلذلک اطلق فیجب ان یکون احب الیھم من انفسھم وامرہ انفذ علیھم۔ الخ

وفی قواضب الاسیاف ص ۱۷۴ ناقلًا عن مطالب السئول ص ۵۵ ۵۶ لابن طلحۃ الشافعی فیکون معنی الحدیث من کنت اولی بہ او ناصرہ او وارثہ او عصبتہ او حمیمہ او صدیقہ فان علیًا منہ کذلک وھذا صریح فی تخصیصہ لعلی بھذہ المنقبۃ العلیۃ وجعلہ لغیرہ کنفسہ بالنسبۃ الی من دخلت علیھم کلمۃ من التی للعموم بما لا یجعلہ لغیرہ ولیعلم ان ھذا الحدیث ھو من اسرار قولہ تعالٰی فی آیۃ المباھلۃ (الی ان قال) فانہ اولی بالمؤمنین وناصر المؤمنین وسید المؤمنین وکل معنی امکن اثباتہ مما دل علیہ لفظ المولٰی لرسول اللہ صلعم فقد جعلہ لعلی ع الخ۔

اقول وحمل الولی علی معنی المحب مستدلًا بقولہ تعالٰی الا ان اولیاء اللہ۔ الخ یدل علی عدم تبحرھم فی المحاورات القرآنیۃ لان الولی جاء فی القرآن بمعنے المتولی والمتصرف

اور تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ اطلاق اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ص ان کے نفسوں سے امور دین و دنیا سب میں اولیٰ ہیں۔

اور تفسیر بیضاوی جلد ۲ ص ۱۷۵ میں بذیل آیت النبی اولی بالمؤمنین کے لکھا ہے۔ نبی صلعم کل امور میں اولیٰ ہیں، کیونکہ بجز اس کے جس میں لوگوں کی بہتری ہوتی ہے نہ ان کو نبی صلعم امر کرتے ہیں اور نہ ان سے راضی ہوتے ہیں پس اسی واسطے مطلق اولویۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے واجب ہے کہ نبی ص ان کے لئے سب سے زیادہ محبوب ہوں اور آپکا حکم ان کے ہمجنسوں اور نفسوں کی نسبت ان پر زیادہ نافذ ہو۔ الخ۔

اور قواضب الاسیاف ص ۱۷۴ میں مطالب السئول ص ۵۵ ۵۶ مؤلفہ ابن طلحہ شافعی سے منقول ہے۔ کہ معنے اس حدیث ولایت کا یہ ہے جس کا میں اولٰے بالتصرف اور ناصر اور وارث اور عصبہ اور دوست سچا اور گہرا دوست ہوں۔ پس حضرت علی بھی اس کے لئے اسی طرح ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کو حضرت علی ع کو اس منقبت عالیہ سے مخصوص کرنے میں یہ حدیث صریح ہے۔ کہ حضرت علی ع کو آپنے مثل اپنی ذات بابرکات کے ہر کس کے لئے جو لفظ مَن کے اندر داخل ہیں مقرر فرمایا۔ ودیگر کسیکو یہ منقبت و منزلت حاصل نہیں ہوئی۔ اور واضح ہو کہ یہ حدیث منجملہ رازہائے آیت مباہلہ کے ہے (تا اینکہ لکھا) پس بتحقیق حضرت علی ع اولیٰ بالمومنین وناصر المومنین وسید المومنین ہیں۔ اور ہر معنے کہ اس کا اثبات لفظ مولیٰ کی دلالت سے۔ نبی صلعم کے لئے ممکن ہے وہ سب حضرت علی ع کے لئے آنحضرت ص نے ثابت کر دیئے ہیں۔ الخ۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں حمل لفظ ولی کا فقط معنی محب پر بدلیل قولہ تعالیٰ الا ان اولیاء اللہ الخ ان لوگوں کے عدم تبحر محاورات قرآنیہ پر دال ہے۔ (عدم تبحر سنیوں کا مراد ہے) کیونکہ لفظ ولی[1] قرآن شریف میں متولی اور متصرف کے معنے میں آیا ہے

[1] یعنے جہاں قرآن میں لفظ ولی بلا کسی قید کے مطلق وارد ہوا ہے وہاں متولی اور متصرف کے معنے ہوتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے [illegible]

کما فی قولہ تعالیٰ فاللہ ھو الولی وجاء لفظۃ الاولیاء بمعنی الاحباء وفرق الواحد والجمع فی المعنی من محاورات القرآن۔ الا ترٰی ان القسط بمعنی العدل والقاسطون بخلافہ والریح بمعنی العذاب والریاح من آثار الرحمۃ کما بسطہ السیوطی فی الاتقان جلد ۱ صفحہ ۱۹۴ وان شئت مزید توضیح معنی الولی والمولی والاولی والاستدلال بحدیث من کنت فطالع بمجلدات عبقات الانوار فانہا تشفی العلیل وتروی الغلیل۔

ومنہا

حدیث الثقلین وقد مر

جیسا کہ قولہ تعالیٰ فاللہ ھو الولی میں ہے۔ لفظ اولیاء بیشک بمعنے احبار کے آیا ہے مگر باعتبار محاورات قرآنیہ کے واحد اور جمع کے معنے میں فرق ہو جاتا ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ قسط بمعنے عدل ہے (اور اما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا وارد ہوا ہے) اور ریح بمعنے عذاب وارد ہے۔ اور لفظ ریاح آثار رحمت کے لئے مستعمل ہوا ہے۔ جیسا کہ سیوطی نے تفسیر اتقان جلد ۱ صفحہ ۱۹۴ مطبوعہ مصر میں بسط سے لکھا ہے۔ اور اگر معنے ولی ومولیٰ اور طریق استدلال اس حدیث کی تجھے مزید توضیح مطلوب ہو تو چاہیئے کہ مجلدات عبقات الانوار کا مطالعہ کیجئے کیونکہ وہ کتاب علیل کو شفا دیتی ہے اور پیاسے کو سیر کر دیتی ہے۔

اور منجملہ نصوص کے

حدیث ثقلین[1] ہے جو ابتداء کتاب میں مذکور ہو چکی ہے۔

[1] وجہ استدلال حدیث ثقلین سے یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنے بعد کے لوگوں میں ایک طبقہ کو اعلم اور پیشوا و مقتدای ومتبوع قرار دیا اور ایک طبقہ کو تابع ومقتدی وکم علم ظاہر فرمایا اور اس دوسرے طبقہ کو حکم دیا کہ تم اگر طبقہ اول سے تمسک رکھوگے تو گمراہ نہ ہوگے اور فرمایا کہ وہ طبقہ اول تم سے اعلم قرآن وسنت کا ماہر ہے۔ اس کی متابعت کرتے رہنا ان کے پیچھے چلنا ورنہ ہلاک ہو جاؤگے۔ اور محبین ثلاثہ نے اگرچہ ثلاثہ کی شان میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر احادیث وضع کرکے اپنے سلاطین زمانہ کو خوش کیا ہے۔ مگر پھر بھی حدیث ثقلین وحدیث ولایت وغیرہ احادیث صحیحہ متواترہ مسلمہ واردہ بحق اہل بیت علیہم السلام کے برابر کوئی حدیث نہیں بنا سکے یریدون لیطفؤا نور اللہ واللہ متم نورہ اور ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ عقلاً ونقلاً بجز معصوم کے کوئی امام حق نہیں کہلا سکتا جیسا کہ حدیث ثقلین کا مفاد بھی یہی ہے۔ اور یہ عصمت ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی دلیل ہے اس طرح کہ اس میں قرآن اور اہل بیت کے لئے تا ورود حوض کوثر لن یتفرقا اور لن یفترقا وارد ہے یعنے قیامت تک بفرمان مخبر صادق حتماً ویقیناً اہل بیت کے مخصوصین ومنصوصین افراد ایک لمحہ بھی قرآن سے جدا نہیں ہو سکتے اور اس عدم افتراق کا مفاد یہی ہے کہ ان سے کوئی امر خلاف شرع اور خلاف رضائے خدا اور رسول کے سرزد نہیں ہو سکتا۔ اور یہی عصمت ہے اور ہر امام معصوم منصوص جو مفارق از قرآن نہیں اپنے مابعد کے لئے نص کر چکا ہے جو اس تنصیص میں بھی قرآن سے جدا نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس کی جانب سے جو منصوص امام مقرر ہوا وہ بھی بدستور قرآن سے مفارق نہ ہوگا۔ چنانچہ اہل بیت ع کے اعلیٰ فرد امام اول کے لئے رسول خدا صلعم نے بالخصوص ظاہر فرما دیا علی ع مع القرآن والقرآن مع علی ع لا یفترقان۔ جو آئندہ لکھا جائیگا۔ اور صواعق مطبوعہ مصر صفحہ ۹۰ میں لکھا ہے کہ بفرمان پیغمبر آخر الزمان حدیث تمسک ثقلین سے ثابت ہے کہ تا قیامت مثل قرآن کے ان میں سے کوئی فرد قابل تمسک ہر زمانہ میں موجود رہیگا۔ اور اسی کے صفحہ میں یہ حدیث لکھی ہے فی کل خلف من امتی عدول من اہل بیتی ینفون عن ھذا الدین تحریف الضالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاہلین جس سے واضح ہے کہ ہر طبقہ امت میں ایک نہ ایک فرد اہل بیت نبی ع سے عادل (معصوم) موجود رہوگا جو جاہلوں اور گمراہ لوگوں کی جھوٹی تاویلات کو دفع کرکے صراط مستقیم کی ہدایت کریگا۔ اور یہی ہمارا مدعا ہے ۱۲

مترجم

منها

ماروی فی کنز العمال ج ۶ ص ۱۶۰ وان تؤمّروا علیا ولا ارٰکم فاعلین تجدوہ ھادیا مھدیا یاخذ بکم الطریق المستقیم رواہ احمد عن علیؑ وروی ابو نعیم فی فضائل الصحابۃ عن حذیفۃ ولفظہ وما ارٰکم فاعلین تجدوہ ھادیا مھدیا یحملکم علی المحجۃ البیضاء رواہ الحاکم والطبرانی والخطیب وابن عساکر و البیھقی-

وَ فی الصواعق المحرقۃ ص ۲۷ و ردبسند رواتہ مقبولون کما قالہ الذھبی ولہ طرق عن علیؑ قال قیل یارسول اللہؐ من نؤمر فقال ان تؤمروا- الحدیث ورواہ البزار بسند رجالہ ثقات ایضًا کما قالہ البیھقی-

فی ازالۃ الخفا اخرج احمد عن علیؑ وان تؤمروا علیًا الحدیث-

وَفی الشرف المؤبد ص ۵۸ نقل الحافظ ابن الحجر فی الاصابۃ عن مسند احمد بن حنبل بسند جید عن علیؑ قیل یارسول اللہؐ من نؤمر بعدک- الحدیث

وَذکر عبد الحی اللکنوی فی فتاواہ ج ۱ ص ۳۵۱ ناقلًا عن کتاب اکام المرجان فی احکام الجان فی حدیث طویل باسنادین عن ابن مسعود قلت- یارسول اللہؐ الا تستخلف ابا بکر فاعرض عنی فرأیت انہ لم یوافقہ فقلت یارسول اللہؐ الا تستخلف عمر الخ

اور منجملہ نصوص کے

وہ ہے جو کنز العمال ج ۶ ص ۱۶۰ میں ہے کہ اگر تم حضرت علیؑ کو امیر بناؤ گے تو اُسکو ہادی مہدی پاؤ گے۔ تم کو صراط مستقیم پر چلائیگا۔ مگر جہاں تک میں تم لوگوں کا حال دیکھ رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ تم اُسکو امیر بناؤ اسکو احمد نے حضرت علیؑ سے روایت کیا ہے (اسی طرح ترجمہ مشکوٰۃ میں شیخ عبد الحق نے لکھا ہے۔ انہی الفاظ سے یہ حدیث مسند احمد جلد اول ص ۱۰۹ طبع مصر میں مرقوم ہے)۔ اور ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں حذیفہ سے بایں لفظ روایت کیا ہے ما ارٰکم فاعلین۔ الی آخرہ یعنے میں نہیں جانتا کہ تم اُسکو بناؤ گے۔ اگر بنالے تو تم اسکو ہادی مہدی پاتے۔ اور تم کو روشن دلیل پر پہونچاتا۔ اسکو حاکم و طبرانی و خطیب وابن عساکر و بیہقی نے روایت کیا ہے۔ آور صواعق محرقہ ص ۲۷ میں ہے۔ اور ایسی سند سے روایت ہے کہ اُس کے سب راوی مقبول ہیں جیسا کہ ذہبی نے کہا ہے اور اس کے چند طریقے حضرت علیؑ سے ہیں۔ کہ عرض کیا گیا یارسول اللہؐ ہم کس کو امیر بنائیں۔ فرمایا اگر تم امیر بناؤ۔ الخ اور اس بزار نے ایسی سند سے روایت کیا جس کے رجال ثقہ ہیں جیسا کہ بیہقی نے کہا ہے۔

ازالۃ الخفا میں بھی بروایت احمد حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ اگر حضرت علیؑ کو تم امیر بناؤ۔ مثل حدیث بالا کے روایت کیا ہے آور الشرف المؤبد صفحہ ۵۸ میں ہے۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں مسند احمد بن حنبل سے بسند جید حضرت علیؑ سے روایت کیا۔ عرض کیا گیا یارسول اللہؐ آپ کے بعد ہم کس کو امیر بنائیں الخ آور عبد الحی لکھنوی نے اپنے فتاوے جلد اول ص ۳۵۱ میں ناقلًا کتاب آکام المرجان فی احکام الجان سے حدیث طویل میں دو اسنادوں سے لکھا ہے کہ ابن مسعود کہتا ہے۔ مینے عرض کی یارسول اللہؐ حضرت ابوبکر کو کیوں خلیفہ نہیں بنالیتے تو آنحضرتؐ نے مجھ سے روگردانی فرمائی۔ مینے سمجھا یہ بات اُن کو موافق نہیں آئی پھر مینے عرض کی یارسول اللہؐ حضرت عمر کو آپ خلیفہ کیوں نہیں بناتے؟

حدیث لیلۃ الجن اور نبیؐ کا خلافت شیخین سے اعراض

قلت یارسول اللہ ص الا تستخلف علیا قال ذلك والذی لا الٰہ غیرہ لو بایعتموہ واطعتموہ ادخلکم الجنۃ رواہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ۔ وفی مسند احمد بمعناہ وشہاب الدین احمد فی توضیح الدلائل اقول قد وثق صاحبہ ای صاحب اکام المرجان الذہبی فی المعجم وکذا فی کشف الظنون وکذا السیوطی فی تحفۃ الجلساء والموفق احمد واخطب خوارزم فی کتاب علیؑ وغیرہم وقد اجاب عبد الحی لسؤال نشأ من کتاب عبقات الانوار بتصدیق الروایتین وتسلیمہما بان وقعۃ لیلۃ الجن کانت ست مرات فارتفع التعارض بتعدد الواقعۃ۔ ہذا او اطال فی توثیقہ وحسن الحدیث مرزا محمد معتمد جان بدخشی فی تحفۃ المحبین فی مناقب الخلفاء الراشدین لتعدد الطرق ونقل عن اکام المرجان ان وقعۃ لیلۃ الجن۔ الخ۔

اقول قولہ علیہ السلام لا ارٰکم فاعلین من معجزاتہ الباہرۃ لانہ وقع کما اخبر بہ علیہ السلام وان رؤیتہ کانت بالقلب لا بالبصر کما حقق فی مقامہ ان الرؤیۃ من افعال القلوب فاذا استعمل فی معناہ الاصلی ای بمعنی القلب یقتضی المفعولین کما فی ہذا الحدیث واذا استعمل فی معناہ المجازی ای رؤیۃ البصر یقتضی المفعول الواحد کما فی

ومنہا

قولہ علیہ السلام الحق مع ذا الحق مع ذا یعنی علیا رواہ ابویعلی وسعید بن منصور عن ابی سعید

تب بھی رسول ص نے روگردانی فرمائی۔ مینے سمجھا یہ بھی حضرت ص کو ناگوار گذرا پھر مینے عرض کی یارسول اللہ ص حضرت علیؑ کو آپ کیوں خلیفہ نہیں بناتے؟ حضور نے فرمایا اُس اللہ کی قسم ہے جس کے بغیر کوئی لائق عبادت نہیں ہے کہ اگر تم اُنکی بیعت کروگے تو تم کو وہ بہشت میں داخل کریگا۔ اس کو ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔ اور مسند احمد میں اس کے ہم معنےٰ ہے۔ اور شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں صاحب آکام المرجان کی توثیق معجم میں ذہبی نے کی ہے۔ اور اسی طرح کشف الظنون میں ہے۔ اور اسی طرح سیوطی نے تحفۃ الجلساء میں اور موفق احمد اور اخطب خوارزم نے کتاب علیؑ میں روایت کیا۔ اور عبدالحی نے اس سوال کا جواب دیا ہے جو کتاب عبقات الانوار سے پیدا ہوا کہ ہر دو روایت حدیث مذکور کی صحیح ہیں۔ اور تسلیم کیا ہے کہ واقعہ لیلۃ الجن چھ دفعہ ہوا ہے۔ لہٰذا کوئی تعارض بسبب تعدد واقعہ کے نہیں۔ اور اُس نے حدیث کی توثیق میں طوالت کی ہے اور مرزا محمد معتمد جان بدخشی نے تحفۃ المحبین میں بکثرت طرق اسکو حدیث حسن سے تعبیر کیا۔ اور آکام المرجان سے نقل کیا کہ واقعہ لیلۃ الجن۔ الخ۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ نبی ص کا فرمانا کہ میں نہیں جانتا کہ تم علیؑ کو بناؤگے معجزات ظاہرہ نبویہ ص سے ہے۔ اور یہ رویت نبوی قلب سے دیکھنا تھا نہ بصر سے جیساکہ اپنے مقام پر محقق ہے۔ کہ رویت افعال قلوب سے ہے۔ پس جب اپنے اصلی معنیٰ پر مستعمل ہو یعنے بمعنے رویت قلب کے تب یہ فعل دو مفعولوں کو چاہتا ہے۔ جیساکہ اس حدیث میں ہے۔ اور جب مجازی معنےٰ میں مستعمل ہو یعنی رویت بصری پر تو ایک مفعول چاہتا ہے جیساکہ شرح جامی و رضی وغیرہ میں ہے۔

اور منجملہ نصوص کے ہے

قول نبی ص کا حق اُس کے ساتھ ہے حق اس کے ساتھ ہے یعنی حضرت علی ص کے ساتھ ہے۔ اس کو ابویعلیٰ وسعید بن منصور نے ابو سعید سے روایت کیا ہے

کذا فی کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۷۔

ومنھا

قولہ علیہ السلام اللھم ادر الحق مع علیؑ حیث دار رواہ الترمذی۔ کذا فی کنز العمال ج ۶ ص ۱۶۳

ومنھا

قولہ علیہ السلام علیؑ مع القرآن والقرآن مع علیؑ لا یفترقان حتیٰ یردا علیّ[۱] الحوض کذا فی تاریخ الخلفا ص ۱۱۷/۱۱۸ بروایت الطبرانی

ومنھا

قولہ علیہ السلام انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابھا وقد مر۔

ومنھا

ما فی کنز العمال ص ۴۰۲ ج ۶ روی ابو نعیم فی الحلیۃ۔ مسند سید الحسن مرفوعاً ادعوا لی سید العرب قلت الست سید العرب قال انا سید ولد آدم وعلیؑ سید العرب فلما جاء علیؑ قال یا معشر الانصار الا ادلکم علیٰ ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدہ ابداً ھذا علی فاحبوہ بحبی واکرموہ بکرامتی فان جبرئیل امرنی بالذی قلت لکم عن اللہ عز وجل کذا فی ارجح المطالب ص ۲۰ وزاد ورواہ ایضاً ابو البشر عن سعید بن جبیر واخرجہ المحب الطبری فی الریاض والطبرانی فی الکبیر واخرجہ البیھقی والحاکم والخطیب فی تاریخہ عن عائشۃ وروی الدار قطنی بمعناہ عن ابن عباس ولہ شواھد کثیرۃ۔ فی کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۷ عن الطبرانی والخطیب وابن الجوزی بمعناہ

اسی طرح کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۷ میں ہے۔

اور منجملہ نصوص کے

قول نبی صؐ کا اللھم ادر الحق معہ یعنے یا اللہ علیؑ کے ساتھ حق کو پھیر جہاں وہ پھرے جیسا کہ تفسیر کبیر بحث جہر تسمیہ) و کنز العمال ج ۶ ص ۱۶۳ میں بروایت ترمذی ہے۔

اور منجملہ نصوص کے

قول نبی صؐ کا علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے ہر دو حوض پر وارد ہونے تک جدا نہوں گے۔ اسی طرح تاریخ الخلفاء ص ۱۱۷/۱۱۸ میں بروایت طبرانی ہے۔

اور منجملہ نصوص کے

حدیث انا مدینۃ العلم ہے۔ یعنی میں شہر علم کا ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ یہ حدیث بیان علم علیؑ میں گذر چکی ہے۔

اور منجملہ نصوص کے

جو کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۲ میں بروایت ابو نعیم حلیہ میں مسند سید حسن سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ نبی صؐ نے فرمایا سردار عرب کو میرے پاس بلاؤ۔ میں نے عرض کی آپ سردار عرب نہیں ہیں؟ فرمایا میں بنی آدم کا سردار ہوں اور عرب کا سردار علی ؑ ہے پس جب حضرت علیؑ آئے نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ اے گروہ انصار میں تمکو اس چیز پر راہنمائی نہ کروں کہ اگر تم اس سے تمسک کرو تم کبھی گمراہ نہو نگے۔ وہ قابل تمسک حضرت علیؑ ہے۔ اُس کو میری محبت سے محبوب سمجھو اور میری عزت سے (اوکی) عزت کرو۔ اس امر کا مجھے جبرئیل نے خدا کی طرف سے حکم دیا ہے۔ اسی طرح ارجح المطالب ص ۲۰ میں ہے۔ اور زیادہ کیا کہ اس کو ابو البشر نے بھی سعید بن جبیر سے اور محب طبری نے ریاض میں اور طبرانی نے کبیر میں و بیہقی و حاکم و خطیب نے تاریخ میں بی بی عائشہ سے اور دار قطنی نے ہم معنیٰ اس کو ابن عباس سے روایت کیا اور اس کے بہت شاہد ہیں۔ اور کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۷ میں بروایت طبرانی و خطیب و ابن جوزی کے اس کے ہم معنے مروی ہے۔

حضرت علیؑ سے تمسک کا حکم الٰہی ہے

۱؎ علی اور علیّ دونوں مروی ہیں۔ یعنی حوض پر یا میرے پاس حوض پر معنے ہونگے ۱۲ مؤلف

ومنها

ماروی الترمذی واحمد عن ابی جنادة علی منی وانا من علی ولا یؤدی عنی الا انا او علی کذا فی المشکوٰة ج۲ ص۵۵۶ والصواعق المحرقہ ص۴۳ بزیادة روایة النسائی وابن ماجہ

اور منجملہ نصوص کے

وہ ہے جو ترمذی ونسائی وابن ماجہ واحمد نے ابی جنادہ سے روایت کی ہے کہ علی مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں[1]۔ اور میری طرف سے کوئی نہیں پہونچا سکتا مگر میں خود یا حضرت علیؑ۔ اسی طرح مشکوٰة ج۲ ص۵۵۶ وصواعق محرقہ ص۴۳ میں بروایت نسائی وابن ماجہ کے ہے[2]۔

ومنها

قولہ علیہ السلام انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی اخرجہ الشیخان وغیرهما کذا فی تاریخ الخلفاء ص۱۱۴

اور منجملہ نصوص کے

فرمان نبوی ہے جو صحاح ستہ میں ہے کہ یا علیؑ تو میرے لئے ہارون کے منزلہ موسیٰؑ سے ہے مگر یہ فرق ہے کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں ہے۔ ایسا ہی تاریخ الخلفا ص۱۱۴ میں ہے۔

---

[1] یہ حدیث رسول خداؐ نے اس وقت فرمائی جب کہ سورۂ براءة کی آیات حضرت ابوبکر کے حوالہ فرمائیں کہ مکہ میں جاکر لوگوں میں پہونچائے مگر وحی اتری کہ نہیں احکام شریعت پہونچانے کے واسطے یا تو خود ہے یا تیرے جیسا جو تیرے خاندان سے تیرا زیادہ قریبی ہے یعنی علیؑ تب حضرت نبیؐ نے حضرت علیؑ کو بھیجا کہ تو جا اور ابوبکر سے آیات لیکر پڑھ اور احکام پہونچا ابوبکر نے واپس آکر وجہ پوچھی تو نبی علیہ السلام نے یہ حدیث سنائی دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۳ ص۲۰۹ اور اس نے بہت روایات صحیحہ سے اس قصہ کو لکھا ہے۔ اور دیگر تفاسیر اہل جماعت نے اس قصہ کو بالاتفاق لکھا ہے۔ اور صحاح ستہ میں بھی موجود ہے۔ پس جب چند آیات واحکام کی تبلیغ کے لائق ابوبکر صاحب نہ تھے تو جملہ قرآن واحکام شریعت میں پیشوا وامام واجب الاطاعت تمام عالم کا کس طرح ہو سکتا ہے؟ فافہم۔ ۱۲ مترجم

[2] یہ حدیث مطابق آیت واجعل لی وزیرًا من اهلی الآیہ کے ہے۔ موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارون کے لئے دعا کی کہ پروردگارا میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر اور شریک نبوت بنا تاکہ میری کمر مضبوط ہو۔ وزارت سے بوجھ اٹھانا اور بار نبوت بانٹ لینا مراد ہے۔ جیسا کہ معنی وزیر کا مفہوم ہے جو وزر سے مشتق ہے۔ اور جعل خلافت (یعنی تقرر خلافت) اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جیسے انی جاعل فی الارض خلیفة اور یا داؤد انا جعلناك خلیفة فی الارض میں ہے۔ اسی واسطے موسیٰؑ نے دعا کی کہ یا اللہ تو میرا وزیر بنا دے۔ اگر خود حضرت موسیٰؑ بنا سکتے تو دعا کی ضرورت نہ ہوتی۔ حضرت علیؑ کے لئے خود خدا تعالیٰ نے بلغ ما انزل الیك کا حکم فرمایا کہ خلافت علیؑ کا اعلان کردے اور جب ہوگیا اور خلیفتی ووزیری ومولیٰ کل مؤمن کے الفاظ حضرت علیؑ کے حق میں ظاہر فرما چکے تو مطابق دعائے موسیٰؑ رب اشرح لی الآیہ کے آیت الم نشرح الخ نازل ہوئی یعنی ہمنے تیرا وزیر بناکر تیرا شرح صدر کردیا اور تیرا بوجھ اٹھانے والا بنا دیا۔ اس کی تائید اہل جماعت کے معتبر امام فخر الدین رازی کی تفسیر جلد ۳ صفحہ ۴۱۶ سے لکھی جاتی ہے۔ قولہ تعالیٰ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبهم ویحبونه۔ الآیہ لکھا ہے۔ ایک جماعت کے قول میں یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں اتری ہے۔ کیونکہ رسول خداؐ نے خیبر کے دن انہی کے حق میں ظاہر فرمایا لادفعن الرایة غدًا الی رجل یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ جو صفت آیت میں مذکور ہے۔ اور نیز مابعد اس آیت کا ویؤتون الزکوٰة وهم راکعون ضرور حضرت علیؑ کے حق میں ہے۔ پس ماقبل بھی انہی کے حق میں ہونا موزون ہے۔ پھر ابوبکر صاحب کے حق میں خیالی پلاؤ پکا کر انما ولیکم اللہ کی تفسیر میں لکھتا ہے عطاء ابن عباس سے روایت کرتا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں اتری۔ پھر قصہ تصدق انگشتری کا نقل کیا۔ پھر لکھا حضرت ابی ذر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کے ساتھ ایک ظہر کی نماز پڑھی اور ایک سائل نے مسجد نبوی میں آکر سوال کیا مگر کسی نے اس کو کچھ نہ دیا سائل نے کہا خدایا تو گواہ ہو کہ میں مسجد نبوی سے خالی جا رہا ہوں۔ تب حضرت علیؑ نے اپنی خنصر دائیں سے رکوع کی حالت میں اشارہ فرمایا اور سائل نے آکر انگوٹھی آپ کی انگشت سے اتار لی اور اس حال کو رسول خداؐ دیکھ رہے تھے۔ اور فرمایا اللهم ان اخی موسیٰؑ سئلك فقال رب اشرح۔ الآیہ

(باقی حاشیہ بر ص۵۰۱)

ومنھا

قولہ تعالیٰ وانذر عشیرتک الاقربین فی کنز العمال ج ۶ صفحہ ۳۹۶ عن علیؑ قال لما نزلت ھذہ الآیۃ وانذر الخ جمع النبیؐ من اھلبیتہ فاجتمع ثلاثون فاکلوا وشربوا فقال لھم من یضمن عنی دینی ومواعیدی ویکون معی فی الجنۃ ویکون خلیفتی فی اھلی قال رجل یا رسول اللہؐ انت کنت بحرا من یقوم بھذا ثم قال الآخر فاعرض ھذا علی اھلبیتہ واحدا واحدا فقال علیؑ انا رواہ احمد وابن جریر وصححہ والطحاوی والضیاء المقدسی۔

وفی صفحہ ۴۰۸ ج ۶ فی روایۃ اخری وزاد واخی وصاحبی ووارثی وقال فی آخرہ قال علیؑ فلذلک ورثت ابن عمی دون عمی۔

وفی صفحہ ۳۹۷ اورد حدیثا طویلا عن علی وفیہ قصۃ دعوۃ النبیؐ الی الطعام وجمع بنی المطلب فلما اجتمعوا واکلوا وشبعوا نبا در ابولھب بالکلام علی النبیؐ وتفرقوا ولم یسمعوا ھذا الیوم ثم بعد ھذا الیوم ثم صنع ھکذا فی الیوم الثالث وکلم النبیؐ یا بنی عبد المطلب انی واللہ قد جئتکم بخیر الدنیا والآخرۃ وقد امرنی اللہ ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علی امری ھذا

اور منجملہ اُن نصوص کے

قول اللہ تعالیٰ وانذر عشیرتک الاقربین ہے۔ جیسا کہ کنز العمال ج ۶ صفحہ ۳۹۶ میں حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ جب یہ آیت وانذر کی اُتری تو نبیؐ نے اپنے کنبہ کے آدمیوں کو جمع کیا۔ تیس آدمی جمع ہوئے اور اُنہوں نے کھانا کھایا دودھ وغیرہ پیا اُس کے بعد نبی صلعم نے فرمایا۔ کون میری طرف سے میرے قرض کا اور میرے وعدوں کا ضامن ہوتا ہے؟ وہ میرے ساتھ بہشت میں اور میرے اہل میں خلیفہ ہو۔ ایک آدمی نے کہا تو دریا ہے یہ کام کون کر سکتا ہے۔ پھر اور ایک شخص نے اسی طرح کہا۔ تب رسولؐ نے اپنے اہل بیتؑ کے ایک ایک آدمی پر پیش کیا حضرت علیؑ نے عرض کی میں ہوں۔ اس کو احمد نے اپنے مسند ج ۱ صفحہ ۱۱۱ میں وابن جریر نے روایت کیا اور صحیح کہا۔ اور طحاوی وضیا مقدسی نے بھی روایت کیا اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۸ میں بروایت دیگر زیادہ کیا کہ کون ہے جو میرا بھائی اور صاحب اور میرا وارث ہو۔ اس روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے تھے۔ پس اسی واسطے میں اپنے چچا زاد بھائی کا وارث ہوا ہوں۔ اور میرا چچا عباس وارث نہیں ہوا اور صفحہ ۳۹۷ ج ۶ میں ایک لمبی حدیث میں بیان کیا ہے جس میں قصہ نبیؐ کی دعوت کا طعام کے لئے و بنی مطلب کو جمع کرنا مذکور ہے۔ اور کہا کہ جب لوگ سیر ہو گئے تو ابولہب نے نبیؐ پر کلام میں سبقت کر لی۔ اور لوگ متفرق ہو گئے اور اس دن کچھ نہ سنا پھر دوسرے دن بھی اسی طرح ہوا۔ پھر تیسرے دن طعام کھلا کر نبیؐ نے کلام شروع کی کہ اے بنی عبد المطلب خدا کی قسم میں تمہارے لئے دنیا اور آخرت کی بہتری لایا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے امر کیا ہے کہ میں تم کو اُس کی طرف بلاؤں پس تم میں سے میرے اس کام پر کون وزیر بننا چاہتا ہے؟

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۰) فانزلت قرآنا۔ الخ یعنے یا اللہ میرے بھائی موسیٰؑ نے تجھ سے سوال کیا تھا کہ یا رب میرا سینہ کھولدے تاکہ کہا میرے کام نبوت میں میرے بھائی ہارونؑ کو شریک بنا اور تو نے قرآن میں خبر دی فرمایا ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی کے ساتھ قوی کر لیتے ہیں۔ خدایا میں محمد تیرا نبی وصفی ہوں فاشرح لی صدری ویسر لی امری واجعل لی وزیرا من اھلی علیا اشدد بہ ظھری قال ابوذر فواللہ ما اتم رسول اللہؐ ھذہ الکلمۃ حتی نزل جبریل فقال یا محمد اقرأ انما ولیکم اللہ ورسولہ الآیہ۔ یعنے آنحضرت صلعم نے دعا کی خدایا میرا سینہ کھولدے میرا کام آسان کر دے اور میرے اہل سے میرا وزیر حضرت علیؑ کو بنادے اور اس سے میری پشت کو مضبوط فرما۔ حضرت ابوذر کہتے ہیں خدا کی قسم رسول اللہؐ نے یہ کلمہ دعا کا ابھی ختم نہیں کیا تھا کہ جبریلؑ یہ آیت لیکر اُترا اور کہا یا محمدؐ پڑھیئے انما ولیکم اللہ۔ الآیہ۔ یعنی بکلمہ حصر خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم مسلمانوں کا سردار فقط اللہ اور اُس کا رسول اور وہ مومن ہیں [illegible] تفسیر کبیر کے صفحہ ۴۲۳ [illegible] (دلی) کا معنے متصرف لکھا ہے ۱۲ ح ج۔

فقلت وانا احدثہم سنا وارمصہم عینا واعظمہم بطنا واحمشہم ساقا انا یا نبی اللہ اکون وزیرک علیہ فاخذ برقبتی فقال ان ھذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا فقام القوم یضحکون ویقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع وتطیع لعلیؑ رواہ ابن اسحاق وابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ وابونعیم والبیہقی فی الدلائل۔

وفی طنہ[۴] ج۶ ملہ بلفظ ثم قال لھم ومد یدہ من یبایعنی علی ان یکون اخی وصاحبی وولیکم من بعدی فمددت یدی وقلت انا ابایعک وانا یومئذ اصغر القوم عظیم البطن

حضرت علیؑ فرماتے ہیں اگرچہ میں نوجوان اور آنکھوں میں میل رکھتا تھا اور میرا پیٹ بڑا تھا اور پنڈلیاں باریک تھیں تاہم مینے عرض کی یا نبی اللہؐ میں اس کام کا ذمہ وار ہوں۔ آپ کے اس کام میں وزیر ہونگا۔ نبیؐ نے میری گردن کو پکڑا اور فرمایا کہ تم میں میرا بھائی ووصی و خلیفہ ہے۔ پس اس کا حکم سنو اور اس کی فرمانبرداری کرو۔ قوم کے آدمی کھڑے ہوئے اور ہنسی مخول کرنے لگے اور ابی طالب کو کہنے لگے کہ دیکھ اب تجھے تیرے بھتیجے نے حکم دیا ہے کہ تو اپنے بیٹے حضرت علیؑ کا حکم سنکر اس کی اطاعت کر۔ اس کو ابن اسحاق وابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ وابونعیم اور بیہقی نے دلائل میں روائیت کیا۔

اور جلد ۶ طنہ[۴] میں اسی طرح ہے۔ اس لفظ سے کہ اپنے کنبہ کے آدمیوں کو فرمایا۔ اور ہاتھ مبارک دراز فرمایا کہ کون میری اس پر بیعت کرتا ہے جو میرا بھائی اور یار اور میرے بعد تمہارا سردار ہو۔ پس مینے (یعنے حضرت علیؑ نے) اپنا ہاتھ لمبا کیا اور عرض کی میں اسپر آپ کی بیعت کرتا ہوں اور میں اُس دن قوم سے عمر کا چھوٹا اور بڑے پیٹ والا تھا

لہ یہ قصہ بعینہ دعوت قریش و تخصیص خلافت حضرت علیؑ کا تواریخ انگریزی سے کتب ذیل میں مرقوم ہے جن میں یہی الفاظ بحق علیؑ منقول ہیں کہ یہ میرا وصی اور خلیفہ ہے۔ (۱) کتاب اپالوجی فرام محمدؐ اینڈ قرآن مؤلفہ ڈیون پورٹ صاحب صہ[۸] (۲) مسٹر کارلائل صاحب کی کتاب ہیروز اینڈ ہیروز واشپ لیکچر دوم صہ[۶۱] (۳) محمد اینڈ ہز سکسرز مؤلفہ واشنگٹن ایرونگ صہ[۳۷] (۴) ڈیکلائن اوف رومن ایمپائر مؤلفہ مسٹر گبن جلد سوم صہ[۴۹۹] (۵) نیو پاپولران سائیکلوپیڈیا صہ[۱۳۹] (۶) اوکلی صاحب کی تاریخ صہ[۱۵] (۷) گلین سارا سنز صہ[۸۳] (از ثبوت خلافت وغیرہ) نیز کتب تفاسیر وتواریخ واحادیث میں اس حدیث کے الفاظ مختلف اور مترادف مروی ہیں۔ منجملہ اُن کے یہ ہیں جو متن کتاب میں درج ہوئے اور جو متن میں درج نہیں لفظ وزیری کا ہے۔ اور اس لفظ کو چونکہ وزارت ہارون سے مناسبت ہے لہذا لکھا جاتا ہے۔ کنز العمال ج۶ صہ[۱۵۵] میں بروایت ابن عمر باسناد طبرانی مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا یا علیؑ انت اخی ووزیری۔ الحدیث اور اسی طرح درمنثور جلد ۵ صہ[۹۷] میں بھی ہے۔ نیز کتب تواریخ وتفاسیر کثیرہ میں یہ لفظ آیا ہے ۱۲ مترجم

لہ شواہد النبوۃ صہ[۱۶۴] میں عجیب قابل ملاحظہ قصہ لکھا ہے۔ ایک راہب کا حضرت علیؑ کا معجزہ دیکھکر ایمان لانا اور سوال کرنا کہ تو کون ہے؟ اور حضرت علیؑ کا جواب دینا کہ میں محمدؐ کا وصی ہوں اور راہب کا کتب سابقہ سے خبر دینا اور حضرت علیؑ کا پڑھنا الحمد للہ الذی لم اکن عندہ منسیا وکنت فی کتبہ مذکورا۔ یہ تفصیل لکھا ہے۔ اور بعد اس کے لکھا ہے کہ وہ راہب ملازم خدمت حضرت امیر رہا اور انہی کے ساتھ اہل شام کے مقاتلہ میں شہید ہوا اور حضرت امیرؑ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور اسکو دفن کیا اور اسکے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور اُس راہب نے بوقت ایمان لانے کے یہ کلمہ پڑھا تھا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ واشھد انک علیؑ وصی رسول اللہ ۱۲ مترجم

درس ار الوصی مطبوعہ مطبع اصلاح کھجوہ

فبایعنی علی ذلک وقال ذلک الطعام انا صنعتہ رواہ ابن مردویہ۔

وفی صفحہ ۱۴۴ ج ۵ من مسند زید بن اوفی روی احمد فی المناقب و ابن عساکر بلفظ انت اخی ووارثی قال وما ارث منک یارسول اللہ صقال ماورث الانبیاء من قبلی قال وما ورثت الانبیاء من قبلک قال کتاب ربہم وسنۃ نبیہم ۔الحدیث ۔ وھکذا فی المفردات للراغب الاصفہانی ص۵۴۲ وقال وسنتی بدل وسنۃ نبیہم

وفی ص۱۵۴ ج ۶۔ ان وصیی وموضع سری وخیر من اترک بعدی وینجز عدتی ویقضی دینی علی ابن ابی طالب رواہ الطبرانی عن ابن عمر۔

ومثل ما فی الکنز من قصۃ قولہ تعالٰے وانذر۔ الایہ وجعل النبی صؐ علیا خلیفۃ فی تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۶۶۳ وتفسیر ابن کثیر ج ۷ ص۱۹۱ وتفسیر سراج المنیر ج ۳ ص۲۴ وتفسیر ترجمان القرآن ص۹۹ وتفسیر ابن ابی حاتم وتفسیر ابن مردویہ وتفسیر الثعلبی وتفسیر درمنثور ج ۵ ص۹۷ وتفسیر خازن ج ۳ ص۳۷۱ وتفسیر طبری ج ۱۹ ص۶۸ وسیرۃ ابن اسحاق وروضۃ الصفا ج ۲ ص۲۶ وتاریخ حبیب السیر جلد ۱ ص۱۶ وتاریخ الکامل ج ۲ ص۲۲ وتاریخ ابی الفداء ج ۱ ص۱۱۷ ومعارج النبوۃ ج ۲ ص۲۵ وتاریخ الطبری جلد ۲ ص۲۱۷ والسیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص۲۸۶ والخصائص للنسائی ص۴۲ وغیرھا وھکذا قال معاصری الحاج الزائر الحکیم نور الحسین الصابر فی ثبوت الخلافۃ فی الطبع الثانی ۔

وقال الحافظ ابن کثیر فی تفسیرہ بعد ذکر اسانید الحدیث

پس حضرت صؐ نے اسی پر میری بیعت لی اور حضرت علیؑ فرماتے ہیں یہ طعام قوم کے لئے میں نے ہی بنایا تھا۔اس کو ابن مردویہ نے روایت کیا۔

اور کنز العمال جلد ۵ ص۱۴۴ میں مسند زید بن اوفی سے ہے احمد نے مناقب میں روایت کیا اور ابن عساکر نے اس عبارت سے نقل کیا کہ نبی صؐ نے فرمایا یا علیؑ تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے۔علیؑ نے عرض کی میں آپ کی کس چیز کا وارث ہونگا۔فرمایا جس چیز کا میں پیغمبران سابقین سے وارث ہوا ہوں۔عرض کی آپ پیغمبروں کے کس چیز کے وارث ہوئے ہیں فرمایا کتاب اللہ اور سنت نبوی صؐ کا۔اور اسی طرح مفردات راغب اصفہانی ص۵۴۲ طبع مصر میں ہے۔ اور اس میں بجائے سنت نبوی کے میری سنت کا لفظ ہے۔

اور ص۱۵۴ ج ۶ میں ہے۔تحقیق میرا وصی اور میرا اہم راز اور جس کو میں اپنے بعد سب سے بہتر چھوڑ جاتا ہوں۔اور جو میرے وعدوں کو پورا کریگا اور جو میرا قرضہ ادا کرے گا وہ علی ابن ابیطالب ہے۔اس کو طبرانی نے ابن عمر سے روایت کیا۔نیز اسی طرح شرح مواقف ص۴۶۲ میں ہے۔

اور مثل مضمون کنز العمال کے قصہ نزول آیت وانذر عشیرتک الاقربین اور حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ بیان فرمانا تفسیر معالم ص۶۶۳ وتفسیر ابن کثیر ج ۷ ص۱۹۱ وتفسیر سراج المنیر جلد ۳ ص۲۴ وتفسیر ترجمان القرآن ص۹۹ وتفسیر ابن ابی حاتم وتفسیر ابن مردویہ وتفسیر ثعلبی وتفسیر درمنثور جلد ۵ ص۹۷ وتفسیر خازن جلد ۳ ص۳۷۱ وتفسیر طبری جلد ۱۹ ص۶۸ وسیرۃ ابن اسحاق وروضۃ الصفاء جلد ۲ ص۲۶ وتاریخ حبیب السیر جلد ۱ ص۱۶ وتاریخ کامل ج ۲ ص۲۲ وتاریخ ابو الفداء جلد ۱ ص۱۱۷ ومعارج النبوۃ جلد ۲ ص۲۵ وتاریخ طبری جلد ۲ ص۲۱۷ وسیرۃ حلبیہ جلد ۱ ص۲۸۶ وخصائص نسائی ص۴۲ میں ہے۔اور اسی طرح ہمارے ہمعصر حاجی زائر ڈاکٹر نور حسین صاحب صابر نے ثبوت خلافت طبع ثانی میں لکھا ہے۔

اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اسانید حدیث کے ذکر کے بعد

وجرحه علی اسناد واحد فعنده طرق متعددة لهذا الحديث عن علیؑ۔
وفی الدر جزء ۵ ص ۹۷ اخرج ابن اسحٰق و ابن جرير وابن ابی حاتم وابن مردويه وابو نعيم والبيهقی فی الدلائل من طرق عن علیؑ وفيه فايكم يوازرنی علی امری هذا واخرج ابن مردويه عن البراء بن عازب قال لما نزلت وانذر الاية فهذه الاحاديث يقوی بعضها بعضا ويفسر بعضها بعضا والمحدثون صرحوا بالتصحيح والتحسين بكثرة الطرق ومعنی الحديث ظاهر لا غبار عليه۔
وفی الخصائص الكبری للسيوطی ج ۱ ص ۱۲۳ وذكر هذه القصة من رواة كثيرة
وفی ينابيع المودة ص ۳۶۹ ناقلا عن فرائد السمطين (فی حديث طويل) اخبرنی عن وصيك قال عليه السلام ان وصيی علی ابن ابيطالب وبعده سبطای الحسن والحسين يتلوه تسعة ائمة من صلب الحسين قال يا محمد فسمهم لی۔ الحديث۔
ويؤيده ما اخرجه ابن مردويه عن ابی سعيد الخدری عن سلمان الفارسی قال قلت يا رسول الله لكل نبی وصی من وصيك

اور ایک اسناد پر جرح کرنے کے بعد لکھا ہے۔ کہ اس حدیث کے بہت طریقے حضرت علیؑ سے ہیں۔
اور تفسیر در منثور جلد ۵ ص ۹۷ میں ہے کہ ابن اسحاق و ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابو نعیم و بیہقی نے دلائل میں چند طریقوں کے ساتھ حضرت علیؑ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔
اور اسی در منثور کی ایک روایت میں ہے۔ کون تم میں سے میری اس کام میں وزیر بنتا ہے؟ الخ اور ابن مردویہ نے براء بن عازب سے روایت کی کہ جب آیت وانذر اُتری۔ الخ اور مثل روائت کنز العمال کے بیان کیا۔
پس جاننا چاہئے کہ یہ احادیث بعض مقوی بعض کی اور بعض مفسر بعض کی ہیں۔ اور محدثین نے تصحیح و تحسین حدیث کی بہت طریقوں سے تصریح کی ہے۔ اور معنی حدیث کا ظاہر ہے جس پر کچھ پردہ نہیں ہے۔
اور خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۱۲۳ طبع حیدر آباد دکن میں سیوطی نے اس قصہ نص خلافت کو بعد نزول آیت وانذر کے بہت راویوں سے ذکر کیا ہے۔
اور ینابیع المودت ص ۳۶۹ میں فرائد السمطین سے لمبی حدیث میں نقل کیا ہے۔ کہ آنحضرتؐ سے سوال ہوا کہ آپ اپنے وصی سے خبر دیں[1]۔ فرمایا میرا وصی علیؑ ابن ابی طالب ہے۔ اس کے بعد میرے دو سبط حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ اُن کے بعد حسینؑ کی صلب سے نو ہوں گے۔ سائل نے عرض کی یا حضرتؐ اُن کے نام بیان فرمائیں؟ جنابؐ نے ہر ایک امام کا نام فرمایا۔
اور اس کی موئدہ روایت ہے جو ابن مردویہ نے ابی سعید خدری سے اُس نے حضرت سلمان فارسی سے بیان کی کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہر نبی کا وصی ہوتا ہے آپ کا وصی کون ہے؟

[1] ابن عباسؓ حضرت علیؑ کو سید الاوصیاء کے لفظ سے یاد فرماتے ہیں جیسا کہ معاویہ کی شماتت امام حسنؑ کی موت کے بیان میں حاشیہ پر بحوالہ کتاب لکھا گیا ہے۔ اور مروج الذہب مسعودی برحاشیہ کامل جلد ۶ ص ۷۵ طبع مصر میں ہے کہ محمد بن ابی بکر نے مصر میں جاتے ہی ایک خط معاویہ کو لکھا کہ تیرے لئے ہلاکت ہے کہ تو اپنے آپ کو خیر الناس و افضل الناس حضرت علیؑ کے برابر بیان کرتا ہے۔ حالانکہ حضرت علیؑ رسول خداؐ کے وارث اور وصی اور محرم راز اور اقرب الناس و اعلم الناس ہیں اور تو دشمن رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ الیٰ آخرہ مختصراً اور یہ مضمون مفصلاً متن کتاب ہذا میں آیندہ مرقوم ہے ۱۲ مترجم

فقال هل تعلم من وصی موسیٰؑ قلت نعم یوشع بن نون ـ قال لم قلت لانه کان اعلمهم قال فان وصیی وموضع سری وخیر من اترك بعدی وینجز عدتی ویقضی دینی علی ابن ابی طالب ورواه الطبرانی فی الکبیر فی مسند سلمان الفارسی ـ و فی اللآلی للسیوطی ورواه ابن حبان بنحوه ورواه العقیلی وزاد لفظ وصیی علی ابن ابیطالب ورواه الحاکم عن بریدة مرفوعًا واخرجه البغوی فی معجمه و الدیلمی فی فردوس الاخبار واحمد فی مناقبه واخرج الدارقطنی فی حدیث طویل وقال واتخذته وصیا ـ وفی الجمع للصحیحین للحمیدی ذکروا عند ام المؤمنین عائشة ان علیا کان وصیا فلم تکذبهم بل ذکرت انها قد سمعت ذلك من رسول الله حین وفاته ـ

وقال السیوطی فی الدر المنثور جلد ۴ ص۲۹۵ و اخرج السلفی فی الطیوریات بسند واہٍ عن ابی جعفر محمد بن علی قال لما نزلت واجعل لی وزیرًا من اهلی هارون اخی ـ الآیة کان رسول اللهؐ علی جبل ثم دعا ربه فقال اللهم اشدد ازری باخی علی فاجابه الی ذلك ـ الخ وجرح السیوطی علی هذا الطریق لیس بمضر لانه اورد هذا الحدیث بروایة ابن مردویه والخطیب وابن عساکر وسکت فعلم ان الجرح مختص بالفاظ السلفی واسناده وایضًا لهذا الحدیث شواهد باللفظ والمعنی فلا وجه للانکار فاعتبروا یا اولی الابصار ـ

وفی النصائح الکافیة ص $\frac{21}{22}$ فی مروج الذهب للمسعودی هو وارث رسول الله و وصیه

فرمایا کیا تو جانتا ہے موسیٰ کا وصی کون تھا میںنے کہا ہاں یوشع بن نون تھا فرمایا کیوں؟ میںنے کہا اسلئے کہ وہ سب سے زیادہ عالم تھا ـ آپ نے فرمایا میرا وصی اور میرا اہم راز اور سب سے بہتر جو چھوڑ جاؤنگا اور جو میرا وعدہ پورا کرے گا اور میرا قرضہ ادا کرے گا علی ابن ابی طالب ہے ـ اور اس کو طبرانی نے کبیر میں مسند سلمان فارسی سے ـ اور لآلی سیوطی میں اور ابن حبان نے اور عقیلی نے بزیادت لفظ میرا وصی علی ابن ابی طالب ہے اور حاکم نے بریدہ سے مرفوعًا اور بغوی نے معجم میں اور دیلمی نے فردوس الاخبار میں اور احمد نے مناقب میں اور دار قطنی نے لمبی حدیث میں روایت کیا اور کہا کہ میں نے اس کو اپنا وصی بنایا ہے ـ اور حمیدی نے جمع الصحیحین میں لکھا ہے کہ ام المومنین بی بی عائشہ کے پاس ذکر ہوا کہ علیؑ وصی تھا ـ بی بی صاحبہ نے اُن کی تکذیب نہ کی بلکہ ذکر کیا کہ میں نے بوقت وفات رسول خداؐ سے اس کو خود سنا ہے ـ

اور سیوطی نے در منثور جلد ۴ ص۲۹۵ میں لکھا ہے کہ سلفی نے طیوریات میں سند واہی کے ساتھ ابی جعفر محمد بن علی سے روایت کی ہے ـ کہ جب آیت واجعل لی وزیرًا من اهلی هارون ـ یعنے اے بار خدایا میرے اہل سے ہارون کو میرا وزیر بنا ـ الخ اتری اُس وقت رسولؐ پہاڑ پر تھے آپ نے خدا سے دعا کی کہ یا اللہ میری قوت کو میرے بھائی حضرت علیؑ کے ساتھ مضبوط کر ـ پس اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول کر لی ـ الخ اور سیوطی کی جرح اس طریق اسناد پر مضر نہیں ـ کیونکہ انہوں نے اس حدیث کو اور اسانید سے بروایت ابن مردویہ و خطیب و ابن عساکر کے ذکر کیا ہے اور اُن پر سکوت کیا ـ پس معلوم ہوا کہ الفاظ سلفی اور اُس کے الفاظ سے جرح مخصوص ہے اور نیز اس حدیث کے باللفظ والمعنےٰ اور بہت شاہد موجود ہیں پس انکار کی کوئی وجہ قابل اعتبار نہیں ہے ـ

اور نصائح کافیہ ص $\frac{21}{22}$ میں مروج الذہب مسعودی سے نقل کیا ہے ـ کہ علی وارث رسول اللہؐ کا ہے اور اُس کا وصی ہے

ؒ یہاں تک ارجح المطالب ص۲۵ سے منقول ہے اور حوالہ ابن حبان لآلی سیوطی میں میںنے بچشم خود دیکھا اور ابن حبان و عقیلی و حاکم کا حوالہ مجموعہ فوائد علامہ شوکانی ص۱۲۳ سے منقول ہے ـ جسنے ذہبی سے اس پر کچھ جرح بھی نقل کی ہے مگر وہ ذہبی کے تعصب کا ثمرہ ہے ورنہ فی الحقیقت اس کے شواہد ہیں اور بعض روایات بعض کی تقویت کرتی ہیں اور باقی حوالجات جمع الصحیحین تک ارجح المطالب کے ص۳۶ سے منقول ہیں ـ ۱۲ مترجم

وابو ولدہ واول الناس لہ اتباعاً وھذا ما کتب محمدؓ ابن ابی بکر الیٰ معاویۃ فی کتابہ وذکر قصۃ طویلۃ۔

وفی ترجمان القراٰن للسید الصدیق جز ۱ صفحہ ۳۱۵۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ حیات رسول خدا میں اس آیت کو (ومن ینقلب علیٰ عقبیہ) پڑھ کر کہا کرتے تھے واللہ ہم کبھی اُلٹے پاؤں نہ پھرینگے۔ بعد اُس کے کہ اللہ نے ہم کو ہدایت فرمائی ہے واللہ اگر حضرت مر گئے یا مارے گئے تو اُسی بات پر لڑیں گے جس پر وہ لڑتے ہیں یہاں تک کہ ہم مر جائیں واللہ میں اُن کا بھائی اور ولی اور ابن عم اور وارث ہوں مجھ سے زیادہ اور کون حق دار ہے رواہ الطبرانی وکذا فی الدر جز ۲ صفحہ ۸۱۔

وقال امیر المؤمنین فی دیوانہ ؎

واوصانی النبیؐ علی اختیاری
لامتہ رضی منکم بحکمی
الا من شاء فلیؤمن بھذا
والا فلیمت کمد الغمی

وفی صفحہ ؎

وھذا العلم لا یعلمہ الا
نبیٌ او وصی الانبیاء

کذا فی اللاٰلی المصنوعہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۵ بروایۃ ابن عباس وابی سعید الخدری۔

فی روضۃ الاحباب جز ۳ صفحہ ۱۶ ام سلمہ بعائشہ گفتہ بتحقیق کہ ما شنیدہ ایم از پیغمبرؐ کہ می فرمود علیؑ خلیفتی علیکم فی حیاتی وفی مماتی فمن عصاہ فقد عصانی اے عائشہ گواہی مید ہی کہ ازاں سرور شنیدہ عائشہ گفت آری۔ وفی صفحہ ۳۲ (در خلافت علیؑ) گویند اول خطبہ در غایت بلاغت وفصاحت انشاء فرمود این بود کہ الحمد للہ علیٰ احسانہ قد رجع الحق الیٰ مکانہ

اور حسنؑ و حسینؑ کا باپ ہے۔ اور سب آدمیوں سے پہلا اُس کا پیروی کرنے والا ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جو محمد بن ابی بکر نے معاویہ کی طرف خط میں لکھا تھا اور لمبا قصہ اس میں ذکر کیا ہے۔ اور ترجمان القرآن مولفہ سید صدیق جلد ۱ صفحہ ۳۱۵ میں ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ رسول خداؐ کی زندگی میں اس آیت (ومن ینقلب علیٰ عقبیہ) کو پڑھ کر کہا کرتے تھے خدا کی قسم ہم کبھی اُلٹے پاؤں نہ پھریں گے اُس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہدایت فرمائی ہے۔ خدا کی قسم اگر حضرتؐ وفات پا گئے یا قتل کیے گئے تو ہم اُسی بات پر لڑیں گے جس پر وہ لڑتے تھے یہاں تک کہ ہم مر جائیں۔ خدا کی قسم میں اُن کا بھائی اور ولی اور چچازاد اور وارث ہوں مجھ سے زیادہ اور کون حقدار ہے اس کو طبرانی نے روایت کیا۔ اور در منثور جلد ۲ صفحہ ۸۱ میں ہے۔ اور امیر المومنین علیؑ نے اپنے دیوان میں فرمایا ہے کہ مجھے نبیؐ نے بااختیار وصی بنایا ہے۔ اور امت کے لئے میرے حاکم ہونے کا حکم دیا ہے کہ وہ اس پر راضی ہوں۔ خبردار جو چاہے اس کے ساتھ ایمان لائے وگرنہ روسیاہ ہو کر میری حسد کے سبب سے مغموم ہو کر مر جائے۔

اور دیوان کے صفحہ میں ہے کہ یہ علم خاص کوئی نہیں جانتا مگر نبی یا نبیوں کا وصی جانتا ہے۔ اسی طرح لآلی مصنوعہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۵ میں ابن عباس و ابی سعید خدری کی روایت سے ہے۔ روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۱۶ میں ہے کہ بی بی عائشہ کو بی بی ام سلمہ نے کہا تحقیقی طور پر ہم نے پیغمبرؐ سے سنا ہے کہ فرمایا علیؑ میرا تم پر میری حیات و ممات میں خلیفہ ہے۔ جس نے اُس کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔ اے عائشہ تو گواہی دیتی ہے کہ تم نے بھی سرور عالم سے اسی طرح سنا ہے؟ عائشہ نے کہا ہاں میں نے بھی سُنا ہے۔ اور جلد ۳ صفحہ ۳۲ (بیان زمانہ خلافت علیؑ میں ہے) مورخین بیان کرتے ہیں جو اول خطبہ بغایت بلاغت و فصاحت حضرت علیؑ نے بیان فرمایا وہ یہ تھا کہ ہر قسم کی حمد و ثنا اللہ کے لئے اُس کے احسان پر ہے کہ حق اپنے مکان کی طرف واپس

لہ [illegible] ۱۲ مترجم

یعنی ان اول خطبۃ خطبہا علیؑ حین استخلف ظاھراً فحمد الله وشکر له علیٰ رجع الحق الیٰ مکانه فثبت من ھذا ان الحق لم یکن فی مکانه قبل ۔ فافہم ۔

وفی تشحیذ الاذھان شھر ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۲۸ من خلیفۃ المسیح المولوی الحکیم نور الدین کا عبارته ۔ مگر میری نزدیک تو حضرت علیؑ بھی خلیفہ بلافصل ہیں آجکل مسلمانوں میں جس قدر سلسلے فقراء کے ہیں قادری، نقشبندی، سہروردی شاذلی رفاعی سبکے سب حضرت علیؑ پر جاکر ختم ہوتے ہیں تو حضرت علیؑ سے روحانی فیض نبی کریمؐ کے بعد بلافصل شروع ہوا اور اتبک جاری ہی بلکہ دوسرے قسم کی خلافت کے آثار میں تو آجکل کچھ تزلزل بھی آگیا ۔ لیکن مولا مرتضےٰ کی خلافت برابر قائم ہے ۔ اور ترقی پر ۔ الخ

ومنھا

قوله تعالیٰ انما انت منذر ولکل قوم ھاد ۔ روی ابن مردویہ وابن جریر وابو نعیم فی المعرفۃ والدیلمی وابن عساکر وابن نجار لما نزلت انما انت منذر ولکل قوم ھاد وضع رسول اللهؐ یدہ علیٰ صدرہ وقال انا منذر ثم وضع یدہ علیٰ منکب علیؑ وقال انت الھادی یا علیؑ بك یھتدی المھتدون من بعدی وروی ابن مردویہ باسناد اٰخر والضیاء فی المختار عن ابن عباس

یعنی جب علیؑ کو خلافت ظاہری ملی تو خطبہ بالا پڑھا جس سے صاف ثابت ہوا کہ اب حق اپنے مکان پر ظاہراً و باطناً آیا ہے اس سے پہلے اپنے مکان سے دور اور بے موقع رہا ۔

رسالہ تشحیذ الاذہان ماہ ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۲۸ میں تقریر مزعوم خلیفۃ المسیح مولوی صاحب حکیم نور الدین صاحب کی لکھی ہے ۔ جس کی عبارت یہ ہے ۔ مگر میرے نزدیک تو حضرت علیؑ بھی خلیفہ بلافصل ہیں ۔ آجکل مسلمانوں میں جس قدر سلسلے فقراء کے ہیں قادری، نقشبندی، سہروردی، شاذلی رفاعی سب کے سب حضرت علیؑ پر جاکر ختم ہوتے ہیں ۔ تو حضرت علیؑ سے روحانی فیض نبی کریمؐ کے بعد بلافصل شروع ہوا اور اتبک جاری ہے ۔ بلکہ دوسرے قسم کی خلافت کے آثار میں تو آجکل کچھ تزلزل بھی آگیا ۔ لیکن مولا مرتضےٰ کی خلافت[1] برابر قائم ہے ۔ اور ترقی پر ۔ الخ ۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ اسی میں اکتفا ہے اُس کے لئے جو اُس کا (مولوی نور الدین صاحب کا) مقتدی اور پیرو ہے ۔

اور منجملہ ان نصوص کے

قول اللہ تعالیٰ کا انما انت منذر ولکل قوم ھاد ہے یعنے محض آپ ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ہدایت کرنے والا ہوتا ہے ۔ ابن مردویہ وابن جریر وابو نعیم نے معرفت میں اور دیلمی وابن عساکر وابن نجار نے روایت کی ہے کہ جب آیت انما انت منذر اُتری تو رسول اللہؐ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے سینہ پاک پر رکھا اور فرمایا ۔ میں ڈرانیوالا ہوں ۔ پھر اپنا ہاتھ حضرت علیؑ کے کاندھے پر رکھا اور فرمایا کہ اے علیؑ تو ہادی ہے میرے بعد تیرے ساتھ ہدایت ڈھونڈھنے والے ہدایت پائینگے ۔ اور ابن مردویہ نے ایک دوسرے اسناد سے بھی اس کو روایت کیا ۔ اور ضیاء نے مختارہ میں ابن عباس سے اس کو روایت کیا ہے ۔

[1] حکومت دبادشاہت خلافت فٹ بال کی طرح لڑکتی ہوئی بنی امیہ بنی عباس و ترکوں کے پاس آئی اور ترکوں کا زوال چودھویں صدی میں ہوا خلافت کا نام ونشان مٹ گیا مگر روحانیت وامامت وخلافت بلافصل جناب علی مرتضیٰؑ قیامت تک باقی ہے ۱۲ صابر

وعبد اللہ بن احمد فی زوائد المسند
وابن ابی حاتم والطبرانی فی الاوسط و
الحاکم وصححہ وابن مردویہ وابن عساکر
عن علیؑ مثلہ باختلاف الاسانید والالفاظ
کذا فی الدر ص۴۵ ج ۴ وفتح البیان ص۹۷ ج۵
والنیشاپوری ج ۱۳ ص۲۳ والکبیر للرازی ج۵ ص۲۷۲ و
ترجمان القرآن ص۸۴۱ وکذا رواہ ابو جعفر محمد بن علیؑ

ومنھا

قولہ تعالیٰ وقفوھم انھم مسئولون قالوا ان تسلیم
ولایۃ علیؑ واجب مسئول عنھا یوم القیامۃ لھذہ
الآیۃ عن ابی سعید وابن عباس فی قولہ تعالیٰ
وقفوھم یوم القیامۃ عن ولایۃ علیؑ اخرجہ
الواحدی فی تفسیرہ وابن مردویہ و
الدیلمی فی الفردوس کذا فی ارجح المطالب
صفحہ ۶۳۔
وفی الصواعق المحرقۃ ص۸۹ الآیۃ
الرابعۃ قولہ تعالیٰ وقفوھم اخرج الدیلمی
عن ابی سعید الخدری ان النبیؐ
قال وقفوھم انھم مسئولون عن ولایۃ علیؑ کان
ھذا ھو مراد الواحدی بقولہ
روی فی قولہ تعالے وقفوھم انھم مسئولون ای
عن ولایۃ علیؑ واھل البیتؑ
لان اللہ امر
نبیہ

اور عبد اللہ بن احمد نے روایت مسند میں وابن ابی حاتم
وطبرانی نے اوسط میں اور حاکم نے بصیغۂ صحیح اور ابن مردویہ
وابن عساکر نے حضرت علیؑ سے مثل اس کی باختلاف اسانید
والفاظ کے روایت کیا۔ اسی طرح درمنثور جلد ۴ ص۴۵
وفتح البیان جلد ۵ ص۹۷ وتفسیر نیشاپوری جلد ۱۳ ص۲۳ وتفسیر کبیر
جلد ۵ ص۲۷۲ وترجمان القرآن ص۸۴۱ میں ہے۔ اور اسی طرح
اس کو ابو جعفر محمد بن علیؑ نے روایت فرمایا۔

اور منجملہ نصوص کے

قول اللہ تعالیٰ کا وقفوھم انھم مسئولون ہے۔ یعنے
قیامت کو حکم ہو گا کہ ان کو ایک جگہ پر ٹھہرا دو کیونکہ ان سے ایک
ضروری بات پوچھی جانی ہے۔ علماء نے صحابہ وغیرہ سے
کہا کہ حضرت علیؑ کی ولایت کا ماننا واجب ہے جس کا قیامت
کے دن سوال کیا جائیگا۔ اسی آیت کی دلیل سے یہ ثابت ہوتا
ہے۔ چنانکہ ابی سعید وابن عباس سے تفسیر وقفوھم میں مروی
ہے کہ علیؑ کی ولایت کی نسبت قیامت میں پوچھا جائیگا۔
اسکو واحدی نے اپنی تفسیر میں اور ابن مردویہ نے اور
دیلمی نے فردوس میں روایت کیا۔ اسی طرح ارجح المطالب
ص۶۳ میں ہے۔
اور صواعق محرقہ ص۸۹ میں ہے۔ آیت چوتھی وقفوھم الآیہ۔
دیلمی نے ابی سعید خدری سے روایت کیا ہے کہ نبیؐ
نے فرمایا ان کو کھڑا کر دو کیونکہ ولایت علیؑ کا ان سے سوال
کیا جانا ہے۔ اور واحدی کی اس قول سے یہی مراد ہے۔
قول اللہ تعالیٰ وقفوھم میں مروی ہے کہ ولایت علی وآل بیت
کا سوال کیا جائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا

لہ اسی طرح کنز العمال جلد ۱ ص۲۵۱ میں ہے۔ قال علی رسول اللہ المنذر وانا الھادی یعنے حضرت علیؑ
نے فرمایا اس آیت سے یہ مراد ہے کہ رسول اللہؐ منذر ہیں اور میں ہادی ہوں۔ اور اسی صفحہ پر بروایت ابن ابی حاتم
وابن مردویہ وابو نعیم فی المعرفۃ وابن عساکر کے تفسیر آیت افمن کان علیٰ بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ
میں حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ افمن کان علیٰ بینۃ من ربہ سے میں مراد ہوں اور یتلوہ
شاھد منہ علیؑ ہے۔ یہ روایت باختلاف اسانید والفاظ کے وارد ہے۔ ایک روایت میں حضرت علیؑ سے اس طرح
ہے کہ قریش کے ہر شخص کے حق میں کوئی نہ کوئی آیت اتری ہے۔ ایک شخص نے کہا آپ کے حق میں کون سی آیت اتری فرمایا تم نے
سورت ہود نہیں پڑھی افمن کان علیٰ بینۃ من ربہ رسول اللہؐ ہے اور شاھد منہ میں ہوں ۱۲ انتہے مترجم۔

ان یعرف الخلق انہ لا یسئلھم علی تبلیغ الرسالۃ اجرا الا المودۃ فی القربٰی والمعنی انھم یسئلون ھل والوھم حق الموالاۃ کما اوصاھم النبی ص ام اضاعوھا واھملوھا فتکون علیھم المطالبۃ والتبعۃ انتھٰی۔

کہ خلقت کو جتلا دیں کہ نبی اُن سے تبلیغ رسالت پر کوئی اجر اور مزدوری بجز دوستی قربٰی کے طلب نہیں کرتا اور معنٰی یہ ہے۔ لوگ پوچھے جائینگے۔ کیا انہوں نے اہل بیت کو کما ہو حقہ دوست رکھا؟ جیسا کہ نبی علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی۔ یا انہوں نے وصیت نبوی کو ضائع کیا۔ اور لغو جان کر چھوڑ دیا تو اُن پر اُس کا مطالبہ اور سزا ہوگی۔ انتہی۔

ومنھا

اور منجملہ اُن نصوص کے

قولہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم۔ الآیہ لما بلغ النبی ص حکم الولایۃ لعلی ع نزلت قولہ تعالیٰ الیوم الآیہ۔ کما رواہ ابن مردویہ وابن عساکر عن ابی سعید الخدری و ابن مردویہ والخطیب وابن عساکر عن ابی ھریرۃ و اخرج ابن جریر عن ابن عباس کذا فی الدر ج ۲ ص ۲۵۹ والاتقان جلد ۱ ص ۱۹ وترجمان القرآن ص ۸۲۳۔ و فی ارجح المطالب ص ۴۷۵ والدیلمی وابو نعیم وابن المغازلی والامام الصالحانی

قول اللہ تعالیٰ کا الیوم اکملت لکم دینکم۔ الآیہ ہے۔ جب نبی ص نے ولایت علی ع کا حکم پہونچا دیا تو آیت الیوم اکملت لکم نازل ہوئی۔ چنانچہ اس کو ابن مردویہ وابن عساکر نے ابو سعید خدری سے اور ابن مردویہ وخطیب وابن عساکر نے ابوہریرہ سے اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے جو درمنثور جلد ۲ ص ۲۵۹ واتقان جلد ۱ ص ۱۹ وترجمان القرآن ص ۸۲۳ میں مذکور ہے۔

اور ارجح المطالب ص ۴۷۵ میں بروایت مذکورین ودیلمی وابونعیم وابن مغازلی وامام صالحانی کے اسی طرح ہے

فائدۃ

اما استدلال اھل الجماعۃ بآیۃ الاستخلاف علی حقیۃ خلافۃ الخلفاء الثلاثۃ فلا یتم لان معناھا اما خلافۃ کلیۃ او جزئیۃ فعلی کلا التقدیرین لا یتم مقصودھم لان الخلافۃ الکلیۃ بمعنی نفی الکفار کلھم وتسلط المؤمنین علی اماکنھم بالکلیۃ فلم توجد لا فی زمان النبی ص ولا ما بعدہ واما الجزئیۃ فقد وجدت فی زمانہ علیہ السلام بعد فتح مکۃ وتم وعد اللہ سبحانہ فی زمانہ علیہ السلام لا کما زعموا انہ تم فی زمان الخلفاء الثلاثۃ لا قبلہ واما المعنی الصحیح لھذہ الآیۃ فھو ان ھذا الوعد یتم فی عھد ظھور الامام الموعود محمد ن المھدی علیہ وعلی آبائہ الصلوٰۃ والسلام

فائدہ

اہل جماعۃ کا آیت استخلاف سے اصحاب ثلاثہ کی خلافت کی حقیت پر استدلال کرنا عبث ہے۔ کیونکہ اس کا معنے یا خلافت کلیہ ہوگا یا جزئیہ بہردو وجہ ان کا مقصود پورا نہیں ہوتا۔ کیونکہ خلافت کلیہ بمعنی جملہ کفار کو نکال کر ساری دنیا میں جملہ اماکن کفار پر مؤمنین کے تسلط تام ہو جانے کے غیر موجود و مردود ہے۔ کیونکہ ایسا تسلط کل روئے زمین پر نہ زمانہ نبوی میں نہ بعد ازاں ہوا ہے۔ اور اگر خلافت سے مراد تسلط جزوی ہے تو وہ زمانہ نبوی میں فتح مکہ کے بعد اس قدر وعدہ پورا ہو گیا۔ اور اس طرح نہیں جو اہل جماعۃ نے سمجھا ہے کہ وہ وعدہ خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں پورا ہوا اور پہلے نہیں ہوا تھا ولیکن صحیح معنٰی اس آیت کا یہ ہے کہ یہ وعدہ ظہور امام موعود محمد مہدی علیہ وعلیٰ آبائہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں پورا ہوگا۔

کما یویدہ قولہ سبحانہ لیظھرہ علی الدین کلہ ولا وجہ للانکار من ھذا الا انہ ما ظھر ھذا الاظھار الموعود علی الدین کلہ ای علی کل الادیان من زمان النبی ص الی الاٰن فی الجلالین جمیع الادیان المخالفۃ لہ ویوید ما قلنا ما فی الخازن ج ۲ ص ۲۲۰ قولہ تعالیٰ لیظھرہ علی الدین کلہ قال ابو ھریرۃ والضحاک ذلک عند نزول عیسے فلا یبقے اھل دین الا دخلوا فے الاسلام۔ وفے تفسیر فتح البیان وابن کثیر (والصافی والقمی) قیل ذلک عند نزول عیسے وخروج المھدی ع فلا یبقے اھل دین الا دخلوا فی الاسلام ویدل علیہ بعض الاحادیث فمنھا حدیث ابی ھریرۃ الخ وقیل المراد ظھورہ علی الدین کلہ بالحجۃ والبیان وفیہ ضعف لان ھذا وعد بانہ تعالی سیفعلہ والتقویۃ بالحجۃ والبرھان کان حاصلا من اول الامور۔ الخ وفے جامع البیان والخازن ج ۳ ص ۳۷۷ وتفسیر ابن الجریر ج ۱۸ ص ۱۱۰ والدر المنثور ج ۵ ص ۵۵ نزلت اٰیۃ الاستخلاف حین قالوا یا رسول اللہ ص ابد الدھر نحن خائفون ما یاتے علینا یوم نضع السلاح کذا نقلہ محی الدین والشیخ عماد الدین

جیسا کہ اس کی تائید کرتی ہے آیت لیظھرہ علی الدین کلہ یعنے دین نبی ص کو ہر قسم کے دین پر غلبہ حاصل ہوگا اور کوئی وجہ انکار کی اس سے نہیں ہے کہ ہمارے معنی کی تائید کرتی ہے کہ تسلط کلی اور غلبہ دین محمدی کا جملہ ادیان پر بوقت ظہور امام علیہ السلام کے ہوگا۔ کیونکہ یہ کبھی ظاہر نہیں ہوا کہ دین محمدی کو جملہ ادیان پر غلبہ حاصل ہوا ہو۔ زمانہ نبوی سے لیکر آجتک دیکھنے میں نہیں آیا۔ تفسیر جلالین میں تفسیر آیت مذکورہ میں لکھا ہے کہ جمیع ادیان مخالفہ دین محمدی پر دین محمد ص کا غلبہ مراد ہے اور نیز اُس کا موئد ہے جو تفسیر خازن جلد ۲ ص ۲۲۰ میں تحت آیت مذکورہ کے ابو ہریرہ اور ضحاک سے مروی ہے کہ یہ وعدہ بوقت نزول حضرت عیسیٰ ع پورا ہوگا۔ پس کوئی صاحب دوسرے دین کا باقی نہیں رہیگا مگر اسلام میں داخل ہو جائیگا۔ اور تفسیر فتح البیان وابن کثیر سُنّی (وتفسیر صافی وتفسیر قمی شیعہ) میں ہے کہا گیا ہے کہ یہ بوقت نزول عیسیٰ ع وخروج مہدی کے پورا ہوگا۔ پس کوئی اہل دین نہیں رہیگا مگر اسلام میں داخل ہو جائیگا اور اسپر بعض احادیث بھی دلالت کرتی ہیں۔ منجملہ اُن کے حدیث ابی ہریرہ ہے۔ الخ اور کہا گیا ہے کہ مراد اس سے غلبہ دین محمدی کا سب ادیان پر دلیل اور برہان کے ساتھ ہے اور اس میں ضعف ہے۔ کیونکہ یہ وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قریب ہے کہ اس طرح کریگا۔ اور تقویت دلیل وبرہان کے ساتھ تو ابتداء نبوت میں بھی حاصل تھی (بلکہ یہ تقویت تو جملہ انبیاء کو حاصل تھی پس اس میں خصوصیت کیا ہے اور وعدہ کی ضرورت کیا ہے) اور جامع البیان وتفسیر خازن جلد ۳ ص ۳۷۷ وتفسیر ابن جریر جلد ۱۸ ص ۱۱۰ وتفسیر درمنثور جلد ۵ ص ۵۵ میں ہے کہ آیت استخلاف اس وقت اُتری جب صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ص ہم ہمیشہ ڈرتے رہیں گے اور کبھی کوئی ایسا زمانہ ہم پر نہ آئیگا کہ ہم ہتھیار اُتار رکھیں گے[1]۔ اسی طرح محی الدین اور شیخ عماد الدین نے نقل کیا ہے۔

[1] یعنے صحابہ امن کا زمانہ دریافت کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا کہ تمکو کفار مکہ پر تسلط ملیگا اور تم امن سے وقت بسر کروگے جو آنحضرت ص کے زمانہ میں وعدہ پورا ہو چکا ۱۲ مترجم۔

اقول نهذا تائید لقول من قال وجد هذ الوعد بعد فتح مكة كما قال ابن كثير فی تفسيره فقد فعله تبارك وتعالیٰ وله الحمد والمنة فانه صلعم لم يمت حتی فتح الله عليه مكة وخيبر والبحرين وسائر جزيرة العرب وارض اليمن بكمالها واخذ الجزية من مجوس هجر ومن بعض اطراف الشام اهدا له هرقل ملك الروم وصاحب مصر واسكندريه وهو المقوقس وملوك عمان والنجاشے ملك الحبشة كذا فی فتح البيان ج ٦ ص ۳۳ وفی ترجمان القرآن ص ۱۰۷۵ قوله تعالےٰ ليستخلفنهم فی الارض۔ یہ وعدہ جمیع امت کو شامل ہے بعض نے کہا صحابہ سے خاص ہے اور اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ ایمان اور اعمال صالحہ کچھ صحابہ ہی کے ساتھ خاص نہ تھے بلکہ ممکن ہے اس کا واقعہ ہونا اس امت کے ہر فرد سے (ثم قال) اور اُس شخص کا قول بہت بعید ہے جو کہتا ہے کہ یہ وعدہ خاص ہے خلفاء اربعہ کے ساتھ یا مہاجرین کے ساتھ یا یہ کہ ارض سے مراد ارض مکہ ہے۔ اور تو پہچان چکا کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ سبب خاص کا۔ الخ کذا فی فتح البیان ج ٦ ص ۳۳۸۔

میں کہتا ہوں (قول مؤلف) پس یہ قول اس شخص کے لئے مؤید ہے جس نے کہا ہے کہ یہ وعدہ زمانہ رسول اللہ ص میں بعد فتح مکہ کے پورا ہو گیا جیسا کہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو پورا کر دیا اور اسکے لئے حمد اور شکر ہے کہ نبی ص کے وفات پانے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے مکہ و خیبر و بحرین کو نبی ص کے لئے فتح فرما دیا اور باقی جزیرہ عرب و زمین یمن مکمل فتح ہوئی۔ مجوس ہجر سے اور بعض اطراف شام سے جزیہ لینا کیا اور نبی ص کے پاس بادشاہ روم ہرقل اور صاحب مصر اور اسکندریہ جو مقوقس ہے اور ملوک عمان اور نجاشی بادشاہ حبشہ نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں تحائف اور ہدیے بھیجے۔ اسی طرح فتح البیان جلد ٦ ص ۳۳ میں ہے۔ اور ترجمان القرآن ص ۱۰۷۵ میں بذیل قولہ تعالیٰ لیستخلفنهم فی الارض لکھا ہے۔ یہ وعدہ جمیع امت کو شامل ہے۔ بعض نے کہا صحابہ سے خاص ہے۔ اور اس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ ایمان اور اعمال صالحہ کچھ صحابہ ہی کے ساتھ خاص نہ تھے۔ بلکہ اس کا واقعہ ہونا اس امت کے ہر فرد سے ممکن ہے (پھر کہا) اور اُس شخص کا قول بہت بعید ہے جو کہتا ہے کہ یہ وعدہ خاص ہے خلفاء اربعہ کے ساتھ یا مہاجرین کے ساتھ یا یہ کہ ارض سے مراد ارض مکہ ہے۔ اور تو پہچان چکا کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ سبب خاص کا۔ الخ۔ اور فتح البیان جلد ٦ ص ۳۳۸ میں بھی اسی طرح ہے۔

تنبیہ

اما وجه عدم قتال علیؑ بالخلفاء الثلاثة حين غصبوا الخلافة عنه وخالفوا امر النبیؐ ووصيته وصبر علیؑ علی المصائب لوجوه۔ منها امره عليه السلام بالصبر كما فی كنز العمال ج ٦ ص ٦٩ عن علیؑ مرفوعا يا علیؑ كيف انت اذا زهد الناس فی الآخرة ورغبوا فی الدنيا

تنبیہ

جب خلفاء ثلاثہ نے خلافت کو حضرت علیؑ سے غصب کیا اور حکم نبی صلعم اور آپ کی وصیت کی مخالفت کی اُس وقت حضرت علیؑ کے مصائب پر صبر کرنے اور خلفاء ثلاثہ کے جنگ نہ کرنے کی چند وجوہ ہیں۔ منجملہ اُن کے آنحضرت صلعم کا جناب مرتضیٰ علیہ السلام کو صبر کا حکم دینا ہے۔ جیسا کہ کنز العمال جلد ٦ ص ٦٩ میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ نبی ص نے فرمایا اے علیؑ تمہارا اُس وقت کیا حال ہو گا جب کہ لوگ آخرت کے مفاد سے قطع نظر کر کے منافع دنیا میں رغبت کریں گے۔

واکلوا التراث اکلا لماً واحبوا المال حبا جما واتخذوا دین اللہ دخلا و مال اللہ دولا۔ قلت اترکھم وما اختاروا واختار اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ و اصبر علی مصائب الدنیا وبلواھا حتی الحق بک انشاء اللہ قال صدقت اللھم افعل ذلک بہ رواہ الثقفی فی الاربعین۔

وفی الخصائص للسیوطی ج ۲ ص ۱۱۵ اخرج ابو نعیم عن جابر بن سمرۃ مرفوعاً (قال م) لعلی انک مؤمر مستخلف وانک مقتول وان ھذہ مخضوبۃ من ھذہ یعنی لحیتہ من (دم) رأسہ۔

وفی الصواعق ص ۷۲ ان اللہ تعالیٰ اطلع نبیہ م علی مایکون بعدہ۔

وفی ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۱۲۵ اخرج الحاکم عن علی م قال ان مما عہد الی النبی م ان الامۃ ستغدر بی بعدہ وکذا فی الخصائص للسیوطی جلد ۲ ص ۱۳۸

وفیہ اخرج الحاکم وصححہ ان الامۃ ستغدر بی بعدہ

اور مال وراثت کو بلاتمیز حلال وحرام کے جمع کرکے کھائیں گے اور مال کو نہائت گہری محبت سے محبوب سمجھیں گے اور خدا کے دین کو مکر وفریب کا ہتھیار بنائینگے اور خدا کا مال غنیمت سمجھکر آپس میں تقسیم کرینگے۔ (جناب علی ؑ فرماتے ہیں) مینے عرض کی میں اُن کو بمعہ اُس چیز کے جس کو انہوں نے پسند کیا چھوڑ دونگا اور میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ؐ اور دار آخرت کو پسند کرونگا اور دنیا دی مصائب اور اُس کی آزمائشوں پر صبر کرونگا حتیٰ کہ انشاء اللہ (بعد موت) آپ کو آملوں گا۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا یا اللہ تو اس کو اسی طرح بنا (کہ یہ آخرت کو پسند کرے اور صبر پر قائم رہے) اس کو ثقفی نے روایت کیا اربعین میں۔

اور خصائص سیوطی جلد ۲ ص ۱۱۵ میں ہے کہ طبرانی وابو نعیم نے جابر بن سمرہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ نبی ؐ نے حضرت علی ؑ سے فرمایا یا علی ؑ تو دیگر امراء کی تحت میں رہیگا اور خلیفہ دوسرے بنجائیں گے، اور تو قتل کیا جائیگا اور یہ تیری داڑہی خون سے رنگی جائے گی۔

اور صواعق ص ۷۲ میں ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ؐ کو اس امر کی اطلاع دی تھی جس کے ساتھ حضرت علی ؑ بعد رسول خدا ؐ کے مبتلا ہوئے۔

اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص ۱۲۵ میں باسناد حاکم حضرت علی ؑ سے روایت ہے کہا۔ تحقیق منجملہ اُن کے جو نبی ؐ نے میرے ساتھ عہد کئے ایک یہ ہے کہ امت قریب زمانہ میں نبی ؐ کے بعد مجھ سے متنفر ہو جائیگی (یعنے بعد حضرت ؐ کے بہت جلد ایسا کریں گے) اور اسی طرح خصائص سیوطی جلد ۲ ص ۱۳۸ میں ہے۔ اور اسمیں اس طرح لکھا ہے کہ حاکم نے صحیح کہکر روایت کیا کہ حضرت علی ؑ نے فرمایا۔ مجھے خبر ملی ہے۔ بعد نبی ؐ کے بہت جلد امت مجھے ناپسند کرے گی۔

ف۱ اس روایت میں یہ امر غور طلب ہے کہ بعد رسول خدا ؐ کے حضرت علی ؑ کے حین حیات تک ایسے کون امراء ہوئے ہیں جن پر یہ پیشین گوئی صادق ہو کہ اُنہوں نے ورثہ کو بلاتمیز حلال حرام جمع کرکے خورد برد کیا ہو یا دین اسلام کو ذریعہ مکر وفریب اغراض نفسانیہ کا بنایا ہو اور جناب علی ؑ نے اُن کے مقابلہ میں حسب تعمیل ارشاد نبوی صبر فرمایا ہو۔ ہمیں تو بجز خلفاء ثلاثہ کے ان صفات سے متصف کوئی نظر نہیں آتا۔ ورثہ رسول اللہ ؐ کو جس طرح حضرات ثلاثہ نے اپنی تصرف میں لیا اور اقربا رسول اللہ ؐ کو محروم رکھا اور اپنی اقربا کی صلہ رحمی کی اور خلافت کے بارہ میں بظاہر انتخاب اور وصیت سابق بلاحق کا نمونہ بناکر حقیقی جانشین رسول ؐ کو محروم کرنا یہ سب کچھ کسی سے مخفی نہیں ہے ۱۲ مترجم

وفی ازالۃ الخفا جلد ا ص ۱۲۵ واخرج الحاکم عن ابن عباس مرفوعا ان علی ع اما انک ستلقی بعدی جھدا قال فی سلامۃ من دینی قال فی سلامۃ من دینک کذا فی کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۷ وکذا فی الخصائص للسیوطی ج ۲ ص ۱۳۸ وایضا فی ازالۃ الخفاء ج ا ص ۱۲۵ اخرج ابو یعلیٰ عن علی ع فی حدیث طویل فلما خلی لہ الطریق اعتنقنی ثم اجھش باکیا قال قلت یا رسول اللہ ما یبکیک قال ضغائن فی صدور قوم لا یبدونہا لک الا من بعدی قلت یا رسول اللہ ص فی سلامۃ من دینی۔ الحدیث - وھکذا فی کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۸ وزاد رواہ البزار وابو یعلےٰ والحاکم وابو الشیخ والخطیب وابن الجوزی وابن النجار۔

وفی معارج النبوۃ رکن رابع ص ۳۴ و روضۃ الاحباب جلد ا ص ۳۹۳ اے علی ع اول کسی کہ برلب حوض کوثر بمن رسد تو باشی بعد از من بسیاری از مکروہات بتو خواہد رسید باید کہ دل تنگ نہ گردی و دست در عروہ وثقی تحمل زدہ طریق صبر پیش گیری وچوں بینی کہ دنیا مرضی ومختار خلق گردد باید کہ تو آخرت را اختیار کنی۔ انتہیٰ۔ اقول ولا یخفیٰ ما وقع علی علی ع من مصائب من تخویف عمر بتحریق الباب وغصب الخلافۃ وجعلہ تابعا ومطیعا مع حقہ ان یکون متبوعا و مطاعا وسیدا واستخفافہ فی المشاورات والمحاربات بہ فی الجمل والصفین والنھروان ونکث البیعۃ وغیرھا

اور ازالۃ الخفاء جلد ا ص ۱۲۵ میں باسناد حاکم ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی ص نے حضرت علی ع سے فرمایا ضروری ہے کہ میرے بعد تو مصیبت اٹھائیگا۔ حضرت علی ع نے عرض کی میرا دین سلامت رہیگا؟ آپ نے فرمایا دین تیرا سلامت رہیگا۔ اسی طرح کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۷ وخصائص سیوطی جلد ۲ ص ۱۳۸ میں بھی ہے اور ازالۃ الخفاء جلد ا ص ۱۲۵ مذکور میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابو یعلیٰ ایک طولانی حدیث میں حضرت علی ع سے باسناد خود اس طرح روایت کرتا ہے کہ نبی ص کو رستہ ملا آپ نے مجھ سے معانقہ فرمایا (مجھے گلے لگایا) اور رونے پر آمادہ ہوئے یا رونے لگے میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کو کیا چیز رلا رہی ہے۔ آپ نے فرمایا اس قوم کو تیرے ساتھ بغض ہے جو اب تیرے لئے ظاہر نہیں کرتے مگر میرے بعد وہ ظاہر کرینگے میں نے عرض کی یا رسول اللہ ص میرے دین میں تو کوئی خلل نہیں آئیگا۔ آخر حدیث تک پڑھو۔ اور اسی طرح کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۸ میں ہے۔ اور اس میں اتنا زیادہ ہے کہ اس کو بزار اور ابو یعلےٰ وحاکم وابو الشیخ وخطیب وابن جوزی وابن نجار نے بھی روایت کیا ہے۔

اور معارج النبوۃ رکن رابع ص ۳۴ اور روضۃ الاحباب جلد ا ص ۳۹۳ میں ہے کہ آنحضرت ص نے فرمایا یا علی جو شخص مجھے کنارہ حوض کوثر پر سب سے اوّل ملیگا وہ تو ہوگا اور میرے بعد تجھے ناگفتہ بہ تکالیف اور مصائب پہونچیں گے۔ چاہئے کہ تو نہ گھبرائے، اور تم تحمل کو اپنے ہاتھ سے نہ دینا بلکہ طریق صبر اختیار کرنا اور جب تو دیکھے کہ خلقت نے دنیا کو پسند کر لیا ہے تم آخرت کو پسند کرنا۔

میں کہتا ہوں (قول مؤلف) مخفی نہیں کہ جو وقائع حضرت علی ع پر وارد ہوئے اور مصائب پیش آئے جیسا کہ امیر عمر صاحب کا جناب زہرا ع کے گھر کو جلانا اور دھمکانا اور خلافت کا غصب کرنا اور حضرت علی ع کو باوجود اُن کے استحقاق متبوع ومطاع اور سردار ہونے کے تابع اور مطیع بنانا اور مشورہ جات میں اُنکی فریب آمیز تجاویز سے خفت کرنی اور اُن سے جمل وصفین ونہروان کے جنگ کرنے اور ان سے بیعت توڑ دینی وغیرہ ظاہر ہوئے۔

ومنھا ما ذکر فی اٰخر الشجاعۃ الکائنۃ من علیؑ فلا نعیدھا۔

ومنھا منعہ علیہ السلام عن قتال اھل القبلۃ متیٰ لم یبتدؤ بالقتال کما روی المسلم فی صحیحہ عن عوف بن مالک الاشجعی مرفوعا وشرار ائمتکم الذین تبغضونھم ویبغضونکم وتلعنونھم ویلعنونکم قال قلنا یارسول اللہ افلا ننابذھم عند ذٰلک قال لاما اقاموا فیکم الصلوٰۃ لاما اقاموا فیکم الصلوٰۃ الامن ولی علیہ وال فراٰہ یأتی شیئا من معصیۃ اللہ فلیکرہ ما یأتی من معصیۃ اللہ ولا ینزعن یداً من طاعۃ

وفیہ عن ام سلمۃ مرفوعًا یکون علیکم امراء تعرفون وتنکرون فمن انکر فقد برئ ومن کرہ فقد سلم ولٰکن من رضی وتابع قالوا افلا نقاتلھم قال لاما صلوا ای من کرہ بقلبہ و انکر بقلبہ وروی الشیخان عن ابن مسعود مرفوعا انکم سترون بعدی اثرۃ وامورا تنکرونھا قالوا فما تأمرنا یارسول اللہ قال ادوا الیھم حقھم وسلوا اللہ حقکم وھذہ الاحادیث فی المشکوٰۃ ص۳۱۱ باب الامارۃ۔

ومنھا الحکمۃ الموضوعۃ فی عدم قتال المنافقین اقتداءً بالنبی صلعم

اور منجملہ اُن وجوہ کے وہ ہے جو ہم آخر بیان شجاعت علیؑ میں بیان کر چکے ہیں۔ اُس کو اب مکرر لکھنے کی ضرورت نہیں

اور منجملہ وجوہ کے نبی صلعم کا قتال اہل قبلہ سے منع فرمانا ہے جب تک کہ وہ پہلے جنگ نہ چھیڑ دیں جیسا کہ مسلم نے اپنے صحیح میں عوف بن مالک اشجعی سے مرفوعاً روایت کیا کہ نبی صلعم فرماتے ہیں۔ بُرے امام تمہارے وہ ہوں گے جن کو تم دشمن سمجھو گے اور وہ تم کو دشمن سمجھیں گے۔ تم اُن کو لعنت کرو گے اور وہ تم کو لعنت کریں گے (جیسا کہ امیر عثمانؓ وغیرہ کے زمانہ میں ہوا) راوی کہتا ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم ہم اُن سے بغاوت نہ کریں؟ فرمایا نہ جب تک تمہارے اندر وہ نماز کو قائم رکھیں مگر جس پر کوئی والی ہو اور اوس امیر کو گناہ کرتا دیکھے تو چاہیئے کہ اُس گناہ کو ناپسند کرے۔ مگر پھر بھی فرمانبرداری سے اپنا ہاتھ نہ کھینچے۔

اور اسی میں حضرت ام سلمہ سے مروی ہے رسول صلعم نے فرمایا تمہارے اوپر ایسے امراء اور سردار ہوں گے جن کے اعمال کو تم ناپسند کرو گے پس جس نے ناپسندی ظاہر کی وہ اُن سے بیزار ہو گا یعنے امراء اُس کو تکلیف دیں گے اور جس نے دل پر ناپسند کر کے سکوت کیا وہ اُن کی شر سے بچ رہے گا۔ لیکن گناہ اُس کا سمجھا جائیگا جو بُرے اعمال پر راضی ہو کر اُن امراء کی متابعت کریگا۔ صحابہ نے عرض کیا ہم ان کے ساتھ جنگ نہ کریں[1]؟ آپ نے فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے ہوں۔ مراد من کرہ سلم سے یہ ہے کہ دل سے بُرا منائے اور ناپسند کرے۔ یہ احادیث مذکورہ مشکوٰۃ باب الامارۃ ص۳۱۱ میں ہیں (اسی کا نام تقیہ ہے)۔

اور منجملہ اُن وجوہ کے وہ حکمت ہے جس سے نبی صلعم نے منافقین سے جنگ نہ کی تھی۔ پس اسی طرح حضرت علی نے رسول خدا صلعم کی

[1] اس کی تائید میں دیکھو کنز العمال ج۶ ص۳ بروایت جابر منقول ہے کہ رسول صلعم نے فرمایا دین خدا میں لوگ گروہ گروہ داخل ہوئے ہیں اور عنقریب اسی طرح گروہ گروہ اس دین سے نکل جائیں گے۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا۔ اور بروایت احمد و بیہقی و نسائی و ابن ماجہ جریر سے اور بروایت احمد و بخاری و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ ابن عمر سے اور بروایت بخاری و ترمذی ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا میرے بعد تم آپس میں جنگ کر کے بعض کو بعض قتل کر کے کفر کی طرف نہ پھر جانا۔ ۱۲ مترجم

حکم دیتے ہیں؟ فرمایا تم اُن کے حقوق ادا کر دینا اور اپنے حق کو خدا سے طلب کرنا۔

کمانی کنز العمال ج۶ ص ۳۳/۴۸ لا یتحدث الناس ان محمدًا یقتل صحابہ رواہ الشیخان عن جابر۔ و فی صفحہ ۴۸ بلفظ دعہ و فی روایۃ اکرہ ان یتحدث الناس ان محمد الحدیث۔

و فی ص ۲۳۵ ان فی اصلاب اصلاب اصلاب رجال من اصحابی رجال و نساء یدخلون الجنۃ بغیر حساب رواہ الطبرانی وابن مردویہ عن سہل بن سعد۔

اقول ومثل ہذہ الرعایۃ ملحوظۃ للمؤمنین عند اللہ تعالےٰ کما بینہ سبحانہ وکان ابوہما صالحا وکان بینہما وبینہ سبعۃ اٰباءٍ کما فی التفاسیر

جیساکہ کنز العمال جلد ۶ ص ۳۳/۴۸ میں ہے کہ آنحضرت صؐ منافقین سے جنگ نہ کرنے کی یہ وجہ بیان فرماتے تھے کہ لوگ اس طرح باتیں نہ بنائیں کہ جناب محمد رسول اللہ صؐ (غصہ میں آتے ہیں تو) اپنے اصحابؓ کو قتل کردیتے ہیں، اسکو بخاری وسلم نے جابر سے مرفوعًا روایت کیا۔ اور ص ۴۸ میں یہ لفظ ہی کہ اس کو چھوڑ دو آخر حدیث تک۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا میں اسکو ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ باتیں بنائیں اور کہیں کہ جناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

اور کنز العمال ص ۲۳۵ میں ہے کہ آنحضرت صؐ نے فرمایا تحقیق میرے حاضرین اصحاب کی تیسری چوتھی پشت کے بعد ایسے آدمی مردوں اور عورتوں سے ہوں گے جو بغیر حساب بہشت میں داخل ہوں گے اس کو طبرانی اور ابن مردویہ نے سہل بن سعد سے روایت کیا (تو یہ بھی ایک حکمت اور مصلحت تھی کہ جن کی پشت سے مومنین پیدا ہونے کی امید تھی اُن کو قتل نہ کیا گیا تاکہ مومن کی پیدائش بند نہو۔ دیکھو یزید پلید جیسے شخص سے اس کا بیٹا معاویہ مؤمن پیدا ہوا اور حضرت ابوبکر کا بیٹا محمد حضرت علیؑ کا تابعدار اور ابوبکر صاحب سے بہتر اور خالص مومن تھا وعلیٰ ہذا القیاس)۔

میں کہتا ہوں (قول مؤلف) مثل مومن کی اس رعایت کے اللہ تعالےٰ کے نزدیک بھی ملحوظ ہے۔ چنانچہ دو لڑکوں کی حفاظت مال کے قصہ میں بیان فرمایا کہ ان دونوں کا باپ نیک تھا حالانکہ اُن دونوں لڑکوں اور اُنکے اس باپ صالح میں سات پشت کا بُعد تھا جیساکہ تفاسیر میں ہے۔ (تو جس طرح بیٹوں کی رعایت باپ کے سبب سے ہوئی اسی طرح باپ کی رعایت بیٹوں کے سبب ہوئی)

فائدہ: منافقین سے جنگ نہ کرنے کی وجہ

ؔلہ یہ حدیث مرفوع صحیح اور مشہور ہے جس سے ثابت ہے کہ نبی صؐ کی خدمت میں ایسے منافقین موجود تھے جو لوگوں میں اصحاب رسول اللہ مشہور تھے اور وہ بظاہر صوم وصلوٰۃ وغیرہ امور میں نبی صؐ کے ساتھ شامل ہوکر بظاہر مخلصین صحابہ کی قطار میں ملے جلے رہتے تھے اور اُن کے قتل کردینے سے لوگوں کے بدظن ہونے اور فساد کا اندیشہ تھا پس اس سے زیادہ اہل جماعت کو اپنے پیشواؤں کے حال معلوم کرنے میں کیا ثبوت درکار ہے مزید تسلی کے لئے دیکھو بخاری مطبوعہ کرزن پریس دہلی۔ باب ماینہی عنہ من دعوی الجاہلیۃ حدیث لا یتحدث الناس ان محمدًا یقتل۔ الخ۔ اس کے حاشیہ نمبر ۱ میں شرح قسطلانی سے میری تحریر کی تائید لکھی ہے۔ کہ قتل منافقین سے اس طرح تنفیر ہوتی تھی وہ ایکدوسرے کو کہتے اس نبی کا اعتبار نہیں ظاہر اسلام پر یہ اعتبار نہیں کرتے اور کفر باطن کا دھبہ لگا کر قتل نفس اور ہمارا مال لوٹنا مباح کردیتے ہیں اسلئے اسلام اور مسلمانوں یا نبی صؐ کی پاس کوئی جانا نہ پائے [illegible]

وَفی البخاری مع الفتح ج ۳ صفحہ ۳۰۸ عن جابر قال عبد اللہ بن ابی بن سلول اقد تداعوا علینا لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الآیۃ۔ فقال عمر الا تقتل ھذا الخبیث یعنی عبد اللہ فقال النبی ص لا یتحدث الناس انہ یقتل اصحابہ۔

وَفی فتح الباری ج ۴ صفحہ ۲۰۴ فاستمر صفحہ وعفوہ عمن یظھر الاسلام ولو کان باطنہ علیٰ خلاف ذٰلک لمصلحۃ الاستیلاف وعدم التنفر عنہ انتھٰی۔

وَمنھا خوف الارتداد کما فی البخاری مع الفتح ج ۲ صفحہ ۹۸ عن عائشۃ مرفوعا لولا حداثۃ قومک بالکفر لفعلت وَفی حدیث اٰخر ج ۲ صفحہ ۱۰۱ عنھا لولا ان قومک حدیث عھد بالکفر لنقضت الکعبۃ ورددتھا علیٰ قواعد ابراھیم وجعلت لھا بابا شرقیا وبابا غربیا دکذا فی روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۷۷

اور صحیح بخاری مع الفتح جلد ۳ صفحہ ۳۰۸ میں جابر سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول نے کہا کیا انہوں نے ہم پر یہ دعوے کیا ہے کہ جب ہم مدینہ میں واپس گئے تو ان کو نکالدینگے۔ الخ۔ امیر عمر نے کہا یا نبی اللہ ص اس خبیث (عبد اللہ) کو آپ قتل کیوں نہیں کردیتے؟ آپ نے فرمایا قتل اسلئے نہیں کرتا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد صلعم اپنے اصحاب کو قتل کردیتے ہیں۔ اور فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۲۰۴ میں ہے۔ آنحضرت ص ہمیشہ اُن لوگوں سے جو اسلام کو ظاہر کرلیتے تھے، اگرچہ باطن اُن کا اس کے برخلاف ہوتا تھا۔ چشم پوشی فرماتے اور خون اُنکا معاف رکھتے تھے تاکہ لوگ مالوف و مانوس ہوں اور حضرت ص سے متنفر نہوں۔ انتہےٰ۔

اور منجملہ اُن کے خوف ارتداد کلی کا ہے جیساکہ بخاری مع الفتح جلد ۲ صفحہ ۹۸ میں حضرت عائشہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی ص نے بی بی صاحبہ سے فرمایا۔ اگر تیری قوم کے نومسلم اور کفر سے تازہ نکلے ہوئے ہونے کا سبب نہوتا تو میں اس طرح کرتا۔ اور دوسری حدیث جلد ۲ صفحہ ۱۰۱ میں اُسی حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ نبی ص نے فرمایا اے عائشہ اگر تیری قوم کے لوگ نئے نئے کفر سے نکلے ہوئے نہوتے (یعنے اُن کے مرتد کلی ہونے کا خوف نہوتا) تو میں کعبہ کو گراکر اُس بنیاد پر بناتا جس پر حضرت ابراہیم ع نے بنایا تھا اور اُس کے لئے ایک دروازہ مشرق کی طرف سے اور ایک مغرب کی طرف سے بناتا[1] اور اسی طرح روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۷۷ (و نہایہ ابن اثیر بحث لفظ خلف صفحہ ۱۲۲ میں ہے

[1] کتاب ہذا کی جلد ثانی کے ابتداء میں بحث تقیہ کے اندر لکھا جائیگا کہ جیسا نبی ص نے ابتداء میں چھپکر دعوت اسلام دی ہے وصی نبی ع کے لئے بھی یہی حکم ہے جیساکہ شیث ع کے لئے تھا وہاں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ اور علل الشرائع (کتاب شیعہ) میں امام رضا ع سے علت عدم قتال کی یہی لکھی ہے کہ تیرہ ۱۳ سال بعد نبوۃ کے مکہ میں اور ۱۹ ماہ مدینہ میں نبی ص نے جنگ نہیں کی اور اُن کی نبوۃ باطل نہیں ہوئی تو اسی طرح حضرت علی ع نے اگر پچیس ۲۵ سال تک جنگ نہیں کی تو ان کی امامت بھی باطل نہیں ہوتی۔ دیکھو موسےٰ ع جب ڈر کر بھاگے تو فرمایا ففررت منکم لما خفتکم اور ہارون ع مخالفین سے تنگ آئے تو فرمایا ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی یعنے قوم نے مجھے کمزور بنایا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کردیتے اور سیدنا محمد ص نے جب ہجرت فرمائی وطن چھوڑا تو غار ثور میں جا چھپے۔ الخ جب معمولی تغیر بناء کعبہ پر لوگوں کے صریح کفر کی طرف پھر جانے کا خوف وخطرہ تھا تو ایسے صحابہ کے ساتھ جنگ کرنے سے جو بظاہر مومن و مسلمان کہلاتے اور خدمت نبی ص میں حاضر رہے تھے ضرور عام لوگوں کے بالکلیہ مرتد ہونے اور فساد پیدا ہونیکا اندیشہ تھا جس سبب سے نبی ص اور حضرت علی ع نے حتی الوسع حکم قتل عام جاری نہ فرمایا۔ اور نبی ص کا تین سال تک خفیہ دعوت اسلام دینا اور چوتھے یا پانچویں سال تک نماز صفحہ ۳۰ نیز منار و منتہی المقال جلد ۲ صفحہ ۳۹ و استقصاء الافحام منہج ثانی صفحہ ۱۶۲ و انسان العیون اور تاریخ خمیس و معالم التنزیل و ابطال الباطل فضل بن روزبہان میں ملے گا ۱۲ المترجم

وفی البخاری مع الفتح ج ا صـ ۱۷۴ ان النبیؐ کان یصلی عند البیت وابوجھل واصحابہ لہ جلوس اذ قال بعضھم لبعض ایکم یجیٔ بسلا جزور بنی فلان فیضعہ علی ظھر محمدؐ اذا سجد فانبعث اشقی القوم فجاء بہ فنظر حتیٰ اذا سجد النبیؐ وضعہ علی ظھرہ بین کتفیہ (الی ان قال) حتی جاءتہ فاطمۃؑ فطرحتہ عن ظھرہ فرفع راسہ۔الخ

اور صحیح بخاری جلد ا صـ ۱۷۴ مع الفتح میں ہے کہ نبی صؐ خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل معہ اپنے ساتھیوں کے قریب بیٹھا تھا۔ اُن میں سے بعض نے بعض کو کہا کہ کوئی تم میں سے ایسا ہو جو فلاں شخص کی اونٹنی کی بچہ دانؔ (جو خون وغیرہ سے آلودہ پڑی ہے) لے آئے اور اُس کو حضرت محمد صلعم کی پشت مبارک پر جب وہ سجدہ میں جائیں رکھدے (بغرض اہانت وتکلیف دہی) پس اُس قوم کا بدبخت گیا اور وہ لے آیا۔ انتظار کی جب حضرت نبی صلعم سجدہ میں گئے اُس نے وہ بچہ دان نبی صؐ کی پشت پر درمیان دو کاندھوں کے رکھدی (تاآینکہ کہا) حتیٰ کہ جناب فاطمہ زہراءؑ تشریف لائیں اور نبی پاکؐ کی پشت مبارک سے اُس گندگی کو دور کیاؑ۔ تب رسول اللہؐ نے سر مبارک اُٹھایا۔ الخ۔

لہ رسول خدا صلعم کو جس قدر تکالیف کفار مکہ سے پہونچی ہیں وہ حضرت مرتضیٰ شیر خدا سے کچھ کم نہ تھیں۔ مثلاً ملاحظہ ہو مواہب لدنیہ مؤلفہ علامہ محدث قسطلانی مطبوعہ مصر جلد ا صـ ۲۵۱ ذکر اول من اٰمن باللہ ورسولہ میں لکھا ہے کہ قریش نے رسول خداؐ کو سخت سے سخت اذیت پہونچائی۔ شاعر کہا۔ کاہن اور مجنون سے خطاب دیا آنحضرت صؐ کے دروازہ پر ہر قسم کی گندگی پھینکی اور آپ کے سر مبارک پر مٹی ڈالی گئی حضور کی گردن مبارک کو پاؤں سے کچلا گیا اور عقبہ بن ابی معیطؔ حضور کی گردن پاک پر اُس حالت میں جا چڑھا کہ آپ کعبہ کے پاس سجدہ میں تھے آپ کی گردن مبارک میں اُس بدبخت نے چادر ڈال کر ایسا گھونٹا کہ آنحضرت کی آنکھوں کے ڈھیلے باہر نکلنے پر آمادہ ہوگئے اور آپ کی ڈاڑھی مبارک اور سر کے بال اُس دشمن خدا نے اس حد تک کھینچے کہ اکثر بال گر گئے جیسا کہ بخاری باب مناقب اور باب مالقی النبیؐ من المشرکین بمکۃ میں عروہ بن زبیر سے مروی ہے پھر قسطلانی نے حال مذکورہ بالا عروہ کی روایت سے سنداً نقل کیا پھر بخاری سے قصہ مشیمہ یعنے اونٹنی کی بچہ دان کا گردن مبارک رسول خداؐ پر ڈالا جانا لکھا ہے۔ انتہیٰ ملخصاً۔

مزید سہولیت کے واسطے بخاری کے صفحہ کا پتہ بھی لکھدیا جاتا ہے تاکہ بخاری یا مواہب لدنیہ سے جو کتاب علمائے اہلسنت کی ہیں دیکھکر ناظرین اپنا اطمینان کریں۔ صحیح بخاری مطبوعہ کرزن پریس دہلی جلد ۱ صـ ۵۱۹/۵۲۰ باب مناقب اور باب ذکر مالقی النبی واصحابہ من المشرکین بمکۃ صـ ۵۴۴ میں روایت بالا مرقوم ہے صـ ۵۱۹ میں فوضع رداءہ فی عنقہ ہے اور صـ ۵۴۴ میں فوضع ثوبہ فی عنقہ ہے اور خنقہ خنقا شدیداً ہر دو مقام پر وارد ہے۔

اس بیان سے اُن متعصبین کو عبرت پکڑنی چاہیئے جو شیعان علیؑ پر بنظر تمسخر وتکذیب یہ حملہ کرتے ہیں کہ ہم سنیوں نے حضرت علیؑ کو اسد اللہ الغالب سمجھا ہے اور شیعہ صاحبان حضرت علیؑ کی تذلیل واہانت کرتے اور کہتے ہیں کہ بیعت حضرت ابی بکر کے وقت جناب علیؑ کو اس طرح مجبور کر کے بیعت کرائی گئی جو بعض روایات کتب شیعہ وسنی میں وارد ہے کہ حضرت علیؑ کی گردن میں کپڑا وغیرہ ڈال کر آپ کو کھینچکر بیعت کے واسطے لایا گیا پس اگر واقعہ صحیح تسلیم کیا جائے تو اس سے کچھ زیادہ نہیں جو سید الکونین رسول الثقلین کے ساتھ گذرا حالانکہ قوت نبوت خدا داد اُن میں موجود تھی۔ اور جو امام حسینؑ کے یزید سے جنگ کرنے کا سوال کرتے ہیں کہ کیوں تقیہ نہ فرمایا اس کا جواب جلد ثانی فصل تقیہ میں ملاحظہ ہو ۱۲

مترجم

اقول کما ان النبیؐ صبر علی مصائب ولم یقاتل المنافقین ولم یقاتل بالکفار فی مکۃ قبل الھجرۃ واقام بھا عشر سنین وصالح بالحدیبیۃ لمصالح فعلم من ذلک ان فی قتال النبیؐ وصبرہ ومصالحتہ حکمۃ ومصلحۃ یعلمھا ھو فکذالک خلیفۃ النبیؐ ووصیہ عالم بمصالح الامور وحکمھا وان خفیت علی اھل الظاھر۔

طعن مطلق تشیع راوی کو مضر نہیں

تتمہ

فلنختم المجلد الاول بباب یتضمن لاصول الحدیث وتوثیق الکتب وتنقید المولفین لان من عادۃ اھل الجماعۃ انھم اذا عجزوا عن جواب ما خالف مذھبھم الشایع یجرءون ویتکئون علی تضعیف الکتب والاحادیث او وضعھا کالغریق یتشبث بالحشیش فاردنا ان نذکر ھھنا اصولھم فی الحدیث و طریق قبولھم للروایات ونسطر طریق الاستدلال علی ما ادعینا فی کتابنا ھذا بوجہ یکون المتعصبون خائبین وخاسرین کانھم صم بکم عمی فھم لا یتکلمون فما اوردنا فی ھذا الکتاب من الاحادیث والروایات من کتب اھل الجماعۃ فاما اخذناھا من الصحیحین او ممن التزم بالصحۃ فی کتابہ

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں جیسا کہ نبیؐ نے مصائب پر صبر فرمایا اور منافقین سے جنگ نہ کی اور مکہ میں قبل از ہجرت جنگ نہیں کی حالانکہ دس سال مکہ میں قیام فرمایا۔ اور باوجود لشکر کے حدیبیہ میں صلح کرلی (یہ سب کچھ مصلحت وقت کے لحاظ سے تھا اور رسولؐ کی طاقت حضرت علیؑ سے کچھ کم نہ تھی) تو اس سے معلوم ہوا کہ نبیؐ کے قتال کرنے اور صبر کرنے اور صلح کر لینے میں حکمت اور مصلحت ہے جس کو وہی جانتے تھے پس اسی طرح خلیفہ و وصی نبی مصالح امور اور مخفی حکمتوں کے عالم تھے۔ اگرچہ وہ ظاہر بین اشخاص سے مخفی رہیں۔

تتمہ

جلد اول کو ایک ایسے باب پر ہم ختم کرتے ہیں جس میں اصول حدیث اور توثیق کتب اور تنقید مؤلفین کتب کا بیان ہو کیونکہ اہل جماعت کی عادت ہے کہ جب وہ مخالف کے جواب میں عاجز آجائیں تو دلیری کر کے اپنی کتب یا احادیث کے ضعیف اور موضوع کہدینے پر تکیہ کرتے اور اسی سے پناہ لیتے ہیں۔ اس طرح جیسا کہ ڈوبتا ہوا گھاس کے تنکے کو ہاتھ مارکر بچنا چاہتا ہے۔ لہذا ہم نے ارادہ کیا ہی کہ اس جگہ اہل جماعۃ کا اصول حدیث اور طریق قبول روایات بیان کردیں۔ اور اُن کا طریق استدلال لکھدیں تاکہ ہمارا مدعا جو اس کتاب میں مذکور ہے اُسی طریق سے ثابت ہوجائے۔ اس طرح کہ متعصبین اپنے مسلم قانون کے مطابق ہمارا مدعا ثابت ہوا دیکھکر ایسے ناکام اور شرمندہ ہوں کہ گویا کانوں سے بہرے اور زبان سے گونگے اور آنکھوں سے اندھے ہوجائیں اور کلام نہ کرسکیں۔ پس ہمارے استدلال کا طریقہ جو ہم نے اس کتاب میں احادیث و روایات کتب اہل جماعت سے لکھنے کا اختیار کیا ہے۔ یہ ہے کہ یا اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری و مسلم سے ہم نے اپنے مدعا کو ثابت کیا ہے یا اُن کی اُن کتب سے لکھا ہے۔ جنہوں نے اپنی کتب میں التزام کیا ہے کہ بغیر صحیح اور معتمد روایت کے اپنی اُس کتاب میں نہ لکھیں گے

او ما صرح المحدثون بتصحیحہ او تحسینہ او تقویتہ بکثرت الطرق او بالشواھد باللفظ او بالمعنے او بھما او بنقل المعتمدین والثقات وسکوتھم علیہ وما ذکرنا فیہ بلا سند وبلا نقل لیس لہ شاھد فی کتبھم فان خلج فی قلب من طالع کتابنا ریب الصحۃ والضعف فی الروایات فلینظر فی ھذ الباب فلعلہ لا یجد فیہ شیئا یخالف ما قلنا انفا بل المرجو انہ یشفی العلیل ویروی الغلیل و لیعلم اولاً ان مطلق نسبۃ التشیع الی الراوی لیس بقادح عند اھل التحقیق وان التجأ الیہ المعاندون عند العجز من الجواب لما فی تدریب الراوی للسیوطی ص ۱۱۹ وکذا فی ھدایۃ السائل صفحہ ۴۹۵ وقد صرح بذلک الذھبی فی المیزان فقال البدعۃ علی ضربین صغری کالتشیع بلا غلو او بغلو کمن تکلم فی حق من حارب علیاً فھذا کثیر فی التابعین وتابعیھم مع الدین والورع والصدق فلو رد ھؤلاء لذھب جملۃ من الآثار ثم بدعۃ کبری کالرفض الکامل والغلو فیہ فھذا النوع لا یحتج بھم وھذ الذی قالہ ای الذھبی ھو الصواب الذی لا یحل لمسلم ان یعتقد خلافہ انتھی۔ وفی ص ۱۲۰ سرد السیوطی الکلام بتفصیل من رمی ببدعۃ

یا ہم نے وہ حدیث درج کی ہے جس کی تصحیح پر محدثین نے تصریح کی ہے یا اُس کو اُنہوں نے حسن کہا یا اس کی کثرت طرق سے تقویت ہو چکی ہے یا اُس کے لئے شواہد باللفظ یا بالمعنے یا دونوں طرح موجود ہیں یا معتمدین اور ثقات نے اُس کو نقل کیا اور پھر اُس پر کوئی جرح نہیں کی اور بغیر کسی سند یا نقل معتمد کے ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز درج نہیں کی کہ جس کا کوئی شاہد کتب اہل جماعت میں نہ ہو۔ پس اگر ناظرین کتاب ہذا کے دل میں کوئی خدشہ صحت وضعف کا پیدا ہو تو اُس کو چاہئے کہ ہماری بیان کردہ تخریج روایت کو اس باب اصول حدیث میں دیکھ لے۔ امید ہے کہ اس کو مخالف ہمارے مذکورہ بیان کے نہ پائیگا یعنے ضرور کسی نہ کسی طرح حسب اصول اہل جماعت کے قابل قبول ہوگی۔ بلکہ کافی امید ہے کہ بیمار شک کو یہ باب شفا دیگا اور تشنہ کو سیر کر دیگا۔

اور اول اس کو جاننا چاہئے کہ مطلق نسبت تشیع کی اہل تحقیق کے نزدیک مضر قبول روایت راوی کے نہیں ہے۔ اگرچہ اہل بیت سے عناد رکھنے والے علماء بوقت جواب سے عاجز آنے کے اسی سے پناہ لیتے ہیں۔ اسلئے کہ تدریب الراوی مؤلفہ سیوطی ص ۱۱۹ وہدایت السائل ص ۴۹۵ للسید صدیق میں ہے تحقیق ذہبی نے میزان میں اس کی تصریح کی ہے۔ کہا کہ بدعت دو قسم ہے صغریٰ جیسے تشیع بلا غلو یا با غلو جیسا کہ جو کہتے ہیں کہ جس نے حضرت علیؑ سے جنگ کی اُس کی روایت مقبول نہیں۔ پس یہ تشیع تابعین وتبع تابعین میں باوجود اُن کے دیانتدار و پرہیزگار اور سچے ہونے کے بہت ہے۔ اگر یہ سب رد کئے جائیں تو احادیث کا کافی حصہ جاتا رہیگا۔ اور ایک بدعت کبریٰ ہے مثل رفض کامل اور اُس میں غلو کرنے کے۔ سو اس قسم کے لوگوں کے ساتھ حجت نہیں پکڑی جاتی اور یہ جو کچھ ذہبی نے کہا ہے صواب اور ایسا صحیح ہے جس کے برخلاف کسی مسلمان کو اعتقاد رکھنا حلال نہیں انتہے۔ اور اُسی تدریب کے ص ۱۲۰ میں سیوطی نے اس کی مزید تفصیل لکھی ہے کہ جن پر بدعت کی تہمت لگائی گئی ہے

فائدہ جنگ حضرت علیؑ سے کرنے والے کی روایت مقبول نہیں۔

ممن اخرج لهم البخاری ومسلم او احدهما
منهم رمی بالارجاء والنصب والتشیع
والقدر والخوارج والاعتقاد بخلق القرآن
ونفی صفات الله تعالیٰ۔

وفی نبراس الصالحین ص۲ ناقلا عن
الدرایة شرح النقایة للسیوطی ان
المبتدع ان لم یکفر قبل روایته والا
لادی الی رد کثیر من الاحادیث مما
رواه الشیعة والقدریة وغیرهما
وفی الصحیحین من روایتهم مالا یحصیٰ
وفی هدایة السائل للسید الصدیق
ص۴۹۶ حافظ ذہبی تقسیم تشیع بر سہ قسم نمودہ
قسم اول تشیع بلاغلو گفتہ وغیر مخفی ست کہ
این تشیع بلاغلو صفت لازمہ ہر مومن است
ورنہ ایمانش تمام نیست چہ ازیں قسم است
موالات مومنین سیما امیر المومنین علیؑ
(الی ان قال) وازیں جا معلوم شد کہ ایں قول
کہ مطلق تشیع بدعت است صحیح نیست وقدح
بداں باطل وتشیع باغلو ہم اتیان واجب
است وبدعت در غلو است لیکن تا کفر نہ رساند
پس ایں قسم ہم مردود نیست بالاتفاق ونزد
جمہور اینچنیں کس مقبول است پس مطلق تشیع
قادح نیست ومطلق نصب قادح است۔
وفی روضة الاحباب ج۱ ص۴۹۷ فی حق عطیة
الراوی والسالم کہ شیعی بودند ویحییٰ بن معین
کہ محک رجال است توثیق آنہا کردہ واز امام
احمد در حق سالم نقل کردہ کان شیعیا ما اظن به
باسا فی الحدیث (ثم قال) ومقتضی تحسین ایں
حدیث آنست کہ طعن بعضے از ائمہ حدیث در
ایشان بسبب تشیع اعتبار نہ داشتہ وبخاری در

اُن میں سے وہ بھی ہیں جن سے بخاری ومسلم دونوں نے یا
ایک نے روایت لی ہے۔ وہ جن کو مرجیہ یا ناصب یا شیعہ
اور قدریہ اور خوارج اور معتقدین خلق قرآن اور منکرین
صفات باری سے سمجھا جاتا ہے۔
اور نبراس الصالحین ص۲ میں درایہ شرح نقایہ مولفہ سیوطی
سے منقول ہے کہ اگر مبتدع کفر کا کام نہ کرے اس کی روایت
مقبول ہے۔ کیونکہ اگر مقبول نہو تو احادیث کا بہت حصہ
جو شیعہ وقدریہ وغیرہ سے منقول ہے سب رد کرنا پڑے گا
حالانکہ صحیحین (بخاری ومسلم) میں ان کی اس قدر روایات
ہیں جو حد شمار سے باہر ہیں۔
اور ہدایت السائل ص۴۹۶ مؤلفہ سید صدیق میں ہے حافظ
ذہبی نے تشیع کو تین قسموں پر ظاہر کیا ہے۔ پہلی قسم تشیع بلاغلو
کی لکھی ہے۔ اور مخفی نہیں کہ یہ تشیع بلاغلو ہر مومن کی لازمی صفت
ہے ورنہ اُس کا ایمان کامل نہیں۔ کیونکہ اس قسم کی محبت
جملہ مومنین سے ضروری ہے چہ جائیکہ امیر المومنین ہوں۔
(تا اینکہ کہا) اور اس سے معلوم ہوا کہ یہ قول جو مطلق تشیع کو
بدعت سمجھا جاتا ہے۔ صحیح نہیں اور مطلق تشیع سے راوی پر اعتراض
کرنا باطل ہے۔ اور تشیع باغلو بھی تعمیل واجب ہے۔ اور جو
قابل اعتراض اور بدعت ہے وہ تشیع میں غلو کرنا ہے لیکن
کفر تک بھی نہیں پہونچا سکتا۔ اور جمہور کے نزدیک ایسا شخص
معتقد تشیع باغلو کا بالاتفاق مردود نہیں بلکہ مقبول ہے۔
پس مطلق تشیع مضر نہیں اور مطلق خارجیت مضر ہے۔
اور روضۃ الاحباب جلد ۱ ص۴۹۷ میں در بیان عطیہ اور سالم
راویان کے لکھا ہے کہ یہ شیعی تھے۔ اور یحییٰ بن معین
جو کسوٹی رواۃ کی ہے اس نے ان کی توثیق کی ہے۔
اور امام احمد سے سالم کے حق میں نقل کیا کہ وہ شیعی تھا
مگر روایت حدیث میں اُس سے کوئی ڈر نہیں۔ (پھر کہا) اور
اس حدیث کے حسن کہنے سے یہ نکلتا ہے کہ بعض ائمہ حدیث
کا اُن راویوں پر طعن تشیع قابل اعتبار نہیں۔ اور بخاری
نے اپنے صحیح میں ایک ایسی جماعت سے روایت لکھی ہے جن پر تشیع کا

واین امر از وے دلالت بر آں میکند کہ مجرد طعن بسبب تشیع نزد وے در شخص قادح نیست و فی دلیل الطالب علی ارجح المطالب للسید الصدیق ص۳۴۷ و ثانی یعنی طعن تشیع قادح معتمد بہ نیست مادامیکہ تجاوز نہ کند از حد معتبر انتہی ملخصًا۔

الباب الخامس

فی اصول الحدیث

اعلم ان اهل الجماعة سموا الاحادیث بالمتواتر والمشهور وخبر الواحد والصحیح والحسن لذاته والحسن لغیره للاحتجاج لکنه اذا تمعن فلیس لهم اتفاق علی تواتر ولا شهرة ولا صحة لا علی الصحیحین ولا علی غیرهما کما سنذکر ان شاء الله ولما اخذنا الاحادیث من کتبهم للاحتجاج علیهم وکان لنا علم بعاداتهم اضطررنا الی بیان صنیعتهم هذه نقول انهم قد استدلوا بالمتواتر حتی رجحوه علی کتاب الله تعالی وقد انکروا وجود المتواتر کابن الحبان والحازمی کما فی شرح نخبة الفکر للعسقلانی ص۳ ذکر ابن الصلاح

اور اُس کا یہ امر اس پر دلالت کرتا ہے کہ فقط طعن تشیع کا بخاری کے نزدیک کسی شخص کو مضر نہیں۔ آور دلیل الطالب علی ارجح المطالب مؤلفہ سید صدیق ص۳۴۷ میں ہے۔ دوسرا یعنے طعن تشیع جب تک وہ حد معتبر سے متجاوز نہو معتمد بہ اعتراض نہیں ہے۔ انتہے ملخصًا۔

پانچواں باب

اصول حدیث کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ تحقیق اہل جماعت نے احادیث کو استدلال میں متواتر اور مشہور اور خبر واحد اور صحیح اور حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ[1] پر تقسیم کیا ہے۔ لیکن اگر عمق نظر کیا جائے تو ان کا نہ کسی حدیث کے متواتر ہونے پر اتفاق ہے اور نہ کسی کے مشہور ہونے پر اور نہ صحت پر اور نہ اُن کا اعتبار صحیحین پر ہے اور نہ ماسوا صحیحین پر جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔ انشاءاللہ۔

اور جب ہمنے احادیث کو اُن کی کتب سے اُن پر حجت قائم کرنے کے لئے نقل کیا ہے۔ اور ہم کو علم تھا کہ اہل جماعت اپنی عادت کے موافق ضعف وقوت احادیث کے جھگڑے سے ٹال دینے کی کوشش کرتے ہیں، اسلئے ہم مجبور ہوئے کہ ان کے اس بناوٹی قانون کو لکھدیں۔ پس ہم کہتے ہیں کہ انہوں نے روایت متواترہ سے استدلال کو اس قدر قوی سمجھا ہے کہ اس کو کتاب اللہ پر ترجیح دیتے ہیں یا اس کے برابر بالاتفاق مانتے ہیں۔ حالانکہ بعض اُن کے متواتر کے وجود کے بھی منکر ہیں۔ جیسا کہ ابن حبان و حازمی نے انکار کیا ہے جو شرح نخبۃ الفکر عسقلانی ص۳ میں مذکور ہے کہ ابن صلاح بیان کرتا ہے

[1] نیز ان کے نزدیک محدث ماہر تنقید کا ذکر حدیث کے بعد سکوت کرنا یا حدیث ضعیف کے لئے شاہد باللفظ یا بالمعنیٰ ہونا باعث قبول وحجیت حدیث کا ہے اور تعدد طرق اور بعض اسانید کا بعض سے تقویت پانا کبھی حدیث کو درجہ حسن لغیرہ اور کبھی درجہ صحیح تک پہونچا دیتا ہے جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا ۱۲ منہ جم

حدیث متواتر

ان مثال المتواتر علی التفسیر المتقدم یعزّ (یقل) وجودہ بحیث لا یکاد یوجد الا ان یدعی ذلک فی حدیث من کذب علیّ متعمداً فلیتبوء مقعدہ من النار۔ انتھیٰ

قال فی الفتح جز ۱ صہ انما الاعمال بالنیات قال ابو جعفر الطبری قد یکون ھذا الحدیث علی طریقۃ بعض الناس مردوداً لکونہ فرداً (ثم قال ابن حجر) وھو کما قال وبذلک جزم الترمذی والنسائی والبزار وابن السکن (ثم قال) وبھذا التقریر غلط من زعم ان حدیث عمر متواتر الا ان حمل علی التواتر المعنوی الخ

وفی شرح النخبۃ صہ فان قیل حدیث الاعمال بالنیات فرد لم یروہ عن عمر الا علقمۃ۔ فی الحاشیۃ مع کونہ صحیحا بلا نزاع واقعا فی صحیح البخاری۔ الخ

ولا یخفی ما اختلفوا فی شروط المتواتر مما ورد بلا حصر معاین ومنھم من عیّن فی الاربعۃ وقیل فی الخمسۃ وقیل فی السبعۃ وقیل فی العشرۃ وقیل فی الاثنی عشر وقیل فی العشرین وقیل فی الاربعین وقیل فی السبعین وقیل ثلاث مائۃ وبضع عشر وقیل غیر ذلک ولکل وجھۃ وقال بعضھم اذا لم یحتمل الکذب لتعدد الطرق فھو متواتر بالمعنی لقولھم ان الاحاد یفید الظن ومجموعھا اذا بلغت حد التواتر یفید القطع کذا فی فتاوی العزیزی صہ ۱۰ وبمعناہ فی شرح النخبۃ صہ ۸

ومن اعجب العجائب ما فی الاتقان جز ۱ صہ ۸ ضرب متواتر عند قوم دون اٰخرین وفی وقت دون اٰخر وکذا فی شرح مسلم الثبوت لبحر العلوم

حدیث متواتر کی مثال گذشتہ تعریف کے مطابق قلیل الوجود بلکہ قریباً مفقود ہے مگر یہ کہ اس قسم کا دعوی حدیث من کذب علیّ متعمداً ا۔ الخ کے لئے کیا جائے یعنے آنحضرت صلعم نے فرمایا جس نے مجھپر عمداً جھوٹ بولا وہ اپنی جگہ دوزخ میں بنالے گا۔ اور حافظ ابن حجر فتح الباری جلد ا صہ میں دربارہ حدیث انما الاعمال بالنیات کے لکھتا ہے۔ ابو جعفر طبری کہتا ہے۔ یہ حدیث بعض لوگوں کے نزدیک مردود سمجھی جاتی ہے، کیونکہ فرد ہے۔ (پھر ابن حجر لکھتا ہے) کہ وہ اسی طرح ہے اور اسی پر ترمذی ونسائی وبزار وابن سکن نے تیقن کیا ہے (پھر کہا) اور اس تقریر سے اُس شخص کا گمان جس نے حدیث امیر عمر (انما الاعمال الخ) کو متواتر کہا ہے غلط ثابت ہوا۔ مگر یہ کہ تواتر کو تواتر معنوی پر حمل کیا جائے۔ الخ

اور شرح نخبہ صہ میں ہے۔ اگر کہا جائے کہ حدیث انما الاعمال بالنیات فرد ہے اس کو حضرت عمر سے سوائے علقمہ کے کسی نے روایت نہیں کیا۔ اسی کے حاشیہ میں لکھا ہے۔ یہ حدیث بلا نزاع صحیح ہے۔ اور صحیح بخاری میں موجود ہے۔ الخ

اور جو انہوں نے شروط متواتر میں اختلاف کیا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ بعض تفسیر متواتر میں کہتے ہیں۔ اس کو بیشمار آدمیوں نے روایت کیا ہو۔ بعض کہتے ہیں چار روایت کریں۔ اور بعض پانچ بعض سات بعض دس بارہ یا بیس یا تیس یا چالیس یا ستر یا تین سو یا کچھ زائد کی روایت سے متواتر کہتے ہیں۔ اور بعض کچھ اور کہتے ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے جب بسبب تعدد طرق کے احتمال کذب نہ ہو سکے وہ متواتر معنوی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں روایات احاد مفید ظن کی ہیں اور مجموع احاد کا جب درجہ تواتر کو پہونچے مفید یقین کا ہو جاتا ہے۔ جیساکہ فتاوی عزیزی صہ ۱۰ میں اور ہم معنے اس کے شرح نخبۃ الفکر صہ ۸ میں لکھا ہے۔ اور سب سے عجیب تر وہ ہے جو اتقان جلد ۱ صہ ۸ میں لکھی ہے یہ کہ بہت احادیث ایک قوم کے نزدیک متواتر ہوتی ہیں اور دوسری قوم کے نزدیک نہیں ہوتیں۔ اور اسیطرح شرح مسلم الثبوت مؤلفہ بحر العلوم میں ہے۔

والمشهور ما رواه ما فوق الاثنين وقبلته الامة وفي منهج الوصول ص۶۲ قال الحافظ ابن كثير الشهرة امر نسبي فقد يشتهر عند اهل الحديث او يتواتر ما ليس عند غيرهم بالكلية

اقول ان اريد من الامة الامة كلها فهو اعسر بل ما من حديث يوجد على هذا الشرط وان اريد بعضها فالظاهر ان بعضها يقبل هذا والبعض الآخر يقبل الآخر فانتفى كلاهما ولم يصح الاحتجاج بهما۔

وفي تعريف الصحيح والحسن اختلافات كثيرة شهيرة وللترجيح ولرفع التعارض مقالات لا تحصى فهذا الاختلاف مما بيني عليه اختلاف المذاهب كالحنفي والشافعي والحنبلي والمالكي واهل الحديث وغيرهم فكل حزب بما لديهم فرحون فالحديث الواحد يسميه احد صحيحا والثاني ضعيفا او موضوعا او مرجوحا او منسوخا وهذا مما يؤدي الى كون الشئ الواحد حلالا وحراما والامر الواحد فرضا و اثما سنة وبدعة الم تر الى حديث عائشة في السفر بالصوم والافطار رواه الدارقطني وقال هذا اسناده حسن

اور حدیث مشہور[1] وہ ہے جس کو دو سے زیادہ روایت کریں اور امت اُسے قبول کرلے۔ (اور جس کو دو روایت کریں وہ عزیز ہے، شرح نخبۃ الفکر)۔

اور منہج الوصول ص۶۲ میں ہے۔ حافظ ابن کثیر کہتا ہے شہرت حدیث امر نسبی ہے۔ پس کبھی ایک حدیث اہل حدیث کے نزدیک مشہور یا متواتر ہوتی ہے اور دوسروں کے نزدیک بالکل اس درجہ پر نہیں ہوتی۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں۔ اگر امت سے مراد (جو اُسے قبول کرے) کل امت ہے تو یہ بہت مشکل ہے بلکہ اس شرط پر کوئی حدیث مشہور نہیں پائی جاتی اور اگر بعض افراد امت کے مراد ہیں پس ظاہر ہے کہ بعض افراد امت کے ایک حدیث کو قبول کریں گے اور دوسرے بعض دوسری حدیث کو قبول کریں گے اور اس طرح دونوں کی کلام ساقط ہو جائے گی اور احتجاج دونوں کے ساتھ صحیح نہوگا۔

اور اسی طرح صحیح اور حسن کی تعریف میں بہت اور مشہور اختلافات ہیں۔ اور ترجیح اور رفع تعارض کے لئے طویل مباحث ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔ پس یہ اختلاف ایسا ہے جس پر اختلاف مذاہب حنفی و شافعی و حنبلی و مالکی کی بنا معلوم ہوتی ہے۔ نیز اہلحدیث وغیرہ کا اختلاف اسی پر مبنی ہے۔ پس ہر گروہ جو کچھ اُن کے پاس ہے اُسی پر خوش ہیں۔ اور ایک ہی حدیث کو ایک صحیح کہتا ہے۔ دوسرا اُس کو ضعیف یا موضوع یا مرجوح یا منسوخ قرار دیتا ہے۔ اور یہ بات ایک ہی شئے کو حلال اور حرام اور ایک ہی حکم کو فرض اور گناہ۔ سنت اور بدعت۔ بنا دیتی ہے۔ کیا تو حدیث عائشہ صاحبہ کی طرف نہیں دیکھتا (اس جگہ سے نیل الاوطار کی عبارت شروع ہوئی ہے) جو سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارہ میں ہے۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا اور کہا کہ اسناد حسن ہے اور ایک روایت میں کہا،

۱۰ حدیث مشہور

فی التصحیح والتضعیف ... اختلاف ...

[1] شرح نخبہ میں مشہور کا دوسرا نام مستفیض لکھا ہے اور تعریف یہ لکھی ہے کہ مشہور ہے کہ ایک اسناد یا زیادہ ابتداءً مروی ہو مگر لوگوں کی زبان پر کثرت سے منتشر ہو جائے۔ اور مستفیض خاص ہے اس طرح کہ ابتدا اور انتہا میں اس کے رواۃ کثیر ہوں اور بعض کے نزدیک قسم مشہور میں ایسی احادیث بھی داخل ہیں جن کے لئے ایک یا زیادہ اسناد ہوں یا بالکل کوئی اصل نہو مگر لوگوں میں شہرت پا جائے۔ انتہٰی الملخصا ۱۲ مترجم۔

الحدیث الاول فی اسنادہ العلاء بن زہیر قال ابن حبان کان یروی عن الثقات ما لا یشبہ حدیث الاثبات قال فی البدر المنیر ان فی متن ھذا الحدیث نکارۃ والحدیث الثانی قال ابن حجر فی التلخیص وقد استنکرہ احمد وصحتہ بعیدۃ[1] وقال ابن تیمیہ ھو کذب علی رسول اللہ صلعم قال الشوکانی فی نیل الاوطار ج ۳ صفحہ ۸۷ وھو شرح منتقی الاخبار لابن تیمیہ وھذا (ای قول ابن تیمیہ) باطل فعلی ھذا نقول ان ابن تیمیۃ لیس ممن یعتمد علی تضعیفہ او قولہ بالوضع لانہ افتی علی کذب ھذا الحدیث والدار قطنی بصحتہ والشوکانی ببطلان قول ابن تیمیہ فما لکم کیف تحکمون وفی صفحہ ۹۰ حدیث معاذ فی الجمع بین الصلوتین اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم والدار قطنی والبیہقی والترمذی واحمد وابو داؤد قال فی البدر المنیر ان للحفاظ فی ھذا الحدیث خمسۃ اقوال احدھا حسن غریب قالہ الترمذی ثانیھا انہ محفوظ صحیح قالہ ابن حبان ثالثھا انہ منکر قالہ ابو داؤد رابعھا انہ منقطع قالہ ابن حزم خامسھا انہ موضوع قالہ الحاکم وحدیث ابن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلعم فصلی

پہلی حدیث کے اسناد میں علاء بن زہیر ہے ابن حبان کہتا ہے وہ ثقہ راویوں سے ایسی اشیاء روایت کرتا ہے جو مطابق حدیث اثبات (معتبرین) کے نہیں ہوتی ہیں۔ بدر منیر میں لکھا ہے تحقیق متن اس حدیث میں نکارۃ (ناپسندی) ہے اور دوسری حدیث کے واسطے ابن حجر نے تلخیص میں کہا کہ احمد نے اسکو منکر سمجھا ہے اور صحت اس کی بعید ہے اور ابن تیمیہ کہتا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلعم پر جھوٹ بنایا گیا ہے۔

اور شوکانی نیل الاوطار میں لکھتا ہے (جلد ۳ صفحہ ۸۷ جو شرح منتقی الاخبار ابن تیمیہ کی ہے) اور یہ یعنے قول ابن تیمیہ تکذیب حدیث کا جھوٹ ہے۔

(قول مؤلف) اسپر ہم کہتے ہیں۔ ابن تیمیہ کسی حدیث کے ضعیف یا موضوع کہنے میں معتبر نہیں جیسا کہ اُس نے اس حدیث کو جھٹلایا۔ اور دار قطنی نے اس حدیث کو صحیح کہا۔ اور شوکانی نے ابن تیمیہ کے قول کو باطل ثابت کیا۔ پس تم کس طرح حکم دے رہے ہو۔ اور اُسی نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۹۰ بیان حدیث معاذ مسئلہ جمع بین الصلوتین میں ہے کہ اس حدیث کو ابن حبان نے اپنے صحیح میں روایت کیا۔ اور حاکم و دار قطنی و بیہقی و ترمذی و احمد و ابو داؤد نے روایت کیا۔ صاحب بدر منیر لکھتے ہیں بتحقیق حفاظ حدیث کے اس حدیث میں پانچ اقوال ہیں۔ ایک ان سے حسن غریب کا ہے جو ترمذی نے کہا۔ دوسرا یہ کہ محفوظ صحیح ہے جس کو ابن حبان نے کہا۔ تیسرا یہ کہ منکر ہے یہ قول ابو داؤد کا ہے۔ چوتھا یہ کہ منقطع ہے۔ یہ ابن حزم کا قول ہے۔ پانچواں یہ کہ موضوع ہے یہ قول حاکم کا ہے اور حدیث ابن مسعود کی الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ۔ الخ یعنے ابن مسعود نے کہا میں تمہیں رسول اللہ صلعم کی نماز پڑھکر دکھاتا ہوں۔ نماز پڑھی اور

ابن تیمیہ کی تضعیف پر اعتبار نہیں

ایک حدیث میں پانچ اقوال

حدیث بغیر اسناد صحیح بھی صحیح ہو سکتی ہے۔

[1] تدریب سیوطی صفحہ ۱۵ میں ہے اگرچہ حدیث کی اسناد صحیح نہو اور لوگ اُسے قبول کرلیں تو بعض کے نزدیک اسکو صحیح کہا جا سکتا ہے۔ ابن عبد البر نے استذکار میں لکھا کہ ترمذی نے بخاری سے حکایت کی ہے کہ حدیث البحر ھو الطھور ماءہ صحیح ہے اور اہلحدیث ایسی اسناد کو صحیح نہیں کہتے۔ لیکن چونکہ علماء نے اس کو قبول کر لیا ہے اسلئے انہوں نے اسکو صحیح کہدیا ہے انتہی ۱۲ مترجم۔ [2] اہل جماعت ذرا انصاف فرمائیں کہ اپنے اسی اصول کے زور پر ہماری پیش کردہ روایات کو ضعیف یا موضوع کہکر ٹالنا چاہتے ہیں حالانکہ ان میں کوئی اتفاق نہیں ایک ہی حدیث کو کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ جب جملہ احادیث کی یہ حالت ہے تو ہماری پیش کردہ روایات پر اگر کسی نے جرح بھی کردی ہو تو وہ مخل احتجاج نہیں ہو سکتی ۱۲ مترجم۔

فلم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ وفی
روایۃ ثم لا یعود اخرجہ ابوداؤد
والترمذی وحسنہ ونقل عن ابن المبارک
انہ قال لم یثبت عندی کذا فی نصب الرایہ
ص۸۳ وقال فی النیل ج۲ ص۷۰ ولھذا الحدیث
قال ابن ابی حاتم ھذا حدیث خطاء و
وضعفہ احمد ویحیی ابن ادم وصرح
ابوداؤد انہ لیس بصحیح وقال الدارقطنی
انہ لم یثبت الخ۔
وفی تبصرۃ الجمعۃ ص۸۶ حدیث لا جمعۃ
ولا تشریق رواہ عبد الرزاق وصححہ ابن حزم
فی المحلی وقال النووی متفق علی ضعفہ
وضعفہ احمد والاخرون کذا قال فی
البدر المنیر فی تخریج الاحادیث والاثار
الواقعۃ فی السراج المنیر والتلخیص لابن حجر
وقالوا فی وضع الیمنی علی الیسریٰ فی الصلوۃ
حدیث صحیح۔ وفی النیل ج۲ ص۷۸ قال
ابن المنذر فی بعض تصانیفہ لم یثبت
عن النبیؐ فی ذلک شئی فھو مخیر۔
وفی ص۱۹۷ ج۲ ان النبیؐ کان یسلم تسلیمۃ
واحدۃ تلقاء وجھہ اخرجہ الترمذی وابن ماجہ
وابن حبان والحاکم وقال صحیح واخرجہ
ابن حبان فی صحیحہ وبما ذکرنا تعرف
عدم صحۃ قول العقیلی ولا یصح فی
تسلیمۃ واحدۃ شئی وکذا قول ابن
القیم انہ لم یثبت عنہ ذلک من وجہ
صحیح۔ وفی صفحہ ۱۹۱ ج۳ (فی جمع
التقدیم) وقد عرفت ان بعضھا
صحیح وبعضھا
حسن

سوا تکبیر تحریمہ کے نماز میں رفع یدین نہ کیا جس کو ابوداؤد اور
ترمذی نے حسن کہکر روایت کیا اور ابن مبارک سے منقول
ہے کہا میرے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں۔ اسی طرح
نصب الرایہ ص۸۳ میں ہے۔ اور نیل الاوطار جلد ۲ ص۷۰ میں
ہے اس حدیث کے واسطے ابن ابی حاتم کہتا ہے۔ یہ حدیث
خطا محض ہے اور اس کو امام احمد اور یحیی بن آدم ضعیف کہتے
ہیں اور ابوداؤد نے تصریح کی کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور دارقطنی
نے کہا یہ ثابت نہیں ہوئی الخ
اور تبصرۃ الجمعہ ص۸۶ میں لکھا ہے حدیث لا جمعۃ ولا تشریق
جس کو عبد الرزاق نے روایت کیا اور ابن حزم نے محلی میں
اسے صحیح کہا نووی اس کے بارہ میں کہتا ہے کہ اس کے
ضعیف ہونے پر اتفاق ہو چکا ہے۔ اور احمد وغیرہ نے بھی
اس کو ضعیف کہا ہے۔ مؤلف بدر المنیر نے تخریج احادیث
و آثار مندرجہ سراج المنیر میں اور تلخیص ابن حجر میں اسیطرح
لکھا ہے۔ اور اہل سنت نماز میں ہاتھ دایاں بائیں پر رکھنا
صحیح حدیث سے کہتے ہیں۔ حالانکہ نیل الاوطار جلد ۲ ص۷۸ میں
لکھا ہے کہ ابن منذر اپنی بعض تصانیف میں کہتا ہے۔ نبیؐ
سے نماز میں ہاتھ باندھنے یا چھوڑنے کی کوئی روایت ثابت
نہیں ہوئی۔ لہذا اس میں نمازی مختار ہے۔
اور اسی کے جلد ۲ ص۱۹۷ میں ہے کہ جناب نبیؐ ایک ہی سلام
نماز میں منہ کے سامنے پڑھتے تھے۔ اس کو ترمذی وابن ماجہ
وابن حبان وحاکم نے روایت کیا۔ اور کہا صحیح ہے۔ اور اس کو
ابن حبان نے اپنے صحیح میں ذکر کیا (پھر علامہ شوکانی کہتے
ہیں) ہمارے اس بیان مذکور سے تو سمجھ جائیگا کہ عقیلی کا
قول جو اس نے کہا ایک سلام کے بارہ میں کوئی روایت صحیح
نہیں غلط ہے۔ اور نیز قول ابن قیم کا کہ صحیح وجہ سے ایک
سلام میں کوئی روایت ثابت نہیں۔ غلط ہے انتہی۔
اور اسی کی جلد ۳ ص۱۹۱ میں در بیان جمع بین الصلوتین بصورت
جمع تقدیمی لکھا ہے تحقیق تم نے پہچان لیا ہے کہ بعض طرق
ان احادیث جمع تقدیم کے صحیح اور بعض حسن ہیں۔

ف حدیث نماز میں عدم رفع یدین کا ضعف

ف نماز میں ایک سلام کی حدیث صحیح ہے

ف احادیث جمع بین الصلوتین کی صحت

وذٰلک یرد قول ابی داؤد لیس فی جمع التقدیم حدیث قائم۔

وفی ص۲۱۸ ج۲ حدیث الاستخارۃ مع کونہ فی صحیح البخاری ومع تصحیح الترمذی بان قال الترمذی حدیث حسن صحیح غریب وفی ج۱ ص۳۶ وصححہ ابوحاتم وضعفہ احمد بن حنبل وقال منکر کذا قال ابن عدی ایضًا فی الکامل فی ترجمۃ عبد الرحمٰن انہ انکر علیہ حدیث الاستخارۃ

وفی اعلام الموقعین ج۱ ص۲۳۶ حدیث اصحابی کالنجوم قال ابن عبد البر باسنادہ ان ھٰذا الکلام لا یصح عن النبی صلعم

اقول قد بسطت فی ھٰذا الحدیث فیما سبق۔

وروی الترمذی حدیث صلوٰۃ التسبیح وقال ھٰذا حدیث غریب۔ وفی ھدیۃ المھدی ص۸ ولم یثبت صلوٰۃ التسبیح بسند صحیح بل صرح بعض الائمۃ بکون حدیثھا موضوعًا والارجح ضعفہ وذکرہ الجزری فی الحصن الحصین وقد تعصب اھل الجماعۃ بان رجحوا احادیث الصحیحین علی القراٰن الکریم وجوزوا نسخ القراٰن بحدیثھما کما فی فدک وان قالوا کتابھما اصح الکتب بعد کتاب اللہ تعالیٰ کما فی رسالۃ ملحقۃ بسنن الترمذی۔

فی ص ۲ جزء ثانی

پس اس سے ثابت ہوا کہ ابو داؤد کا قول یہ کہ جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ مردود ہے۔

اور اسی کے صفحہ ۲۱۸ بیان حدیث استخارہ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔ اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح غریب کہا ہے۔ اور نیل الاوطار جلد ۱ ص۳۶ میں لکھا ہے حدیث استخارہ کو ابو حاتم نے صحیح کہا اور امام احمد بن حنبل نے ضعیف اور منکر کہا۔ اور ابن عدی نے کامل میں بذیل ترجمہ عبد الرحمٰن کے لکھا ہے کہ عبد الرحمٰن پر حدیث استخارہ کا انکار ہوا ہے۔

اور اعلام الموقعین جلد ۱ ص۲۳۶ میں ہے۔ حدیث اصحابی کالنجوم کی نسبت ابن عبد البر باسناد خود کہتا ہے یہ کلام نبی صلعم سے صحیح ثابت نہیں ہوئی۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا بیان اس سے پہلے حالات صحابہ میں ہم لکھ چکے ہیں۔

اور ترمذی نے حدیث صلوٰۃ التسبیح کو روایت کر کے لکھا کہ حدیث غریب ہے۔ اور ہدیۃ المہدی مؤلفہ مولوی وحید الزمان ص۸ میں ہے کہ صلوٰۃ تسبیح سند صحیح سے ثابت نہیں بلکہ بعض ائمہ نے تصریح کی کہ یہ موضوع ہے۔ اور مرجح قول اس کے ضعف کا ہے۔ اور اسکو جزری نے حصن حصین میں بھی ذکر کیا ہے انتہیٰ۔ اور تحقیق اہل جماعت نے اس قدر تعصب کیا ہے کہ حدیث صحیحین (بخاری و مسلم) کو قرآن کریم پر بھی ترجیح دیتے ہیں اور انہوں نے نسخ قرآن کو صحیحین[1] کی حدیث سے جائز رکھا ہے اور بالاتفاق کہتے ہیں۔ یہ دونوں کتابیں بخاری و مسلم سب کتب سے بعد کتاب اللہ زیادہ صحیح ہیں۔ جیسا کہ رسالہ ملحقہ سنن ترمذی میں ہے

بخاری و مسلم کا حال

[1] استقصار الافحام منہج ۲ جلد ۱ ص۸۷۵ میں حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ دہلوی سے منقول ہے واما الصحیحان فقد اتفق المحدثون علی ان جمیع ما فیھما من المتصل المرفوع صحیح بالقطع وانھما متواتران الی مصنفیھما وانہ کل من یھون امرھما فھو مبتدع متبع غیر سبیل المؤمنین۔ اور اسی کے ص۸۷۶ میں فیض القدیر مناوی سے بذیل ترجمہ بخاری کے منقول ہے کہ وہ امت کی زینت اور ائمہ کا فخر صاحب اصح الکتب بعد القرآن کا ہے انتہیٰ اور صواعق محرقہ ص۵ فصل اول میں صحیحین کی نسبت لکھا ہے ھما اصح الکتب بعد القرآن باجماع من یعتد بہ یعنی معتبرین کے اجماع سے صحیحین بعد قرآن سب کتب سے زیادہ صحیح ہیں اور تدریب سیوطی ص۲۵ میں لکھا ہے وھما (بخاری مسلم) اصح الکتب بعد القراٰن العزیز والبخاری اصحھما وقیل مسلم اصحھما ۱۲ مترجم۔

وجعلوا رواتهما راجحين على الكل سواء
كانوا مرجية او قدرية او خارجية قال
الحافظ ابن حجر قد حصل الاتفاق على
القول بتعديلهم بطريق اللزوم فهم
مقدمون على غيرهم فى رواياتهم و
هذا اصل لا يخرج عنه الا بدليل۔
وقال فى منهج الوصول ص۳۶ قال فى الروض
الباسم اجمع ائمة الحديث على تقديم
الحديث الصحيح (الى ان قال) فحديث
اولئك المبتدعة الذين اتفق الشيخان
على تصحيح حديثهم مقدم عند التعارض
على حديث كثير من اهل العقيدة
الصالحة الذين نزلوا عن مرتبة اولئك
المبتدعة فى الحفظ والاتقان۔ انتهى۔ وكثرة
الرواة ليست بمستلزمة للرجحان مطلقا كما قال
عبد الحی اللکنوی فی الاجوبة الفاضلة ص۵۵ وكذا
كثرة التعدد ليست مقتضية للرجحان مطلقا
فكم من امر قبل فيه قول من خالف الاكثر اذا كان
مخالفته بالبرهان۔ الا ترى الى حديث واذا قرئ
فانصتوا الذى رواه ابو موسى وابو هريرة فانه روى
البيهقى عن ابن معين وابى حاتم وابى داؤد والدارقطنى وغيرهم
تضعيفه واختار مسلم وابن خزيمة تصحيحه فاختار
جمع من المحققين قولهما وان كان مخالفا للاكثر

اور وہ ہر دو کتب مذکورہ کے رواۃ کو اگرچہ مرجیہ یا قدریہ یا خارجیہ
سے ہوں سب پر ترجیح دیتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر کہتا ہے
اس قول پر اتفاق ہو چکا ہے کہ رواۃ صحیحین عادل ہیں اور
بطریق لزوم وہ دوسروں پر اپنی روایات میں مقدم ہیں۔ اور
یہ ایسا قانون ہے کہ بلا دلیل قوی اس سے باہر نہ جانا چاہئے انتہی۔[1]
اور سید صدیق منہج الوصول ص۳۶ میں لکھتے ہیں۔ روض باسم
میں لکھا ہے۔ ائمہ حدیث نے حدیث صحیح کے مقدم سمجھنے پر اتفاق
کیا ہے (تا اینکہ کہا) پس حدیث ان مبتدعین کی جن کی حدیث
کی تصحیح پر شیخین متفق ہوئے ہیں۔ تعارض کے وقت
بہت صالح عقیدہ والے راویوں کی حدیث پر مقدم ہو گی۔ جو
ان مبتدعین سے حفظ و اتقان میں کم درجہ ہوں۔ انتہی۔
اور کثرت رواۃ مطلقاً مستلزم رجحان کی نہیں جیسا کہ مولوی
عبد الحی لکھنوی اجوبہ فاضلہ ص۵۵ میں لکھتے ہیں۔ اور اسی طرح
کثرت تعدد مقتضی رجحان نہیں۔ کیونکہ چند ایسے امر ہوتے
ہیں جن سے وہ قول مقبول ہوتا ہے جو اکثر کے مخالف ہو۔
بوقتیکہ اس کی مخالفت کے واسطے برہان اور دلیل قوی ہو
کیا تو نہیں دیکھتا حدیث واذا قرئ فانصتوا (جب امام پڑھے
تو چپ رہو) کو ابو موسیٰ و ابو ہریرہ نے روایت کیا جس کی نسبت
بیہقی نے ابن معین و ابی حاتم و ابی داؤد و دارقطنی وغیرہم
سے ضعیف ہونا روایت کیا ہے۔ اور مسلم و ابن خزیمہ نے
اس کی تصحیح پسند کی ہے۔ پس ایک جماعت محققین نے ان دونوں
(مسلم و ابن خزیمہ) کے قول کو پسند کیا اگرچہ وہ قول اکثر کے خلاف تھا۔

ف صحت وضعف میں اکثر کا قول متروک بھی ہو جاتا ہے۔

[1] یہ عبارت شرح نخبۃ الفکر ص۲۱ میں لکھی ہے اور اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ پھر اس قانون سے خروج کی دلیل مفقود ہے۔ انتہا۔ اور استقصاء الافحام جلد ا ص۳۴۵ میں فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت سے منقول ہے۔ کہ ضروری طور پر احادیث صحیح بخاری و مسلم اصح الصحیح ہیں یعنی شرائط معتبرہ جمہور کی ان میں بکمال درجہ پائی گئی ہیں۔ اور ص۸۶۸ میں در ثمین فے مبشرات النبی الامین مؤلفہ شاہ ولی اللہ دہلوی سے منقول ہے کہ شاہ ولی اللہ اپنے شیخ الشائخ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا میں بغرض طلب اجازت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ جو کچھ بخاری نے مدونات کیا ہے سب صحیح ہے؟ میں اسکو روایت کیا کروں؟ آپ (رسول صلعم) نے فرمایا بے شک روایت کر پھر شاہ ولی اللہ اپنے دوسرے شیخ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلعم سے بخاری و مسلم دونوں کے لئے اجازت طلب کی کہ ان کی مرویہ سب صحیح ہیں، حکم ملا ان بیان کیا کر۔ انتہی۔ اور شرح نخبہ ابن حجر ص۱۹ لغایت ۲۱ میں لکھا ہے کہ صحیحین کے اصح ہونے پر اتفاق ہے۔ مگر جو حدیث ایک میں ہو اس میں اتنا اختلاف ہے کہ بعض نے حدیث صحیح مسلم کو سب سے مقدم سمجھا ہے اور بعض نے حدیث صحیح بخاری کو۔ اور تدریب سیوطی ص۴۱ میں لکھا ہے شیخ ابن صلاح کہتا ہے جس حدیث کو بخاری و مسلم دونوں یا ایک روایت کریں اسکی صحت قطعی ہے۔ اور اس سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے - ۱۲ مترجم

بناءً علیٰ کون ما ذکرالکثیر فی توجیہ ضعفہ ضعیفا وکون ما بنی علیہ التصحیح قویا۔ انتہیٰ فتصحیح احد او تضعیفہ لا یخل فی القبول ان لم یساعدہ شاھد من روایۃ او عدم قبول محدث محقق۔

وفی الاجوبۃ الفاضلۃ ص۵۲ قال النسائی لا یترک الرجل حتی یجتمع الجمیع علیٰ ترکہ وفی الانصاف فی سبب الاختلاف ص۹۵ فان للہ طائفۃ من عبادہ لا یضرھم من خذلھم وھم حجۃ اللہ فی ارضہ وان قلوا الخ فثبت ان الکثرۃ لیست من اسباب الحق وسبق ذکر مراد قولھم من السواد الاعظم وثبت عند المحدثین ایضاً ان الاحناف خالفوا کثیرا کثیرا کما فی رفع الیدین عند الرکوع مثلاً فالحق الحقیق بالقبول ان یتبع بالحق المدلل ولا یغتر بالکثرۃ وغیرھا وقد ذکر ان اجماع الکل لا یوجد لا فی تفسیر اٰیۃ ولا علیٰ صحۃ حدیث حتی انھم لم یتفقوا علیٰ صحۃ الصحیحین بالکلیۃ کما فی عون الباری لحل ادلۃ البخاری ج۱ ص۱۸ ان البخاری عرض کتابہ علیٰ احمد بن حنبل ویحیی بن معین وعلی ابن المدائنی فلم یقبلوا اکثر احادیثہ۔

وفی الحطۃ ناقلاً عن دیباج السیوطی فکم حدیث صحیح علیٰ شرط مسلم ولیس بصحیح علیٰ شرط البخاری وکذا عکسہ الخ

اس بناء پر کہ اکثر نے جو وجہ ضعف حدیث کی بیان کی ہے وہ ضعیف ہے۔ اور وجہ تصحیح قوی ہے۔ انتہیٰ۔

پس کسی کی تصحیح یا تضعیف جب تک اس کے لئے کوئی روایت صحیحہ شاہد نہو یا عدم قبول محدث محقق کا تضعیف کے ساتھ شامل نہو۔ قبول حدیث میں مؤثر یا مخل نہیں۔

اور اجوبہ فاضلہ ص۵۲ میں ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں جب تک جمیع محدثین کسی راوی کے چھوڑ دینے پر اتفاق نہ کریں تو وہ متروک نہیں ہوسکتا۔ اور انصاف فی سبب الاختلاف مؤلفہ شاہ ولی اللہ ص۹۵ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے ہمیشہ ایک گروہ ایسا ہوتا ہے جس کو کوئی ذلیل کرنے والا ضرر نہیں پہونچا سکتا۔ اور وہ زمین خدا میں حجت ہوتے ہیں، اگرچہ تھوڑے ہوں۔ الخ۔ پس ثابت ہوا کہ مطلقاً کثرت اسباب وعلامات حق سے نہیں ہے۔ اور ان کے قول سواد اعظم کے لزوم سے جو کچھ مراد ہے وہ سابقاً لکھی جاچکی ہے۔ اور نیز محدثین کے نزدیک ثابت ہوگیا کہ حنفیہ بہت جگہ اکثر کے مخالف ہوتے ہیں مثلاً رفعیدین بوقت رکوع میں اکثر کے مخالف ہیں (لہذا حنفیہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو قول اکثر کا ہو وہ قابل عمل ہے) پس حق لائق قبول یہ ہے کہ حق مدلل کی متابعت کی جائے اور مطلق کثرت وغیرہ پر غرہ نہونا چاہیئے۔ اور یہ مذکور ہوچکا ہے کہ اجماع کل نہ کسی آیت کی تفسیر میں اور نہ صحت کسی حدیث میں موجود ہے۔ حتیٰ کہ صحت صحیحین بالکلیہ پر بھی انہوں نے اتفاق نہیں کیا (لہذا ہماری پیش کردہ روایات کسی نہ کسی درجہ قبولیت پر ضرور ہیں۔ اور کسیکو مجال سخن نہیں کیونکہ اگر مطلق کسی کے اعتراض اور جرح سے حدیث کو غیر مقبول سمجھا جائیگا تو کوئی حدیث یا روایت اہل جماعۃ کی خالی از جرح اور قابل قبول نہ ملیگی) جیساکہ عون الباری لحل ادلۃ البخاری جلد ۱ ص۱۸ میں لکھا ہے۔ بخاری نے اپنی کتاب احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین وعلی بن مدائنی کے سامنے پیش کی تو انہوں نے اس کی اکثر احادیث کو قبول نہ کیا۔ اور حطہ فی بیان احادیث الصحاح ستہ مؤلفہ سید صدیق میں دیباج السیوطی سے منقول ہے۔ بہت احادیث مسلم کی شرط پر صحیح ہوتی ہیں جو بخاری کی شرط پر صحیح نہیں اور اسیطرح بالعکس الخ

له یہ عبارت نبراس الصالحین فی رد غیر مقلدین مطبوعہ بمبئی سے نقل کی گئی ہے اور اس میں حطہ مؤلفہ نواب صاحب سید صدیق باب ۳ فصل ۳ ص۱۵ سے منقول ہوا در آگے بعد لکھا کذا فی جواہر الاصول ۱۲ مترجم۔

وقال الشافعی ما اعلم شیئا بعد کتاب الله اصح من مؤطا مالك -

وفی عون الباری ج ۱ ص۲۵ قال ابن الهمام الحنفی فی التحریر و فتح القدیر کون مافی الصحیحین راجحا علی ماروی برجالهما فی غیرهما او علی ما تحقق فیه من شرطهما تحکم لا یجوز التقلید فیه-

وفی تدریب الراوی ص۴۲ استثنی ابن الصلاح من المقطوع بصحته فیهما ما تکلم فیه من احادیثهما فقال سوی احرف یسیرة تکلم علیها بعض اهل النقد من الحفاظ کالدارقطنی وغیره قال شیخ الاسلام وعدة ذلك مائتان وعشرون حدیثا - الخ -

وفی صفحه ۲۸ قال ابن الصلاح ومع هذا فقد اشتمل کتاب مسلم علی احادیث اختلفوا فی متنها واسنادها وفی ص۱۲ روی البخاری ومسلم من المرجیة والقدریة والقائل بخلق القران ونفی الصفات والخوارج والشیعة وغیرهم -

وفی منهج الوصول ص۲۹ وائمه تصریح نموده که کل من روی عنه البخاری فهو عدل شیخ ابو الحسن مقدسی درحق رجال بخاری می گفت هذا جاز القنطرة یعنی الحال التفات بسوئ آنچه درحق او گفته اند وجرح آن کرده اند نتوان کرد لهذا ابو الفتح قشیری گفته وهکذا نعتقد وبه نقول (بعدہ قال) وحافظ ابن حجر درباره رجال صحیحین گفته قد حصل الاتفاق علی القول بتعدیلهم بطریق اللزوم فهم مقدمون علی غیرهم فی روایاتهم وهذا اصل لا یخرج عنه الا بدلیل

اور شافعی نے کہا ہے میں کوئی شئے بعد کتاب اللہ کے مؤطا امام مالک سے زیادہ صحیح نہیں جانتا - (اس طرح بخاری مسلم کے پایہ سے یہ مقدم ثابت ہوا۔ دیکھو حاشیہ موضوعات صغیر علی قاری ص۲۳۳)

اور عون الباری جلد ۱ ص۲۵ میں ہے کہ ابن ہمام حنفی تحریر وفتح القدیر میں لکھتا ہے۔ کہ جو حدیث صحیحین میں ہو اُس کو ایسی حدیث پر مرجح سمجھنا جو دوسری کتب میں رجال صحیحین سے یا اُن کی شرائط سے مروی ہو تحکم اور سینہ زوری ہے - اس کو تقلیداً مان لینا جائز نہیں-

اور تدریب الراوی ص۴۲ میں ہے - ابن صلاح کہتا ہے - جو حدیثیں بخاری ومسلم میں ہیں ان کی صحت پر علم قطعی ہے - سوائے تھوڑی احادیث کے جن پر حفاظ سے بعض اہل تنقید نے مثل دار قطنی وغیرہ کے جرحاً کلام کی ہے۔ اُن احادیث کی تعداد شیخ الاسلام نے دوسو بائیس (۲۲۰) تک لکھی ہے - الخ -

اور اسی کے صفحہ ۲۸ میں ہے - ابن صلاح کہتا ہے - اور باوجود اس کے بس کتاب مسلم کی ایسی احادیث پر مشتمل ہے جن کے متن واسناد میں علماء نے اختلاف کیا ہے -

اور اُسی کے ص۱۲ میں لکھا ہے - بخاری اور مسلم نے مرجیہ اور قدریہ اور قائلین بخلق قرآن اور منکرین صفات باری اور خوارج وشیعہ وغیرہم سے روایت لی ہے -

اور منہج الوصول ص۲۹ میں لکھا ہے - ائمہ حدیث نے اس کی تصریح کی ہے کہ جس سے بخاری روایت کرے وہ عادل ہے - شیخ ابو الحسن مقدسی بحق رجال بخاری کہتا ہے - کہ یہ شخص پل سے پار اُتر گیا ہے (یعنے قابل جرح نہیں) یعنی اس وقت جبکہ بخاری نے اس سے روایت لی ہے - کسی جرح کنندہ کی طرف التفات نہ کرنا چاہئے - اور اسی واسطے ابو الفتح قشیری کہتا ہے کہ ہمارا بھی یہی اعتقاد اور مذہب ہے - (پھر کہا) اور حافظ ابن حجر نے رجال صحیحین کی نسبت لکھا ہے - اس قول پر اتفاق ہو چکا ہے کہ بطریق لزوم رواۃ صحیحین عادل ہیں، اور وہ اپنی روایات میں دوسروں پر مقدم ہیں - اور یہ ایسا قانون ہے - کہ اس سے نکلنے کی کوئی دلیل نہیں - انتہےٰ

وفی التحفۃ الطلبۃ لعبد الحی اللکنوی ص۳۴ قال السخاوی فی فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ربما ادرج ابن الجوزی فی الموضوعات ماھو فی احد الصحیحین وکذا فی التدریب ص۱۰۱ -

وفی منھج الوصول ص۲۸ وقد اخرج مسلم عن کثیر فی کتابہ ممن لم یسلم من غوائل الجروح وکذا فی البخاری جماعۃ تکلم فیھم (ثم قال) فاذا صح فی غیر الکتابین عارض ما فی الکتابین -

وفی الاجوبۃ الفاضلۃ ص۵۶ نعم قد یرجح المخرج فی غیر الصحیحین علی المخرج فی احدث الصحیحین بوجوہ اخر توجب الترجیح کما قال السیوطی فی التدریب - وقال ابن حجر فی شرح النخبۃ ص۱۳ انھم متفقون علی وجوب العمل بکل ما صح ولو لم یخرجہ الشیخان فلم یبق للصحیحین فی ھذا مزیۃ -

وفی التدریب ص۲۸ ولم یستوعبا الصحیح فی کتابیھما ولا التزماہ ای استیعابہ فقد قال البخاری

اور تحفۃ الطلبہ ص۳۴ مؤلفہ مولوی عبد الحی میں ہے۔ سخاوی نے فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث میں لکھا۔ کہ ابن جوزی بسا اوقات موضوعات میں اُن احادیث کو درج کر دیتا ہے جو صحیحین میں سے کسی ایک میں موجود ہوتی ہیں۔ اور اسیطرح تدریب ص۱۰۱ میں ہے۔

اور منہج الوصول ص۲۸ میں ہے۔ تحقیق مسلم نے بہت ایسے آدمیوں سے روایت لی ہے جو مطاعن جرح سے خالی نہیں ہیں۔ اور اسی طرح بخاری میں ایک ایسی جماعت ہے جن پر جرح کی گئی ہے (پھر کہا) پس جب صحیح حدیث ان دو کتابوں کے بغیر کسی دوسری کتاب میں ملجائے تو وہ اس حدیث کا معارضہ کر سکتی ہے۔ جو صحیحین میں ہو۔

اور اجوبہ فاضلہ ص۵۶ میں ہے۔ بے شک کبھی غیر صحیحین کی حدیث اس پر مرجح ہوتی ہے جو صحیحین میں سے کسی ایک میں ہو۔ جس کے واسطے موجب ترجیح کچھ وجوہ خارجیہ ہوتی ہیں۔ چنانچہ سیوطی نے تدریب میں کہا ہے۔

اور ابن حجر نے شرح نخبہ ص۱۳ میں لکھا ہے کہ محدثین نے وجوب عمل ہر اُس حدیث پر جو صحیح ہو اگرچہ اس کو شیخین (بخاری مسلم) نے روایت نہ کیا ہو۔ اتفاق کیا ہے۔ پس صحیحین کے لئے اس میں کوئی خصوصیت باقی نہیں۔ اور تدریب ص۲۸ میں ہے شیخین نے اپنی ہر دو کتابوں میں جملہ احادیث صحیحہ کا احاطہ نہیں کیا۔ اور نہ انہوں نے یہ التزام کیا ہے کہ جملہ احادیث صحیحہ کو تمامہا درج کریں۔ چنانچہ بخاری نے کہا ہے۔

ف دوسری کتب کی حدیث صحیحین پر مرجح ہو سکتی ہے

ف صحیحین پر ترجیح کتب خمسہ

۱؎ ہدایۃ السائل مولفہ سید صدیق ص۵۰۵ میں ہے۔ ابوداؤد گفتہ لیس فی اھل الاھواء اصح حدیثا من الخوارج ودر بخاری از مبتدعہ امم لاتحصی ہست وہم چنیں در غیر وے از امہات خمسہ کافی است آنکہ بخاری از عمران بن حطان خارجی مادح قاتل امیر المومنین علی ع با ابیات سائرہ اخراج کردہ واو داعی بسوئے خوارج بود (اور اسیطرح اصابہ جلد ۵ ص۱۸۱ میں ہے کہ عمران رئیس الخوارج ہے اور بخاری و ابوداؤد نے اس سے روایت کی ہے) ونیز بخاری وابوداؤد و ترمذی از عمران بن مسلم کثیر روایت کردہ وھو یری القدر (یعنے قدریہ سے تھا) واصحاب ستہ از فضل بن دکین تخریج نمودہ ووے شیعی است۔ حاکم گفتہ احتجابہ وقد اشتھر عنہ الغلو۔ ذہبی گفتہ اے غلو التشیع وقد وثقہ العجلی کذا دو واعن عدی بن ثابت وھو شیعی مفرط ودارقطنی گفتہ رافضی غال وکذا فی الحطۃ فی احادیث الصحاح الستۃ وکذا فی الفتح ص۵۰۶ - اور استقصاء جلد ا ص۴۹ میں ہے کہ ذو النسبین علامہ ابن دحیہ نے کتاب شرح اسماء النبی ص میں بیان کیا ہے کہ حدیث فضیلت حضرت علی ع کو بخاری نے ابتر یعنے دم بریدہ کرکے بیان کیا ہے جیسا کہ تو اس کی عادت کو جانتا ہے کہ ایسی احادیث کو دم بریدہ کر کے بیان کرتا ہے۔ اور یہ محض اسکی برُے فکر اور تعصب کا نتیجہ ہے۔ اور اس روایت کو امام احمد نے مکمل بیان کیا ہے (اس حدیث کو مکمل نقل کر کے پھر کہا) کہ ابن خلکان وفیات الاعیان میں اور سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں ابن دحیہ کو مشاہیر فضلاء اور بڑے علماء و محدثین سے بیان کیا ۱۲ مترجم۔

مااد خلت فی کتاب الجامع الا ما صح وترکت من الصحاح بمخافۃ الطول وقال مسلم لیس کل شئ عندی صحیح وضعتہ ھھنا کذا فی الشرح للنووی صہ۔

اقول فضل بعض البخاری علی المسلم وقال بعض بالعکس فانکسر فخر القوم الذین اعتمد واکل اعتماد علی الصحیحین لانہ ظہر ان کل ما فیھما لیس بصحیح کلی یجب العمل علیہ بل ظہران فیھما ضعیفاً ومرجوحا کما فی سائر الکتب ولیس لھما مزیۃ مطلقا علی السنن والمسانید والمستدرکات ولیس فیھما انحصار الصحاح کما بینا ولنستدرک ما بقی انشاء اللہ۔

وفی الاجوبۃ الفاضلۃ ص۴۹ وھامش المصنوع فی احادیث الموضوع لعلی القاری ص۲۳ اعلم انہ لیس کل ما فی ھٰذہ الکتب الضخام کالسنن الاربعۃ والتصانیف البیھقی وتصانیف الدار قطنی والحاکم وابن ابی شیبۃ وامثالھا صحیحا اوحسنا بل ھی مشتملۃ علی الاخبار الصحیحۃ والحسنۃ والضعیفۃ والموضوعۃ کما ذکر ابن الصلاح والعراقی والذھبی والعینی فی البنایۃ وکذا قال الزیلعی فی تخریج احادیث الھدایۃ لتصانیف الحاکم وذکر ابن الصلاح صحیح ابن حبان یقارب مستدرک الحاکم فی التساھل کذا قال الذھبی فی سیر النبلاء لمسند احمد کذا قال ابن تیمیۃ فی المنہاج ــ وفی الاجوبۃ الفاضلۃ ص۱۵ فقال فی المیزان لا تغتر بتحسین الترمذی الی اخرہ

مینے کتاب جامع میں کوئی حدیث سوائے صحیح کے داخل نہیں کی۔ اور کچھہ احادیث صحیحہ مینے بخوف طوالت ترک کردی ہیں اور مسلم نے کہا ہے یہ لازم نہیں کہ جو حدیث میرے نزدیک صحیح ہے وہ سب مینے اپنے صحیح میں درج کردی ہو اسی طرح صحیح مسلم مع شرح نووی صہ میں ہے۔

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں بعض نے بخاری کو مسلم پر فضیلت دی ہے اور بعض نے بالعکس کہا ہے۔ (اور بعض نے غیر صحیحین کو ان پر ترجیح دی ہے) پس جنہوں نے کل اعتماد صحیحین پر رکھ لیا تھا۔ اُن کا فخر ٹوٹ گیا۔ کیونکہ یہ ثابت ہوچکا کہ جو کچھ ان دونوں میں ہے وہ سب صحیح اور واجب العمل بالاتفاق نہیں بلکہ ظاہر ہوا کہ ان دونوں میں ضعیف اور مرجوح مثل باقی کتب کے ہیں اور ان کے واسطے کوئی خصوصیت مطلقاً سنن ومسانید ومستدرکات پر نہیں ہے۔ اور نہ ان میں صحاح کا انحصار ہے۔ جیساکہ مذکور ہوا ہے۔ اور باقی ماندہ آئندہ بیان ہوگا انشاء اللہ (اور پہلے بالاتفاق انکا صحیح ہونا اور سب سے مقدم ہونا بھی مذکور ہوچکا ہے۔ اب اہل جماعۃ کے اس قدر تعارض اقوال وقوانین کا فیصلہ خدا کرے گا)

اور اجوبہ فاضلہ مؤلفہ مولوی عبد الحی ص۴۹ اور حاشیہ مصنوع فی احادیث الموضوع مؤلفہ ملا علی قاری ص۲۳ میں ہے۔ جاننا چاہئے کہ جو کچھہ ان بڑی ضخیم کتب میں مثل سنن اربعہ وتصانیف بیہقی اور تصانیف دار قطنی وحاکم وابن ابی شیبہ اور امثال ان کی میں ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ سب صحیح یا حسن ہوں بلکہ وہ کتب اخبار صحیحہ وحسنہ وضعیفہ وموضوعہ پر مشتمل ہیں۔ جیساکہ اس کو ابن صلاح اور عراقی وذہبی وعینی نے بنایہ میں بیان کیا اور اسیطرح زیلعی نے تخریج احادیث ہدایہ میں تصانیف حاکم کی نسبت لکھا۔ اور ابن صلاح کہتا ہے صحیح ابن حبان تساہل میں مستدرک حاکم کے قریب ہے۔ اور اسیطرح سیر النبلا میں ذہبی نے اور ابن تیمیہ نے منہاج میں مسند احمد کی نسبت لکھا۔ اور اجوبہ فاضلہ ص۱۵ میں ہے۔ پس میزان میں اُس نے لکھا ہے کہ ترمذی کے حسن کہدینے

وقال فی زاد المعاد للترمذی نوع
تساهل فی التصحیح۔ وفیه ص۴۸/۴۹ ثم
نقل السیوطی عنه ان قال فی الموطا
لمالك احادیث ضعیفة۔ وقال ابن تیمیة
فی المنهاج لیس کل مافی مسند احمد
یکون عنده صحیحًا وقال العراقی ان فی
مسند احمد موضوعات وکذا قال
لتصنیفات ابی نعیم والثعلبی والدیلمی و
النسائی وغیرهم هذا ولا نبسطها کل
البسط فتقعد ملوما محسورا۔
والحاصل انه لیس من کتاب سلم من جرح
فاما لا یقبل شئ من الاحادیث والآثار
واما یقبل ماکتبنا فی کتابنا هذا لاثبات
ما ادعیناه علی اصول اهل الجماعة عن
کتبهم ایضًا ومطلق الجرح ان کان مؤثرًا
فیکون ابو حنیفة مجروحا ولا یعتد به
کما قال الحافظ ابن حجر فی نصب الرایة
ص۹۳ قال الدارقطنی وابن عدی لم
یسنده غیر ابی حنیفة وتابعه الحسن
بن عمارة وهما ضعیفان (ای فی
الحدیث) فی هامشه۔ اقول وکذا ضعفه
کثیر من المحدثین کالنسائی وابن عدی
واخرین۔ قال الذهبی فی المیزان
نعمان بن ثابت بن زوطا الکوفی امام
اهل الرأی ضعفه النسائی من جهة
حفظه وابن عدی واخرون وقال
ایضًا فی ترجمة اسماعیل بن حماد
بن النعمان بن ثابت الکوفی عن
ابیه عن جده قال ابن عدی
ثلاثتهم ضعفاء

امام ابی حنیفہ پر جرح

اور علامہ ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ ترمذی کو صحیح کہنے
حدیث میں ایک قسم کا تساہل ہے۔ اور اسی اجوبہ فاضلہ
صفحہ ۴۸/۴۹ میں لکھا ہے پھر سیوطی نے اس سے نقل کیا ہے کہ
اس نے کہا مؤطا مالک میں احادیث ضعیفہ بھی ہیں۔ اور
ابن تیمیہ نے منہاج میں کہا ہے جو کچھ مسند احمد میں ہے
یہ لازم نہیں کہ اس کے نزدیک سب صحیح ہے۔ اور عراقی نے
کہا مسند احمد میں موضوعات بھی ہیں اور اسیطرح اس نے
تصنیفات ابی نعیم و ثعلبی و دیلمی و نسائی وغیرہم کی نسبت
لکھا انتہیٰ۔ بس اسی کو یاد رکھو اور اس سے زیادہ ہم بسط دینا
نہیں چاہتے۔ ورنہ تو اے سنی قاری کتاب ہذا حسرت ناک
اور پشیمان و ملول ہوگا۔ اور حاصل یہ ہے کہ سنیوں کی کوئی
کتاب جرح سے نہیں بچ سکتی۔ پس یا تو کسی حدیث مرفوع
یا آثار صحابہ و تابعین کو قبول نہ کریں اور یا وہ روایات جو
ہمنے بھی اس کتاب میں ثبوت اپنے دعوے کے لئے مطابق
اصول اہل جماعت کے انہی کی کتب سے لکھی ہیں قبول کریں۔
اور مطلق جرح اگر مؤثر سمجھی جائے تو حضرت ابو حنیفہ امام
اعظم اہل جماعت کا بھی مجروح ہے۔ اس کو غیر معتبر سمجھنا چاہئے
چنانچہ حافظ ابن حجر نے نصب الرایہ ص۹۳ میں لکھا ہے کہ
دارقطنی اور ابن عدی کہتے ہیں اس حدیث کو ابو حنیفہ کے
بغیر کسی نے روایت نہیں کیا اور اس کی متابعت میں حسن
بن عمارہ نے روایت کیا جو دونوں حدیث میں ضعیف
ہیں اس کے حاشیہ میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح اس کو بہت
محدثین نے مثل نسائی و ابن عدی وغیرہ کے ضعیف کہا
ہے۔ اور ذہبی نے میزان میں لکھا کہ نعمان بن ثابت بن
زوطا کوفی امام اہل رائی و قیاس کا۔ اس کو نسائی نے بوجہ
ضعف حافظہ کے ضعیف کہا ہے۔ اور دیگر محدثین نے بھی
اسے ضعیف کہا ہے۔ (دیکھو میزان الاعتدال مطبوعہ مصر ص۲۴۷
بذیل ترجمہ نعمان بن ثابت) اور نیز ترجمہ اسماعیل بن حماد
بن نعمان بن ثابت کوفی میں ذہبی لکھتا ہے کہ اس نے اپنے
باپ دادا سے روایت کی ہے۔ اور ابن عدی انکی حق میں کہتا ہے

حنفیہ وغیرہ مقلدین کے عروج کا راز

اور حضرت ابو حنیفہ پر مزید جرح

چونکہ ہمارے ملک میں حنفی مذہب کے لوگوں کی کثرت ہے۔ اور وہ اہلحدیث کی جرح و قدح کی پرواہ نہ کر کے قول ابی حنیفہ صاحب کو جملہ احادیث مرفوعہ پر بھی مقدم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابو حنیفہ حدیث رسول خدا صلعم سے بے خبر تھے۔ اور حدیث کے راویوں میں محققین محدثین کے نزدیک وہ ضعیف شمار کیے گئے ہیں۔ اس لئے کوئی روایت اُن کی قابل قبول نہیں پھر بھی امام اعظم صاحب کا مذہب بہت رواج پکڑ گیا ہے اسلیئے اُس کے شیوع و عروج کا سبب لکھا جاتا ہے۔ حقیقۃ الفقہ نو ترمیم شدہ مطبوعہ محبوب المطابع دہلی ص ۳۱/۲۴۲ میں مولوی حاجی حافظ محمد یوسف صاحب محدث جیپوری سبب میلان سلاطین کا امام ابی یوسف شاگرد امام ابی حنیفہ کی طرف اور سبب عروج ابی یوسف و شیوع مذہب حنفیہ کا اس طرح لکھتے ہیں۔ کہ تاریخ ابن خلکان مطبوعہ ایران جلد ۲ ص ۴۶۳ میں لکھا ہے۔ سبب عروج امام ابو سف کا اور ہارون رشید کے یہاں ان کی رسائی کا ذریعہ یہ ہوا کہ ہاروں رشید نے اپنے گھر میں کسی کو زنا کرتے دیکھا اور سخت کوفت میں ہوا کہ کیا کریں۔ خادم سے کہا کہ کسی فقیہ کو لے آ۔ امام ابو یوسف کو اُس خادم سے پہلے ربط تھا۔ وہ اُنہی کو لے گیا۔ ہاروں رشید نے اُن سے پوچھا کہ اگر امام وقت کسی کو زنا کرتے دیکھے تو کیا کرے۔ اور اُس وقت ہاروں رشید کے چہرے پر رنج کے آثار نمایاں تھے۔ امام ابو یوسف سمجھ گئے کہ یہ ہاروں رشید کے گھر کا واقعہ ہے۔ اُنہوں نے فتوٰی دیا کہ اس صورت میں حد نہیں ہے۔ ہاروں رشید بہت خوش ہوا۔ اور امام ابو یوسف کو انعام عطا فرمایا۔ انتہٰے۔

وجہ خوشی اور انعام کی یہ ہے کہ ہاروں رشید کے گھر کا راز بھی فاش نہوا اور مرغوب طبع زانیہ بھی رجم یعنی سنگساری سے بچالی گئی۔ اور شائد وہ اس معاملہ کو اتنا ظاہر ہی نہ کرے مگر فتوٰی قاضی صاحب کا اس خیال سے لیا کہ مبادا کہیں زانی فخریہ طور پر اپنے فعل کو بیان کردے اور یہ راز کھل جائے تو سامعین واقعہ یہ اعتراض نہ کریں کہ ہمارے امام دین خوب ہیں۔ جو جرم کو خود دیکھکر اپنے گھر کی خاطر حد شرعی جاری نہیں کرتے اور جب قاضی صاحب کا شرعی فتوٰی یہی لیا گیا کہ اس طرح حد ساقط ہے پھر کسی اعتراض کا موقعہ نہ رہا مگر حسن اتفاق سے یہ واقعہ امام ابو سف کے دربار ہاروں رشید میں رسوخ پیدا ہونیکا سبب اور اُس کے عروج کا پہلا زینہ ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ امام موصوف قضا کے مالک ہوئے اور ہارون سے خوب نباہ گئے جیساکہ تاریخ الخلفاء سے کتاب ہذا میں اور مقام پر ہم نے اُن کے ایک دو واقعات لکھدیئے ہیں۔ (دیکھو جلد ثانی) اور حقیقۃ الفقہ صفحہ مذکورہ میں لکھا ہے۔ اِس قصہ ذکر کرنے کے بعد ابن خلکان جلد ۲ ص ۴۶۳ میں لکھتے ہیں کہ فصار ذلك اصلا للنعمۃ الخ یعنے امام ابو یوسف کو ہاروں رشید کے دربار میں رسوخ کی ابتدا یہ ہوئی پھر رفتہ رفتہ قاضی ہوئے۔ ہاروں رشید کی ساری سلطنت میں قاضی انہی کی تجویز سے مقرر ہوئے تھے۔ اور انہی سے امام ابو حنیفہ کے مذہب کی ترویج اور شہرت ہوئی۔ الخ۔ اس کے بعد صاحب حقیقۃ الفقہ امام اعظم صاحب کا مسئلہ جھوٹے گواہ پیش کر کے کسی کی عورت منکوحہ لے لینے سے وطی جائز ہو جاتی ہے۔ ترجمہ در مختار جلد ۲ ص ۲۲ اور عالمگیری اردو جلد ۳ ص ۴۴۲ و شرح وقایہ اردو ص ۴۲۷ سے نقل کر کے یوں رقمطراز ہیں۔ اسی قسم کے مسائل کی وجہ سے اُس زمانہ کے محدثین کے وہ اشعار ہیں جو ابن قتیبہ نے کتاب المعارف

مطبوعہ مصر صنا میں نقل کئے ہیں جن کا آخری شعر یہ ہے ؎ وکم من فرج محصنۃ عفیف + احل حرام بابی حنیفہ + (ترجمہ) کتنی ایک پاکدامن عورتوں کی شرمگاہیں۔ جو حرام تھیں ابو حنیفہ کی بدولت حلال کر دی گئیں۔ انتہےٰ۔

حنفیوں کے سرپرست کا اقرار کہ تقلید ائمہ چار کی امر شرعی نہیں

حقیقۃ الفقہ صفحہ ۵۱ میں ہے۔ کتاب شرح عین العلم مطبوعہ عامرہ استنبول صفحہ ۳۲۶ میں ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ ومن المعلوم ان اللہ سبحانہ وتعالیٰ ما کلف احدا ان یکون حنفیا اوما لکیا او شافعیا او حنبلیا بل کلفہم ان یعملوا بالسنۃ۔ (ترجمہ) یہ تو معلوم ہی ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے کسی کو یہ تکلیف نہیں دی کہ حنفی بنے یا مالکی بنے یا شافعی بنے یا حنبلی بنے بلکہ اُنہیں یہ تکلیف دی ہے کہ وہ سنت کے موافق عمل کریں (معیار الحق صفحہ ۵۳)۔ انتہےٰ۔ پھر حقیقۃ الفقہ میں مثل مضمون شرح عین العلم کے بعینہ القول السدید مطبوعہ بنگلور صفحہ ۴ سے قول علامہ طحطاوی حنفی کا منقول ہے۔

تقلید غیر معصوم کی مذموم ہے

میزان شعرانی مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۵۵ میں ہے۔ نقل عن الامام داؤد وکان رضی اللہ عنہ یقول انظروا فی امر دینکم فان التقلید لغیر المعصوم مذموم و فیہ عمیً للبصیرۃ (ترجمہ) امام داؤد ظاہری فرماتے ہیں اپنے دین کے معاملات میں معصوم کی حجت تلاش کرو کیونکہ معصوم کے بغیر دوسرے کی تقلید یعنی بلا دلیل اس کا حکم ماننا بُری بات ہے۔ اور اس میں اندھاپن ہے (پھر لکھا) وکان الامام احمد یقول کثرۃ التقلید عمی فی البصیرۃ یعنے امام احمد کہتے تھے اکثر تقلید اندھاپن ہے۔

حنفیوں سے کوئی ولی اللہ نہیں ہو سکتا

حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱ میں طبقات ابن رجب جلد ۱ صفحہ ۲۰۲ سے منقول ہے۔ قیل للشیخ الجیلانی ھل کان للہ ولیا علیٰ غیر اعتقاد احمد بن حنبل فقال ما کان ولا یکون (ترجمہ) حضرت پیران پیر سے پوچھا گیا کہ حنبلی مذہب والوں کے سوا اور مذہب میں بھی کچھ ولی ہوئے ہیں یا نہیں؟ فرمایا نہ تو ہوئے ہیں اور نہ ہونگے۔

ابو حنیفہ صاحب پر مزید جرح

حقیقۃ الفقہ صفحہ ۹ میں تمہید شرح مؤطا جلد ۳ صفحہ ۲۷۲ سے قول حافظ عبد البر کا اس طرح منقول ہے لم یسندہ غیر ابی حنیفۃ وھو سیئی الحفظ عند اھل الحدیث (ترجمہ) اس حدیث (من لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ) کو کسی نے سوا ابو حنیفہ کے باسند بیان نہیں کیا اور وہ محدثین کے نزدیک ناقص الحافظہ ہیں۔ اور الفیہ عراقی مطبوعہ فاروقی حاشیہ صفحہ ۴۵ میں ہے فیکون قادحا کما فسر الذھبی وابن عبد البر وابن عدی والنسائی والدار قطنی فی ابی حنیفۃ انہ ضعیف من قبل حفظہ (ترجمہ) جرح مفسر نقصان پہونچانے والی ہوگی جیساکہ ذہبی اور ابن عبد البر وابن عدی ونسائی و دار قطنی نے ابو حنیفہ کے بارہ میں جرح مفسر کی ہے۔ یعنی ضعف حافظہ کی وجہ سے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اور کتاب الضعفاء والمتروکین مؤلفہ امام نسائی مطبوعہ انوار احمدی صفحہ ۳۵ میں ہے کہ ابو حنیفۃ لیس بالقوی فی الحدیث وھو کثیر الغلط والخطأ علی قلۃ روایتہ (ترجمہ) ابو حنیفہ حدیث میں قوی نہیں اور وہ بہت

باوجودیکہ قلیل الروایۃ ہے۔ اور مصفیٰ شرح مؤطا مطبوعہ فاروقی ص۶ میں شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ سے رؤس محدثین نے مثل احمد و بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و دارمی کی ایک حدیث بھی اپنی کتب میں روایت نہیں کی۔

اور حقیقۃ الفقہ ص۹۲/۹۳ میں اسیٰ علماء محدثین کے اسماء گرامی درج ہیں جنہوں نے ابو حنیفہ پر کم و بیش الفاظ سے جرح لکھی ہے۔ اور اسی حقیقۃ الفقہ ص۸۲/۸۳ میں تاریخ ابن خلدون جلد ا ص۳۷۱ سے منقول ہے فابوحنیفہ رضی اللہ عنہ یقال بلغت روایتہ الی سبعۃ عشر حدیثا (ترجمہ) امام ابوحنیفہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ان کو ستره ۱۷ حدیثیں پہونچی ہیں۔ قیام اللیل مطبوعہ لاہور ص۱۲۳ میں ابن مبارک کا قول اس طرح منقول ہے کان ابوحنیفۃ یتیما فی الحدیث یعنے امام ابوحنیفہ حدیث میں یتیم ہے۔ عمدۃ الرعایہ ص۳۴ میں مولوی عبدالحی امام ابوحنیفہ کا قلیل الروایت ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ کمی اُن کے مرتبہ کو نہیں گھٹاتی۔

تاریخ ابن خلکان مطبوعہ ایران جلد ۲ ص۱ میں امام شافعی اور امام محمد بن حسن کا مکالمہ درج ہے جس میں شافعی نے محمد سے سوال کیا کہ ہمارے استاد امام مالک عالم بالقرآن تھے یا تمہارے استاد ابوحنیفہ؟ امام محمد نے کہا کہ تمہارے استاد عالم تھے۔ پھر شافعی صاحب نے پوچھا عالم بالسنۃ ہمارے استاد تھے یا تمہارے؟ محمد نے کہا تمہارے استاد عالم تھے۔ پھر شافعی نے اقوال صحابہ کا زیادہ عالم پوچھا تو بھی محمد نے وہی جواب دیا۔ شافعی نے کہا فلم یبق الا القیاس والقیاس لا یکون الا علی ھذہ الاشیاء فعلی ای شیٔ تقیس۔ یعنی اب رہ گیا قیاس اور قیاس تو انہی چیزوں (قرآن حدیث اقوال صحابہ) پر ہوتا ہے۔ اب کس بات پر قیاس کروگے۔

اور حقیقۃ الفقہ ص۸۹ میں میزان الاعتدال طبع مصر جلد ۳ ص۲۳۷ کے علاوہ سیرۃ النعمان شبلی نعمانی ص۱۸۳ اور تاریخ خمیس جلد ۲ ص۳۲۶ و تاریخ الخلفاء طبع مصر ص۱۰۱ سے ابو حنیفہ صاحب کو اصحاب الرأی والقیاس ثابت کیا ہے۔ اور پھر حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ ص۱۹۶ سے معنے اہل الرائی کا یہ لکھا ہے۔ اہل الرأی سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے مسائل متفق علیہا کے بعد کسی شخص متقدم کے قواعد پر تخریج مسائل کی طرف توجہ کی اُن کا اکثر دستور یہی رہا کہ مسئلہ میں اس کے مشابہ مسئلہ کا جو حکم ہوتا وہی حکم اس مسئلہ پر لگا دیتے اور مسئلہ کو انہی قواعد کی طرف پھیر پھار کر لے جاتے۔ احادیث نبوی صلعم اور اعمال و اقوال صحابہ کی کھوج تلاش نہ کرتے۔ انتہیٰ۔ یعنے محض قیاس و فکر خود سے فتوے دیتے احادیث اور آثار سے غرض نہ تھی۔

اور اخبار اہلحدیث امرت سر جلد ۲۲ نمبر ۱۸ ص۷ بابت ۶۔ مارچ ۱۹۲۵ء میں ہے ومن العجب ان غسان کان یحکی عن ابی حنیفۃ مثل مذھبہ ویعدہ من المرجیۃ ولعلہ کذب ولعمری کان یقال لابی حنیفۃ واصحابہ مرجئۃ السنۃ وعدہ کثیر من اصحاب المقالات من جملۃ المرجئۃ (الملل والنحل جلد ا ص۱۸۹ علامہ شہرستانی) ترجمہ۔ یعنی امام ابوحنیفہ غسان سردار فرقہ مرجئہ کے استاد تھے اور وہ ابی حنیفہ سے مرجئہ کی باتیں نقل کرتا تھا۔ مگر ابو حنیفہ صاحب اور اُن کے شاگرد مرجئۃ السنۃ ہیں۔ اور بہت ناقلین اخبار نے امام مذکور کو فرقہ مرجئہ سے شمار کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ کے شاگردوں اور اوسکی اولاد پہ جرح

حقیقۃ الفقہ میں لکھا ہے۔ میزان الاعتدال طبع مصر جلد ۳ ص۳۲۱ اور تذکرہ مطبوعہ دائرۃ المعارف ج ا ص۲۶۸

میں امام ابو یوسف کے حق میں لکھا ہے فلاس نے کہا کثیر الغلط ترکوہ یعنے بہت غلطی کرنے والا ہے۔ اور محدثین نے اس کو ترک کر دیا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین مؤلفہ امام نسائی صـ۳۸ میں ابو یوسف کے حق میں لکھا ہے کہ اس کو یحییٰ اور ابن مہدی وغیرہما نے ترک کر دیا ہے۔ امام محمد کے حق میں میزان الاعتدال صفحہ۴۲ جلد۳ میں لکھا ہے لینہ النسائی وغیرہ من قبل حفظہ یعنے اس کو امام نسائی وغیرہ محدثین نے بوجہ کمی حافظہ کے ضعیف کہا ہے۔ اور کتاب الضعفاء نسائی صـ۳۵ میں ہے۔ محمد ابن الحسن ضعیف۔

حسن بن زیاد کے حق میں کتاب الضعفاء نسائی صـ۳۵ و میزان الاعتدال جلد۱ صـ۲۲۸ میں کذاب خبیث ضعیف۔ متروک لکھا ہے۔

اسماعیل بن حماد بن ابو حنیفہ کے حق میں میزان الاعتدال صـ۱۰۵ میں لکھا ہے۔ ثلاثتہم ضعفاء یعنی تینوں ضعیف ہیں۔ نیز جلد۱ صـ۲۷۶ میں ہے حماد ضعفہ ابن عدی وغیرہ من قبل حفظہ۔

امام ابو حنیفہ کے شاگرد بھی بوجہ کمزوری دلائل اُنکے اکثر مخالف ہو گئے

حقیقۃ الفقہ صـ۱۱۶ میں ہے۔ علامہ تاج الدین سبکی جلد۱ صـ۲۴۳ میں فرماتے ہیں فانہما (ای ابا یوسف ومحمدًا) یخالفان اصول صاحبہما یعنے امام ابو یوسف اور محمد امام ابو حنیفہ کی اصول میں بھی مخالفت کرتے تھے۔ انتہی۔ (امام ابو یوسف کے مزید حالات اور دلچسپ کارنامے جلد ثانی عنوان وضع احادیث رضاء للملوک

اور علامہ عبدالحی لکھنوی مقدمہ شرح وقایہ مع عمدۃ الرعایہ صـ۸ میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے ابو یوسف ومحمد کو طبقہ اُن مجتہدین میں شمار کیا ہے جو اپنے امام کی مخالفت نہیں کرتے۔ ولیس کذلک فان مخالفتہما لامامہما فی الاصول غیر قلیلۃ حتی قال الامام الغزالی فی کتابہ المنخول انہما خالفا اباحنیفۃ فی ثلثی مذہبہ یعنے اس طرح نہیں کہ صاحبین مخالفت ابی حنیفہ کی نہ کرتے تھے۔ بلکہ اُن کی مخالفت اصول میں بھی کچھ کم نہیں بہت ہے۔ حتی کہ امام غزالی نے منخول میں لکھا ہے۔ کہ ہر دو صاحب دو تہائی مذہب میں ابی حنیفہ کے مخالف ہو گئے ہیں۔ ۱۲ مترجم

وقال صاحب المنتظم عن عبد اللہ بن علی المدینی قال سألت ابی عن ابی حنیفۃ فضعفہ جدا وقال خمسین حدیثا اخطأ فیہا وعن ابی حفص عمرو بن علی قال ابو حنیفۃ لیس بحافظ مضطرب الحدیث ذاھب الحدیث قال ابو بکر بن ابی داؤد جمیع ما روی ابو حنیفۃ الحدیث مائۃ وخمسون اخطأ او قال غلط فی نصفہا انتہی ووثقہ یحیی بن معین کذا فی تہذیب التہذیب لکن لا یحتجب علیک ان الجرح مقدم علی التعدیل کما تقرر فی الاصول

اور صاحب المنتظم نے عبداللہ بن علی مدینی سے نقل کیا وہ کہتا ہے مینے اپنے باپ سے ابی حنیفہ کا حال پوچھا اُس نے اُس کو بہت ضعیف بیان کیا اور کہا پچاس حدیث میں اُسنے خطا کی ہے۔ اور ابو حفص عمرو بن علی سے مروی ہے کہا ابو حنیفہ حدیث یاد نہیں رکھتا تھا اور مضطرب الحدیث اور فراموش کنندہ حدیث کا ہے ابو بکر بن ابی داؤد کہتا ہے تمام احادیث جو ابو حنیفہ نے روایت کی ہیں ایک سو پچاس ہیں جن کے نصف میں اُسنے خطا یا غلطی کی ہے انتہی۔ اور ایک یحییٰ بن معین نے اس کی توثیق کی ہے چنانچہ تہذیب التہذیب میں ہے۔ لیکن تجھ پر پوشیدہ نہیں ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم سمجھی جاتی ہے۔ جیسا کہ اصول میں ثابت ہو چکا

فلا یخلو عن مقال واللہ اعلم ۱۲- ابو المکارم
علی ھامش نصب الرایہ ص۹۳
وفی حیوٰۃ الحیوان ص۱۲۸ ج۱ وکان ابو حنیفۃ
اماماً فی القیاس ولم یکن یعاب بشیٔ
سوی قلۃ العربیۃ۔

وفی صفحہ ۸۹-۹۰ جلد ۲ وقال ابن
شبرمۃ دخلت انا وابوحنیفۃ علی
جعفر بن محمد الصادق ع فقلت ھذا
رجل فقیہ من العراق فقال لعلہ الذی
یقیس الدین بالرأی اھو النعمان بن
ثابت قال ولم اعلم باسمہ الا ذلک الیوم
فقال لہ ابوحنیفۃ نعم انا ذلک اصلحک
اللہ فقال لہ جعفر اتق اللہ ولا تقس
الدین برأیک فان اوّل من قاس
ابلیس اذ قال انا خیر منہ فاخطأ
بقیاسہ فضل۔

وفیہ وذکر ابن خلکان فی ترجمۃ
جعفر الصادق انہ سئل اباحنیفۃ
ماتقول فی محرم کسر رباعیۃ ظبی
فقال یا ابن بنت رسول اللہ لا اعلم
مافیہ فقال ان الظبی لا یکون
رباعیا بل ھو ثنی
ابداً

پس بہر وجہ ابوحنیفہ ضعف سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم۔ (ابو المکارم صاحب محشی نصب الرایہ ص۹۳)۔

اور حیوٰۃ الحیوان جلد ۱ ص۱۲۸ میں ہے کہ ابوحنیفہ صاحب قیاس میں امام تھے اور بجز اس کے کہ وہ زبان عربی کے کم واقف تھے اور کوئی ایسا عیب اُن پر نہیں لگایا گیا (اسی طرح تاریخ ابی الفداء جلد ۲ ص۶ مطبوعہ قسطنطنیہ و تاریخ ابن خلکان جلد ۲ ص۱۶۵ مطبوعہ مصر میں ہے)

اور اُسی حیوٰۃ الحیوان جلد ۲ ص۸۹-۹۰ میں ہے۔ کہ ابن شبرمہ روایت کرتا ہے۔ کہا میں حضرت ابوحنیفہ کے ہمراہ امام جعفر بن محمد صادق ع کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی کہ یہ آدمی عراق کا فقیہ ہے۔ امام ع نے فرمایا شاید یہ وہی ہے جو دین کو اپنی رائے اور فکر و قیاس سے بناتا ہے۔ کیا یہ نعمان بن ثابت ہے؟ ابن شبرمہ نے کہا میں نے اس کا نام اس سے پہلے نہیں معلوم کیا تھا۔ ابوحنیفہ صاحب نے کہا ہاں میں وہی نعمان ہوں خدا آپ کے لئے بہتری کرے۔ امام صادق ع نے ابوحنیفہ صاحب کو فرمایا کہ تو خدا سے ڈر اور دین کو اپنے قیاس سے نہ بنایا کر۔ پس تحقیق جس نے اوّل اپنے رائے اور فکر سے قیاس کیا وہ ابلیس ہے جبکہ اُس نے کہا میں حضرت آدم ع سے اچھا ہوں (کیونکہ وہ مٹی سے اور میں آگ سے پیدا ہوا ہوں) پس اُس نے اپنے قیاس میں خطا کی اور گمراہ ہوا۔ اور اُسی میں ہے کہ ابن خلکان نے ترجمہ حضرت جعفر صادق ع میں لکھا ہے کہ امام ع نے ابی حنیفہ سے سوال کیا کہ تو اُس محرم کے لئے کیا کہتا ہے جس نے ہرن کے چوتھے دانت کو توڑ دیا ہو۔ ابوحنیفہ صاحب کہنے لگے اے دختر رسول اللہ ص کے بیٹے مجھے معلوم نہیں کہ اس میں کیا سزا مقرر ہے (پس امام ع نے فرمایا ہرن کے رباعی (چوگ) کے دانت کبھی ہوتے نہیں بلکہ ہمیشہ وہ ثنائی (دُند) کے دانت والا ہوتا ہے۔

[1] اس روایت کا تتمہ کتاب حیوٰۃ الحیوان میں اس طرح لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب نے فرمایا۔ اے ابوحنیفہ تم بتاؤ ایک کلمہ کون سا ہے جس کے اول شرک اور آخر ایمان ہے؟ ابوحنیفہ نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں۔ امام صاحب نے فرمایا وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے پھر فرمایا کہ قتل ناحق کا بڑا گناہ ہے یا زنا کا نعمان صاحب نے کہا قتل نفس۔ امام صاحب نے فرمایا تو پھر کیا وجہ ہے کہ قتل نفس میں دو گواہ کافی ہیں اور زنا میں چار مطلوب ہیں؟ (بقیہ حاشیہ بر ص۵۳۸)

وَفی الدر المنثور جلد ۳ صـ۷۷ اخرج ابن جریر عن الحسن فی قوله خلقتنی من نار وخلقته من طین قال قاس ابلیس وهو اول من قاس۔ واخرج ابونعیم فی الحلیة و الدیلمی عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جده ان رسول الله صلعم قال اول من قاس امر الدین برأیه ابلیس قال الله له اسجد لآدم فقال انا خیر منه۔ الخ قال جعفر فمن قاس امر الدین برأیه قرنه الله تعالیٰ یوم القیٰمة بابلیس لانه اتبعه بالقیاس۔ انتہیٰ۔

وَفی حیوٰة الحیوان ج ۱ صـ۱۷۷ وکان عمرو ابن العاص جزارا وکذٰلك ابوحنیفة صاحب الرأی و القیاس

فی شرح الفقه الاکبر لعلی القاری ثم اعلم ان القونوی ذکر ان اباحنیفة کان یسمی مرجیا وکذا قال الشیخ الجیلی فی غنیة الطالبین حیث عد الفرق الغیر الناجیة وقال ومنهم المرجیة وذکر اصنافا لهم قال ومنهم الحنفیة وهم اصحاب ابی حنیفة نعمان بن ثابت وهٰکذا قال الحافظ عبدالعزیز البرهاروی فی مرام الکلام

وروی الترمذی عن ابن عباس مرفوعاً

ابو حنیفہ مرجیہ تھے

اور تفسیر در منثور جلد ۳ صـ۷۷ میں ہے ابن جریر نے تفسیر قول تعالیٰ خلقتنی من نار۔ الخ میں حسن سے روایت کیا کہ ابلیس مخلوق سے پہلا فرد ہے جس نے قیاس کیا۔ اور ابونعیم نے حلیہ میں اور دیلمی نے امام جعفر بن محمدؑ سے انہوں نے اپنے باپ دادا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جس نے اول امر دین میں قیاس کیا ابلیس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا اُس نے کہا میں اُس سے بہتر ہوں۔ الخ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا جس نے امر دین کو اپنی رائے و قیاس سے بنایا اُس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ابلیس کے ساتھ اُٹھائیگا کیونکہ اُس نے قیاس میں شیطان کی ہی متابعت کی۔ اور حیوٰۃ الحیوان جلد ۱ صـ۱۷۷ میں ہے۔ کہ عمرو بن عاص جزار تھا (یعنے اونٹوں کا گوشت فروخت کرنے والا قصاب تھا) اور اُسی طرح ابو حنیفہ صاحب رائے و قیاس بھی جزار تھا۔ (اسی طرح تاریخ ابن خلکان جلد ۲ صـ۱۶۴ میں ابو حنیفہ کو قیاس کا امام کہا ہے) اور شرح فقہ اکبر علی قاری میں ہے۔ پھر جاننا چاہئے کہ قونوی نے ذکر کیا ہے کہ ابو حنیفہ صاحب مرجیہ سے تھے۔ اور اسیطرح غنیۃ الطالبین میں جس جگہ غیر ناجی فرقوں کو شمار کیا ہے۔ کہا ان میں سے فرقہ مرجیہ بھی ہے۔ اور انہی کے اقسام کو حنفیہ ہیں اور وہ اصحاب ابی حنیفہ نعمان بن ثابت کے ہیں۔ اور یہی طرح حافظ عبدالعزیز پرہاروی نے مرام الکلام میں لکھا ہے۔ اور ترمذی نے ابن عباس سے روایت کیا۔ کہ

(بقیہ حاشیہ صـ۵۳۸) تمہارا قیاس کہاں قائم رہ سکتا ہے؟ پھر امام صاحب نے فرمایا بتاؤ روزہ بڑی عبادت ہے یا نماز ابو حنیفہ صاحب نے کہا نماز امام صاحب نے فرمایا کہ پھر کیا وجہ کہ حائض عورت پر روزہ کی قضا ہے اور نماز کی نہیں۔ اسی طرح اور بہت سوالات فرما کر ابو حنیفہ صاحب کو بند کیا۔ آخر فرمایا اتق الله یا عبدالله اے بندہ خدا تو اللہ سے ڈر۔ ولا تقس اور دین میں قیاس نہ کر فاننا نقف غدا ومن خالفنا بین یدی الله فنقول قال الله وقال رسول الله وتقول انت واصحابك سمعنا ورأئینا فیفعل الله بنا وبکم مایشاء۔ یعنی فردا روز قیامت ہم اور ہمارے مخالف خدا کے سامنے کھڑے ہونگے۔ ہم کہیں گے خدا اور اس کے رسول نے اس طرح فرمایا تھا۔ تو اور تیرے پیرو کہیں گے ہم نے بھی سنا تھا تو تھا مگر عمل اپنی رائے پر کیا تھا) پس خدا تعالےٰ ہمارے اور تمہارے واسطے مناسب جزا سزا دیگا۔ اور علامہ ابن القیم نے اعلام الموقعین مطبوعہ اشرف المطابع دہلی جز ۱ صـ۹۲/۹۳ میں باسناد مکمل ابن شبرمہ سے یہ روایت بعینہٖ مثل حیوٰۃ الحیوان کے لکھی ہے صرف یہ فرق ہے کہ اعلام الموقعین میں آخری عبارت اس طرح ہے۔ تقول انت واصحابك رأینا وقسنا فیفعل الله الخ یعنے تو اور تیرے اصحاب کہیں گے ہماری رائے اور قیاس میں یہی آیا تھا۔ اور استقصار الافحام ج ۱ صـ۲۷۵ میں یہ قصہ لواقح مؤلفہ امام شعرانی سے منقول ہے۔ اور صـ۳۲۵ میں ابن شبرمہ راوی مذکور کے حق میں تہذیب الاسماء واللغات علامہ نودی سے منقول ہے (بقیہ حاشیہ بر صـ۵۳۹)

صنفان من امتی لیس لھما فی الاسلام
نصیب المرجیۃ والقدریۃ۔
ملخص ما ذکرنا انہ لا یسلم کثیر من المعتبرین
من الجرح حتی ابو حنیفۃ۔ وقد قال
قوم الجرح مقدم علی التعدیل خلافا
لابی حنیفۃ کما فی منہج الوصول صـ۱۲۳ قول
دوم آنکہ تعدیل مقدم است بر جرح وایں را
طحاوی از ابو حنیفہ و ابو یوسف حکایت کردہ۔
واما قالوا فھو موید للامامیۃ لان الاحادیث
الواردۃ فی فضائل اھل بیت النبی ع م
التی ضعفھا قوم وصححھا آخرون فالتصحیح
مقدم ھذا۔
اقول الانصاف انکم یا اھل الجماعۃ
قدموا الکثرۃ او الجرح او التعدیل
اصولکم فی الحدیث کاصولکم فی
الخلافۃ کلھا مخترعۃ وھی اوھن
من نسج العنکبوت فلکم اتباع اھوائکم
ومن اضل ممن اتبع ھواہ لان
اصولکم لیست بجامعۃ ولا
مانعۃ ومع ھذا نسلک علیٰ
طریقھم المعمول بہ
فی الاحتجاج
بالاحادیث

نبی ع نے فرمایا ہے دو قسم میری امت سے وہ ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ایک مرجیہ اور دوسرا قدریہ۔
پس ملخص ہمارے بیان مذکور کا یہ ہے کہ بہت معتبرین بھی جرح سے نہیں بچ سکے حتیٰ کہ حضرت ابو حنیفہ فرقیہ حنفیہ کے امام بھی مجروح ہیں۔ اور محدثین کہتے ہیں کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ مگر ابی حنیفہ صاحب نے (اپنے بچاؤ کے لئے) اس میں مخالفت کی ہے۔ چنانچہ منہج الوصول صـ۱۲۳ میں لکھا ہے کہ دوسرا قول یہ ہے جنہوں نے کہا تعدیل جرح پر مقدم ہے اس کو طحاوی نے ابو حنیفہ و ابی یوسف سے روایت کیا ہے۔ (مزید جرح ابی حنیفہ صاحب کی ج ۲ کتاب ہذا بیان رفعیدین میں ملاحظہ ہو)
اور جو انہوں نے کہا ہے وہ استدلال امامیہ کے لئے موید ہے کیونکہ جو احادیث فضائل اہل بیت نبی ص میں وارد ہیں ان میں سے بعض کو متعصبین نے ضعیف کہا ہے۔ اور محققین نے ان کو صحیح کہا ہے۔ پس اس قول تقدیم تعدیل پر تصحیح تضعیف پر مقدم ہوگی۔ اس کو خوب یاد رکھو (یا جس راوی پر کسی نے جرح اور کسی نے توثیق کی ہو وہاں توثیق مقدم ہوگی)۔
(قول موٴلف) میں کہتا ہوں انصاف یہی ہے کہ اے اہل جماعت تم کثرت کو مقدم سمجھو یا جرح کو یا تعدیل کو تمہارا اصول حدیث مثل تمہارے اصول خلافت کے بہت کمزور مثل گھر مکڑی وغیرہ کے ہے۔ پس تم اپنی خواہشوں کی متابعت کرتے ہو اور اُن سے کون زیادہ گمراہ ہے جو اپنی ہوا و حرص کی متابعت کرتے ہیں۔ اور وجہ یہ ہے کہ اصول تمہارا جامع اور مانع نہیں مگر باوجود اسکے ہم اہل تسنن کے قانون معمول بہ کو استدلال احادیث میں

فائدہ: جرح تعدیل پر مقدم ہے

(بقیہ حاشیہ صـ۵۳۸) کہ وہ عفیف عاقل قاضی فقیہ ثقہ فی الحدیث تھا اور لکھا اتفقوا علیٰ توثیقہ۔ اسی طرح یافعی سے توثیق بیان کی۔ نیز تقریب التہذیب سے لکھا کہ وہ قاضی۔ فقیہ۔ ثقہ ہے۔ اور شیعہ کی کتاب علل الشرائع میں دو اسنادوں سے یہی قصہ مروی ہے۔ اور میزان کبرائے شعرانی جلد ا صـ۱۶ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ امام جعفر صادق ع اور مقاتل بن حیان امام ابی حنیفہ کے پاس وارد ہوئے اور دونوں نے اس کو کہا ہم کو یہ خبر پہونچی ہے کہ تو دین خدا میں بہت قیاس کرتا ہے تو قیاس نہ کیا کر کیونکہ اول جس نے قیاس کیا وہ ابلیس ہے۔ اور اسیطرح روضۃ الاحباب جلد ۲ صـ۱۲ مطبوعہ لکھنؤ میں ہے۔ اور حقیقۃ الفقہ صـ۸۷ میں دراسات اللبیب مؤلفہ ملا معین حنفی مطبوعہ لاہور صـ۳۳ سے اسیطرح منقول ہے۔ اور استقصاء الافحام جلد ا صـ۱۷۹ لغایت صـ۲۴۱ میں مطاعن ابی حنیفہ قابل ملاحظہ ہیں۔ اسماء طاعنین اس کتاب کے صـ۲۲ میں بے شمار لکھے ہیں۔ جو اطمینان کرنا چاہے وہ اس میں دیکھ لے ۱۲ مترجم

بان نسلم ان الصحیحین اصح الکتب
وان رجح غیرھما فی بعض الاوقات
کما مر وبعدہ **مؤطا مالک** فی الاجوبۃ
الفاضلۃ ص۴۸ قال الذہبی فی سیر النبلاء
رتبۃ المؤطا ان یذکر تلوا الصحیحین مع
سنن ابی داؤد وذکر الزرقانی فی شرح
المؤطا عن السیوطی ان المؤطا صحیح
کلہ علی شرط مالک وبعدہ **سنن ابوداؤد**
والترمذی۔ فی بستان المحدثین
لعبد العزیز الدھلوی ص۱۰۷ ان اباداؤد قد
انتخب فی سننہ من خمس مائۃ الف حدیث
واری استاذہ احمد بن حنبل فاختارہ
ھو وقد التزم فی سننہ صحیحا او حسنا
وفی التدریب ص۵۸ وما کان فیہ ما
لم یذکر فیہ شیئا فھو صالح ھذا وھو
یشتمل الصحیح والحسن۔ قال النووی
والحق ما قالہ الجمہور من ھذا ما سکت
عنہ ابوداؤد وذلک لما رواہ ابن الصلاح
وقد استند القاری الحنفی فی کتاب
موضوعاتہ الکبیر ص۴ بسکوت ابی داؤد
وفی الاجوبۃ الفاضلۃ ص۴۶ قال ابن
الصلاح فی مقدمتہ کتاب ابی عیسے
الترمذی اصل فی معرفۃ الحدیث
الحسن ومن مظانہ سنن ابی داؤد
روینا عنہ انہ قال ذکرت فیہ الصحیح وما
یشبھہ ویقاربہ واصح ما یعرفہ فی ذلک الباب

اس طرح کہ ہم ان کے اعتقاد کے مطابق فرض کر لیتے ہیں
کہ صحیحین (بخاری مسلم) سب سے زیادہ صحیح ہیں اگرچہ بعض
اوقات میں بعض وجوہ خارجیہ سے کسی دوسری کتاب کی حدیث
کو ترجیح دینی پڑتی ہے۔ جیسا کہ گذرا ہے۔ اور اس کے بعد
مؤطا امام مالک ہے۔ اجوبہ فاضلہ ص۴۸ عبد الحی میں لکھا ہے۔
ذہبی نے سیر النبلاء میں کہا ہے رتبہ مؤطا کا یہ ہے کہ اس کو
صحیحین کے بعد ہمراہ سنن ابی داؤد کے ذکر کیا جائے۔ اور زرقانی
نے شرح مؤطا میں سیوطی سے ذکر کیا ہے کہ مؤطا شرط مالک
پر کل صحیح ہے۔ اور بعد اس کے **سنن ابی داؤد و ترمذی**
ہے۔ بستان المحدثین مؤلفہ عبد العزیز دہلوی ص۱۰۷ میں ہے
تحقیق ابی داؤد نے اپنے سنن کو پانچ لاکھ حدیث سے
انتخاب کیا ہے۔ اور اپنے استاد احمد بن حنبل کو دکھایا انہوں نے
پسند کیا اور انہوں نے اپنے سنن میں التزام کیا ہے کہ صحیح یا حسن
کے بغیر کوئی حدیث درج نہیں کی۔ اور تدریب ص۵۸ میں ہے
اور جو کچھ اس میں یعنی سنن ابی داؤد میں ہو۔ اگر اس پر ابوداؤد
نے جرح نہ کی ہو تو وہ قابل استدلال ہے اور وہ حدیث
(جس پر ابوداؤد نے سکوت کیا ہو) صحیح ہوگی یا حسن۔ اور
نووی نے کہا حق وہ ہے جو جمہور نے کہا ہے کہ اقسام قابل
قبول سے وہ بھی ہے جس پر ابوداؤد نے سکوت کیا ہو جیسا کہ
ابن صلاح نے کہا ہے۔ اور ملا علی قاری حنفی نے اپنی کتاب
موضوعات کبیر ص۴ میں تصحیح و تنقید حدیث میں سکوت ابی داؤد
سے سند لی ہے۔ اور اجوبہ فاضلہ ص۴۶ میں ہے ابن صلاح
اپنے مقدمہ میں کہتا ہے کتاب ابی عیسے ترمذی کی حدیث
حسن کے سمجھنے میں ایک قانون ہے۔ اور اسی کے قریب درجہ
پر سنن ابی داؤد بھی ہے۔ ہم نے اس سے (ابی داؤد سے)
روایت کیا ہے کہ اس نے کہا میں نے اس کتاب میں صحیح یا مشابہ

---

۵ المصنوع فی احادیث الموضوع یعنی موضوعات صغیر ملا علی قاری ص۱۳۴ میں حاشیہ پر حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ سے منقول ہے پہلا طبقہ استقراء سے تین کتب میں منحصر ہے۔ مؤطا مالک و صحیح بخاری و صحیح مسلم۔ امام شافعی کہتا ہے اصح الکتب بعد کتاب اللہ مؤطا امام مالک ہے۔ اور اکثر محدثین کا اتفاق ہے کہ جو کچھ مؤطا میں ہے مالک اور اس کے ہم خیالوں کے نزدیک صحیح ہے۔ اور دوسروں کے نزدیک بھی اس میں کوئی حدیث مرسل یا منقطع ایسی نہیں جو کسی نہ کسی طریق سے متصل نہ ہو۔ الخ ۱۲ مترجم۔

وقال ما كان في كتابي من حديث فيه وهن شديد بينته وما لم اذكر فيه شيئًا فهو صالح وبعضها اصح من بعض قال ولما سكت عنه ابو داؤد جزمنا بانه من الحسن عند ابي داؤد ۔ وفي تفسير ابن كثير جلد ا صـ ۲۴۵ وهذا الحديث حسن عند الامام ابي داؤد لانه رواه وسكت عليه۔

في نيل الاوطار ج ا صـ ۱۲ قال الخطابي سنن ابي داؤد كتاب شريف لم يصنف مثله في علم الدين كتاب رزق القبول من كافة الناس على اختلاف مذاهبهم فصار حكما بين العلماء وطبقات المحدثين۔ انتهى۔ والترمذي اظهر رأيه في كل حديث۔ ثم النسائي

ففي النيل ج ا صـ ۱۱ قال الذهبي والتاج السبكي ان النسائي احفظ من مسلم صاحب الصحيح۔ وفي بستان المحدثين صـ ۱۱۱ قد التزم الامام النسائي في سننه حديثا صحيحا او حسنا وفاقه مجتباه اي مجتبي النسائي فائق على سننه في هذا۔ ولسنن الدارمي قال السيوطي في التدريب قال شيخ الاسلام مسند الدارمي ليس دون السنن في الرتبة بل لو ضم الى الخمسة

اور کہا ہے کہ میری کتاب کی جس حدیث میں مجھے زیادہ ضعف معلوم ہوا ہے اُس کو میں نے بیان کر دیا ہے۔ اور جس میں میں نے کچھ نہیں کہا وہ صالح اور قابل احتجاج ہے۔ اور بعض اُن احادیث کا بعض سے زیادہ صحیح ہے۔ کہا اور جب ابوداؤد کسی حدیث پر سکوت کرے ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ ابوداؤد کے نزدیک حسن کی قسم سے ہے۔ انتہیٰ۔

اور تفسیر ابن کثیر جلد ا صـ ۲۴۵ میں ہے یہ حدیث امام ابوداؤد کے نزدیک حسن ہے کیونکہ اُس نے اس پر سکوت کیا ہے۔

اور نیل الاوطار جلد ا صـ ۱۲ میں ہے۔ خطابی کہتا ہے سنن ابی داؤد کتاب بزرگ ہے اس جیسی علم دین میں کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی اور باوجود اختلاف مذاہب کے اس کو کل آدمیوں سے درجہ قبولیت حاصل ہے۔ پس یہ کتاب علماء اور طبقات محدثین کے اندر فیصلہ کنندہ ہے۔ انتہیٰ۔ اور ترمذی نے اپنی رائے ہر حدیث میں ظاہر کر دی ہے (اسلئے اس میں چنداں بحث کی ضرورت نہیں)۔

پھر سنن نسائی ہے۔ نیل الاوطار جلد ا صـ ۱۱ میں ہے۔ ذہبی اور تاج سبکی کہتے ہیں کہ نسائی مسلم صاحب صحیح سے حدیث کا زیادہ حافظ ہے۔ اور بستان المحدثین صـ ۱۱۱ میں ہے تحقیق نسائی نے اپنے سنن میں حدیث صحیح یا حسن کو درج کرنے کا التزام کیا ہے۔ اور کتاب مجتبیٰ اُس کی اس بات میں سنن سے بھی فوق رکھتی ہے۔

اور **سنن دارمی** کے لئے سیوطی نے تدریب میں کہا ہے شیخ الاسلام کہتا ہے مسند دارمی سنن سے رتبہ میں کم نہیں بلکہ اگر اس کو (صحاح ستہ میں) پانچ کتب کے ساتھ بجائے ابن ماجہ کے

[1] مقدمہ سنن نسائی مترجم مولوی وحید الزمان مطبوعہ صدیقی لاہور صـ ۱ میں ہے۔ محمد بن معاویہ نے نسائی سے روایت کیا انہوں نے کہا سنن کبریٰ کی سب حدیثیں صحیح ہیں الخ پھر کہا ملا علی قاری نے مقدمہ مرقاۃ میں کہا ہے کہ ابن مندہ اور ابن السکن اور ابو علی نیساپوری اور ابن عدی اور خطیب اور دارقطنی نے کہا کہ سنن نسائی کی سب حدیثیں صحیح ہیں۔ بعد صحیحین کے سب کتب سے اس کا درجہ اعلیٰ ہے۔ خاتمۃ الطبع سنن نسائی جلد ۲ صـ ۶۱۶ پر مترجم مذکور نے حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے کہ ابو الحسن معافری نے کہا ہے جب تو حدیث کی تخریج کی طرف دیکھے تو جس حدیث کو نسائی نے روایت کیا ہو وہ صحت کی طرف زیادہ قریب ہے بہ نسبت اس کے جس کو سوا نسائی کے اور لوگوں نے روایت کیا ہو۔ انتہیٰ۔ اور استقصاد جلد ا صـ ۱۰۲ میں زہر الربیٰ علی المجتبیٰ علامہ سیوطی سے منقول ہے کہ احمد بن محبوب رملی نے کہا میں نے نسائی سے سنا ہے کہا جب میں نے سنن نسائی لکھنے کا قصد کیا تو میں نے اپنے بعض مشیوخ سے روایت کرنے کے لئے استخارہ کیا اور جن کے لئے حکم ترک معلوم ہوا اُن کو میں نے چھوڑ دیا ۱۲ مترجم۔

كذا في الاجوبة الفاضلة ص۴۶
ثم صحيح ابن حبان فقد نقل العراقي
عن الحازمي انه قال ابن حبان امكن
في الحديث من الحاكم وقال السيوطي
في التدريب قيل ما ذكر من تساهل
ابن حبان ليس بصحيح غايته ان يسمي الحسن
صحيحا فهي مشاحة في الاصطلاح كذا
في الاجوبة الفاضلة ص۴۷ وفي ص۵ ناقلا
عن مقدمة ابن الصلاح ويكفي مجرد
كونه (اي الحديث) موجودا في كتب
من اشترط منهم الصحيح فيما جمعه
ككتاب ابن خزيمة وكذلك ما يوجد
في الكتب المخرجة على كتاب البخاري
ومسلم ككتاب ابي عوانة وكتاب
ابي بكر الاسماعيلي وغيرهم وفي هذا
المقام كتب عبد الحي في هذه الرسالة عن
العراقي ان كان علم صحة الحديث مطلوبا
فما نفعل فقال خذه اذا ينص على صحته
امام معتمد كابي داود والترمذي و
والنسائي والدارقطني والبيهقي والخطابي
ويوخذ الصحيح ايضا من المصنفات المختصة
بجمع الصحيح فقط كصحيح ابن خزيمة
وصحيح ابن حبان وكتاب المستدرك
على الصحيحين لابي عبد الله الحاكم
وكذلك ما يوجد في المستدركات على
الصحيحين من زيادة وتتمة لمحذوف فهو محكوم
بصحته انتهى ملخصا وقال الشيخ الدهلوي

جیسا کہ اجوبہ فاضلہ ص۴۶ میں مرقوم ہے۔
پھر صحیح ابن حبان ہے اس کے حق میں عراقی نے حازمی سے
نقل کیا وہ کہتا ہے۔ ابن حبان حدیث میں حاکم سے زیادہ قوی
ہے اور سیوطی نے تدریب میں کہا جو ابن حبان کے تساہل کا
ذکر کرتے ہیں۔ یہ قول صحیح نہیں۔ زیادہ سے زیادہ حدیث حسن
کو صحیح نام رکھتا ہے تو یہ اس کی اصطلاح ہے جس میں کوئی حرج
نہیں۔ اسی طرح اجوبہ فاضلہ ص۴۷ میں لکھا ہے۔ اور اسی کے
ص۵ میں مقدمہ ابن صلاح سے منقول ہے (قبول حدیث
کے لئے) فقط حدیث کا ان کی کتب میں موجود ہونا کافی ہے
جنہوں نے اپنی کتب میں حدیث صحیح درج کرنے کی شرط رکھی
ہے۔ مثل کتاب ابن خزیمہ کے۔ اور اسی طرح ان کتب
میں موجود ہونا جو شرائط بخاری و مسلم پر تالیف ہوئی ہیں جیسا کہ
کتاب ابی عوانہ و کتاب ابی بکر اسماعیلی وغیرہ ہے۔
اور اس مقام پر عبد الحی نے اپنے رسالہ میں عراقی سے نقل کیا
ہے۔ کہ اگر علم صحت حدیث کا مطلوب ہو تو ہم کیا کریں؟ اس سوال
کے جواب میں انہوں نے کہا اس کو پکڑو جس کی صحت پر امام معتبر کی
نص ہو جیسے ابو داؤد و ترمذی و نسائی و دارقطنی و خطابی ہیں
اور نیز حدیث صحیح کو عمل کے لئے کتب مخصوصہ سے لیا جا سکتا ہے
جنہوں نے جمع احادیث صحیحہ کا التزام کیا ہے۔ مثل صحیح ابن خزیمہ
و صحیح ابن حبان و کتاب مستدرک علی الصحیحین ابی
عبد اللہ حاکم کے۔ اور اسی طرح جو مستدرکات صحیحین
میں بطور زیادہ اور تتمہ محذوف کے موجود ہوں۔ پس ان پر
بھی حکم صحت کا ہے۔
شیخ دہلوی مقدمہ مشکوٰۃ میں لکھتا ہے۔ کہ فن حدیث کا دارقطنی[1]
پر ختم ہے۔ اور نیل الاوطار جلد ا ص۱۳ میں نووی سے منقول
ہے کہ اس نے کہا اس کے ساتھ استدلال جائز ہے جو ان مصنفات
میں ہے جو صحیح احادیث جمع کرنے کے لئے مخصوص ہیں مثل

عہ نیز کتب صحاح کی تفصیل ص۵۶۲ کتاب ہذا پر ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم

[1] منتقصار جلد ا ص۴۴۲ میں تحصیل الکمال فی اسماء الرجال سے مدح دارقطنی میں منقول ہے کہ وہ علامہ حافظ فاضل محدث کامل عالم عامل یگانہ زمانہ امام وقت ہے۔ اور کہا اس کے بعد ایسا کوئی نہیں ہوا۔ اور ابو الطیب طبری اس کے حق میں کہتا ہے کہ وہ امیر المومنین فی الحدیث تھا ۱۲
مترجم

کصحیح ابن خزیمۃ وابن حبان ومستدرک الحاکم والمستخرجات علی الصحیحین لان المصنفین حکموا الصحۃ کل ما فیہا حکما عاما ثم التزم بصحۃ مسند احمد کما فی التدریب ص٦ قال شیخ الاسلام لیس فی المسند حدیث لا اصل لہ الا ثلثۃ (ثم بینہا) وقال الھیثمی فی زوائد المسند مسند احمد اصح صحیحا من غیرہ وقال ابن کثیر لا یوازی مسند احمد کتاب مسند الخ وفی ص٥٦/٥٧ قال شیخ الاسلام تلقتہ الامۃ بالقبول وقد ذکر فی النیل ج١ ص١٣ ما سکت علیہ احمد صالح للاحتجاج۔ فی ھدایۃ السائل لادلۃ المسائل للصدیق ص٢٧ وبستان المحدثین ص٢٨ قال احمد اذا وقع الاختلاف بین المسلمین فی الحدیث فلینظروا فی ھذا الکتاب فان وجدوا فیہا ولو بطریق واحد والا فلم یعتبر فی الاجوبۃ الفاضلۃ ص٤٨ قد اعترض العراقی وابن الجوزی علی مسند احمد علی صحۃ جملۃ احادیثہ وبان فیہ موضوعا وضعیفا (ثم قال) ثم

صحیح ابن خزیمہ[1] وابن حبان ومستدرک حاکم ومستخرجات علی الصحیحین کے۔ کیونکہ مصنفین نے تمام اُس کے لئے جو کچھ ان کتب میں ہے۔ صحت کا عام حکم دیا ہے پھر امام احمد نے اپنے مسند میں صحت احادیث کا التزام کیا ہے۔ چنانچہ تدریب ص٦ میں ہے شیخ الاسلام (ابن حجر) کہتے ہیں کہ مسند احمد میں کوئی ایسی حدیث نہیں جس کا کوئی اصل نہو سوائے تین احادیث کے (جن کو اُس نے بیان کر دیا ہے اور وہ متنازع فیہ احادیث سے نہیں ہیں) اور ہیثمی نے زوائد مسند میں کہا کہ مسند احمد دوسری کتب کی نسبت بہت صحیح ہے اور ابن کثیر کہتا ہے کہ مسند احمد کے برابر کوئی کتاب نہیں۔
اور تدریب ص٥٦/٥٧ میں ہے شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ امت نے مسند احمد کو قبول[2] کر لیا ہے۔
آور نیل الاوطار جلد ١ ص١٣ میں مرقوم ہے کہ جس پر امام احمد نے سکوت کیا ہو وہ قابل حجت واستدلال ہے۔
آور ہدایت السائل لادلۃ المسائل مؤلفہ سید صدیق ص٢٧١ اور بستان المحدثین ص٢٨ میں ہے۔ کہ امام احمد کہتے ہیں۔ جب مسلمین کے اندر کسی حدیث کی نسبت اختلاف ہو اُن کو چاہئے کہ اس کتاب مسند میں دیکھیں۔ اگر اس میں گو ایک ہی اسناد سے موجود ہو تو اُسے قبول کر لو۔ اور اگر نہو تو اسپر اعتبار نہ کریں۔
آور اجوبہ فاضلہ مولوی عبدالحی ص٤٨ میں ہے۔ مسند احمد کی صحت جمیع احادیث پر عراقی وابن جوزی نے اعتراض کیا ہے کہ اس میں موضوع اور ضعیف بھی ہیں (پھر کہا) اس کے بعد

[1] تدریب الراوی سیوطی ص٣١ میں ہے کہ حدیث کا مطلق کتب میں موجود ہونا کافی نہیں مگر ایسی کتب میں ہونا کافی ہے جن کے مؤلفین نے یہ شرط کی ہے کہ وہ اپنی اُن کتب میں بغیر صحیح کے نہ لکھیں گے۔ جیسا کہ صحیح ابن خزیمہ اور مستخرجات ہیں۔ یا جس نے صحت کی تصریح کی ہو۔ اور عبقات حدیث ولایت ص١٤٢/١ میں تدریب سیوطی سے منقول ہے کہ اصح تصانیف سے صحیح ابن خزیمہ ہے اس کے بعد صحیح ابن حبان۔ بعد ازاں مستدرک حاکم ہے۔ پس مناسب اور لائق یہ ہے کہ کہا جائے بعد صحیح مسلم کے وہ صحیح ہے جس پر ہر سہ کا یعنے ابن خزیمہ۔ وابن حبان وحاکم کا اتفاق ہو۔ پھر ابن خزیمہ جب اس کے ساتھ ابن حبان یا حاکم متفق ہو۔ پھر جو ابن حبان صرف روایت کرے۔ اور اگر ایسی احادیث ہوں۔ اگرچہ شرط شیخین پر نہوں تو بھی صحیح ہیں۔ اور کسی نے بھی اس قانون کا تعقب وتعرض نہیں کیا۔ اور شیخ عبدالحق نے شرح مشکوٰۃ کے مقدمہ میں بیان صحاح میں۔ صحیح ابن حبان شاگرد ابن خزیمہ کو بھی ذکر کیا ہے ١٢ مترجم۔
[2] اس اعتبار سے کہ امت نے مسند احمد کی احادیث کو قبول کر لیا ہے۔ احادیث مندرجہ مسند درجہ حدیث مشہور پر مقبول ہیں۔ کیونکہ حدیث مشہور کی تعریف یہی کی گئی ہے ١٢ مترجم۔

قام لردہ الحافظ ابن حجر فصنف القول المسدد فی الذب عن مسند احمد واجاب عنہ حدیثاً حدیثاً ونفی وضعہا بالبراہین الساطعۃ والحجج القاطعۃ۔ انتہی ملخصاً وفی مقدمۃ المسند لاحمد قال العلامۃ تقی الدین السبکی فی شفاء الاسقام تحت تعدیل موسیٰ بن ہلال واحمد لم یکن یروی الا عن ثقۃ کذا قال ابن تیمیۃ وفی حجۃ اللہ البالغۃ ص۱۵۴ ورسالۃ الانصاف وجعل ای احمد مسندہ میزاناً یعرف بہ حدیث رسول اللہ فما وجد فیہ ولو بطریق واحد فلہ اصل وما لا فلا اصل لہ۔ وفی مقدمۃ المسند قال الامام الحافظ ابو موسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی ہذا الکتاب یعنی مسند الامام احمد اصل کبیر ومرجع وثیق لاصحاب الحدیث وقال احمد لنا انما اختلف فیہ المسلمون من حدیث رسول اللہ فارجعوا الیہ فان کان والا فلیس بحجۃ کذا قال الخطیب ملخصاً من الطبقات الکبریٰ للامام ابن السبکی والطبقات الکبریٰ للشعرانی وتاریخ ابن خلکان۔ وفی النیل ج۱ ص۱ ولہ (ای وللامام احمد) المسند الکبیر انتقاہ من اکثر من سبع مائۃ الف حدیث وخمسین الف ولم یدخل فیہ الا ما یحتج بہ وبالغ بعضہم فاطلق علی جمیع ما فیہ انہ صحیح ثم نقل من تعجیل المنفعۃ لابن الحجر ان ما سوی الاحادیث الاربعۃ فی مسند احمد لیس بلا اصل وقد بینہا لکنہا لیست من مختلفات اہل الجماعۃ والشیعۃ ثم قال قال السیوطی فی خطبۃ کتابہ الجامع الکبیر ما لفظہ وکل ما کان فی مسند احمد فہو مقبول

حافظ ابن حجر اُس قول عراقی وابن جوزی کے رد پر تعینات ہوئے اور قول مسدد فی الذب عن مسند احمد تالیف کیا۔ اور ہر حدیث کا مفصل جواب دیا اور قول وضع کو براہین ساطعہ اور حجج قاطعہ سے رد کیا۔ انتہےٰ ملخصاً۔ اور مقدمہ مسند احمد میں لکھا ہے علامہ تقی الدین سبکی شفاء الاسقام میں بذیل تعدیل موسیٰ بن ہلال کے لکھتا ہے کہ امام احمد بجز ثقہ کے کسی سے روایت نہیں کرتا۔ اسی طرح ابن تیمیہ نے بھی کہا ہے۔

اور حجۃ اللہ البالغہ ص۱۵۴ اور رسالہ انصاف فی سبب الاختلاف ہر دو میں شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ امام احمد نے اپنے مسند کو ترازو مقرر کیا ہے جس کے ساتھ حدیث رسول اللہ کو وزن کر کر پہچانا جاتا ہے۔ پس جو حدیث اس میں اگرچہ ایک ہی اسناد سے موجود ہو تو وہ ضرور با اصل ہے۔ اور جو اس میں موجود نہو وہ بے اصل (بے بنیاد) ہے۔ اور مقدمہ مسند میں لکھا ہے امام حافظ ابو موسےٰ محمد بن ابی بکر مدینی کہتا ہے یہ کتاب مسند امام احمد ایک بڑی بنیاد اور اہلحدیث کے لئے جائے پناہ ہے۔ اور امام احمد نے ہمارے لئے بیان کر دیا ہے کہ جس حدیث رسول اللہ میں مسلمین کا اختلاف ہو اُس کے لئے اس کتاب کی طرف رجوع کرو۔ اگر اس میں ہو تو بہتر ورنہ حجت نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح خطیب نے کہا ہے۔ یہ ملخصاً طبقات کبریٰ امام سبکی اور طبقات کبریٰ شعرانی۔ اور تاریخ ابن خلکان سے منقول ہے۔

نیل الاوطار جلد ۱ ص۱ میں ہے۔ امام احمد کا مسند کبیر ہے جس کو اُس نے سات لاکھ پچاس ہزار حدیث سے منتخب کر کے تصنیف کیا ہے۔ اور اس میں ایسی کوئی حدیث داخل نہیں کی جس سے حجت نہ لی جا سکتی ہو۔ اور بعض علماء محدثین نے اس قدر مبالغہ کیا ہے کہ جمیع احادیث مندرجہ مسند پر صحیح کا اطلاق کیا ہے۔ پھر تعجیل المنفعت مؤلفہ ابن حجر سے نقل کیا کہ سوا چار حدیثوں کے مسند احمد میں کوئی حدیث بے اصل نہیں پھر ان کو بیان کر دیا لیکن وہ چار مختلفات اہل جماعت و شیعہ سے نہیں ہیں۔ پھر نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ سیوطی نے خطبہ اپنی کتاب جامع کبیر میں کہا ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ جو کچھ مسند احمد میں ہو وہ مقبول

فان الضعیف الذی فیہ یقرب من الحسن
وفی نبراس الصالحین فی رد غیر المقلدین
ص۲۵ طبع بمبئی - قال السید الصدیق
فی کتابہ الحطہ فی بیان احادیث الصحاح
الستہ باب۲ فصل ۸ - ان احمد بن حنبل
شرط فیہ ان لا یخرج الا حدیثا صحیحا
عندہ - وقال السید الصدیق فی سلسلۃ
العسجد من ذکر مشائخ السند طبع بھوپال
ص۵۷ قال ولی اللہ وعبد العزیز الدھلویان
لکن مسند احمد عندنا من الطبقۃ الثانیۃ
وھو اصل فی معرفۃ الصحیح من السقیم
وفی ص۵۸ اما الضعیف الذی فیہ قد
صححہ المتاخرون فھو اولی وعلماء الحدیث
والفقہ قد جعلوہ مقتداھم وفی الحقیقۃ
ھو رکن اعظم فی الحدیث - وقال فی
ھدایۃ السائل ص۲۷ لو لم یثبت احمد
فی زلازل المعتزلۃ لقد ذھب مذھب اھل
الجماعۃ من الارض فیا حسرۃ انھم اتھموہ
بالرفض والتشیع لذکرہ الاحادیث فی
فضائل اھل البیت ع وما ھذا الا تعصب
من اھل الجماعۃ -

قال السید الصدیق فی ھدایۃ السائل
ص۳۱ فی جواب السؤال الاول - ھر کہ حدیث
نبوی را کہ در کتب صحیحہ سنیان است مثل
صحاح ستہ ومنتقی الاخبار وبلوغ المرام
یا مسند احمد وآنچہ بداں می ماند اخذ نمودہ
و او را می رسد کہ عمل بر آں حدیث ماخوذ می کند
زیرانکہ ائمہ محققین دریں کتب حق تصحیح او اکردہ انتہی الخ
ثم نقول ان العلامۃ الامام الحافظ
جلال الدین السیوطی قد الف
اربع مائۃ کتابا وبضعا وھو من مجددی المائۃ التاسعۃ قال عبد الحی اللکنوی فی المنھیۃ علی اقام الحجۃ ص۹

پس تحقیق جو اس مسند میں ضعیف ہو وہ بھی حسن کے قریب ہے۔
اور نبراس الصالحین فی رد غیر المقلدین ص۲۵ طبع بمبئی
میں ہے۔ سید صدیق نے کتاب الحطہ فی بیان احادیث
الصحاح الستہ باب۲ فصل ۸ میں لکھا ہے کہ احمد بن حنبل نے
مسند میں شرط رکھی ہے کہ اس میں کوئی حدیث سوائے اس کی
جو اس کے نزدیک صحیح ہو درج نہیں کی۔ اور سید صدیق نے
سلسلۃ العسجد من ذکر مشائخ السند مطبوعہ بھوپال ص۵۷ میں
لکھا ہے کہ ولی اللہ وعبد العزیز دہلوی نے کہا ہے مسند احمد
ہمارے نزدیک طبقہ ثانیہ سے ہے۔ اور وہ معرفت صحیح اور سقیم
کے واسطے قانون ہے۔ اور ص۵۸ اسی کتاب میں ہے کہ ضعیف
حدیث بھی جو اس میں یعنی مسند میں ہے اور متاخرین نے اس کی
تصحیح کی ہو وہ نسبت دیگر اولی بالقبول ہے۔ اور علماء حدیث وفقہ نے
اس مسند کو اپنا مقتدا بنایا ہے۔ اور حقیقت میں وہ حدیث کا
بڑا رکن ہے۔

اور ہدایت السائل ص۲۷ میں ہے۔ کہ اگر امام احمد زلازل معتزلہ
میں ثابت قدم نہ رہتے تو مذہب اہل جماعت کا مفقود ہو جاتا انتہی۔
افسوس ہے کہ بعض متعصبین نے ایسے امام (احمد) پر بایں وجہ
کہ اس نے فضائل اہل بیت کی احادیث روایت کی ہیں۔
تہمت رفض وتشیع کی لگائی ہے۔ اور یہ تہمت لگانا محض
تعصب اہل جماعت سے ہے۔

اور سید الصدیق نے ہدایۃ السائل ص۳۱ جواب سوال اول میں
لکھا ہے کہ جو حدیث نبوی کتب صحیحہ سنیان میں جیسا صحاح ستہ
ومنتقی الاخبار وبلوغ المرام یا مسند احمد یا مثل
اس کے ہیں موجود ہو۔ تو وہ قابل عمل ہے۔ ان کتب سے
لیکر ہر شخص کو اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ائمہ محققین نے
ان کتب میں حق تصحیح کا ادا کیا ہے۔ الخ۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ علامہ امام حافظ جلال الدین سیوطی نے
چار سو کتب سے زیادہ تصنیف کی ہیں۔ اور وہ نویں صدی کا
مجدد مانا گیا ہے۔ مولوی عبد الحی لکھنوی اپنے منہیہ علی اقامۃ الحجۃ
ص۹ میں لکھتے ہیں کہ سیوطی کو حدیث میں بڑی وسیع قدرت ہے۔

وقدم راسخ فی علوم الحدیث والتاریخ
وفی بستان المحدثین ص۱۱۵ ان لابن حجر
وان کان ضبطا فی العلوم لکن وسعۃ
النظر والاطلاع علی الکتب کان زائدا
للسیوطی وکذا فی ھدیۃ المھدی
لوحید الزمان ج ۵ ص۱۱۷۔
وفی المیزان الکبری للشعرانی ج۱ ص۳۹ طبع مصر
ان رجلا جاء الی السیوطی للشفاعۃ عند
السلطان فاعتذر السیوطی قد اجتمعت
برسول اللہ صلعم الی وقتی ھذا خمسا وسبعین
مرۃ یقظۃ ومشافھۃ ولولا خوفی من
احتجابہ صلعم عنی بسبب دخولی للولاۃ لطلعت
القلعۃ وشفعت فیک عند السلطان
وانی رجل من خدام حدیثہ صلعم واحتاج
الیہ فی تصحیح الاحادیث التی ضعفھا
المحدثون من طریقھم ولا شک ان نفع
ذلک ارجح من نفعک انت یا اخی۔ انتھی۔

اور علوم حدیث وتاریخ میں اُس کا قدم مضبوط ہے۔
اور بستان المحدثین ص۱۱۵ میں لکھا ہے۔ تحقیق ابن حجر کو اگرچہ
علوم میں ضبط زیادہ تھا لیکن وسعت نظر اور کتب کی اطلاع
سیوطی کو زیادہ تھی۔ اسی طرح ہدیۃ المہدی تالیف مولوی
وحید الزمان محدث جلد ۵ ص۱۱۷ میں ہے۔
اور میزان کبریٰ شعرانی جلد ۱ ص۳۹ مطبوعہ مصر میں ہے کہ
ایک شخص سیوطی[1] کے پاس اس غرض سے آیا کہ سیوطی اس کیلئے
بادشاہ کے پاس سفارش کرے۔ سیوطی نے یہ عذر پیش کیا
کہ مینے رسول اللہ صلعم کے ساتھ اس وقت تک پچھتر دفعہ بحالت
مشافہہ وبیداری کے ملاقات کی ہے۔ اگر مجھے بادشاہان کے
ساتھ آمد ورفت کا سلسلہ پیدا کرنا یہ خوف نہ دلاتا کہ نبی صلعم مجھ سے
پردہ کر لیں گے (اور میں اس نعمت عظمیٰ سے مبادا محروم ہو جاؤں)
تو میں قلعہ میں جاکر سفارش کر دیتا۔ مگر یہ خوف ضرور ہے۔
اور میں آنحضرت صلعم کی حدیث کا ایک خادم ہوں۔ اور ایسی
احادیث کے لئے جن کو محدثین نے اپنے طرق سے ضعیف کہا
ہے مجھے حاجت پڑتی ہے کہ رسول اللہ صلعم سے اُن کی تصحیح
دریافت کر لیتا ہوں۔ اور اے بھائی بلاشک یہ نفع تیری
نفع سے بہت زیادہ ہے (لہٰذا معاف رکھو) انتہیٰ۔

---

[1] منہیہ عبد الحی براقامۃ الحجہ صفحہ ۹ میں عبد الرحمٰن نے جلال الدین سیوطی کے حق میں لمبا چوڑا طویل لکھا ہے جیسے پہلے لکھا ہے کہ سیوطی صاحب
تصانیف کثیرہ کا ہے جو پانچ سو تک پہونچتی ہیں اور وہ نانویں صدی کا مجدد ہے۔ الخ۔ اور استقصاء الافحام جلد ۲ ص۷۷۶
میں مدائح علامہ سیوطی کے بارہ میں لکھا کہ مفتاح کنز الدرایہ میں ہے کہ سیوطی امام اور حافظ ہے اُس نے نبی صلعم کو بیداری
میں دیکھا اور صاحب کرامات کا ہے اُس کی تصانیف نافع ہیں حفظ متون احادیث میں وہ منتخب اور سب سے فائق
ہے۔ انتہیٰ ملخصاً۔ اور جمع الجوامع سیوطی وکنز العمال علی متقی کی نسبت مقدمہ مشکوٰۃ مطبوعہ بمبئی از تالیف
شیخ عبد الحق دہلوی میں ہے ولقد اوردا السیوطی فی کتاب جمع الجوامع من کتب کثیرۃ یتجاوز خمسایۃ
مشتملۃ علی الصحاح والحسان والضعاف وقال ما اوردت فیھا حدیثا موسوما بالوضع اتفق المحدثون
علی ترکہ۔ (ترجمہ) یعنی سیوطی نے جمع الجوامع میں بہت احادیث جمع کی ہیں اور اُسنے التزام کیا ہے کہ میں نے اس میں
کوئی ایسی حدیث درج نہیں کی جس کے موضوع یا متروک ہونے پر محدثین نے اتفاق کیا ہو۔
اور کنز العمال جمع الجوامع کی باب بندی ہے۔ اسلئے اس میں بھی کوئی حدیث موضوع بالاتفاق نہیں۔ اور علی متقی
مؤلف کنز العمال کے حق میں ابتدائے مسند احمد مطبوعہ مصر میں طبقات شعرانی سے نقل کیا گیا ہے کہ علی متقی عالم
پرہیزگار کثیر العصمت کثیر العزلہ وغیرہ صفات سے موصوف ہے۔ اور احادیث قابل جرح پر اس میں جرح
لکھی ہے لہٰذا جن پر سکوت ہے وہ قابل حجت ہیں ۱۲

مترجم

وفی الیواقیت والجواھر ج۱ ص۱۲۲ طبع مصر البحث الثانی والعشرون باسانید مثل ماروی فی المیزان وقال وقد اخبرنے الشیخ الصالح عطیۃ الانباس والشیخ الصالح قاسم المغربی والقاضی زکریا الشافعی انھم سمعوا الشیخ جلال الدین السیوطی یقول رأیت رسول اللہ ص فی الیقظۃ بضعًا وسبعین مرۃ وقلت لہ فی مرۃ منھا ھل انا من اھل الجنۃ یارسول اللہ ص فقال نعم فقلت من غیر عذاب سبق فقال لک ذلک۔

وقد الف الشیخ السیوطی کتابا سماہ تنویر الحلک فی امکان رویۃ النبی والملک وذکر امثلۃ وکذا قال ابن العربی فی الکبریت الاحمر ج۲ ص۲۴۹ قال السیوطی زرت رسول اللہ ص وصححت عنہ احادیث کثیرۃ وقد ذکر الامام مسلم فی صدر کتابہ جلد۱ ص۱۸ عن شخص انہ رأی رسول اللہ ص فی المنام فعرض علیہ الف حدیث کان فی ذھنہ انھا صحیحۃ فاثبت لہ صلعم من الالف ستۃ احادیث وانکر صلعم مابقی۔

ومن طالع کتب السیوطی لایخفی علیہ سعۃ نظرہ فی الکتب وضبطہ وکمال علمہ ولایذکر حدیثًا معلولًا ولا ضعیفا فی تصانیفہ بدون التصریح بل یذکر الصحیح والحسن والضعیف وسکوتہ مشتمل علی الصحیح او الحسن ولایسکت علی مالا اصل لہ فکان کتابہ کسنن ابی داؤد فی الطبقۃ کما قال القاری فی موضوعاتہ الکبیر ص۲۵ و ص۶۹ و ص۷۳ و ص۷۰ سکوت السیوطی قابل للاحتجاج بہ وفی ص۸۰ رواہ البیھقی عن ابن عباس

اور یواقیت والجواہر شعرانی طبع مصر ج۱ ص۱۲۲ بحث بائیسویں میں چند اسانید سے مثل مضمون میزان کبرے کے نقل کیا ہے اور پھر کہا کہ مجھے شیخ صالح عطیہ انباس اور شیخ صالح قاسم مغربی وقاضی زکریا شافعی نے خبر دی ہے کہ تحقیق انہوں نے شیخ جلال الدین سیوطی سے سنا وہ کہتا تھا میںنے رسول اللہ ص کی بیداری کی حالت میں ستر بار سے زیادہ دفعہ زیارت کی ہے اور ایکدفعہ میںنے رسول اللہ ص کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ میں اہل بہشت سے ہوں؟ آنحضرت ص نے فرمایا ہاں میں نے عرض کی سوائے عذاب لینے کے یا کچھ عذاب لیکر۔ حضرت ص نے فرمایا نہیں بغیر کسی عذاب کے تو بہشت میں چلا جائیگا۔ اور شیخ سیوطی نے ایک کتاب تنویر الحلک فی امکان رویۃ النبی والملک یعنی امکان رویت فرشتہ اور نبی ص میں تالیف کی ہے اور اس کی امثلہ ذکر کی ہیں اور اسی طرح ابن عربی نے کبریت احمر ج۲ صفحہ ۲۴۹ میں کہا کہ سیوطی کہتا ہے میںنے رسول اللہ ص کی زیارت کی اور حضرت صلعم سے بہت احادیث کی تصحیح کرائی ہے اور امام مسلم نے اپنی کتاب کے ابتدا میں (ج۱ ص۱۸) ایک شخص کا ذکر کیا ہے کہ اس نے رسول اللہ ص کو خواب میں دیکھا اور ہزار حدیث پیش کی جو اسکے ذہن میں صحیح تھیں رسول ص نے اس ہزار سے صرف چند احادیث صحیح فرمائیں۔ باقی کو رد فرمایا۔ اور جس نے کتب سیوطی کا مطالعہ کیا ہے اوسپر اوس کی وسعت نظر کتب کی مخفی نہیں اور اس کا ضبط اور کمال علم اسی سے ثابت ہے کہ کوئی حدیث ذکر نہیں کرتا مگر یہ کہ اس کی علت اور ضعف اور صحت وحسن سب ذکر کر دیتا ہے اور جس جگہ سکوت بھی کر جائے تو وہ حدیث صحیح یا حسن قابل حجت ہوتی ہے کیونکہ وہ ایسی حدیث پر کبھی سکوت نہیں کرتا جو بے اصل ہو یا اس میں علت شدید ہو پس اس کی ہر کتاب سنن ابوداؤد کے طبقہ میں ہوگی جیسا کہ ملا علی قاری نے اپنے موضوعات کبیر ص۲۵ و ص۶۹ و ص۷۳ و ص۷۰ میں کہا ہے کہ سکوت سیوطی کا حدیث کو قابل احتجاج بنادیتا ہے اور آخر ان مقامات مذکورہ میں اس کے سکوت پر اعتماد کیا ہے۔ اور ص۸۰ میں کہا ہے کہ اس کو بیہقی نے ابن عباس سے روایت کیا

[illegible] احادیث کی تصحیح

نقل [illegible] بیہقی

وقد التزم ان لا یذکر فی کتابہ ھذا حدیثا موضوعا فالحدیث غیر موضوع

والتزم السیوطی ان لا یکون فی الجامع الصغیر حدیث موضوع۔

وفی اقامۃ الحجۃ ص۱۱ عد عبد الحی اللکنوی السیوطی وابن حجر من الثقات الذین نقل حدیثھم بلا اسناد ایضا معتبر وقد استدل الفاضل المذکور فی رسالتہ زجر الناس علیٰ انکار اثر ابن عباس نبی کنبیکم الحدیث من سکوت السیوطی۔ وقد التزم السیوطی فی الدر المنثور الاستناد من المعتبرات کما فی الدر المنثور ج۱ ص۲ طبع مصر فلخصت منہ ھذا المختصر مقتصرا فیہ علیٰ متن الاثر مصدرا بالعزو والتخریج الیٰ کل کتاب معتبر فما رأی غیر معتبر او معلولا صرح بہ وسکوتہ قابل للاحتجاج۔ وفی الدر ص۹۰ ج۱ صحیح الاسناد ولکن الشعبی لم یدرک عمر وفی ص۲۴۲ ج۴ صححہ الحاکم وضعفہ الذھبی وفی ص۱۵۳ ج۲ اخرج البیھقی بسند منقطع وفی ص۱۵۹ اخرج البزار عن ابن عباس ان الذین اسلموا۔ الحدیث وھذا خطأ من البزار وفی ص۱۹۳ ج۱۔ اخرج الطبرانی وابن مردویہ وابو نعیم فی الحلیۃ بسند واہٍ۔ وفی ص۹۶ اخرج ابن عساکر بسند فیہ مجاھیل ومن طریق نعیم بن سالم وھو متھم وفی صفحہ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵ بسند جید بسند ضعیف بسند واہ بسند حسن۔ وفی ص۲۰۲ واخرج البخاری فی جزء التراجم بسند ضعیف جدا عن ابن عمر مرفوعًا وقد ذکرنا سابقا ان التصحیح والتضعیف

اور اسنے التزام کیا ہے کہ اپنی اس کتاب میں حدیث موضوع نہ ذکر کریگا۔ پس حدیث موضوع نہوگی اور سیوطی نے بھی التزام کیا ہے کہ جامع صغیر میں حدیث موضوع نہ درج کریگا۔

اور اقامۃ الحجۃ ص۱۱ میں عبد الحی لکھنوی نے سیوطی اور ابن حجر کو ایسے ثقات سے شمار کیا ہے کہ ان کی نقل کردہ حدیث بلا اسناد معتبر ہے اور تحقیق فاضل مذکور عبد الحی نے اپنے رسالہ زجر الناس علےٰ انکار اثر ابن عباس نبی کنبیکم الحدیث میں سکوت سیوطی سے استدلال کیا ہے اور سیوطی نے در منثور میں معتبرات سے سند لینے کا التزام کیا ہے چنانچہ در منثور جلد ۱ ص۲ طبع مصر میں ہے لکھا کہ مینے اس بڑی کتاب سے اس مختصر کو محض متن حدیث پر اکتفا کرکے اور حدیث کی نسبت وتخریج کتاب معتبر کی طرف کرکے ملخص کیا ہے۔ پس جس حدیث کو سیوطی نے غیر معتبر یا معلول دیکھا ہے اس کی تصریح کردی ہے اور سکوت جس جگہ کیا ہے وہ قابل احتجاج ہے، جیساکہ در منثور ج۱ ص۹۰ میں ہے کہ یہ صحیح الاسناد ہے لیکن شعبی نے عمر کو نہیں پایا اور در منثور جلد ۴ ص۲۴۲ میں ہے، اس حدیث کو حاکم نے صحیح کہا اور ذہبی نے ضعیف کہا ہے۔ اور جلد ۲ ص۱۵۳ میں ہے کہ بیہقی نے سند منقطع سے روایت کیا ہے۔ اور ص۱۵۹ میں ہے کہ بزار نے ابن عباس سے ان الذین اسلموا۔ الحدیث روایت کی ہے اور یہ بزار کی خطا ہے۔ (یہ امثلہ سیوطی کے بیان علل اور عدم سکوت کی ہیں کہ وہ کسی ضعیف حدیث پر سکوت نہیں کرتا) اور جلد ۱ ص۱۹۳ میں ہے طبرانی وابن مردویہ وابو نعیم نے حلیہ میں سند واہی سے روایت کیا۔ اور ص۹۶ میں ہے، ابن عساکر نے ایسی سند سے روایت کی ہے جس میں راوی مجہول ہیں۔ اور طریق نعیم بن سالم سے روایت کی ہے۔ مگر وہ متہم ہے۔ اور صفحہ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵ میں ہے کہ یہ سند جید ہے اور یہ سند ضعیف ہے اور یہ سند واہی ہے اور یہ سند حسن ہے۔ اور ص۲۰۲ میں ہے کہ بخاری نے جزو تراجم میں ایسی سند سے جو بہت ہی ضعیف ہے ابن عمر سے مرفوعًا روایت کیا ہے اور ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ تصحیح وتضعیف خصوصًا فی زماننا

توثیق سیوطی و ابن حجر و در منثور

امثلہ عدم سکوت سیوطی

والعمل على الكتب المعتمدة بتصريح المؤلفين باعتمادها ولا يخفى على المتبحرين ان الماهرين لهم ملكة خاصة حاصلة لتنقيد الحديث لكن فى زماننا لا يوجد من يقابل ويساوى ذكاء السلف وتقواه وعلمهم وان اجترء بعض معاصرينا المدعيين بعلم الحديث ومعهذا ايباحثون على الاسانيد ويعترضون على السابقين وهم لا يعلمون وقد اعتبرت اوائل اهل الجماعة على الكشف ف والملكة وقبول المعتمدين ايضا ولو كان الاسناد ضعيفا كما فى تدريب الراوى ص۱۵ قال بعضهم يحكم للحديث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم يكن له اسناد صحيح قال ابن عبد البر فى الاستذكار لما حكى عن الترمذى ان البخارى صحح الحديث البحر هو الطهور ماءه واهل الحديث لا يصححون مثل اسناده لكن الحديث عندى صحيح لان العلماء تلقوه بالقبول، الخ وقد يركب الحديث الضعيف على الاسناد الصحيح كما فى التدريب ص۴۸ كثيرا ما يكون الحديث ضعيفا او واهيا والاسناد صحيح يركب عليه كذا قال ابن عساكر۔ وفى هداية السائل للسيد الصديق ص۳۲۷ لا يلزم من صحة الاسناد صحة المتن كما تقرر فى علوم الحديث هذا الكلام البيهقى نقله السيوطى فى الحاوى وقال هو فى غاية الحسن وكذا فى نزهة النظر شرح نخبة الفكر لابن الحجر ص۴۱ او يأخذ حديثا ضعيف الاسناد فيركب له اسنادا صحيحا ليروج ذلك الحديث وفى شرحه وقد يذكر كلاما ما ليس له اصل كما يذكره اهل التعاويذ فى اسناد دعاء ونحوه

اور عمل ان معتبر کتابوں پر ہے جن کے مؤلفین نے معتمد ہونے کی تصریح کی ہے۔ اور مخفی نہیں ہے کہ فن کے ماہرین کو ایک خاص ملکہ حاصل ہوتا ہے، جس سے تنقید حدیث کی کر سکتے ہیں۔ لیکن فی زماننا ایسا کوئی معلوم نہیں ہوتا جو ذکاوت اور تقوی اور علم سلف کا مقابلہ کر سکے، اگرچہ ہمارے بعض ہمعصر مدعیان علم حدیث نے دلیری کی ہے کہ باوجود کم علمی کے اسناد احادیث پر پھر بھی بحث کرتے ہیں، اور اہل سلف بخاری جیسے معتبرین پر اعتراض کرتے ہیں، حالانکہ وہ خود کچھ جانتے ہی نہیں۔ اور تحقیق اہل جماعۃ کے متقدمین نے کشف اور ملکہ و قبول معتبرین پر بھی گرچہ حدیث ضعیف الاسناد بھی ہو اعتبار کیا ہے چنانچہ گذرا۔ تدریب الراوی ص۱۵ میں ہے۔ بعض علماء کا یہ مذہب ہے کہ جب حدیث کو لوگ قبول کریں گرچہ اسناد اس کا صحیح بھی نہ ہو، اس پر حکم صحت کا دیا جاتا ہے۔ ابن عبد البر نے استذکار میں کہا ہے ترمذی سے مروی ہے کہ بخاری نے حدیث البحر هو الطهور ماءه کو صحیح کہا ہے، اور اس جیسے اسناد کو اہلحدیث صحیح نہیں کہتے۔ لیکن میرے نزدیک حدیث (ترمذی) صحیح ہے کیونکہ علماء نے اسکو قبول کیا ہے۔ الخ۔ اور کبھی حدیث ضعیف کو صحیح اسناد پر سوار کیا جاتا ہے۔ جیساکہ تدریب الراوی ص۴۸ میں ہے۔ کہ بہت اوقات حدیث ضعیف یا واہی ہوتی ہے۔ اور اسناد اس کا صحیح ہوتا ہے۔ جس پر اس حدیث کو سوار کیا جاتا ہے ابن عساکر نے بھی اسیطرح کہا ہے۔

اور ہدایت السائل ص۳۲۷ میں ہے، اسناد کی صحت سے یہ ضروری نہیں کہ متن حدیث بھی صحیح ہو جیساکہ علم حدیث میں ذکر ہو چکا ہے یہ کلام بیہقی کی ہے جس کو سیوطی نے حاوی میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ کلام غایت درجہ کی احسن ہے اور اسی طرح نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص۴۱ میں ہے۔ بعض اوقات راوی ایسا بھی کرتا ہے کہ حدیث ضعیف الاسناد کو لیکر اسناد صحیح پر سوار کر لیتا ہے۔ تاکہ اس حدیث کو رواج دے۔ اور اس کی شرح میں ہے کبھی راوی ایسی کلام کو بیان کرتا ہے جس کا کوئی اصل نہیں ہوتا چنانچہ اہل تعویذ اسناد دعا وغیرہ میں بیان کرتے ہیں۔

ف کشف اور ملکہ اور قبول معتبرین سے حدیث ضعیف صحیح جانتے ہیں۔

ف کبھی اسناد صحیح پر حدیث ضعیف کو سوار کیا جاتا ہے۔

ف دیکھو میزان شعرانی ج۱ ص۲۶ طبع مصر و هذا الحديث وان كان فيه مقال (اى فى اصحابى كالنجوم) عند المحدثين فهو صحيح عند اهل الكشف اور دیکھو ص۵۴۷ کتاب ہذا ۱۲ مترجم۔

ویذکرون له اسناد اجل رجاله من اعاظم المحدثین منتهیا الیه علیه السلام او الی احد من اکابر امته کالخضر والحسن البصری والامام جعفر صادق وقد یذکر فی اٰخره ان من شك فی هذا کفر انتهی فالحدیث الذی نقله الثقات الذین لا یرجی منهم ان یسکتوا علی المتروك او المعلول او یستدلوا به فهو قابل للاحتجاج۔ وقد تتقوی الاحادیث الضعیفة بکثرة الطرق فتکون صحیحة او حسنة من شاء التوضیح فلیرجع الی مقدمة اشعة اللمعات للشیخ الدهلوی صـ۵ وفی اشعة للشیخ صـ۷ ماعبارته آنچه بعض گفته اند که طرق ضعف بضعف افاده نمی کند قوت را ظاهر الفساد است۔ وفی تدریب الراوی صـ۵۸ وفی تعقبات السیوطی علی موضوعات ابن الجوزی صـ۷ المتروك والمنکر اذا تعددت طرقه ربما یرتقی الی الحسن کذا فی نزهة النظر وقد اتفقوا علی ان فی الفضائل تقبل الاخبار الضعیفة ایضاً کذا فی الاجوبة الفاضلة صـ۴۱ وفی تدریب الراوی صـ۵۸ اذا وجد له طریق اٰخر فیه ضعف قریب محتمل ارتقی بمجموعه ذٰلك الی درجة الحسن۔ ولا یخفی ان اتفاق الکل علی صحة کتاب اوحدیث مما یشکل فکما ان علماء اهل الجماعة یستدلون من الکتب الصحیحة او الاحادیث الصحیحة عند المحدثین او سائر الذرائع للقبول فکذا نستدل علیهم لاثبات مدعائنا وانهم هم المختارون فی ترك الاحادیث الصحیحة

اور اس کے لئے بڑے بڑے محدثین کے معتبر رجال کا اسناد ذکر کرتے ہیں جو نبی صلعم تک یا کسی بزرگ امت تک مثلاً خضر و حسن بصری اور امام جعفر صادق ع تک پہونچتا ہے۔ اور کبھی اس کے آخر میں ذکر ہوتا ہے کہ جو اس میں شک کرے وہ کافر ہوگا انتہی۔ پس جو حدیث کہ اس کو ثقات نقل کریں جن سے امید نہیں ہوسکتی کہ متروک یا معلول پر سکوت کریں یا اس سے استدلال کریں تو ایسی حدیث قابل حجت ہے۔ اور کبھی ضعیف احادیث کثرت طرق کے سبب سے قوی ہو جاتی ہیں۔ تا اینکہ صحیح یا حسن کے درجے تک پہونچتی ہیں۔ جو اس کی توضیح چاہے مقدمہ اشعۃ اللمعات شیخ دہلوی صـ۵ کا مطالعہ کرے۔ اور اشعۃ اللمعات صـ۷ میں ہے کہ جو بعض نے کہا ہے کہ طرق ضعیفہ، ضعیفہ طرق کے ساتھ قوت کا فائدہ نہیں دیتے وہ ظاہر الفساد و قول مردود ہے۔ اور تدریب الراوی صـ۵۸ اور تعقبات سیوطی علیٰ موضوعات ابن الجوزی صـ۷ میں ہے کہ متروک اور منکر حدیث بھی جب طرق متعددہ سے مروی ہو تو بسا اوقات حسن کے درجہ تک پہونچتی ہے۔ اسی طرح نزہۃ النظر میں ہے۔ اور بتحقیق اہل تسنن نے اسپر اتفاق کیا ہے کہ فضائل میں اخبار ضعیفہ بھی مقبول ہیں۔ جیساکہ اجوبہ فاضلہ صـ۴۱ میں ہے۔

اور تدریب الراوی صـ۵۸ میں ہے جب ایک طریق حدیث کا ضعیف ہو اور اس کے ساتھ دوسرا ضعیف اسناد شامل ہو جائے جس کا ضعف نسبتاً کچھ کم ہو اور قریب احتمال صدق کے ہو تو مجموعی حیثیت سے حسن کے درجہ تک ترقی کر جاتا ہے۔

اور مخفی نہیں کہ کسی کتاب کی صحت یا حدیث کی صحت پر کل کا اتفاق تو سخت مشکل ہے۔ پس جیساکہ اہل جماعت کے علماء کتب صحیحہ یا احادیث صحیحہ بتصریح محدثین یا باقی ذرائع قبول سے استدلال کرتے ہیں تو ہم بھی اسیطرح اپنے مدعا کے ثابت کرنے میں انہی قواعد کی رو سے ان پر استدلال کرتے ہیں۔ اور وہ احادیث صحیحہ کے چھوڑنے

کثرت طرق سے صحت حدیث

فضائل میں حدیث ضعیف بھی مقبول ہے۔

ایک ضعیف طریق ضعیف کو قوت دیتا ہے

اہل جماعت حدیث صحیح کو مجبوراً اپنے قول کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔

۱؎ تفسیر عزیزی جلد اول صـ۱۴۶ قصہ ہاروت و ماروت میں ہے ہر چند احادیث این قصہ نامعتبر و واہی اند لکن تواتر روایات و ضعفا نیز موجب رجحان جہت صدق مے گردد الیضاً دیکھو شرح نخبۃ الفکر صـ۲۳ محشے مطبوعہ مجتبائی دہلی و تدریب صـ۱۵ دیکثرۃ طرقہ یصح و یحکم علیہ بانہ صحیح۔ الخ

کما قال الحافظ عبد العزیز پرھاروی
فی کوثر النبی ص فاعلم ان العلماء فیہ رای
فی تعارض الحدیث بقول الامام علی قولین
احدھما الاخذ بقول المجتہد حملا
علی انہ اطلع علی ھذ الحدیث فوجد
منسوخا او مرجوحا وھو مذھب عامۃ
من یتقلد۔ الخ۔
وفی حجۃ اللہ البالغۃ ص ومنھا ان جماعۃ
من الفقہاء زعموا انہ یجوز رد حدیث
یخالف القیاس من کل وجہ۔ الخ کما قال
الترمذی مع تصحیحہ حدیث الجمع بین
الصلوتین قال متروک العمل وقد اعترض
معاصرونا علی التفاسیر والتواریخ واتھموھم
بالکذب فعلیھم تبیان الصحاح ولعل التعصب
ھو الموروث فی ما بینھم کالامراض الموروثۃ
فما وافق آراءھم وطابق اھواءھم فھو
صحیح وما ورائہ باطل فھذا ھو ترجیح
بلا مرجح کما قالوا نؤمن ببعض ونکفر ببعض
بل قالوا انا وجدنا علیہ آباءنا وانا علی آثارھم
مقتدون۔ علی انہ لا یخلو احد من مفسریھم
ومؤرخیھم من ان یستدل بھذہ الکتب
کما لا یخفی۔ واذا استدل بھا الفریق
الثانی انکروا عن صحتھا ان ھذا
الاشئ عجاب۔ وان انکروا قول ثقۃ
بلا سند ایضا بطلت سلسلۃ الدین
باسرھا کما حقق عبد الحی فی رسائلہ
السبعۃ ان لا مدار علی الاسناد الصرف
بل لقبول العلماء وملکتھم دخل علی ان
جرح الاسناد لیس من مسند باسناد
صحیح

جیساکہ حافظ عبد العزیز پرھاروی نے کوثر النبی ص میں کہا ہے
جاننا چاہیئے کہ بتحقیق علماء ایکں جب حدیث امام کے قول کے
ساتھ معارض ہو دو قول رکھتے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ مجتہد کے
قول پر عمل کرنا چاہیئے۔ اس خیال پر کہ وہ اس حدیث پر مطلع
ہوا ہوگا اور اُسنے اسکو منسوخ یا مرجوح پایا ہوگا اور یہ مذہب عام
مقلدین کا ہے۔ الخ۔
اور حجۃ اللہ البالغۃ ص میں ہے۔ منجملہ اُن کے یہ ہے کہ فقہاء کی
جماعۃ کا یہ اعتقاد ہے جو حدیث من کل الوجوہ مخالف قیاس کی ہو
اُس حدیث کا رد کرنا جائز ہے۔ الخ۔ جیساکہ ترمذی نے بمعہ
تصحیح حدیث جمع بین الصلوتین کے کہا کہ یہ حدیث متروک العمل
ہے۔ اور تحقیق ہمارے ہمعصروں نے تفاسیر اور تواریخ پر
اعتراض کیا اور اُن کو کذب کی تہمت دی ہے۔ پس اگر یہ
سب جھوٹ ہیں تو ان پر لازم ہے کہ صحاح کا پتہ دیں۔ اور
جو تعصب اُن کے اندر امراض موروثہ کی طرح چلا آتا ہے
کہ جو کچھ اُن کے افکار کے موافق اور اُن کی اہواء کے مطابق ہو
وہ اُن کے نزدیک صحیح ہے۔ اور جو اُن کی خواہش کے
موافق نہ ہو وہ باطل جانتے ہیں۔ پس یہ ترجیح بلا مرجح ہے
جس طرح کہ کفار سے قرآن میں حکایت کی گئی ہے اُنہوں نے
کہا کہ ہم بعض کتاب کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے۔
بلکہ کبھی صرف یہ کہدیتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباواجداد کو اسی
مذہب پر پایا ہے۔ اور ہم اُنہی کی عادات کی پیروی کرنیوالے
ہیں۔ علاوہ اس کے کوئی انکا مفسر یا مورخ ایسا نہیں جو
انہی کتب مروجہ سے سند نہ لیتا ہو جیساکہ مخفی نہیں اور جب
فریق ثانی اُن کتب سے دلیل پکڑی تو یہ متعصبین ان کتب
کی صحت سے انکار کر دیتے ہیں۔ یہ بہت تعجب کا مقام ہے
اور اگر قول ثقہ سے بلا سند انکار کر دیں تو سلسلہ دین کا
بتمامہ باطل ہو جائیگا۔ جیساکہ عبد الحی نے اس کی تحقیق اپنے
رسائل سبعہ میں لکھی ہے۔ کہ صرف اسناد پر مدار نہیں بلکہ
قبول حدیث کے لئے قبول علماء اور اُن کے ملکہ کو دخل ہے
علاوہ بریں جرح اسناد کی خود مسند باسناد صحیح نہیں۔

فکیف نعلم ان کتب اسماء الرجال کلها مکتوبۃ بحضرۃ الرواۃ او معاصریهم بل یحتمل ان یکون الالزام والجرح من المخالف او من سماع المخالف وهو لا یعلم بنفسہ علم الیقین او کانا من متعصبی المذهب وهذا التسلسل ممکن جار علی کل راو وهلم جرا وهذا هو الباطل

فصل

فی توثیق الکتب

فالآن نکتب ههنا حال بعض الکتب التی اخذنا منها ونظهر توثیقها لتطمئن القلوب

اما السیوطی فقد سمعت حالہ آنفا (علی صفحۃ ۵۴۸) وهو الذی الف تفسیر الجلالین والدر المنثور والاتقان وقد قارب اربع مائۃ فصاعدا۔

واما تفسیر فتح البیان والدر المنثور وغیرهما فقال السید الصدیق فی فتح البیان ج ۱ ص ۱۳ واذکر الحدیث معزوا الی راویہ من غیر بیان حال الاسناد لانی اخذه من الاصول التی نقلت عنها کذلک کما یقع فی تفسیر ابن جریر والقرطبی وابن کثیر والسیوطی وبعید کل البعد ان یعلموا فی الحدیث ضعفا ولا یبینوه (ثم قال) واعلم ان تفسیر السیوطی المسمی بالدر المنثور قد اشتمل علی غالب ما فی تفسیرات السلف من التفاسیر المرفوعۃ الی النبی ص وتفاسیر الصحابۃ ومن بعدهم (ثم قال) وقد اشتمل هذا التفسیر (ای فتح البیان) منی علی جمیع ما تدعو الیہ الحاجۃ مما یتعلق بالتفسیر مع الاختصار وضممت الی ذلک فوائد لم تشتمل علیها

پس ہم کس طرح سمجھیں کہ کتب اسماء الرجال کل رواۃ کے روبرو لکھی گئی ہیں یا رواۃ کے معاصرین نے لکھی ہیں۔ بلکہ احتمال ہے کہ الزام اور جرح کسی مخالف نے لکھی ہو یا مخالف سے سُنکر لکھی گئی ہو اور خود جرح کنندہ کو علم الیقین حاصل نہو۔ یا جرح کنندہ کسی متعصب مذہب نے کی ہو اور یہ تسلسل ممکن ہے۔ اور ہر راوی اور جرح پر جاری ہوسکتا ہے اور وہ باطل ہے۔

فصل

توثیق کتب کے بیان میں

پس اب ہم اس جگہ حال بعض کتب کا جن سے ہم نے اس کتاب میں اخذ کیا ہے۔ لکھتے ہیں اور اُن کی توثیق ظاہر کرتے ہیں تاکہ ناظرین کا اطمینان قلب ہو جائے۔

لیکن سیوطی پس اُس کا حال تو ابھی سن چکا ہے۔ اور وہ ہی ہے جس نے تفسیر جلالین و در منثور و اتقان وغیرہ تقریباً چار صد کتب بلکہ زیادہ تالیف کی ہیں۔ (دیکھو کتاب ہذا ص ۵۴۷ لغایت ص ۵۴۸)

اور تفسیر فتح البیان و در منثور وغیرہ پس سید صدیق نے فتح البیان جلد ۱ ص ۱۳ میں کہا ہے میں حدیث کو اس تفسیر میں راوی کی طرف منسوب کرکے اسناد کا حال بیان نہ کرونگا۔ کیونکہ میں نے حدیث کو ایسے محکم بنیاد سے نقل کیا ہے جیسا کہ تفسیر ابن جریر و قرطبی و سیوطی سے۔ اور بہت بعید سے بعید ہے یہ کہ وہ مذکورین حدیث میں ضعف معلوم کریں اور پھر اس کو بیان نہ کریں (پھر کہا) اور جاننا چاہیئے کہ تفسیر در منثور سیوطی کی بتحقیق اکثر تفاسیر سلف کے مضامین کی جو تفاسیر نبوی ص تک مرفوع ہیں یا تفاسیر صحابہ اور تابعین تک پہونچتی ہیں سب کی جامع ہیں۔ (پھر کہا) اور یہ تفسیر فتح البیان باوجود اختصار کے جمیع ضروریات تفسیر کو شامل ہے۔ اور نیز اس میں مینے ایسے فوائد اضافہ کئے ہیں جو پہلی کتب اہل روایت میں نہیں تھے۔ اور ایسے ضروریات لکھدیئے ہیں جو خصوصاً مجھے معلوم ہوئے ہیں۔ جیسا کہ تصحیح یا تحسین یا تضعیف روایت کو بیان کیا ہے۔

اور اجوبہ فاضلہ مولوی عبدالحی لکھنوی ص ۲۴ و منہاج السنۃ ابن تیمیہ ج ۴

واما اهل العلم الكبار اصحاب التفاسير مثل تفسير محمد بن جرير الطبري وبقي بن مخلد وابن ابي حاتم وابي بكر المنذر وامثالهم فلم يذكروا فيها مثل هذه الموضوعات دع من هو اعلم منهم مثل تفسير احمد بن حنبل واسحاق بن راهويه بل ولا يذكر مثل هذا عبد بن حميد ولا عبد الرزاق ففي هذه العبارة كفاية للتفاسير لانه من اكابر افاضل متعصبي اهل الجماعة ففي الدرجة الاولى تفسير احمد بن حنبل وتفسير اسحاق بن راهويه وفي الدرجة الثانية تفسير ابن جرير وبقي بن مخلد وابن ابي حاتم وابي بكر المنذر وغيرهم ثم تفسير المعالم للعلامة البغوي قال في الخازن ان معالم التنزيل للبغوي موصوف بالاوصاف المحمودة لكنه طويل وفوقه او مساويه تفسير عبد بن حميد وعبد الرزاق ثم الثعلبي والنقاش والواحدي لكن روايتهم بالانفراد ليست بمعتبرة الا بالتقوية وللآخرين بالانفراد۔

قال الامام النووي في حق تفسير ابن جرير اجمعت الامة على انه لم يصنف مثله (محکمات ص۴۳)۔

في الطبقات لابن السبكي قال ابن خزيمة حين رأى تفسير ابن جرير ما اعلم على اديم الارض اعلم من محمد بن جرير وقال ابو حامد الاسفرائيني لو سافر رجل حتى يحصل له كتاب تفسير محمد ابن جرير لم يكن ذلك كثيرا (محکمات) هكذا في فتح البيان جلد اول ص۱ وزاد قال السيوطي في الاتقان وكتابه

لیکن بڑے اہل علم تبحر صاحب تفاسیر کے مثل تفسیر ابن جریر طبری اور بقی بن مخلد و ابن ابی حاتم و ابی بکر منذر اور امثال ان کے۔ پس یہ مذکورین اپنی تفاسیر میں ایسے موضوعات ذکر نہیں کرتے جو واحدی یا ثعلبی بعض جگہ ذکر کرتے ہیں۔ اور ان کا تو ذکر ہی ارفع و اعلیٰ ہے جو ابن ابی حاتم و بقی وغیرہ سے بہت بڑے علامہ ہیں۔ مثل تفسیر احمد بن حنبل و اسحاق بن راہویہ کے بلکہ واحدی و ثعلبی جیسی روایات ضعیفہ تو عبد بن حمید اور عبد الرزاق بھی ذکر نہیں کرتے۔ یعنے عبد بن حمید و عبد الرزاق کی روایات ثعلبی سے زیادہ معتمد و معتبر ہیں۔ پس اس عبارت میں توثیق تفاسیر مذکورہ کی کافی ہے۔ اسلئے کہ ابن تیمیہ بڑا افاضل متعصب اہل جماعت کا ہے۔ اور تفسیر احمد بن حنبل و اسحاق بن راہویہ کی ابن تیمیہ کے نزدیک اول درجہ میں ہیں اور دوم درجہ میں تفسیر ابن جریر و بقی بن مخلد و ابن ابی حاتم و ابی بکر منذر وغیرہ کی ہیں۔

پھر تفسیر معالم علامہ بغوی کی ہے۔ تفسیر خازن میں لکھا ہے کہ معالم التنزیل بغوی کی موصوف باوصاف حمیدہ ہے۔ لیکن طویل ہے۔ اور اس سے زائد یا اس کے برابر تفسیر عبد بن حمید و عبد الرزاق کی ہے۔ پھر تفسیر ثعلبی و نقاش و واحدی کی ہے لیکن ان تینوں کی روایت اکیلی بغیر تقویت کسی دوسری روایت کے معتبر نہیں۔ اور باقی اکیلے روایت کریں تو بھی معتبر ہیں۔

امام نووی نے بحق تفسیر ابن جریر کے لکھا ہے کہ امت نے اسپر اجماع کیا ہے کہ مثل تفسیر ابن جریر کے کوئی تفسیر تصنیف نہیں ہوئی (دیکھو محکمات ص۴۳)۔

طبقات ابن سبکی میں ہے ابن خزیمہ نے جب تفسیر ابن جریر کو دیکھا کہا میں پشت زمین پر محمد بن جریر سے کوئی زیادہ عالم نہیں جانتا اور ابو حامد اسفرائینی نے کہا ہے۔ اگر کوئی سفر طویل کر کے بھی کتاب تفسیر محمد بن جریر کو حاصل کرے تو حاصل کرنے کے مستحق ہے۔ وہ تکلیف بیفائدہ اور بہت نہیں ہے (محکمات) اسی طرح فتح البیان جلد اول ص۱ میں ہے۔ اور زیادہ کیا کہ سیوطی نے اتقان میں کہا ہے کہ تفسیر ابن جریر کی بہت اعلیٰ درجہ کی تفسیر ہے

سلہ منہاج السنۃ ج۴ ص۱۷۹ میں ہے کہ بغوی عالم بالحدیث ہے ثعلبی اور واحدی سے اعلم ہے اس کی تفسیر ثعلبی کی تفسیر سے مختصر ہے مگر بغوی نے کوئی حدیث موضوع نہیں لکھی ۱۲ مترجم۔

واعظمها فهو یفوق بذالک علی تفاسیر
الاقدمین انتهی ملخصا۔ و فی تاریخ
ابن خلکان ج ۱ صـ۵۶۲ ابوجعفر محمد بن جریر
الطبری کان من الائمة المجتهدین لم یقلد
احدا وکان ثقة فی نقله وتاریخه اصح التواریخ
واثبتها کذا فی الطبقات الکبرٰی للامام
عبدالوهاب بن السبکی بل انه اکثر و بالغ فی
مدحه۔ وما بعد هذه التفاسیر قد انتخبت
من هؤلاء کما یؤیده انتخاب الحافظ السیوطی
فی الاتقان والدر من تفسیر ابن جریر و
ابن ابی حاتم وابن مردویه وابی الشیخ وابن حبان
وفریابی و عبدالرزاق وابن المنذر وسعید بن منصور

جو تفاسیر متقدمین سے بھی فوق رکھتی ہے۔ انتہی ملخصا۔
اور تاریخ ابن خلکان طبع مصر جلد ۱ صـ۵۶۲ میں ہے۔ ابوجعفر
ابن جریر طبری ائمہ مجتہدین میں سے تھا۔ اور اُس نے کسی کی تقلید
نہیں کی اور نقل روایت میں ثقہ تھا۔ اور تاریخ اُس کی سب
کتب تواریخ سے زیادہ صحیح اور بہت مضبوط ہے۔ اسی طرح
طبقات کبرٰی امام عبدالوہاب بن سبکی میں ہے۔ بلکہ اُس نے
اس کی زیادہ مدح بیان کی ہے۔ اور مابعد ان تفاسیر کے
باقی تفاسیر انہی تفاسیر سے منتخب کی گئی ہیں۔ جیسا کہ حافظ سیوطی
کا اتقان و درمنثور میں تفسیر ابن جریر و ابن ابی حاتم وابن مردویہ
وابی الشیخ وابن حبان و فریابی و عبدالرزاق وابن المنذر
وسعید بن منصور و مستدرک حاکم و تفسیر ابن کثیر سے جو طبقہ میں
عبدالرزاق کے برابر ہے وغیرہ سے انتخاب کرنا اس کا مؤید ہے۔

۱؎ عبقات الانوار جلد ۲ صـ۱۵۷ حدیث ولایت میں ہے کہ نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں ابن جریر کے حق میں لکھا ہے کہ اس کی مشہور کتاب تاریخ الامم والملوک ہے۔ اور تفسیر میں ایسی کتاب ہے جس کی نظیر موجود نہیں۔ اور ابوالفرج معافی بن زکریا نہروانی معروف بابن طرار اس کے مذہب پر تھا جیسا کہ تاریخ ابن خلکان میں مرقوم ہے۔ اور ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں کہا ہے۔ محمد بن جریر امام علم فرد حافظ ابوجعفر طبری ایک بڑے اعلام اور صاحب تصانیف سے ہے۔ ابوبکر خطیب نے کہا ہے کہ ابن جریر ایک ایسا امام ہے جس کے قول پر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اور اُس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی معرفت و فضیلت کے سبب سے جلد کا رجوع اس کی طرف ہوتا تھا اسلئے کہ ہم رتبہ اس کا اسکے زمانہ میں کوئی نہیں تھا ۱۲ مترجم

۲؎ اسی طرح ذہبی نے عبر میں جو سنہ ۳۱۰ میں ہے کہا ہے۔ اور اسی طرح مروج الذہب مسعودی کے مقدمہ میں اور روضۃ المناظر بر حاشیہ کامل مطبوعہ مصر جلد ۱۱ صـ۱۹۳ میں ہے۔ کہ تاریخ ابی جعفر محمد بن جریر طبری کی انواع اخبار اور آثار اور اقسام علم کی جامع ہے۔ بہت مفید اور نافع کتاب ہے۔ اور کیسے نہ ہو کہ جب اس کا مؤلف فقیہ اور عابد زمانے کا تھا اعلام فقہاء اہصار کے اور حاملان سنن و آثار کے سب اس کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور وہ ایک فرد مجتہدین سے تھا۔ انتہی۔ اس کی توثیق بیان کتب تواریخ میں بھی آئندہ لکھی جائے گی ۱۲ مترجم۔

۳؎ توثیق تفسیر کبیر۔ استقصاء الافحام منہج ثانی جلد اول صـ۲۶ میں ہے۔ یافعی نے مرآۃ الجنان میں کہا ہے کہ امام کبیر علامہ نحریر اصولی متکلم مناظر مفسر صاحب تصانیف مشہورہ فی الآفاق امام فخر الدین رازی جس کی امام سراج الدین سکاکی خوارزمی نے اس طرح مدح کی ہے کہ وہ اپنے اہل زمانہ پر فوق رکھتا تھا اور اُس نے تصانیف مفیدہ فنون عدیدہ میں لکھی ہیں منجملہ ان کے تفسیر قرآن کی جو کبیر ہے۔ اور اس میں عجائب و غرائب مضامین ہیں جو ہر طالب علم کو خوش کرتے ہیں اور کل کتب مؤلفہ اسکی مفید ہیں اور مختلف بلاد میں منتشر ہوئی ہیں۔ اور لوگوں میں سعادت عظیمہ تقسیم ہوئی ہے (پھر کہا) کہ وہ امام عالم، فاضل مفسر محدث تھا۔ الخ اور طبقات تقی الدین سبکی میں فخر الدین کے حق میں لکھا ہے۔ کہ وہ امام دنیا کا علوم عقلیہ میں ہے اور یگانہ ائمہ کا علوم شرعیہ میں ہے۔ ناصر سنت حجۃ الاسلام۔ بحر العلوم امام الائمہ صاحب تفسیر کبیر کا ہے۔ الخ ۱۲ مترجم۔

۴؎ میزان الاعتدال حرف المیم صـ۳۵ میں ہے۔ محمد بن جریر طبری الامام ابوجعفر صاحب التصانیف الباہرہ مات سنة ۳۱۰ ثقة صادق فیه تشیع (تا یہ کہ کہا) لکن اقال السلیمانی فهذا رجم بالظن الکاذب بل ابن جریر من کبار ائمة الاسلام المعتمدین وما ندعی عصمته من الخطأ ولا یحل لنا ان نوذیه بالباطل والهوٰی یعنی ابن جریر کو سلیمانی نے تشیع کی نسبت دی ہے مگر یہ محض وہم ہے اور بدگمانی ہے ہرگز نہیں ہو سکتا کہ یہ نسبت اُس کی طرف صحیح ہو بلکہ ابن جریر ائمہ اسلام اور معتبرین سے ہے ہم اسکے لئے معصوم ہونیکا دعوے تو نہیں کرتے مگر ہمارے لئے یہ حلال نہیں کہ جھوٹی تہمت سے اس کو ایذا پہنچائیں۔ و فی معجم البلدان ج ۱ صـ۶۳ لم یکن الطبری رافضیا وانما حسدته الحنابلة فرموه بذلک ۱۲ مترجم۔

وهذا هو دستور في كل زمان ان المتأخرين ينتخبون من المتقدمين وبعضهم يلتزمون الاقوال الراجحة وتنقيد الروايات واسقاط الغير المعتبرة كما هو داب صاحب فتح البيان وجامع البيان والخازن والمظهري۔

في كشف الظنون لباب التاويل في معالم التنزيل للشيخ علاء الدين علي بن محمد بن ابراهيم البغدادي الصوفي المعروف بالخازن الخ (ثم قال) ان معالم التنزيل للبغوي موصوف بالاوصاف المحمودة لكنه طويل فانتخبه (اي الخازن) وضم اليه فوائد لخصها من كتب التفاسير بحذف الاسانيد وقد التزم المؤلف في تفسير الخازن ج ١ ص ٣ طبع مصر التصريح بصحة الروايات وحذف الاسناد ونقل قول معتمد فهو معتبر بكل وجه من انتخابه وتصريحه والتزامه القول المعتمد ومن شاء الاطمينان فليطالع مقدمته۔ فمن كذب من اهل الجماعة هؤلاء الكملاء والفضلاء فقد ضل واضل وجهل واجهل عن قواعدهم مع انهم يستدلون من هذه التفاسير والتواريخ كما لا يخفى على من طالع مفوهاتهم الواهية۔

واما التواريخ فما من اهل مذهب الا وقد يستدل بالتواريخ كيف لا وليس من اية ولا حديث ناسخ او منسوخ الا وانه موقوف على التاريخ والنسخ من اعاظم مسائل امور الدين واما رد التواريخ لكون الاختلاف فيها فمردود لكونه في التفاسير والاحاديث والفقه وغيرها فالانكار من التاريخ انكار التجاهل واما اهل الجماعة فمنهم من سعى في اخفاء التواريخ لئلا يظهر حالات ائمتهم وامرائهم كما قال ابن حجر المكي

اور یہی دستور ہر زمانہ میں ہے کہ متاخرین متقدمین کی کتب سے انتخاب کرتے ہیں۔ اور بعض التزام کرتے ہیں کہ اقوال راجحہ کو ہی درج کرینگے اور روایات کی تنقید کریں گے۔ اور روایات غیر معتبرہ کو نقل نہیں کرینگے۔ جیسا کہ طریقہ صاحب فتح البیان و جامع البیان و خازن و مظہری کا ہے۔

کشف الظنون میں ہے کہ لباب التاویل فی معالم التنزیل مؤلفہ شیخ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی صوفی معروف بہ خازن ہے الخ (پھر کہا) کہ معالم التنزیل بغوی کی موصوف باوصاف حمیدہ ہے۔ لیکن طویل ہے۔ اور خازن نے اُس کا انتخاب کیا ہے۔ اور دیگر فوائد کتب تفاسیر سے ملخص کر کے بحذف اسانید اضافہ کئے ہیں۔ اور مؤلف خازن نے تفسیر خازن جلد ۱ ص ۳ طبع مصر میں التزام صحت روایات کی بحذف اسناد تصریح کی ہے۔ اور التزام کیا ہے کہ اقوال معتبرہ نقل کریگا۔ پس وہ ہر وجہ سے بحیثیت انتخاب اور تصریح التزام صحت و قول معتمد کے معتبر ہے۔ اور جو اطمینان کرنا چاہے۔ وہ اس کتاب کا مقدمہ مطالعہ کرے۔

پس جو شخص اہل جماعت کا ایسے فضلاء اور کاملین کو جھٹلائے وہ خود بھی گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اور خود اُن کے قواعد سے جاہل ہوا اور دوسروں کو جاہل بنایا۔ باوجودیکہ وہ اہل جماعت خود انہی تفاسیر و تواریخ سے استدلال کرتے ہیں۔ جیسا کہ انکے مقولات واہیہ کے مطالعہ کرنے والے سے مخفی نہیں ہے۔

اور تواریخ پس کوئی اہل مذہب ایسا نہیں کہ تواریخ سے دلیل نہ لیتا ہو۔ کس طرح نہو حالانکہ کوئی آیت اور حدیث ناسخ اور منسوخ ایسی نہیں کہ تاریخ پر موقوف نہو۔ اور نسخ ایک بڑی مشہور مسائل ضروریہ دین سے ہے۔ اور تواریخ کا رد کرنا بسبب اختلاف روایات کے ہی مردود ہے کیونکہ یہی اختلاف تفاسیر اور احادیث اور فقہ وغیرہ سب میں ہے۔ پس محض تاریخ کی کتب سے انکار کرنا کار جاہلانہ ہے۔ اور اہل جماعۃ سے بعض ایسے ہوئے ہیں جو تواریخ چھپانے کی کوشش کرتے رہے ہیں تا کہ اُن کے پیشواؤں کے حالات ظاہر نہوں۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی نے

علمائے سنیوں کے حالات امیر ... بزرگوں کو چھپانے کی رسم

فی ترویح الجنان علی ہامش الصواعق ص۹۳/۹۴ طبع مصر کابن قتیبۃ مع جلالتہ القاضیۃ بان کان ینبغی ان لا یذکر تلک الظواہر فان ابی الا ذکرہا فلیبین جریانہا علی قواعد اہل السنۃ حتی لا یتمسک مبتدع او جاہل۔ الخ

فی التاریخ الکامل ج۱ ص۲ ولقد رأیت جماعۃً ممن یدعی المعرفۃ والدرایۃ ویظن بنفسہ التبحر فی العلم والروایۃ ویحتقر التواریخ ویزدریہا ویعرض عنہا ویلغیہا ظنا منہ ان غایۃ فائدتہا القصص والاخبار ونہایۃ معرفتہا الاحادیث والاسمار وہذا حال من اقتصر علی القشر دون اللب نظرہ واصبح مخشلبا جوہرہ ومن رزقہ اللہ طبعاً سلیما وہداہ صراطا مستقیما علم ان فوائدہا کثیرۃ ومنافعہا الدنیویۃ والاخرویۃ جمۃ غزیرۃ۔ الخ

ترویح الجنان برحاشیہ صواعق محرقہ طبع مصر ص۹۳/۹۴ میں کہا ہے مثل محدث ابن قتیبہ[1] کے کہ باوجود اُس کی بزرگی شان کے اُس کو لائق تھا کہ اتنے حالات کا ذکر ظاہر نہ کرتا۔ اور اگر اس سے انکار کرتا یعنے ضرور کچھ ذکر کرنا چاہتا تھا تو اس طرح بیان کرتا کہ اہل سنت جن قواعد پر بیان کرتے ہیں۔ تاکہ کوئی بے علم یا مبتدع اُن ہی سے دلیل نہ پکڑتا۔ الخ (یعنے اہل جماعۃ کے اعتقاد کے مطابق الفاظ کو تغییر دیکر مقصود کو ذرا تبدیل کر کے بیان کرتا)۔

تاریخ کامل جلد ۱ ص۲ میں ہے۔ علامہ ابن اثیر کہتے ہیں مینے ایک جماعت کو دیکھا ہے جو معرفت و درایت علوم کا دعوی اور اپنے نفس میں تبحر علم و روایت کا گمان کرتے ہیں۔ اور تواریخ کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور اس کو مٹانا چاہتے ہیں اور اُس سے روگردانی کرتے اور اُس کو لغو سمجھتے ہیں۔ اس گمان سے کہ زیادہ سے زیادہ فائدہ اس تواریخ سے قصص و اخبار کا ہے اور غایت اُس کی قصے کہانیاں سمجھہ لینا ہے (ابن اثیر کہتا ہے) یہی حالت اُس کی ہے جو محض پوست پر اکتفا کرتا ہے اور مغز کے معلوم کرنے سے اس کی نظر قاصر ہے اور وہ ایسا ہو گیا کہ دہوکہ میں آکر اسنے اصل گوہر کو کاٹ کر پھینکدیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جس کو طبع سلیم عطا فرمائی ہے۔ اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی ہے وہ سمجھہ لیتا ہے کہ تواریخ کے فوائد بہت ہیں۔ اور اسمیں منافع دنیا و دینیہ اخرویہ بہت بے شمار ہیں۔ الخ۔

[1] اس عبارت سے پہلے ابن حجر نے لکھا ہے جس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ ائمہ اصول کا اس پر اتفاق ہے کہ جو مشاجرات (جھگڑے) صحابہ کے درمیان ہوئے ہیں۔ اُن کا ذکر نہ کرنا چاہئے اور زبان کو روکنا چاہیے۔ اور اگر امام احمد بن حنبل اور باقی مسانید والے مجمع الزوائد وغیرہ میں باوجود اُن کے محافظ اسلام ہونے کے اُن مشاجرات کا ذکر نہ کرتے تو میں کبھی پسند نہ کرتا تہا کہ ذکر کروں۔ اور اس لئے بھی ذکر کرنا پڑا ہے کہ بعض محدثین نے جیسے ابن قتیبہ ہے باوجود فاضل ہونے کے ایسے حالات ظاہر لکھدیئے ہیں۔ جن سے مبتدع لوگ سند پکڑتے ہیں۔ اگر بہر صورت اُس کو بیان کرنا بھی تھا تو اہل سنت کے قواعد پر بیان کرتا تاکہ کسی کو اعتراض کا موقعہ نہ ملتا۔ اب اُس نے حالات کو ظاہر کرکے سوائے مضبوط اکابر اہل سنت کے دوسروں کو ضرر پہونچایا ہے۔ اور ظاہر حالات سے بعض لوگوں نے صحابہ کبیر کے ذمہ نقص لگائے ہیں جو ایمان میں خلل دیتا ہے۔ اور بہتان کی طرف مائل کرتا ہے۔ انتہی ملخصًا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن حجر نے کتاب امامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور اسی سے چکرایا ہے۔ ۱۲ مترجم

فی توثیق کتب التواریخ
والمناقب والحدیث

والآن نذکر توثیق بعض کتب التواریخ التی اخذ نامنها فی کتابنا ھذا. فاما تاریخ ابن خلکان وابن خلدون فلا حاجۃ لنا الی توثیقھما لانہ ما من معتمد من علماء اھل الجماعۃ من المتقدمین والمتأخرین الاو قد اخذ منھما واعتمد علیھما۔

واما تاریخ ابن جریر الطبری فقد مر شئی من حالہ وقال ابن خلکان فی وفیات العیون فی حقہ وکان ثقۃ فی نقلہ وتاریخہ اصح التواریخ واثبتھا وذکرہ الشیخ ابو اسحاق الشیرازی فی طبقات الفقہاء من المجتہدین کذا فی عبقات الانوار جلد ۱ صـ۸۶ تحت حدیث المدینۃ۔ وفیہ فی صـ۸۹ ناقلا عن السید الصدیق فی تاج المکلل وتاریخہ اصح التواریخ واثبتھا وقال ابن الاثیر الجزری فی التاریخ الکامل صـ۳ ج ۱ فابتدأت بالتاریخ الکبیر الذی صنفہ الامام ابو جعفر الطبری اذ ھو الکتاب المعول عند الکافۃ علیہ والمرجوع عند الاختلاف الیہ فاخذت ما فیہ من جمیع تراجمہ لم اخل بترجمۃ واحدۃ منھا (الی ان قال) وانما اعتمدت علیہ من بین المؤرخین اذ ھو الامام المتقن حقا الجامع علما وصحۃ اعتقاداً وصدقاً۔ الخ

توثیق کتب تواریخ ومناقب وحدیث کا بیان

اب ہم توثیق بعض کتب تواریخ کی ذکر کرتے ہیں جن سے ہم نے اس کتاب میں مضامین اخذ کئے ہیں۔ پس تاریخ ابن خلکانؔ[لہ] و ابن خلدون کے لئے بیان توثیق کی ہمیں حاجت نہیں کیونکہ کوئی معتمد اہل جماعت کے علماء سے ایسا نہو گا جس نے اُن سے سند نہ لی ہو۔ اور اُن پر اعتبار نہ کیا ہو۔

اور تاریخ ابن جریر طبری کا حال تو قدرے گذر چکا ہے اور ابن خلکان نے وفیات العیون میں لکھا ہے کہ ابن جریر نقل میں ثقہ تھا۔ اور تاریخ اُس کی بہت صحیح کتب تواریخ سے اور بہت زیادہ مضبوط ہے۔ اور اس کو شیخ ابو اسحاق شیرازی نے طبقات الفقہاء میں مجتہدین سے شمار کیا ہے۔ اسی طرح عبقات الانوار جلد اول صـ۸۶ حدیث مدینہ میں ہے۔ اور عبقات کے صـ۸۹ میں سید صدیق کی تاج المکلل سے منقول ہے کہ تاریخ ابن جریر کی اصح التواریخ واثبت التواریخ ہے۔ اور ابن اثیر جزری نے تاریخ کامل جلد ۱ صـ۳ میں کہا۔ میں نے پہلے تاریخ کبیر سے اخذ کرنا شروع کیا ہے۔ جس کو امام ابو جعفر طبری نے تصنیف کیا ہے۔ کیونکہ وہ ایسی کتاب ہے جس پر اکثر علماء کی مدار ہے۔ اور بوقت اختلاف مرجوع الیہ ہے۔ یعنے فیصلہ کے لئے اُس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اور میں نے اُس کے تمام تراجم لکھے ہیں۔ کوئی ترجمہ اُس کا میں نے ایسا نہیں چھوڑا جس سے کچھہ نہ لکھا ہو۔ (تا اینکہ کہا) اور میں نے ابن جریر پر دوسرے مورخین سے بڑھکر اسلئے اعتماد کیا ہے کہ وہ یقیناً امام اور بڑا ثقہ ہے۔ اور جامع علم احادیث وصحت احادیث کا ہے۔ وصدق اعتقاد کا بھی عامل ہے۔

لہ نمونہ کے طور پر ایک علامہ مشہور حنفی المذہب کا ابن خلکان کی تاریخ سے استدلال کرنا پورے پتہ سے لکھا جاتا ہے اور ویسے بے شمار علماء فحول اس کے خوشہ چین ہیں۔ علامہ ابن شحنہ حنفی نے روضۃ المناظر برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۱۲ صـ۱۵ میں تاریخ ابن خلکان سے سند لی ہے۔ اور اسی کتاب کے خطبہ کے اندر علامہ حنفی موصوف علم تاریخ کی مدح میں اس طرح لکھتے ہیں کان التاریخ باب حسن من العلم ۱۲ مترجم۔

وفی الطبقات الکبریٰ للامام السبکی ناقلاً عن الخطیب قال ابن جریر احد الائمۃ یحکم بقولہ ویرجع الیہ لمعرفتہ وفضلہ جمع من العلوم مالم یشارکہ فیہ احد من اھل عصرہ۔

وفی التحفۃ الاثنا عشریۃ فی کید الثانی والخمسین تاریخ کبیر محمد بن جریر طبری اصح التواریخ است

واما التاریخ الکامل فقال مؤلفہ فیہ ص۳ ج۱ الیٰ م. نقل الامن التاریخ المذکور (ای تاریخ ابن جریر) والکتب المشہورۃ ممن یعلم بصدقہم فیما نقلوہ وصحۃ ما دونوہ ولم اکن کالحاطب فی ظلماء اللیالی ولا کمن یجمع الحصباء واللآلی انتھی۔ فانہ التزم بصحۃ ما اورد۔

واما شواھد النبوۃ فقد الفہ عبد الرحمٰن الجامی مؤلف شرح الکافیہ فی النحو فی استقصاء الافحام ج۱ ص۱۰۰ فی خطبۃ تاریخ الخمیس عد شواھد النبوۃ من الکتب المعتبرۃ واخذ منہ وقد اخذ الشیخ الدھلوی منہ فی ما ثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ۔

واما تاریخ الخمیس وروضۃ الاحباب فقد قال سید الصدیق فی سلسلۃ العسجد فی ذکر مشائخ السند ص۱۰۹ فہما من الکتب المرضیۃ فی التاریخ۔ تاریخ الخمیس فی احوال النفس نفیس للشیخ حسن بن محمد بن الحسن الدیاربکری وقال فی ص۶ وبالفعل نسخہ صحیحہ روضۃ الاحباب میر جمال الدین محدث حسینی اگر بہم رسد بہتر از ہمہ تصانیف ایں باب ہست۔ انتھی ملخصاً

وایضاً کتاب روضۃ الاحباب فھو من تالیف جمال الدین المحدث قد اخذ منہ اکابر علماءھم وما انکر علیہ احد فان الشیخ الدھلوی قد اخذ منہ فی مدارج النبوۃ

اور طبقات کبریٰ امام سبکی میں خطیب سے ناقلاً لکھا ہے۔ کہ ابن جریر منجملہ اُن ائمہ کے ہے جس کے قول پر فیصلہ کیا جاتا ہے اور اُس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ صاحب معرفت وفضیلت کا ہے۔ اور علوم کا ایسا جامع ہے کہ کوئی ہمعصر اُس کا اُسکے برابر نہیں ہے۔ (دیکھو ترجمۃ المؤلف تفسیر طبری وتاریخ طبری)

اور تحفہ اثنا عشریہ کید ۵۲ میں ہے کہ تاریخ کبیر محمد بن جریر طبری کی اصح التواریخ ہے۔

اور تاریخ کامل پس اُس کے مؤلف نے اُس کے ص۳ جلد۱ میں لکھا ہے کہ مینے تاریخ مذکور یعنی تاریخ ابن جریر کے ماسوا اور بجز کتب مشہورہ کے جن کا صدق اُن کی نقل اور تحریر میں معلوم ہے اور کسی سے نقل نہیں کیا۔ اور مینے ایسا نہیں کیا جیسا کہ کوئی رات اندھیری میں لکڑی تر وخشک ہر طرح کی جمع کرنیوالا ہو۔ اور نہ مثل اُس کی جو موتیوں اور کنکروں کو جمع کرے۔ انتہےٰ۔ پس اس نے بھی التزام صحت روایات مندرجہ کتاب خود کا کیا ہے۔

اور شواہد النبوۃ مؤلفہ مولوی جامی۔ پس استقصاء الافحام جلد اول ص۱۰۰ میں لکھا ہے کہ خطبہ تاریخ خمیس میں شواہد النبوۃ مولوی جامی کو کتب معتبرہ سے شمار کیا ہے اور اُس سے عبارتیں نقل کیں۔ اور شیخ عبد الحق دہلوی نے ماثبت بالسنۃ میں شواہد النبوۃ سے سند لی ہے۔ (دیکھو ماثبت ص۵۴)

اور تاریخ خمیس وروضۃ الاحباب۔ پس سید صدیق حسن خان صاحب نے سلسلۃ العسجد فی ذکر مشائخ السند ص۱۰۹ میں کتب تاریخ سے اپنی پسندیدہ کتب میں ان دو کو شمار کیا ہے۔ تاریخ خمیس فی احوال انفس نفیس مؤلفہ شیخ حسن بن محمد بن حسن دیاربکری کی ہے۔ اور ص۶ میں کہا ہے کہ بالفعل نسخہ صحیحہ روضۃ الاحباب میر جمال الدین محدث حسینی کا اگر بہم پہونچے تو تمام تصانیف سے تواریخ میں بہتر ہے۔ انتہےٰ ملخصاً۔

اور نیز کتاب روضۃ الاحباب تالیف جمال الدین محدث سے اکابر علماء اہل جماعۃ نے سند لی ہے۔ اور کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ اور شیخ عبد الحق دہلوی نے مدارج النبوۃ میں

خمسين مرة فصاعداً واستحسنه وأيضاً عدّه في التحفة الاثنا عشرية في الباب العاشر في بحث عسكر اسامة من الكتب المعتبرة۔

وقد اخذ من الجمال المحدث علي المتقي۔ في كنز العمال ج۱ ص۲۹۹ بهذه العبارة۔ قال الحافظ شمس الدين الجزري في كتاب اسنى المطالب في مناقب علي ابن ابي طالب اخبرنا شيخنا الامام المحدث جمال الدين محمد بن يوسف۔ الخ

وعد في التحفة الاثنا عشرية تاريخ روضة الصفا وحبيب السير من الكتب المعتبرة۔

واما جواهر العقدين في فضل الشرفين فالفه نور الدين علي السمهودي الشافعي واخذ منه عبد الحي في فتاواه ج۱ ص۳۶۲ وفي مقامات كثيرة وعبيد الله الامرتسري في ارجح المطالب والسيد الصديق في هداية السائل ص۵۳ وفي كتاب سلسلة العسجد ص۶۶ وارتضاه واستند به وفي جذب القلوب للشيخ الدهلوي ص۱۲۴۔

از انجملہ مؤلفات سید عالم کامل اوحد العلماء الاعلام عالم مدینہ خیر الانام نور الدین علی بن السید الشریف عفیف الدین عبد اللہ بن احمد الحسینی السمہودی

پچاس سے زیادہ مرتبہ اُس سے سند لیکر پسند کیا ہے۔ اور تحفہ اثنا عشریہ کے باب دسویں بحث لشکر اسامہ میں روضۃ الاحباب[51] کو کتب معتبرہ سے شمار کیا ہے۔ اور جمال الدین محدث صاحب روضۃ الاحباب سے علی متقی نے کنز العمال جلد ۱ ص۲۹۹ میں بایں عبارت سند لی ہے کہ حافظ شمس الدین جزری نے کتاب اسنی المطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب میں کہا ہمکو خبر دی ہے شیخ امام محدث جمال الدین محمد بن یوسف نے۔ الخ۔

اور تحفہ اثنا عشریہ میں تاریخ روضۃ الصفا و حبیب السیر[52] کو کتب معتبرہ سے شمار کیا ہے۔

اور جواہر العقدین فی فضل الشرفین جس کو نور الدین علی سمہودی شافعی نے تالیف کیا ہے۔ اُس سے چند مقامات فتاوی میں عبد الحی لکھنوی نے سند لی ہے دیکھو فتاوی جلد ۱ ص۳۶۲ وغیرہ۔ اور دیکھو ارجح المطالب۔ اور سید صدیق نے ہدایۃ السائل ص۵۳ میں اور سلسلۃ العسجد ص۶۶ میں اُس سے سند لی ہے اور اُس کو پسند کیا ہے۔ اور شیخ عبد الحق دہلوی نے جذب القلوب ص۱۲۴ میں اُس سے سند لی ہے۔ اور اس طرح مدح کی ہے کہ از اں جملہ مؤلفات سید عالم۔ کامل۔ یگانہ علماء بزرگ عالم مدینہ خیر الانام نور الدین علی بن سید شریف عفیف الدین عبد اللہ بن احمد حسینی سمہودی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ہیں۔

---

[51] استقصاء الافحام جلد اول ص۱۰۱ میں روضۃ الاحباب کی توثیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کتاب سے ملا علی قاری نے مرقاۃ میں اور دیار بکری نے تاریخ خمیس میں اور عبد الحق دہلوی نے مدارج النبوۃ میں اور نیز رجال مشکوٰۃ ترجمہ نسائی میں اور شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں سند لی ہے۔ ۱۲ مترجم

[52] عبقات الانوار ص۲۷۳ حدیث ولایت میں ہے۔ کہ کشف الظنون میں ہے۔ حبیب السیر فی اخبار افراد البشر فارسی مؤلفہ غیاث الدین بن ہمام الدین المدعو بخاند امیر محمد کی ہے۔ اور وہ بڑی تاریخ ہے جس کو مؤلف نے اپنے والد کی تاریخ روضۃ الصفا سے ملخص کرکے بنایا ہے۔ اور اسپر ایزاد بھی کیا ہے۔ اور آخر یہ کتاب حبیب السیر بالتماس خواجہ حبیب اللہ کے سنہ ۹۲۷ھ میں تالیف کی اور اُس کے تین بڑے مجلدات ہیں۔ اور وہ کتب معتبر و نفع دہندہ سے ہے۔ اور عبقات ص۵۴۱ حدیث ولایت میں ہے کہ کشف الظنون میں ہے روضۃ الصفا فی سیرۃ الانبیاء والملوک والخلفاء فارسی امیر خاوند مورخ محمد بن خاوند شاہ متوفی سنہ ۹۰۳ھ اُس کے دیباچہ میں ہے کہ اُس کے احباب نے التماس کی کہ ایک کتاب منقح یعنی تنقیح شدہ اخبار انبیاء و ملوک و خلفاء کی لکھی جائے تب آخر یہ کتاب بحسب التماس اپنے احباب کے لکھکر تیار کی۔ ۱۲ مترجم۔

وَاما **الرياض النضرة** فالفه المحب الطبری الشافعی كماذكره السيد الصديق فی كتابه سلسلة العسجد فی كتب المناقب المعتبرة واستند به غيره وقد اقر باعتماده علی القاری فی شرحه للقصيدة الامالی ص۳۲ واستند به الشيخ الدهلوی فيما ثبت بالسنة فی ايام السنة ص۱۵۲ و عبد العزيز الدهلوی فی فتاواه ص۱۴۳ و الحافظ ابن الحجر فی فتح الباری ج۲ ص۹۶ بقوله قال المحب الطبری حققه۔ وفی ص۸۹ قال المحب الطبری معناه۔الخ واستند به القاری فی المصنوع فی الاحاديث الموضوع ف۴۰ وقد عد الحافظ السيوطی فی السبل الجلية فی اٰباء العلية ص۶ من حفاظ الحديث وائمته المحب الطبری والحافظ ابابكر الخطيب البغدادی والحافظ ابا القاسم ابن عساكر والحافظ اباحفص بن شاهين والحافظ ابا القاسم السهيلی۔

اسماء حفاظ حدیث

وَاما كتاب **مطالب السئول** فی مناقب اٰل الرسول من مؤلفات العلامة كمال الدين محمد بن طلحة الشافعی فقد ذكره العلامة اليافعی فی مراٰة الجنان الكمال محمد بن طلحة النصيبی المفتی الشافعی وكان رئيسا محتشما بارعا فی الفقه۔الخ وكتب ابن الجماعة فی طبقات الفقهاء الشافعية محمد بن طلحة بن محمد بن الحسن الشيخ كمال الدين مصنف كتاب العقد الفريد صدر الرؤساء المعظمين وقد اخذ منه السيد الصديق فی تشريف البشر بذكر الائمة الاثنی عشر ص۲۵/۱۱۳۔ وَاما كتاب الخصائص للنسائی فقد اعترف الكملاء بانه له قاله ابن خلكان فی وفيات الاعيان فی ترجمة النسائی ج۱ ص۲۱ وكذا قال ابو الفداء فی كتاب المختصر فی اخبار البشر فی ترجمة النسائی۔ وابو الحجاج المزی فی تهذيب الكمال فی ترجمة النسائی والذهبی فی تذكرة الحفاظ

اور **ریاض النضرہ** پس اسکو محب طبری شافعی نے تالیف کیا ہے جس کو سید صدیق نے اپنی کتاب سلسلۃ العسجد میں کتب مناقب معتبرہ میں شمار کیا ہے۔ اور سوا اس کے باقی نے بھی اس سے سندلی ہے اور اس کے معتمد ہونے کا ملا علی قاری نے شرح قصیدہ املی ص۳۲ میں بھی اقرار کیا ہے۔ اور شیخ دہلوی نے ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ ص۱۵۲ میں اور شاہ عبد العزیز دہلوی نے اپنے فتاوی ص۱۴۳ میں سندلی ہے۔ اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری ج۲ ص۹۶ میں اس لفظ سے کہا ہے کہ محب طبری نے تحقیق کی ہے۔ الخ اور ص۱۰۹ میں کہا ہے کہ محب طبری نے کہا کہ معنے اس کا۔ الخ یعنی اس سے سندلی ہے۔
اور ملا علی قاری نے احادیث موضوعہ ص۴۰ میں سندلی ہے۔
اور حافظ سیوطی نے السبل الجلیہ فی آباء العلیہ ص۶ میں محب طبری و ابوبکر خطیب بغدادی و ابو القاسم بن عساکر و ابو حفص بن شاہین و ابو القاسم سہیلی کو حافظان حدیث و ائمہ حدیث سے شمار کیا ہے۔
اور کتاب **مطالب السؤل** فی مناقب آل الرسول مؤلفات علامہ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی سے ہے۔ بتحقیق اس کو علامہ یافعی نے مرأۃ الجنان میں کہا کہ کمال محمد بن طلحہ نصیبی مفتی شافعی رئیس باحشمت اور فقہ میں سب سے بڑا فاضل تھا۔ الخ۔ اور ابن جماعۃ نے طبقات الفقہاء شافعیہ میں لکھا ہے کہ محمد بن طلحہ بن محمد بن حسن شیخ کمال الدین مصنف کتاب العقد الفرید کا صدر رؤساء معظمین کا تھا۔ اور تحقیق اس سے سید صدیق نے تشریف البشر بذکر الائمۃ الاثنا عشر ص۲۵ و ۱۱۳ میں سندلی ہے۔
اور کتاب **خصائص نسائی** پس تحقیق جید فضلاء اور علماء کاملین نے اعتراف کیا ہے کہ خصائص نسائی امام نسائی کی تالیف ہے اس کو ابن خلکان نے وفیات الاعیان ص۲۱ جلد ۱ طبع مصر میں بذیل ترجمہ نسائی صاحب سنن کے تحریر کیا ہے۔ اور اسی طرح ابو الفداء نے کتاب المختصر فی اخبار البشر میں نسائی کے ترجمہ میں بیان کیا ہے۔ اور اسی طرح ابو الحجاج مزی نے تہذیب الکمال ترجمہ نسائی میں لکھا ہے۔ اور ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں

بترجمۃ النسائی نقلاً عن المامونی و ابن الوردی فی تتمۃ المختصر و صلاح الدین صفدی فی الوافی بالوفیات والیافعی فی مرأۃ الجنان و ابن حجر فی تہذیب التہذیب و عبد الرؤف المناوی فی فیض القدیر و عبد الحق الدہلوی فی رجال المشکوٰۃ۔

و فی فتح الباری ج ۳ جزء ۱۴ ص ۳۹۸ طبع دہلی واوعب من جمع مناقبہ (ای مناقب علی) من الاحادیث الجیاد النسائی فی کتاب الخصائص۔

و فی خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال للامام العلامۃ الحافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی الانصاری ص ۲ طبع بولاق مصر و خصائص علی لہ (ای للنسائی) (ص) و مسند علی لہ (عس)۔ اقول وقد جرح النسائی علیہ الرحمہ فی خصائصہ ص ۵۲ علی عمران بن حبان بقولہ لیس بقوی فی الحدیث ولم یسکت فہذا ہو الدلیل الواضح علی ان سکوتہ قابل للاحتجاج۔ و اما کتاب **الامامۃ والسیاسۃ** فہو لعبد اللہ بن مسلم بن قتیبۃ ہو علامۃ الوری و ما من معتمد من اہل الجماعۃ الا و قد استدل بقولہ کما لا یخفیٰ علی من لہ نظر وسیع فی الکتب۔ و فی وفیات الاعیان ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری وقیل المروزی النحوی اللغوی صاحب کتاب المعارف و ادب الکاتب کان فاضلاً ثقۃ۔ الخ و ہکذا قال الیافعی فی مرأۃ الجنان وقائع سنۃ ست وسبعین ومائتین و اخذ منہ ابن حجر فی فتح الباری فی مواضع منہا فی ص ۱۰۹ ج ۲۷ بقولہ و اجیب بما قال ابن قتیبۃ لو شاء اللہ لکان ذلک۔ الخ۔

بذیل ترجمہ نسائی مامونی سے نقل کیا۔ اور ابن الوردی نے تتمہ المختصر میں اور صلاح الدین صفدی نے وافی بالوفیات اور یافعی نے مرأۃ الجنان اور ابن حجر نے تہذیب التہذیب اور عبد الرؤف مناوی نے فیض القدیر اور عبد الحق دہلوی نے رجال مشکوٰۃ میں تصدیق کی ہے۔ اور فتح الباری شرح بخاری ج ۳ جزء ۱۴ ص ۳۹۸ طبع دہلی میں ہے، کہ جملہ مناقب علیؑ کو امام نسائیؒ نے خصائص میں احادیث جیدہ سے جمع کیا ہے۔

اور خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال مؤلفہ امام علامہ حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ خزرجی انصاری صفحہ ۲ مطبوعہ بولاق مصر میں ہے، کہ کتاب خصائص علی امام نسائیؒ کی علامت ہے (ص) اور مسند علی بھی انہی کا جس کی علامت (عس) ہے میں کہتا ہوں (قول مؤلف) کہ امام نسائیؒ نے اپنی کتاب خصائص میں موقعہ جرح پر جرح کی ہے اور سکوت نہیں کیا چنانچہ ص ۵۲ میں مثلاً عمران بن ابان پر کہا ہے کہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔ پس یہ دلیل واضح ہے کہ سکوت نسائی کا قابل حجیت ہے۔ اسلئے کہ وہ مجروح پر سکوت نہیں کرتا۔

اور کتاب امامۃ والسیاستہ مؤلفہ عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری کی ہے۔ لوگوں میں علامۃ الناس مشہور ہے اور کوئی معتمد اہل جماعۃ کا ایسا نہیں جس نے اس سے استدلال نہ کیا ہو۔ جیساکہ وسیع النظر کتب پر مخفی نہیں ہے۔ وفیات الاعیان میں ہے ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری اور کہا گیا ہے کہ مروزی ہے نحوی۔ لغوی صاحب کتاب معارف و ادب الکاتب کا فاضل اور ثقہ تھا۔ الخ اور اسی طرح یافعی نے مرأۃ الجنان وقائع ۲۷۶ھ میں لکھا ہے۔ اور ابن حجر نے فتح الباری میں چند مقامات پر اس سے سند لی ہے۔ منجملہ ان کے جلد ۲ ص ۱۰۹ میں سے ایک اس اعتراض کا اس طرح جواب دیا جاتا ہے۔ جو ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ اگر خدا چاہتا تو اس طرح ہو جاتا۔ الخ

[1] مقدمہ مروج الذہب مسعودی برحاشیہ کامل میں ہے۔ عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری وہ ہے جس کی بہت کتابیں تالیف شدہ ہیں اور تصانیف اس کی وسیع ہیں جیساکہ کتاب المعارف جس سے نووی وغیرہ نے اخذ کیا ہے اور بہت کتابیں اس کی تالیفات سے ہیں ۱۲ مترجم۔

وکذا مدح ابن الاثیر الجزری فی جامع الاصول وزاد کان ثقة دینًا فاضلا صاحب التصانیف المشهورة الکثیرة فی غریب القرآن ومشکله وغیر ذلك من الکتب المعروفة الخ۔ وکذا قال النووی فی تهذیب الاسماء وزاد فی مؤلفاته غریب الحدیث ومختلف الحدیث وغیرهما کذا قال الذهبی فی میزان الاعتدال قال کان ثقة دینا فاضلا وکذا قال السیوطی فی بغیة الوعاة۔

اقول واما کتابه المذکور فهو من تصانیفه بغیر ریب کما ان الحکم لسائر الکتب المشهورة المنسوبة الیه والی غیره مع انه لم یشك فیه احد علی ان مصر مدینة المطابع لکتب اهل الجماعة فهو معیار لمعرفة الکتب ومرکز للعلماء فسکوتهم دلیل للصحة ویؤیده ما قال العلامة عمر بن محمد بن محمد بن ابی الخیر محمد بن محمد بن عبد الله بن فهد فی کتاب اتحاف الوری ان فی الامامة والسیاسة للعلامة ابن قتیبة هکذا۔ ومدح العلامة السخاوی فی الضوء اللامع عمر بن فهد مدحا بلیغا وقد اثبت الفاضل الجلبی فی کشف الظنون ان اتحاف الوری من تالیف عمر بن فهد وفی اتحاف الوری قال العلامة عمر بن فهد فی وقائع

سنہ ۹۳ھ

اور اسی طرح ابن اثیر جزری نے جامع الاصول میں اس کی مدح لکھی ہے۔ اور زیادہ کیا کہ ابن قتیبہ ثقہ دیانتدار اور فاضل تھا۔ صاحب تصانیف مشہورہ کثیرہ کا ہے۔ جو غریب القرآن اور مشکل القرآن وغیرہ کتب معروفہ اسی کی ہیں۔ اور اسی طرح نووی نے تہذیب الاسماء میں لکھا۔ اور زیادہ کیا کہ اُس کے مؤلفات سے غریب الحدیث اور مختلف الحدیث وغیرہ بھی ہیں۔ اسی طرح ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا اور کہا کہ وہ ثقہ دیانتدار فاضل تھا۔ اور اسی طرح سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں کہا ہے۔

میں کہتا ہوں (قول مؤلف) کہ کتاب مذکور یعنے امامۃ والسیاسۃ بلا شک اُسی کی تصنیف شدہ ہے جیسا کہ سائر کتب منسوبہ مشہورہ کی نسبت اُس کی طرف یا دیگر مولفین کی طرف ہے۔ اسی طرح اس کی نسبت بھی اس کی طرف ہے، باوجود اس کے کہ کسی نے سوائے متعصب خوارج کے اس میں شک نہیں کیا۔ اور علاوہ اس کے مصر جو بڑا شہر مطابع کتب اہل جماعت کا ہے وہ بھی معیار معرفت کتب کے لئے ہے۔ جس کی طرف وہ منسوب کر کے طبع کرتے ہیں وہی صحیح نسبت ہوتی ہے۔ نیز وہ شہر مرکز علماء کا ہے پس علماء کا سکوت بلکہ اون کا تصدیق کرنا دلیل صحت نسبت کی ہے۔

اور قول علامہ عمر بن محمد بن محمد بن ابی الخیر محمد بن محمد بن عبد اللہ بن فہد کا کتاب اتحاف الوریٰ میں کہ امامۃ والسیاسۃ جو مؤلفہ علامہ ابن قتیبہ کی ہے الخ یعنی اُس سے استدلال کیا۔ اسی کی تائید کرتا ہے۔ کہ امامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ کی تالیف سے ہے۔

اور علامہ سخاوی نے ضوء لامع میں عمر بن فہد کی مدح بلیغ لکھی ہے اور فاضل چلپی نے کشف الظنون میں ثابت کیا ہے کہ اتحاف الوریٰ تالیف عمر بن فہد کی ہے اور اتحاف الوریٰ میں علامہ عمر بن فہد نے وقائع سنہ ۹۳ھ میں اس طرح

قال ابو محمد عبد الله بن مسلم بن قتیبہ فی کتاب الامامۃ والسیاسۃ الخ وان شئت مزید تفصیل فعلیک باستقصاء الافحام واستیفاء الانتقام فی نقض منتہی الکلام المجلد الثانی من المنہج الثانی ص۱۰۷ الی ص۱۲۷۔

وفی حیوٰۃ الحیوان ج۱ ص۴۹ قال ابن قتیبۃ وافتتح فی ایامہ (ای ایام عثمان) الاسکندریہ الخ وقال ابن حجر المکی فی ترویح الجنان ص۹۴ کان ابن قتیبۃ مع جلالتہ القاضیۃ۔ الخ وقال السیوطی قال ابن قتیبۃ ونقلہ فی الاغانی وقال ما ذلک بمنکر۔ الخ واستند النودی بابن قتیبۃ فی شرح المسلم ج۲ ص۲۶۹ بقولہ قال ابن قتیبۃ فی المعارف قال وھب بن منبہ الخ واما کتاب عقد الفرید فقد قال ابن خلکان فی تاریخہ ج۱ ص۳۲ طبع مصر ابن عبد ربہ صنف کتابہ العقد وھو من الکتب الممتعۃ۔

واما کتاب حیوٰۃ الحیوان ففی الصواعق المحرقۃ ص۱۰۸ کذا ذکر ذلک کلہ الدمیری فی حیوٰۃ الحیوان۔ الخ فعلم منہ انہ معتمد عندہ مع ان ابن حجر المکی متعصب فی المذہب والف ھذا الکتاب فی رد الشیعۃ فالمعتمد عندہ معتمد عند اہل الجماعۃ مطلقاً

کہ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ نے کتاب امامۃ والسیاسۃ میں اس طرح کہا۔ الخ۔ اور اگر تو مزید تفصیل چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ استقصاء الافحام واستیفاء الانتقام فی نقض منتہی الکلام مجلد ثانی من المنہج الثانی ص۱۰۷ لغایت ص۱۲۷ کا ملاحظہ کریں۔

اور حیوٰۃ الحیوان جلد ۱ ص۴۹ میں ہے۔ ابن قتیبہ کہتا ہے ایام عثمان میں اسکندریہ فتح ہوا۔ الخ۔

اور ابن حجر مکی نے ترویح الجنان[۱] ص۹۴ میں لکھا مثل ابن قتیبہ کے باوجود اس کی بزرگی شان مسلم کے۔ الخ

اور سیوطی نے کہا ابن قتیبہ کہتا ہے۔ اور اس کو اعانی میں اُس نے نقل کیا اور کہا کہ یہ ناپسند نہیں ہے۔

اور نووی نے ابن قتیبہ کے قول سے شرح مسلم ج۲ ص۲۶۹ میں سند لی بایں قول کہ ابن قتیبہ نے معارف میں لکھا ہے کہ وہب بن منبہ نے کہا ہے۔

اور کتاب عقد الفرید کے حق میں تاریخ ابن خلکان جلد ۱ ص۳۲ طبع مصر میں لکھا ہے کہ ابن عبد ربہ نے کتاب عقد الفرید تصنیف کی اور وہ کتب نافع سے ہے۔

اور کتاب حیوٰۃ الحیوان[۲]۔ پس صواعق محرقہ ص۱۰۸ میں ابن حجر نے اس سے سند لی ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کل مضمون کو دمیری نے حیوٰۃ الحیوان میں ذکر کیا ہے۔ الخ اس سے معلوم ہوا کہ ابن حجر کے نزدیک وہ کتاب معتبر ہے باوجود اس کے کہ ابن حجر مکی اپنے مذہب میں متعصب ہے اور وہ کتاب اسنے رد شیعہ میں تالیف کی ہے۔ سو جو اُس کے نزدیک معتمد ہے وہ اہل جماعت کے نزدیک مطلقاً معتمد ہے

۱؎ ابتدا مضمون توثیق تواریخ میں ابن حجر کی ترویح الجنان سے حاشیہ کتاب ہذا ص۵۵۶ پر لکھا جاچکا ہے کہ ابن حجر نے ابن قتیبہ کے تاریخی حالات ظاہر کرنے پر افسوس ظاہر کیا ہے جس سے ظاہر بلکہ اظہر ہوا کہ اُس نے امامۃ والسیاسۃ کو ابن قتیبہ کی تالیف تسلیم کیا ہے۔ کیونکہ جو مضامین ابن حجر وغیرہ کو ناگوار گذرے ہیں وہ اسی امامۃ والسیاسۃ میں ہیں۔ ابن قتیبہ کی دوسری کسی کتاب میں ایسے مضامین نہیں ہیں جن سے اُن کو اس قدر پریشانی ہو جو ملاحظہ عبارت ترویح الجنان سے عیاں ہے ۱۲ مترجم

۲؎ نیز استقصاء الافحام جز ۱ ص۱۹۳ میں ناقلاً عقد ثمین فی تاریخ بلد اللہ الامین سے علامہ دمیری کی مدح لکھکر یہ بھی لکھا کہ عقد ثمین میں علامہ تقی الدین سبکی نے حیوٰۃ الحیوان کو کتاب نفیس کہا اور اس کی مدح کی ہے ۱۲ مترجم

وَامّا کتاب اسنی المطالب فی مناقب علی ابن ابیطالب
ففی کنز العمال ج ۱ ص ۲۹۹ قال الحافظ شمس الدین
الجزری فی کتاب اسنی المطالب فی مناقب علی
بن ابیطالب۔ الخ
وَامّا کتاب المختارة للضیاء المقدسی
فقال الحافظ فی حقه فی الفتح ج ۳ ص ۴۸۹ وابن تیمیة
یصرح بان احادیث المختارة اصح واقوی
من احادیث المستدرک۔
وَامّا کتاب مستدرک الحاکم فقال
السیوطی فی تدریب الراوی ص ۴۸ ان المستدرک
للحاکم کتاب کبیر جدا یصفو له منه تصحیح کثیر
وهو مع حرصه علی جمع الصحیح غزیر الحفظ
کثیر الاطلاع واسع الروایة۔
وفی الاجوبة الفاضلة ص ۵ ویوخذ الصحیح
ایضاً من المصنفات المختصة بجمع الصحیح فقط
کصحیح ابن خزیمة وصحیح ابن ابی حاتم و
ابن حبان وکتاب المستدرک علی
الصحیحین للحاکم وکذا ما یوجد فی
المستخرجات علی الصحیحین من زیادة او
تتمة لمحذوف فهو محکوم بصحته۔ انتهٰی
ناقلا عن شرح الالفیة للعراقی۔ وقد مر
شیٔ من حاله فی لفظ الشیعة۔ وفی تدریب الراوی
ص ۳۲ واما ابن حزم فانه قال اولی الکتب
الصحیحان ثم صحیح سعید ابن السکن والمنتقی
لابن الجارود والمنتقی لقاسم بن الاسبغ
ثم بعد هذه الکتب کتاب ابی داؤد وکتاب
النسائی ومصنف قاسم بن الاسبغ ومصنف
الطحاوی ومسانید احمد والبزار وابنی ابی شیبة
ابی بکر وعثمان وابن راهویه والطیالسی ثم ما کان فیه
الصحیح فهو اجل مثل مصنف عبد الرزاق ومصنف
ابن ابی شیبة وکتاب ابن المنذر ومصنف سعید بن منصور وموطا مالک وموطا ابن وهب فهذه طبقة موطا مالک

اور کتاب اسنی المطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب
پس کنز العمال جلد ۱ ص ۲۹۹ میں ہے۔ حافظ شمس الدین
جزری نے کتاب اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب
میں کہا۔ الخ۔
اور کتاب مختارہ ضیاء مقدسی کی۔ پس اس کے حق میں
ابن حجر نے فتح الباری ج ۳ ص ۴۸۹ میں کہا ہے کہ ابن تیمیہ نے
تصریح کی ہے کہ مختارہ کی احادیث مستدرک حاکم کی احادیث
سے بہت صحیح اور بہت قوی ہیں۔
اور کتاب مستدرک حاکم کے لئے سیوطی نے تدریب الراوی
صفحہ ۴۸ میں کہا۔ مستدرک حاکم کا بڑی کتاب ہے۔ اس
میں حاکم نے تصحیح کی بہت کوشش کی ہے۔ اور وہ باوجود
حرص جمع کرنے صحیح کے حافظہ کا محکم اور حدیث کا بہت
خبردار اور وسیع الروایت ہے۔
اور اجوبہ فاضلہ ص ۵ میں ہے۔ نیز صحیح کو مصنفات مختصہ سے
لیا جاتا ہے۔ جو فقط جمع صحیح کے لئے مخصوص ہوں جیسے
صحیح ابن خزیمہ و صحیح ابن ابی حاتم و صحیح ابن حبان
وکتاب مستدرک حاکم علی الصحیحین کی۔ اور
اسی طرح جو مستخرجات علی الصحیحین میں موجود ہو بطور
زیادۃ الفاظ یا تتمہ محذوف کے ہو پس اس پر حکم صحت
کا دیا ہوا ہے۔ انتہٰی۔ شرح الفیہ عراقی سے نقل کیا گیا ہے
اور تدریب الراوی ص ۳۲ میں ہے۔ کہ ابن حزم کہتا ہے
کہ اولے کتب سے صحیحین ہیں (یعنے صحیح بخاری و مسلم)
پھر صحیح سعید بن سکن اور منتقی ابن جارود و منتقی
قاسم بن اصبغ پھر یہ کتب ہیں۔ کتاب ابی داؤد و کتاب
نسائی و مصنف قاسم بن اصبغ و مصنف طحاوی و مسانید
احمد و بزار و پسران ابی شیبہ ابی بکر و عثمان و ابن راہویہ
و طیالسی۔ پھر جس میں صحیح احادیث ہوں وہ جلیل القدر
ہے۔ مثل مصنف عبد الرزاق و مصنف ابن ابی شیبہ
وکتاب ابن المنذر و مصنف سعید بن منصور و موطا مالک
و موطا ابن وہب۔ پس یہ طبقہ موطا مالک کا ہے

کتب حدیث جو صحاح میں شمار ہوتی ہیں

بعضہا اجمع للصحیح منہ وبعضہا مثلہ و بعضہا دونہ۔ انتہٰی کلام السیوطی ناقلا عن کتاب ابن حزم مراتب الدیانۃ

فصل

فی توثیق المحدثین

ولنستدرک علی ما قلنا بذکر توثیق المؤلفین من المحدثین۔

فی بستان المحدثین ص۸۵ دارقطنی از اجلہ محدثین است وقال فی ص۲۴۵ دارقطنی در فن معرفت الی الاحادیث واسماء الرجال بینظیر وقت ویگانہ عصر خود بود چنانچہ خطیب و حاکم و دیگر ائمہ این صنعت بتفوق او گواہی دادہ اند وفی ص۲۴۶ دارقطنی در معرفت علل حدیث مستثنیٰ بود وقال السیوطی فی التدریب ص۵۶ ناقلا عن ابن الصلاح الاولی من مظان الحسن ایضا سنن الدارقطنی الخ وفی ص۲۶ ثم سبعۃ من الحفاظ فی ساقتہم احسنوا التصنیف واعظم النفع بتصانیفہم ابو الحسن الدارقطنی ثم الحاکم ابو عبداللہ النیشاپوری ثم ابو نعیم الاصفہانی وبعدہم ابو عمرو بن عبد البر حافظ المغرب ثم ابوبکر البیہقی ثم ابوبکر الخطیب البغدادی وفی ص۲۷ الدارمی اثبتہم ومحمد ابن خیثمہ وابن جریر احفظہم وابن خزیمہ وابن ابی حاتم والدارقطنی من الائمۃ وان ابن عساکر احفظ۔

بعض ان کتب کا مؤطا سے زیادہ جامع احادیث صحیحہ کا ہی اور بعض اس کے برابر اور بعض اس سے کم درجہ پر ہیں۔ ختم ہوئی کلام سیوطی کی۔ جو انہوں نے کتاب ابن حزم کی مراتب الدیانت سے نقل کی ہے۔

فصل

توثیق محدثین کے بیان میں

اور ہم مؤلفین کتب حدیث کے ذکر کا مضمون سابق پر اضافہ کرتے ہیں۔

بستان المحدثین ص۸۵ میں ہے۔ دارقطنی بزرگ محدثین سے ہے۔ ص۲۴۵ میں ہے۔ دارقطنی فن معرفت علل احادیث اور اسماء الرجال میں بے نظیر وقت اور یگانہ زمانہ خود تھا چنانچہ خطیب و حاکم و دیگر ائمہ اس فن نے اس کے فوق کی گواہی دی ہے۔ اور ص۲۴۶ میں ہے۔ کہ دارقطنی معرفت علل حدیث میں ممتاز و مستثنیٰ تھا۔ اور سیوطی نے تدریب الراوی ص۵۶ میں ابن صلاح سے نقل کیا کہ نیز بطریق اولیٰ سنن دارقطنی کی احادیث حسن کے قریب ہیں۔ اور تدریب کے ص۲۶ میں ہے۔ پھر سات حافظ ان کے برابر ہیں جنہوں نے بطریق احسن کتابیں تصنیف کیں۔ اور ان کی تصانیف سے بڑا نفع ہوا۔ وہ ابو الحسن دارقطنی ہے۔ پھر حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری ہے۔ پھر ابو نعیم اصفہانی ہے۔ اور بعد ان کے ابو عمرو بن عبد البر حافظ المغرب ہے۔ پھر ابوبکر بیہقی۔ پھر ابوبکر خطیب بغدادی ہے۔ اور ص۲۷ میں ہے دارمی ان محدثین کا اثبت ہے اور محمد بن خیثمہ و ابن جریر محدثین کا احفظ ہے اور ابن خزیمہ و ابن ابی حاتم و دارقطنی ائمہ سے ہیں۔ اور ابن عساکر زیادہ حافظ ہے۔

اسماء متعصبین محدثین

لہ رسالہ اقامۃ الحجۃ عبد الحی ص۱۰ میں ہے۔ اور تو کیا جانتا ہے کہ خطیب کیا ہے اور دارقطنی کیا ہے؟ یہ دونوں بڑے بھارے امام مستند و معتمد ہیں۔ اور ص۱۱ میں ابو نعیم و ابن کثیر و سمعانی و ابن حجر مکی و ابن حجر عسقلانی و سیوطی و علی قاری و نووی و شعرانی و ذہبی کے حق میں کہا ہے کہ یہ ائمہ محتاط ہیں ان کی نقل حجت ہے۔ مہمات میں ان کے اقوال کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اور اخبار ان کے قطعیات سے ہیں۔ اپنی تصانیف میں کبھی ایسی چیز کو درج نہیں کرتے جس کو جھوٹ سمجھیں اور نہ ایسے شخص سے نقل کرتے ہیں جو جھوٹ کہے ۱۲ مترجم۔

وفی بستان المحدثین ص۳۲ ابویعلی صاحب المسند استاذ ابن حبان وابی حاتم وابی بکر الاسماعیلی - وفی ص۳۱ عبد بن حمید صاحب المسند من الائمة ثقة معتبر - وفی ص۳۳ ابوبکر احمد البزار مدحه الدارقطنی وکان من تلامیذه ابو الشیخ والطبرانی وغیرهما من المحدثین - وفی ص۴۷ عبد الرزاق صاحب المصنف در حفظ حدیث مشهور وممتاز است امام احمد حنبل واسحاق بن راهویه ویحیی بن معین ازوے استفاده حدیث کرده اند وروایت او در صحاح سته واقع است ودر وے هیچ عیب نیافته مگر آنکه فی الجمله تشیع داشت اما غالی نبود - (اقول وقد مرشئ من حاله) وفی ص۴۸ ابوبکر بن ابی شیبه ازوے ابوزرعه وبخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجه وخلائق بسیار استفاده این علم کرده اند واز ائمه این فن است ابوزرعه رازی گفته که در زمان ما علم حدیث منتهی شده بود بچهار کس ابوبکر بن ابی شیبه در سرد احادیث یکتا بود واحمد بن حنبل وابن معین وعلی بن المدینی اما در وقت مذاکره ابوبکر بن ابی شیبه احفظ ترین همه اهل عصر بود (کذا قال السیوطی فی تدریب الراوی) ودر ترتیب وتهذیب کتاب او را ازیں اقران خود امتیاز حاصل است - وفی ص۹۷ سعید بن منصور قوی الحفظ بود وابو حاتم او را توثیق وتعدیل نمود وفی ص۴۹ کتاب معرفة السنن والآثار تصنیف بیهقی است

اور بستان المحدثین ص۳۲ میں ہے ابویعلی صاحب مسند کا استاد ابن حبان وابی حاتم وابی بکر اسماعیلی کا ہے - اور ص۳۱ میں ہے کہ عبد بن حمید صاحب مسند ائمہ سے ہے اور ثقہ ومعتبر ہے - اور ص۳۳ میں ہے - ابوبکر احمد بزار[1] اُس کی مدح دارقطنی نے کی ہے - اور اس کے شاگردوں میں سی ابو الشیخ وطبرانی وغیرہ محدثین ہیں - اور ص۴۷ میں ہے کہ عبد الرزاق صاحب مصنف حفظ حدیث میں مشہور اور ممتاز ہے - اور امام احمد بن حنبل واسحاق بن راہویہ ویحیی بن معین نے اُس سے استفادہ حدیث کا کیا ہے اور روایت اُس کی صحاح ستہ میں واقع ہے - اور اُس میں کوئی عیب نہیں پایا گیا مگر کچھ شیعہ تھا - لیکن غالی نہ تھا - اور ص۴۸ میں ہے - ابوبکر بن ابی شیبہ سے ابوزرعہ وبخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجہ اور بہت خلائق نے استفادہ علم حدیث کا کیا ہے - اور اس فن کے ائمہ سی ہے - ابوزرعہ رازی نے کہا ہے - کہ ہمارے زمانہ میں علم حدیث کا چار شخصوں پر ختم ہوا تھا - ابوبکر بن ابی شیبہ احادیث کے سیاق میں یکتا تھا - اور احمد بن حنبل وابن معین وعلی بن المدینی بھی ان چاروں میں سے تھے - لیکن مذاکرہ حدیث کے وقت ابوبکر بن ابی شیبہ اپنے جملہ ہم زمانوں سے زیادہ تر حافظ تھا - اور ترتیب وتہذیب میں اُس کی کتاب کو اپنے ہم زمانہ کے محدثین کی نسبت خاص امتیاز حاصل ہے - اور ص۹۷ میں ہے کہ سعید بن منصور قوی الحفظ تھا - اور ابو حاتم نے اُس کی بڑی توثیق وتعدیل کی ہے - اور ص۴۹ میں ہے کتاب معرفة السنن والآثار تصنیف بیہقی کی ہے - اور علم بیہقی میں حق تعالے نے برکت عظیم دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُس کو قوت فہم کمال درجہ کی

[1] رسالہ نزہتہ الفکر عبد الحی لکھنوی ص۲۲ میں بزار کی نسبت لکھا ہے - اور انساب سمعانی سے نقل کیا کہ بزار حافظ حدیث کا ہے اور ثقہ ہے اس نے مسند تالیف کیا ہے - اور احادیث پر صحت وضعف کی کلام لکھی ہے - اسی طرح اجوبہ فاضلہ ص۴۲ میں ہے ۱۲ مترجم -

[2] استقصاء الافحام جلد ا ص۱۶۵ میں ہے - محامد ومناقب بیہقی کے ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں اور یافعی نے مرآة الجنان میں اور سمعانی نے انساب میں اور سبکی نے طبقات میں اور ابن جماعت نے طبقات فقہاء شافعیہ میں اور شیخ عبد الحق دہلوی نے تحصیل الکمال میں لکھے ہیں - ابوبکر احمد الحسین البیہقی کان اماماً مقدماً فی علم الحدیث والفقه فی زمانه وکان
اس طرح

واز وے تصانیف یادگار اند مثل آں تصانیف
از سابقین رونداده از جمله تصانیف برگزیده
نافع وے کتاب دلائل النبوۃ سه جلد و دعواۃ الکبیر
یک جلد و سبکی گفته که من قسم می خورم برآنکه ایں
هر دو از پنج کتب اند که در عالم نظیرے ندارند
مجموع تالیفات او بهزار جلد رسید و بسیرت
علماء ربانیین بود در زهد و تورع امام الحرمین در
حق او گفته است که هیچ شافعی در عالم نیست که
او را منت و احسان باشد بر امام شافعی مگر ابوبکر
بیهقی که او جامع بود در فن حدیث و علل
احادیث و فقه آں و وجه جمع درمیان احادیث
مختلفه خوب می دانست و فی تدریب الراوی
ص۳۱ قال النووی فی شرح المهذب اتفق
الحفاظ علی ان تلمیذه (ای الحاکم)
البیهقی اشد تحریا منه۔

وفی بستان المحدثین ص۵۲ بالجمله طبرانی
در توسع علم حدیث و کثرت روایت آں مستثنیٰ
بود ابو العباس احمد بن منصور شیرازی
گفته است که من از طبرانی سه لکھ حدیث
نوشته ام۔

وفی ص۶۸ **الاستیعاب** فی معرفة الاصحاب
لابی عمرو بن **عبد البر** کتابے است مشهور
و معروف و او از کبار علماء مغرب است
و نام او یوسف بن عبد الله بن عبد البر بن
عاصم نمری قرطبی و معاصر خطیب است
و در علم کمتر از خطیب و بیهقی و ابن حزم
نیست و صدق و دیانت و حسن اعتقاد و اتباع
سنت که او را نصیب بود کم کسی را از علماء نصیب شده

اور اُس سے ایسی تصانیف یادگار ہیں جو پہلے علماء کی
تصانیف اُس جیسی معلوم نہیں ہوتیں۔
اور منجملہ تصانیف برگزیدہ نافعہ کے کتاب دلائل النبوۃ
تین جلدوں میں اور دعواۃ الکبیر ایک جلد میں ہے۔ اور
سبکی نے کہا ہے کہ میں اسپر قسم کھاتا ہوں کہ یہ دونوں
کتابیں اُن پانچ کتابوں سے ہیں۔ جن کی دنیا میں نظیر
موجود نہیں۔ جملہ تالیفات اُس کی ہزار جلد تک پہونچتی
ہیں۔ اور علماء ربانی کے طریقہ پر زہد اور تقویٰ و پرہیزگاری
میں تھا۔ امام الحرمین نے اُس کے حق میں کہا کہ کوئی
شافعی جہان میں ایسا نہیں کہ اُس کا منت و احسان امام
شافعی پر ہو مگر ابوبکر بیہقی ایسا ہے کہ وہ جامع حدیث و
علل الاحادیث وفقہ کا تھا۔ اور جمع بین الاحادیث مختلفہ
کی وجہ کو خوب جانتا تھا۔

اور تدریب الراوی ص۳۱ میں ہے نووی نے شرح مہذب
میں کہا حافظان حدیث کا اسپر اتفاق ہے کہ حاکم کا شاگرد
بیہقی جستجو صحت احادیث میں حاکم سے بھی زیادہ مضبوط
ہے۔

اور بستان المحدثین ص۵۲ میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ **طبرانی**[1]
توسع علم حدیث اور کثرت روایت میں مستثنیٰ تھا۔ ابو العباس
احمد بن منصور شیرازی نے کہا ہے کہ میں نے طبرانی سے تین لاکھ
حدیث لکھی ہیں۔

اور ص۶۸ میں ہے **استیعاب** فی معرفة الاصحاب مؤلفہ ابی عمرو
بن **عبد البر** کی مشہور و معروف کتاب ہے۔ اور ابن عبد البر
بڑے علماء مغرب سے تھا۔ اور نام اس کا یوسف بن عبد اللہ
بن عبد البر بن عاصم نمری قرطبی ہے اور وہ ہمعصر خطیب کا
ہے۔ اور علم میں خطیب و بیہقی و ابن حزم سے کم نہیں ہے
اور صدق و دیانت و حسن اعتقاد و اتباع سنت جو اُس کو
حاصل تھا کسی کو علماء سے حاصل نہیں ہوا اور اس کی بڑی کتاب

---

[1] استقصار الافحام جلد اول ص۶۹۶ میں ہے مرآۃ الجنان یافعی اور وفیات الاعیان ابن خلکان میں ہے کہ طبرانی حافظ حدیث
اور ثقہ واسع الحفظ اور علل و رجال کا ماہر تھا اُس کے مصنفات بہت عجیب ہیں ۱۲ مترجم

قریب سی [۳۰] جلد و غیر اینها تصانیف دارد الخ
الغرض ابن عبد البر کان وحید عصرہ۔
وفی ص۸۱ فی بیان کتاب الجمع بین الصحیحین
للحمیدی امیر بن معقولہ کہ از مشاہیر محدثین
بود گفتہ کہ مثل حمیدی در پاکی و نزہت و عفت
و تورع و تشاغل بعلم ہیچکس را ندیدم و در
معرفت علل حدیث و تحقیق معانی بر طبق اصول
مہارت تمام داشت۔ قال السید الصدیق
فی ہدایۃ السائل ص۳ فی جواب السؤال
الاول ہر کہ حدیث نبوی را کہ در کتب صحیحہ سنیان
است مثل صحاح ستہ و منتقی الاخبار و بلوغ المرام
یا مسند احمد و آنچہ بداں می ماند اخذ نمودہ۔
او را می رسد کہ عمل بر آں حدیث ماخوذ بکند زیراکہ
ائمہ محققین دریں کتب حق تصحیح ادا کردہ اند الخ

ابن الحجر العسقلانی فہو قاضی القضاۃ
خاتم الحفاظ ابو الفضل شہاب الدین احمد
بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود احمد
بن حجر العسقلانی توفی سنہ ۸۵۲ھ۔ قال
السیوطی فی حقہ انتہت الیہ الرحلۃ و
الریاسۃ فی الحدیث فی الدنیا باسرہا فلم
یکن فی عصرہ حافظ سواہ۔ انتہی وقد ولد
سنۃ ثلاث وسبعین وسبع مائۃ وتوفی
فی سنۃ اثنتین وخمسین وثمان مائۃ ولہ
تصانیف کثیرۃ مفیدۃ کتہذیب التہذیب
وتقریب التہذیب ولسان المیزان والاصابہ
فی تمیز الصحابۃ واشہر تالیفاتہ بلوغ المرام
واجل تصنیفاتہ فتح الباری شرح البخاری۔

جو قریب تیس جلدوں کے ہے۔ اور اس کے ماسوا اور تصانیف
بھی اس کی ہیں۔ غرضیکہ ابن عبد البر یگانہ زمانہ تھا۔
اور ص۸۱ میں دربیان کتاب الجمع بین الصحیحین حمیدی
کے ہے۔ امیر بن معقولہ جو مشہور محدثین سے ہے۔ کہتا ہے
کہ مثل حمیدی کے پاکی و نزہت و عفت و تورع و شغل
علم میں میںنے کسی کو نہیں دیکھا۔ اور معرفت الی الاحادیث
و تحقیق معانی میں اصول کے مطابق پوری مہارت رکھتا تھا
سید صدیق نے ہدایۃ السائل ص۳ جواب سؤال اول
میں لکھا ہے کہ جو کوئی حدیث نبوی کو کتب صحیحہ سنیہ میں
جیسے صحاح ستہ و منتقی الاخبار و بلوغ المرام یا مسند
احمد یا مثل اسکے میں دیکھے تو اس کو لائق ہے کہ اس حدیث
پر عمل کرے۔ کیونکہ ائمہ محققین نے ان کتب میں تصحیح کا
حق ادا کیا ہے۔ الخ۔

ابن الحجر۔ وہ قاضی القضاۃ۔ خاتم الحفاظ ابو الفضل
شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود
احمد بن حجر عسقلانی ہے جو ۸۵۲ھ میں فوت ہوا۔ حافظ سیوطی
نے ابن حجر کے حق میں کہا اس کی طرف مقصد حدیث
کے طلبگاروں کا کوچ ختم ہوتا تھا اور ریاست حدیث
کی دنیا میں اسی پر ختم تھی پس کوئی حافظ اس کے زمانہ میں
اس کے سوا نہیں تھا۔ انتہی۔ اور وہ ۷۷۳ھ میں پیدا
ہوا اور ۸۵۲ھ میں فوت ہوا۔ اس کی تصانیف بہت ہیں
اور بہت مفیدہ ہیں مثل تہذیب التہذیب و تقریب التہذیب
و لسان المیزان و اصابہ فی تمیز الصحابہ۔ اور مشہور ترین
تالیفات اس کی سے بلوغ المرام ہے۔ اور اس کی بڑی
تصانیف سے فتح الباری شرح بخاری ہے۔ (دیکھو بستان المحدثین)

ابن الحجر المکی

اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ ص۷ مؤلفہ عبد الحی

[۱] نزہۃ الفکر عبد الحی لکھنوی نے ص۲۲ اپنے منہیہ میں تاریخ ابن خلکان سے قول باجی و ابن حزم کا نقل کیا ہے۔ کہ ابن عبد البر کے برابر اندلس میں کوئی محدث نہیں تھا۔ اور ابن حزم کہتا ہے کہ فقہ حدیث پر کلام کرنے میں ابن عبد البر کے برابر میں کوئی بھی نہیں جانتا۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۶ پر گذر چکا ہے کہ ابن عبد البر حافظ المغرب ہے۔ اور سیوطی نے سات بڑے حافظوں سے اسکو شمار کیا ہے ۱۲ مترجم۔

ان ابن الحجر المکی الهیتمی الشافعی فقیه محقق
اقول انه امام عالم علامة فقیه محدث شهاب الدین
ابن حجر الهیتمی نزیل المکة المکرمة صاحب التصانیف
کالصواعق المحرقة وتطهیر الجنان وغیرهما۔

ابن الجوزی

قال ابن الصلاح فی مقدمته ابن الجوزی هو الذی
اکثر فی هذا العصر جمع الموضوعات فی نحو مجلدین
فاودع فیها کثیرا مما لا یدل دلیل علی وضعه انتهی
من الاجوبة الفاضلة ص۵۲۔
فی روضة المناظر لابن شحنة الحنفی علی حاشیة
التاریخ الکامل طبع مصر ج ۱۱ ص۱۱ قال السلطان
عماد الدین کان ابن الجوزی کثیر الوقیعة فی العلماء
وقال السخاوی فی فتح المغیث لشرح الفیة الحدیث
ربما ادرج ابن الجوزی فی الموضوعات الحسن والصحیح
مما هو فی احد الصحیحین فضلا عن غیرهما وهو
توسع منکر ینشأ عنه غایة الضرر من ظن ما لیس
بموضوع موضوعا وفی الدراسة الحادیة عشر
من دراسات اللبیب لیس الجرح من کل
جارح مما یعتنی به کجرح ابن الجوزی ورمیه
بالحسان بل بعض الصحاح بالوضع۔ انتهی
من الاجوبة الفاضلة لعبد الحی اللکنوی ص۵۲۔
وفی تدریب الراوی ص۱۰۱ قد اکثر
جامع الموضوعات فی نحو مجلدین
اعنی ابا الفرج بن الجوزی فذکر فی
کتابه کثیرا مما لا دلیل علی وضعه
بل هو ضعیف بل وفیه الحسن بل
والصحیح واغرب من ذلک ان
فیها حدیثا من صحیح
مسلم فی ص۱۱ عن
ابی هریرة مرفوعا

کہ ابن حجر مکی ہیتمی شافعی فقیہ محقق ہے۔
میں کہتا ہوں کہ وہ امام عالم علامہ فقیہ۔ محدث شہاب الدین احمد
ابن حجر ہیتمی وارد مکہ مکرمہ صاحب تصانیف ہے۔ صواعق محرقہ
اور تطہیر الجنان وغیرہ اُس کی تصانیف سے ہیں۔

ابن الجوزی

ابن صلاح نے مقدمہ میں ابن جوزی کے حق میں کہا ہے کہ اُسنے
اس زمانہ میں بہت موضوعات قریباً دو جلدوں میں جمع کئے ہیں
ان موضوعات میں اُسنے بہت احادیث ایسی رکھی ہیں جنکی
وضع پر کوئی دلیل نہیں۔ (اجوبہ فاضلہ ص۵۲)
روضۃ المناظر ابن شحنہ حنفی برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۱۱ ص۱۱
مطبوعہ مصر میں ہے کہ سلطان عماد الدین نے کہا کہ ابن الجوزی
متعصب تھا اور ناحق علماء پر طعن کی زبان کھولدیتا تھا۔
اور سخاوی نے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں
کہا ہے کہ ابن جوزی اکثر احادیث حسن وصحیح کو بھی موضوعات
میں درج کر دیتا ہے۔ بلکہ ایسی حدیث کو جو صحیحین میں سے
کسی ایک میں ہو چہ جائیکہ دوسری کتب میں ہو موضوع
کہدیتا ہے۔ اور وہ ناپسند وسعت ہے جس سے غایت درجہ کی
ضرر پہونچتی ہے۔ کہ جو موضوع نہیں اُسکو موضوع گمان کیا جاتا
اور دراست گیارہویں دراسات اللبیب میں ہے۔ کہ ہر جرح
کرنے والے کی جرح قابل اعتبار نہیں ہوتی جیسا کہ ابن جوزی
کی جرح غیر معتبر ہے۔ احادیث حسنہ بلکہ بعض صحیح احادیث
کو بھی اُس نے وضع کی نسبت دیدی ہے۔ انتہے (اجوبہ فاضلہ
عبد الحی لکھنوی ص۵۲)
اور تدریب الراوی ص۱۰۱ میں ہے بتحقیق جامع موضوعات
یعنے ابو الفرج بن جوزی نے قریباً دو جلدوں میں موضوعات
کو جمع کرنے میں افراط کیا ہے۔ اور اُس نے اپنی کتاب میں
بہت ایسی احادیث کو ذکر کیا ہے جن کی وضع پر کوئی دلیل
نہیں بلکہ وہ ضعیف ہیں بلکہ اُس میں حسن ہیں بلکہ اُس میں صحیح
بھی۔ اور اس سے بھی زیادہ تعجب تو یہ ہے کہ اُس میں ایک
حدیث صحیح مسلم ص۱۱ کی ہے جو ابوہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے

ان طالت بک مدۃ اوشک ان تری قوما
یغدون فی سخط اللہ۔ الخ قال شیخ
الاسلام ابن حجر وھو فی احد الصحیحین
وانما (ای القول بوضعہ) لغفلۃ شدیدۃ۔ الخ
قال الذھبی ربما ذکر ابن الجوزی فی الموضوعات
احادیث حسانا قویۃ قال ونقلت من خط
السید احمد بن ابی المجد ھکذا قال فی حقہ
وکذا قال شیخ الاسلام وکذا قال السیوطی
فی التعقبات علی موضوعات ابن الجوزی۔
قال عبد الحی فی تحفۃ الطلبۃ ص۳۴ فی المنھیۃ
لہ بعد ذکر المشددین وحکم اقوال ھذہ الطائفۃ
المشددۃ المتساھلۃ ان لا یبادر الی قبولھا
ولا یقطع لصدق قولھا ما لم یوافقھم غیرھم
من نقاد المحدثین وکبار المنتقدین۔ الخ۔

ابن تیمیہ

فی تحفۃ الطلبۃ ص۳۴ لعبد الحی اللکنوی ومنھم
ای المشددین ابن الجوزی وابن تیمیۃ الحنبلی
والجوزقانی والصغانی وقال العسقلانی فی
لسان المیزان رد ابن تیمیۃ علی العلامۃ الحلی
(الشیعی) کثیرا من الاحادیث الجیاد ومثلہ فی
الدرر الکامنۃ لابن حجر۔ وقد صرح الشیخ
الدھلوی فی شرح سفر السعادت بتشدد ابن تیمیۃ
فی الحکم بالوضع انتھی ملخصا۔
وفی الاجوبۃ الفاضلۃ ص۵۳ ومنھم ابن تیمیۃ
فانہ جعل بعض الاحادیث الحسنۃ مکذوبۃ
وکثیرا من الاخبار الضعیفۃ موضوعۃ تبعا
لابن الجوزی وغیرہ ثم نقل قول ابن حجر من
لسان المیزان والدرر الکامنۃ ومن السیوطی
من الدرر المنتشرۃ۔ وفی حل المعاقد لعبد الحلیم
والد عبد الحی اللکنوی ص۴۰ کان ابن تیمیۃ حنبلیا
لکنہ تجاوز عن الحد

کہ اگر تجھکو مدت طویل ملی تو قریب ہے کہ تو ایسی قوم کو دیکھیگا
جو خدا کے غضب میں صبح کریں گے۔ الخ۔ شیخ الاسلام
ابن حجر نے کہا کہ یہ صحیحین میں سے ایک میں ہے۔ اور ابن جوزی
کا قول اس کی وضع کے لئے ضرور بڑی غفلت پر مبنی ہی
ذہبی نے کہا ہے بسا اوقات ابن جوزی موضوعات میں
احادیث حسنہ قویہ کو ذکر کر دیتا ہے۔ کہا میںنے خط سید احمد
بن ابی المجد سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ کہ اُس کے حق میں یہی
کہا ہے۔ اور ایسیطرح شیخ الاسلام نے اور سیوطی نے
تعقبات میں جو ابن الجوزی کی موضوعات پر لکھی ہے کہا ہی
اور عبد الحی نے تحفۃ الطلبہ ص۳۴ میں ایک اپنے منہیہ میں
مشددین کے ذکر کے بعد لکھا ہے۔ کہ اس طائفہ مشددہ متساہلہ
کے اقوال کا حکم یہ ہے کہ اُن کے اقوال کے قبول کی طرف
جلدی نہ کی جائے اور نہ اُن کے قول کو سچا مانا جائے
جبتک اُن کے موافق کوئی اور محدث ناقد ماہر نہو۔ الخ

ابن تیمیہ

تحفۃ الطلبہ عبد الحی لکھنوی ص۳۴ میں ہے۔ اور منجملہ ان
مشددین کے ابن جوزی و ابن تیمیہ حنبلی و جوزقانی و صغانی
ہے۔ اور عسقلانی نے لسان المیزان میں کہا کہ ابن تیمیہ
نے علامہ حلی (شیعہ) پر بہت احادیث کی نسبت جن کی
اسانید جیدہ ہیں رد کیا ہے۔ اور ایسا ہی درر کامنہ مؤلفہ
ابن حجر میں ہے۔ اور شیخ دہلوی نے شرح سفر السعادت
میں ابن تیمیہ کے تشدد کی نسبت تصریح کی ہے۔ کہ وہ بیجا
اور ناحق وضع کا حکم دیتا ہے۔ انتہے ملخصًا۔
اور اجوبہ فاضلہ ص۵۳ میں ہے کہ ان مشددین سے
ابن تیمیہ ہے۔ پس تحقیق اُس نے بعض احادیث حسنہ
کو جھٹلایا ہے اور بہت احادیث ضعیفہ کو بمتابعت ابن جوزی
کے موضوع قرار دیا ہے۔ پھر قول ابن حجر کو لسان المیزان
و درر کامنہ سے اور سیوطی کی درر منتشرہ سے نقل کیا ہے
اور حل المعاقد مؤلفہ مولوی عبد الحلیم والد عبد الحی لکھنوی
ص۴۰ میں ہے کہ ابن تیمیہ حنبلی تھا لیکن وہ حد سے گذر گیا

اسماء مشددین متعصبین

وحاول اثبات ما ينافي عظمة الحق تعالٰے وجلاله فاثبت له الجهة والجسم وله هفوات اخر كما قال في عثمان يحب المال وقال في علىؑ ما صح ايمانه في حال الصبا وتفوه في حق اهل البيت ما لا يتفوه به المؤمن المحق وان شئت مزيد تفصيل حالات ابن تيمية فعليك بمطالعة رسالة العجالة النافعة المولوی محمد غازی مريد السيد مهر علی شاه الگولڑوی وان شئت ازيد من ذلك فعليك

اور اُس نے ایسے امور کا اللہ تعالٰی کے حق میں ثابت کرنیکا قصد کیا جو مخالف شان اللہ سبحانہ کے ہیں۔ پس اُسنے اللہ تعالٰی کے لئے جہت اور جسم کو ثابت کیا ہے۔ اور اُسکو اور بھی فضولیات ہیں۔ جیساکہ کہا کہ امیر عثمان مال کو بہت پسند کرتا تھا۔ اور حضرت علیؑ کے حق میں کہا کہ ایمان اُس کا لڑکپن کی حالت میں صحیح نہیں ہوا۔ اور ایسے ہی اہل بیتؑ کے حق میں ایسی یاوہ گوئی کی کہ کوئی سچا مومن ایسے کلمات کو رسول علیہ السلام کے اہل بیت کے حق میں منہ سے نہیں نکالتا۔ ابن تیمیہ کے حالات دیکھو رسالہ عجالہ نافعہ مؤلفہ مولوی۔

ابن عساکر

قال ابن خلكان في تاريخه انه صاحب التصانيف الكثيرة الشهيرة من فقهاء الشافعية وكان من عشاق الحديث وحفاظه وكان متدينًا وناقدًا لعلم الحديث۔

ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ وہ صاحب تصانیف کثیرہ کا اور مشہور فقہاء شافعیہ سے تھا۔ اور حدیث کی طلب کا اُس کو عشق تھا اور وہ حافظ الحدیث اور دیانتدار تھا احادیث پر خوب کلام کر کے تنقید کرتا تھا۔ (دیکھو رسالہ نزہۃ الفکر عبد الحی ص۲۲)

ابو داؤد الطیالسی

في انساب السمعاني هو استاذ ابن ابي شيبة وقال وكيع لا يساويه في الحديث احد لانه كان احفظ في الحديث۔

انساب سمعانی میں لکھا ہے کہ وہ ابن ابی شیبہ کا استاد ہے اور وکیع کہتا ہے کہ کوئی بڑا حافظ حدیث کا ابو داؤد طیالسی کے برابر نہیں رہا۔ (دیکھو نزہۃ الفکر لعبد الحی ص۲۷)

حافظ ابو نعیم

في اقامة الحجة ص۷ ان ابا نعيم حافظ احمد بن عبد الله بن احمد بن اسحاق۔ وقال ابن خلكان في تاريخه انه كان من اكابر المحدثين واعاظم الحفاظ والثقات وكتابه

اقامۃ الحجت ص۷ میں ہے کہ ابو نعیم وہ حافظ احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق ہے۔ ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں کہا کہ ابو نعیم بڑے محدثین اور اکابر حفاظ ثقات سے ہے۔ اور کتاب اُس کی حلیہ احسن کتب سے ہے۔

مسعودی

له كتاب مشهور يسمى بمروج الذهب۔ في وفيات الاعيان لابن خلكان ج۲ ص۱۳۱ طبع مصر استند منه وقال في ترجمة ابي الحسن موسى الكاظم قال ابو الحسن على ابن الحسين بن على المسعودي في مروج الذهب في اخبار هارون الرشيد الخ وقال في ص۶۲ ج۱ في ترجمة المسعودي انه امام فاضل

اس کی مشہور کتاب مروج الذہب ہے ابن خلکان نے وفیات الاعیان جلد۲ ص۱۳۱ طبع مصر میں مروج الذہب سے سند لی ہے۔ اور زیر ترجمہ ابی الحسن موسی الکاظم کے کہا کہ ابو الحسن علی بن حسین بن علی مسعودی نے کتاب مروج الذہب میں اخبار ہارون الرشید کے اندر کہا۔ اور جلد اول ص۶۲ میں بذیل ترجمہ مسعودی کے لکھا ہے وہ امام فاضل ہے

ـــــــــــــــــــ

[1] بزار کی نسبت اسی رسالہ نزہہ ص۲۷ اور اجوبہ فاضلہ ص۴۸ میں عبد الحی لکھتا ہے کہ وہ حافظ حدیث اور ثقہ ہے اسنے مسند تالیف کیا ہے۔

واستند منه ابن الحجر المکی فی الصواعق المحرقة فی ص ۱۲۲/۱۲۳ وغیرها۔ وفی هامش التاریخ الکامل فی ابتداء ترجمة المؤلف ان مروج الذهب ومعادن الجوهر للامام ابی الحسن علی ابن الحسن بن علی المسعودی وقال المسعودی فی مقدمة کتابه انی ما اخذت من کتب التواریخ والاخبار والسیر والآثار الا ما اشتهر مؤلفه فثبت من هذا انه التزم صحة الروایة۔ وقال المسعودی انی سمیت هذا الکتاب بهذا الاسم لانه بمنزلة الذهب النقی والجوهر الصفی

اور صواعق محرقہ ص ۱۲۲/۱۲۳ میں ابن حجر مکی نے اس سے سند لی ہے۔ اور حاشیہ تاریخ کامل مطبوعہ مصر کے ابتداء میں ترجمۃ المؤلف میں لکھا ہے۔ مروج الذہب ومعادن الجوہر مسعودی یہ کتاب تالیف امام ابی الحسن علی بن الحسن بن علی المسعودی کی ہے۔ اور مسعودی نے مقدمۃ الکتاب میں لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب میں سوائے اُن کتب تواریخ واخبار وسیر وآثار جن کے مصنف ومؤلف مشہور ومعروف ہیں اور کسی سے روایت نہیں لکھی۔ پس اس سے اُس کا التزام صحت ثابت ہوتا ہے۔ اور وجہ تسمیہ اس کتاب کی مسعودی نے یہ لکھی ہے کہ جو کچھ اس میں ہے وہ جواہر اور سونے کی طرح نفیس ہے اسواسطے اس کا نام مروج الذہب ومعادن الجواہر رکھا ہے۔

امام شعرانی

قال عبد الحی اللکنوی فی اقامة الحجة ص ۹ فی الحاشیة المنهیة ناقلا عن کشف الظنون ان عبد الوهاب بن احمد الشعرانی المصری کان قطب زمانه وفرید وقته وصاحب المقامات قد الف المیزان الکبری فانه کتاب حسن

مجموعہ ثلاث رسائل عبد الحی لکھنوی کے رسالہ اقامۃ الحجۃ ص ۹ کے حاشیہ منہیہ میں کشف الظنون سے نقل کیا ہے کہ عبد الوہاب بن احمد شعرانی مصری اپنے زمانے کا قطب اور فرد اور صاحب کرامات کا تھا۔ اُسنے میزان کبرٰی تالیف کی جو بہت خوب ہے، اور یواقیت والجواہر وغیرہ مفیدہ تصانیف لکھی ہیں۔

الشیخ عبد الحق الدهلوی

قال فی تحفة الکملة علی تحفة الطلبة ص ۳۵ ان الشیخ عبد الحق الدهلوی کان عالما فی الشریعة والحقیقة وماهرا فی العلوم الظاهرة والباطنة صاحب التصانیف الکثیرة الشهیرة والمفیدة مثل اشعة اللمعات فی شرح المشکوٰة وجذب القلوب الی دیار المحبوب وتکمیل الایمان وشرح فتوح الغیب وشرح سفر السعادة وما ثبت بالسنة فی ایام السنة وغیرها

شیخ عبد الحق

تحفۃ الکملہ بر تحفۃ الطلبہ مؤلفہ عبد الحی لکھنوی ص ۳۵ میں لکھا ہے کہ شیخ عبد الحق دہلوی عالم شریعت وحقیقت ماہر علوم ظاہرہ وباطنہ صاحب تصانیف مشہورہ مفیدہ مثل اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ فارسی وجذب القلوب الی دیار المحبوب وتکمیل الایمان وشرح فتوح الغیب وشرح سفر السعادت وما ثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ وغیرہ کا ہے۔

السید الصدیق حسن خان

هو السید الامام والعلامة الهمام کما فی ترجمة

نواب سید صدیق حسن خان بہادر قنوجی

وہ سید امام اور علامۃ الزمان ہے جیسا کہ ترجمۃ المؤلف کتاب روضہ ندیہ شرح درر البہیہ مؤلفہ صاحب موصوف میں لکھا ہے۔

تم المجلد الاول والحمد لله علی ذلک ویتلوه المجلد الثانی ان شاء الله تعالی